وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

صحیح البخاری

مؤلّفہ

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

ترجمہ و شرح

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ

تحقیق و تفحص

جناب شبیر احمد صاحب ثاقب

صدر شعبہ حدیث جامعہ احمدیہ ربوہ

جلد چہارم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمدللہ ثم الحمدللہ بخاری ترجمہ وشرح حضرت سید زین العابدین ولی اللہ
ر ہوکر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ مبارک کام جہاں مفید اور علمی ور
ہاں اپنے علمی مواد اور دقیق مباحث کے لیے گہری تحقیق اور تفحص کا بھی م
و ہمہ جہتی کے لحاظ سے کسی ایک شخص کا رہین محنت نہیں ہے۔ ہماری ٹیم میں
عاونت اور کمپیوٹر setting وغیرہ میں مکرم محترم سید عطاء اللہ مجیب صاح
س فی الحدیث اور مکرم محترم جاوید اقبال یوسف صاحب مربی سلسلہ کی محنت
ت حصہ ہے۔ مکرم ومحترم کلیم احمد صاحب طاہر مربی سلسلہ نے اس کی کمپوزنگ
۔ فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء۔
اس مجموعہ کا مطالعہ کرنے والے جملہ افراد سے اس مبارک کام کی تکمیل
وصی دعا کی درخواست ہے۔ نیز حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ ص
م کرنے والے افراد کو بھی اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعا
ل فرما کر ان کو اس دنیا اور اگلے جہان میں احسن جزا عطاء فرمائے۔ (آمی

والسلام
خاکسار
شبیر احمد ثاقب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فہرست

۞۞۞۞۞۞۞

٣٤- كِتَابُ الْبُيُوْع

۳۵- كِتَابُ السَّلَمِ

٣٦- كِتَابُ الشُّفْعَةِ

٣٧- كِتَابُ الْإِجَارَةِ

۳۸- كِتَابُ الْحَوَالَةِ

۳۹- کِتَابُ الْکَفَالَةِ

۴۰- کِتَابُ الْوَکَالَةِ

٤١- كِتَابُ الْحَرْثِ وَالْمُزَارَعَةِ

٤٢- كِتَابُ الْمُسَاقَاةِ

٤٣- كِتَابُ الْاِسْتِقْرَاضِ

٤٤- كِتَابُ الْخُصُومَاتِ

٤٥- كِتَابٌ فِي اللُّقَطَةِ

٤٦- كِتَابُ الْمَظَالِمِ

٤٧- كِتَابُ الشَّرِكَةِ

۴۸- كِتَابُ الرَّهْنِ

۴۹- كِتَابُ الْعِتْقِ

۵۰- كِتَابُ الْمُكَاتَبِ

۵۱- كِتَابُ الْهِبَةِ وَفَضْلِهَا وَالتَّحْرِيضِ عَلَيْهَا

۵۲- كِتَابُ الشَّهَادَاتِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

٣٤- كِتَابُ الْبُيُوْعِ

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى: وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ (البقرة: ٢٧٦) وَقَوْلُهُ: اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ. (البقرة: ٢٨٣)

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت جائز کی ہے اور سود حرام کیا ہے۔ اور یہ بھی ارشاد ہے: مگر تجارت دست بدست ہو۔ جیسے تم آپس میں (مال اور رقم) لے دے کر ایک دوسرے کے حوالے کر دیتے ہو۔

تشریح: وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا: معاملات خرید وفروخت اور لین دین کے ابواب شروع کرنے سے قبل دو آیتوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ایک آیت میں تجارت کے شرعی جواز اور سودی کاروبار کی حرمت کا ذکر ہے اور دوسری میں تجارتی معاملات کے طریق اور ہدایات کا۔ پہلی آیت یہ ہے: اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (البقرة: ٢٧٦) جو لوگ سود کھاتے ہیں، وہ بالکل اسی طرح کھڑے ہوتے ہیں جس طرح وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان (مرضِ جنون) نے سخت بدحواس کر دیا ہوا ہو۔ یہ (حالت) اِس وجہ سے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ خرید وفروخت بھی بالکل سود ہی کی طرح ہے۔ حالانکہ اللہ نے خرید وفروخت جائز قرار دی ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔ سو جس شخص کے پاس اُس کے ربّ کی طرف سے کوئی نصیحت کی بات آئے اور وہ سن کر (خلاف ورزی سے) باز آ جائے تو جو (لین دین) وہ پہلے کر چکا ہے اُس کا نفع اُسی کا ہے اور اُس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جو لوگ پھر (وہی کام) کریں۔ تو وہ آگ میں رہنے والے ہیں، اسی میں پڑے رہیں گے۔ دوسری آیت یہ ہے: اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۠ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ○ (البقرة: ٢٨٣) یعنی (لین دین کا لکھنا ضروری ہے۔) بجز اِس صورت کے کہ تجارت دست بدست ہو؛ جسے تم آپس میں (مال اور رقم) لے دے کر معاملہ دمِ نقد کر لیتے ہو۔ اس صورت میں اس (لین دین) کے نہ لکھنے پر تم پر

کوئی گناہ نہیں اور جب باہم خرید وفروخت کروتو گواہ ٹھہرالیا کرواور کاتب کوتکلیف نہ دی جائے اور نہ گواہ کو؛ اوراگرتم ایسا کروگےتو یہ بات تم میں نافرمانی کی علامت ہوگی اوراللہ تعالیٰ کا تقویٰ اِختیار کرواوراللہ تعالیٰ تمہیں علم دے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کوخوب جانتا ہے۔

مذکورہ بالا آیتیں لین دین سے متعلق اُصولی ہدایات پر مشتمل ہیں؛ جن کی تفصیل آئندہ ابواب میں آئے گی۔ پہلی آیت کا تعلق تجارتی اور سودی کاروبار کے درمیان فرق سے ہے۔جس کی وجہ سے شریعت نے ایک کی اِجازت دی اور دوسری سے منع فرمایا ہے۔تجارت سے جو فائدہ تاجر کو حاصل ہوتا ہے، وہ صرف اُس کے روپے کا نتیجہ نہیں بلکہ اُس کے عمل کا بھی ہے۔عمل میں نہ صرف جسمانی محنت اور جدوجہد شامل ہے جو تاجر کوضروریات مہیا کرنے میں کرنی پڑتی ہے؛ بلکہ اُس کی ذہنی قابلیت بھی شامل ہوتی ہے جس سے وہ ضروریات کا صحیح اندازہ کرتا ہے۔طلب اور اس کا صحیح تقاضا سمجھ کر مطلوبہ اشیاء ایسی جگہ سے لاتا ہے، جہاں اچھی قسم کی اور مناسب نرخ پر دستیاب ہوتی ہوں۔ نرخوں کا اُتارچڑھاؤ بھی اس کے مدنظر ہوتا ہے۔پس جو نفع تاجر کو ملتا ہے، اُس کے پیچھے درحقیقت اس کی جسمانی اور ذہنی کاوش بھی کارفرما ہوتی ہے نہ محض مالی سرمایہ۔

اِس کے برعکس سودخوار اپنی بدنی اور ذہنی قوتوں سے قطعاً کام نہیں لیتا۔محض مال ودولت کے بل پر دوسروں کی محنت کے نتیجہ سے اپنا حصہ نکالتا ہے۔اُس کا اپنے قویٰ سے کام نہ لینا اور غرباء کی کمزوری سے اِستفادہ دونوں باتیں نہ صرف اَخلاقی لحاظ سے بلکہ بعض دُوررَس اقتصادی بدنتائج کی رو سے بھی ناجائز ہی نہیں بلکہ ظالمانہ اور معاشرہ کے لئے سخت مضرّ ہیں؛ افراد کے لئے بھی اور قوم کے لئے بھی۔اس کی تفصیل اپنے موقع پر بیان ہوگی اوراس سے یَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ کا مفہوم بھی انشاءاللہ تعالیٰ واضح ہوجائے گا۔

دوسری آیت کا تعلق نفع بخش تجارت اوراُس کی تعریف سے ہے۔جس کی طرف تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا توجہ دلاتی ہے۔لفظ اِدَارَةَ کے معنی ہیں گردش دینا۔یعنی طلب کے مطابق اشیاء مہیا کرنے کا مسلسل انتظام بیع وشراء یعنی تجارت نام ہے اشیاء کے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہونے کا۔اِس طریقہ کار میں روپیہ (ودولت) کا کام صرف نقل وحرکت میں سہولت پیدا کرنا ہے۔اسی سہولت کی غرض سے سکہ اِیجاد ہوا؛ جس کا اصطلاحی نام زرِمبادلہ ہے۔کیونکہ وہ اشیاء کی نسبتی قیمتوں کا معیار ہے۔مثلاً ایک زراعت پیشہ اجناسِ خوراک پیدا کرتا ہے اور ایک کاریگر آلاتِ زراعت بناتا ہے۔زرمبادلہ کے لئے زمیندار اپنے اجناس کاریگر کو اور کاریگر اپنے آلات زمیندار کومنتقل کرتا ہے۔اسی طرح زرِمبادلہ کے ذریعہ تاجر دونوں سے آلات اور اجناس خرید لیتا ہے اور پھر دونوں کے درمیان بطور واسطہ انتقال کام کرتا ہے۔جس کو اجناس کی ضرورت ہو، اسے اجناس اور جسے آلات کی ضرورت ہو، اسے آلات دیتا ہے۔وعلیٰ ھٰذا القیاس زرمبادلہ اشیاء کے مبادلہ میں بطور واسطہ کام کرتا ہے۔یہی غرض وغایت زرمبادلہ کی ہے کہ بیع شراء کی گردش کوسہولت سے

سرانجام دے۔ مگر یہ غرض سودی کاروبار میں بالآخر مفقود ہو جاتی ہے۔ یعنی اشیاء کے مبادلہ میں سہولت پیدا کرنے کی جگہ سودخور خود زرِمبادلہ کو ہی ذریعہ کسب معاش بنالیتا ہے۔ بحالیکہ کسب معاش درحقیقت عمل صالحہ کا نتیجہ ہونا چاہیے جس میں ذہنی اور جسمانی قوتیں بروئے کار لائی جائیں۔ زرعی اور صنعتی اشیاءِ پیداوار وغیرہ میں عمل و محنت اصل بنیادی رکن ہیں؛ جو زمینداروں اور کاریگروں وغیرہ کو اُن کی محنت کے نتیجہ کے مستحق بناتے ہیں اور روپیہ پیسہ اشیائے پیداوار کو بآسانی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں مدد دیتا ہے اور اسی طرح تجارتی کاروبار میں یہ بطور آلہ اِنتقال ہے اور اسی غرض کے لئے وہ اشیاء کی قیمتوں کے اندازہ کرنے میں معیار بنایا گیا ہے۔ اب جو چیز بوجہ معیارِ قیمت ہونے کے ذریعہ مبادلہ اشیاء ہے، وہی ذریعہ کسب معاش بنالی جاتی ہے۔ جس کا اثر تدریجاً طبعی طور پر اشیاء کے نرخوں پر پڑتا ہے۔ کیونکہ زمیندار یا کاریگر جو اپنا کام کرنے کے لئے سودخوار سے بوجہ تہی دستی روپیہ لینے کے لئے مجبور ہوگا، وہ سود اَدا کرنے کے لئے مجبور ہوگا کہ اپنی اشیائے پیداوار کا نرخ بقدر سود بڑھائے اور جب نرخ بڑھے گا تو اشیاء کی خرید و فروخت محدود ہو جائے گی۔ بلکہ تجارتی کاروبار میں بائع اور مشتری کے درمیانی وسائطِ اِنتقال جتنے زیادہ ہوں گے اشیاء کے نرخ اُتنے ہی زیادہ ہوتے جائیں گے۔ جس کا بار آخر کار مشتری اور صارف پر پڑے گا۔ اِس کے برعکس جب نرخ کم ہوں گے فروخت زیادہ ہوگی اور تجارتی کاروبار زیادہ گردش کرنے کے قابل ہو جائے گا۔

سرمایہ دار جو سودی کاروبار کرتا ہے؛ سود کے ذریعہ تین طرح نقصان کا باعث بنتا ہے۔ اوّل: وہ بغیر عمل و محنت زرِمبادلہ کو ذریعہ کسب معاش بناتا ہے۔ دوم: اپنی قوتوں کو بروئے کار نہیں لاتا اور ایک مستحق شخص کے اصل معاوضہ محنت میں کمی پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ جو سود اُس کو اَدا ہوتا ہے وہ بجز اس کے نہیں اَدا کیا جاسکتا کہ محنت کرنے والا اپنی پیداوار میں سے اس کو اَدا کرے۔ یا نرخ بڑھا کر اس کا بار دوسروں پر ڈالے۔ سوم: جیسا کہ بتایا جا چکا ہے؛ نرخوں کے بڑھنے سے تجارتی کاروبار کی گردش نسبتاً کم ہو جاتی ہے اور اِس طرح زرِمبادلہ کی اصل غرض جو مبادلہ اشیاء میں سہولت پیدا کرنا ہے، بالآخر مفقود ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں ایک سودخوار سرمایہ دار بغیر عمل و محنت دوسروں کے بل بوتے پر اپنی مالی قوت اور اثر و رسوخ کو بھی بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ جس سے سرمایہ داری کا ظالمانہ چنگل مضبوط سے مضبوط ہوتا جاتا ہے؛ جیسا کہ روزمرہ کے مشاہدہ میں آرہا ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد ذیل میں باب وار شرح کتاب البیوع پیش کی جاتی ہے۔

بَاب ١ : مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١١﴾

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کی جستجو میں رہو اور اللہ تعالیٰ کو بہت ہی یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿١٢﴾ (الجمعة: ١١-١٢) وَقَوْلُهُ: لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۟ (النساء: ٣٠)

اور جب یہ (لوگ) تجارت یا کھیل کی بات دیکھتے ہیں تو (تجھ سے الگ ہوکر) اُس کی طرف لپکتے ہیں اور تجھ کو اکیلا چھوڑ دیتے ہیں۔ تو اُن سے کہہ دے: جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ کھیل تماشے سے اچھا ہے اور تجارت سے بھی اچھا ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر رزق دینے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی اِرشاد ہے: تم ناجائز طور سے اپنے مال آپس میں نہ کھایا کرو۔ ہاں یہ جائز ہے کہ تجارت آپس کی رضامندی کے ساتھ ہو۔

٢٠٤٧ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيْثَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُوْلُوْنَ: مَا بَالُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ لَا يُحَدِّثُوْنَ

۲۰۴۷: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ شعیب نے ہمیں بتایا کہ زُہری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: سعید بن مسیّب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم تو کہتے ہو کہ ابوہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بہت بیان کرتا ہے اور کہتے ہو کہ مہاجرین اور انصار کو کیا ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی حدیثیں بیان نہیں کرتے جیسے ابوہریرہ حدیثیں

عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ وَكُنْتُ أَلْزَمُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مِلْءِ بَطْنِي فَأَشْهَدُ إِذَا غَابُوْا وَأَحْفَظُ إِذَا نَسُوْا وَكَانَ يَشْغَلُ إِخْوَتِي مِنَ الْأَنْصَارِ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ وَكُنْتُ امْرَأً مِّسْكِيْنًا مِّنْ مَّسَاكِيْنِ الصُّفَّةِ أَعِيْ حِيْنَ يَنْسَوْنَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيْثٍ يُحَدِّثُهُ إِنَّهُ لَنْ يَّبْسُطَ أَحَدٌ ثَوْبَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هَذِهِ ثُمَّ يَجْمَعُ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ إِلَّا وَعَى مَا أَقُوْلُ فَبَسَطْتُ نَمِرَةً عَلَيَّ حَتَّى إِذَا قَضَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِيْ فَمَا نَسِيْتُ مِنْ مَّقَالَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ مِنْ شَيْءٍ.

بیان کرتا ہے۔دراصل بات یہ ہے کہ میرے مہاجرین بھائیوں کو بازاروں میں سودا سلف کے لین دین کا شغل رہتا اور میں جونہی اپنا پیٹ بھر لیتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹا رہتا۔میں (آپؐ کی خدمت میں اُس وقت بھی) حاضر ہوتا جبکہ وہ غائب ہوتے اور میں یاد رکھتا اور وہ بھول جاتے اور میرے انصار بھائی اپنے مالی کاروبار میں مشغول رہتے اور میں مساکین اہل صفہ میں سے ایک مسکین شخص تھا۔میں یاد رکھتا جبکہ وہ بھول جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث کے دوران جو آپؐ بیان کر رہے تھے، فرمایا کہ اگر کوئی اپنا کپڑا اُس وقت تک پھیلائے رکھے گا جب تک کہ میں اپنی یہ بات ختم نہ کرلوں، پھر وہ اپنا کپڑا اسمیٹ لے تو جو بات میں کہتا ہوں، اُسے ضرور یاد رکھے گا۔ چنانچہ میں نے وہ کملی جو اوڑھا کرتا تھا، بچھادی۔ یہاں تک کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات ختم فرما چکے تو میں نے اسے سمیٹ کر اپنے سینے سے لگا لیا۔اُس کے بعد جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اُسے میں کبھی نہیں بھولا۔

اطرافهُ: ۱۱۸، ۱۱۹، ۲۳۵۰، ۳٦٤٨، ۷۳٥٤.

۲۰٤۸: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ

۲۰۴۸: عبدالعزیز بن عبداللہ (اویسی) نے ہمیں بتایا کہ ابراہیم بن سعد نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے اپنے

أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ آخَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ: إِنِّي أَكْثَرُ الْأَنْصَارِ مَالًا فَأَقْسِمُ لَكَ نِصْفَ مَالِي وَانْظُرْ أَيَّ زَوْجَتَيَّ هَوِيْتَ نَزَلْتُ لَكَ عَنْهَا فَإِذَا حَلَّتْ تَزَوَّجْتَهَا قَالَ: فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: لَا حَاجَةَ لِي فِي ذَلِكَ هَلْ مِنْ سُوْقٍ فِيْهِ تِجَارَةٌ؟ قَالَ: سُوْقُ قَيْنُقَاعٍ. قَالَ: فَغَدَا إِلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَأَتَى بِأَقِطٍ وَسَمْنٍ. قَالَ: ثُمَّ تَابَعَ الْغُدُوَّ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَلَيْهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَزَوَّجْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: وَمَنْ؟ قَالَ: امْرَأَةً مِّنَ الْأَنْصَارِ. قَالَ: كَمْ سُقْتَ؟ قَالَ: زِنَةَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ أَوْ نَوَاةً مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

طرفہ: ۳۷۸۰۔

باپ سے، اُن کے باپ نے اُن کے دادا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب ہم مدینہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور سعدؓ بن ربیع کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا تو سعدؓ بن ربیع نے کہا: میں انصار میں سے زیادہ مالدار ہوں۔ سو میں تقسیم کر کے نصف مال آپؓ کو دے دیتا ہوں اور دیکھئے میری دو بیویوں میں سے جونسی آپؓ پسند کریں، میں آپؓ کے لئے اُس سے دستبردار ہو جاؤں گا۔ جب اُس کی عدت گذر جائے تو اُس سے آپؓ نکاح کر لیں۔ راوی کہتا ہے کہ (یہ سن کر) حضرت عبدالرحمٰنؓ نے ان سے کہا: مجھے اِس کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیا یہاں کوئی منڈی ہے جس میں تجارت ہوتی ہو؟ تو انہوں نے کہا: قینقاع کی منڈی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ یہ معلوم کر کے صبح سویرے وہاں گئے اور پنیر اور گھی لے آئے۔ راوی نے کہا: پھر اِسی طرح ہر صبح آپؓ وہاں منڈی میں جاتے رہے۔ ابھی کچھ عرصہ نہ گذرا تھا کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ آئے اور اُن پر زعفران کا نشان تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا آپؓ نے شادی کر لی ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: کس سے؟ کہا: انصار کی ایک عورت سے۔ فرمایا: کتنا مہر دیا ہے؟ عرض کیا: ایک گٹھلی برابر سونا یا (یہ کہا کہ) سونے کی گٹھلی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا: ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کا ہی سہی۔

٢٠٤٩: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ عَوْفٍ الْمَدِيْنَةَ فَآخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ وَكَانَ سَعْدٌ ذَا غِنًى فَقَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ: أُقَاسِمُكَ مَالِي نِصْفَيْنِ وَأُزَوِّجُكَ. قَالَ: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ دُلُّوْنِي عَلَى السُّوْقِ فَمَا رَجَعَ حَتَّى اسْتَفْضَلَ أَقِطًا وَسَمْنًا فَأَتَى بِهِ أَهْلَ مَنْزِلِهِ فَمَكَثْنَا يَسِيْرًا أَوْ مَا شَاءَ اللّٰهُ فَجَاءَ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِّنْ صُفْرَةٍ. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَهْيَمْ؟ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِّنَ الْأَنْصَارِ. قَالَ: مَا سُقْتَ إِلَيْهَا؟ قَالَ: نَوَاةً مِّنْ ذَهَبٍ أَوْ وَزْنَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ. قَالَ: أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

۲۰۴۹: احمد بن یونس نے ہم سے بیان کیا کہ زُہَیر نے ہمیں بتایا کہ حمید (طویل) نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: عبدالرحمٰن بن عوفؓ مدینہ میں آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اور سعد بن ربیع انصاریؓ کو بھائی بھائی بنا دیا اور سعدؓ دولت مند تھے۔ انہوں نے عبدالرحمٰنؓ سے کہا: میں اپنا مال آپؓ کو آدھوں آدھ بانٹ دیتا ہوں اور آپؓ کا نکاح بھی کر دیتا ہوں تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ آپؓ کے اہل اور مال میں آپؓ کے لئے برکت دے۔ آپؓ مجھے منڈی کا پتہ دیں (چنانچہ وہ منڈی گئے اور) وہ وہاں سے نہیں لوٹے؛ یہاں تک کہ پنیر اور گھی بچا کر اپنے گھر والوں کے پاس لے آئے۔ تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا یا جتنا اللہ نے چاہا کہ عبدالرحمٰنؓ (ایک دن) آئے تو اُن پر زعفران کا نشان تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا: یہ کیسا نشان ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کر لیا ہے۔ آپؐ نے پوچھا: اسے کیا مہر دیا ہے؟ جواب دیا کہ سونے کی ڈلی یا (یہ کہا:) گٹھلی برابر سونا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ولیمہ کریں خواہ ایک بکری ہی کا سہی۔

اطرافهُ: ٢٢٩٣، ٣٧٨١، ٣٩٣٧، ٥٠٧٢، ٥١٤٨، ٥١٥٣، ٥١٥٥، ٥١٦٧، ٦٠٨٢، ٦٣٨٦۔

٢٠٥٠: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ:

۲۰۵۰: عبداللہ بن محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن دینار) سے، عمرو (بن دینار) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

كَانَتْ عُكَاظٌ وَمَجَنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ فَكَأَنَّهُمْ تَأَثَّمُوْا فِيْهِ فَنَزَلَتْ: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ط (البقرة: ۱۹۹) فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ قَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ.

سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: زمانہ جاہلیت میں عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز منڈیاں تھیں۔ جب اِسلام کا زمانہ آیا تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ نے اُن میں کاروبار کرنا گناہ سمجھا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی: تمہارے لئے گناہ کی بات نہیں کہ تم اپنے ربّ کے فضل کی جستجو حج کے موسموں میں کرو۔ حضرت ابن عباسؓ نے اِس (آیت) کو (اِسی طرح) پڑھا۔

اطرافهُ: ۱۷۷۰، ۲۰۹۸، ۴۵۱۹۔

تشریح: **وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ** : اس باب میں دو آیتوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ پہلی آیت سورۂ جمعہ کی آخری آیات میں سے ہے۔ جس میں تجارت اللہ تعالیٰ کا فضل قرار دی گئی ہے۔ فرماتا ہے: فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَO وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ط قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ط وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ O (الجمعة:۱۱،۱۲) سیاقِ کلام سے واضح ہے کہ اِن آیات میں فضل سے مراد رزق ہے؛ جس کا ایک ذریعہ تجارتی کاروبار ہے۔ جس کی طرف مسلمانوں کو اِجتماعی طور پر تحریص دلائی گئی ہے۔

دوسری آیت میں کسبِ معاش کے ناجائز ذرائع کا ذکر ہے۔ فرماتا ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ قف وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًاO وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ط وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًاO (النساء:۳۰،۳۱) اس آیت میں جہاں تجارت کی بنیاد باہمی رضامندی اور پسندیدہ ذرائع قرار دی گئی ہے۔ وہاں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جائز طریق ترک کرنے اور باطل طریق اِختیار کرنے میں تمہاری اپنی ہی ہلاکت وتباہی ہے۔ دونوں حوالے تجارت سے متعلقہ بنیادی ہدایات پر مشتمل ہیں اور پہلے حوالے میں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنا کلید کامرانی ہے۔

اِن آیات کے تعلق میں فقہاء نے یہ سوال اُٹھایا ہے کہ آیا یہ احکام بصورتِ وجوب ہیں یا اباحت؟ یعنی تجارتی کاروبار اِختیار کرنا لازمی ہے یا اختیاری؟ بعض نے آیت مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ سے اِستدلال کیا ہے کہ اس سے ممانعت بہ نسبت اِجازت کے زیادہ واضح ہے۔ اختلاف کے پیشِ نظر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کا متعلقہ حصہ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ نمایاں کیا ہے تا معلوم ہو کہ فضلِ الٰہی کا حصول واجب ہے اور یہی بات ذہن نشین کرانے کی غرض سے زیرِعنوان چار روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی روایت میں صحابہؓ کی اکثریت کا نمونہ مذکور ہے۔ دوسری روایت میں بذریعہ تجارت فضل کا حصول یعنی مال و دولت میں زیادتی اور برکت کا نمونہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے

تجارتی کاروبار سے دِکھایا گیا ہے۔ تہی دستی کی حالت میں تھے اور دیکھتے دیکھتے اُن کا شمار اُن دولت مند تاجروں میں ہوگیا جنہوں نے خوب کمایا اور جنہوں نے اپنے اموال غریب پروری اور اللہ تعالیٰ کی راہوں میں کھلے ہاتھوں خرچ کئے۔ تجارت کے باوجود عبادتِ الٰہی سے غافل نہ ہوئے۔ تیسری روایت میں یہی واقعہ دوسری سند سے دہرایا گیا ہے۔ اس میں لفظ اِسْتَفْضَلَ وارد ہوا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مختصر سی پونجی سے تجارتی کاروبار شروع کرکے ایک ہی دن میں بچت کرلی اور تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ وہ شادی کرنے کے قابل ہوگئے۔ اُن کو حضرت سعد بن ربیعؓ کی طرف سے آدھے مال کی پیشکش کی گئی تھی۔ مگر انہوں نے اس سے بے نیاز رہ کر کسب معاش کو ترجیح دی۔ اور اُن کا یہ اِستغناء اور محنت دونوں ربانی فضل کے جاذب ہوئے۔ چوتھی روایت میں بھی آیت فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (البقرة:۱۹۹) کی وضاحت حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر سے کی گئی ہے اور اس روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ شروع میں صحابہ کرامؓ نے کفار قریش کی منڈیوں میں کاروبار کرنا گناہ سمجھا تھا اور اُن کی یہ غلط فہمی وحی الٰہی سے دُور ہوئی۔ جس آیت کا آخر میں حوالہ دیا گیا ہے وہ یہ ہے: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فَإِذَا اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ (البقرة:۱۹۹) تمہارے لئے یہ گناہ کی بات نہیں کہ (حج کے ایام میں) اپنے ربّ کے فضل کی جستجو کرو۔ جب تم عرفات سے لَوٹو تو مشعر حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور یہ ذکر اِس طرح کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت کی ہے۔ اِس آیت سے بھی یہ سمجھایا گیا ہے کہ حج بھی جو عبادات میں سے ایک بہت بڑا رکن اِسلام ہے۔ وہ بھی تجارتی کاروبار میں حارج نہیں۔ خلاصہ یہ کہ مذکورہ بالا آیات کے حوالہ سے اور روایات کی اِس ترتیب میں عدم وجوب سے متعلق غلط قیاسات کا ازالہ کیا گیا ہے۔

یہ امر کہ اِس باب میں وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ کی تشریح اور تجارتی کاروبار کے بابرکت عمل ہونے کا مضمون ہی مدنظر ہے، اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ سورۂ جمعہ کی محولہ بالا آیت باب ۹ میں بھی دُہرائی گئی ہے؛ جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ کس قسم کی تجارت مکروہ وممنوع ہے۔

فِيْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ : چوتھی روایت کے آخر میں جملہ فِيْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ قَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ کا یہ مفہوم نہیں کہ یہ الفاظ آیت کا حصہ ہیں۔ بلکہ یہ جملہ تفسیری ہے اور بطور دلیل حضرت ابن عباسؓ کی طرف سے پیش کیا گیا ہے۔ جیسا کہ امام ابن حجرؒ نے بھی اِس مقصد کی صراحت اِن الفاظ میں کی ہے: وَهُوَ حُجَّةٌ وَلَيْسَ بِقُرْاٰنٍ۔ یعنی یہ بطور دلیل منقول ہے، قرآنِ مجید کی آیت کا حصہ نہیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۶۸) اور محولہ بالا آیت کے سیاق سے بھی ظاہر ہے کہ اس کا تعلق شروع سے لے کر آخر تک اَحکامِ حج سے ہے؛ جو نہ محل شبہ ہے اور نہ محتاجِ بیان۔ دراصل اس قسم کے مواقع پر صحابہ کرامؓ لفظ فَنَزَلَتْ محض تطبیق کے معنوں میں استعمال کرتے تھے۔ یہ روایت کتاب الحج باب ۱۵۰ روایت نمبر ۱۷۷۰ میں بھی گذر چکی ہے۔

لفظ نزول یا تنزیل بمعنی تطبیق کی واضح مثالوں کے لیے دیکھیں کتاب الشرب والمساقاۃ باب ۴ و باب ۸۔

بَاب ۲ : اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ

حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور اِن دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں

۲۰۵۱ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح. وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا أَبُو فَرْوَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح. وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي فَرْوَةَ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي فَرْوَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا أُمُوْرٌ مُشْتَبِهَةٌ فَمَنْ تَرَكَ مَا

۲۰۵۱: محمد بن مثنیٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ ابن ابی عدی نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابن عون سے، ابن عون نے (عامر) شعبی سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ اس کی دوسری سند یوں ہے: اور علی بن عبداللہ (مدینی) نے بھی ہم سے بیان کیا کہ (سفیان) بن عیینہ نے ہمیں بتایا۔ ابوفروہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے شعبی سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت نعمان بن بشیرؓ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ اس کی تیسری سند یوں ہے: اور عبداللہ بن محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ ابن عیینہ نے ہمیں بتایا کہ ابوفروہ (عروہ بن حارث) سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے شعبی سے سنا۔ (انہوں نے کہا:) میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی ﷺ سے مروی ہے۔ چوتھی سند یوں ہے: (اور) محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابوفروہ سے، ابوفروہ نے شعبی سے، شعبی نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور اُن کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں۔ پس جس نے وہ چیز چھوڑ دی جس میں گناہ

شُبِّهَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ أَتْرَكَ وَمَنِ اجْتَرَأَ عَلَى مَا يَشُكُّ فِيْهِ مِنَ الْإِثْمِ أَوْشَكَ أَنْ يُّوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ وَالْمَعَاصِيْ حِمَى اللهِ مَنْ يَّرْتَعْ حَوْلَ الْحِمَى يُوْشِكُ أَنْ يُّوَاقِعَهُ.

کا اِشتباہ ہے تو وہ کھلے گناہ کو بطریق اولیٰ چھوڑنے والا ہوگا اور جس نے ایسے اَمر کے اِرتکاب کی جرأت کی جس میں گناہ کا اِشتباہ ہے تو قریب ہے کہ وہ کھلے کھلے گناہ میں مبتلا ہو جائے اور نافرمانی کی باتیں اللہ کی طرف سے ممنوعہ چراگاہ ہیں۔ جو شخص چراگاہ کے اردگرد چرائے، قریب ہے کہ اس میں جا پڑے۔

طرفہٗ: ۵۲۔

تشریح: اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ: اس باب کا عنوان مندرجہ بالا حدیث سے اَخذ کیا گیا ہے، جس کے راوی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو چار سندوں سے منقول ہے۔ ان میں سے وہ سند مرفوع ہے جس کے راوی ابوفروہ ہیں۔ اِس کنیت کے دو راوی ہیں۔ ایک کا نام عروہ بن حارث ہمدانی ہے جن کا لقب الاکبر ہے (اس روایت کے راوی یہی ہیں) اور دوسرے مسلم بن سالم جہنی ہیں جن کا لقب الاصغر ہے۔ ان کی صحیح بخاریؒ میں صرف ایک ہی روایت کتاب الانبیاء (روایت نمبر ۳۳۷۰) میں مروی ہے۔
(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۶۹)

امام بخاریؒ کو اِس روایت کے استخراج میں اِس کی اہمیت کی وجہ سے کاوش کرنی پڑی۔ اِس کی دو سندیں تو مُعَنْعَن ہیں۔ پہلی سند اگرچہ مرفوع ہے مگر اس میں لفظ قَالَ مذکور نہیں۔ آخری سند میں موجود ہے۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح۔ ان کے درمیان کچھ مشتبہ باتیں ہیں، جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ایسی باتوں سے بچنا ضروری ہے۔ یہ روایت کتاب الایمان باب ۳۹ روایت نمبر ۵۲ میں بھی گذر چکی ہے۔ وہاں بتایا گیا ہے کہ ایمان کی صحت کا دارومدار تقویٰ پر ہے؛ جس کا مرکز دل ہے۔ معاملات بیع وشراء میں انسان حرص اور لالچ کی وجہ سے بسا اوقات اندھا ہو جاتا ہے اور ان سے مغلوب ہو کر دولت کمانے کی دُھن میں حق و باطل کی تمیز کھو بیٹھتا ہے۔ اِس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محولہ بالا اِرشاد عین موقع ومحل کی مناسبت سے اور اہمیت مضمون کے پیش نظر یہاں دُہرایا گیا ہے۔

تجارتی کاروبار سے متعلقہ احکام بیان کرنے سے قبل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے چند ابواب ایسے قائم کئے ہیں جو اُصولی ہدایت پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے مذکورہ بالا اِرشادِ نبوی نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ بعض فقہاء نے مشتبہ اُمور میں اباحت کا فتویٰ دیا ہے جو مندرجہ بالا ارشاد کے مطابق نہیں۔ اِس اَمر کی تفصیل معاملات بیع وشراء میں آئے گی۔

بَاب ۳: تَفْسِيْرُ الْمُشَبَّهَاتِ

مشتبہ اُمور کی تفسیر

وَقَالَ حَسَّانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ: مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَهْوَنَ مِنَ الْوَرَعِ دَعْ مَا يَرِيْبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيْبُكَ.

اور حسان بن ابی سنان نے کہا: میں نے پرہیزگاری سے زیادہ آسان کوئی بات نہیں دیکھی۔ چھوڑ دو وہ بات جو تمہیں کھٹکتی ہے اور اختیار کرو وہ بات جس کی نسبت تمہیں کوئی خدشہ نہیں۔

۲۰۵۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ جَاءَتْ فَزَعَمَتْ أَنَّهَا أَرْضَعَتْهُمَا فَذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْرَضَ عَنْهُ وَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ. وَقَدْ كَانَتْ تَحْتَهُ ابْنَةُ أَبِي إِهَابٍ التَّمِيْمِيِّ.

۲۰۵۲: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں خبر دی۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین نے ہمیں بتایا۔ عبداللہ بن ابی ملیکہ نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سیاہ فام عورت آئی اور کہنے لگی کہ اُس نے ان دونوں (عقبہؓ اور اُس کی بیوی عینیہؓ) کو دودھ پلایا ہے تو حضرت عقبہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے منہ پھیر کر مسکرائے۔ فرمایا: (اب یہ عورت) کیونکر (رہ سکتی ہے) جبکہ یہ کہا گیا ہے اور ابواہاب تمیمی کی بیٹی (حضرت عینیہؓ) حضرت عقبہؓ کی بیوی تھیں۔

اطرافہ: ۸۸، ۲۶۴۰، ۲۶۵۹، ۲۶۶۰، ۵۱۰۴۔

۲۰۵۳: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ

۲۰۵۳: یحییٰ بن قزعہ نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: عتبہ بن ابی وقاص

عَهِدَ إِلَى أَخِيْهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ مِنِّي فَاقْبِضْهُ قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ عَامَ الْفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَقَالَ: ابْنُ أَخِي قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ فَقَامَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ: أَخِي وَابْنُ وَلِيْدَةِ أَبِي وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ. فَتَسَاوَقَا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ ابْنُ أَخِي كَانَ قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ. فَقَالَ عَبْدُ ابْنُ زَمْعَةَ: أَخِي وَابْنُ وَلِيْدَةِ أَبِي وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ. ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: احْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ فَمَا رَآهَا حَتَّى لَقِيَ اللهَ.

نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاصؓ کو وصیت کی کہ زمعہ کی کنیز کا بیٹا میرا ہے، اُسے لے لینا۔(حضرت عائشہؓ) کہتی تھیں: جس سال مکہ فتح ہوا تو سعد بن ابی وقاصؓ نے اُسے لے لیا اور کہا میرے بھائی کا بیٹا ہے۔ مجھے اِس کے متعلق اُس نے وصیت کی تھی۔ عبد بن زمعہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی کنیز کا بیٹا ہے جو اُس کے بستر پر پیدا ہوا تو وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا جھگڑا لائے۔ سعدؓ نے کہا: یارسول اللہ! میرے بھائی کا بیٹا ہے۔ مجھے اِس بارہ میں اُس نے وصیت کی تھی۔ عبد بن زمعہ نے کہا: میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی کنیز کا بیٹا ہے جو اُس کے بستر پر پیدا ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبد بن زمعہ! وہ تیرا ہی ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ اُسی کا ہے جو عورت کا جائز خاوند یا مالک ہو اور زانی کے لئے پتھر تیار ہیں۔ پھر آپؐ نے حضرت سودہؓ بنت زمعہ سے جو نبی ﷺ کی زوجہ تھیں، فرمایا: اے سودہ! اِس سے پردہ کریں کیونکہ آپؐ نے دیکھا کہ وہ صورت وشکل میں عتبہ سے ملتا ہے۔ پھر اُس نے حضرت سودہؓ کو نہیں دیکھا یہاں تک کہ اللہ سے جاملا۔

اطرافه: ۲۲۱۸، ۲۴۲۱، ۲۵۳۳، ۲۷۴۵، ۴۳۰۳، ۶۷۴۹، ۶۷۶۵، ۶۸۱۷، ۷۱۸۲.

۲۰۵۴: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي

۲۰۵۴: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا، کہا: عبداللہ بن ابی سفر نے مجھے خبر دی۔

السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمِعْرَاضِ فَقَالَ: إِذَا أَصَابَ بِحَدِّهِ فَكُلْ وَإِذَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَقَتَلَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّهُ وَقِيْذٌ. قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ أُرْسِلُ كَلْبِي وَأُسَمِّي فَأَجِدُ مَعَهُ عَلَى الصَّيْدِ كَلْبًا آخَرَ لَمْ أُسَمِّ عَلَيْهِ وَلَا أَدْرِيْ أَيُّهُمَا أَخَذَ. قَالَ: لَا تَأْكُلْ إِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى الْآخَرِ.

انہوں نے شعبی سے، شعبی نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے نوک تیر کی نسبت پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ جب تیر اپنی دھار سے شکار کو لگے تو کھالو اور جب تیر کی جھپٹ سے مرجائے تو نہ کھاؤ۔ کیونکہ اس صورت میں وہ چوٹ سے مرا ہوا شکار ہوگا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں اپنے کتے کو چھوڑتا ہوں اور (چھوڑنے سے پہلے) بسم اللہ پڑھ لیتا ہوں اور جب شکار لینے جاتا ہوں تو اپنے کتے کے ساتھ اور کتا بھی پاتا ہوں جس پر میں نے بسم اللہ نہیں پڑھی ہوتی اور مجھے یہ پتہ نہیں لگتا کہ کس کتے نے شکار کیا۔ آپؐ نے فرمایا: نہ کھاؤ۔ کیونکہ تم نے تو اپنا کتا چھوڑنے پر ہی بسم اللہ پڑھی تھی اور دوسرے پر بسم اللہ نہیں پڑھی۔

اطرافہ: ۱۷۵، ۵۴۷۵، ۵۴۷۶، ۵۴۷۷، ۵۴۸۳، ۵۴۸۴، ۵۴۸۵، ۵۴۸۶، ۵۴۸۷، ۷۳۹۷۔

تشریح: **تَفْسِيْرُ الْمُشَبَّهَاتِ:** عنوانِ باب میں حسان بن ابی سنانؒ بصری تابعی کے حوالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دوسرا پُر حکمت بلیغ قول بھی نقل کیا گیا ہے۔ اُن کی یہ روایت امام احمد بن حنبلؒ نے موصولاً نقل کی ہے۔ بخاریؒ سے ان کا صرف یہی حوالہ مروی ہے۔ حسان بن ابی سنانؒ نے ایک موقع پر یونس بن عبیدؒ سے بوقت ملاقات مذکورہ بالا اِرشادِ نبوی کا ذکر کر کے کہا کہ میں نے اِس سے بڑھ کر مفید علاج نفس کی بیماریوں کے لئے نہیں پایا۔ تَرَكْتُ مَا يُرِيْبُنِيْ اِلٰى مَا لَا يُرِيْبُنِيْ فَاسْتَرَحْتُ. (حلية الأولياء، ذكر حسان بن ابی سنان، جزء۳ صفحہ۱۱۶) جو بات مجھے کھٹکی کہ یہ نامناسب ہے، اُسے چھوڑ دیا اور وہ بات اختیار کی جس کی نسبت میرے ضمیر نے فتویٰ دیا کہ وہ مناسب ہے تو میں آرام پا گیا۔ ورع کے معنے ہیں شبہات سے بچنے کی کوشش کرنا۔ (اقرب الموارد- ورع) اَلْاِثْمُ مَا حَاكَ فِيْ صَدْرِكَ (مسلم، کتاب البر والصلة، باب تفسیر البر والإثم) گناہ وہ ہے جو تیرے سینہ میں کھٹکے اور خلش پیدا کرے۔ ضمیر انسانی ہزاروں پردوں میں بھی خدا داد آواز کو کسی نہ کسی صورت میں انسان تک پہنچا دیتا ہے کہ فلاں بات ناجائز ہے؛ خواہ وہ حیلے بہانے سے ناجائز بات کے جواز کی صورتیں بنا بنا کر فطرت کی باطنی آواز بند رکھنے کی کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے۔ وہ کبھی بند نہیں ہوسکتی۔ قرآنِ مجید میں فطرت کی اِسی آواز کے بارے میں فرمایا گیا ہے: بَلِ الْاِنْسَانُ

عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ○ وَلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ○ (القيامة:۱۵-۱۶) حقیقت یہ ہے کہ انسان کا نفس خوب بینا ہے؛ خواہ وہ کتنے ہی عذر پیش کرے۔ یہ بصیرت ضمیر کی ہی آواز ہے۔ اِس فطرتی آواز کا تعلق اُن بنیادی اخلاق سے ہے جو دنیا میں ہر قوم وملت میں مسلّم ہیں؛ خواہ اُن کی عادات، رسم ورواج اور زبانوں میں کتنا ہی اِختلاف کیوں نہ ہو۔ اس تعلق میں تفصیل کے لئے دیکھئے تفسیر کبیر، تفسیر سورۃ الماعون، آیت نمبر۲۔ نیز باب نمبر۴، ۵ مع تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ٤ : مَا يُتَنَزَّهُ مِنَ الشُّبُهَاتِ

مشتبہ چیزوں سے پرہیز کیا جائے

٢٠٥٥ : حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَةٍ مَّسْقُوْطَةٍ فَقَالَ: لَوْ لَا أَنْ تَكُوْنَ صَدَقَةً لَأَكَلْتُهَا

۲۰۵۵: قبیصہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، انہوں نے طلحہ سے، طلحہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک گری پڑی کھجور کے پاس سے گزرے تو فرمایا: اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ صدقہ کی ہوگی تو میں اسے کھاتا۔

وَقَالَ هَمَّامٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَجِدُ تَمْرَةً سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي.

اور ہمام (بن منبّہ) نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپؐ نے (یوں) فرمایا کہ میں اپنے بچھونے پر پڑی ہوئی کھجور پاتا ہوں۔

اطرافه: ٢٤٣١، ٢٤٣٢۔

بَاب ٥ : مَنْ لَّمْ يَرَ الْوَسَاوِسَ وَنَحْوَهَا مِنَ الشُّبُهَاتِ

وہ شخص جو وسوسوں اور اُن جیسی چیزوں کو مشتبہات میں سے نہیں سمجھتا

٢٠٥٦ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ: شُكِيَ إِلَى النَّبِيِّ

۲۰۵۶: ابونعیم (فضل بن دکین) نے ہم سے بیان کیا کہ (سفیان) بن عیینہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عباد بن تمیم سے، عباد نے اپنے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يَجِدُ فِي الصَّلَاةِ شَيْئًا أَيَقْطَعُ الصَّلَاةَ قَالَ: لَا حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيْحًا وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَفْصَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ: لَا وُضُوْءَ إِلَّا فِيْمَا وَجَدْتَ الرِّيْحَ أَوْ سَمِعْتَ الصَّوْتَ.

اطرافہُ: ۱۳۷، ۱۷۷۔

چچا (عبداللہ بن زید مازنی) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ایک شخص کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکوہ کیا گیا کہ اسے نماز میں (وضوٹوٹنے کے متعلق) کچھ وسوسے اُٹھتے ہیں۔ اِس صورت میں کیا وہ نماز توڑ دے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، جب تک آواز نہ سنے یا بو نہ پائے۔ اور (محمد) ابن ابی حفصہ نے زہری سے نقل کیا کہ وضو کی اس وقت ضرورت ہے جبکہ تو بو پائے یا آواز سنے۔

۲۰۵۷: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْعِجْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الطُّفَاوِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامُ ابْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ قَوْمًا قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ قَوْمًا يَأْتُوْنَنَا بِاللَّحْمِ لَا نَدْرِي أَذَكَرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَمُّوا اللّٰهَ عَلَيْهِ وَكُلُوْهُ.

اطرافہُ: ۵۵۰۷، ۷۳۹۸۔

۲۰۵۷: احمد بن مقدام عجلی نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن عبدالرحمٰن طفاوی نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہشام بن عروہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ بعض لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے پاس لوگ گوشت لے کر آتے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے (ذبح کرتے وقت) اس پر اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس پر بسم اللہ پڑھ لیا کرو اور اسے کھالو۔

تشریح: **مَا يُتَنَزَّهُ مِنَ الشُّبُهَاتِ:** امام موصوفؒ نے روایات کے اِنتخاب میں جو مثالیں پیش کی ہیں، حرمت اور اباحت سے اُن کا تعلق واضح ہے۔ اس غرض سے تین باب یکے بعد دیگرے قائم کئے ہیں۔ پہلے باب (نمبر۳) میں حرمت سے متعلقہ تین مثالیں بیان کی ہیں۔ ایک مثال رشتے کی حرمت بوجہ رضاعت۔ دوسری مثال اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ۔ تیسری مثال شکاری کتے کا مارا ہوا جانور اور چوٹ سے مرا ہوا۔ آخری مثال سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشتبہ ہونے کی حالت میں حرمت کے صریح قرآنی حکم پر عمل کرنے کی ہدایت فرمائی۔

دوسرے باب (نمبر۴) میں آپؐ کے اپنے عمل درآمد کا حوالہ دیا گیا ہے۔ آپؐ صدقہ کی کھجوریں تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ جب آپؐ گھر آتے تو اپنے بستر پر کھجور پاتے اور اِس خیال سے وہ نہ کھاتے کہ مبادا صدقہ کی ہو۔ پہلی روایت جو حضرت انسؓ سے مروی ہے، اس میں جگہ کا ذکر نہیں۔ یہ نقص بحوالہ ہمام حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے دور کیا گیا ہے۔ (حضرت ابو ہریرہؓ کی مکمل روایت کے لیے دیکھئے کتاب اللقطة، باب ۶ روایت نمبر۲۴۳۲) اس میں جو مثال مذکور ہے، اُس کا تعلق وہم سے نہیں۔ کیونکہ کھجوریں بالعموم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپؐ کے گھر میں بھیجی جاتی تھیں، جنہیں آپؐ مستحقین میں تقسیم فرماتے تھے۔ اس لئے آپؐ نے غالب اِحتمال کی بناء پر احتیاط فرمائی۔ لفظ مَسْقُوطَةٌ بمعنے سَاقِطَةٌ مفعول کے وزن پر ہے۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں آتا ہے: اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا. (مریم:۶۲) یعنی اُس کا وعدہ آنے والا ہے۔ لفظ مَاْتِيًّا جو اسم مفعول ہے، اٰتِيًا کے معنوں میں ہے۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں ایک اور جگہ آتا ہے: حِجَابًا مَّسْتُوْرًا (بنی اسرائیل:۴۶) ایسا حجاب ہے جس نے پردہ ڈال رکھا ہے۔ یہاں لفظ مَسْتُور بمعنے سَاتِر ہے۔

مَنْ لَّمْ يَرَ الْوَسَاوِسَ وَنَحْوَهَا مِنَ الشُّبُهَاتِ: امام بخاریؒ نے تیسرے باب (نمبر۵) میں وسوسہ کی مثالیں دے کر اسے شکوک وشبہات سے خارج قرار دیا ہے۔ اگر وسوسہ کا ازالہ اَمرِ واقعہ یا کسی اور طریق سے ہو سکے تو ضرور کیا جائے۔ محض خیال پر شبہات کرنا درست نہیں بلکہ مرض وہم کو دعوت دینا ہے۔

باب ۶: قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا

اللہ عزوجل کا فرمانا: جب وہ تجارت یا تماشہ دیکھتے ہیں تو اُس پر ٹوٹ پڑتے ہیں (الجمعة:۱۲)

۲۰۵۸: حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمٍ قَالَ: حَدَّثَنِي جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَقْبَلَتْ مِنَ الشَّأْمِ عِيْرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا فَالْتَفَتُوْا إِلَيْهَا حَتَّى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا فَنَزَلَتْ: وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا. (الجمعة:۱۲)

اطرافهُ: ۹۳۶، ۲۰۶۴، ۴۸۹۹۔

۲۰۵۸: طلق بن غنام نے ہم سے بیان کیا کہ زائدہ (بن قدامہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حصین سے، حصین نے سالم (بن ابی جعد) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا، کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم ایک بار نماز پڑھ رہے تھے کہ اِس اثناء میں ایک قافلہ شام سے غلّہ لادے ہوئے آیا تو لوگ اُسے دیکھنے کے لئے چل پڑے۔ یہاں تک کہ نبی ﷺ کے ساتھ بارہ مردوں کے سِوا کوئی باقی نہ رہا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی: جب وہ تجارت یا تماشہ دیکھتے ہیں تو اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

تشریح: **وَإِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا:** باب کے عنوان میں مشارالیہ آیت کا حوالہ بطور تمہید باب نمبر ا میں گذر چکا ہے۔اب اسے الگ عنوان میں دوبارہ لاکر روایت نمبر ۲۰۵۸ کے ذریعہ سمجھایا گیا ہے کہ تجارتی کاروبار میں اگر دین کو مقدم کیا جائے تو وہ کاروبار مبارک اور وسیلہ معاش پسندیدہ ہے۔قابل مذمت وہ اَمر ہے جس میں سوءِ تصرف ہو۔اس لئے بعض فقہاء نے جو تجارت کے بارے میں اباحت علی الاطلاق کا فتویٰ دیا ہے، وہ درست نہیں۔(فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۶۶-شرح باب ا) جس واقعہ کا ذکر روایت زیر باب میں ہے اس کی وضاحت کے لیے کتاب الجمعة باب ۳۸ روایت نمبر ۹۳۶، کتاب البیوع باب ۷و۸ مع تشریح دیکھئے۔

بَاب ۷: مَنْ لَّمْ يُبَالِ مِنْ حَيْثُ كَسَبَ الْمَالَ

ایسے شخص کے بیان میں جو روپیہ کمانے میں حلال حرام کی پرواہ نہیں کرتا

۲۰۵۹: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ.

۲۰۵۹: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا کہ ابن ابی ذئب نے ہمیں بتایا کہ سعید مقبری نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا۔آدمی اِس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ اُس کی کمائی حلال سے ہے یا حرام سے۔

طرفہُ: ۲۰۸۳۔

تشریح: **مَنْ لَّمْ يُبَالِ مِنْ حَيْثُ كَسَبَ الْمَالَ:** اُس شخص کی تجارت بابرکت نہیں ہوتی جو اپنے کاروبار میں حلال وحرام کی پرواہ نہیں کرتا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس زمانہ میں مذکورہ بالا پیشگوئی فرمائی کہ ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اس وقت حلال وحرام کی پرواہ نہ کی جائے گی، صحابہ کرامؓ تجارتی کاروبار میں پوری دیانت وامانت سے کام لیتے تھے؛ جو آپؐ کی تربیت کا نتیجہ تھا۔جمعہ کے دن اثنائے خطبہ میں غلے کا قافلہ دیکھنے کے لئے بعض لوگوں کا چلا جانا اُس وقت سے تعلق رکھتا ہے کہ جب اُن کی تربیت اِبتدائی حالت میں تھی۔چنانچہ مابعد کے باب میں اُن کی تربیت کے اعلیٰ نمونہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ابتدائی تربیت اور مابعد کی تربیت میں نمایاں فرق ہے۔یہی فرق دکھانے کے لئے دو باب (نمبر ۶، ۷) یکے بعد دیگرے قائم کئے گئے ہیں۔

بَاب۸: اَلتِّجَارَةُ فِي الْبَزِّ☆ وَغَيْرِهِ

خشکی☆ وغیرہ میں تجارت کرنے کے بارے میں

وَقَوْلُهُ عَزَّوَجَلَّ: رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (النور:۳۸) وَقَالَ قَتَادَةُ: كَانَ الْقَوْمُ يَتَبَايَعُوْنَ وَيَتَّجِرُوْنَ وَلَكِنَّهُمْ إِذَا نَابَهُمْ حَقٌّ مِنْ حُقُوْقِ اللّٰهِ لَمْ تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ حَتّٰى يُؤَدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ.

اور اللہ عزوجل کا یہ اِرشاد: وہ ایسے مرد ہیں نہ تجارت انہیں خدا کی یاد سے غافل کرتی ہے اور نہ خرید وفروخت۔ اور قتادہ نے کہا: یہ وہ لوگ تھے جو آپس میں خرید وفروخت اور تجارت کرتے تھے۔ مگر جب اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق اُن کے سامنے آجاتا تو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تجارت اور خرید وفروخت اُن کو غافل نہ کرتی اور وہ اللہ تعالیٰ کا حق اَدا کرتے۔

۲۰۶۰-۲۰۶۱: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ: كُنْتُ أَتَّجِرُ فِي الصَّرْفِ فَسَأَلْتُ زَيْدَ ابْنَ أَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح.

۲۰۶۰-۲۰۶۱: ابوعاصم نے ہم سے بیان کیا۔ ابن جریج سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ عمرو بن دینار نے ابومنہال (عبدالرحمٰن بن مطعم) سے روایت کرتے ہوئے مجھے خبر دی۔ انہوں نے کہا کہ میں صرافی کا کاروبار کیا کرتا تھا۔ میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...

وَحَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوْبَ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ وَعَامِرُ بْنُ مُصْعَبٍ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا الْمِنْهَالِ يَقُوْلُ: سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَزَيْدَ

اور فضل بن یعقوب نے بھی مجھ سے بیان کیا کہ حجاج بن محمد نے ہمیں بتایا۔ ابن جریج نے کہا: عمرو بن دینار اور عامر بن مصعب نے مجھے خبر دی کہ اُن دونوں نے ابومنہال (عبدالرحمٰن بن مطعم) سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے حضرت براء بن عازبؓ اور حضرت زید بن ارقمؓ

☆ عمدۃ القاری میں لفظ اَلْبَزّ کی بجائے لفظ اَلْبَرّ ہے۔ ترجمہ اس کے مطابق ہے۔ اَلتِّجَارَةُ فِي الْبَزِّ سے مراد کپڑے کا کاروبار کرنا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۱۷۴) ابن عساکرؒ نے بھی اَلْبَرّ کو صحیح قرار دیا ہے اور یہ اگلے باب "اَلتِّجَارَةُ فِي الْبَحْرِ" کے زیادہ قریب ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۷۶)

ابْنَ أَرْقَمَ عَنِ الصَّرْفِ فَقَالَا: كُنَّا تَاجِرَيْنِ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّرْفِ فَقَالَ: إِنْ كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَأْسَ وَإِنْ كَانَ نَسِيْئًا فَلَا يَصْلُحُ.

سے صرافی کی بابت دریافت کیا تو ان دونوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم دونوں تاجر تھے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرافی کی بابت پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر دست بدست، نقد بہ نقد ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اور اگر بعد کو ادا کیا جائے تو درست نہیں۔

اطرافه: ۲۱۸۰-۲۱۸۱، ۲۴۹۷-۲۴۹۸، ۳۹۳۹-۳۹۴۰۔

تشریح: **اَلتِّجَارَةُ فِي الْبَرِّ:** بَرّی اور بحری تجارت کے تعلق میں تین باب ہیں۔ ان میں سے پہلے باب (نمبر ۸) میں سورۂ نور کی آیت نمبر ۳۸ کا حوالہ دیا گیا ہے: فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۙ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۙ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (النور: ۳۷ تا ۳۹) وہ چراغ جو انوارِ الٰہیہ سے منور ہیں، ایسے گھروں میں ہیں جن کے بلند کئے جانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا ہے اور ان میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ ان میں اس کی تسبیح کی جاتی ہے۔ صبح کے اوقات میں بھی اور شام کے اوقات میں بھی۔ (یہ ذکر کرنے والے) مرد وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اور نماز کے قائم کرنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تجارت غافل کرتی ہے نہ سودا سلف۔ وہ اُس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اُلٹ جائیں گے اور آنکھیں پھٹ جائیں گی۔ اللہ اپنے فضل سے ایسے مردوں کو اُن کے اعمال کی بہتر سے بہتر جزا دے گا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے رزق بغیر حساب دیتا ہے۔

عنوانِ باب میں قتادہؒ کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ محولہ بالا آیت کا تعلق صحابہ کرامؓ سے ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ نظر تربیت پائی۔ ایک وہ وقت تھا کہ اُن میں سے بعض خطبہ جمعہ کے دوران میں منڈی کی طرف دوڑ پڑے۔ پھر اُن کی حالت اُس وصف کی مصداق ہوگئی، جس کا بیان آیت کریمہ میں ہے۔ اِس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مربیانہ شان نمایاں ہے۔ اس کی تائید حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ صحابہ کرامؓ بازار میں اپنے اپنے تجارتی کاروبار میں مشغول ہوتے۔ جونہی نماز کا وقت ہوتا، دکانیں مقفل کر کے باجماعت نماز میں شریک ہونے کے لئے مسجد میں آجاتے تھے۔ ان کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ محولہ بالا آیت کا تعلق صحابہ کرامؓ سے ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۷۷)

روایت نمبر ۲۰۶۰-۲۰۶۱ میں صرافہ کے جواز و عدمِ جواز کا ذکر ہے۔ لیکن عنوانِ باب میں تجارت من حیث العموم

مذکور ہے، اصل مقصود نہیں۔ بلکہ اس کا بیان زیر باب ۸۰، ۸۱ میں مفصل آئے گا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے چونکہ صرافہ کا تعلق سونے چاندی کے مبادلہ سے ہے اور ظاہر ہے کہ زرِ مبادلہ اشیائے تجارت کے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہونے کا بڑا ذریعہ رہا ہے۔ اس لئے متعلقہ روایت سے اِستدلال کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صرافہ کا کاروبار موجود تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جائز قرار دیا؛ بشرطیکہ مبادلہ نقد بہ نقد ہو اور اس میں سود کا شائبہ نہ پایا جائے۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اِس قسم کا سود نہ تھا جو آج کل کاروباری دنیا میں اشیاء کی پیداوار میں رائج ہے، اُن کا خیال درست نہیں۔

روایت کی سند میں جس ابومنہال راوی کا ذکر ہے یہ وہ نہیں ہیں جو حضرت ابو برزہ اسلمیؓ کے ساتھی تھے۔ اُن کا نام سیار بن سلامہ ہے۔ جبکہ اِن کا نام عبدالرحمٰن بن مطعم ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۷۷)

بَاب ۹: اَلْخُرُوْجُ فِي التِّجَارَةِ

تجارت کے لئے باہر جانا

وَقَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللهِ (الجمعة: ١١)

اور اللہ عز وجل کا یہ فرمانا: زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کی جستجو کرو۔

٢٠٦٢: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ عُبَيْدِ ابْنِ عُمَيْرٍ أَنَّ أَبَا مُوْسَى الْأَشْعَرِيَّ اسْتَأْذَنَ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَلَمْ يُؤْذَنْ لَّهُ وَكَأَنَّهُ كَانَ مَشْغُوْلًا فَرَجَعَ أَبُو مُوْسَى فَفَرَغَ عُمَرُ فَقَالَ: أَلَمْ أَسْمَعْ صَوْتَ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ ائْذَنُوْا لَهُ قِيْلَ: قَدْ رَجَعَ فَدَعَاهُ

۲۰۶۲: محمد بن سلام نے مجھ سے بیان کیا کہ مخلد بن یزید نے ہمیں بتایا۔ ابن جریج نے ہمیں خبر دی، کہا: عطاء (بن ابی رباح) نے مجھے بتایا۔ عبید بن عمیر سے مروی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لئے اِجازت طلب کی تو انہیں اجازت نہ دی گئی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (حضرت عمرؓ) مشغول تھے۔ حضرت ابوموسیٰؓ واپس چلے گئے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ فارغ ہوئے اور فرمایا: کیا عبداللہ بن قیسؓ (ابوموسیٰ) کی آواز میں نے نہ سنی تھی؟ انہیں (اندر آنے کی) اِجازت دو۔ آپؓ سے کہا گیا کہ وہ تو

فَقَالَ: كُنَّا نُؤْمَرُ بِذَلِكَ. فَقَالَ: تَأْتِيْنِي عَلَى ذَلِكَ بِالْبَيِّنَةِ فَانْطَلَقَ إِلَى مَجَالِسِ الْأَنْصَارِ فَسَأَلَهُمْ فَقَالُوْا: لَا يَشْهَدُ لَكَ عَلَى هَذَا إِلَّا أَصْغَرُنَا أَبُو سَعِيْدٍ الْخُدْرِيُّ فَذَهَبَ بِأَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ فَقَالَ عُمَرُ: أَخَفِيَ عَلَيَّ هَذَا مِنْ أَمْرِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ يَعْنِي الْخُرُوْجَ إِلَى التِّجَارَةِ.

واپس چلے گئے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے اُن کو بلایا (اور دریافت کیا) تو (حضرت ابوموسیٰؓ نے) کہا: ہمیں یہی حکم ہوتا تھا (کہ جب اجازت نہ ملے تو واپس چلے جایا کریں) تو حضرت عمرؓ نے کہا: آپؓ کو اِس بات پر شہادت لانی ہوگی۔ چنانچہ وہ مجالس انصار کی طرف چلے گئے اور اُن سے پوچھا تو انہوں نے کہا: اِس معاملہ میں آپؓ کے لئے کوئی شہادت نہیں دے گا؛ مگر وہ جو ہم سب میں سے کمسن ہے۔ یعنی ابوسعید خدریؓ۔ تب وہ حضرت ابوسعید خدریؓ کو ساتھ لے گئے۔ (اُن کی بات سن کر) حضرت عمرؓ نے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ کا یہ اِرشاد مجھ سے پوشیدہ رہ گیا؟ منڈیوں میں لین دین نے مجھے غافل رکھا۔ اِس سے اُن کی یہ مراد تھی کہ وہ تجارت کے لئے باہر جایا کرتے تھے۔

اطرافہ: ٦٢٤٥، ٧٣٥٣۔

تشریح: اَلْخُرُوْجُ فِی التِّجَارَۃِ: ابن منیر کی رائے ہے کہ اس باب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ بات بتانا ہے کہ تجارت کے لئے نقل وحرکت ایک ضروری اَمر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے بوجہ سفر جو محرومی ہو جایا کرتی تھی، اُس سے چارہ نہ تھا۔ شریعت اسلامیہ اس سے نہیں روکتی۔ اُن کے نزدیک اِس میں زاہدین کا ردّ ہے جو غلو سے کام لیتے ہیں۔ ابن بطالؒ نے بھی ان کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۷۸)

قرآن مجید کا ارشاد فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ. (الجمعۃ:۱۱) اس بارے میں نص صریح ہے جس کا حوالہ پہلے باب میں گذر چکا ہے اور یہاں اِس کا اعادہ اِس غرض سے ہے کہ یہ حکم وجوب کی صورت رکھتا ہے۔ تجارت کے لئے سفر لازمی ہے۔ عمدہ سے عمدہ اور سستے دام اشیاء کی فراہمی سفر کی متقاضی ہے۔

بَاب ١٠ : اَلتِّجَارَةُ فِي الْبَحْرِ
سمندر میں تجارت کرنا

وَقَالَ مَطَرٌ: لَا بَأْسَ بِهِ وَمَا ذَكَرَهُ اللهُ فِي الْقُرْآنِ إِلَّا بِحَقٍّ ثُمَّ تَلَا: وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهِ (النحل:١٥) وَالْفُلْكُ السُّفُنُ الْوَاحِدُ وَالْجَمْعُ سَوَاءٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ: تَمْخَرُ السُّفُنُ الرِّيْحَ وَلَا تَمْخَرُ الرِّيْحَ مِنَ السُّفُنِ إِلَّا الْفُلْكُ الْعِظَامُ.

اور مطر (بن طہمان) نے کہا: اِس میں کوئی اندیشے کی بات نہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں حق بات کا ذکر فرمایا ہے۔ پھر انہوں نے (یہ آیت) پڑھی: تو جہازوں کو دیکھتا ہے کہ وہ سمندر میں پانی کو چیرتے ہوئے چلے جا رہے ہیں اور تا تم اللہ کے فضل کی جستجو کرو۔ (لفظ) اَلْفُلْک مفرد اور جمع کے لئے ایک سا ہے۔ اس سے مراد بڑی کشتیاں ہیں۔ اور مجاہد نے کہا: کشتیوں میں سے وہی ہوا کو پھاڑتی ہیں جو بڑی بڑی ہوں۔

٢٠٦٣: وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ خَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضَى حَاجَتَهُ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ. حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ بِهِ.

۲۰۶۳: اور لیث نے کہا: جعفر بن ربیعہ نے مجھ سے بیان کیا انہوں نے عبدالرحمٰن بن ہرمز سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا جو سمندر میں سفر پر گیا تھا اور اپنی ضرورت اُس نے پوری کی اور ساری حدیث بیان کی۔ عبداللہ بن صالح نے مجھ سے بیان کیا کہ لیث نے مجھے اس کے متعلق بتایا۔

اطرافه: ١٤٩٨، ٢٢٩١، ٢٤٠٤، ٢٤٣٠، ٢٧٣٤، ٦٢٦١۔

تشریح: **اَلتِّجَارَةُ فِی الْبَحْرِ:** بعض فقہاء نے بحری سفر کے خلاف فتویٰ دیا ہے کہ سمندر کا سفر محلِ خوف اور مخاطرۂ نفس ہے جو منشاء آیت لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرۃ:۱۹۶) کے خلاف ہے۔ یعنی اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالا جائے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۱۷۸) اَز روئے سیاقِ کلام آیت کا یہ مفہوم نہیں بلکہ اِس کے برعکس یہ ہے کہ اگر انفاق فی سبیل اللہ میں کوتاہی کروگے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ غرض اِس باب میں انہی فقہاء

کا ردّ مقصود ہے اور عنوانِ باب میں جس آیت کا حوالہ اِس تعلق میں دیا گیا ہے، اس میں جہاز رانی کو اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے فضلوں میں سے شمار کیا گیا ہے۔ پوری آیت یہ ہے: وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ o (النحل:۱۵) اسی نے سمندر کو مسخر کیا تا کہ تم اس میں سے مچھلی کا تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے زیور کا سامان بھی نکالو؛ جسے تم پہننے کے کام میں لاتے ہو اور تو اس میں سے کشتیوں کو پانی پھاڑتے ہوئے اور زور سے چلتے ہوئے دیکھتا ہے۔ (تاتم سمندری سفر طے کرو) اور اس کے فضل کی جستجو کرو اور تاتم اس کے شکر گذار رہو۔

آیت کے سیاق سے ظاہر ہے کہ بحری سفر محل احسان شماری اور شکر گذاری ہے، نہ کہ خوف وخطر کی وجہ سے محل ممانعت ہے۔ اس آیت میں ترغیب دی گئی ہے کہ سمندر ربانی نعمتوں کے مخزن ہیں اور وہ انسان کے زیر تسخیر ہیں کہ ان سے بذریعہ سفر قسما قسم کے فوائد اُٹھائے جائیں اور آج ذرائع نقل وحرکت کے طفیل جس قدر نفع اِن سمندروں سے اُٹھایا جاتا ہے اور مختلف ملکوں کی اشیاء ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کی جاتی ہیں؛ اُس کا یہاں بیان کرنا ممکن نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اَلْفُلْکَ اور مَوَاخِر کی لغوی تشریح انہی دُور دراز بابرکت سفروں کی طرف اِشارہ کرنے کی غرض سے کی ہے۔

مَخَرَ کے معنے پھاڑنا اور ایسی رفتار جس سے آواز نکلے، جو ہوا اور پانی کے تصادم سے پیدا ہوتی ہے اور یہ بادبانی جہاز ہیں، جو ہواؤں کے زور سے چلتے ہیں اور اکثر اہل لغت کا اسی پر اتفاق ہے۔ فریابی نے بھی اپنی تفسیر میں مجاہد کا یہ قول انہی معنوں میں موصولاً نقل کیا ہے۔ (فتح الباری جزء ۴صفحہ ۳۷۹)

رَجُلًا مِّنْ بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ: اس اسرائیلی شخص سے متعلقہ لیث کے قول کا حوالہ صحیح بخاری کتاب الکفالۃ باب اوّل روایت نمبر ۲۲۹۱ میں مفصل مذکور ہے۔ اِن حوالوں کے سوا زیر باب اور کوئی روایت درج نہیں کی گئی اور ان سے یہ بتانا مقصود ہے کہ تجارت کی غرض سے سمندری سفر کا دستور قدیم ایام سے چلا آتا ہے، جبکہ کشتی بانی اِبتدائی حالت میں تھی۔ جب تک اس کے خلاف کوئی شرعی دلیل قائم نہ ہو، اس بارے میں ممانعت کا فتویٰ درست نہیں۔ بلکہ نصّ صریح کے خلاف ہے۔ کیونکہ اِس بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ یہ ہے: فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ. (الجمعة:۱۱)

بَاب ۱۱: وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا

جب وہ تجارت یا تماشہ دیکھیں، وہ اُس کی طرف ٹوٹ پڑتے ہیں۔ (الجمعة:۱۲)

وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (النور:۳۸)

اور اللہ جل ذکرہ کا یہ فرمانا: وہ ایسے مرد ہیں جنہیں اللہ کے ذکر سے نہ تجارت غافل کرتی ہے نہ لین دین۔

وَقَالَ قَتَادَةُ: كَانَ الْقَوْمُ يَتَّجِرُوْنَ

اور قتادہ نے کہا: یہ وہ لوگ تھے جو آپس میں تجارت

وَلَكِنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا نَابَهُمْ حَقٌّ مِّنْ حُقُوْقِ اللهِ لَمْ تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ حَتَّى يُؤَدُّوْهُ إِلَى اللهِ.

کرتے تھے مگر جب اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق ان کے سامنے آجاتا تو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تجارت اور خرید وفروخت ان کو غافل نہ کرتی۔ وہ اللہ کا حصہ بہرکیف اَدا کرتے۔

٢٠٦٤: حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَقْبَلَتْ عِيْرٌ وَنَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ فَانْفَضَّ النَّاسُ إِلَّا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا. (الجمعة: ١٢)

اطرافه: ٩٣٦، ٢٠٥٨، ٤٨٩٩.

۲۰۶۴: محمد (بن سلام بیکندی) نے مجھ سے بیان کیا، کہا: محمد بن فضیل نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حصین (بن عبدالرحمٰن) سے، حصین نے سالم بن ابی جعد سے، سالم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ایک تجارتی قافلہ آیا؛ جبکہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھ رہے تھے تو لوگ بکھر گئے، سوائے بارہ مردوں کے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی: جب وہ تجارت یا کھیل تماشہ دیکھیں تو اُس پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور تجھے کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔

تشریح: وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا: سورۂ جمعہ کی آخری آیت کا تیسری بار پھر حوالہ دے کر سابقہ مضمون میں ربط پیدا کر دیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ تجارتی قافلہ کے آنے کی خبر سن کر نمازِ جمعہ کے دوران چلے گئے۔ یہ ابتدائی زمانے کا واقعہ ہے۔ بعد میں تو انہوں نے نہایت اعلیٰ نمونہ دکھایا ہے۔ وہ حقوق اللہ کے تقاضے کو دنیا کے کاروبار پر ہمیشہ مقدم کیا کرتے تھے۔ روایت نمبر ۲۰۵۸ میں یہ الفاظ ہیں: بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ اِذْ اَقْبَلَتْ ...... اور روایت نمبر ۲۰۶۴ میں ہے: اَقْبَلَتْ عِيْرٌ وَّنَحْنُ نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْجُمُعَةَ...... دونوں روایتوں سے ظاہر ہے کہ نماز کی حالت میں لوگ منڈی کی طرف چل دیے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ابتدائی زمانہ ہجرت کا واقعہ ہے جبکہ لوگ مسائل نماز سے ناواقف تھے۔

بَاب ١٢: قَوْلُ اللهِ تَعَالَى: اَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: خرچ کرو پاکیزہ چیزوں میں سے جو تم کماؤ۔ (البقرة:٢٦٨)

٢٠٦٥: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا.

٢٠٦٥: عثمان بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابووائل سے، ابووائل نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عورت اپنے گھر کی خوراک میں سے اللہ کی راہ میں ایسے طور پر کچھ خرچ کرے کہ بگاڑ کی نیت نہ ہو؛ تو اُسے اُس کا اجر ملے گا، اِس وجہ سے کہ اُس نے خرچ کیا۔ اور اُس کے خاوند کو بھی، اِس لئے کہ اُس نے کمایا۔ اور خزانچی کو بھی ویسا ہی۔ وہ ایک دوسرے کے اجر کو کم نہیں کریں گے۔

اطرافهُ: ١٤٢٥، ١٤٣٧، ١٤٣٩، ١٤٤٠، ١٤٤١۔

٢٠٦٦: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا عَنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَلَهَا☆ نِصْفُ أَجْرِهِ.

٢٠٦٦: یحیٰ بن جعفر نے مجھ سے بیان کیا کہ عبدالرزاق نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے معمر سے، معمر نے ہمام (بن منبّہ) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے میں نے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: جب عورت اپنے خاوند کی کمائی سے بغیر اُس کی اجازت کے خرچ کرے تو اُس (مرد☆) کو بھی اُس کا آدھا اَجر ملے گا۔

اطرافهُ: ٥١٩٢، ٥١٩٥، ٥٣٦٠۔

☆ بعض نسخوں میں اس جگہ لفظ "فَلَهُ" درج ہے۔ (دیکھئے عمدۃ القاری جزء ١١ صفحہ ١٨٠) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: اَنۡفِقُوۡا مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبۡتُمۡ: جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ یہاں اِس لحاظ سے اہمیت رکھتی ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک جو حکم آیت متذکرہ بالا میں ہے، اُس کی تعمیل کسب مال کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ مرد اور عورت کوئی فرد بھی بغیر دولت محولہ بالا حکم کی تعمیل سے عہدہ برا نہیں ہوسکتا۔ پوری آیت یہ ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡفِقُوۡا مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبۡتُمۡ وَمِمَّاۤ اَخۡرَجۡنَا لَـكُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا الۡخَبِيۡثَ مِنۡهُ تُنۡفِقُوۡنَ وَلَسۡتُمۡ بِاٰخِذِيۡهِ اِلَّاۤ اَنۡ تُغۡمِضُوۡا فِيۡهِ ؕ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيۡدٌ ۝ (البقرة:٢٦٨) {اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جو کچھ تم کماتے ہو، اس میں سے اور اس میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لیے زمین میں سے نکالا ہے پاکیزہ چیزیں خرچ کرو۔ اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے وقت اس میں سے ایسی ناپاک چیز کا قصد نہ کیا کرو کہ تم اُسے ہرگز قبول کرنے والے نہ ہو، سوائے اس کے کہ تم (سبکی کے خیال سے) اس سے صرفِ نظر کرو۔ اور جان لو کہ اللہ بے نیاز (اور) بہت قابلِ تعریف ہے۔} یہ آیت کتاب الزکاۃ (باب ۲۹) میں بھی گذر چکی ہے۔

یہاں یہ مسئلہ مدنظر نہیں کہ عورت اِذن یا بغیر اِذن بطور صدقہ خرچ کرسکتی ہے بلکہ یہ ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ کسب معاش لابدی ضروریاتِ زندگی مہیا کرنے کی غرض سے ہی ضروری نہیں بلکہ اِس لئے بھی ضروری ہے کہ تا انسان شریعت کے اس حصے پر عمل کرنے کے قابل ہو؛ جس کا تعلق زکوٰۃ وصدقات وغیرہ کی اطاعت سے ہے۔ بیع وشراء میں بھی ایک مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنی نیت درست رکھے اور احکامِ الٰہی کی بجا آوری اس کا اصل مقصود ہے۔

بَاب ١٣ : مَنْ أَحَبَّ الْبَسْطَ فِي الرِّزْقِ

جو چاہے کہ رزق میں (اس کے لئے) کشائش ہو

٢٠٦٧ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ الْكِرْمَانِيُّ حَدَّثَنَا حَسَّانُ حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ مُحَمَّدٌ هُوَ الزُّهْرِيُّ: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُّبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ أَوْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ.

طرفهُ: ٥٩٨٦.

۲۰۶۷: محمد بن ابو یعقوب کرمانی نے ہم سے بیان کیا کہ حسان (بن ابراہیم) نے ہمیں بتایا (وہ کہتے ہیں) یونس نے ہمیں بتایا۔ محمد (بن مسلم) جو زہری ہیں، نے کہا: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جس کی یہ پسند ہو کہ اُس کے رزق میں کشائش ہو (اور نیکیوں کا زیادہ سے زیادہ اُسے موقع ملے) اور اُس کی عمر دراز ہو تو چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔

تشریح: مَنْ أَحَبَّ الْبَسْطَ فِي الرِّزْقِ: یہ باب بھی سابقہ مضمون کے تابع ہے۔صلہ رحمی جیسا اہم فرض بھی بغیر مال ادا نہیں ہوسکتا۔اس بارہ میں قرآنِ مجید کا اصولی ارشاد یہ ہے: اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَo وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ...... لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِo (الرعد:۲۱ تا ۲۳) {وہ لوگ جو اللہ کے (ساتھ کئے ہوئے) عہد کو پورا کرتے ہیں اور میثاق کو نہیں توڑتے اور وہ لوگ جو اُسے جوڑتے ہیں جسے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا.....یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے (آخرت کے) گھر کا (بہترین) انجام ہے۔} نیز اسی تعلق میں سورۂ بقرہ کی یہ آیات بھی دیکھئے جن میں قطع تعلق کرنے والے کو فاسق اور خاسر قرار دیا گیا ہے۔آیات یہ ہیں: وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَo الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ o (البقرة :۲۷-۲۸) {اور وہ اس کے ذریعہ فاسقوں کے سوا کسی کو گمراہ نہیں ٹھہراتا۔یعنی وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو اسے مضبوطی سے باندھنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور ان (تعلقات) کو کاٹ دیتے ہیں جن کو جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور زمین میں فساد کرتے ہیں۔یہی وہ لوگ ہیں جو گھاٹا پانے والے ہیں۔}

بَاب ١٤ : شِرَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّسِيْئَةِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اُدھار پر خریدنا

٢٠٦٨: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيْمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَمِ فَقَالَ: حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُوْدِيٍّ إِلَى أَجَلٍ وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِّنْ حَدِيْدٍ.

۲۰۶۸: معلّٰی بن اسد نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد (بن زیاد) نے ہمیں بتایا کہ اعمش نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ ہم نے ابراہیم (نخعی) سے اِس اَمر کا اِستفسار کیا کہ (کیا) اُدھار کے سودے میں رہن (رکھنے کے بارے میں کوئی روایت ہے؟) تو انہوں نے بتایا کہ اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے مقررہ میعاد کے لئے غلہ خریدا اور لوہے کی ایک زِرہ اُس کے پاس گرو رکھی۔

اطرافهُ: ٢٠٩٦، ٢٢٠٠، ٢٢٥١، ٢٢٥٢، ٢٣٨٦، ٢٥٠٩، ٢٥١٣، ٢٩١٦، ٤٤٦٧.

٢٠٦٩: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ ح.

۲۰۶۹: مسلم (بن ابراہیم) نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں بتایا۔قتادہ نے ہم سے بیان کیا کہ

وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَوْشَبٍ حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ أَبُو الْيَسَعِ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ مَشَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيْرٍ وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ وَلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعًا لَهُ بِالْمَدِيْنَةِ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ وَأَخَذَ مِنْهُ شَعِيْرًا لِأَهْلِهِ وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: مَا أَمْسَى عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعُ بُرٍّ وَلَا صَاعُ حَبٍّ وَإِنَّ عِنْدَهُ لَتِسْعَ نِسْوَةٍ.

حضرت انسؓ سے مروی ہے۔اس کی دوسری سند یوں ہے: اور محمد بن عبداللہ بن حوشب نے مجھ سے بیان کیا کہ اسباط ابوالیسع بصری نے ہمیں بتایا کہ ہشام دستوائی نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے قتادہ سے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جَو کی روٹی اور کچھ چربی جو بودار تھی لائے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھ کر اس سے اپنے گھر والوں کے لیے جَو لائے تھے۔ اور میں نے انہیں (حضرت انسؓ کو) یہ کہتے سنا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے پاس ایک صاع گندم یا ایک صاع کسی غلے کا شام تک نہیں رہا جبکہ آپؐ کے پاس نو بیویاں تھیں۔

طرفہ: ۲۵۰۸۔

تشریح: شِرَآءُ النَّبِيِّ ﷺ بِالنَّسِيْئَةِ: خرید و فروخت میں اگر ادائیگی کے لئے نقد قیمت نہ ہو تو کیا صورت اختیار کی جائے؟ اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق عمل دو روایتیں نقل کر کے بتایا گیا ہے کہ رہن رکھے، تا تاجر مطمئن رہے۔

ایک روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اور دوسری روایت حضرت انسؓ کی ہے جو دو سندوں سے مروی ہے۔ ایک سند ابوالیسع بصری ابن عبدالواحد اسباط کی ہے۔ صحیح بخاریؒ میں ان کی یہی ایک روایت ہے۔ دوسری سند سے اس کو تقویت دی گئی ہے۔ اس تعلق میں باب ۳۳ روایت نمبر ۲۰۹۶ کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ١٥ : كَسْبُ الرَّجُلِ وَعَمَلُهُ بِيَدِهِ

آدمی کا کمانا اور اپنے ہاتھ سے کام کرنا

٢٠٧٠ : حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنِي عَلِيُّ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمَّا اسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ قَالَ: لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي أَنَّ حِرْفَتِي لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَّئُوْنَةِ أَهْلِي وَشُغِلْتُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَسَيَأْكُلُ آلُ أَبِي بَكْرٍ مِّنْ هَذَا الْمَالِ وَاَحْتَرِفُ☆ لِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ.

۲۰۷۰: اسماعیل بن عبداللہ نے مجھ سے بیان کیا، (کہا:) علی بن وہب نے مجھے بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عروہ بن زبیر نے مجھے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جب حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فرمایا: میری قوم کو علم ہی ہے کہ میرا پیشہ ایسا نہ تھا کہ جس سے میں اپنے گھر والوں کی خوراک مہیا نہ کرسکتا۔ مگر اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہوگیا ہوں۔ سو ابوبکر کے اہل وعیال اب بیت المال سے کھائیں گے اور وہ (ابوبکر) مسلمانوں کے لئے اِس مال میں کاروبار کرے گا☆ (اور تجارت سے ان کا مال بڑھاتا رہے گا۔)

٢٠٧١ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: كَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَّالَ أَنْفُسِهِمْ فَكَانَ يَكُوْنُ لَهُمْ أَرْوَاحٌ فَقِيْلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ.

۲۰۷۱: محمد نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ بن یزید نے ہمیں بتایا۔ سعید (بن ابی ایوب) نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ ابواسود نے مجھے بتایا کہ عروہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اپنے کام خود کرتے اور اُن سے پسینے کی بوآتی تو اُن سے کہا گیا: اگر تم نہالیا کرو تو اچھا ہے۔

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ "یَحْتَرِفُ" ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۱۸۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

رَوَاهُ هَمَّامٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ.

اطرافهُ: ۹۰۲، ۹۰۳۔

ہمام نے بھی یہ روایت کی۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہؓ سے۔

۲۰۷۲: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ أَنْ يَّأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ وَإِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ.

۲۰۷۲: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ عیسیٰ بن یونس نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ثور سے، ثور نے خالد بن معدان سے، خالد نے حضرت مقدام (بن معدی کرب) رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ انسان کا اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھانا کھانے سے بڑھ کر کوئی کھانا نہیں اور اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی ہی کھایا کرتے تھے۔

۲۰۷۳: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ دَاوُدَ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ لَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهِ.

اطرافهُ: ۳٤۱۷، ٤۷۱۳۔

۲۰۷۳: یحيٰ بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرزاق نے ہمیں بتایا۔ معمر نے ہمیں خبر دی۔ ہمام بن منبّہ سے روایت ہے۔ (انہوں نے کہا:) حضرت ابوہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ نبی داؤد علیہ السلام نہیں کھاتے تھے مگر اپنے ہاتھ کی کمائی سے۔

۲۰۷٤: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ

۲۰۷۴: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے، انہوں نے ابو عبید سے، جو حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے آزاد کردہ غلام تھے،

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأَنْ يَّحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَّسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ.

روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی لکڑیاں کاٹ کر اپنی پیٹھ پر گٹھا لائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے مانگے؛ خواہ وہ اُسے دے یا نہ دے۔

اطرافُهُ: ١٤٧٠، ١٤٨٠، ٢٣٧٤۔

٢٠٧٥: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسَى حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأَنْ يَّأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبُلَهُ... .

۲۰۷۵: یحيٰ بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ وکیع نے ہمیں بتایا۔ ہشام بن عروہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی ایک کا اپنی رسیاں لینا (اور لکڑیاں باندھ کر لانا سوال کرنے سے بہتر ہے۔)

اطرافُهُ: ١٤٧١، ٢٣٧٣۔

تشریح: **كَسْبُ الرَّجُلِ وَعَمَلُهُ بِيَدِهِ:** لفظ کسب یعنی کمائی کا مفہوم عام ہے۔ دستکاری یعنی ہاتھ کا کام خاص ہے جیسے صنعت وحرفت۔ عنوانِ باب میں جو جملہ اختیار کیا گیا ہے، اس میں خاص کا عطف عام پر ہے۔ ذرائع کسب معاش کی اقسام اس باب میں بتائی گئی ہیں۔ علامہ ماوردیؒ نے کسب کی اصولاً تین قسمیں بیان کی ہیں: صنعت، زراعت اور تجارت۔ امام شافعیؒ نے تجارت کو سب سے افضل قرار دیا ہے اور علامہ ماوردی کے نزدیک زراعت افضل ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۳۸۴) مگر افضلیت ایک نسبتی امر ہے جو تمدنی ضرورت اور مختلف اشخاص کے حالات سے تعلق رکھتی ہے اور کسی چیز کا افضل ہونا نہ ہونا ضرورت وحالات پر موقوف ہے۔ بعض ملک زمین کی نوعیت اور پانی کی فراوانی کے سبب زراعت کے مناسب ہیں اور بعض جغرافیائی حالت کے لحاظ سے صنعت وحرفت کے لئے موزوں ہیں۔

اس باب کے تحت چھ روایتیں منقول ہیں۔ پہلی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ تدبیر مملکت ایک اہم منصب ہے اور اِس منصب سے متعلقہ فرائض کی ادائیگی اور ملکی نظم ونسق کا شغل کسب معاش کے لئے فرصت کا لمحہ نہیں چھوڑتے اور جو شخص اس منصب پر فائز ہو، اُس کی ذاتی ضروریات کو پورا کرنا بیت المال کا فرض ہے۔ دوسری روایت میں صحابہ کرامؓ کا ذکر ہے کہ وہ ہر قسم کا کام کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ قلبہ رانی اور آبپاشی کی خدمت اور قلیوں تک کے مشقت آمیز کام سے دریغ نہ کرتے تھے؛ جس سے وہ پسینہ پسینہ ہوجاتے۔ تیسری اور چوتھی روایتوں میں صنعت وحرفت کا ذکر ہے، جس کے لئے

حضرت داؤد علیہ السلام کی مثال دی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ذریعہ معاش بہترین قرار دیا ہے۔ پانچویں اور چھٹی روایت میں جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لانے اور بیچنے کا ذکر ہے جو محنت ومشقت چاہتا ہے اور اِس میں تجارت کی بھی صورت ہے۔

علم اقتصاد نے اقسامِ محنت کے لئے دو اصطلاحیں تجویز کی ہیں۔ ایک منتج یعنی پیدا کرنے والے کام۔ مثلاً زراعت، حرفت اور صناعت۔ اور دوسری قسم غیر منتج؛ یعنی وہ کام جو خود تو پیدا نہیں کرتے، البتہ پیداوار کو مصرف میں لانے والے ہیں۔ مگر یہ اصطلاحیں بھی درحقیقت نسبتی ہیں۔ مثلاً حکومت کے کارکن پیداوار اور افزائش دولت کے نظام میں اِس لحاظ سے ممد کارکن ہیں کہ وہ ملک میں امن عامہ بحال رکھتے ہیں۔ چوری جب تک کسی ملک سے غائب نہ ہو جائے تب تک کوئی پیشہ ور یا تاجر اطمینان سے کوئی ایسا کام نہیں کرسکتا جو نتیجہ خیز ہو۔ اسی لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایات کی ترتیب میں تدبیر مملکت کو نمبر اوّل پر رکھا ہے۔

باب کی آخری روایت ناتمام ہے۔ فقرہ لَأَنْ يَّأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبُلَهُ... پر ہی روایت ختم کردی ہے، یہ بتانے کے لئے کہ بعض روایتوں میں حُزْمَة یعنی گٹھے کی جگہ لفظ اَحْبُلَهُ (جو حَبْلٌ یعنی رسی کی جمع ہے) وارد ہوا ہے۔

بَاب ١٦ : اَلسُّهُوْلَةُ وَالسَّمَاحَةُ فِي الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ وَمَنْ طَلَبَ حَقًّا فَلْيَطْلُبْهُ فِي عَفَافٍ

خرید وفروخت میں آسانی اور نرمی اختیار کرنا اور جو (اپنے) حق کا مطالبہ کرے تو اُسے چاہیے کہ وہ نرمی کرے

٢٠٧٦ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رَحِمَ اللهُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ وَإِذَا اشْتَرَى وَإِذَا اقْتَضَى.

۲۰۷۶: علی بن عیاش نے ہم سے بیان کیا کہ ابوغسان محمد بن مطرف نے ہمیں بتایا، کہا کہ محمد بن منکدر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اُس خوش خلق شخص پر رحم کرے (جو اپنی خوش خلقی کا نمونہ اس وقت دِکھاتا ہے) جب وہ بیچے اور جب وہ خریدے اور جب وہ تقاضا کرے۔

تشریح: اَلسُّهُوْلَةُ وَالسَّمَاحَةُ فِي الشِّرَآءِ وَالْبَيْعِ: اس باب میں بتایا گیا ہے کہ جس کام کی بنیاد اخلاق فاضلہ پر قائم ہو، وہ مبارک نتائج کا حامل ہوتا ہے۔ اُسے قبولیت وفروغ اور دوام حاصل ہوتا ہے۔

سَمْحًا صفت مشبہ ہے اور لفظ سماحت سے مشتق ہے اور اس کا مترادف یعنی ہم معنی لفظ اردو زبان میں نہیں۔ اِس کے معنوں میں سہولتِ معاملہ، نرمیٔ سلوک، شیریں کلامی، کشادہ دِلی، خندہ پیشانی، خوش خلقی، وسعت حوصلہ اور درگذر وغیرہ کا مفہوم پایا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ صفت تجارتی کاروبار کو فروغ دینے میں نہایت ضروری ہے۔ عربی میں مثل ہے: اَلسَّمَاحُ رَبَاحٌ۔ (لسان العرب- سمح) یعنی سماحت نفع ہی نفع ہے۔ اس صفت کے مقابل ترش روئی، بخل، تنگ ظرفی اور تلخ کلامی وغیرہ بری خصلتیں ہیں جو برعکس نتیجہ پیدا کرتی ہیں۔ مذکورہ بالا نصیحت نبویؐ تاجر اور خریدار دونوں کے لئے یکساں مفید ہے۔

وَمَنْ طَلَبَ حَقًّا فَلْيَطْلُبْهُ فِي عَفَافٍ: عنوانِ باب کے الفاظ جیسا کہ امام ابن حجرؒ نے رائے ظاہر کی ہے، ابن ماجہ وغیرہ کی روایتوں سے اخذ کئے گئے ہیں جو حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً منقول ہیں: مَنْ طَالَبَ حَقًّا فَلْيَطْلُبْهُ فِيْ عَفَافٍ وَافٍ اَوْ غَيْرِ وَافٍ (ابن ماجه، كتاب الأحكام، باب حسن المطالبة وأخذ الحق في عفاف) (فتح الباری جزء۴صفحہ۳۸۸) مطالبہ حق میں عفیف ہو۔ یعنی دامن اَخلاق ہاتھ سے نہ چھوڑے، کچھ کمی کرنی پڑے تو خواہ کرے یا نہ کرے۔ لیکن مطالبہ میں حریص اور بدخلق نہ ہو۔ عَفَافٌ وَعِفَّةٌ کے معنی ہیں بدخلقی سے بچنا۔ (لسان العرب-عفف)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت جابر بن عبداللہؓ والی روایت مذکورہ بالا بلحاظِ صحت وضبط الفاظ زیادہ صحیح اور مستند ہے اور اپنے مفہوم میں وسیع تر اور جوامع الکلم میں سے ہے۔ یہ کلمات دعائیہ بھی ہیں اور خبریہ بھی۔ دونوں صورتوں میں بابرکت ہیں کہ غیر اقوام تجارت پیشہ نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس اِرشاد کو عملاً اپنایا ہے جبکہ مدعیانِ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس قیمتی اور پیاری نصیحت سے عموماً کورے ہو چکے ہیں۔

بَاب ۱۷ : مَنْ أَنْظَرَ مُوْسِرًا

جو آسودہ حال کو مہلت دے

۲۰۷۷ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ أَنَّ رِبْعِيَّ ابْنَ حِرَاشٍ حَدَّثَهُ أَنَّ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَلَقَّتِ الْمَلَائِكَةُ رُوْحَ رَجُلٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَقَالُوْا أَعَمِلْتَ

۲۰۷۷: احمد بن یونس نے ہم سے بیان کیا کہ زُہیر نے ہمیں بتایا کہ منصور نے ہم سے بیان کیا۔ ربعی بن حراش نے ان کو بتایا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا، کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں میں جو تم سے پہلے تھے، ملائکہ نے جب ایک شخص کی روح کا اِستقبال کیا تو انہوں نے کہا: کیا تو نے

مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا قَالَ: كُنْتُ آمُرُ فِتْيَانِي أَنْ يُنْظِرُوْا وَيَتَجَاوَزُوْا عَنِ الْمُوْسِرِ قَالَ {قَالَ:☆} فَتَجَاوَزُوْا عَنْهُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَقَالَ أَبُو مَالِكٍ: عَنْ رِبْعِيٍّ كُنْتُ أُيَسِّرُ عَلَى الْمُوْسِرِ وَأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ. وَتَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رِبْعِيٍّ. وَقَالَ أَبُو عَوَانَةَ: عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رِبْعِيٍّ أُنْظِرُ الْمُوْسِرَ وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ. وَقَالَ نُعَيْمُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنْ رِبْعِيٍّ: فَأَقْبَلُ مِنَ الْمُوْسِرِ وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ.

اطرافہ: ۲۳۹۱، ۳۴۵۱۔

کوئی نیک کام کیا ہے؟ تو اُس نے کہا: میں اپنے نوجوانوں کو یہ حکم دیا کرتا تھا کہ وہ آسودہ حال کو مہلت دیا کریں اور اس سے درگذر کریں۔ (حضرت حذیفہؓ کہتے تھے کہ نبی ﷺ ☆ نے) فرمایا: فرشتوں نے بھی اس سے درگذر کی۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: اور ابومالک نے ربعی سے یوں نقل کیا ہے: میں آسودہ حال سے نرمی کرتا اور تنگ دست کو مہلت دیتا تھا۔ شعبہ نے بھی ربعی سے بروایت عبدالملک ابومالک کی طرح بیان کیا۔ اور ابوعوانہ نے بروایت عبدالملک ربعی سے یوں نقل کیا کہ میں آسودہ حال کو مہلت دیتا اور تنگ دست سے درگذر کرتا تھا۔ اور نُعیم بن ابی ہند نے ربعی سے یوں نقل کیا کہ میں آسودہ حال سے (عذر) قبول کرلیتا تھا اور تنگدست سے درگذر کرتا۔

تشریح: **مَنْ أَنْظَرَ مُوْسِرًا:** سماحت نفس کا مضمون واضح کرنے کے لئے تین باب (نمبر ۱۶، ۱۷، ۱۸) قائم کئے گئے ہیں۔ اس باب (نمبر ۱۷) میں آسودہ حال کو اور اگلے باب (نمبر ۱۸) میں تنگدستوں کو مہلت دینے کا ذکر ہے اور بیع وشراء میں اِس اَمر کو بہت بڑی اہمیت دی گئی ہے کہ خیر خواہی مدنظر ہو اور پوری پوری صراحت سے کام لیا جائے اور کسی قسم کی پوشیدگی اس میں نہ ہو۔ بعض وقت آسودہ حال بھی ایسی حالت میں ہوجاتا ہے کہ وہ نقد خریداری یا وقت پر ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتا اور مہلت کا محتاج ہوتا ہے۔ اِرشادِ نبوی میں دونوں قسم کے لوگوں سے سماحت نفس کا سلوک کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

روایت نمبر ۲۰۷۷ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا جو حوالہ دیا گیا ہے، یہ صحیح مسلمؒ میں مرفوعاً مروی ہے کہ ایک شخص روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگا اور وہ اُس سے پوچھے گا: مَاذَا عَمِلْتَ فِي الدُّنْيَا ...... قَالَ يَا رَبِّ آتَيْتَنِي مَالَكَ فَكُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ وَكَانَ مِنْ خُلُقِي الْجَوَازُ فَكُنْتُ أَتَيَسَّرُ عَلَى الْمُوْسِرِ وَأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ فَقَالَ اللّٰهُ أَنَا أَحَقُّ بِذَا مِنْكَ تَجَاوَزُوْا عَنْ عَبْدِيْ. (مسلم، كتاب المساقاة، باب فضل إنظار المعسر) یعنی تو نے دنیا میں کیا عمل کئے جو تو سمجھتا تھا کہ اس کا نیک بدلہ ملے گا؟ تو وہ کہے گا کہ اے میرے ربّ! تو نے مجھے اپنا مال

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ الفاظ قَالَ قَالَ فَتَجَاوَزُوْا عَنْهُ ہیں (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۱۸۹) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

عطا کیا تھا۔ میں لوگوں میں خرید وفروخت میں درگذر کرتا تھا۔ یعنی میرا دستور یہ تھا کہ میں آسودہ حال کو سہولت اور تنگدست کو مہلت دیتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھ سے زیادہ مجھے شایاں ہے (کہ میں اپنے بندوں سے درگذر کروں۔ چنانچہ فرمائے گا:) میرے اس بندے سے تم بھی درگذر کرو۔

وَتَابَعَهُ شُعْبَةُ: اس متابعت کا ذکر امام موصوفؒ نے بھی کتاب الاستقراض، باب ۵، روایت نمبر ۲۳۹۱ میں کیا ہے۔ **وَقَالَ اَبُوعَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ:** یہ حوالہ بھی امام بخاریؒ نے اسرائیلیات میں مفصل نقل کیا ہے۔ (دیکھئے کتاب الأنبياء باب ۵۰: ما ذكر عن بنی إسرائیل، روایت نمبر ۳۴۵۱)

وَقَالَ نُعَيْمُ بْنُ اَبِىْ هِنْدٍ: یہ حوالہ صحیح مسلمؒ میں ہے۔ نعیم بن ابی ہند اشجعی سے مروی ہے کہ حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابومسعودؓ اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے کہ دورانِ گفتگو حضرت حذیفہؓ نے مذکورہ بالا واقعہ بیان کیا تو حضرت ابومسعودؓ نے کہا: **هَكَذَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ.** یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح فرماتے سنا۔
(مسلم، كتاب المساقاة، باب فضل إنظار المعسر)

ربعی بن حراش کی مذکورہ بالا روایت کا تعلق اسرائیلی قصص سے ہے۔ اسی لئے امام بخاریؒ کو تحقیق مذکورہ بالا میں متعدد سندیں نقل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ اِس کے راویوں میں حضرت حذیفہؓ کے علاوہ حضرت ابومسعودؓ بھی ہیں اور بعض تابعین بھی۔ اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ صحت روایت میں شبہ نہیں اور تاجروں کے لئے بھی اِس قصہ میں نیک سبق ہے اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی جو معاشرتی تعلقات میں ایک دوسرے سے معاملہ کرتے ہیں۔ چونکہ اس روایت میں حکایتاً ایک نہایت مفید اور کارآمد صداقت موجود تھی؛ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسے قبول فرمایا اور اپنی امت کو اِس پر کاربند ہونے کی تلقین کی۔

بَاب ١٨ : مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا

جو تنگدست کو مہلت دے

۲۰۷۸: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَ تَاجِرٌ يُدَايِنُ النَّاسَ فَإِذَا

۲۰۷۸: ہشام بن عمار نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰ بن حمزہ نے ہم سے بیان کیا۔ (محمد بن ولید) زبیدی نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عبیداللہ بن عبداللہ سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ آپؐ نے فرمایا: ایک

رَأَى مُعْسِرًا قَالَ لِفِتْيَانِهِ: تَجَاوَزُوْا عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَّتَجَاوَزَ عَنَّا فَتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُ.

تاجر تھا جو لوگوں کو قرض پر مال دیا کرتا تھا۔ جب وہ تنگدست کو دیکھتا تو اپنے نوجوانوں کو کہتا: اس سے درگذر کرو، شاید اللہ تعالیٰ بھی ہم سے درگذر فرمائے۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگذر فرمایا۔

طرفہُ: ۳۴۸۰۔

تشریح: مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا: اس باب کی روایت حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے جو بظاہر الفاظ مفہوماً روایت نمبر ۲۰۷۷ زیر باب ۱۷ ہی معلوم ہوتی ہے۔ الفاظ میں قدرے کمی بیشی ہے لیکن مضمون ایک ہی ہے۔ اُس میں ملائکۃ اللہ کے سوال کرنے اور اس شخص کے جواب دینے کا ذکر ہے اور وہ مرفوع ہے اور یہ مُعَنْعَن۔ یہاں ذکر ہے کہ ایک تاجر شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔ دونوں روایتوں کا تعلق معاملات میں سہولت اور درگذر کرنے سے ہی ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ وہ کاروباری آدمی تھا۔

اس باب کے عنوان سے متعلق ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید میں تنگدست کو مہلت دینے کے لئے سفارش کے رنگ میں ارشاد ہے: وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ (البقرة:۲۸۱) یعنی تنگدست کو آسائش تک مہلت دی جائے۔ تو امام موصوفؒ نے یہ اِرشادِ باری تعالیٰ نظر انداز کر کے مذکورہ بالا روایت پر مسئلہ کی بنیاد کیوں رکھی ہے۔ یہ آیت سودی کاروبار کی حرمت کے تعلق میں وارد ہوئی ہے اور اِس کے لئے باب ۲۵ میں الگ عنوان قائم کیا گیا ہے اور یہاں عام لین دین میں سہولت دینے کا ذکر ہے۔ بعض شارحین نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اِس امر کے علاوہ بعض روایات کی صحت اور ضبط الفاظ بھی یہاں مدنظر ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی روایت میں بحوالہ حضرت ابوقتادہؓ ارشاد نبویؐ ان الفاظ میں ہے: مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّنْجِيَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُّعْسِرٍ اَوْ يَضَعْ عَنْهُ۔[1] یعنی جس کو یہ پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے روزِ قیامت کی گھبراہٹوں سے نجات دے تو چاہیے کہ وہ تنگدست کی تکلیف دُور کرے یا اُسے بوجھ سے سبکدوش کردے اور مسند احمد بن حنبلؒ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: وَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ[2] اللہ تعالیٰ اُسے جہنم کی لُو سے بچائے گا۔ نسائی کے الفاظ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہی روایت یوں منقول ہے: اِنَّ رَجُلًا لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ وَكَانَ يُدَايِنُ النَّاسَ......[3] ایک شخص تھا جس نے کبھی کوئی بھلائی نہیں کی تھی اور وہ لوگوں کو قرض پر مال دیا کرتا تھا۔ اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے: مَنْ نَّفَّسَ عَنْ غَرِيْمِهٖ اَوْ مَحَا عَنْهُ كَانَ فِيْ ظِلِّ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ[4] یعنی جس نے اپنے مقروض کی تکلیف دور کی یا اُس کا قرضہ معاف کر دیا، وہ روزِ قیامت عرش کے سایہ میں ہوگا۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۹۰، ۳۹۱) (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۱۹۲)

---

[1] (مسلم، كتاب المساقاة، باب فضل إنظار المعسر)

[2] (مسند احمد بن حنبل، جزء اول صفحہ ۳۲۷)

[3] (نسائي، كتاب البيوع، باب حسن المعاملة والرفق في المطالبة)

[4] (مصنف ابن ابی شیبه، كتاب البيوع، باب في ثواب إنظار المعسر والرفق به، جزء ۴ صفحہ ۵۴۶)

بَاب ۱۹ : إِذَا بَيَّنَ الْبَيِّعَانِ وَلَمْ يَكْتُمَا وَنَصَحَا

جب بائع اور مشتری کھول کر بات بیان کر دیں اور کچھ پوشیدہ نہ رکھیں اور خیر خواہی کریں

وَيُذْكَرُ عَنِ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: كَتَبَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذَا مَا اشْتَرَى مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ بَيْعَ الْمُسْلِمِ مِنَ الْمُسْلِمِ لَا دَاءَ وَلَا خِبْثَةَ وَلَا غَائِلَةَ. قَالَ قَتَادَةُ: اَلْغَائِلَةُ الزِّنَا وَالسَّرِقَةُ وَالْإِبَاقُ. وَقِيْلَ لِإِبْرَاهِيْمَ: إِنَّ بَعْضَ النَّخَّاسِيْنَ يُسَمِّي آرِيَّ خُرَاسَانَ وَسِجِسْتَانَ فَيَقُوْلُ: جَاءَ أَمْسِ مِنْ خُرَاسَانَ وَجَاءَ الْيَوْمَ مِنْ سِجِسْتَانَ فَكَرِهَهُ كَرَاهَةً شَدِيْدَةً. وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ: لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يَبِيْعُ سِلْعَةً يَعْلَمُ أَنَّ بِهَا دَاءً إِلَّا أَخْبَرَهُ.

اور حضرت عداء بن خالدؓ سے مذکور ہے کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (ایک بیع نامہ کے متعلق یہ) تحریر لکھ کر دی: یہ وہ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عداء بن خالدؓ سے خریدا ہے۔ یہ خرید و فروخت ایک مسلمان کی مسلمان کے ساتھ ہے۔ نہ اس میں کوئی بیماری ہے اور نہ کوئی نقص۔ نہ (اِس میں) کوئی دغا فریب۔ اور قتادہ نے کہا: غائلة کے معنے ہیں زنا، چوری اور بھگوڑا پن۔ اور ابراہیم (نخعی) سے کہا گیا کہ بعض مویشی اور غلام بیچنے والے طویلوں☆ کا نام خراسان اور سجستان رکھتے ہیں۔ تو کوئی کہتا ہے: خراسان سے کل ہی آیا ہے۔ سجستان سے آج ہی آیا ہے۔ تو (ابراہیم نخعی) نے اِسے نہایت ہی مکروہ سمجھا۔ اور حضرت عقبہ بن عامرؓ نے کہا: کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ کوئی ایسی چیز بیچے، جس کے متعلق وہ جانتا ہے کہ اس میں بیماری ہے، سوائے اِس کے کہ وہ اُس کو خبر دے۔

۲۰۷۹ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيْلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ رَفَعَهُ إِلَى حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

۲۰۷۹: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے صالح ابوالخلیل سے، صالح نے عبداللہ بن حارث سے روایت کی۔ انہوں نے یہ روایت حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ

☆ طویلہ: چوپایوں خصوصاً گھوڑوں کے باندھنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اصطبل بھی مراد ہے۔ نیز اس لمبی رسی کو بھی کہتے ہیں جو جانوروں (عموماً گھوڑوں کے پیروں) سے باندھ کر چرنے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔ (اردو لغت–طویلہ)

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ قَالَ: حَتَّى يَتَفَرَّقَا فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا.

تک پہنچائی۔انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں (بیع فسخ کر دینے کا) اِختیار رکھتے ہیں، جب تک کہ وہ جدا نہ ہوجائیں۔ یا فرمایا: اس وقت تک کہ وہ جدا ہوجائیں۔ اگر اُن دونوں نے سچائی سے کام لیا اور صاف صاف بات کی تو دونوں کی خرید وفروخت میں برکت دی جائے گی۔ اور اگر اُن دونوں نے چھپایا ہو اور جھوٹ بولا ہو تو اُن کی خرید وفروخت کی برکت مٹا دی جائے گی۔

اطرافہُ: ۲۰۸۲، ۲۱۰۸، ۲۱۱۰، ۲۱۱۴۔

تشریح: اِذَا بَيَّنَ الْبَيِّعَانِ وَلَمْ يَكْتُمَا وَنَصَحَا: فقہاء نے عقدِ بیع کی صحت اور وجوب شرعی کے لئے پانچ شرطیں تجویز کی ہیں: (۱) ملکیت اور قدرت وتصرف۔ (۲) صلاحیت۔ (۳) نفع مندی۔ (۴) تعیین یعنی قابل فروخت اشیاء کے وزن ونرخ اور اپنی صفت میں معین اور واضح ہوں۔ (۵) قبضۂ تام اور بائع ومشتری کا ایک دوسرے سے علیحدہ ہوجانا۔ عنوانِ باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس قول کا حوالہ دیا گیا ہے وہ جوامع الکلم میں سے ہے۔ یعنی تاجر اور خریدار کو بوقت خرید وفروخت وضاحت اور صراحت یعنی صاف گوئی اور سچائی سے کام لینا چاہیے اور ایک دوسرے کی خیرخواہی اُن کے مدنظر ہو۔ اگر ایسا کریں گے تو بُوْرِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا. اُن دونوں کو خرید وفروخت میں برکت ہوگی۔ اگر کذب واخفاء سے کام لیا گیا تو برکت مٹا دی جائے گی۔ کیسی جامع اور مبارک ہدایت ہے، جس میں مذکورہ بالا پانچ شرطیں شامل ہیں۔ ایک تاجر جو صرف اپنے نفع دو آنے فی روپیہ پر ہی نظر رکھتا ہے اور کوشش نہیں کرتا کہ عمدہ سے عمدہ شئے مہیا کرے اور جہاں مطلوبہ شئے وافر اور کم نرخ پر مہیا ہوتی ہو، وہاں سے اچھی چیز حاصل نہ کرے تو ایسا تاجر اپنے گاہکوں کا خیرخواہ نہیں۔ اگر وہ فروختنی اشیاء کے نقص کو چھپاتا ہے، بجائے اچھی چیز کے بُری چیز دیتا ہے تو وہ دغا وفریب کرتا ہے۔ ایک قصاب یا ایندھن بیچنے والا جو اپنے سودے کی قیمت تو پوری لیتا ہے مگر ردّی گوشت یا خراب ایندھن دیتا ہے تو یہ دونوں خیرخواہ نہیں بلکہ دغا وفریب کے مرتکب ہیں۔ اسی طرح گاہک بھی اگر وہ مناسب نرخ سے کم دینے کی کوشش کرتا ہے یا اُدھار لے کر وقت مقررہ پر اَدا نہیں کرتا تو یہ بھی دغا کا مرتکب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محولہ بالا اِرشاد تجارتی کاروبار کی صلاحیت، ترقی اور بائع ومشتری کے تعلقات کی خوشگواری اور منڈیوں کے نرخ کی استواری قائم رکھنے میں ایک سنہری اصول ہے۔

هَذَا مَا اشْتَرَى مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ ﷺ......: عنوانِ باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بیع نامہ کا حوالہ بھی دیا گیا ہے جو قیمتی مرقع یادگار ہے۔ یہ تحریری معاہدہ جس کی پیروی بیع وشراء کی تحریرات میں

لازمی اور ضروری ہے۔ اس تحریر کو آپؐ نے اوّل مسلم کا بیع نامہ قرار دیا ہے۔ دوم اس میں مشتری اور بائع کا نام ہے۔ سوم اس میں پوری صراحت ہے۔ (لَا دَاءَ) یعنی اس میں کوئی جسمانی بیماری یا عیب نہیں۔ (وَلَا خِبْثَةَ) یعنی اس کے عادات واطوار میں کوئی نقص نہیں۔ (وَلَا غَـائِلَةَ) اور اس میں کسی قسم کا دھوکہ فریب نہیں۔ مذکورہ بالا روایت علاوہ ترمذیؒ کے کئی اور محدثین نسائی، ابن ماجہؒ وغیرہ نے بھی نقل کی ہے[1] اور اِس کی صحت پر سب کا اتفاق ہے کہ اِس وثیقہ میں بائع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مشتری حضرت عداء بن خالد بن ہوذہؓ ہیں جو اہل بادیہ میں سے تھے اور غزوۂ حنین کے بعد ایمان لائے تھے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۳۹۲) امام بخاریؒ کی روایت زیرِ تشریح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطور مشتری اور حضرت ابن خالدؓ بائع بتائے گئے ہیں۔ شارحین نے اِس اشتباہ کا ازالہ کیا ہے کہ لفظ اِشْتَرٰی اور بَاعَ ہم معنی اور متبادل لفظ ہیں۔ یعنی اِشْتَـرٰی مِنْـهُ عَبْدًا اَوْ اَمَةً کے معنے خریدا یا بیچا، دونوں ہیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۳۹۲) (عمدۃ القاری جزء۱۱ صفحہ۱۹۲) اِن الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ نے غلام یا لونڈی کی خرید وفروخت دراصل نہیں کی بلکہ حضرت ابن خالدؓ کو بیع نامہ کی صورت بتائی ہے۔ کیونکہ جملہ عَبْدًا اَوْ اَمَةً سے عنوانِ باب کا مفہوم مشتبہ ہو جاتا ہے؛ بحالیکہ اصل موضوع یہ ہے کہ بیع وشراء میں وضاحت اور تعیین ہونی چاہیے۔

قَـالَ قَتَـادَةُ...... : یہ حوالہ ابن مندہ نے بسند اصمعی موصولاً نقل کیا ہے۔ لفظ غَـائِلَةَ کی تشریح سے یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ بازاری عورت نہ ہو جو کسی کی ملکیت میں نہیں۔ بلکہ متاع عام ہے۔ چوری کا مال نہ ہو۔ لفظ غَـائِلَةَ ہر قسم کے دغا وفریب پر مشتمل ہے۔

وَقِيلَ لِإِبْرَاهِيمَ...... : ابن ابی شیبہؒ نے اپنی محولہ روایت میں وضاحت سے نقل کیا ہے کہ ابراہیم نخعیؒ سے کہا گیا کہ اصطبلوں پر خراسان اور سجستان کے نام لکھ کر دھوکہ دیا جاتا ہے کہ فلاں اصطبل میں گھوڑے اصیل ہیں اور فلاں شہر کے ہیں۔[2] اِس روایت میں لفظ اَرِیّ کی جگہ لفظ اصطبل ہے۔ ابن سکیت لغوی نے لفظ اَرِیّ اور اَخِیّ کے معنے ایک ہی بتائے ہیں یعنی بندھن۔ اِس کی جمع أواری اور أواخـی ہے۔ اور عام بول چال میں اِس سے مراد باندھنے کی جگہ ہوتی ہے۔ **النَّخَّاس** کے معنے ہیں مویشیوں کا دلال۔ (عمدۃ القاری جزء۱۱ صفحہ۱۹۳، ۱۹۴) مذکورہ بالا روایت میں دغا وفریب کی جو صورت وشکل بیان ہوئی ہے، ہمارے ملک میں اِس کا عام رواج ہے۔ دیسی مصنوعات پر ولایتی مارکہ یعنی نشان ظاہر کر کے مشتری کو دھوکا دیا جاتا ہے کہ یہ اعلیٰ ساخت کی چیز ہے۔ ایسی خرید وفروخت بَيْعُ الْمُسْلِمِ مِنَ الْمُسْلِمِ کی مصداق نہیں۔ اسی لئے منڈیوں کی برکت اُٹھ گئی ہے اور ہماری تجارت کی کوئی ساکھ نہیں۔

وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ...... : یہ قول امام احمد بن حنبلؒ، ابن ماجہؒ اور حاکمؒ نے عبدالرحمٰن بن شماسہ کی سند سے

---

[1] (ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی کتابة الشروط)
(ابن ماجه، كتاب التجارات، باب شراء الرقيق)

[2] (مصنف ابن ابی شیبه، كتاب البيوع، باب فی الرجل یکون له الأصطبل فیسمیه باسم، جزء۵ صفحہ۱۹)

نقل کیا ہے۔ پوری حدیث کے یہ الفاظ ہیں: اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ بَاعَ مِنْ اَخِيْهِ بَيْعًا فِيْهِ عَيْبٌ اِلَّا بَيَّنَهُ لَهُ☆ یہ روایت مستند اور از قبیل حسن ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۹۳) اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے: مسلم مسلم کا بھائی ہے اور کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے ایسی بیع کرے جس میں کسی قسم کا عیب ہو۔ (یا جانتا ہو کہ اُس میں عیب ہے۔) اس پر واجب ہے کہ اُسے صاف طور پر بتادے۔ مذکورہ بالا حوالہ نقل کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ایسی بیع جس کا نقص بیان نہیں کیا گیا، ناجائز اور قابل فسخ ہے۔ چنانچہ اس باب میں جو روایت نقل کی گئی ہے، اس میں یہ الفاظ نمایاں ہیں: اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا. یعنی تاجر اور خریدار بیع فسخ کرنے کا اِختیار رکھتے ہیں، جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں۔ اسی طرح اگر دھوکا ثابت ہو تو ایسی بیع قابل فسخ ہوگی، باہمی رضامندی سے یا بذریعہ دارالقضاء کے۔ غرض اس باب میں صحت عقد بیع وشراء کے بارے میں شریعت اِسلامی کا اصل الاصول بیان کیا گیا ہے۔

بَاب ۲۰ : بَيْعُ الْخِلْطِ مِنَ التَّمْرِ

ملی جلی کھجوریں بیچنا

۲۰۸۰ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَّحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نُرْزَقُ تَمْرَ الْجَمْعِ وَهُوَ الْخِلْطُ مِنَ التَّمْرِ وَكُنَّا نَبِيْعُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا صَاعَيْنِ بِصَاعٍ وَلَا دِرْهَمَيْنِ بِدِرْهَمٍ.

۲۰۸۰: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ شیبان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحیٰی (بن ابی کثیر) سے، یحیٰی نے ابوسلمہ سے، انہوں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہمیں اکٹھی کھجوروں کا راشن دیا جاتا تھا اور وہ مختلف قسم کی ملی جلی کھجوریں ہوتی تھیں اور ہم ایک صاع (اچھی کھجوروں) کے بدلے دو صاع وہ کھجوریں بیچتے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک صاع کے بدلے دو صاع اور ایک درہم کے بدلے دو درہم نہ لیا کرو۔

تشریح: بَيْعُ الْخِلْطِ مِنَ التَّمْرِ: لفظ تَمْر عام ہے جو ہر قسم کی کھجور پر اطلاق پاتا ہے۔ مذکور الصدر اسلامی حکم کے پیش نظر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملی جلی کھجوریں فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں مفصل جواب باب ۷۴ و باب ۸۹ میں دیکھئے۔ یہاں اِس کا ذکر اختصار سے سابقہ باب کے تعلق میں کیا گیا ہے۔

☆ (ابن ماجه، كتاب التجارات، باب من باع عيبا فليبينه) (مسند احمد بن حنبل، جزء ۴ صفحہ ۱۵۸)
(المستدرك حاكم، كتاب البيوع، باب لا يحل لمسلم ان باع من أخيه بيعًا فيه عيب ان لا بيّنه له)

خیبر وغیرہ سے حاصل شدہ ملی جلی کھجوریں جو تقسیم ہوئیں تو بعض صحابہؓ نے عمدہ قسم کی کھجوروں کے ایک صاع کے عوض اپنی دو صاع کھجوریں دینا چاہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مبادلے سے منع فرمایا اور ہدایت کی کہ ملی جلی کھجور بازار کے نرخ پر فروخت کر کے کھجور خریدی جائے تا کہ خرید و فروخت صحیح صورت میں ہو اور کسی قسم کا شبہ نہ رہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ملی جلی کھجوروں میں کوئی قسم اپنے اصل نرخ سے کم و بیش ہو۔ آپؐ کی یہ ہدایت بھی باب ۱۹ میں مندرجہ ہدایت کی مزید تشریح ہے۔

بَاب ٢١ : مَا قِيْلَ فِي اللَّحَّامِ وَالْجَزَّارِ

قصاب اور گوشت بیچنے والے کے بارے میں ہدایت

٢٠٨١ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي شَقِيْقٌ عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ يُكْنَى أَبَا شُعَيْبٍ فَقَالَ لِغُلَامٍ لَّهُ قَصَّابٍ: اجْعَلْ لِّي طَعَامًا يَكْفِي خَمْسَةً مِنَ النَّاسِ فَإِنِّي أُرِيْدُ أَنْ أَدْعُوَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ فَإِنِّي قَدْ عَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْجُوْعَ فَدَعَاهُمْ فَجَاءَ مَعَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ هَذَا قَدْ تَبِعَنَا فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَأْذَنَ لَهُ فَأْذَنْ لَّهُ وَإِنْ شِئْتَ أَنْ يَّرْجِعَ رَجَعَ فَقَالَ: لَا بَلْ قَدْ أَذِنْتُ لَهُ.

اطرافه: ٢٤٥٦، ٥٤٣٤، ٥٤٦١.

۲۰۸۱: عمر بن حفص (بن غیاث) نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا۔ اعمش نے ہم سے بیان کیا، کہا: شقیق نے مجھے بتایا۔ حضرت ابومسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ایک انصاری شخص آیا، جس کی کنیت ابوشعیبؓ تھی۔ اُس نے اپنے ایک لڑکے کو جو قصاب تھا کہا کہ میرے لئے کھانا تیار کردو، جو پانچ آدمیوں کے لئے کافی ہو۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دوں۔ آپؐ پانچویں ہوں گے۔ میں نے آپؐ کے چہرہ میں بھوک محسوس کی ہے۔ چنانچہ اُس نے ان (احباب) کو بلایا تو اُن کے ساتھ ایک اور شخص بھی آ گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ہمارے ساتھ آ گیا ہے۔ اگر تم اِسے چاہو تو اِجازت دے دو اور اگر چاہو کہ لوٹ جائے تو لوٹ جائے گا۔ اُس نے کہا: نہیں بلکہ میں نے اِس کو اِجازت دے دی ہے۔

تشریح: **مَا قِيلَ فِي اللَّحَّامِ وَالْجَزَّارِ:** یہ باب بھی سابقہ باب کی طرح ضمنی ہے اور بطور فصل۔ کیونکہ پیشوں کا ذکر باب نمبر ۲۸ سے شروع ہوتا ہے۔ مندرجہ روایت میں ابہام اور عدمِ وضاحت کی ایک شکل ایسی بتائی گئی ہے جو موقع و محل سے مناسبت رکھتی ہے۔ یعنی پانچ اشخاص کا کھانا پکانے میں اگر کمی بیشی ہو تو ایسا اندازہ قابل اعتراض نہیں۔ پانچ کا کھانا چھ کو بھی کافی ہوسکتا ہے اور یہ بیع وشراء نہیں۔ اسی لئے بعض شارحین نے اس باب کو بطور فصل قرار دیا ہے۔ یعنی سابقہ مضمون ختم ہے۔ روایت نمبر ۲۰۸۱ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرت کے تمام پہلوؤں میں صاف گوئی کو پسند فرمایا ہے۔ چنانچہ صاحب خانہ سے کہہ دیا کہ آپؐ نے پانچ کو مدعو کیا تھا اور یہ چھٹے صاحب بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ اگر اجازت ہو تو وہ بھی اس دعوت میں شریک ہو جائیں۔

بَاب ۲۲: مَا يَمْحَقُ الْكَذِبُ وَالْكِتْمَانُ فِي الْبَيْعِ

خرید وفروخت میں کذب واِخفاء سے (برکت) مٹ جاتی ہے

۲۰۸۲: حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْخَلِيْلِ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ قَالَ: حَتَّى يَتَفَرَّقَا فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا.

۲۰۸۲: بدل بن محبّر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ قتادہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ابوخلیل کو عبداللہ بن حارث سے حدیث بیان کرتے ہوئے سنا۔ انہوں نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے، حضرت حکیمؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: بائع اور مشتری کو (بیع فسخ کرنے کا) اِختیار ہے، جب تک وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں۔ یا (یہ) فرمایا: اُس وقت تک کہ جدا ہو جائیں۔ اگر اُن دونوں نے سچائی سے کام لیا اور صفائی سے بات کی تو اُن دونوں کو خرید وفروخت کے سودے میں برکت دی جائے گی اور اگر اُن دونوں نے اخفاء سے کام لیا اور جھوٹ بولا تو اُن دونوں کے سودے کی برکت مٹا دی جائے گی۔

اطرافہ: ۲۰۷۹، ۲۱۰۸، ۲۱۱۰، ۲۱۱۴۔

تشریح: **مَا يَمْحَقُ الْكَذِبُ وَالْكِتْمَانُ فِي الْبَيْعِ:** اس باب کے تحت سلبی جہت سے بیع وشراء میں صاف گوئی کے مسائل بیان ہوئے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ دغا وفریب والی تجارت بے برکت ہوتی ہے۔ اِعتماد جب ایک بار اُٹھ جاتا ہے تو ساکھ جاتی رہتی ہے۔

بَاب ۲۳ : قَوْلُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ {وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٣١﴾☆}

(آل عمران: ۱۳۱)

اللہ عزوجل کا فرمانا: اے وہ جو ایمان لائے ہو! سود نہ کھاؤ کہ تمہارا مال بے انتہاء بڑھتا چلا جائے {اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچو کہ تم کامیاب ہو جاؤ☆}

۲۰۸۳ : حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ بِمَا أَخَذَ الْمَالَ أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنْ حَرَامٍ.

طرفہ: ۲۰۵۹۔

۲۰۸۳: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ ابن ابی ذئب نے ہمیں بتایا کہ سعید مقبری نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے، حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ ضرور آئے گا کہ آدمی مال لینے میں اِس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ آیا حلال سے ہے، یا حرام سے۔

تشریح: يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا: سلبی جہت سے سود کی حرمت کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ پوری آیت یہ ہے: يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝ (آل عمران: ۱۳۱، ۱۳۲) اے ایماندارو! تم اپنے مال پر سود مت کھاؤ کہ اس سے تمہارے مال بے انتہا بڑھتے چلے جائیں اور اللہ تعالیٰ (کی ناراضگی) سے بچو تا کامیاب ہو اور اُس آگ سے ڈرو جو منکروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اس تعلق میں باب نمبر ا مع تشریح بھی دیکھئے۔

عربوں میں سود کا جو دستور رائج تھا، اس کی بالعموم صورت یہ تھی کہ ایک شخص قرضہ بصورت نقد یا جنس کی قیمت ٹھہرا کر مع نفع لین دین کا فیصلہ کر لیتا اور ادائیگی کا وقت بھی مقرر ہو جاتا۔ اگر قرضہ لینے والا وقت مقررہ پر اَدا نہ کر سکتا تو میعاد بڑھائی جاتی اور اُس میعاد کا نفع اصل زر میں شامل کر کے پھر نیا معاملہ لین دین کا شروع کر دیا جاتا۔ وعلیٰ ھٰذا القیاس ہر میعاد ختم ہونے پر نئے سرے سے میعاد قرار پاتی۔ اِس طرح عدم ادائیگی کی صورت میں اصل زر مع نفع در نفع بڑھتا چلا جاتا۔

☆ آیت کے یہ الفاظ عمدۃ القاری کے مطابق متن میں شامل ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۱۹۹)

سود کی یہی صورت ہندوستان میں بھی رائج رہی ہے اور سودی کاروبار کی ایسی صورت کی طرف الفاظ اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً سے اِشارہ کیا گیا ہے۔ بعض علماء زمانہ نے تجارتی کاروبار کے عالمگیر تعامل سے مرعوب ہو کر یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً کی صورت نہ ہو تو سود جائز ہے اور بنکوں وغیرہ کے ذریعے سے جو روپیہ کاروبار کے لئے سود پر لیا جاتا ہے، اُسے بھی حرمت سے مستثنیٰ کیا ہے اور یہاں تک کہہ دینے کی جسارت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیداوار کی غرض سے سود کے لین دین کا وجود ہی نہ تھا۔ اِس اِنکار کی وجہ صرف لاعلمی نہیں بلکہ شکست خوردہ ذہنیت کی بے چارگی ہے۔ ان میں اور اُن لوگوں میں کیا فرق ہے، جو ایک جائز غرض کے لئے ناجائز ذرائع اختیار کرنے پر عمل پیرا ہیں۔ اس نظریہ نے ظلم کا اِرتکاب آسان کر دیا ہے، جس کی بھیانک داستان کے لئے دیکھئے کتاب الاجرام السیاسی (حسن الحدادی) جو عربی ترجمہ ہے Le.Crime Politiave تصنیف Louis Proa کا۔

بَاب ۲٤ : آكِلُ الرِّبَا وَشَاهِدُهُ وَكَاتِبُهُ

سود خور اور سود کی گواہی دینے والا اور سود کی تحریر لکھنے والا

قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى: اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ {☆ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۶﴾} (البقرة: ۲۷۶)

(اور) اللہ تعالیٰ کا (یہ) فرمانا: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (بالکل) اُسی طرح کھڑے ہوتے ہیں، جس طرح وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جس پر شیطان (یعنی مرضِ جنون) کا سخت حملہ ہو۔ {☆ یہ (حالت) اس وجہ سے ہے کہ وہ کہتے رہتے ہیں کہ خرید و فروخت بھی سود کی طرح ہے، حالانکہ اللہ نے خرید و فروخت کو جائز قرار دیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔ یاد رکھو کہ جس شخص کے پاس اس کے ربّ کی طرف سے کوئی نصیحت کی بات آئے اور وہ (اسے سن کر خلاف ورزی سے) باز آجائے، جو لین دین وہ پہلے کر چکا ہو تو اُس کا نفع اُسی کا ہے اور اُس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے اور جو (لوگ) پھر بھی وہی کام کریں تو وہ ضرور آگ میں پڑنے والے ہیں۔ اس میں وہ ایک لمبا عرصہ رہیں گے۔}

☆ آیت کے یہ الفاظ عمدة القاری کے مطابق متن میں شامل ہیں۔ (عمدة القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۰۰)

۲۰۸٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمَّا نَزَلَتْ آخِرُ الْبَقَرَةِ قَرَأَهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ.

۲۰۸۴: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا کہ غندر نے ہمیں بتایا۔ شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابوالضحیٰ سے، ابوالضحیٰ نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں پڑھ کر انہیں سنائیں اور آپؐ نے شراب کی تجارت بھی حرام قرار دی۔

اطرافہ: ٤٥٩، ٢٢٢٦، ٤٥٤٠، ٤٥٤١، ٤٥٤٢، ٤٥٤٣۔

۲۰۸٥: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي فَأَخْرَجَانِي إِلَى أَرْضٍ مُّقَدَّسَةٍ فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى نَهَرٍ مِّنْ دَمٍ فِيْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ وَعَلَى وَسَطِ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهَرِ فَإِذَا أَرَادَ الرَّجُلُ أَنْ يَّخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي فِيْهِ فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمَى فِي فِيْهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ: مَا هٰذَا؟ فَقَالَ:

۲۰۸۵: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ جریر بن حازم نے ہمیں بتایا۔ ابورجاء (بصری) نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات میں نے دو اشخاص کو خواب میں دیکھا کہ وہ میرے پاس آئے ہیں اور مجھے ایک مقدس زمین کی طرف لے گئے ہیں۔ ہم چلتے گئے یہاں تک کہ ایک خون کی ندی پر پہنچے۔ جس میں ایک شخص کھڑا تھا اور ندی کے عین وسط میں ایک اور شخص تھا جس کے سامنے پتھر رکھے ہوئے تھے۔ تب وہ پہلا شخص جو ندی میں کھڑا تھا، جب آگے بڑھا اور نکلنے کا قصد کیا تو اُس دوسرے شخص نے اُس کے منہ پر پتھر مارا اور اُسے وہیں لوٹا دیا، جہاں وہ کھڑا تھا۔ اِسی طرح جب بھی وہ باہر نکلنے کے لئے بڑھتا تو اُس کے منہ پر پتھر مارتا، جس سے وہ ویسا ہی لَوٹ جاتا۔ میں نے کہا: یہ

الَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّهَرِ آكِلُ الرِّبَا. کیا ماجرا ہے؟ تو اُس نے کہا: جس شخص کو آپؐ نے ندی میں دیکھا ہے۔ وہ سودخوار ہے۔

اطرافہُ: ۸۴۵، ۱۱۴۳، ۱۳۸۶، ۲۷۹۱، ۳۲۳۶، ۳۳۵۴، ۴۶۷۴، ۶۰۹۶، ۷۰۴۷۔

تشریح: **آكِلُ الرِّبَا وَشَاهِدُهُ وَكَاتِبُهُ:** عنوانِ باب میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۶ ہے۔ اِس میں سود خور کی ذہنی کیفیت وطریق کار اور اس کے بدانجام کا ذکر کیا گیا ہے۔ محولہ بالا آیت کے بعد سود کے تعلق میں دو اور آیتیں ہیں۔ جن کی ترتیب بدل کر دو اور الگ الگ باب قائم کئے گئے ہیں۔ ایک میں مومنوں کو حکم ہے کہ اِس اعلانِ حرمت کے بعد جو سود باقی ہو وہ چھوڑ دیا جائے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو وہ ایک جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔ (البقرۃ:۲۷۹،۲۸۰) دوسری میں سودی کاروبار کے نقصان دہ ردّعمل کا ذکر ہے؛ جو انجام کار اندر ہی اندر گھن کی طرح اپنے آپ کو کھاتا رہتا ہے اور آخر وہ نفع جس کے لئے سودی کاروبار کیا جاتا ہے، خود بخود کالعدم ہو جاتا ہے۔ (البقرۃ:۲۷۷) یہ تینوں باب تین آیتوں کے حوالے سے قائم کر کے ان سے متعلقہ مستند روایتیں نقل کی گئی ہیں۔

شَاهِدُهُ وَكَاتِبُهُ: باب ۲۴ کے عنوان میں سودخوار کے گواہ اور سودی تحریر کا ذکر ہے۔ بظاہر نظر گواہ اور لکھنے والے کا ذکر نہ محولہ آیت میں ہے اور نہ زیرِ عنوان روایتوں میں۔ ابن التین رحمۃ اللہ علیہ نے اِس اشکال کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ دونوں مدد و معاون ہونے کی وجہ سے اس فعل میں شریک ہیں۔ علامہ ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد وغیرہ کی مروی حدیثوں میں اِن تینوں کا ذکر آتا ہے۔ امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی جو روایت نقل کی ہے، اُس کے یہ الفاظ ہیں: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَ مُؤْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ.[1] یہی روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، جس میں لفظ شَاهِدَيْهِ کی جگہ شَاهِدَهُ ہے[2] چونکہ آیت لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ کی وعید صرف سود خور ہی سے مخصوص ہے۔ اس لئے امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ امام بخاریؒ کے پیشِ نظر ان روایات کی تحقیق وتصدیق ہے جو متعدد محدثین نے اپنی مسندوں میں نقل کی ہیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۹۷)

اس باب میں دو روایتیں منقول ہیں۔ ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جس میں سورۂ بقرہ کی آیات متعلقہ بیع وشراء میں کتابت وشہادت کی ضرورت اور سودی لین دین کی حرمت اور دوسری روایت حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منذر خواب کا ذکر ہے۔ خواب کے نظارے میں سودخور کی حالت بیان کی گئی ہے۔

---

[1] (مسلم، کتاب المساقاة، باب لعن آكل الربا ومؤكله)

[2] (ابوداؤد، کتاب البیوع، باب فی آكل الربا وموكله)

خوابیں تعبیر طلب ہوتی ہیں۔خون اور پانی قیامِ زندگی کا باعث ہیں۔ چنانچہ اگر کوئی خواب میں دریا دیکھے اور اُس سے پانی پیئے تو امام محمد بن سیرینؒ نے اس کی تعبیر مال و دولت کی ہے۔سودخور بنی نوع انسان کا خون چوستا ہے اور اپنی دولت بڑھاتا ہے، جس کی پاداش کا نظارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دِکھایا گیا کہ وہ اس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرے گا مگر نجات نہیں پاسکے گا۔ آپؐ کو رؤیا میں پتھر مارنے کا نظارہ دکھایا گیا ہے۔ پتھر قساوتِ قلبی، شدت اور تلخ زندگی پر دلالت کرتے ہیں۔سودخور کی جو حالت قرآنِ مجید میں بیان ہوئی ہے وہ ایک مخبوط الحواس انسان کی سی ہے جو مال و دولت کے لالچ سے مجنون اور حواس باختہ ہے۔ چنانچہ اِس خواب کی تعبیر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے وہ بھی ایسی ہی زندگی کے مناسب حال ہے۔

محولہ بالا آیت میں سودخور لوگوں کا انجام بدبطور پیشگوئی بتایا گیا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے ایک لڑائی مول لینے والے ہوں گے۔فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ۔آج کل کے واقعات اِس کی تصدیق کر رہے ہیں۔عیسائی حکومتوں کی جنگیں سود کے بل بوتے پر ہی لڑی جاتی ہیں۔سود کا لالچ نہ ہو تو جنگی اخراجات کے لئے بے شمار روپیہ مہیا ہونا ممکن نہیں۔خواب نبویؐ کی تعبیر یہ خونی جنگیں بھی ہوسکتی ہیں۔ یہود بحیثیت قوم سودخوری میں شہرۂ آفاق ہیں۔تاریخ قدیم میں بھی اور تاریخ جدید میں بھی۔انہیں ملک بہ ملک جو در بدر ہونا پڑا اور اُن کے خون سے ہر جگہ جو ہولی کھیلی گئی، اس کے پس پردہ اسباب میں سے ایک بڑا سبب سود بھی تھا؛ جو اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً کی صورت میں دیا جاتا تھا اور یہ ایک طرف اُن کی دولت مندی کا سبب ہوتا اور دوسری طرف اُن کے استیصال کا۔اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں یہودیوں کا ایک قول نقل کیا ہے، فرماتا ہے: لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ○ (آل عمران:۱۸۲) اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کی بات سن لی ہے جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ تو محتاج ہے (جو مومن بندوں کو مال نہیں دیتا) اور ہم دولت مند ہیں۔اُن کی یہ بات ہم ضرور لکھیں گے اور یہ بھی لکھیں گے کہ وہ انبیاء کے مارنے کے درپے رہے۔ہم انہیں کہیں گے جلن کا عذاب چکھو۔جملہ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ اور سَنَكْتُبُ کے الفاظ شدید انذار اور قہاری تجلی پر دلالت کرتے ہیں۔یعنی ہم اُن کی بات کا جواب اور انبیاء کا مقابلہ تاریخی داستان بنادیں گے۔ میدو فارس میں سودی کاروبار سے اُن کی دولت مندی آخر سبب ہوئی اُن کے قرضداروں کی بغاوت یلغار کا، جو انہوں نے یہودیوں پر کی۔ یہ واقعات بابل اور میدو فارس کی تاریخ قدیم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمارے زمانے میں جرمنی اور پولینڈ وغیرہ میں یہودیوں پر جو گذری وہ نہایت ہی ہولناک اور دردانگیز داستانِ عذاب الحریق ہے۔اسی طرح عیسائی دنیا میں موجودہ زمانے کی جنگیں۔ یہ حال تو اُن قوموں کا ہے جو سود میں شہرۂ آفاق ہیں۔مگر سودخور افراد کی حالت انفرادی صورت میں بھی اِس سے کم خطرناک نہیں۔بعض شارحین صحیح بخاری نے مذکورہ بالا خواب کی تطبیق قیامت سے وابستہ رکھی ہے۔اگر غور سے دیکھا جائے تو اِس دنیا میں بھی سودخور کا انجام عبرت ناک ہے۔اس مضمون کی مزید وضاحت کے لیے دیکھئے: اسلام کا اقتصادی نظام مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔

بَاب ٢٥ : مُوكِلُ الرِّبَا

سود کھلانے والا

لِقَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧٩﴾ {☆فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿٢٨٠﴾ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨١﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ} وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٨٢﴾

(البقرة: ٢٧٩ - ٢٨٢)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هَذِهِ آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اللہ عزوجل کا یہ فرمانا: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ (کی ناراضگی) سے بچو اور اگر تم مؤمن ہو تو وہ سود جو باقی رہ گیا ہے اُسے چھوڑ دو{☆ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے (برپا ہونے والی) جنگ کی خبر سن لو اور اگر تم (سود سے) توبہ کرلو تو تمہارا رأس المال تمہارے لئے ہے۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم ہوگا اور اگر کوئی (مقروض) تنگی میں ہو تو آسودگی حاصل ہونے تک (اُسے) مہلت دینی ہوگی اور اگر تمہیں حقیقت حال کا صحیح علم ہو جائے تو تمہارا (اُس شخص کو رأس المال بھی) صدقہ کے طور پر دے دینا سب سے اچھا کام ہوگا اور اُس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر ہر نفس کو جو اُس نے کمایا ہوگا، پورا پورا دیا جائے گا} اور اُن پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: یہ آخری آیت ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتری۔

٢٠٨٦: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: رَأَيْتُ أَبِي اشْتَرَى عَبْدًا حَجَّامًا فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَثَمَنِ الدَّمِ

۲۰۸۶: ابوالولید (ہشام بن عبدالملک) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ عون بن ابی جحیفہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے اپنے باپ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک غلام خریدا، جو حجام تھا (اور اُس کی حجامت کے آلات توڑ ڈالے) میں نے ان سے وجہ پوچھی تو

☆ آیت کے یہ الفاظ عمدۃ القاری کے مطابق متن میں شامل ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۰۱)

وَنَهَى عَنِ الْوَاشِمَةِ وَالْمَوْشُوْمَةِ وَآكِلِ الرِّبَا وَمُوْكِلِهِ وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ.

انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے کتے کی قیمت اور خون کی قیمت لینے سے منع کیا ہے اور گودنے والی گدوانے والی سے بھی منع کیا اور سود خور اور سود کھلانے والے سے متعلق منع فرمایا ہے اور مصور پر لعنت کی ہے۔

اطرافہ: ۲۲۳۸، ۵۳۴۷، ۵۹۴۵، ۵۹۶۲۔

تشریح: **مُوْكِلُ الرِّبَا:** عنوانِ باب میں سود کھلانے والے کا ذکر ہے، جس کے تعلق میں روایت نمبر ۲۰۸۶ نقل کی گئی ہے۔ مگر عنوانِ باب کا تعلق جو محولہ بالا آیت سے ہے۔ اس میں شارحین کو مشکل پیش آئی ہے۔ جس کا بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ اشتراکِ فعل کی وجہ سے سود کھلانے والا بھی سود لینے والے کے ساتھ متعلقہ انذار میں برابر کا شریک ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۰۱) اگر وہ سود پر روپیہ نہ لیتا تو سود خور کا وجود بھی دنیا میں نہ ہوتا۔ امام بخاریؒ کا محولہ بالا آیت سے استدلال اس بناء پر معلوم ہوتا ہے کہ اِس میں اِرشادِ باری تعالیٰ یہ ہے کہ تقویٰ سے کام لے کر سود کا باقی ماندہ روپیہ چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ مشیت الٰہی یہ ہے کہ صدقات کے ذریعے غرباء کی امداد ہو؛ تا کہ وہ قوم میں کارآمد وجود بنیں۔ چنانچہ یہاں بھی سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۸ میں زکوٰۃ کے حکم کا اعادہ کیا گیا ہے اور آیت نمبر ۲۷۷ میں فرماتا ہے: وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ. یعنی صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اسی طرح قرآنِ مجید میں جہاں بھی سود کا ذکر ہے، وہاں صدقہ و زکوٰۃ کے حکم کا ذکر کیا ہے۔ قرآنِ مجید میں سات جگہ سود کی حرمت کا ذکر وارد ہوا ہے اور ہر جگہ یہی طریق اختیار کیا گیا ہے کہ اس کے پہلے یا بعد زکوٰۃ وصدقات اور اُس کی برکات کا ذکر ہے۔ تین آیتوں کا حوالہ تو تشریح ابواب میں درج ہے۔ باقی کے لئے دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۲۷۶، سورۃ آل عمران: ۱۳۱، سورۃ النساء: ۱۶۲، سورۃ الروم: ۴۰۔

اس التزام سے ظاہر ہے کہ سود اسلامی معاشرے کے تقاضوں کی ضد ہے کیونکہ اِس معاشرے کی بنیاد ایثار اور روحِ تعاون پر رکھی گئی ہے۔ اسلامی معاشرہ میں سودی کاروبار کے لئے - جو خودغرضی پر مبنی ہے - کوئی جگہ نہیں۔ چنانچہ سورۃ آلِ عمران کی جس آیت کا سابقہ باب (نمبر ۲۳) میں حوالہ دیا گیا ہے یعنی لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً. اس کے بعد فرمایا ہے: وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ (آل عمران: ۱۳۳،۱۳۴) یہی رحمت وشفقت کا وہ ماحول ہے جو سود کے منافی ہے اور اسی وجہ سے سود لینے والا، سود کھلانے والا، سود لکھنے والا اور اس کی شہادت دینے والا ایک ہی فہرست میں شامل اور اسلامی معاشرے سے خارج کئے گئے ہیں۔ یہی مراد لعنت سے ہے۔ لعنت کے معنے رحمت سے دور رکھنا۔ (لسان العرب - لعن) اور یہ لفظ بیزاری، نفرت اور لاتعلقی کے اظہار کے لئے بولا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد مذکورہ بالا لعنت سے یہی بیزاری اور لاتعلقی ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هٰذِهِ آخِرُ آيَةٍ: عنوانِ باب میں ایک حوالہ حضرت ابن عباسؓ کے قول کا ہے جو

کتاب التفسیر، باب ۵۳ روایت نمبر ۴۵۴۴ میں مفصل مذکور ہے۔ اس روایت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ محولہ بالا آیت ذَرُوْا مَا بَقِيَ...... نزول میں آخری ہے۔ ایسا نہیں بلکہ سورۂ بقرہ کا آخری حصہ مراد ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اس بارہ میں گذر چکی ہے کہ یہ آیتیں لین دین اور سود سے متعلق ہیں۔ دیکھئے روایت نمبر ۲۰۸۴۔ اس لئے دونوں روایتوں میں تضاد نہیں۔ اِس نزول سے مراد تطبیق آیات بھی ہوسکتی ہے، جیسا کتاب التفسیر میں مفصل بتایا جائے گا۔

اَلرِّبَا کے لغوی معنے بڑھوتی اور زیادتی کے ہیں (لسان العرب – ربو) اور اصطلاحی مفہوم کی رُو سے وہ زیادتی مراد ہے جو قرضہ کی صورت میں اصل مال پر معین شرح سے مقررہ مدت پر لی دی جاتی ہے۔ جس میں یہ صورت نہ ہو وہ رِبَا نہیں۔ لفظ رِبَا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اِتنا مشہور اور متعارف ومتداول تھا کہ یہ لفظ اپنی شہرت کی وجہ سے کسی خاص تعریف وشرح کا محتاج نہ تھا۔

بَاب ٢٦

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۷﴾

اللہ تعالیٰ سود کو مٹائے گا اور صدقات کو بڑھائے گا اور اللہ تعالیٰ کافر اور گنہگار کو پسند نہیں کرتا (البقرة:۲۷۷)

٢٠٨٧ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُّوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: الْحَلِفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مَمْحَقَةٌ لِلْبَرَكَةِ.

۲۰۸۷: یحيٰ بن بکیر نے ہمیں بتایا کہ لیث نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے روایت کی کہ (سعید) ابن مسیّب نے کہا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے کہ جھوٹی قسم مال کا نکاس تو بڑھا دیتی ہے مگر برکت مٹا دیتی ہے۔

تشریح: **يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ:** مَحَقَ کے معنے ہیں: اَبْطَلَهُ وَمَحَاهُ یعنی باطل کر دیا اور مٹا دیا اور يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا کے معنی ہوں گے: اللہ تعالیٰ سود کی غرض وغایت اور فائدہ کو مٹا دیتا ہے۔ اسی طرح مَحَقَ اللّٰهُ الشَّيْءَ کے معنے ہیں: نَقَصَهُ وَذَهَبَ بِبَرَكَتِهِ. یعنی اللہ تعالیٰ نے چیز کو گھٹایا اور اُسے بے برکت بنا دیا۔ اسی سے لفظ مُحَاقٌ ہے؛ جس سے مراد قمری مہینے کی آخری راتیں ہیں، جب چاند نظر نہیں آتا۔ گردش کی وجہ سے چاند کی روشنی گھٹتے گھٹتے آخر تاریکی چھا جاتی ہے۔ یہی مفہوم لفظ مَحْقٌ اور مِحَاقٌ میں پایا جاتا ہے۔ اس کے معنے ہیں: اضمحلال یعنی تدریجاً زوال پذیر ہونا۔ (اقرب الموارد – محق) (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۹۹)

سودی کاروبار کا اصل باعث اور محرکِ اوّل افزائش دولت کی حرص ہے جو بے انتہا بڑھتی جاتی ہے۔ اسی کی طرف الفاظ اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً اِشارہ کرتے ہیں۔ موجودہ زمانے کا اِقتصادی نظام جو بنکوں وغیرہ کے ذریعے قائم ہے، اس کی غرض وغایت یہی ہے کہ کاروبار نفع بخش طریق سے بصورتِ صنعت وحرفت وزراعت وغیرہ وسیع پیمانے پر چلایا جاسکے تا زیادہ سے زیادہ نفع حاصل ہو۔ یہ غرض وغایت زیادہ سے زیادہ سود کی طمع دے کر پوری کی جاتی ہے۔ روپیہ جمع ہوتا ہے اور اس سے افزائش پیداوار کا عمل صنعت وحرفت اور تجارت وزراعت وغیرہ کی شکل میں شروع ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک وقت آتا ہے کہ وہ طلب ورسد کی مناسب حدود سے نکل کر اِقتصادی توازن کو بگاڑ دیتا ہے اور اِس فقدان توازن سے کئی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں۔ سرمایہ داروں کے طبقے کا چنگل مصادر وموارد دولت اور وسائل وذرائع کسب پر مضبوط سے مضبوط ہوجاتا اور طبقہ عمال کو ان کے رحم پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ معاشرہ انسانی میں سرمایہ داری اور طبقاتی تقسیم کے بدنتائج ظاہر وباہر ہیں۔ جن میں سے اشیاء کے نرخوں میں زیادتی کے علاوہ پیداوار کی بہتات سے منڈیوں میں سامانِ رسد کی فراوانی، قلّتِ زر اور قوتِ خرید میں کمی بھی ہے اور پھر اِسی تسلسل میں تعطل عمل، بیکاری، بحران اور افراط زر کی صورت ہے جس سے بنی نوع انسان کو وقتاً فوقتاً دوچار ہونا پڑتا ہے اور مِحَاق میں اسی طرف اِشارہ کیا گیا ہے۔ یعنی نظامِ سود کی تدریجی زوال پذیری کی طرف۔ اِس سے بعض بڑے پایہ کے علماءِ اقتصاد میں یہ احساس بشدّت پیدا ہوچکا ہے کہ مذکورہ بالا اقتصادی توازن کے فقدان کا اصل سبب سودی کاروبار ہے اور ان کی رائے ہے کہ یہ نامساعد طریق بالکل ہی ختم کئے جانے کے لائق ہے۔ چنانچہ روسی نظام میں سود کی ممانعت کی گئی ہے۔ روسی نظام کے مفکرین نے اقتصادی علتوں اور خرابیوں کی بنیادی وجہ سود قرار دی ہے اور مشورہ دیا ہے کہ یہ طریق سخت ضرر رساں ثابت ہوا ہے۔ مبلغین سلسلہ کے لئے اِن مفکرین کی کتابیں پڑھنا ضروری ہیں تا وہ موجودہ زمانے کی مشکلات کو اِسلامی اَحکام کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کرسکیں۔

بَاب ۲۷ : مَا يُكْرَهُ مِنَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ

خرید وفروخت میں قسم کھانا مکروہ ہے

۲۰۸۸ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَقَامَ سِلْعَةً وَهُوَ فِي السُّوْقِ فَحَلَفَ بِاللهِ لَقَدْ أَعْطَى بِهَا مَا لَمْ يُعْطَ لِيُوْقِعَ

۲۰۸۸: عمرو بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ ہشیم نے ہمیں بتایا۔ عوام (بن حوشب) نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابراہیم بن عبدالرحمٰن سے، ابراہیم نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے (بازار میں) اپنا تجارتی سامان رکھا۔ ابھی وہ منڈی میں تھا کہ اللہ کی قسم کھا کر کہنے لگا کہ مجھے اِس

فِيْهَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَنَزَلَتْ: اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا. (آل عمران:۷۸)

اطرافہ: ۲۶۷۵، ۴۵۵۱۔

کی اِتنی اِتنی قیمت ملتی تھی مگر میں نے نہ لی۔ (یہ اِس لئے کہا) تا مسلمانوں میں سے کسی شخص کو دھوکا دے کر اسے خریدنے کے لئے آمادہ کرے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی: وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت حاصل کرتے ہیں۔

تشریح: مَا يُكْرَهُ مِنَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ: زیرباب جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (آل عمران:۷۸) یعنی جو لوگ اللہ سے اپنے عہد اور قسموں کے بدلے تھوڑی قیمت یعنی دنیوی نفع لیتے ہیں آخرت میں اُن کا کوئی حصہ نہ ہوگا اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اُن سے بات نہ کرے گا اور نہ اُن کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک ٹھہرائے گا اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ جس طرح افزائش دولت کی غرض سے سود لینا حرام ہے۔ اسی طرح قسموں کے ذریعے سے مال کے نکاس کو بھی ممنوع قرار دیا ہے۔

روایت نمبر ۲۰۸۸ میں مندرجہ واقعہ انفرادی ہے مگر باب کا عنوان عام رکھا گیا ہے۔ یہ اس لئے کہ قرآنِ مجید کی آیت ہر قسم کے معاہدات اور قسموں پر شامل ہے۔ **اَيْمَانٌ** جمع ہے **يَمِيْنٌ** کی، جس کے معنے قسم اور طاقت ہیں۔ عنوانِ باب میں لفظ حلف سے یَمِیْنٌ کے معنے لئے گئے ہیں جو جھوٹی اور سچی قسم پر اطلاق پاتے ہیں۔ یعنی اگر قسم جھوٹی ہے تو اس کی کراہت وممانعت حرمت والی ہے اور اگر سچی ہو تو بھی یہ نزاہت نفس کے منافی ہونے کی وجہ سے مکروہ وممنوع ہے۔
(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۰۰)

فَنَزَلَتْ کے الفاظ سے مراد مطلق تطبیق آیت ہے۔ جیسا کہ حضرت اشعث بن قیسؓ کے تنازعہ آب پاشی کے موقع پر جو اُن کے چچازاد بھائی سے ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے شہادت طلب فرمائی اور شہادت کی عدم موجودگی میں فرمایا کہ مدعا علیہ کو قسم دی جائے گی تو انہوں نے کہا: وہ تو جھوٹی قسم کھا جائے گا۔ اِس پر آپؐ نے یہی آیت پڑھی[1] نیز حضرت ابوذرؓ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ثَلَاثَةٌ لَّا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ ...... یعنی تین شخص ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بات نہیں کرے گا اور نہ اُن کی طرف دیکھے گا۔ حضرت ابوذرؓ نے پوچھا: مَنْ هُمْ؟ یہ کون ہیں؟ آپؐ نے تین بار فرمایا: خَابُوْا وَخَسِرُوْا. وہ خائب وخاسر ہیں۔ فرمایا: اَلْمُسْبِلُ إِزَارَهُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ. (مسند احمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث ابی ذر الغفاری، جزء ۵ صفحہ ۱۶۲) یعنی مغرور جو تکبر کی وجہ سے اپنا تہ بند گھسیٹتا ہے اور جو احسان جتاتا ہے اور جو جھوٹی قسم سے اپنے مال کا نکاس کرتا ہے۔ امام مسلمؒ[2] اور بعض دیگر محدثین نے بھی

---

[1] (بخاری، کتاب الشرب والمساقاۃ، باب ۴، روایت نمبر ۲۳۵۷)
[2] (مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان غلظ تحریم إسبال الإزار)

اس روایت کو بیان کیا ہے۔ مسند احمد بن حنبل میں ایک اور جگہ حضرت ابوذرؓ کی یہ روایت ان الفاظ میں منقول ہے: ثَـلَاثَةٌ يَشْنَؤُهُمُ اللّٰهُ...... التَّاجِرُ الْحَلَّافُ اَوْ قَالَ الْبَائِعُ الْحَلَّافُ وَالْبَخِيْلُ الْمَنَّانُ وَالْفَقِيْرُ الْمُخْتَالُ. (مسند احمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث ابی ذر، جزء۵ صفحہ ۱۵۱) ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جواب حضرت ابوذرؓ اور حضرت اشعث بن قیسؓ کو دیا، وہ بصورت تطبیق آیت ہی تھا نہ یہ کہ اس وقت نازل ہوئی۔

بَاب ۲۸ : مَا قِيْلَ فِي الصَّوَّاغِ

سناروں کے بارہ میں جو کچھ کہا گیا ہے

وَقَالَ طَاوُسٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا. وَقَالَ الْعَبَّاسُ: إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ {وَبُيُوْتِهِمْ☆} فَقَالَ: إِلَّا الْإِذْخِرَ.

اور طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: (مکہ کی) گھاس نہ کاٹی جائے۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا: سوائے اِذخر گھاس کے، کیونکہ وہ ان کے کاریگروں اور ان کے گھروں☆ کے اِستعمال کی چیز ہے۔ اِس پر (آنحضرت ﷺ نے) فرمایا: اِذخر گھاس کاٹ لو، (اس کی اِجازت ہے۔)

۲۰۸۹ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيًّا قَالَ: كَانَتْ لِي شَارِفٌ مِنْ نَصِيْبِي مِنَ الْمَغْنَمِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَانِي شَارِفًا مِنَ الْخُمْسِ فَلَمَّا أَرَدْتُّ أَنْ أَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعَدْتُّ رَجُلًا صَوَّاغًا

۲۰۸۹: عبدان نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ یونس نے ابن شہاب سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ انہوں نے کہا: علی بن حسین نے مجھے خبر دی کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے اُن کو بتایا کہ حضرت علیؓ نے کہا: میری ایک بوڑھی اُونٹنی تھی جو مجھے غنیمت سے بطور حصہ ملی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور بوڑھی اُونٹنی غنیمت کے پانچویں حصے سے مجھے دی تھی۔ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہؓ کو اپنے گھر لانے کا اِرادہ کیا تو میں نے بنی قینقاع کے ایک سنار

☆ لفظ "وَبُيُوْتِهِمْ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۴۰۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

مِنْ بَنِي قَيْنُقَاعَ أَنْ يَّرْتَحِلَ مَعِي فَنَأْتِيَ بِإِذْخِرٍ أَرَدْتُّ أَنْ أَبِيْعَهُ مِنَ الصَّوَّاغِيْنَ وَأَسْتَعِيْنَ بِهِ فِي وَلِيْمَةِ عُرْسِيْ.

سے طے کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم اِذخر لائیں۔ میں چاہتا تھا کہ اسے سناروں کے پاس بیچوں اوراپنی شادی کے ولیمہ کے لئے اس سے مدد لوں۔

اطرافهُ: ٢٣٧٥، ٣٠٩١، ٤٠٠٣، ٥٧٩٣۔

٢٠٩٠: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللهَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا لِأَحَدٍ بَعْدِي وَإِنَّمَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا يُلْتَقَطُ لُقْطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ. وَقَالَ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: إِلَّا الْإِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَلِسُقُفِ بُيُوْتِنَا فَقَالَ: إِلَّا الْإِذْخِرَ. فَقَالَ عِكْرِمَةُ: هَلْ تَدْرِي مَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا هُوَ أَنْ تُنَحِّيَهُ مِنَ الظِّلِّ وَتَنْزِلَ مَكَانَهُ. قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ خَالِدٍ: لِصَاغَتِنَا وَقُبُوْرِنَا.

۲۰۹۰: اسحاق (بن شاہین) نے ہم سے بیان کیا کہ خالد بن عبداللہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے خالد (حذاء) سے، خالد نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مکہ کو حرم قرار دیا ہے، نہ تو مجھ سے پہلے کسی کے لئے جائز ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے اور مجھے بھی دن کی ایک گھڑی کے لئے ہی اجازت ملی۔ نہ اس کی گھاس کاٹی جائے اور نہ اس کا درخت کاٹا جائے۔ نہ اس کا شکار بدکایا جائے۔ نہ اس کی گری پڑی چیز اُٹھائی جائے، سوائے اس شخص کے جو اس کی شناخت کرائے۔ اس وقت حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ نے عرض کیا: (یارسول اللہ!) سوائے اِذخر کے جو ہمارے سناروں اور ہمارے گھروں کی چھتوں کے اِستعمال کی چیز ہے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اذخر کی اِجازت ہے۔ عکرمہ نے (خالد سے) کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ شکار کے بدکانے سے کیا مراد ہے؟ وہ یہ ہے کہ سائے سے تم اس کو ہٹادو اور اس کی جگہ ڈیرہ لگالو۔ عبدالوہاب نے خالد سے جو روایت نقل کی ہے، (اس میں یہ الفاظ ہیں:) ہمارے سناروں کے لئے اور قبروں کے لئے۔

اطرافهُ: ١٣٤٩، ١٥٨٧، ١٨٣٣، ١٨٣٤، ٢٤٣٣، ٢٧٨٣، ٢٨٢٥، ٣٠٧٧، ٣١٨٩، ٤٣١٣۔

تشریح: **مَا قِيلَ فِي الصَّوَّاغِ:** امام موصوفؒ نے اسمِ موصول مَا اور فعل مجہول قِيلَ سے عنوان قائم کر کے ایسی روایات کی طرف اِشارہ کیا ہے جو زبان زدِ خلائق ہیں۔ اس کی مثالیں پہلے بھی گزر چکی ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن حجرؒ نے اپنی شرح بخاری میں اس قسم کی ایک روایت امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: أَكْذَبُ النَّاسِ الصَّبَّاغُونَ وَالصَّوَّاغُونَ.☆ یعنی لوگوں میں سے سب سے جھوٹے رنگریز اور سنار ہوتے ہیں۔ (یہ روایت بلحاظ سند مضطرب ہے۔) یعنی پیشہ ور جن میں سُنار اور رنگریز بھی شامل ہیں، ہمارے ملک میں وعدہ خلافی کی وجہ سے مشہور ہیں۔ سابقہ باب میں قسمیں اور معاہدات توڑنے کا ذکر ہے اور اسی تعلق میں بعض پیشہ وروں کا ذکر کیا گیا ہے۔

زرگروں کی بابت دو روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ جن سے پایا جاتا ہے کہ زرگری کا پیشہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں بھی تھا اور صحابہ کرامؓ ایسے پیشہ وروں سے معاملہ کیا کرتے تھے۔ عنوانِ باب میں طاؤسؒ اور حضرت عباسؓ اور دوسری روایت کے آخر میں عبدالوہاب کے قول کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ان حوالوں کے لئے دیکھئے کتاب جزاء الصيد، باب ۹، ۱۰۔

بَاب ۲۹: ذِكْرُ الْقَيْنِ وَالْحَدَّادِ

کاریگر اور لوہار کے ذکر میں

۲۰۹۱: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ: كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَيْنٌ فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ. قَالَ: لَا أُعْطِيْكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: لَا أَكْفُرُ حَتَّى يُمِيْتَكَ اللّٰهُ ثُمَّ تُبْعَثَ. قَالَ: دَعْنِي حَتَّى أَمُوْتَ وَأُبْعَثَ فَسَأُوْتَى مَالًا وَوَلَدًا فَأَقْضِيْكَ

۲۰۹۱: محمد بن بشار نے مجھ سے بیان کیا کہ (محمد) ابن ابی عدی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے سلیمان سے، سلیمان نے ابوالضحیٰ سے، ابوالضحیٰ نے مسروق سے، انہوں نے حضرت خبابؓ (بن ارتؓ) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں زمانہ جاہلیت میں لوہارے کا کام کرتا تھا اور عاص بن وائل کے ذمہ میرا قرض تھا۔ میں اُس کے پاس قرض کا تقاضا کرنے کے لئے گیا۔ اُس نے کہا: میں اُس وقت تک تمہیں نہیں دوں گا جب تک کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اِنکار نہ کرے۔ میں نے کہا: اللہ تجھے مار کر زندہ کر دے تو بھی میں اِنکار نہیں کروں گا۔ اُس نے

☆ (ابن ماجه، كتاب التجارات، باب الصناعات)(مسند احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة، جزء۲ صفحہ۲۹۲)

فَنَزَلَتْ: اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۝ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝

(المريم: ۷۸-۷۹)

کہا: اچھا۔ اُس وقت تک مجھے رہنے دو کہ میں مرجاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں۔ تب جو مال اور اَولاد مجھے (وہاں) ملے گی۔ میں (اس سے) تیرا قرض اَدا کردوں گا۔ اِس پر (یہ آیت) نازل ہوئی: کیا تو نے اُس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا اِنکار کیا اور کہا: مجھے ضرور مال اور اَولاد دِی جائے گی۔ کیا اُس نے غیب کو جھانک کر دیکھ لیا ہے یا رحمان خدا سے کوئی اِقرار لے لیا ہے۔

اطرافه: ۲۲۷۵، ۲۴۲۵، ۴۷۳۲، ۴۷۳۳، ۴۷۳۴، ۴۷۳۵۔

تشریح: **ذِكْرُ الْقَيْنِ وَالْحَدَّادِ:** چار باب (نمبر ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲) قائم کر کے مزید پیشوں کا ذکر کیا ہے۔ کاریگر، لوہار، درزی، بافندہ اور بڑھئی۔ لفظ **قَيْن** لوہار، زرگر اور دوسرے کاریگروں پر اطلاق پاتا ہے، جو کسی دھات کو ڈھال کر سامان وغیرہ بنائے۔ قَانَ، يَقِيْنُ، قَيْنًا کے معنے ہیں: اُس نے ڈھالا۔ (**اقرب الموارد–قين**) یہ پیشے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھے۔ مسلم و غیر مسلم اِن پیشوں کو اِختیار کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے اور اَب تک مغربی ممالک میں پیشہ وری قابل عزت سمجھی جاتی ہے۔ ایک شخص وزارت کے منصب پر فائز ہونے پر بھی اپنے نام کے ساتھ اپنے آبائی پیشے کا ذکر کرتا ہے۔ مثلاً حدّاد (لوہار)، بقّال (سبزی فروش)، حبّال (رسی بنانے والا اور بیچنے والا)، زیّات (تیل بیچنے والا)، حلّاج (دُھنیا) اور حذاء (جوتا بنانے والا) وغیرہ۔ پیشہ وروں میں اولیاء اللہ بھی گزرے ہیں اور ان کے ناموں کے ساتھ ان کے پیشوں کا بھی ذکر ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں پیشہ وری بنظر حقارت دیکھی جاتی ہے جس کا اصل ہندو تمدن ہے جو ذات پات میں فرق کرتا ہے۔ ہندوؤں میں پیشہ ور کا نام ہی کمین اور شودر ہے۔ قرآنِ مجید میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشادات میں ہاتھ کی کمائی کو افضل ذریعہ معاش قرار دیا گیا ہے۔ (دیکھئے باب ۱۵، روایت نمبر ۲۰۷۲)

فَنَزَلَتْ: روایت نمبر ۲۰۹۱ میں عاص بن وائل سے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے مطالبہ قرض کا ذکر ہے اور اس ضمن میں بیان کیا گیا ہے کہ آیت **أَفَرَأَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِآيٰتِنَا وَقَالَ لَأُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا......** (مریم: ۷۸) {یعنی کیا تو نے اُس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا اِنکار کیا اور کہا: مجھے ضرور مال اور اَولاد دِی جائے گی۔} اس گفتگو کے تعلق میں نازل ہوئی جو عاص بن وائل نے کی۔ اس نزول سے تطبیق مراد ہے۔

بَاب ۳۰ : اَلْخَيَّاطُ[1]

درزی (کے بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے)

۲۰۹۲ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ. قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ذَلِكَ الطَّعَامِ فَقَرَّبَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا وَمَرَقًا فِيْهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيْدٌ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَيِ الْقَصْعَةِ قَالَ: فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَّوْمِئِذٍ.	۲۰۹۲: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ ایک خیاط نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی جو اُس نے تیار کیا تھا۔ حضرت انس بن مالکؓ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں بھی اس دعوت میں چلا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اُس نے روٹی اور شوربا پیش کیا جس میں کدو کے قتلے اور گوشت کی بوٹیاں تھیں۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ پیالے کے اِردگرد سے جہاں کدو ہوتا لیتے۔ (حضرت انسؓ) کہتے تھے: میں اُس دن سے ہی کدو پسند کرتا ہوں۔

اطرافہُ: ۵۳۷۹، ۵۴۲۰، ۵۴۳۳، ۵۴۳۵، ۵۴۳۶، ۵۴۳۷، ۵۴۳۹۔

بَاب ۳۱ : اَلنَّسَّاجُ[1]

بافندے[2] (کے ذکر میں جو بیان آیا ہے)

۲۰۹۳ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ	۲۰۹۳: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ یعقوب بن عبدالرحمٰن نے ابوحازم سے روایت کرتے ہوئے

---

[1] عمدۃ القاری کے مطابق عنوان باب ذِكْرُ الْخَيَّاطِ اور باب ذِكْرُ النَّسَّاجِ ہے (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۱۰، ۲۱۱)

[2] بافندہ سے مراد کپڑا بننے والا ہے۔ (اردو لغت- بافندہ)

أَبِي حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ بِبُرْدَةٍ قَالَ: أَتَدْرُوْنَ مَا الْبُرْدَةُ فَقِيْلَ لَهُ: نَعَمْ هِيَ الشَّمْلَةُ مَنْسُوْجَةٌ فِي حَاشِيَتِهَا. قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي نَسَجْتُ هَذِهِ بِيَدِي أَكْسُوْكَهَا فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجٌ إِلَيْهَا فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اكْسُنِيْهَا. فَقَالَ: نَعَمْ. فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاهَا ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ: مَا أَحْسَنْتَ سَأَلْتَهَا إِيَّاهُ لَقَدْ عَرَفْتَ☆ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَائِلًا فَقَالَ الرَّجُلُ: وَاللّٰهِ مَا سَأَلْتُهَا إِلَّا لِتَكُوْنَ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوْتُ. قَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ.

اطرافه: ۱۲۷۷، ۵۸۱۰، ۶۰۳۶۔

ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے میں نے سنا۔ انہوں نے کہا: ایک عورت بردہ لے کر آئی، کہا: آپ جانتے ہیں کہ یہ بردہ کیا ہے؟ تو اُن سے کہا گیا: ہاں۔ وہ حاشیہ دار چادر ہوتی ہے۔ اُس عورت نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے یہ اپنے ہاتھ سے بُنی ہے کہ میں آپؐ کو پہناؤں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ لے لی۔ آپؐ کو اُس کی ضرورت تھی۔ پھر آپؐ ہمارے پاس باہر آئے اور وہی (چادر) آپؐ کی تہ بند تھی۔ لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! یہ (چادر) مجھے پہننے کے لئے دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر مجلس میں بیٹھے رہے۔ پھر اندر جا کر اُسے تہ کیا اور اُس شخص کے پاس بھیج دی۔ لوگوں نے اُس سے کہا: تو نے اچھا نہیں کیا کہ آپؐ سے یہ مانگ لی۔ تجھے علم☆ ہی ہے کہ آپؐ سائل کو ردّ نہیں کرتے تو اُس شخص نے کہا: بخدا میں نے یہ اِسی لئے مانگی کہ وہ میرے لئے کفن ہو، جب میں مر جاؤں۔ حضرت سہلؓ نے کہا: تو وہی (چادر) اُس کا کفن ہوئی۔

تشریح: **اَلنَّسَّاجُ:** حاشیہ دار چادر مانگنے والے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ تھے۔ (فتح الباری شرح کتاب الجنائز باب ۲۸ روایت نمبر ۱۲۷۷) یہ مشہور صحابی ہیں؛ جنہیں حضرت سعد بن ربیعؓ نے اپنا نصف مال پیش کیا تھا۔ مگر انہوں نے باوجود تہیدستی کے نہیں لیا اور منڈی میں جا کر کام کاج کرتے رہے اور بہت جلدی انہوں نے اپنے لئے معاش کی صورت پیدا کر لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چادر مانگنا اور آپؐ کا انہیں دینا محبت اور بے تکلفی کے رنگ میں تھا۔ اس روایت کی مزید تشریح کے لئے کتاب الجنائز باب ۲۸ روایت نمبر ۱۲۷۷ کی تشریح بھی دیکھئے۔

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ عَلِمْتَ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۱۱)

بَاب ۳۲ : اَلنَّجَّارُ

بڑھئی (کے متعلق جو بیان آیا ہے)

۲۰۹۴ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: أَتَى رِجَالٌ إِلَى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ يَسْأَلُوْنَهُ عَنِ الْمِنْبَرِ فَقَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى فُلَانَةٍ امْرَأَةٍ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ أَنْ مُرِي غُلَامَكِ النَّجَّارَ يَعْمَلُ لِي أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ فَأَمَرَتْهُ يَعْمَلُهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ ثُمَّ جَاءَ بِهَا فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا فَأَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ فَجَلَسَ عَلَيْهِ.

اطرافہ: ۳۷۷، ٤٤٨، ۹۱۷، ۲٥٦۹۔

۲۰۹۴: قُتَیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالعزیز نے ابوحازم سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: حضرت سہل بن سعدؓ کے پاس کئی آدمی آئے۔ (رسول اللہ ﷺ کے) منبر کے متعلق پوچھتے تھے تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں عورت کو کہلا بھیجا۔ حضرت سہلؓ نے اس عورت کا نام لیا تھا کہ اپنے غلام سے کہو جو بڑھئی ہے، کچھ لکڑیوں کا (منبر) بنادے۔ جس پر میں بیٹھ کر لوگوں سے خطاب کیا کروں۔ تو اُس عورت نے اپنے غلام کو کہا کہ وہ غابہ (جنگل) کے جھاؤ سے منبر تیار کردے۔ چنانچہ وہ اُسے بنا کر لے آیا اور اُس عورت نے رسول اللہ ﷺ کو بھیج دیا اور آپؐ کے اِرشاد کے مطابق اُسے مسجد میں رکھا گیا اور آپؐ اُس پر بیٹھے۔

۲۰۹٥ : حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ امْرَأَةً مِّنَ الْأَنْصَارِ قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ فَإِنَّ لِي غُلَامًا نَّجَّارًا قَالَ: إِنْ شِئْتِ.

۲۰۹۵: خلاد بن یحییٰ نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد بن ایمن نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انصار کی ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں آپؐ کے لئے ایسی چیز نہ بنوا دوں جس پر آپؐ بیٹھا کریں کیونکہ میرا ایک غلام بڑھئی ہے۔

فَعَمِلَتْ لَهُ الْمِنْبَرَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ الَّذِي صُنِعَ فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتَّى كَادَتْ أَنْ تَنْشَقَّ فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَخَذَهَا فَضَمَّهَا إِلَيْهِ فَجَعَلَتْ تَئِنُّ أَنِينَ الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكَّتُ حَتَّى اسْتَقَرَّتْ. قَالَ: بَكَتْ عَلَى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ.

اطرافہُ: ۴۴۹، ۹۱۸، ۳۵۸۴، ۳۵۸۵۔

آپؐ نے فرمایا: اگر تم چاہو (تو بے شک بنوالو۔) (حضرت جابرؓ نے کہا:) پھر اُس نے آپؐ کے لئے منبر تیار کروایا۔ جب جمعہ کا دن ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُس منبر پر جو بنوایا گیا تھا بیٹھے تو وہ کھجور جس کے قریب آپؐ پہلے (لوگوں کو) خطبہ دیا کرتے تھے، چلائی، یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ پھٹ جائے۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُتر کر اُس پر ہاتھ رکھا۔ پھر اپنے سینے سے لگایا، تو وہ اُس معصوم بچے کی طرح رونے لگی جسے چپ کرایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اُسے قرار آیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ اُس ذکر کی وجہ سے روئی جو وہ سنتی تھی۔

تشریح: **فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا:** یہ روایات کتاب الصلاۃ میں بھی گذر چکی ہیں۔ (دیکھئے کتاب الصلاۃ باب ۱۸،۶۴) مگر قدرے اختلاف کے ساتھ۔ لفظی اختلاف کے باوجود صحت سند کے اِعتبار سے یہ روایت صحیح ہے اور درایت کے اعتبار سے اِس کا جو حل مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے، وہی درست اور حقیقت نما ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:-

فلسفی گو منکرِ حنّانہ است　　　از حواس انبیاء بیگانہ است

فلسفی جو دل گداز (تنہ کھجور) کا اِنکاری ہے۔ انبیاء کے حواس سے بیگانہ ہے۔ لفظ حنّان عربی میں گداخت قلب و رقّتِ جذبات پر اطلاق پاتا ہے۔ اِسی سے حنّانہ اسم وصفی مشتق ہے۔ جس سے مراد وہ تنہ کھجور ہے جس کے ساتھ سہارا لے کر آنحضرت ﷺ رقّت آمیز وعظ و نصیحت سے خطبہ جمعہ میں صحابہ کرامؓ کو مخاطب فرمایا کرتے تھے۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے ایک دن درس صحیح بخاری کے اثناء میں یہ روایت پڑھاتے وقت مجھ سے فرمایا: ''نورالدین سے بھی ایک دفعہ ایک درخت ہم کلام ہوا تھا۔'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی مکالمہ جمادات کا ذکر کیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

''چند روز ہوئے ہم نے دیکھا کہ اُس روڑی پر جو گلی کے سرے پر ہے، ایک کوٹھا (کمرہ) ہے۔ اُس کوٹھے نے دعا کی اور جس کوٹھے میں ہم رہتے ہیں، اس کوٹھے نے آمین کہی۔ دعا برکات وغیرہ کے لئے تھی۔''

(الحکم جلد ۸ نمبر ۲- مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۴ء صفحہ ۲) (تذکرہ- بتاریخ جنوری ۱۹۰۴ء- صفحہ ۴۱۹)

اسلامی نظریہ حیات کتاب الاذان باب ۵ میں اِختصار سے گزر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں حکایتاً فرماتا ہے:
وَ قَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ٥ (حٰمٓ السّجدة: ۲۲) یعنی اَعداء اللہ کے کانوں اور آنکھوں اور اُن کے چمڑوں نے اُن کے خلاف شہادت دی تو اُن جہنمیوں نے ان سے پوچھا کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں شہادت دی؟ تو انہوں نے کہا: اُسی اللہ نے ہمیں گویا کیا ہے جس نے ہر شے کو گویائی بخشی۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ ہر شے کو نطق کی قابلیت دی گئی ہے جس کے طفیل وہ اپنے مکنونات کے اظہار پر قادر ہے۔ ہر ذرۂ کائنات خواص کا ایک وسیع خزانہ ہے اور اسے مناسب حال قوتِ گویائی دی گئی ہے۔ جس کے ذریعے سے انسان پوشیدہ خواص الاشیاء کو ظاہر کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ اگر نطق واستنطاق کی خداداد قابلیت نہ ہوتی تو علم کیمیاء وطبعیات وعلم عقاقیر (جڑی بوٹی) کی ضخیم کتب قرابادین (Materia Medica) کا وجود بھی نہ ہوتا اور یہ عالم، عالم (منبع علوم) نہ ہوتا بلکہ گم صم ہیولیٰ بے نطق وگنگ ہوتا جو اپنے خالق کی طرف راہنمائی کرنے سے عاجز رہتا۔ لیکن خالق قدیر نے کائناتِ عالم کو مناسب حال قوتِ نطق عطا کر کے انسان کو استنطاق کی قابلیت عطا کی ہے۔ حضرت مولانا رومؒ نے اسی حقیقت کو ایک شعر میں پیش کر کے مذکورہ بالا واقعہ حنانہ کی صحیح ترجمانی کی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بے شمار اولیاء اللہ پائے گئے ہیں جنہیں انبیاء علیہم السلام کے سے حواس دیئے گئے اور جنہیں مشاہداتِ روحانی سے وافر حصہ ملا اور وہ اپنے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر گواہ ٹھہرے ہیں اور اُن کی تصدیق امت محمدیہ کے لاکھوں افراد ہر صدی میں کرتے رہے ہیں۔ کسی واقعہ کی حقانیت پر اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہوسکتی ہے؟

اس تعلق میں دو باتیں مدنظر رکھنا ضروری ہیں: (اوّل) معانی کا ایسے طور سے متمثّل ہونا کہ وہ احساسات کا جزو بن جاتی ہیں اور اُن پر پورے طور پر ظاہر و باطن میں مسلط اور مستولی ہوتی ہیں۔ (دوم) معانی متمثلہ ومخصوصہ کا ظہور واقعات میں بھی نمایاں طور پر ہوتا ہے۔

ہمارے زمانہ کی تازہ مثالوں میں سے ایک مشاہدہ کوٹھے کی دعا کا ذکر کیا جاچکا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس مشاہدہ کا ذکر دوبار ملتا ہے۔ پہلی بار ۱۹۰۲ء میں۔ (دیکھئے تذکرہ - بتاریخ ۱۹۰۲ء صفحہ ۳۵۹) دوسری بار ۱۹۰۴ء میں۔ (تذکرہ - بتاریخ جنوری ۱۹۰۴ء - صفحہ ۴۱۹) مکان تنگ تھا۔ توسیع کی ضرورت تھی اور اس بارے میں ۱۸۸۲ء میں آپؑ کو وحی ہوچکی تھی: وَلَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَسْئَمْ مِّنَ النَّاسِ. وَوَسِّعْ مَكَانَكَ. یعنی ملاقات کرنے والوں کا بہت ہجوم ہوجائے گا، اس سے اُکتانا نہیں اور اپنے مکان کو وسیع کر۔ (سراج منیر صفحہ ۷۱، روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۷۳) آپؑ کو توسیع مکان کی ضرورت وفکر تھی۔ آپؑ نے دیکھا کہ زمین کے مشرقی حصہ نے عمارت کے بننے کے لئے دعا کی اور مغربی حصے کی زمین اُفتادہ نے آمین کہی ہے۔ (حقیقۃ الوحی - روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۹۳)

یہ اُفتادہ زمین ایک مخالف خاندان کی تھی اور جب کوٹھے میں رہنے والا خاندان طاعون سے ہلاک ہونے لگا تو میں

اپنے والدین اور بہن بھائیوں کے ساتھ مشرقی حصہ مکان کے اس چوبارے میں تھا جو بعد کو حضرت امّ ناصر احمد رضی اللہ عنہا کے مکان سے مشہور ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں اپنے مکان کے اس حصہ میں یہ فرماتے ہوئے جگہ دی کہ اس مکان سے متعلق خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے: اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ مَیں ہر اس فرد کی حفاظت کروں گا جو اس گھر کی چار دیواری میں ہے۔ ہمارے چوبارے کی کھڑکی اس غربی کوٹھے کی دالان پر کھلتی تھی۔ اس میں رہنے والا خاندان طاعون سے ہلاک ہونا شروع ہوا اور ہم صبح و شام رونے والوں کا رونا اور بین کرنے والیوں کے بین سننے لگے۔ آخر وہ خاندان اس مکان کو چھوڑنے اور بیچنے پر مجبور ہوا اور پھر وہ جگہ بطور حق شُفع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قبضہ میں آئی اور وہاں ایک پختہ مکان تعمیر ہوا۔ جہاں ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روح پرور تقریریں سنیں اور حضرت خلیفہ اوّلؓ کے درس قرآنِ مجید اور حدیث شریف میں شریک ہوئے اور وہ گھر برکت دیا گیا اور اس میں اور بھی توسیع ہوئی اور آخر صاحبزادہ حضرت میاں بشیر احمدؓ کی وہی جگہ رہائش گاہ ہوئی اور بعد میں مزید توسیع ہونے لگی۔ غرض دعا کرنے والے کوٹھے اور آمین کہنے والے کوٹھے سے متعلق مشاہدہ واقعات کی صورت میں ہم نے اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھا۔

اسی قسم کے مشاہدات سے ''خاکسار پیپرمنٹ'' والا مشاہدہ بھی ہے۔ آپؑ کی طبیعت ناساز تھی۔ کشفی حالت میں ایک شیشی دکھائی گئی جس پر لکھا ہوا تھا ''خاکسار پیپرمنٹ''۔ (تذکرہ - ۲۰ فروری ۱۹۰۵ء صفحہ ۴۴۳) چنانچہ یہ دوائی استعمال کی گئی اور آپؑ کی طبیعت بحال ہوئی۔ میں ان دِنوں قادیان میں پڑھتا تھا اور واقعہ کے بیسیوں گواہوں میں سے ایک میں بھی ہوں۔ اسی قبیل کے مکاشفات میں سے آپؑ کا وہ مکاشفہ بھی ہے جس میں زمین آپؑ کے سامنے متمثل ہو کر آپؑ سے بزبانِ عربی یوں مخاطب ہوئی: یَا وَلِیَّ اللّٰهِ کُنْتُ لَا اَعْرِفُکَ (سراج منیر - روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۸۰) یعنی اے خدا کے ولی! میں اس سے پہلے تجھے نہیں پہچانتی تھی۔ ان الفاظ سے پایا جاتا ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ زمین آپؑ کو قبول کرے گی۔ جوں جوں زمانہ گزر رہا ہے اِس مکاشفہ کی صداقت اطرافِ عالم میں ظاہر ہوتی چلی جارہی ہے۔ زمین کا یہ کلام ایک عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل ہے۔ جس کی نسبت کلماتِ وحی کی واضح بشارتیں بکثرت ہیں جو تذکرہ وغیرہ کتب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

اِن واقعات سے روایت نمبر ۲۰۹۵ کے تعلق میں جِذْعُ النَّخْلَةِ کے زار و نزار رونے کی حقیقت کا تازہ نمونہ بیان کرنا مقصود ہے اور بعید نہیں کہ جو مشاہدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو ہوا، اُس سے یہ مراد ہو کہ نخلستانِ عرب محبت الٰہیہ میں سرشار و زار و نزار ہوگا جیسا کہ سارے جہان نے دیکھا کہ ارضِ حجاز کی بے آب و گیاہ بنجر زمین میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انفاسِ قدسیہ کی برکت سے حیرت انگیز انقلاب رُونما ہوا جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ اگر روحانی مشاہدات کے متعلق سابقہ واقعات کا ذکر کرنے لگوں تو یہ تشریح طول پکڑ جائے گی۔ تذکرۃ اولیاء میں یہ واقعات پڑھے سنے جاسکتے ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے، جس میں مٹی کے کورے برتن نے اُن سے گفتگو کی اور جس خواہش کا اُس نے اظہار کیا وہ اسی وقت پوری ہوئی۔ بیگانۂ رازِ حقیقت مانیں یا نہ مانیں لیکن یہ امر سو فیصدی درست ہے۔ لَا تُحَاطُ اَسْرَارُ الْاَوْلِیَآءِ۔ بے شک اولیاء اللہ کے اسرار کا احاطہ نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہ

بات سمجھنی مشکل نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کُنْ سے سارا عالم وجود پذیر ہوا ہے۔ اِنَّمَا اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ٥ (یٰس: ۸۳) یعنی اس کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی شئے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ جس قادر خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ خبر دی کہ آپؑ کے پاس قادیان میں کثرت سے لوگ آئیں گے اور یہ کہ آپؑ کو مکان وسیع کرنا چاہیے اور جس نے اس گمنام بستی میں ہجومِ خلق سے اَرضِ حرم کا نمونہ دِکھا دیا۔ اُس خدا نے زمین کو متمثل کر کے اسے گویائی دی اور اس سے کلام کرایا۔ پھر اُسی قادر خدا نے جِذْعُ النَّخْلَة کی گریہ وزاری کا نظارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کو دکھایا اور قدرتِ تخلیق کا یہ نمونہ كُنْ فَيَكُوْن کا ظہور تھا۔

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مدینہ طیبہ میں جب انہوں نے حضرت شاہ عبدالغنی صاحب سے بیعت کا اِرادہ کیا تو انہوں نے اُن سے پوچھا کہ بیعت کا کیا فائدہ ہے؟ تو انہوں نے بے ساختہ فرمایا: سمعی کشفی گردد۔ شنیدہ بات مشاہدہ میں آجاتی ہے۔ (حیاتِ نور مصنفہ عبدالقادر سابق سوداگر مل، باب اوّل صفحہ ۵۵) مذکورہ بالا واقعہ سے صحابہ کرامؓ کو عجائباتِ خلق کا مشاہدہ کرایا گیا۔

اس زمانہ دہریت میں کوئی یقین کرے نہ کرے، ہمیں مذکورہ بالا اسرار کی حقانیت میں ذرا بھر شبہ نہیں بلکہ اِن کی صداقت پر کامل یقین ہے۔ عرصہ ہوا کہ کشمیر کی آزادی سے متعلق جو تحریک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اُٹھائی تھی۔ اسی اثناء میں مَیں کشمیر کے دور دراز کے علاقوں میں سفروں میں تھا کہ کھانسی سے بیمار ہوا اور راولپنڈی سے قادیان پہنچا۔ معلوم ہوا کہ ذات الجنب (pleurisy) کا عارضہ ہے۔ میرے دوست مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ میرے معالج تھے اور میرے بھائی ڈاکٹر میجر سید حبیب اللہ شاہ صاحب رضی اللہ عنہ ملتان میں تھے۔ انہیں مجھ سے بہت محبت تھی۔ میری بیماری کا سن کر معہ بیوی قادیان آئے اور آنے سے پہلے شیخ فضل الرحمٰن صاحب ملتانی مرحوم کے ذریعہ سے ایک گائے بطور صدقہ کرائی۔ انہیں صدقہ پر بڑا یقین تھا۔ انہوں نے حالت دیکھ کر (Lumber puncture) کا علاج تجویز کیا۔ اس ذریعہ سے پھیپھڑے کے پردے سے پانی نکالا جا رہا تھا تو پچکاری کی سوئی جلد میں ٹوٹ گئی۔ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ نئی سوئی شفا خانہ نور سے دوڑ کر لے آئے۔ میں اُن دِنوں اپنے مکان دارالانوار میں تھا۔ جمعہ کا دن تھا، سوئی نکالی گئی اور کچھ پانی بھی نکالا لیکن میری حالت دگرگوں ہو گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو آپؓ معہ خاندان تشریف لائے۔ حضرت امّ المومنین رضی اللہ عنہا، سیدہ امّ ناصر احمد صاحبہؓ اور سیدہ امّ طاہر احمد صاحبہ رضی اللہ عنہما دیکھ کر سخت رنج میں ڈوب گئیں۔ بھائی نے آبدیدہ ہو کر دیوار سے سہارا لیا۔ نبض کی حالت دیکھ کر مایوسی طاری تھی۔ اسی اثناء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ایک دوسرے کمرے میں دعا کے لئے الگ ہو گئے۔ اُدھر وہ دعا میں تھے اِدھر میں اپنے عزیز واقرباء کو بے بسی میں دیکھ رہا تھا۔ میں نے اچانک دیکھا کہ فضائے بالا سے فرشتوں کا اُتار چڑھاؤ ہے۔ اُن میں سے کسی نے میرے دل کو تھاما اور کسی نے پھیپھڑوں کو اور ایک نے شیشے کا گلاس میرے سامنے پیش کیا۔ اس میں آب زلال تھا اور جلی حروف میں گلاس پر

سَلامٌ لکھا تھا۔ میں نے وہ پیا۔ یہ سب عین بیداری میں واقعہ ہوا۔ جبکہ میں دوسروں کو دیکھ رہا تھا۔ حضرت خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو بحالت دعا مکاشفہ ہوا اور آپؓ کو تسلی دی گئی کہ فکر نہ کریں، شاہ صاحب سلامت ہیں۔ آپؓ نے حضرت امّ طاہر احمد صاحبہؓ سے اِس کا ذکر کیا۔ اِتنے میں ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ نے نبض دیکھی تو وہ بحالت صحیحہ چل رہی تھی اور میں رُو بصحت تھا۔ دو مختلف جگہوں میں دو مشاہدوں کا ایک ہی وقت میں مظاہرہ ہوا جو کُنْ فَیَکُوْن کی تخلیق کا نمونہ تھا؛ جو اس زمانۂ دہریت وکفر میں دِکھایا گیا۔ الحمد للہ ہمارے ہادی اور راہنما آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ باتوں اور قرآنِ مجید کی تائید وتصدیق میں ہردم تازہ سے تازہ شہادتیں قائم کی گئیں جن سے ہمارے ایمان زندہ ہیں اور جو باتیں دوسروں کو اوپری اور بالکل ناممکن معلوم ہوتی ہیں؛ ہمارے دل ان سے تسکین پاتے ہیں۔

بَاب ۳۳: شِرَاءُ الْإِمَامِ الْحَوَائِجَ بِنَفْسِهِ

امام کا اپنی ضرورتیں خود خریدنا

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اشْتَرَى النَّبِيُّ ﷺ جَمَلًا مِنْ عُمَرَ. وَاشْتَرَى ابْنُ عُمَرَ بِنَفْسِهِ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا جَاءَ مُشْرِكٌ بِغَنَمٍ فَاشْتَرَى النَّبِيُّ ﷺ مِنْهُ شَاةً وَاشْتَرَى مِنْ جَابِرٍ بَعِيْرًا.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے ایک اُونٹ خریدا اور حضرت ابن عمرؓ نے بھی خود خریدا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے کہا: ایک مشرک بکریاں لے کر آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے ایک بکری خریدی اور حضرت جابرؓ سے ایک اُونٹ خریدا۔

۲۰۹۶: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسَى حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتِ اشْتَرَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَهُوْدِيٍّ طَعَامًا نَسِيْئَةً وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ.

۲۰۹۶: یوسف بن عیسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ابومعاویہ نے ہمیں بتایا کہ اعمش نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابراہیم (نخعی) سے، انہوں نے اسود (بن یزید) سے، اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے اُدھار پر غلہ خریدا اور اُس کے پاس اپنی زِرہ گروی رکھی۔

اطرافهُ: ۲۰۶۸، ۲۲۰۰، ۲۲۵۱، ۲۲۵۲، ۲۳۸۶، ۲۵۰۹، ۲۵۱۳، ۲۹۱۶، ۴۴۶۷۔

تشریح: شِرَآءُ الْإِمَامِ الْحَوَآئِجَ بِنَفْسِهٖ: مذکورہ بالا باب قائم کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بازار سے اشیاء خرید کر لانا اور بیع وشراء انسان کی عزت کے خلاف نہیں، خواہ منصب امامت ہی پر کیوں نہ ہو۔ ہمارے ملک میں عزت کا غلط تصور قائم ہو چکا ہے جو درحقیقت رعونت اور تکبر ہے۔ متمدن ممالک میں بڑے چھوٹے سبھی بازار سے اپنی ضروریاتِ زندگی خود حسب پسند خریدتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کا اِس بارہ میں یہی اسوۂ حسنہ رہا ہے۔

عنوانِ باب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے جس قول کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ کتاب الھبہ باب ۲۵ روایت نمبر ۲۶۱۱ میں موصولاً منقول ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے قول کا حوالہ کتاب البیوع باب ۹۹ روایت نمبر ۲۲۱۶ میں مفصل دیکھئے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے قول کا حوالہ اگلے باب (باب ۳۴ روایت نمبر ۲۰۹۷) میں دیکھا جائے۔ اِن حوالہ جات کے پیش کرنے کا مقصد واضح ہے۔

بَاب ۳۴: شِرَاءُ الدَّوَابِّ وَالْحَمِيْرِ

چوپایہ جانوروں اور گدھوں کی خریداری کے بیان میں

وَإِذَا اشْتَرَى دَابَّةً أَوْ جَمَلًا وَهُوَ عَلَيْهِ هَلْ يَكُوْنُ ذَلِكَ قَبْضًا قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ بِعْنِيْهِ يَعْنِي جَمَلًا صَعْبًا.

اور جب کوئی جانور یا اُونٹ ایسے حال میں خریدے کہ (بیچنے والا) اُس پر سوار ہو تو کیا یہ (خریداری بیچنے والے کے) اُترنے سے پہلے باقبضہ ہوگی۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ یہ منہ زور اُونٹ میرے پاس بیچ دو۔

۲۰۹۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ فَأَبْطَأَ بِي جَمَلِي وَأَعْيَا فَأَتَى عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ جَابِرٌ

۲۰۹۷: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا۔ عبدالوہاب نے ہم کو بتایا۔ عبیداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے وہب بن کیسان سے، وہب بن کیسان نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں ایک غزوہ میں تھا تو میرے اُونٹ کی رفتار سُست ہوگئی اور وہ تھک گیا تو نبی ﷺ میرے پاس آئے اور فرمایا: جابر! میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے

فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَا شَأْنُكَ قُلْتُ أَبْطَأَ عَلَيَّ جَمَلِي وَأَعْيَا فَتَخَلَّفْتُ فَنَزَلَ يَحْجُنُهُ بِمِحْجَنِهِ ثُمَّ قَالَ ارْكَبْ فَرَكِبْتُهُ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَكُفُّهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ بَلْ ثَيِّبًا قَالَ أَفَلَا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قُلْتُ إِنَّ لِي أَخَوَاتٍ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ امْرَأَةً تَجْمَعُهُنَّ وَتَمْشُطُهُنَّ وَتَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ قَالَ أَمَّا إِنَّكَ قَادِمٌ فَإِذَا قَدِمْتَ فَالْكَيْسَ الْكَيْسَ ثُمَّ قَالَ أَتَبِيْعُ جَمَلَكَ قُلْتُ نَعَمْ فَاشْتَرَاهُ مِنِّي بِأُوْقِيَّةٍ ثُمَّ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلِي وَقَدِمْتُ بِالْغَدَاةِ فَجِئْنَا إِلَى الْمَسْجِدِ فَوَجَدْتُّهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ قَالَ أَأَلْآنَ قَدِمْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَدَعْ جَمَلَكَ فَادْخُلْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ فَدَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ فَأَمَرَ بِلَالًا أَنْ يَزِنَ لَهُ أُوْقِيَّةً فَوَزَنَ لِي بِلَالٌ فَأَرْجَحَ فِي الْمِيْزَانِ فَانْطَلَقْتُ حَتَّى وَلَّيْتُ فَقَالَ ادْعُ لِي جَابِرًا قُلْتُ الْآنَ يَرُدُّ عَلَيَّ الْجَمَلَ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ

کہا: اُونٹ چلنے میں سُست ہوگیا ہے اور تھک گیا ہے۔ اِس لئے میں پیچھے رہ گیا ہوں۔تب آپؐ سواری سے اُتر کر اس کو اپنی کھونٹی سے کھینچنے لگے۔ پھر فرمایا: سوار ہو جاؤ۔ تو میں سوار ہوا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اتنا تیز ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ سے بھی آگے بڑھنے لگا، جس پر مجھے اسے روکنا پڑا۔ پھر آنحضرتؐ نے مجھ سے دریافت فرمایا: کیا تم نے نکاح کرلیا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: کنواری یا بیوہ سے؟ میں نے کہا: (کنواری سے نہیں) بلکہ بیوہ سے۔ فرمایا: نوجوان (باکرہ) سے کیوں (شادی) نہ کی کہ تو اُس سے کھیلتا اور وہ تجھ سے کھیلتی؟ میں نے کہا: میری کچھ بہنیں ہیں اور میں نے پسند کیا کہ ایسی عورت سے شادی کروں جو اُن کی دلجوئی کرے، کنگھی کرے اور اُن کی پرورش کرے۔ فرمایا: دیکھو تم اب گھر پہنچنے والے ہی ہو۔ جب پہنچو تو عقلمندی سے اِحتیاط سے کام لینا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: کیا تم اپنا یہ اُونٹ بیچو گے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ تو آپؐ نے وہ مجھ سے ایک اوقیہ چاندی پر خرید لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ مجھ سے پہلے (مدینہ) پہنچے اور میں اگلی صبح کو پہنچا۔ ہم مسجد میں آئے تو میں نے آپؐ کو مسجد کے دروازے پر پایا۔ آپؐ نے فرمایا: اب پہنچے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: اپنا اُونٹ چھوڑ دو اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھو۔ چنانچہ میں اندر گیا اور نماز پڑھی۔ حضرت بلالؓ سے آپؐ نے فرمایا: اسے ایک اوقیہ تول کر چاندی دے دو۔ حضرت بلالؓ نے تول کر مجھے دے دی اور تول میں ترازو کو جھکایا۔ پھر میں پیٹھ موڑ کر چلا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: جابرؓ

أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْهُ قَالَ خُذْ جَمَلَكَ وَلَكَ ثَمَنُهُ.

کو میرے پاس آنے کے لئے بلاؤ۔ میں نے (دل میں) کہا: اب آپؐ (میرا) اُونٹ مجھے واپس کردیں گے اور مجھے اس (واپسی) سے بڑھ کر اور کوئی بات ناپسند نہ تھی۔ فرمایا: اپنا اُونٹ لے لو اور اس کی قیمت بھی تمہاری ہے۔

اطرافہُ: ۴۴۳، ۱۸۰۱، ۲۳۰۹، ۲۳۸۵، ۲۳۹۴، ۲۴۰۶، ۲۴۷۰، ۲۶۰۳، ۲۶۰۴، ۲۷۱۸، ۲۸۶۱، ۲۹۶۷، ۳۰۸۷، ۳۰۸۹، ۳۰۹۰، ۴۰۵۲، ۵۰۷۹، ۵۰۸۰، ۵۲۴۳، ۵۲۴۴، ۵۲۴۵، ۵۲۴۶، ۵۲۴۷، ۵۳۶۷، ۶۳۸۷۔

تشریح: **هَلْ يَكُونُ ذَلِکَ قَبْضًا قَبْلَ أَنْ يَّنْزِلَ:** باب ۱۹ میں عقد بیع کی صحت کے لئے پانچ شرطیں بیان کی جاچکی ہیں جن میں سے ایک شرط قبضہ حاصل کرنے کی ہے۔ اس تعلق میں فقہاء نے سوال اُٹھایا ہے کہ آیا الفاظ بِعْنِیْ اور بِعْتُ یعنی میرے پاس بیچو اور میں نے بیچ دیا، بوقت خرید وفروخت زبانی قول واقرار ضروری ہے یا اِس کے لئے قبضہ کی بھی شرط ہے؛ جس سے بیع تکمیل پاتی ہے۔ بعض فقہاء نے قبضہ ضروری قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک صرف زبانی قول واقرار تکمیل بیع کے لئے کافی نہیں۔

(بداية المجتهد، كتاب البيوع، في بيع الطعام قبل قبضه له، الفصل الأوّل فيما يشترط فيه القبض)

حدیث مندرجہ زیر باب کے الفاظ فَدَعْ جَمَلَکَ سے ظاہر ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اُونٹ سے بالفعل دست بردار ہوگئے تھے اور وہ اسی دست برداری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں تھا اور پھر آپؐ نے قیمت دینے کے بعد وہ اُونٹ بھی اُن کو واپس کردیا۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ نفس بیع زبانی قول واقرار سے طے پا گئی تھی۔ قیمت کی ادائیگی اور قبضہ کی صورت تکمیل عقد سے تعلق رکھتی ہے نہ صحت بیع سے۔ اس فرق کی طرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوانِ باب کے دوسرے حصہ میں اِشارہ کیا ہے اور یہاں دراصل یہی مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے صحت عقد بیع کا نمونہ پیش کیا جائے اور بتایا جائے کہ بیع وشراء میں سہولت وساحت جس کا ذکر باب ۱۶ روایت نمبر ۲۰۷۶ میں گذر چکا ہے، کیسے ہوتی ہے۔ اب اِس باب سے بیع وشراء کی مختلف صورتوں کا بیان شروع ہے۔

دَآبَّة کا لفظ کہنے کے بعد **اَوْ جَـمَلًا** کا ذکر کیوں کیا گیا ہے جبکہ دَآبَّة کا لفظ ہر جانور گدھے، اُونٹ، گائے، بیل، بھیڑ بکری پر اطلاق پاتا ہے۔ علامہ عینیؒ کے نزدیک لفظ جَمَل سے سواری والے جانوروں کی خرید وفروخت سے متعلق اِشارہ کرنا مقصود ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر اِس تخصیص کی بظاہر کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۱۴)

شارحین نے مذکورہ سوال اُٹھا کر خاموشی اختیار کی ہے۔ ابھی بتایا جاچکا ہے کہ باب ۱۹ میں اسلامی بیع وشراء کا جو وصف تمہیداً بیان ہوا ہے، اُسے اِن ابواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تجارتی بیع وشراء میں دِکھانا مدنظر ہے۔ یعنی اُونٹ کی بیع وشراء کے بارے میں زبانی بات چیت ہوئی اور قیمت ٹھہرائی گئی اور اس میں یہ اجازت دی گئی کہ مدینہ تک حضرت جابر رضی اللہ عنہ اسی اونٹ پر سواری کرسکتے ہیں اور آخر قیمت دینے کے بعد وہ اُونٹ بھی واپس کیا گیا۔ یہی سلوک

آپؐ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی فرمایا۔ (روایت نمبر ۲۱۱۶)

عرب میں مویشی خصوصاً سواری کے جانوروں کی تجارت کا عام رواج تھا، اس لئے تجارتی کاروبار کے تعلق میں پہلے انہی جانوروں کا ذکر کیا گیا ہے جو سواری کے لئے مخصوص تھے۔ عنوانِ باب کے ایک حصے میں شِرَآءُ الدَّوَابِّ وَالْحَمِيْرِ اور دوسرے حصے میں اِذَا اشْتَرٰى دَابَّةً اَوْ جَمَلًا اسی غرض سے نمایاں کئے گئے ہیں تا چوپایوں میں سے دونوں جانوروں کا ذکر نمایاں ہو جن کا تعلق سواری سے ہے اور جن کی تجارت بلادِ عربیہ میں عام تھی۔ اس تجارت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نیک نمونہ سب سے پہلے پیش کیا گیا ہے۔

بَاب ۳۵
اَلْأَسْوَاقُ الَّتِي كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَتَبَايَعَ بِهَا النَّاسُ فِي الْإِسْلَامِ

منڈیاں جو زمانہ جاہلیت میں تھیں
اِسلام کے زمانے میں بھی لوگ وہاں آپس میں خرید و فروخت کرتے رہے

۲۰۹۸: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَتْ عُكَاظٌ وَمَجَنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ تَأَثَّمُوْا مِنَ التِّجَارَةِ فِيْهَا فَأَنْزَلَ اللهُ: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ (البقرة:۱۹۹) فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَذَا.

۲۰۹۸: علی بن عبد اللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ابن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو بن دینار سے، عمرو نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ عکاظ، مجنّہ اور ذوالمجاز زمانہ جاہلیت میں منڈیاں تھیں۔ جب اسلام کا زمانہ آیا تو مسلمانوں نے ان میں تجارت کرنا گناہ سمجھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائی: تم پر کوئی گناہ نہیں کہ (حج کے اجتماع کے دِنوں میں ان منڈیوں میں تجارت کرو۔) حضرت ابن عباسؓ نے مذکورہ آیت میں فِیْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ کے الفاظ بڑھائے۔

اطرافه: ۱۷۷۰، ۲۰۵۰، ۴۵۱۹.

تشریح: اَلْاَسْوَاقُ الَّتِیْ كَانَتْ فِی الْجَاهِلِيَّةِ فَتَبَايَعَ بِهَا النَّاسُ فِی الْاِسْلَامِ: بیع نبوی کی صورت بیان کرنے کے بعد منڈیوں میں کاروبار کا ذکر چلایا گیا ہے۔ مذکورہ بالا منڈیاں عرب کی تجارت کا بہت بڑا مرکز تھیں۔ جن کا تعلق ایک طرف شام کی تجارت سے تھا جو رومی سلطنت کی تجارت سے وابستہ تھیں اور دوسری طرف یمن کی تجارت سے اور اِس کے واسطہ سے حبشہ، مصر، سوڈان اور ایران کی منڈیوں سے ان کا تعلق تھا۔

زمانہ قدیم سے بلادِ عربیہ تجارت کا اہم مرکز رہے ہیں۔ اوران منڈیوں کی تجارت کوفروغ دینے میں یہودی اورعیسائی تاجروں کا بھی بڑا ہاتھ تھا۔

اس تعلق میں عربوں کی تجارت کا تاریخی پس منظر یہاں بیان کرنا خالی اَز فائدہ نہ ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کچھ عرصہ پہلے اصحاب الفیل کا جو حملہ بیت اللہ پر ہوا تھا، وہ تاریخ عرب میں سیاسی واقتصادی اِعتبار سے بہت بڑی اہمیت رکھنے والا واقعہ ہے۔ اس حملہ نے عربوں میں خود حفاظتی اور وحدت کی روح پیدا کردی تھی۔ اس سے اصلاحاتِ نبویہؐ کی اصلی شان واضح ہوتی ہے۔ حجازی قبائل عدنانیہ اوریمنی قبائل قحطانیہ کے باہمی روابط مضبوط کردیئے۔ چنانچہ عبدالمطلب نئی صورتِ حال سے فائدہ اُٹھانے کے لئے سیف بن ذی یزن سردارِ یمن کو ابرہہ کی شکست اور یمن کی آزادی پر جو حبشیوں کے چنگل سے حاصل ہوئی، مبارک باد دینے کے لئے خود یمن گئے۔ یمن ان دِنوں تجارت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ مصر، سوڈان اور ایران وغیرہ کی تجارت گاہوں سے وابستہ ہونے کے سبب حجاز کی منڈیوں کے لئے وہ بطور ایک اہم ذریعہ طلب ورسد تھا۔ اسی طرح حجازی منڈیاں جانب شمال ان عدنانی منڈیوں سے بھی واسطہ رکھتی تھیں جو بلادِ شام وعراق میں واقع تھیں۔ شام میں آلِ غسان وغیرہ قبائل رومی حکومت کے زیر اثر تھے اورعیسائیت قبول کر چکے تھے۔ شام میں دمشق، دومۃ الجندل اور بصریٰ، تدمر وغیرہ تجارتی منڈیاں تھیں۔ عراقِ عرب میں حیرہ کا شہر تجارت کی بڑی منڈی تھا جو سلطنت ایران کے زیر اثر تھا۔ یہاں عدنانی قبائل میں بنولخم، بنوکنانہ، بنوحمیر، کندہ وبنوحارث وغیرہ کی آبادیاں تھیں اوران میں سے اکثر مذہباً یہودی تھے اور یہ قبائل ایران کے زیر اثر تھے۔ ان یہودی تاجروں کی مکہ ومدینہ کے تاجروں سے راہ ورسم تھی اور بیت اللہ کی تعظیم وتکریم کا اِحساس ان تمام قبائل میں موجود تھا۔ ایامِ حج میں حجاز کی منڈیوں میں یہ اپنا سامانِ تجارت لاتے اوران کی رونق بڑھاتے۔ غرض اس طرح مشرق ومغرب اور جنوب وشمال کے تجار عکاظ، مجنّہ وغیرہ منڈیوں میں ہر سال ایامِ حج میں جمع ہوتے اور یہ تجارتی سلسلہ مواصلات نہ صرف ایامِ حج اور اَشہرِ حرم میں قائم ہوتا بلکہ دوامی صورت رکھتا تھا۔ تاریخ عرب کا علم رکھنے والوں کو معلوم ہے کہ عرب قدیم الایام سے ہی تجارت میں بہت بڑی شہرت رکھتے تھے۔ ان کی مدد کے بغیر تجارتی قافلے ایک ملک سے دوسرے ملک میں آجا نہیں سکتے تھے۔ مبادلہ اشیاء میں ان کا مقام ویسی ہی قیمت رکھتا تھا جیسا کہ سیم وزر۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ایک سیاسی صورتِ حال عربوں کے اس اقتصادی موقف کو تقویت دینے کا باعث ہوئی جس سے ان کے اقتصادی تعلقات خارجی دنیا سے بہت بڑے پیمانے پر قائم واستوار ہو چکے تھے۔ یہ سیاسی صورتِ حال وہ شدید رقابت تھی جو رومی اور ایرانی قیاصرہ واکاسرہ کے درمیان مدت سے چلی آرہی تھی۔ وہ ایک دوسرے کے مذہباً اور سیاستہً سخت دشمن تھے۔ ان میں ہر حکومت چاہتی تھی کہ اس کا نفوذ واثر ممالک عربیہ میں قائم ہو، تا وہ اس اہم واسطہ تجارت سے خاطر خواہ فائدہ اُٹھائے۔ ایران نے اپنا مرکز نفوذ یمن وعراق میں اور روم نے اپنا مرکز نفوذ شام اور اَرضِ حجاز میں قائم کر رکھا تھا۔ موسم حج میں نہ صرف دور دراز ملکوں کے تاجر ہی بلکہ عیسائیوں اور یہودیوں کے مذہبی

نمائندے اور مبلغ حجاز وغیرہ میں مواسم حج کے موقع پر پہنچ جاتے اور اپنے اپنے مذہب وسیاست کا وعظ کرتے۔ اُن مقدس دِنوں میں ہر شخص کو پوری آزادی تھی۔ چنانچہ اِس آزادی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی قبل اَز ہجرت فائدہ اُٹھاتے رہے۔ مذکورہ بالا مذہبی، سیاسی اور تجارتی رقابتوں نے عرب دنیا کو باہر کی دنیا سے وابستہ کر رکھا تھا اور ہر ملک کے اندازِ فکر اور تمدنی بود و باش اور طریق معاشرہ وکردار وغیرہ سے یہ لوگ اثر پذیر تھے۔ پس مذکورہ بالا حجازی منڈیاں محض مقامی منڈیاں نہ تھیں اور بیت اللہ کا اثر صرف عربی قبائل ہی میں محدود نہ تھا بلکہ ہمسایہ قومیں بھی اِس کا دُور رَس اثر شدت سے محسوس کر رہی تھیں۔ مشہور انگریزی مؤرخ گبن کی رائے میں ابرہہ کا حملہ ایک سوچا سمجھا منصوبہ تھا جو رومی سلطنت کی تدبیر سے بروئے کار لایا گیا۔ جس کے ذریعے سے یہ سلطنت چاہتی تھی کہ ایرانی سلطنت کے مقابل اس کا اثر ونفوذ اور تجارتی گرفت مضبوطی سے عربوں میں قائم ہو۔ مختلف ممالک کی تجارت پر اُسے مکمل قبضہ حاصل ہو سکے۔

(History Of The Decline And Fall Of The Roman Empire, Vol.4
Chapter XLII : State Of The Barbaric World. -- Part III)

قرآنِ مجید نے بیت اللہ کی اِسی سیاسی واقتصادی اہمیت کی طرف سورۃ الفیل اور سورۃ القریش میں اِشارہ فرمایا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے تفسیر کبیر مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ جلد ۱۰ صفحہ ۲۷ تا ۳۹، ۸۰ تا ۹۰) اور قدیم الایام سے عربوں کی تجارتی دلچسپی کا ذکر اشارۃً سورۂ ہود کی آیات نمبر ۸۵ تا ۸۸ میں ہے، جہاں مدین کی تجارت پیشہ قوم کی اِصلاح کا بیان ہے جس کے لئے حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث کئے گئے۔ مدین بحرِ اَبیض کے کنارے طورِ سینا کے دامن کا علاقہ تھا، جہاں مقام ایکہ کی تجارتی بندرگاہ تھی۔ یہ وہی مقام ہے جس کا نام آج کل عقبہ ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا زمانہ منفتاح رعمیس ثانی (حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل) کا زمانہ تھا اور اُس زمانے سے بھی قبل آرامی، ادوامی، انباطی، عاشوری، عمالیق، کلدانی، موآبی اور فینیقی وغیرہ قبائل کی حکومتیں یکے بعد دیگرے عربی ممالک میں قائم ہوئیں اور یہ سب قومیں تجارت پیشہ تھیں۔ ہمارے زمانہ میں آثارِ قدیمہ کے اکتشافات نے ان کی تاریخی اہمیت کو واشگاف کر دیا ہے۔ عربوں کی یہ تجارت پیشہ قوم تھی، جس کی ذہنیت کا خمیر نہ صرف یہ کہ دور دراز زمانوں سے پختہ ہو چکا تھا بلکہ وہ زمانہ جاہلیت کے آخری دَور میں ہمسایہ قوموں کے تجارتی کاروبار سے متعلقہ عادات ورسوم کے زیر اثر تھی۔ اس قوم کی اصلاح کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور بیع وشراء میں جو مبارک اور دُور رَس اصلاح آپؐ کے ہاتھوں سے پایۂ تکمیل کو پہنچی، اُس کی اہمیت کا اندازہ **کتاب البیوع** کے ابواب اور اُن کے عناوین سے واضح ہو جائے گا؛ بشرطیکہ مذکورہ بالا تاریخی منظر ذہن میں مستحضر رہے۔ اِسے سمجھنے کے لئے موجودہ زمانے کے حالات پر بآسانی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ آج کل مشرقِ وسطیٰ کے تعلق میں برطانیہ، امریکہ اور روس کی حکومتوں نے جو سیاسی موقف اختیار کر رکھا ہے اور جس قسم کا اقتصادی اور اخلاقی دباؤ اور اثر عیسائی ممالک کا آج کل اسلامی ممالک پر ہے، بعینہٖ وہی موقف اور اثر زمانہ جاہلیت سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب بعثت تک ہمسایہ حکومتوں ایران، روم، مصر اور حبشہ وغیرہ کا عرب پر تھا اور آئندہ ابواب کو سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اُس زمانہ کے عیسائیوں، مجوسیوں اور مشرکین کے تجارتی طریق عمل

اور اُن کے اندازِ فکر کو مدنظر رکھا جائے اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ابواب میں موقع محل کی مناسبت سے جابجا ان اثرات کا ذکر آئے گا، تا اصلاحِ نبوی کی شان واضح ہو۔ عکاظ، ذوالمجاز اور مجنّہ وغیرہ منڈیاں ایامِ حج میں وہی شان رکھتی تھیں جو آج کل کی نمائش گاہیں مصر اور شام وغیرہ ملکوں میں رکھتی ہیں۔ جہاں ہر ملک کے تاجر اور صناع اپنے فنون کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ میں نے بھی دمشق کی ایک نمائش اکتوبر ۱۹۵۶ء میں دیکھی تھی۔ ہر ملک نے اپنے عجائبات سے دیکھنے والوں کو محو حیرت کر دیا تھا۔ علاوہ ازیں اُن دِنوں میں ہر حکومت کا سیاسی پروپیگنڈا زور وشور سے جاری تھا۔ یہی حال مذکورہ بالا حجازی منڈیوں کا بھی ہوا کرتا تھا۔ عالم قدیم میں منڈیاں معمولی نہ تھیں۔

بَاب ٣٦: شِرَاءُ الْإِبِلِ الْهِيْمِ أَوِ الْأَجْرَبِ

بیمار یا خارشی اُونٹ کی خریداری

اَلْهَائِمُ الْمُخَالِفُ لِلْقَصْدِ فِي كُلِّ شَيْءٍ.

(هِيْمٌ هَائِمٌ کی جمع ہے اور) لفظ اَلْهَائِمُ کے معنے ہیں جو ہر بات میانہ روی کے خلاف کرنے والا ہو۔

٢٠٩٩: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عَمْرٌو كَانَ هَاهُنَا رَجُلٌ اسْمُهُ نَوَّاسٌ وَكَانَتْ عِنْدَهُ إِبِلٌ هِيْمٌ فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَاشْتَرَى تِلْكَ الْإِبِلَ مِنْ شَرِيْكٍ لَّهُ فَجَاءَ إِلَيْهِ شَرِيْكُهُ فَقَالَ بِعْنَا تِلْكَ الْإِبِلَ فَقَالَ مِمَّنْ بِعْتَهَا فَقَالَ مِنْ شَيْخٍ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ وَيْحَكَ ذَاكَ وَاللهِ ابْنُ عُمَرَ فَجَاءَهُ فَقَالَ إِنَّ شَرِيْكِي بَاعَكَ إِبِلًا هِيْمًا وَلَمْ يَعْرِفْكَ قَالَ فَاسْتَقْهَا قَالَ فَلَمَّا ذَهَبَ يَسْتَاقُهَا فَقَالَ دَعْهَا رَضِيْنَا بِقَضَاءِ

۲۰۹۹: علی بن عبداللہ (ابن مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ عمرو (بن دینار) کہتے تھے: یہاں ایک شخص ہوا کرتا تھا جس کا نام نواس تھا۔ اُس کے پاس بیمار اُونٹ تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما گئے اور اُس کے ایک حصہ دار سے وہ اُونٹ خرید لئے تو (نواس) کا شریک اس کے پاس آیا اور کہا: وہ اُونٹ ہم نے بیچ دیئے ہیں۔ اُس نے کہا: کس کے پاس اُن کو بیچا ہے؟ کہا کہ ایک بوڑھے کے پاس جو ایسی ایسی شکل کا ہے تو اس نے کہا: کم بخت وہ تو بخدا حضرت ابن عمرؓ ہیں۔ چنانچہ وہ ان کے پاس آیا اور اُس نے کہا: میرے شریک نے آپؓ کے پاس بیمار اُونٹ بیچے ہیں اور وہ آپؓ کو نہیں جانتا تھا تو انہوں نے کہا کہ پھر انہیں لے جاؤ۔ (عمرو بن دینار) کہتے تھے: جب وہ اُن کو لے جانے لگا تو

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاعَدْوٰى سَمِعَ سُفْيَانُ عَمْرًا.

(حضرت ابن عمرؓ نے) کہا: انہیں رہنے دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر ہم راضی ہیں اور کوئی شکایت (دارالقضاء میں) نہ کی جائے گی۔ (علی بن مدینی نے کہا:) سفیان نے عمرو (بن دینار) سے اسی طرح سنا۔

اطرافہ: ۲۸۵۸، ۵۰۹۳، ۵۰۹٤، ۵۷۵۳، ۵۷۷۲۔

تشریح: **شِرَآءُ الْإِبِلِ الْهِيْمِ**: اس باب میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے بیع وشراء کا ذکر ہے کہ وہ بھی سہولت وسماحت پر مبنی تھی۔ معاملات میں کوئی اینچ پینچ نہیں تھا۔ لفظ **اَلْهِيْمُ**، اَلْهَـآئِمُ کی جمع ہے جو هُیَـام سے مشتق ہے۔ جیسے غَـائِطٌ کی جمع غَيْطٌ ہے۔ هُیام شدت کی بیماری ہے جو کھاری پانی پینے سے اُونٹ کو ہو جاتی ہے۔ جس سے وہ سخت بے قرار ہو کر اِدھر اُدھر سرگردان پھرتا ہے۔ ایسے اُونٹ کو هَائِمٌ کہتے ہیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۰۶)

لَاعَدْوٰى: یعنی لَا عُدْوَانَ یعنی کسی پر تعدی اور ظلم نہ ہو۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے جسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دہرایا ہے۔ (دیکھئے کتاب الطب روایت نمبر ۵۷۷۵) ان کی مراد یہ تھی کہ یہ اُونٹ مجھے اسی حالت بیماری میں منظور ہیں اور اُونٹوں کا مالک جس نے ان کا نقص بتایا، بری الذمہ ہے۔ اِس جملے کے یہ معنی ہیں کہ دارالقضاء میں شکایت نہیں کی جائے گی۔ کہتے ہیں: اَعْدَى عَلَيْهِ عِنْدَ الْقَاضِي. ظلم کے ازالے کی غرض سے قاضی کے پاس شکایت کی۔ مذکورہ بالا واقعہ سے ظاہر ہے۔ ناقص بیع کا اگر اظہار نہ کیا گیا تو مشتری کو اس کے واپس کرنے کا حق ہے اور اگر وہ باوجود علم دیئے جانے کے لے لیتا ہے تو بائع بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ ناقص مال بیچنا اِس صورت میں جائز سمجھتے تھے کہ اس کے نقص کا اِظہار کیا جائے، ورنہ ناقص بیع باطل ہوگی۔

بَاب ۳۷: بَيْعُ السِّلَاحِ فِي الْفِتْنَةِ وَغَيْرِهَا

فساد وغیرہ کے دِنوں میں اسلحہ (ہتھیار) بیچنا

وَكَرِهَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ بَيْعَهُ فِي الْفِتْنَةِ.

اور حضرت عمران بن حصینؓ نے فساد کے زمانہ میں ہتھیار بیچنا پسند نہیں کیا۔

۲۱۰۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيْرِ بْنِ أَفْلَحَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ

۲۱۰۰: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے یحيٰ بن سعید سے، یحيٰ نے عمر بن کثیر بن افلح سے، انہوں نے ابومحمد سے جو حضرت ابوقتادہؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ابومحمد نے

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَيْنٍ {☆فَأَعْطَاهُ يَعْنِي دِرْعًا} فَبِعْتُ الدِّرْعَ فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِي بَنِي سَلِمَةَ فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: غزوہ حنین کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نکلے۔ {☆تو آپؐ نے انہیں ایک زِرہ دی۔} میں نے وہ زِرہ بیچ دی اور اُسے بیچ کر بنی سلمہ کے محلّے میں ایک باغ خریدا اور وہ پہلی جائیداد ہے جو میں نے اسلام میں اپنے لئے بطور سرمایہ حاصل کی۔

اطرافہ: ۳۱۴۲، ۴۳۲۱، ۴۳۲۲، ۷۱۷۰۔

تشریح: **بَيْعُ السِّلَاحِ فِي الْفِتْنَةِ وَغَيْرِهَا:** بعض اوقات قابلِ فروخت شئے فی ذاتہ تو ناقص نہیں ہوتی مگر بتقاضائے حالات اُس کی فروخت ناجائز ہوتی ہے۔ عنوانِ باب میں حضرت عمران بن حصینؓ کا حوالہ یہی صورت بیان کرنے کی غرض سے دیا گیا ہے۔ **اَلْفِتْنَةُ** سے مراد جنگ، بغاوت اور بدامنی وغیرہ ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں نمودار ہوئی اور اس کا سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا۔ ایسے وقت میں اسلحہ کی فروخت فتنہ وفساد جاری رہنے میں ایک قسم کی امداد ہے اور ارشادِ باری تعالیٰ **وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ** (المائدة:۳) {اور گناہ اور زیادتی (کے کاموں) میں تعاون نہ کرو۔} کے خلاف۔

عنوانِ باب میں لفظ **وَغَيْرِهَا** سے ایک اختلاف کی طرف اشارہ ہے جو امام مالکؒ اور دوسرے ائمہ میں ہوا ہے۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک فتنہ ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ شراب کشی کی غرض سے انگور خریدنے والے کے ہاتھ انگور بیچنا بھی جائز نہیں۔ ان کی رائے میں ایسی بیع بھی قابلِ فسخ ہے؛ کیونکہ یہ گناہ سے تعاون ہے۔ اس فتویٰ کے خلاف امام ثوریؒ کا فتویٰ ہے۔ **بِعْ حَلَالَكَ مِمَّنْ شِئْتَ۔** یعنی حلال شئے جسے چاہو بیچو۔ اس تعلق میں بعض فقہاء کا یہ فتویٰ بھی ہے کہ اگر یہ واضح ہو کہ بغاوت میں ایک فریق مظلوم ہے تو اُس کے ہاتھ اسلحہ فروخت کیا جا سکتا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۰۸)

كَرِهَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ بَيْعَهُ فِي الْفِتْنَةِ: حضرت عمران بن حصینؓ کا واقعہ اَلْکَامِل میں ابن عدی سے موصولاً منقول ہے۔ (الکامل، من اسمہ محمد، جزء۶ صفحہ ۲۶۵ روایت ۱۷۴۷) (المعجم الكبير للطبرانی، ما أسند عمران بن حصين، عبد الله اللقيطى عن ابى رجاء، روایت نمبر ۲۸۶ جزء۱۸ صفحہ ۱۳۶)

فَأَعْطَاهُ يَعْنِي دِرْعًا: حضرت ابوقتادہؓ نے غزوہ حنین کے موقع پر ایک حربی کافر کو قتل کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کی زِرہ انہیں دی جو بعد میں انہوں نے مدینہ میں آکر اس کے عوض کھجور کے چند درخت خریدے۔ ان کی خرید وفروخت ایسے زمانے کی تھی جو امن کا تھا اور جس کے ہاتھ وہ زِرہ بیچی گئی، وہ یہودی اور حربی تھا۔

☆ الفاظ "فَأَعْطَاهُ يَعْنِي دِرْعًا" عمدة القاری کے مطابق ہیں (عمدة القاری جزء۱۱ صفحہ ۲۱۹) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

یعنی ان لوگوں میں سے تھا جو مسلمانوں سے برسرِ پیکار تھے۔ یہ بیع دار السلام میں اور بحالت امن ہوئی۔ اس حوالے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بحالت جنگ اور بحالت صلح حربی اور غیر حربی میں فرق اس استدلال سے مذکورہ بالا مسئلہ کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ روایت نمبر ۲۱۰۰ یہاں مختصر بقدر ضرورت نقل کی گئی ہے لیکن کتاب المغازی باب ۵۴: قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالَى وَيَوْمَ حُنَيْنٍ... روایت نمبر ۴۳۲۱ میں مفصل منقول ہے۔

بَاب ۳۸: فِي الْعَطَّارِ وَ بَيْعِ الْمِسْكِ

عطار اور مشک کے بیچنے سے متعلق بیان

۲۱۰۱: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ بْنَ أَبِي مُوْسَى عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيْسِ السَّوْءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ وَ كِيْرِ الْحَدَّادِ لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ إِمَّا تَشْتَرِيْهِ أَوْ تَجِدُ رِيْحَهُ وَ كِيْرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَيْتَكَ☆ أَوْ ثَوْبَكَ أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيْحًا خَبِيْثَةً.

۲۱۰۱: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد نے ہمیں بتایا کہ ابو بردہ بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے ابو بردہ بن ابوموسیٰ سے سنا۔ وہ اپنے باپ (حضرت ابوموسیٰ) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھے ہم نشین اور برے ہم نشین کی مثال ایسی ہے جیسی مشک والے کی (دکان) اور لوہار کی بھٹی۔ مشک والے سے تُو (دو باتوں میں سے کسی ایک سے) خالی نہیں رہے گا یا تُو اس سے خریدے گا، یا اس کی خوشبو پائے گا۔ اور لوہار کی بھٹی یا تو تیرا بدن☆ اور تیرا کپڑا جلائے گی یا تو اُس سے بدبو پائے گا۔

طرفہُ: ۵۵۳۴۔

تشریح: فِي الْعَطَّارِ وَبَيْعُ الْمِسْكِ: حسن بصریؒ اور عطاء بن ابی رباحؒ وغیرہ مشک کی تجارت مکروہ سمجھتے ہیں کیونکہ وہ ہرن کے جسم کا ایک ناپاک حصہ ہے اور اُسے ہلاک کر کے کستوری حاصل کی جاتی ہے۔ لیکن ان کا یہ فتویٰ برقرار نہ رہا بلکہ مشک وغیرہ کی خرید و فروخت باتفاق جائز قرار دی گئی ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۲۱) (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۱۰) شارحین کا خیال ہے کہ اس اختلاف کی وجہ سے مشک اور عطریات اور کستوری کی بیع کے تعلق

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ بَدَنَكَ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۲۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

میں باب ۳۸ قائم کیا گیا ہے۔ ان کا یہ اِستدلال اسی ضرب المثل سے ہے جو روایت نمبر ۲۱۰۱ میں مذکور ہے۔ اگر اس قسم کی اچھی مثالوں سے مسئلہ مستنبط ہو سکتا ہے تو پھر لوہار کی بھٹی والی مثال سے یہ استدلال ہونا چاہیے کہ لوہاری پیشہ مکروہ ہے۔ حالانکہ باب ۲۹ میں گزر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض صحابہ کرام ایسے پیشہ ور تھے۔ اگر امام بخاریؒ کا طریق تدوین وتہذیب دیکھا جائے تو شارحین کی مشار الیہ رائے قریب قیاس ہے کہ اس باب میں مذکورہ بالا فقہی اختلاف بھی مدنظر ہے۔ چنانچہ اِس کے بعد دو باب اور قائم کئے گئے ہیں جن میں پسندیدہ و ناپسندیدہ تجارت اور پیشہ اختیار کرنے یا نہ کرنے کے بارہ میں ارشاد نبویؐ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور یہی اصل مقصود ہے اور فقہی اختلاف کا ذکر ضمنی ہے۔ مذکورہ بالا مثال میں جو نیک سبق مضمر ہے، اس کا تعلق اچھی یا بری صحبت کے نیک یا بد اثر سے تعلق رکھتا ہے اور یہ مثال ہر قسم کے کاروبار اور اُس کے نیک و بد نتائج پر حاوی ہے۔

باب ۳۹ میں حجام یعنی پچھنے لگانے والے کا ذکر بھی ضمنی ہے اور یہ باب اِس غرض سے قائم نہیں کیا گیا کہ اس کا پیشہ پسندیدہ ہے جیسا کہ ابن منیر نے اِس بارے میں صراحت سے ذکر کیا ہے کہ ان کی غرض یہ نہیں اور یہ رائے علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قبول کی ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۱۰)

باب ۲۵ روایت ۲۰۸۶ میں گزر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خون وغیرہ کی اُجرت سے منع فرمایا ہے۔ یہ ممانعت تحریمی نہیں بلکہ کراہیت کی ہے۔ حدیث محولہ بالا میں پیشوں کا ذکر ہے جو ادنیٰ قسم کے ہیں اور وہ حرام اور مکروہ نہیں، عندالضرورت اختیار کئے جاسکتے ہیں۔ مگر ایک مسلم کو ذرائع معاش اِختیار کرنے میں اپنا نصب العین اعلیٰ رکھنا چاہیے پیشہ ہو یا تجارت۔ باب ۴۰ بھی اسی قسم کی کراہیت کے تعلق میں قائم کیا گیا ہے۔ غرض یہ تینوں ابواب ایک ہی تسلسل میں ترتیب دیئے گئے ہیں۔

بَاب ۳۹: ذِكْرُ الْحَجَّامِ

حجام یعنی پچھنے لگانے والے کے ذکر میں (جو کچھ بیان ہوا ہے)

۲۱۰۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ حَجَمَ أَبُو طَيْبَةَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ مِّنْ تَمْرٍ وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُّخَفِّفُوْا مِنْ خَرَاجِهِ.

۲۱۰۲: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے حمید سے، حمید نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ابوطیبہؓ نے (جو حضرت محیصہ بن مسعودؓ کے غلام تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھنے لگائے۔ آپؐ نے انہیں ایک صاع کھجور دینے کے لئے فرمایا اور اُن کے مالکوں سے کہا کہ ان سے جو رقم وصول کی جاتی ہے، اُس سے کچھ کم کر دیں۔

اطرافہ: ۲۲۱۰، ۲۲۷۷، ۲۲۸۰، ۲۲۸۱، ۵۶۹۶۔

۲۱۰۳ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعْطَى الَّذِي حَجَمَهُ وَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُعْطِهِ.

۲۱۰۳: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ خالد نے جو کہ عبداللہ کے بیٹے ہیں ہمیں بتایا کہ خالد (حذاء) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور جس نے آپؐ کو پچھنے لگائے تھے، اُسے آپؐ نے مزدوری دی اور اگر یہ حرام ہوتی تو آپؐ اُسے نہ دیتے۔

اطرافُہ: ۱۸۳۵، ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۲۲۷۸، ۲۲۷۹، ۵۶۹۱، ۵۶۹٤، ۵٦۹٥، ۵٦۹۹، ۵۷۰۰، ۵۷۰۱.

بَاب ٤٠ : اَلتِّجَارَةُ فِيمَا يُكْرَهُ لُبْسُهُ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

ایسے کپڑے کی تجارت کرنا جس کا پہننا مردوں اور عورتوں کے لئے مکروہ ہے

۲۱۰٤ : حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ عَنْ سَالِمِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِحُلَّةِ حَرِيرٍ أَوْ سِيَرَاءَ فَرَآهَا عَلَيْهِ فَقَالَ إِنِّي لَمْ أُرْسِلْ بِهَا إِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا إِنَّمَا يَلْبَسُهَا مَنْ لَّاخَلَاقَ لَهُ إِنَّمَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ لِتَسْتَمْتِعَ بِهَا يَعْنِي تَبِيْعَهَا.

۲۱۰۴: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا کہ ابوبکر بن حفص نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ سے، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک ریشمی جوڑا یا دھاری دار ریشمی جوڑا بھیجا تو آپؐ نے دیکھا کہ وہ پہنے ہوئے ہیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا: میں نے آپؓ کو یہ اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ آپؓ اِسے پہنیں۔ یہ تو صرف وہی پہنتا ہے جو آخرت کی برکات سے بے نصیب ہو۔ میں نے تو آپؓ کو اس لئے بھیجا تھا کہ آپؓ اِس سے فائدہ اُٹھائیں یعنی اِسے بیچیں۔

اطرافُہ: ۸۸٦، ۹٤۸، ۲٦۱۲، ۲٦۱۹، ۳۰٥٤، ٥۸٤۱، ٥۹۸۱، ٦۰۸۱.

۲۱۰٥ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ

۲۱۰۵: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے

مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيْهَا تَصَاوِيْرُ فَلَمَّا رَآهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهَةَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَتُوْبُ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاذَا أَذْنَبْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ هَذِهِ النُّمْرُقَةِ قُلْتُ اشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَصْحَابَ هَذِهِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعَذَّبُوْنَ فَيُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ وَقَالَ إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيْهِ الصُّوَرُ لَاتَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ.

قاسم بن محمد سے، قاسم نے حضرت عائشہؓ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضرت عائشہؓ نے بتایا کہ انہوں نے ایک تکیہ خریدا، جس میں تصویریں تھیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے دیکھا تو دروازے پر کھڑے رہے اور اندر نہ آئے۔ میں نے آپؐ کے چہرے سے ناپسندیدگی کا اثر محسوس کیا۔ تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور توبہ کرتی ہوں۔ میں نے کیا قصور کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تکیہ کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے اسے آپؐ کے لئے خریدا ہے کہ آپؐ اس پر بیٹھیں اور تکیہ لگائیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (میری بات سن کر) فرمایا: اِن تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن سزا دی جائے گی اور اُن سے کہا جائے گا: جو تم نے بنایا ہے اس میں جان بھی ڈالو۔ اور فرمایا: وہ گھر جس میں تصویریں ہوں ملائکہ اس میں داخل نہیں ہوتے۔

اطرافُهُ: ٣٢٢٤، ٥١٨١، ٥٩٥٧، ٥٩٦١، ٧٥٥٧.

تشریح: باب نمبر ۳۹، ۴۰ کی تشریح کے لیے دیکھئے تشریح باب ۳۸۔ یہ دونوں ابواب بھی اسی ضمن میں ہیں۔ نیز روایت نمبر ۲۱۰۲، ۲۱۰۳ کے تعلق میں کتاب الاجارۃ باب ۱۸ دیکھئے اور روایت نمبر ۲۱۰۴، ۲۱۰۵ کے تعلق میں کتاب اللباس باب ۲۵: لبس الحریر دیکھئے اور مصوری کے جواز یا عدم جواز کے تعلق میں کتاب البیوع باب ۲۵ روایت نمبر ۲۰۸۶ دیکھئے۔

بَاب ٤١ : صَاحِبُ السِّلْعَةِ أَحَقُّ بِالسَّوْمِ

تجارتی سامان کا مالک زیادہ حقدار ہے کہ وہ قیمت مقرر کرے

٢١٠٦ : حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِي بِحَائِطِكُمْ. وَفِيْهِ خِرَبٌ وَّ نَخْلٌ.

۲۱۰۶: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوارث (بن سعید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوالتیاح سے، ابوالتیاح نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنی نجار! اپنے اس باغ کی قیمت مجھ سے طے کرلو اور اُس میں کچھ کھنڈر اور کچھ کھجوروں کے درخت تھے۔

اطرافہ: ٢٣٤، ٤٢٨، ٤٢٩، ١٨٦٨، ٢٧٧١، ٢٧٧٤، ٢٧٧٩، ٣٩٣٢.

تشریح: **صَاحِبُ السِّلْعَةِ اَحَقُّ بِالسَّوْمِ:** فقہاء اس بارے میں متفق ہیں کہ سامانِ تجارت کا مالک قابل فروخت شے کی قیمت مقرر کرنے کا حق رکھتا ہے کیونکہ وہی بہتر جانتا ہے کہ منڈی میں لانے کے لئے اُسے کتنی محنت کرنی پڑی۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۱۲) لیکن مسئلے کا یہ پہلو بطور مقدم حق کے ہے اور اس کے یہ معنی نہیں کہ خریدار جو منڈی کے نرخ وغیرہ سے بھی واقف ہے، اُسے اندازہ قیمت کرنے کا کوئی حق نہیں۔ حضرت جابرؓ کے واقعہ (مذکورہ باب ۳۴ روایت نمبر ۲۰۹۷) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشتری تھے اور آپؐ نے ہی اُونٹ کی قیمت تجویز فرمائی۔ نرخ مقرر کرنے میں دونوں صورتیں جائز ہیں۔ روایت نمبر ۲۱۰۶ کی تفصیل کے لیے کتاب الصلوٰۃ باب ۴۸ روایت نمبر ۴۲۸ دیکھئے۔

بَاب ٤٢ : كَمْ يَجُوْزُ الْخِيَارُ؟

خرید وفروخت میں اِختیار کی مدت کتنی ہے؟

٢١٠٧ : حَدَّثَنَا صَدَقَةُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ بِالْخِيَارِ

۲۱۰۷: صدقہ (بن فضل) نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوہاب نے ہمیں خبر دی، کہا: میں نے یحيٰ بن سعید سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے نافع سے سنا۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: بائع اور

فِي بَيْعِهِمَا مَا لَمْ يَتفَرَّقَا أَوْ يَكُوْنُ الْبَيْعُ خِيَارًا. قَالَ نَافِعٌ وَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا يُعْجِبُهُ فَارَقَ صَاحِبَهُ.

مشتری دونوں اس وقت تک اپنی خرید وفروخت میں اختیار رکھتے ہیں، جب تک کہ وہ جدا نہ ہو جائیں، یا بیع میں (یہ) شرط ہو (کہ وہ فسخ کی جا سکتی ہے۔) نافع نے کہا: اور حضرت ابن عمرؓ جب کوئی شئے خریدتے جو انہیں پسند ہوتی تو وہ اس کے مالک سے جدا ہو جاتے۔

اطرافہ: ۲۱۰۹، ۲۱۱۱، ۲۱۱۲، ۲۱۱۳، ۲۱۱۶۔

۲۱۰۸: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الخَلِيْلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ حَكِيْمِ ابْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتفَرَّقَا. وَزَادَ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا بَهْزٌ قَالَ قَالَ هَمَّامٌ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِأَبِي التَّيَّاحِ فَقَالَ كُنْتُ مَعَ أَبِي الْخَلِيْلِ لَمَّا حَدَّثَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَارِثِ هَذَا الْحَدِيْثَ.

۲۱۰۸: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا کہ ہمام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے ابوالخلیل (صالح بن ابی مریم) سے، انہوں نے عبداللہ بن حارث سے، عبداللہ نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے، حضرت حکیمؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: بائع اور مشتری دونوں کو فسخ بیع کا اِختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہو جائیں۔ اور احمد (بن سعید دارمی) نے (اپنی روایت میں اِتنا) بڑھایا کہ بہز (بن راشد) نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہمام کہتے تھے کہ میں نے اِس (حدیث) کا ابوالتیاح سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: میں ابوالخلیل کے ساتھ ہی تھا جب عبداللہ بن حارث نے یہ حدیث ان سے بیان کی۔

اطرافہ: ۲۰۷۹، ۲۰۸۲، ۲۱۱۰، ۲۱۱۴۔

تشریح: **كَمْ يَجُوْزُ الْخِيَارُ:** یہاں سے بیع وشراء کے بارے میں ایسے مسائل شروع ہیں جن کا تعلق صحت بیع سے ہے۔ باب ۱۹ کی تشریح میں پانچ شرطیں بیان کی جا چکی ہیں جن میں سے پانچویں شرط یہ ہے کہ مشتری خرید کردہ شئے اپنے قبضہ میں لے کر بائع سے الگ ہو جائے۔ تاوقتیکہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں دونوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ کسی نقص یا قیمت کے کم وبیش ہونے کی وجہ سے عقدِ بیع فسخ کر دیں۔

اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَتفَرَّقَا: اَلْبَيِّعُ بمعنے اَلْبَائِعُ كَضَيِّقٍ وَّضَآئِقٍ وَصَيِّنٍ وَصَآئِنٍ. الفاظ بائع اور بَيِّعٍ کے معنے فروخت کرنے والا اور خریدنے والا دونوں پر یہ لفظ اطلاق پاتا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۱۳) اور اس جملے

کے یہ معنی ہیں کہ بائع اور مشتری جب تک جدا نہ ہو جائیں، فسخ بیع کا اختیار رکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی جوامع الکلم میں سے ہے۔ فقہاء نے یہاں سوال اُٹھایا ہے کہ آیا مذکورہ علیحدگی کا کوئی حصہ معین ہے؟ مثلاً خریدار سودا لے کر جا رہا ہے، راستے میں اُس کا نقص معلوم ہوا ہے تو آیا وہ اسے واپس کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ کی وضاحت میں چھ ابواب مختلف عنوانوں سے قائم کئے گئے ہیں۔ پہلے باب میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ جن میں کسی مدت کا ذکر نہیں۔ صرف دو صورتیں ہی بیان ہوئی ہیں جن کا تعلق حالات اور اشیاء کی نوعیت سے ہے۔ اصحاب السنن بیہقی وغیرہ نے ایسی روایتیں نقل کی ہیں جن میں تین دن کی مدت کا ذکر ہے۔ ان میں سے ایک روایت حضرت حبان بن منقذؓ کی بھی ہے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ خرید و فروخت میں وہ دھوکہ کھا جاتے ہیں تو آپؐ نے اُن سے فرمایا کہ بوقت بیع یہ کہہ دیا کرو: لَا خِلَابَةَ یعنی اِس میں کوئی دھوکہ فریب نہ ہوگا۔ اگر خرید کردہ شئے میں نقص دیکھو یا یہ معلوم ہو کہ وہ مہنگی ہے، وہ واپس کر دو۔ ابن اسحاق کی سند میں یہ الفاظ ہیں: ثُمَّ اَنْتَ بِالْخِيَارِ فِي كُلِّ سِلْعَةٍ ابْتَعْتَهَا ثَلَاثَ لَيَالٍ. (سنن الکبری للبیهقی، کتاب البیوع، باب الدلیل علی ان لا یجوز شرط الخیار فی البیع اکثر من ثلاثة أیام، جزء۵ صفحہ ۲۷۳) یعنی ہر ایسا سامان جو تم نے خریدا ہو، اختیار رکھتے ہو کہ ناقص معلوم ہونے پر تین دن کے اندر اندر واپس کر دو۔ یہ روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کی ہے۔ (دیکھئے باب ۴۸ روایت نمبر ۲۱۱۷) لیکن اس میں نہ تو نام مذکور ہے اور نہ تین دن کا ذکر ہے۔ مطلق الفاظ لَا خِلَابَةَ سے بیع کو مشروط کیا گیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ نے اصحاب السنن کی روایت قبول کرتے ہوئے تین دن تک اختیار فسخ کا فتویٰ دیا ہے۔ امام مالکؒ اس فتوے کے خلاف ہیں۔ ان کے نزدیک یہ حالات سے تعلق رکھتا ہے۔ اس ضمن میں فقہاء نے اختیار فسخ کی دو قسمیں بیان کی ہیں: (۱) خیار المجلس۔ (۲) خیار الشرط۔ یعنی جب تک بائع اور مشتری اکٹھے ہوں بیع فسخ کرنے کا حق رکھتے ہیں یا یہ کہ شرط کر لی جائے کہ اتنے عرصہ تک واپسی کا حق ہوگا۔ اِن دونوں صورتوں میں سے وقت کی تعیین کا فیصلہ حالات پر موقوف ہے۔ امام بخاریؒ کا میلان امام مالکؒ کی رائے کی طرف ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۱۳) حدیث زیر باب میں دونوں قسم کے اختیار فسخ کی صراحت ہے۔

وَزَادَ أَحْمَدُ...... كُنْتُ مَعَ أَبِي الْخَلِيلِ: روایت نمبر ۲۱۰۸ کے آخر میں احمد بن سعیدؒ کا حوالہ بسند بہز بن راشد اس غرض سے نقل کیا گیا ہے کہ ہمام کی روایت باعتبار ثقہ ہونے کے اعلیٰ درجے کی ثابت کی جائے۔ باب کی اس روایت میں ہمام اور حضرت حکیم بن حزامؓ کے درمیان نہ صرف یہ کہ تین راوی ہیں بلکہ روایت کی سند بھی مُعَنْعَن ہے اور آخری حوالہ میں ابوالتیاح کا بیان ہے کہ میں ابوالخلیل کے ساتھ تھا۔ جب عبداللہ بن حارث نے حضرت حکیم رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی۔ یہ روایت مفصل باب ۴۶ روایت نمبر ۲۱۱۴ میں دیکھئے۔ بعض شارحین نے فقرہ كَمْ يَجُوزُ الْخِيَارُ کا مفہوم لیا ہے کہ قابل خرید شئے پسند کرنے کا اِختیار بوقت بیع تین دفعہ ہے اور اِس کے لئے روایت نمبر ۲۱۱۴ کے الفاظ ثَلَاثَ مِرَارٍ سے اِستدلال کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۱۳)

بَاب ٤٣ : إِذَا لَمْ يُوَقِّتِ الْخِيَارَ هَلْ يَجُوْزُ الْبَيْعُ؟

اگر کوئی اِختیار کی مدت معین نہ کرے تو کیا بیع جائز ہوگی؟

٢١٠٩ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتفرَّقَا أَوْ يَقُوْلُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ اخْتَرْ وَرُبَّمَا قَالَ أَوْ يَكُوْنُ بَيْعَ خِيَارٍ.

۲۱۰۹: ابوالنعمان نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا کہ ایوب (سختیانی) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے نافع سے، انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بائع اور مشتری اِختیار رکھتے ہیں، جب تک کہ وہ جدا نہ ہو جائیں یا اُن میں سے ایک دوسرے سے کہہ دے کہ پسند کر لے۔ اور کبھی آپؐ نے یہ فرمایا: یا بیع اِختیاری ہو۔

اطرافہ: ٢١٠٧، ٢١١١، ٢١١٢، ٢١١٣، ٢١١٦۔

تشریح: **اِذَا لَمْ يُوَقِّتِ الْخِيَارَ هَلْ يَجُوْزُ الْبَيْعُ:** سابقہ باب کی تشریح میں دو ائمہ کا فتویٰ بیان کیا جا چکا ہے کہ تین دن سے زائد مدتِ خیار نہیں۔ امامین ابو یوسفؒ و محمدؒ اور امام ابن ابی لیلیٰؒ وغیرہ نے اِس سے اختلاف کیا اور کہا ہے کہ مشروط بیع میں مدت کا تعین بائع اور مشتری کی رائے پر ہے، تین دن سے کم ہو یا زیادہ۔ بلکہ ان کے نزدیک بیع مشروط بالخیار میں مدت کا ذکر نہ بھی ہو تو عقدِ بیع درست ہوگی۔ امام اوزاعیؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے؛ مگر ان کے نزدیک ایسی شرط باطل ہے، جس میں وقت معین نہ ہو؛ جبکہ بیع جائز ہوگی۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۱۴)

اس باب میں یہی فقہی اختلاف مدنظر ہے۔ حدیث زیرِ باب سابقہ باب میں گذر چکی ہے۔ اس میں بیع الخیار کا ذکر تو ہے لیکن وقت کی تعیین مذکور نہیں۔ اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارہ میں گو خاموشی اختیار کی ہے مگر اِس کے بعد ابواب کی ترتیب میں ان کی رائے کا اظہار موجود ہے۔

بَاب ٤٤ : اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتفرَّقَا

بائع اور مشتری اِختیار رکھتے ہیں جب تک کہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں

وَبِهِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَشُرَيْحٌ وَّالشَّعْبِيُّ وَطَاوُسٌ وَّعَطَاءٌ وَابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ.

اور حضرت ابن عمرؓ، شریحؒ، شعبی، طاؤس، عطا اور ابن ابی ملیکہ نے اِسی کا فتویٰ دیا ہے۔

٢١١٠ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ قَتَادَةُ أَخْبَرَنِي عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيْلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ سَمِعْتُ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا.

۲۱۱۰: اسحاق (بن منصور) نے ہم سے بیان کیا کہ حبان بن ہلال نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے کہا کہ شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: قتادہ نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے صالح ابوالخلیل سے، صالح نے عبداللہ بن حارث سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ آپؐ نے فرمایا: بائع اور مشتری کو اِختیار ہے جب تک کہ وہ دونوں جدا نہ ہو جائیں۔ اگر انہوں نے سچائی سے کام لیا اور کھول کر بیان کیا تو اُن کے سودے میں برکت دی جائے گی اور اگر انہوں نے جھوٹ سے کام لیا اور چھپایا تو اُن کے سودے کی برکت مٹا دی جائے گی۔

اطرافهُ: ٢٠٧٩، ٢٠٨٢، ٢١٠٨، ٢١١٤۔

٢١١١ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُتَبَايِعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ.

۲۱۱۱: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بائع اور مشتری ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کے مقابل اِختیار رکھتا ہے کہ جب تک وہ جدا نہ ہو جائیں، سوائے اِس کے کہ بیع خیار ہو۔ (یعنی جس میں فسخ بیع کا اِختیار ہو۔)

اطرافهُ: ٢١٠٧، ٢١٠٩، ٢١١٢، ٢١١٣، ٢١١٦۔

تشریح: اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا: عنوانِ باب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ کے اقوال کا حوالہ دیا گیا ہے؛ جس سے ظاہر ہے کہ خیار بالمجلس کی صورت میں بائع اور مشتری دونوں کو اختیار ہے کہ بیع قائم رکھیں یا فسخ کریں۔

بَاب ٤٥ : إِذَا خَيَّرَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ بَعْدَ الْبَيْعِ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ

جب (بائع مشتری میں سے) کوئی اپنے ساتھی کوعقدِ بیع کے بعد اِختیار دے تو ایسی بیع لازم ہوگئی

٢١١٢ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا تَبَايَعَ الرَّجُلَانِ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا وَكَانَا جَمِيْعًا أَوْ يُخَيِّرُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ فَتَبَايَعَا عَلَى ذٰلِكَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ وَإِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ أَنْ يَّتَبَايَعَا وَلَمْ يَتْرُكْ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا الْبَيْعَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ.

۲۱۱۲: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی؛ آپؐ نے فرمایا: جب دو شخص آپس میں خرید وفروخت کریں؛ اُن دونوں میں سے ہر ایک کو اِختیار ہے، جب تک وہ دونوں اکٹھے ہوں اور جدا نہ ہو جائیں یا ان میں سے ایک دوسرے کو اِختیار دیدے اور اِسی بات پر وہ دونوں بیع کریں تو اِس صورت میں وہ بیع لازم ہو چکی اور اگر وہ بیع کے بعد ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں اور اُن دونوں میں سے کسی ایک نے بیع ترک نہ کی ہو تو اِس صورت میں بھی بیع لازم ہو جائے گی۔

اطرافہ: ۲۱۰۷، ۲۱۰۹، ۲۱۱۱، ۲۱۱۳، ۲۱۱۶۔

تشریح: اِذَا خَيَّرَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ بَعْدَ الْبَيْعِ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ: بَعْدَ الْبَيْعِ یعنی جدا ہونے سے قبل؛ بائع اور مشتری اگر بیع کا فیصلہ کرلیں تو یہ بیع لازم ہوگئی؛ قابل فسخ نہیں رہی اور اگر وہ فیصلہ کر کے جدا ہو جائیں تو بھی ان میں سے کسی کا اختیار نہیں کہ ایسی بیع کو فسخ کرے۔ محض اکٹھے رہنے یا جدا ہونے کا تعلق خیار یا عدمِ خیار کے ساتھ نہیں بلکہ خیار کا حق اسی صورت میں قائم ہوگا، جب عقدِ بیع کے وقت اس شرط کی صراحت ہو۔ اس حدیث میں خیار بالمجلس کی پوری وضاحت ہے۔ جدائی سے مراد صرف قولی فیصلہ نہیں بلکہ ایک دوسرے سے بدنی علیحدگی بھی ہے۔ ورنہ اِتنی وضاحت کا کوئی فائدہ نہیں۔

بَاب ٤٦ : إِذَا كَانَ الْبَائِعُ بِالْخِيَارِ هَلْ يَجُوْزُ الْبَيْعُ

جب بیچنے والا اپنے لئے اِختیار کی شرط کرے تو کیا ایسی بیع جائز ہوگی؟

٢١١٣ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ

۲۱۱۳: محمد بن یوسف (فریابی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ بَيِّعَيْنِ لَا بَيْعَ بَيْنَهُمَا حَتَّى يَتَفَرَّقَا إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ.

عبداللہ بن دینار سے، انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: کسی بائع اور مشتری کے درمیان اس وقت تک بیع مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوجائیں، ایسی بیع کے سوا جس میں فسخ کرنے کا اِختیار ہو۔

اطرافہُ: ۲۱۰۷، ۲۱۰۹، ۲۱۱۱، ۲۱۱۲، ۲۱۱۶۔

۲۱۱۴: حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَبِي الْخَلِيْلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ حَتَّى☆ يَتَفَرَّقَا. قَالَ هَمَّامٌ وَجَدْتُ فِي كِتَابِي يَخْتَارُ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا فَعَسَى أَنْ يَّرْبَحَا رِبْحًا وَّيُمْحَقَا بَرَكَةَ بَيْعِهِمَا. قَالَ وَحَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۲۱۱۴: اسحاق (بن منصور) نے مجھ سے بیان کیا کہ حبان نے ہمیں بتایا کہ ہمام نے ہم سے بیان کیا کہ قتادہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوالخلیل سے، ابوالخلیل نے عبداللہ بن حارث سے، عبداللہ نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بائع اور مشتری فسخ کا اِختیار رکھتے ہیں جب☆ تک کہ وہ جدا نہ ہوجائیں۔ ہمام نے کہا: میں نے اپنی کتاب میں یوں لکھا ہی پایا ہے: تین بار وہ اختیار رکھتا ہے۔ پس اگر ان دونوں نے سچائی سے کام لیا اور کھول کر بات کی تو ان دونوں کے لئے ان کی خرید و فروخت میں برکت دی جائے گی اور اگر جھوٹ سے کام لیا اور (سودے میں) عیب کو چھپایا تو ہوسکتا ہے کہ وہ دونوں تھوڑا سا نفع اُٹھائیں۔ لیکن ان کی بیع میں برکت نہ ہوگی۔ (حبان نے) کہا: اور ہمام نے ہم سے بیان کیا کہ ابوالتیاح نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے عبداللہ بن حارث سے سنا۔ وہ یہ حدیث بسند حضرت حکیم بن حزامؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں۔

اطرافہُ: ۲۰۷۹، ۲۰۸۲، ۲۱۰۸، ۲۱۱۰۔

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۳۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: اِذَا كَانَ الْبَآئِعُ بِالْخِيَارِ هَلْ يَجُوْزُ الْبَيْعُ: بعض فقہاء نے اِختیار کا حق صرف مشتری کے لئے مخصوص کیا ہے، بائع کے لئے نہیں۔ اس باب میں ان کا ردّ مقصود ہے کیونکہ حدیث میں اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ کی صراحت ہے۔ یعنی عقدِ بیع میں دونوں قبول یا فسخ کرنے کا حق رکھتے ہیں خواہ خیار بالمجلس کی صورت ہو یا بیع مشروط بالخیار کی۔ حضرت حکیم بن حزامؓ کی یہ روایت پہلے گزر چکی ہے۔ دیکھئے باب ۴۲ روایت نمبر ۲۱۰۸۔

بَاب ٤٧

إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا فَوَهَبَ مِنْ سَاعَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَّتفرَّقَا وَلَمْ يُنْكِرِ الْبَائِعُ عَلَى الْمُشْتَرِي أَوِ اشْتَرَى عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ

جب ایک شخص کوئی شئے خریدے اور اُسی وقت وہ ہبہ کردے؛ پیشتر اِس کے کہ بائع اور مشتری جدا ہوں اور بائع مشتری کا فعل برا نہ منائے یا کوئی غلام خرید کر اُسے آزاد کردے

وَقَالَ طَاوُسٌ فِيْمَنْ يَّشْتَرِي السِّلْعَةَ عَلَى الرِّضَا ثُمَّ بَاعَهَا وَجَبَتْ لَهُ وَالرِّبْحُ لَهُ.

اور طاؤس نے اُس شخص کی نسبت جس نے رضامندی سے سامان خریدا، پھر اُسے بیچ دیا، کہا ہے کہ اُس کی بیع لازم ہوگئی اور نفع اُس (خریدار) کا ہوگا (جس نے آخر میں بیچا ہے۔)

٢١١٥: وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَكُنْتُ عَلَى بَكْرٍ صَعْبٍ لِّعُمَرَ فَكَانَ يَغْلِبُنِي فَيَتَقَدَّمُ أَمَامَ الْقَوْمِ فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ بِعْنِيْهِ قَالَ هُوَ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۱۱۵: اور حمیدی نے کہا: سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا کہ عمرو (بن دینار) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم ایک سفر میں تھے اور میں ایک منہ زور جوان اونٹ پر سوار تھا جو (میرے والد) حضرت عمرؓ کا تھا تو وہ مجھے بے بس کرتا اور لوگوں کے آگے بڑھ جاتا۔ حضرت عمرؓ اُسے ڈانٹتے اور پیچھے کر دیتے۔ پھر وہ (لوگوں کی سواریوں سے) آگے بڑھ جاتا اور اُس کو حضرت عمرؓ ڈانٹتے اور پیچھے کر دیتے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: یہ مجھے

بِعْنِيْهِ فَبَاعَهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ تَصْنَعُ بِهِ مَا شِئْتَ .

اطرافه: ٢٦١٠، ٢٦١١۔

قیمتاً دے دیں۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ آپؐ کا ہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ فروخت کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ وہ بیچ دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبداللہ بن عمرؓ یہ تمہارا ہے۔ اس سے جو چاہو کرو۔

٢١١٦: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ بِعْتُ مِنْ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مَالًا بِالْوَادِيْ بِمَالٍ لَّهُ بِخَيْبَرَ فَلَمَّا تَبَايَعْنَا رَجَعْتُ عَلَى عَقِبِي حَتَّى خَرَجْتُ مِنْ بَيْتِهِ خَشْيَةَ أَنْ يُّرَادَّنِي الْبَيْعَ وَكَانَتِ السُّنَّةُ أَنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ بِالْخِيَارِ حَتَّى يَتَفَرَّقَا قَالَ عَبْدُ اللهِ فَلَمَّا وَجَبَ بَيْعِي وَبَيْعُهُ رَأَيْتُ أَنِّي قَدْ غَبَنْتُهُ بِأَنِّي سُقْتُهُ إِلَى أَرْضِ ثَمُوْدَ بِثَلَاثِ لَيَالٍ وَسَاقَنِي إِلَى الْمَدِيْنَةِ بِثَلَاثِ لَيَالٍ.

٢١١٦: ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: اور لیث (بن سعد) کہتے تھے کہ عبدالرحمٰن بن خالد نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے سالم بن عبداللہ سے، سالم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کو میں نے اپنی ایک جائیداد جو وادی میں تھی اُن کی اس جائیداد کے بدلے میں جو خیبر میں تھی دے دی۔ جب ہم دونوں نے ایک دوسرے سے مبادلہ کرلیا تو میں اپنی ایڑی کے بل لوٹا یہاں تک کہ اُن کے گھر سے باہر آگیا، اس اندیشے سے کہ کہیں وہ اس مبادلہ کو فسخ نہ کر دیں اور یہ دستور تھا کہ بائع اور مشتری کو اُس وقت تک فسخ کرنے کا اختیار ہے جب تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں۔ حضرت عبداللہؓ کہتے تھے کہ جب میری اور اُن کی بیع لازم ہوگئی تو مجھے خیال آیا کہ میں نے انہیں نقصان پہنچایا ہے۔ اس لئے کہ میں نے ان کو علاقہ ثمود کی طرف اتنی دور کر دیا ہے جو تین دن اور رات کی مسافت کے برابر ہے اور انہوں نے مجھے مدینہ کی طرف اتنا قریب کر دیا ہے جس میں تین دن اور رات کا فاصلہ ہے۔ (یعنی جو تین دن کی مسافت کے برابر ہے۔)

اطرافه: ٢١٠٧، ٢١٠٩، ٢١١١، ٢١١٢، ٢١١٣۔

تشریح: **اِذَا اشْتَرَى شَيْئًا فَوَهَبَ مِنْ سَاعَتِهِ:** یہاں عقدِ بیع کے صحیح اور واجب ہونے کا سابقہ مضمون ختم کردیا گیا ہے۔ جیسا کہ سابقہ روایات کے حوالہ سے ظاہر ہے جو عنوانِ باب میں دہرائے گئے ہیں اور بعض صحابہ کرامؓ کے عمل سے بتایا گیا ہے کہ وہ ارشادِ نبویؐ سے کیا سمجھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیع کی اور اُسی وقت اُونٹ ہبہ کردیا۔

وَلَمْ يُنْكِرِ الْبَآئِعُ: یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خاموشی اور رضامندی سے آپؐ کے اِس فعل کی تصدیق کردی۔ عنوانِ باب میں یہ الفاظ نمایاں کر کے امام بخاریؒ نے یہ بات ذہن نشین کی ہے کہ بیع زبانی قول اقرار سے مکمل ہوگئی اور باوجود فسخ کا اختیار ہونے کے ایسی بیع تکمیل شدہ تصور کی گئی۔ بغیر اِس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بائع سے جدا ہوئے ہوں یا اُونٹ اپنے قبضہ میں لیا ہو۔ اسی طرح حضرت ابن عمرؓ کا حضرت عثمانؓ سے عقدِ بیع کر کے نکل جانا بتاتا ہے کہ بائع اور مشتری جب تک جدا نہ ہوجائیں، رضا یا عدمِ رضا بیع یا فسخ بیع کا اختیار رکھتے ہیں۔

رَأَيْتُ اَنِّىْ قَدْ غَبَنْتُهُ: مذکورہ بالا مبادلہ اراضی میں کوئی دھوکہ نہیں تھا۔ دونوں زمینیں مدینہ کے قرب وجوار میں تھیں۔ ان میں سے ایک نسبتاً قریب تھی اور دوسری کسی قدر دُور۔ اور حضرت عثمانؓ کو اپنی زمین کے جائے وقوع کا پورا علم تھا۔ رَأَيْتُ اَنِّىْ قَدْ غَبَنْتُهُ - یعنی میں سمجھا کہ میں نے اُن کو بیع میں نقصان پہنچایا ہے۔ یہ خدشہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں گزرا۔ وہ ان کا اپنا خیال تھا، ورنہ ان کی شہرت، تقویٰ وزہد کے پیش نظر یہ سمجھنا درست نہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی لاعلمی سے ناجائز فائدہ اُٹھایا ہے۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ دونوں زمینوں کی جائے وقوع سے واقف تھے اور یہ اُن کی سماحت وسخاوت نفس کا ثبوت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خواہش پوری کی اور ایک عمدہ مثال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر تربیت صحابہ کرامؓ معاملاتِ بیع وشراء میں سہولت اور حسن سلوک سے کام لیا کرتے تھے۔

غرض عقدِ بیع کی صحت کے لئے جہاں تک حصولِ قبضہ کا تعلق ہے، اس میں بھی نقطہ نظر ہمیشہ ایک ہی نہیں رہا ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ وامام ابویوسفؒ نے مکان اور زمین کو اِس شرط سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ امام اوزاعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام اسحاق بن راہویہؒ نے صرف تول اور ماپ کی اشیاء میں قبضہ کی شرط ضروری قرار دی ہے۔ مگر ان کے فتویٰ کے برخلاف امام شافعیؒ اور امام محمد بن حسنؒ نے قبضہ کے بغیر خرید وفروخت مطلق ناجائز قرار دی۔ امام مالکؒ اور ابوثورؒ نے خوردنی اشیاء کے لئے قبضہ ضروری قرار دیتے ہوئے باقی اشیاء مستثنیٰ کی ہیں اور وہ بغیر قبضہ فروخت یا ہبہ کی جاسکتی ہیں۔ اسی طرح غلام، لونڈی بھی ہبہ یا آزاد کی جاسکتی ہے بغیر اس کے کہ ان پر قبضہ حاصل ہو بلکہ ان کی قیمت بھی قابل ادا ہو۔ اس بارہ میں جمہور کا بھی یہی مذہب ہے۔ شوافع کے نزدیک بیع، ہبہ وغیرہ میں قبضہ ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو منہ زور اُونٹ ہبہ کردینے کا واقعہ ان کے اِس فتویٰ کے خلاف ہے کہ آپؐ نے قبضہ حاصل کئے بغیر اسے ہبہ کردیا۔ شافعیوں کی طرف سے اِس کا جواب دیا گیا ہے کہ اُونٹ فروخت ہونے کی صورت میں حضرت ابن عمرؓ کا قبضہ صرف بطور وکالت متصور ہوگا؛ جو کہ درحقیقت ازروئے بیع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں تھا۔ اس سے علامہ بغوی نے اِستنباط کرتے ہوئے فتویٰ دیا ہے کہ بیع اور ہبہ درست تسلیم کی جائے گی، اگر مشتری اور ہبہ کرنے والے کی

مرضی یا اِجازت سے موہوب لہٗ اُس پر قابض ہو۔ مالکیوں اور حنفیوں کے نزدیک قبضہ دراصل نام ہے کسی شئے سے دوسرے کے حق میں دست بردار ہونے کا۔ جو مذکورہ بالا واقعہ میں مجرد قول واقرار سے بالفعل ہو چکا تھا۔ امام بخاریؒ نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے، جیسا کہ باب ۳۴ کی تشریح میں بتایا جاچکا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۲۴)

بَاب ٤٨ : مَا يُكْرَهُ مِنَ الْخِدَاعِ فِي الْبَيْعِ

بیع میں فریب دہی مکروہ ہے

٢١١٧ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا ذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوْعِ فَقَالَ إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَّا خِلَابَةَ.

۲۱۱۷: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے عبداللہ بن دینار سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ اُسے خرید وفروخت میں دھوکہ دے دیا جاتا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا: جب خرید وفروخت کرو تو کہہ دیا کرو کہ فریب اور دھوکے کی بات نہ ہوگی۔

اطرافه: ٢٤٠٧، ٢٤١٤، ٦٩٦٤۔

تشریح: مَا يُكْرَهُ مِنَ الْخِدَاعِ فِي الْبَيْعِ: مثل مشہور ہے۔مشتری ہوشیار باش کہ خریدار کو ہوشیار رہنا چاہیے۔ اس تعلق میں فقہاء نے سوال اُٹھایا ہے کہ آیا دھوکے کی بیع قابل فسخ ہوگی یا قائم رہے گی؟ اس کا جواب اس روایت کی بناء پر یہ دیا گیا ہے کہ بوقت بیع شرط کر لی جائے کہ اِس میں دھوکا فریب نہیں ہوگا۔ پھر اگر خرید کردہ شئے ناقص ثابت ہو یا بازاری نرخ کی رُو سے اُس کی قیمت زیادہ ہو تو ایسی مشروط بیع فسخ ہوگی۔ ابن جارودؒ نے کتاب المنتقیٰ میں نافع کی جو روایت سفیان بن عیینہ سے نقل کی ہے، اس میں صحابی کا نام حضرت حبان بن منقذؓ بتایا گیا ہے[1] کہ جو بوقت بیع دھوکا کھا جایا کرتے تھے۔ یہ صحابی غزوۂ اُحد میں شریک ہوئے اور سر پر زخم لگنے کی وجہ سے ان کے دماغ کو صدمہ پہنچا تھا۔ بہت سادہ طبیعت تھے۔ دار قطنی اور بیہقی[2] کی روایتوں میں بتایا گیا ہے کہ وہ محمد بن یحییٰ بن حبان کے دادا تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی سے فرمایا تھا کہ بوقت بیع لَا خِلَابَةَ یا لَا خِدَاعَ کہہ دیا کریں اور اس کے بعد تین دن تک ان کو اختیار ہوگا کہ اگر دھوکا ثابت ہو تو خرید کردہ اشیاء واپس کر سکتے ہیں۔ انہوں نے

[1] (المنتقى لابن الجارود، فى التجارات، روایت نمبر ۵۶۷، جزء اول صفحہ ۱۴۶)

[2] (سنن الدارقطنى، كتاب البيوع، روایت نمبر ۲۲۰، جزء ۳ صفحہ ۵۵) (سنن الكبرى للبيهقى، كتاب البيوع، باب الدليل على ان لا يجوز شرط الخيار فى البيع اكثر من ثلاثة أيام، جزء ۵ صفحہ ۲۷۳)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ پایا اور ایک سوتیس سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ جب انہیں بتایا جاتا کہ فلاں شئ کی قیمت آپؓ سے زیادہ لے لی گئی ہے تو وہ کسی صحابی کو اپنے ساتھ بطور گواہ لے جاتے جو شہادت دیتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے تین دن کی مدت خیار مقرر فرمائی تھی اور اس شہادت پر بیع فسخ ہو جاتی۔ امام احمد بن حنبلؒ اور اصحاب السنن، ابن حبانؒ، حاکمؒ وغیرہ نے بھی یہی روایت نقل کی ہے۔☆ ان کے واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ نے فتویٰ دیا ہے کہ صریح دھوکہ ثابت ہونے پر ناواقف مشتری کی بیع قابل فسخ ہوگی۔ مشار الیہ حوالوں کی تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح الباری جزء۴صفحہ ۴۲۶، ۴۲۷۔ عمدۃ القاری جزء ۱۱صفحہ ۲۳۳، ۲۳۴۔

بَاب ٤٩ : مَا ذُكِرَ فِي الْأَسْوَاقِ

منڈیوں کے بارے میں جو مذکور ہے

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ قُلْتُ هَلْ مِنْ سُوْقٍ فِيْهِ تِجَارَةٌ قَالَ سُوْقُ قَيْنُقَاعَ. وَقَالَ أَنَسٌ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ دُلُّوْنِي عَلَى السُّوْقِ. وَقَالَ عُمَرُ أَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ.

اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا: جب ہم مدینہ آئے۔ میں نے پوچھا: کیا کوئی منڈی ہے جس میں تجارت ہوتی ہو؟ تو کہا: قینقاع کی منڈی ہے۔ اور حضرت انسؓ کہتے تھے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا: مجھے منڈی کا پتہ دو اور حضرت عمرؓ نے کہا: منڈیوں میں لین دین نے مجھے غافل رکھا۔

٢١١٨: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوْقَةَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُو جَيْشٌ

۲۱۱۸: محمد بن صباح نے مجھ سے بیان کیا کہ اسماعیل بن زکریا نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن سوقہ سے، انہوں نے نافع بن جبیر بن مطعم سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے بیان کیا، کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعبہ پر ایک لشکر چڑھائی کرے گا۔ جب وہ بیداء میں پہنچے گا تو اوّل

☆(صحیح ابن حبان، کتاب البیوع، ابواب الحجر، ذكر الأمر للمحجور عليه، روایت نمبر ۵۰۵۲، جزء ۱۱صفحہ ۴۳۳)
(المستدرک على الصحيحين، كتاب البيوع، لا عهدة فوق أربع، جزء ۲صفحہ ۲۲)
(مسند احمد بن حنبل، جزء ۲صفحہ ۴۴، ۱۲۹۔ جزء ۳صفحہ ۲۱۷)

الْكَعْبَةَ فَإِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ وَفِيْهِمْ أَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَّيْسَ مِنْهُمْ قَالَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ.

سے لے کر آخر تک سب زمین میں دھنسا دیے جائیں گے (حضرت عائشہؓ) کہتی تھیں: میں نے کہا: یارسول اللہ! وہ اوّل سے آخر تک کیسے دھنس جائیں گے؟ جبکہ وہاں منڈیاں بھی ہوں گی اور ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اُن (لشکریوں) میں سے نہیں ہوں گے۔ فرمایا: وہ اوّل سے آخر تک دھنسا دیئے جائیں گے۔ پھر اپنی اپنی نیتوں کے مطابق اُٹھائے جائیں گے۔

۲۱۱۹: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ أَحَدِكُمْ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيْدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي سُوْقِهِ وَبَيْتِهِ بِضْعًا وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً وَذٰلِكَ بِأَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ لَا يُرِيْدُ إِلَّا الصَّلَاةَ لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رُفِعَ بِهَا دَرَجَةً أَوْ حُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ وَالْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَّا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ الَّذِيْ يُصَلِّيْ فِيْهِ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ مَا لَمْ يُؤْذِ فِيْهِ. وَقَالَ

۲۱۱۹: قُتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص (مسجد میں) باجماعت نماز ادا کرے، اُس کو بیس سے چند درجے زائد فضیلت ہے، بہ نسبت اُس نماز کے جو بازار میں یا اپنے گھر میں پڑھتا ہے اور یہ اِس لئے کہ جب اس نے اچھی طرح وضو کیا اور پھر نماز ہی کی نیت سے مسجد میں آیا ہے اور صرف نماز ہی اُسے اُٹھاتی ہے تو جو قدم وہ اُٹھاتا ہے، اُس قدم کے ساتھ ضرور اُس کا ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے یا اُس کی غلطی کم کر دی جاتی ہے اور پھر ملائکہ تم میں سے ایک کے لئے اس وقت تک دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی جگہ میں رہے جہاں وہ نماز پڑھتا ہے۔ (اور کہتے ہیں:) اے اللہ! اسے اپنی خاص رحمت سے نواز۔ اے اللہ! اس پر رحم فرما۔ یہ دعا اُس وقت تک جاری رہتی ہے جب تک کہ وہ بے وضو نہ ہو، (یا)

أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَّا كَانَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ.

وہاں کسی کوتکلیف نہ دے۔ اور آپؐ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک نماز ہی میں ہوتا ہے جب تک کہ نماز اُسے روکے رکھے۔

اطرافہ: ١٧٦، ٤٤٥، ٤٧٧، ٦٤٧، ٦٤٨، ٦٥٩، ٣٢٢٩، ٤٧١٧۔

٢١٢٠ : حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّوْقِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا دَعَوْتُ هَذَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي.

۲۱۲۰: آدم بن ابی ایاس نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حُمید طویل سے، حُمید نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں تھے کہ ایک شخص نے پکارا: اے ابوالقاسم! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی طرف مڑ کر دیکھا تو اُس نے کہا: میں نے تو اس (دوسرے شخص) کو بلایا ہے۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے نام پر نام رکھو، لیکن میری کنیت نہ رکھو۔

اطرافہ: ٢١٢١، ٣٥٣٧۔

٢١٢١ : حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ دَعَا رَجُلٌ بِالبَقِيْعِ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَمْ أَعْنِكَ قَالَ سَمُّوْا بِاسْمِيْ وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِيْ.

۲۱۲۱: مالک بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ زُہَیر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حُمَید سے، حُمَید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے بقیع میں آواز دی: اے ابوالقاسم! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا۔ اُس نے کہا: میں نے آپؐ کو نہیں پکارا۔ تو آپؐ نے فرمایا: میرے نام پر نام رکھو مگر میری کنیت نہ رکھو۔

اطرافہ: ٢١٢٠، ٣٥٣٧۔

٢١٢٢ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيْدَ عَنْ نَّافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ الدَّوْسِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَائِفَةِ النَّهَارِ لَا يُكَلِّمُنِيْ وَلَاأُكَلِّمُهُ حَتَّى أَتَى سُوْقَ بَنِي قَيْنُقَاعَ فَجَلَسَ بِفِنَاءِ بَيْتِ فَاطِمَةَ فَقَالَ أَثَمَّ لُكَعُ أَثَمَّ لُكَعُ فَحَبَسَتْهُ شَيْئًا فَظَنَنْتُ أَنَّهَا تُلْبِسُهُ سِخَابًا أَوْ تُغَسِّلُهُ فَجَاءَ يَشْتَدُّ حَتَّى عَانَقَهُ وَقَبَّلَهُ وَقَالَ اللَّهُمَّ أَحِبَّهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهُ. قَالَ سُفْيَانُ قَالَ عُبَيْدُ اللهِ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ رَأَى نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ أَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ.

طرفہ: ٥٨٨٤۔

۲۱۲۲: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ بن ابی یزید سے، عبیداللہ نے نافع بن جبیر بن مطعم سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم دن کے (پچھلے) پہر نکل کر جانے لگے۔ نہ آپؐ مجھ سے بات کرتے، نہ میں آپؐ سے بات کرتا؛ یہاں تک کہ آپؐ بنی قینقاع کے بازار میں آئے اور حضرت فاطمہؓ کے صحنِ مکان میں بیٹھ گئے اور فرمایا: کیا بچہ یہیں ہے؟ کیا بچہ یہیں ہے؟ (آپؐ کی مراد حضرت حسنؓ سے تھی) تو (حضرت فاطمہؓ نے) کچھ دیر اُسے روکے رکھا۔ جس سے میں سمجھا کہ وہ اسے ہار پہنا رہی ہیں یا نہلا رہی ہیں۔ اِتنے میں وہ دوڑا آیا۔ اس کے آتے ہی آپؐ نے اسے گلے لگایا اور اسے بوسہ دیا اور فرمایا: اے اللہ! اسے اپنا محبوب بنائیو اور اس شخص سے بھی محبت کرئیو جو اِس سے محبت رکھے۔ سفیان نے کہا: عبیداللہ نے مجھے خبر دی کہ انہوں نے نافع بن جبیر کو دیکھا تھا۔ وہ ایک رکعت وتر پڑھتے تھے۔

٢١٢٣ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ أَنَّهُمْ كَانُوْا يَشْتَرُوْنَ الطَّعَامَ مِنَ الرُّكْبَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَبْعَثُ عَلَيْهِمْ مَّنْ يَّمْنَعُهُمْ أَنْ يَّبِيْعُوْهُ

۲۱۲۳: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا کہ ابوضمرہ (انس بن عیاض) نے ہمیں بتایا کہ موسیٰ بن عقبہ نے نافع سے روایت کرتے ہوئے ہم سے بیان کیا کہ حضرت ابن عمرؓ نے ہمیں بتایا کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قافلے والوں سے غلہ خریدا کرتے تھے۔ تو آپؐ اُن کے پاس کسی کو بھیجتے

حَيْثُ اشْتَرَوْهُ حَتَّى يَنْقُلُوْهُ حَيْثُ يُبَاعُ الطَّعَامُ.

جواُن کو غلہ وہیں بیچنے سے منع کرتا، جہاں انہوں نے خریدا ہے؛ جب تک کہ وہ غلہ وہاں نہ لے آئیں جہاں وہ بیچا جاتا ہے۔

اطرافہ: ۲۱۳۱، ۲۱۳۷، ۲۱۶۶، ۲۱۶۷، ۶۸۵۲۔

۲۱۲۴: قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبَاعَ الطَّعَامُ إِذَا اشْتَرَاهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ.

۲۱۲۴: (نافع نے) کہا: اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس بات سے منع فرمایا ہے کہ غلہ اُسی وقت بیچا جائے جس وقت کسی نے اسے خریدا ہو؛ جب تک کہ وہ اس پر پورا قبضہ نہ کرلے۔

اطرافہ: ۲۱۲۶، ۲۱۳۳، ۲۱۳۶۔

تشریح: **مَا ذُكِرَ فِي الْاَسْوَاقِ:** مسند احمد بن حنبل میں ایک روایت منقول ہے، جس کی رُو سے بازار اور منڈیاں بدترین جگہ ٹھہرتی ہیں۔ یہ روایت حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں: اَيُّ الْبُلْدَانِ شَرٌّ فَقَالَ أَسْوَاقُهَا[1] کہ بازار بدترین جگہیں ہیں۔ ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے بھی یہ روایت صحیح قرار دی ہے۔ حاکم کی روایت جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: اِنَّ خَيْرَ الْبِقَاعِ الْمَسَاجِدُ وَشَرُّ الْبِقَاعِ الْاَسْوَاقُ.[2] یعنی اللہ تعالیٰ کی نہایت ہی پیاری جگہیں مسجدیں ہیں اور قابل نفرت جگہیں بازار ہیں۔ یہ روایتیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط کے مطابق نہیں۔ اس باب کا مقصد واضح کرنے کی غرض سے عنوان ہی میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت عمرؓ کی دو روایتوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۲۰۴۸، ۲۰۶۲) جن سے پایا جاتا ہے کہ بازار اور منڈی میں دونوں قسم کی صورتیں پائی جاتی ہیں۔ خیر و برکت کی بھی، شر اور نقصان کی بھی؛ جو درحقیقت نسبتی امور ہیں۔ عقل وضبط اور حسن تصرف اور تقویٰ سے جو کوئی کام لے گا تو یہی جگہیں اس کے لیے بابرکت ہونگی اور اگر غفلت و جہالت اور معصیت اور خواہشات اور نفس کی پیروی سے کام لیا گیا تو یہی جگہیں آدمی کے لئے نحوست اور بے برکتی کا موجب ہوں گی۔ یہی حکمت ذہن نشین کرانے کی غرض سے اس باب کے تحت سات روایتیں نقل کی گئی ہیں۔

پہلی روایت (نمبر ۲۱۱۸) کا تعلق ایک حدیث سے ہے جو رؤیا کی بناء پر بیان کی گئی ہے اور اس کا تعلق ایک پیشگوئی سے ہے جو بنی امیہ کے عہدِ خلافت میں اُس وقت پوری ہوئی جب یزید کی موت کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت ہوئی اور ۶۷ھ میں مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی گئی اور وہ شہید ہوئے۔ لیکن بنو امیہ کی یہ تعدّیاں بہت جلد ان کی تباہی کا

[1] (مسند احمد بن حنبل جزء ۴ صفحہ ۸۱)

[2] (صحيح ابن حبان، كتاب الصلاة، ذكر البيان بأن خير البقاع فى الدنيا المساجد، جزء ۴ صفحہ ۴۷۶)
(المستدرك، كتاب العلم، خير البقاع المساجد وشر البقاع الأسواق، جزء اول صفحہ ۹۰)

موجب ہوئیں۔سوسال سے زیادہ عرصہ نہ گزرا کہ ان کی امارت کا محل گر کر خس وخاشاک ہوگیا۔اس روایت کے آخر میں **ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ** آیا ہے۔یعنی پھر وہ اپنی نیتوں کے مطابق اُٹھائے جائیں گے۔یعنی قومی تباہی جو ہمہ گیر عذاب الٰہی کی صورت میں ہوئی ہے، اس کی گرفت میں شریروں کے ساتھ بعض نیک لوگ بھی آ جاتے ہیں۔جیسا کہ قرآنِ مجید میں اسی تقدیر الٰہی کا ذکر اِن الفاظ میں وارد ہوا ہے: **وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝** (الأنفال:٢٦) یعنی اُس فتنہ سے بچو جو تم میں سے صرف ظالموں ہی کو نہیں پہنچے گا بلکہ دوسروں کو بھی پہنچے گا اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نہایت ہی سخت ہوتا ہے۔یہ قانونِ الٰہی قومی عذاب کے وقت جاری ہوتا ہے۔لیکن اخروی زندگی میں نیکوں کی نیکی نظر انداز نہ ہوگی بلکہ انہیں اُن کی نیتوں کے مطابق بدلہ ملے گا۔دنیاوی سزا میں اُن کی شمولیت دراصل اُس غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے ہوتی ہے جو انہوں نے اپنی قوم کی اصلاح میں کی ہوتی ہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس حدیث کے نقل کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی مکان کی نحوست درحقیقت مکینوں کی بدعملی کی وجہ سے ہوتی ہے۔

دوسری روایت (نمبر ۲۱۱۹) سے ظاہر ہے کہ بازار کے کاروبار میں مشغول رہنے کے باوجود بھی اطاعت الٰہی مقدم رکھی جاسکتی ہے؛ جس کی وجہ سے نیکی کا ثواب کئی گنا ہو جاتا ہے کیونکہ انسان کو اپنے نفس سے اِس میں ایک جہاد کرنا پڑتا ہے۔تیسری اور چوتھی روایت (نمبر ۲۱۲۰، ۲۱۲۱) میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی بازار میں آیا جایا کرتے تھے اور یہ خیال کہ بازار منحوس ہوتے ہیں درست نہیں۔پانچویں روایت (نمبر ۲۱۲۲) سے ظاہر ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کا گھر منڈی ہی میں واقع تھا۔چھٹی اور ساتویں روایت (نمبر ۲۱۲۳، ۲۱۲۴) میں بتایا گیا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بازاروں میں کاروبار کیا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی خود نگرانی فرماتے اور منڈیوں میں آپؐ بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم کو مقرر فرماتے تھے کہ وہاں خلافِ شریعت کاروبار نہ ہو۔ایسا انتظام کرنا حکومت کے فرائض میں سے ہے، تا بازار اور منڈی میں اسلامی احکام پر عمل درآمد ہو۔**قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ** – اس تعلق میں باب ۵۵ بھی دیکھئے۔

بَاب ٥٠ : كَرَاهِيَةُ السَّخَبِ فِي الْأَسْوَاقِ

بازاروں میں شور وغل مچانا ناپسندیدہ اَمر ہے

٢١٢٥ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ حَدَّثَنَا هِلَالٌ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَارٍ قَالَ لَقِيْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قُلْتُ أَخْبِرْنِي عَنْ صِفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

۲۱۲۵: محمد بن سنان نے ہم سے بیان کیا کہ فلیح نے ہمیں بتایا کہ حلال (بن علی) نے عطاء بن یسار سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔انہوں نے کہا کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے ملا اور کہا کہ آپؓ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بتائیں جو تورات

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّوْرَاةِ قَالَ أَجَلْ وَاللهِ إِنَّهُ لَمَوْصُوْفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًاۙ﴿۴۶﴾ (الأحزاب: ٤٦) وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّيْنَ أَنْتَ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيْظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلَكِنْ يَّعْفُوْ وَيَغْفِرُ وَلَنْ يَّقْبِضَهُ اللهُ حَتَّى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِأَنْ يَّقُوْلُوْا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَيُفْتَحُ[1] بِهَا أَعْيُنٌ عُمْيٌ وَآذَانٌ صُمٌّ وَقُلُوْبٌ غُلْفٌ. تَابَعَهُ عَبْدُ الْعَزِيْزِ ابْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ هِلَالٍ. {[2] وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ هِلَالٍ} عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ سَلَامٍ. غُلْفٌ كُلُّ شَيْءٍ فِي غِلَافٍ، سَيْفٌ أَغْلَفُ وَقَوْسٌ غَلْفَاءُ وَرَجُلٌ أَغْلَفُ إِذَا لَمْ يَكُنْ مَخْتُوْنًا.

طرفه: ٤٨٣٨۔

میں آئی ہے۔انہوں نے میری درخواست کومنظور کرتے ہوئے کہا: بخدا آپؐ کی بعض صفات تورات میں وہی مذکور ہیں جن کا ذکر قرآن میں ہے: (مثلاً) اے نبیؐ ہم نے تجھے بطور شاہد اور مبشر اور نذیر بھیجا ہے (اس کے علاوہ اس کی یہ صفات بھی مذکور ہیں کہ) اور اُمیوں کیلئے بطور تعویذ کے بھیجا ہے۔ تو میرا بندہ اور میرا رسول ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا۔ وہ بد خلق درشت کلام نہیں اور نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور مچانے والا اور نہ بدی کا بدلہ بدی سے دیتا ہے، بلکہ معاف کرتا اور پردہ پوشی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک اسے وفات نہیں دے گا جب تک کہ وہ ٹیڑھی قوم سیدھی نہ کر دے یعنی لوگ یہ اقرار نہ کریں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (اللہ تعالیٰ کی شریعت) کے ذریعہ سے اندھی آنکھوں کو بینا اور بہرے کانوں کو شنوا اور غلافوں میں لپٹے ہوئے دلوں کو کھول[1] دے گا۔ عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے ہلال سے روایت کرتے ہوئے فلیح کی طرح یہ حدیث بیان کی اور سعید[2] (بن ابی ہلال) نے بسند عطاء ہلال سے یوں نقل کی کہ ابن سلام سے مروی ہے۔ غُلْفٌ کے معنی ہیں: ہر وہ شئے جو غلاف میں ہو۔ چنانچہ جب تلوار میان میں ہو تو کہتے ہیں: سَيْفٌ اَغْلَفُ اور کمان جب پردے میں ہو تو کہتے ہیں: قَوْسٌ غَلْفَآءُ اسی طرح کہتے ہیں: رَجُلٌ اَغْلَفُ. وہ مرد جس کا ختنہ نہ ہوا ہو۔

[1] عمدۃ القاری میں الفاظ وَيُفْتَحُ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا وَآذَانًا صُمًّا وَقُلُوْبًا غُلْفًا ہیں (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۴۲) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

[2] الفاظ وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ هِلَالٍ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں (فتح الباری جزء ۴ حاشیہ صفحہ ۴۳۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: **کَرَاهِيَةُ السَّخَبِ فِي الْأَسْوَاقِ:** اس باب کا عنوان بھی سابقہ باب کے مضمون سے متعلق ہے۔ بازار فی ذاتہ جائے شر نہیں؛ جس کی وجہ سے وہاں جانے یا کاروبار کرنے کی ممانعت ہو بلکہ خلافِ شریعت وتہذیب امور ممنوع ہیں۔ جن سے بازار اور منڈیوں کو محفوظ رکھا جائے اور یہی باتیں انہیں بدنام کرتی اور قابل مذمت بناتی ہیں۔ شریعت اسلامیہ بازاروں میں شور وغوغا اور لڑائی جھگڑا کرنا ناپسند کرتی ہے اور ان باتوں کے مکروہ ہونے کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پاکیزہ صفات سے استدلال کیا گیا ہے جو آپؐ کی نسبت تورات میں بطور پیشگوئی یہ علامت بتائی گئی ہے کہ وہ موعود نبی بازار میں آواز اونچی نہ کرے گا۔ اس بارہ میں یسعیاہ نبی علیہ السلام کی پیشگوئی کے الفاظ ہیں:-

> ”دیکھو میرا خادم جس کو میں سنبھالتا ہوں۔ میرا برگزیدہ جس سے میرا دل خوش ہے۔ میں نے اپنی روح اُس پر ڈالی۔ وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا۔ وہ نہ چلّائے گا اور نہ شور کرے گا اور نہ بازاروں میں اُس کی آواز سنائی دے گی۔ وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑے گا اور ٹمٹماتی بتی کو نہ بجھائے گا۔ وہ راستی سے عدالت کرے گا۔ وہ ماندہ نہ ہوگا اور ہمت نہ ہارے گا جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کرلے۔ جزیرے اُس کی شریعت کا اِنتظار کریں گے۔“ (یسعیاہ باب ۴۲ آیت ۱تا۵)

اس پیشگوئی کا ذکر ملاکی نبی کی کتاب میں یوں ہے:-

> ”دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے راہ درست کرے گا اور خداوند جس کے تم طالب ہو، ناگہان اپنی ہیکل میں آ موجود ہوگا۔ ہاں عہد کا رسول جس کے تم آرزومند ہو آئے گا ......“ (ملاکی باب ۳ آیت ۱)

اس سے پہلے باب میں اِسی نبی نے واضح طور پر بنی اسرائیل کی بابت یہ اعلان کیا ہے کہ چونکہ بنی اسرائیل نے اللہ کی تمجید کو ملحوظ نہیں رکھا، وہ ملعون ہو چکے ہیں کیونکہ وہ راہ سے منحرف ہو چکے اور شریعت میں بہتوں کے لئے ٹھوکر کا باعث ہوئے۔ (ملاکی باب ۲ آیت ۱تا۹) یہی عہد کا وہ رسول ہے جس کی پیشگوئی کا ذکر مرقس میں بایں الفاظ ہے:

> ”جیسا یسعیاہ نبی کی کتاب میں لکھا ہے کہ دیکھ میں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ تیار کرے گا۔ بیابان میں پکارنے والے کی آواز آتی ہے کہ خداوند کی راہ تیار کرو۔ اُس کے راستے سیدھے بناؤ۔“ (مرقس باب ۱ آیت ۲،۳)

اسی عہد کے رسول کی بشارت جیسے حضرت یسعیاہ علیہ السلام نے دی، حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی دی اور اس موعود کا نام روحِ حق رکھا اور بتایا کہ وہ ساری سچائی بیان کرے گا۔ یہی وہ عظیم الشان پیشگوئی ہے جس کا حوالہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنی روایت (نمبر ۲۱۲۵) میں دیا ہے۔

یہ پیشگوئی پوری تفصیل رکھتی ہے، دعوتِ توحید اور بشارت وانذار کی؛ جس کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے ہے اور اس میں کھلے الفاظ میں صراحت ہے کہ اس کا ظہور صحرائے عرب میں ہوگا۔ جہاں سلعہ (مدینہ کا پہاڑ) اور قیدار (بنی اسماعیل) کی بستیاں ہیں۔ بتوں کی پوجا کا استیصال اور خدائے وحدہٗ لاشریک کی سراسر حمد وستائش کا مذکورہ بالا وصف بھی بیان ہوا ہے کہ بازاروں میں وہ شور نہ کرے گا اور اِس میں مستقبل کی عظیم الشان پیشگوئی کا بھی ذکر ہے کہ جزائر کے رہنے والے اُس کی شریعت کے انتظار میں ہوں گے اور یہ وہ پیشگوئی ہے جس کا ذکر اسلامی روایات میں طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا (كتاب بدء الخلق ،روایت نمبر ۳۱۹۹) کے الفاظ سے وارد ہوا ہے۔ یعنی سورج مغرب سے طلوع کرے گا جہاں مشارالیہ جزائر واقع ہیں۔ حدیث زیر باب میں عہد نامہ قدیم کی اسی پیشگوئی کی تطبیق قرآنِ مجید کی اس آیت سے دی گئی ہے: اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ {یقیناً ہم نے تجھے ایک شاہد اور ایک مبشر اور ایک نذیر کے طور پر بھیجا ہے اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے اور ایک منور کر دینے والے سورج کے طور پر} (الأحزاب: ۴۶-۴۷) ان آیات میں اس داعی الی اللہ کی خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والا، نور کی طرف نکالنے والا، اپنے ساتھیوں کو بہت بڑے فضل کی بشارت دینے والا اور نہ ماننے والوں کے لئے نذیرِ مبین ہوگا اور قرآنِ مجید کی یہ پیشگوئی مفہوماً وہی پیشگوئی ہے جس کا ذکر یسعیاہ وغیرہ انبیاء کی کتابوں میں موجود ہے۔ یہ پیشگوئی من وعن جس شان سے پوری ہوئی، وہ ظاہر وباہر ہے اور ناقابل اِنکار تاریخ عالم کا مشہور ومعروف واقعہ ہے۔ جزائر سے تعلق رکھنے والا حصہ ابھی باقی ہے جس کا طلوعِ شمس کی پیشگوئی میں ہم استقبال کرنے والے ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: فصل الخطاب جزء دوم صفحہ ۲۶۸ تا ۲۸۴، دیباچہ تفسیر القرآن- ''بائبل میں قرآن مجید کے نزول اور آنحضرت ﷺ کے ظہور کے متعلق پیشگوئیاں''-صفحہ ۶۵ تا ۱۰۳۔ محولہ بالا پیشگوئی کے الفاظ سے ان آدابِ اسلامیہ کا اِستنباط کیا گیا ہے، جن کا ایک تعلق بازار سے ہے اور بتایا ہے کہ مسلمان کا کردار سیرتِ نبویہؐ کے سانچہ میں ڈھلنا چاہیے۔

بَاب ۵۱ : اَلْكَيْلُ عَلَى الْبَائِعِ وَ الْمُعْطِي

ماپ تول (کی محنت مشقت کا معاوضہ) بیچنے والے اور دینے والے پر ہے

وَقَوْلُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ: وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ (المطففين: ٤) يَعْنِي كَالُوْا لَهُمْ أَوَ وَزَنُوْا لَهُمْ كَقَوْلِهِ يَسْمَعُوْنَكُمْ (الشعراء:۷۳) يَسْمَعُوْنَ

اور اللہ عزوجل کا قول: یعنی جب اُن کو ماپ یا تول کر دیتے ہیں تو وہ انہیں کم دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قول ویسا ہی ہے جیسے فرمایا: يَسْمَعُوْنَكُمْ. اور معنے یہ ہیں کہ يَسْمَعُوْنَ لَكُمْ۔ {وہ تمہاری پکار سنتے ہیں}

لَكُمْ. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اكْتَالُوْا حَتَّى تَسْتَوْفُوْا وَيُذْكَرُ عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ إِذَا بِعْتَ فَكِلْ وَإِذَا ابْتَعْتَ فَاكْتَلْ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماپ کر لے لو یہاں تک کہ تم اپنا حق پورا کرلو اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: جب تم بیچو تو ماپ کردو اور جب تم خریدو تو ماپ کرلو۔

۲۱۲۶: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ.

اطرافهُ: ۲۱۲۴، ۲۱۳۳، ۲۱۳۶۔

۲۱۲۶: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو غلہ خریدے تو اُس وقت تک اُسے نہ بیچے جب تک اُس کا پورا قبضہ نہ لے لے۔

۲۱۲۷: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مُّغِيْرَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ تُوُفِّيَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَاسْتَعَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى غُرَمَائِهِ أَنْ يَّضَعُوْا مِنْ دَيْنِهِ فَطَلَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فَلَمْ يَفْعَلُوْا فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذْهَبْ فَصَنِّفْ تَمْرَكَ أَصْنَافًا الْعَجْوَةَ عَلَى حِدَةٍ وَعِذْقَ

۲۱۲۷: عبدان نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہم کو خبر دی۔ انہوں نے مغیرہ سے، مغیرہ نے (عامر) شعبی سے، شعبی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ فوت ہوگئے اور اُن پر قرض تھا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی کہ آپؐ ان کے قرض خواہوں کو سمجھائیں کہ وہ ان کے قرض میں کچھ کمی کردیں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اِس خواہش کا اظہار کیا مگر انہوں نے (کمی) نہ کی۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اور اپنی

ابْنِ☆ زَيْدٍ عَلَى حِدَةٍ ثُمَّ أَرْسِلْ إِلَيَّ فَفَعَلْتُ ثُمَّ أَرْسَلْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ فَجَلَسَ عَلَى أَعْلَاهُ أَوْ فِي وَسَطِهِ ثُمَّ قَالَ كِلْ لِلْقَوْمِ فَكِلْتُهُمْ حَتَّى أَوْفَيْتُهُمُ الَّذِي لَهُمْ وَبَقِيَ تَمْرِي كَأَنَّهُ لَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ شَيْءٌ. وَقَالَ فِرَاسٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ حَدَّثَنِي جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا زَالَ يَكِيْلُ لَهُمْ حَتَّى أَدَّاهُ. وَقَالَ هِشَامٌ عَنْ وَّهْبٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُذَّ لَهُ فَأَوْفِ لَهُ.

کھجوروں کی ایک ایک قسم کو جدا کرو۔ عجوہ کھجور کو علیحدہ اور عذق زید☆ کھجور کو علیحدہ۔ پھر مجھے پیغام بھیجنا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلا بھیجا تو آپؐ تشریف لائے تو آپؐ کھجوروں کے ڈھیر پر یا ان کے درمیان بیٹھ گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اِن لوگوں کو ماپ کردو۔ چنانچہ میں نے ان کو ماپ کردیا؛ یہاں تک کہ جواُن کا حق تھا، میں نے ان کو پورا دے دیا اور میری کھجوریں بچ رہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان میں کچھ کمی نہیں ہوئی۔ اور فراس نے شعبی سے یوں نقل کی ہے کہ حضرت جابرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ وہ ماپ کردیتے رہے، یہاں تک کہ انہیں ادا کردیا۔ ہشام نے بسند وہب حضرت جابرؓ سے روایت یوں نقل کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لئے کھجور سے کاٹو اور اس کو پورا دے دو۔

اطرافہُ: ۲۳۹۵، ۲۳۹۶، ۲۴۰۵، ۲۶۰۱، ۲۷۰۹، ۲۷۸۱، ۳۵۸۰، ۴۰۵۳، ۶۲۵۰۔

تشریح: **اَلْكَيْلُ عَلَى الْبَآئِعِ وَالْمُعْطِي:** شارحین نے اَلْكَيْل سے مراد مُؤْوْنَةُ الْكَيْل لی ہے۔ یعنی ماپ تول کا محنتانہ۔ (فتح الباری جزء۴صفحہ۴۳۵) کَیل کے معنی مقدار معین کرنا ماپ سے یا تول سے۔ کہتے ہیں: كِلْتُ الدَّرَاهِمَ اَیْ وَزَنْتُهَا یعنی میں نے درہم کا وزن کیا۔ عنوانِ باب میں مندرجہ حوالہ جات اور اِس کے تحت منقولہ روایات سے لفظ کیل کا بھی مفہوم معین کرنا اور بتانا مقصود ہے کہ اندازہ کرنے کا محنتانہ بائع یا قارض پر ہے۔ کیونکہ معین مقدار میں کمی معلوم ہونے پر بائع ذمہ دار ہوتا ہے کہ اسے پورا کرے۔

قرآن مجید کی جس آیت کا حوالہ دیا ہے وہ سورۃ المطففین کی ہے۔ جس کا موضوع ہی ماپ تول کی کمی اور اس کا بدانجام ہے۔ تَطْفِيف کے معنی ہیں کم کرنا، بخل اور کنجوسی سے کام لینا، ترازو کو مارنا، ناقص دودھ گھی چینی وغیرہ خوردنی اشیاء اور گیلی لکڑی فروخت کرنا۔ اس قسم کی تمام باتیں تَطْفِيف کے مفہوم میں شامل ہیں کہ ان کی قیمت تو نرخ کے مطابق

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ "عِذْقَ زَيْدٍ" ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۱صفحہ۲۴۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

لی جاتی ہے۔لیکن مطلوبہ چیزیں صحیح حالت میں نہیں دی جاتیں۔اس طرح مشتری کے حق میں کمی کی جاتی ہے۔وہ آیات یہ ہیں: وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ o الَّـذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ o وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ o اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ o لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ o يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ o (المطففين:۲تا۷) یعنی سودا سلف میں وزن کم کرنے والوں کے لئے افسوس (کہ اُن کا انجام بد ہوگا) یہ وہ ہیں جو لوگوں سے جب تول کر لیتے ہیں تو خوب تول کر پورا کا پورا لیتے ہیں اور جب اُن کو تول کر یا وزن کر کے دیتے ہیں تو پھر انہیں کم دیتے ہیں۔کیا یہ لوگ یقین نہیں کرتے کہ وہ (زندہ کر کے) اُٹھائے جائیں گے، اس عظیم الشان وقت (کا فیصلہ دیکھنے) کے لئے جس وقت تمام لوگ سب جہانوں کے ربّ (کا فیصلہ سننے) کے لئے کھڑے ہوں گے۔ان آیات کی لطیف اور مبسوط شرح کے لئے دیکھیں تفسیر کبیر مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ، جلد ہشتم، تفسیر سورۃ المطففین۔

بیع وشراء اور لین دین میں ماپ تول سے متعلق کئی احکام قرآنِ مجید میں مختلف مقامات پر وارد ہوئے ہیں۔مثلاً سورۂ اعراف میں مدین قوم کا ذکر ہے جو تاجر پیشہ تھی اور اپنے تجارتی کاروبار میں فریب دہی سے کام لیتی تھی۔ان کی اصلاح کے لئے خدا کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے اور انہوں نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ o (الأعراف:۸۶) {... یقیناً تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے کھلی کھلی نشانی آچکی ہے۔پس ماپ اور تول پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلایا کرو۔یہ تمہارے لیے بہتر تھا اگر تم ایمان لانے والے ہوتے۔} یہ ارشاد بھی جامع ہے۔پہلے حصے میں ماپ اور وزن پورا کرنے کا حکم ہے اور دوسرے حصے میں منع کیا گیا ہے کہ لوگوں کو خرید و فروخت کی اشیاء ناقص نہ دو، نہ مقدار میں نہ نوعیت کے لحاظ سے۔قرآنِ مجید کے احکام بیع وشراء کے بارہ میں ایک مکمل ضابطہ ہیں۔اس تعلق میں مندرجہ ذیل آیات بھی ملاحظہ ہوں: وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ o وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ o بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ o (ھود: ۸۵-۸۷) {اور ماپ اور تول میں کمی نہ کیا کرو۔یقیناً میں تمہیں دولت مند پاتا ہوں اور میں تم پر ایک گھیر لینے والے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔اور اے میری قوم! ماپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو اور لوگوں کی چیزیں انہیں کم کر کے نہ دیا کرو اور زمین میں مفسد بنتے ہوئے بدامنی نہ پھیلاؤ۔اللہ کی طرف سے جو (تجارت میں) بچتا ہے، وہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم (سچے) مومن ہو اور میں تم پر نگران نہیں۔} وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا o (بنی اسرائیل:۳۶) {اور جب تم ماپ کرو تو پورا ماپ کرو اور سیدھی ڈنڈی سے تولو۔یہ بات بہت بہتر اور انجام کار سب سے اچھی ہے۔} وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ کے معنی ہیں: معیاری ماپ تول کے ذریعے سے صحیح صحیح

وزن کرو۔ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ (الأنعام:۱۵۳) {اور سوائے ایسے طریق کے جو بہت اچھا ہو یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ اپنی بلوغت کی عمر کو پہنچ جائے اور ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پورے کیا کرو۔} یتامیٰ کے حقوق کی نگہداشت رکھنے کے بارے میں تاکید ہے اور ہدایت ہے کہ انہیں اُن کا حق پورا پورا دیا جائے اور انصاف سے ان کے ساتھ سلوک کیا جائے۔ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ (الرحمٰن :۸تا۱۰) {اور آسمان کی کیا ہی شان ہے۔ اس نے اسے رفعت بخشی اور نمونۂ عدل بنایا۔ تا کہ تم میزان میں تجاوز نہ کرو۔ اور وزن کو انصاف کے ساتھ قائم کرو اور تول میں کوئی کمی نہ کرو۔} اس آیت میں نظامِ آسمانی کے قیام کی طرف توجہ دِلائی گئی ہے کہ اِس میں صحیح صحیح توازن پایا جاتا ہے۔ یہ اِرشاد ہے کہ تم بھی افراط و تفریط سے کام نہ لو۔

اِكْتَالُوْا حَتّٰى تَسْتَوْفُوْا: عنوانِ باب میں مذکورہ بالا آیت کا حوالہ دینے کے علاوہ اِرشادِ نبوی کے دو حوالے ہیں۔ پہلا نسائی اور ابن حبان نے بسند طارق بن عبداللہ محاربی نقل کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے پاس ایک سرخ اُونٹ تھا۔ اِتنے میں ایک شخص آیا۔ دو کپڑوں میں ملبوس تھا۔ اس نے پوچھا کہ آیا یہ اُونٹ فروخت کیا جا سکتا ہے؟ ہم نے کہا: ہاں۔ قیمت دریافت کرنے پر ہم نے بتایا کہ اِتنے صاع کھجوروں کے عوض۔ تو اُس نے کہا: بہت اچھا؛ میں نے لے لیا اور یہ کہہ کر اُونٹ کی نکیل پکڑی اور چل دیا اور شام کے قریب لَوٹا اور کہنے لگا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایلچی ہوں۔ یہ کھجوریں ہیں، کھاؤ یہاں تک کہ سیر ہو جاؤ۔ وَتَكْتَالُوْا حَتّٰى تَسْتَوْفُوْا۔ اور ماپ کر لے لو؛ یہاں تک کہ اپنا حق پورا کر لو۔ (صحیح ابن حبان، کتاب التاریخ، باب کتب النبیؐ، ذکر مقاساة المصطفیٰ ﷺ ما کان یقاسی من قومه فی إظهار الإسلام، روایت نمبر ۶۵۶۲ جزء۱۴ صفحہ ۵۱۸)

اِذَا بِعْتَ فَكِلْ وَاِذَا ابْتَعْتَ فَاكْتَلْ: دوسرا حوالہ حضرت عثمانؓ کی روایت کا ہے جو دار قطنی، مسند احمد بن حنبل اور ابن ماجہ میں منقول ہے۔☆ دونوں حوالے سورۃ المطففین کی آیت میں واردشدہ لفظ كَالُوْهُمْ اور اِكْتَالُوْا کی وضاحت کی غرض سے دیئے گئے ہیں۔ اہل لغت میں سے بعض نے كَالُوْا اور وَزَنُوْا پر وقفہ کر کے هُمْ کی ضمیر علیحدہ پڑھی ہے اور اسے يُخْسِرُوْنَ کا مبتداء قرار دیا ہے۔ اس لئے ان کے خیال کی اِصلاح کی غرض سے كَالُوْا لَهُمْ اور وَزَنُوْا لَهُمْ کے الفاظ نمایاں کئے ہیں اور بتایا ہے کہ هُمْ مفعول ہے، كَالُوْا اور وَزَنُوْا کا۔ ابوعبیدہ اور فراء دونوں چوٹی کے علمائے لغت میں سے ہیں، وہ بھی اِسی امر کی تائید میں ہیں اور امام موصوفؒ نے يَسْمَعُوْنَكُمْ اور يَسْمَعُوْنَ لَهُمْ سے دلیل دی ہے کہ ایسا حذف دوسرے الفاظ میں بھی جائز ہے۔ علاوہ ازیں كَالُوْا اور اِكْتَالُوْا کے درمیان ایک اور فرق بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ بائع جب دے تو ماپ کر دے اور مشتری جب لے تو ماپ کر لے۔ مذکورہ حوالوں کی تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۳۵، ۴۳۶ - عمدة القاری جزء۱۱ صفحہ ۲۴۴، ۲۴۵۔

☆ (ابن ماجه، کتاب التجارات، باب بیع المجازفة) (مسند احمد بن حنبل، جزء اوّل صفحہ ۶۲، ۷۵)
(سنن الدار قطنی، کتاب البیوع، روایت نمبر ۲۳ جزء۳ صفحہ ۸)

بَاب ٥٢ : مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْكَيْلِ

ماپنا جو پسندیدہ ہے

٢١٢٨ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كِيْلُوْا طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ.

۲۱۲۸: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ولید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ثور (بن یزید دمشقی) سے، ثور نے خالد بن معدان سے، خالد نے حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اپنا اناج ماپ لیا کرو، تمہیں برکت دی جائے گی۔

تشریح: **مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْكَيْلِ:** خرید وفروخت میں پوری مقدار قبضہ میں لینے سے بیع صحیح قرار پاتی ہے (دیکھئے باب ۵۵) یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ پورا اندازہ صرف تجارتی کاروبار یا قرضہ کی ادائیگی ہی میں نہیں بلکہ روزمرہ کی خوراک میں بھی مدنظر ہے۔ اس بارہ میں کئی روایتیں ایسی بھی منقول ہیں؛ جن سے پایا جاتا ہے کہ خوراک کا ماپنا تولنا باعث برکت نہیں ہوتا۔ ان میں سے ایک روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے کہ میرے پاس کچھ جَو تھے جن میں سے مَیں اِستعمال کرتی تھی یہاں تک کہ اس پر ایک عرصہ گزر گیا۔ میں نے اسے ماپ لیا تو وہ ختم ہو گئے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۳۰۹۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اناج جب تک بغیر اندازہ استعمال ہوتا رہا، برکت رہی اور جب ماپنا شروع کیا، وہ جلدی ختم ہو گیا۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ایک لطیف رائے کا اظہار کیا ہے۔ اُن کے نزدیک اس سے یہ نتیجہ اَخذ کرنا درست نہیں کہ محض ماپنے سے بے برکتی ہوئی بلکہ حضرت عائشہؓ کا مقصد چونکہ محض اندازہ کرنا تھا، اِس لئے جو کچھ تھوڑا بہت باقی تھا، اُس کو اپنے وقت پر ختم ہونا ہی تھا جو ختم ہو گیا۔ یہ عرصہ سابقہ عرصہ سے کم تھا۔ اس لئے جلدی ختم ہونے کا احساس ہوا۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۳۷)

غرض اگر آنحضرت ﷺ کی اطاعت کی نیت روزمرہ کے کاموں میں شامل رہے تو یہ نیت یقیناً برکت کا موجب ہوگی۔ محض ماپنے تولنے پر برکت کا انحصار نہیں۔ ابن حبان کی محولہ بالا روایت کے یہ الفاظ ہیں: فَمَا زِلْنَا نَأْكُلُ مِنْهُ حَتَّى كَالَتْهُ الْجَارِيَةُ فَلَمْ يَلْبَثْ اَنْ فَنِيَ وَلَوْلَمْ تَكِلْهُ لَرَجَوْتُ أَنْ يَّبْقَى اَكْثَرَ. (صحیح ابن حبان، کتاب التاریخ، باب صفتهؐ وأخباره، ذكر ما بارك الله في اليسير من بركة المصطفىؐ، روایت نمبر ۶۴۱۵، جزء ۱۴ صفحہ ۳۲۵) یعنی ہم اناج سے کھاتے رہے یہاں تک کہ کنیز اُسے ماپنے لگی اور وہ جلدی ختم ہو گیا۔ اگر وہ نہ ماپتی تو مجھے اُمید تھی کہ وہ زیادہ دیر تک رہتا۔ ان الفاظ سے جو غلط مفہوم سمجھا گیا ہے، اس کی اِصلاح مستند حدیث کی بناء پر اس باب میں مدنظر ہے۔ آنحضرت ﷺ کے اِرشاد کے یہ الفاظ ہیں: كِيْلُوْا طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ. اس اِرشاد کی اطاعت برکت کا موجب ہوگی۔

بَاب٥٣ : بَرَكَةُ صَاعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُدِّهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع اور مُدّ کی برکت

فِيْهِ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اِس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

٢١٢٩ : حَدَّثَنَا مُوْسَى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لَهَا وَحَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيْمُ مَكَّةَ وَدَعَوْتُ لَهَا فِي مُدِّهَا وَصَاعِهَا مِثْلَ مَا دَعَا إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِمَكَّةَ.

٢١٢٩: موسیٰ (بن اسماعیل) نے ہم سے بیان کیا کہ وہیب نے ہمیں بتایا۔ عمرو بن یحیٰی نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عباد بن تمیم انصاری سے، عباد نے حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے، حضرت عبداللہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ حضرت ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور اس کے لئے دعا کی اور میں نے مدینہ کو حرم قرار دیا ہے، اس طرح جس طرح کہ حضرت ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور میں نے اِس کے لئے دعا کی ہے۔ اس کے مُدّ کے لئے اور اس کے صاع کے لئے ویسی دعا جیسی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے کی ہے۔

٢١٣٠ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مِكْيَالِهِمْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِي صَاعِهِمْ وَمُدِّهِمْ يَعْنِي أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ.

اطرافه: ٦٧١٤، ٧٣٣١.

٢١٣٠: عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ان کے یعنی اہل مدینہ کے ماپ میں برکت دے اور ان کے صاع میں اور مُدّ میں برکت دے۔

تشریح: **بَرَكَةُ صَاعِ النَّبِيِّ ﷺ وَمُدِّهِ:** اس باب کا تعلق بھی سابقہ باب کے مضمون ہی سے ہے۔ حضرت عائشہؓ کی محولہ بالا روایت کے لیے کتاب فضائل المدینة باب ۱۲ روایت نمبر ۱۸۸۹ دیکھئے۔ ان روایات سے ظاہر ہے کہ اہل مدینہ کے مُدّ اور صاع میں جو نمایاں برکت ہوئی، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبولیت دعا کا نتیجہ تھی۔

بَاب ٥٤: مَا يُذْكَرُ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ وَالْحُكْرَةِ

اناج کی خرید وفروخت اور اس کی فروخت روک رکھنے کے بارے میں جو روایتیں مذکور ہیں

٢١٣١: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ الطَّعَامَ مُجَازَفَةً يُضْرَبُوْنَ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّبِيْعُوْهُ حَتَّى يُؤْوُوْهُ إِلَى رِحَالِهِمْ.

۲۱۳۱: اسحاق بن ابراہیم نے مجھ سے بیان کیا کہ ولید بن مسلم نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے اوزاعی سے، اوزاعی نے زُہری سے، زُہری نے سالم سے، سالم نے اپنے باپ (حضرت ابن عمر) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے اُن لوگوں کو دیکھا ہے جو اناج یونہی بغیر ماپ تول کے خریدتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں انہیں اِس لئے پیٹا جاتا کہ اِس اناج کو اپنے اپنے ٹھکانوں پر لے جا کر محفوظ کر لینے سے پہلے کیوں بیچتے ہیں۔

اطرافہ: ٢١٢٣، ٢١٣٧، ٢١٦٦، ٢١٦٧، ٦٨٥٢۔

٢١٣٢: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَّبِيْعَ الرَّجُلُ طَعَامًا حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ كَيْفَ ذَاكَ قَالَ ذَاكَ دَرَاهِمُ بِدَرَاهِمَ وَالطَّعَامُ مُرْجًأ. قَالَ

۲۱۳۲: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ وہیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن طاؤس سے، ابن طاؤس نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اناج بیچے، تاوقتیکہ اس پر پورا قبضہ نہ کر لے۔ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا: یہ کیسے؟ انہوں نے کہا: یہ روپوں کو روپوں کے بدلہ بیچنا ہے، کیونکہ غلہ تو

أَبُو عَبْدِ اللهِ: مُرْجَوْنَ (التوبة: ١٠٦) مُؤَخَّرُوْنَ.

طرفهُ: ٢١٣٥.

میعاد پر بعد میں دیا جائے گا۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا کہ مُرْجَوْنَ کے معنی ہیں: مُؤَخَّرُوْنَ۔ یعنی تاخیر میں ڈالے ہوئے۔

٢١٣٣: حَدَّثَنِي أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ.

اطرافهُ: ٢١٢٤، ٢١٢٦، ٢١٣٦.

۲۱۳۳: ابوالولید نے مجھ سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ عبداللہ بن دینار نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اناج خریدے تو وہ نہ بیچے، جب تک کہ وہ اُس پر قبضہ نہ کرلے۔

٢١٣٤: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كَانَ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ يُحَدِّثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ أَنَّهُ قَالَ مَنْ عِنْدَهُ صَرْفٌ فَقَالَ طَلْحَةُ أَنَا حَتَّى يَجِيْءَ خَازِنُنَا مِنَ الْغَابَةِ قَالَ سُفْيَانُ هُوَ الَّذِي حَفِظْنَاهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ لَيْسَ فِيْهِ زِيَادَةٌ فَقَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُخْبِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الذَّهَبُ بِالْوَرِقِ☆ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا

۲۱۳۴: علی (بن مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ عمرو بن دینار (ان سے) بیان کرتے تھے کہ زُہری سے مروی ہے۔ انہوں نے مالک بن اَوس سے روایت کی کہ انہوں نے (لوگوں سے) پوچھا: کیا کسی کے پاس ریزگاری ہے؟ تو حضرت طلحہؓ (بن عبیداللہ) نے کہا: میرے پاس ہے۔ (انتظار کریں کہ) ہمارا خزانچی (موضع) غابہ سے آجائے۔ سفیان نے کہا: ہمیں زہری سے یہی بات یاد ہے۔ اِس میں کوئی زیادتی نہیں۔ انہوں نے کہا: مالک بن اَوس نے مجھے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بتا رہے تھے کہ آپؐ نے فرمایا: سونے کا سونے☆ سے مبادلہ سود ہے۔ مگر یوں اور یوں یعنی نقد بہ نقد۔ اور گیہوں کا گیہوں سے

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ "الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ" ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۵۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ.

مبادلہ بھی سود ہے مگر دست بدست۔ اور کھجور کا کھجور سے مبادلہ بھی سود ہے مگر دست بدست۔ اور جَو کا جَو سے مبادلہ بھی سود ہے مگر دست بدست۔

اطرافہ: ۲۱۷۰، ۲۱۷۴۔

تشریح: مَا يُذْكَرُ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ وَالْحُكْرَةِ: حُكْرَة اور اِحتِکار کے معنے ہیں غلہ وغیرہ اشیاء فروختنی روک رکھنا اور اِنتظار کرنا کہ نرخ چڑھنے پر بیچی جائیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۳۹، ۴۴۰) یہ طریق سبب ہوتا ہے قحط، تنگی اور بھاؤ بڑھ جانے کا۔ اس لئے شریعت اسلامی نے اِسے ممنوع قرار دیا ہے۔ حکومتیں بھی اس قسم کی ذخیرہ اندوزی کو قابل سزا جرم قرار دیتی ہے۔ اِحتکارِ شرعی غلے کو محض گھر لے جاکر محفوظ رکھنا نہیں بلکہ اِحتکار یہ ہے کہ غلہ اپنی ضرورت سے زیادہ ہونے پر بھی اِس لئے حاجت مندوں کو نہ دیا جائے کہ نرخ زیادہ ہوجائے تو فروخت کیا جائے۔ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک ممانعت احتکار کا تعلق صرف اشیائے خوردنی سے ہے۔ زیر باب کوئی روایت ایسی نہیں جس میں اِس تخصیص کی صراحت ہو اور شارحین کو اِس وجہ سے مندرجہ احادیث کا تعلق عنوانِ باب سے سمجھنے میں مشکل پیش آئی ہے۔ اسماعیلی کا خیال ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک صحیح مسلم والی روایت جو حضرت معمر بن عبداللہؓ نے مرفوعاً نقل کی ہے، وہ ثابت نہیں۔ اِس لئے انہوں نے استنباط سے کام لیا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۳۹، ۴۴۰) حضرت معمرؓ والی حدیث کے یہ الفاظ ہیں: لَا يَحْتَكِرُ اِلَّا خَاطِئٌ. (مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم الاحتکار فی الأقوات) خطا کار ہی احتکار کرتا ہے۔ یہ حدیث ابن ماجہ نے بھی مرفوعاً نقل کی ہے۔ یہ روایت حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: مَنِ احْتَكَرَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ طَعَامًا ضَرَبَهُ اللّٰهُ بِالْجَذَامِ وَالْإِفْلَاسِ. (ابن ماجه، کتاب التجارات، باب الحکرة والجلب) جس نے مسلمانوں سے اناج کی فروختنی اشیاء روک رکھیں، اللہ اُسے جذام اور افلاس میں مبتلا کرے گا۔ یعنی ان سے وہ سلوک کرے گا جو جذامیوں اور کوڑھیوں سے ہوتا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے: اَلْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ. (ابن ماجه، کتاب التجارات، باب الحکرة والجلب) یعنی منڈی میں سامان لانے والے کو رزق دیا جائے گا اور ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہوگا یعنی راندۂ رحمت الٰہی۔ اور امام احمد بن حنبلؒ اور حاکمؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے: مَنِ احْتَكَرَ طَعَامًا اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالَى وَبَرِئَ اللّٰهُ تَعَالَى مِنْهُ. (مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، جزء۲ صفحہ ۳۳) (المستدرک علی الصحیحین، کتاب البیوع، باب لا یحتکر الّا خاطئ) یعنی جس نے چالیس رات اجناس خوردنی روکے رکھیں۔ اللہ اس سے بیزار ہوا اور وہ اللہ سے بیزار کہ اُس نے اپنا رزاق اللہ تعالیٰ کو نہیں یقین کیا بلکہ لوگوں کو محروم رکھنے میں اپنا ذریعہ کسب معاش سمجھا۔ اِسی طرح حاکم نے حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے: مَنِ احْتَكَرَ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَغَالٰى بِهَا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَهُوَ خَاطِئٌ. (المستدرک علی الصحیحین، کتاب البیوع، باب لا یحتکر الّا خاطئ) یعنی وہ شخص جس نے فروختنی اشیاء روک رکھیں اس نیت سے کہ مسلمانوں کو مہنگی دی جائیں گنہگار ہے۔ ان روایات

کی طرف عنوانِ باب میں اِشارہ کیا گیا ہے؛ جن کی سند کے متعلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مطمئن نہیں، گو مفہوماً وہ درست ہوں۔ کیونکہ مستند احادیث سے ان کی اس حد تک تصدیق ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریق سے قطعاً منع فرمایا ہے۔

امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ اس باب میں اِحتکار کی تعریف کرنا اور یہ بتانا مقصود ہے کہ خوردنی اشیاء کا محض گھر میں لے جانا اِحتکار نہیں کہلاتا بلکہ اِس غرض سے روکے رکھنا احتکار کی تعریف میں آتا ہے کہ کل کو وہ مہنگی ہونے پر بیچی جائیں ورنہ لوگوں کو قبضہ کرنے اور گھروں کو لے جانے کی اَجازت ہی نہ ہوتی۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۴۰) باب کی پہلی روایت میں صراحت ہے کہ لوگوں کو اگر وہ غلہ جات اپنے ٹھکانوں پر نہ لے جاتے تو اُن کو سزا دی جاتی۔ اس سے ظاہر ہے کہ محض گھروں میں انہیں محفوظ رکھنا احتکار نہیں۔

يَشْتَرُوْنَ الطَّعَامَ مُجَازَفَةً: **جُذَافًا** کے معنے بغیر وزن کئے یونہی اندازے پر بیچنا یا خریدنا جسے اٹاسٹا کہتے ہیں۔ یہ سودا بازی بھی جوئے کی قسم ہے جو اسلامی منڈیوں میں ممنوع ہے۔ شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بائع اور مشتری دونوں کے لئے ادنیٰ سا نقصان بھی روا نہیں رکھا۔ **مُجَازَفَةً** کے معنے بغیر سوچے سمجھے بات کرنا، اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا تاوقتیکہ منڈی کا بھاؤ معین نہ ہو جائے۔ غلہ جات وغیرہ کو صرف گھروں میں رکھنا احتکار نہیں کہلائے گا۔ احتکار میں یہ بھی شامل ہے کہ غلہ جات کا نرخ معین ہونے پر سارا غلہ اس غرض سے خرید لیا جائے کہ دوسرا اُسے نہ لے سکے۔ یہ طریق بھی ممنوع ہے۔

فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ: دوسری روایت میں بتایا ہے کہ غلہ کی فروخت اُس وقت تک منع ہے جب تک کہ وہ پورے طور پر قبضہ میں نہ لے لیا جائے۔ بائع نے گندم کا سودا ایک مقررہ قیمت پر طے کیا اور قیمت خریدار سے وصول کر کے یہ فیصلہ کیا کہ گندم دو ماہ کے بعد دی جائے گی اور پھر وہ خریدار کسی دوسرے کے پاس زائد قیمت پر اسی شرط کے ساتھ فروخت کرے تو یہ طریق بھی ممنوع ہے کہ وہ سود کی شق میں آتا ہے۔ درحقیقت ایسی خرید و فروخت کسی جنس موجود پر نہیں بلکہ روپے کا لین دین روپے سے ہے۔ مثلاً پچاس روپے کے عوض ساٹھ لے لئے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منع فرمایا اور حکم دیا کہ بیچنے سے پہلے جنس پر پورا قبضہ حاصل کرنا ضروری ہے۔ تیسری روایت بھی اسی امر کی تائید میں ہے۔

اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ .....: چوتھی روایت میں ایک جنس کا اُسی جنس سے دم نقد تبادلے کا ذکر ہے جو جائز ہے بشرطیکہ اُدھار نہ ہو۔ اگر یہ مبادلہ کم و بیش مقدار میں اُدھار پر ہوگا تو یہ صورت بھی سود کی سی ہوگی جو جائز نہیں۔ (اس تعلق میں باب ۴۷، ۵۷، ۶۷ کی تشریح بھی دیکھئے) چوتھی روایت کا تعلق عنوانِ باب سے بلحاظ مبادلہ اشیاء ہے۔ یعنی مذکورہ صورتوں میں کونسی صورت مبادلہ جائز ہے اور کونسی ناجائز۔ لفظ **صَرْفٌ** کے معنی چاندی، سونے اور درہم و دینار کا مبادلہ ہیں جو بلحاظ کمی بیشی نرخ جائز ہے مگر ایسا مبادلہ اجناس خوردنی میں جائز نہیں بلکہ اس میں سے ہر

جنس منڈی کے نرخ پر فروخت کر کے اُس کی قیمت سے دوسری جنس خریدی جا سکتی ہے۔ ورنہ ایک جنس کا مبادلہ دوسری جنس سے اُدھار پر کمی بیشی کی صورت میں ہوگا تو یہ ناجائز ہے کیونکہ اِس مبادلے میں نہ صرف سود ہی کا احتمال ہے جو ناجائز ہے بلکہ لین دین میں قبضہ کی جو بنیادی شرط ہے، وہ مفقود ہو جاتی ہے۔ الفاظ اِلَّا هَـآءَ وَهَـآءَ جو حدیث نمبر ۲۱۳۴ میں وارد ہوئے ہیں، وہ ہر مبادلہ جنس کے ذکر پر دہرائے گئے ہیں۔ جس سے ظاہر ہے کہ بیع کی صحت کے لئے بنیادی شرط یہ ہے کہ قبضہ کی صورت یقینی ہو اور اس میں سود کا شائبہ بھی نہ پایا جائے۔

لفظ حُكْرَة کے ایک معنے قبضہ کرنا بھی ہیں (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۴۹، ۲۵۰) اور یہ قبضہ غلہ جات کی بیع میں ایک ضروری شرط ہے، ورنہ جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے کہ زبانی مبادلہ سود ہوگا کیونکہ غلہ موجود نہیں جس پر قبضہ کیا جا سکے۔ مثلاً ایک سو مَن غلے کا سودا ایک ہزار روپے پر طے ہوا۔ پھر اسی سودے کو ایک ہزار ایک صد روپے پر بیچ دیا تو یہ صورت دراصل روپے کو روپے کے عوض بیچنا ہے جو سود ہے اور اِسی کا ذکر **ذَاكَ دَرَاهِمُ بِدَرَاهِمَ وَالطَّعَامُ مُرْجًأ** میں کیا گیا ہے۔ مُرْجًأ، ارْجَاء سے ہے اور اَرْجَاءَ هُ کے معنے ہیں: اَخَّرَهُ. اُس کو بعد میں کر دیا۔ وَالطَّعَامُ مُرْجًأ کے معنی ہوں گے کہ غلہ بعد میں دیا جائے گا۔ هَـآءَ وَ هَآءَ مخفف ہے هَاتِ کا یعنی خُـذْ وَهَاتِ. یہ لو اور یہ دو۔ اس تعلق میں اگلا باب مع تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ٥٥ : بَيْعُ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يُّقْبَضَ وَبَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ

قبضہ کرنے سے پہلے اناج کی خرید و فروخت اور اُس چیز کی خرید و فروخت جو تیرے پاس موجود نہیں

٢١٣٥ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ الَّذِي حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ سَمِعَ طَاوُسًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ أَمَّا الَّذِي نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ الطَّعَامُ أَنْ يُّبَاعَ حَتَّى يُقْبَضَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَا أَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا مِثْلَهُ.

طرفہ: ٢١٣٢.

۲۱۳۵: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا، کہا: عمرو بن دینار سے جو بات ہمیں یاد ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے طاؤس کو کہتے سنا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: جس چیز سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، وہ اناج ہے کہ جس کے قبضہ میں لینے سے پہلے خرید و فروخت کی جائے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: میں تو ہر چیز کو ایسا ہی سمجھتا ہوں۔

٢١٣٦ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ. زَادَ إِسْمَاعِيْلُ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ.

اطرافہ: ٢١٢٤، ٢١٢٦، ٢١٣٣۔

۲۱۳۶: عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اناج خریدے تو وہ اُس وقت تک اُسے نہ بیچے جب تک اُس کو پورے طور پر نہ لے لے۔ اسماعیل نے (اپنی روایت میں یہ) بڑھایا ہے: جو غلہ خریدے تو وہ اُسے نہ بیچے، تاوقتیکہ وہ اُس کو اپنے قبضہ میں نہ لے لے۔

تشریح: **بَيْعُ الطَّعَامِ قَبْلَ اَنْ يُّقْبَضَ وَبَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ:** عنوانِ باب میں دو مسئلے مذکور ہیں اور دونوں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ممانعت سے اَخذ کئے گئے ہیں جو غلہ جات کی بیع کے بارہ میں آپؐ نے فرمائی کہ بغیر قبضہ حاصل کئے اُن کی خرید وفروخت نہ کی جائے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتویٰ کا حوالہ اسی غرض سے دیا ہے کہ اس کا اطلاق ہر قابل فروخت شے پر ہے۔ اصحاب سنن نے حضرت حکیم بن حزامؓ کی روایت اِس بارہ میں اِن الفاظ سے نقل کی ہے کہ ان کے دریافت کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ☆ یعنی جو چیز تمہارے پاس نہیں، اسے نہ بیچو۔ انہوں نے پوچھا تھا کہ یارسول اللہ! کوئی شخص مجھ سے ایسی شے خریدنا چاہتا ہے جو میرے پاس نہیں ہوتی تو کیا بازار سے خرید کر میں اُس کے پاس بیچ سکتا ہوں؟ آپؐ نے اس سے منع فرمایا کیونکہ واسطہ در واسطہ سے گراں قیمت ہوگی اور اسلام نے ایسے واسطوں کو ممکن حد تک کم کیا ہے تاکہ اشیاء کے نرخ میں زیادتی نہ ہو۔

قبضہ کی تعریف میں فقہاء کے درمیان اِختلاف ہوا ہے۔ امام شافعیؒ نے قبضہ کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک جو ہاتھوں ہاتھ لی اور دی جاسکتی ہے۔ ایسی اشیاء کا بالفعل مبادلہ ضروری ہے اور قبضہ میں آنے پر دوسری جگہ فروخت کی جاسکتی ہے۔ دوسری قسم غیر منقولہ اشیاء کا قبضہ جیسے جائداد بصورتِ مکان، زمین اور درخت، پھل وغیرہ تو ایسی اشیاء کا قبضہ دوسرے کے حق میں دستبرداری سے متصور ہوگا۔ تیسری قسم اشیاء منقولہ یعنی غلہ جات اور غلام، لونڈی، مویشی وغیرہ ان کا قبضہ نقل مکانی سے متصور ہوگا۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۴۴۲) غرض قبضہ کی جو بھی صورت ہو، اسی صورت میں قبضہ حاصل کرنے کے بعد ان کی بیع ہوسکتی ہے۔

وَلَاأَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا مِثْلَهُ: صحیح مسلم میں جو روایت طاؤس سے منقول ہے، اس کے یہ الفاظ ہیں:

☆(ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی کراهیة بیع مالیس عندک) (نسائی، کتاب البیوع، باب بیع مالیس عندالبائع) (ابوداؤد، کتاب البیوع، باب فی الرجل یبیع مالیس عنده) (ابن ماجه، کتاب التجارات، باب النهي عن بیع مالیس عندک)

وَاَحْسِبُ كُلَّ شَیْءٍ بِمَنْزِلَةِ الطَّعَامِ. (مسلم، کتاب البیوع، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض) کہ مبادلہ کی رو سے ہر شئے بمنزلہ خوردنی اشیاء کے ہے۔ یہ فقہی استنباط حضرت ابن عباسؓ کا اپنا ہے۔

زَادَ اِسْمَاعِيْلُ: حدیث (نمبر ۲۱۳۶) کے آخر میں **زَادَ اِسْمَاعِيْلُ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَقْبِضَهُ** کے جو الفاظ آتے ہیں۔ اس سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اسماعیل بن ابی اویسؒ نے اسی سند سے روایت ۲۱۳۶ مذکورہ بالا الفاظ میں امام مالکؒ سے نقل کی ہے۔ لفظ استیفاء اور قبض میں یہ فرق ہے کہ بائع غلہ ماپ تول کو پورا کر دیتا ہے مگر بوجہ عدم ادائیگی قیمت غلے کو اپنی دکان پر ہی رکھتا ہے۔ یہ صورت استیفاء کی ہے اور قبضہ کی صورت تب ہوگی جب مشتری اُسے اپنی جگہ لے آتا ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۴۲، ۴۴۳) عبداللہ بن مسلمہ کی روایت میں **حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ** اور اس میں **حَتّٰى يَقْبِضَهُ** ہے۔ گویا مفہوم کے اعتبار سے اسماعیل کی روایت کے الفاظ میں معناً زیادتی ہے۔ اس زیادتی کی طرف امام بخاریؒ نے **زَادَ اِسْمَاعِيْلُ** کہہ کر اشارہ کیا ہے۔ یہ روایت، باب ۵۱ روایت نمبر ۲۱۲۶ میں بھی گزر چکی ہے۔ اگلے باب میں بھی اس امر کی صراحت کی گئی ہے۔

بَاب ٥٦: مَنْ رَأَى إِذَا اشْتَرَى طَعَامًا جِزَافًا أَنْ لَّا يَبِيْعَهُ حَتّٰى يُؤْوِيَهُ إِلَى رَحْلِهِ وَالْأَدَبُ فِي ذٰلِكَ

جس کی یہ رائے ہو کہ جب کوئی ماپے تولے بغیر اناج خریدے تو وہ جب تک اُسے قبضے میں نہ کر لے، نہ بیچے اور اس بارے میں تعزیری کارروائی

٢١٣٧: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّاسَ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَاعُوْنَ جِزَافًا يَعْنِي الطَّعَامَ يُضْرَبُوْنَ أَنْ يَّبِيْعُوْهُ فِي مَكَانِهِمْ حَتّٰى يُؤْوُوْهُ إِلَى رِحَالِهِمْ.

۲۱۳۷: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: سالم بن عبداللہ نے مجھے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مَیں نے خود دیکھا کہ جو لوگ غلہ اندازے پر خریدتے، انہیں اس بات پر تنبیہ کی جاتی کہ اسے اس جگہ پر نہ بیچیں، جب تک اسے ٹھکانے پر لا کر محفوظ نہ کر لیں۔

اطرافُهُ: ٢١٢٣، ٢١٣١، ٢١٦٦، ٢١٦٧، ٦٨٥٢۔

تشریح: مَنْ رَّأَى إِذَا اشْتَرَى طَعَامًا جِزَافًا اَنْ لَّا يَبِيعَهُ حَتّٰى يُؤْوِيَهُ اِلٰى رَحْلِهِ:

امام مالکؒ نے مَکِیل (وزن شدہ یا قابل وزن) اور جُزَاف (بغیر وزن کئے اشیاء) ان دونوں کی بیع میں فرق ملحوظ رکھا ہے کہ پہلی قسم بغیر نقل مکانی کے بیچنی ممنوع ہے اور دوسری اپنی جگہ پر بیچی جاسکتی ہے۔ اسی کے مطابق امام اوزاعیؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کا فتویٰ ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ ماپا تولا سامان پورا کا پورا حاصل کر کے قبضہ میں لانے کے بعد بیچا جاسکتا ہے، اُسی جگہ جہاں خریدا گیا ہو یا دوسری جگہ جہاں منتقل کیا گیا ہو۔ اسی پر بے ماپے تولے سامان کا قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اس کا قبضہ صرف دستبرداری سے ہی متحقق ہوتا ہے اور وہ بغیر نقل مکانی کے بیچا جاسکتا ہے۔ ان کے نزدیک بیع کے لئے قبضہ شرط ہے جو مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں موجود ہے لیکن اس رائے کے خلاف جمہور کا یہ مذہب ہے کہ قبضہ صحیح معنوں میں اسی وقت متحقق ہوگا، جب ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جائے۔ اس نقل مکانی کے بعد ہی مشتری بیچنے کا مجاز ہوگا۔ خواہ وزن شدہ ہو یا غیر وزن شدہ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں بغیر نقل مکانی بیع کرنا صریح ممنوع ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۴۳) اور بالعموم ایسا ہی ہوتا ہے کہ منڈیوں سے خرید کردہ سامان اپنے اپنے ٹھکانوں پر لے جایا جاتا ہے اور عندالضرورت نرخ کے مطابق اس کا نکاس ہوتا ہے۔ یہ مذکورہ بالا فقہی اختلاف ہے جو اس باب میں حل کیا گیا ہے۔

وَالْاَدَبُ فِيْ ذَلِكَ: عنوانِ باب میں فقرہ وَالْاَدَبُ فِيْ ذَلِكَ سے اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اگر بیع کی غرض سے قبضہ بصورت استیفاء نہیں اور نقل مکانی کی شرط نہیں تو سزا کیوں۔ أَدَبٌ کے معنی تادیب وتعزیر کے ہیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۴۳) صحیح مسلم میں بھی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مذکورہ بالا روایت ایک اور سند سے ان الفاظ میں مرفوعاً نقل کی گئی ہے: كُنَّا فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نَبْتَاعُ الطَّعَامَ فَيَبْعَثُ عَلَيْنَا مَنْ يَّأْمُرُنَا بِانْتِقَالِهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي ابْتَعْنَاهُ فِيْهِ اِلَى مَكَانٍ سِوَاهُ قَبْلَ اَنْ نَّبِيْعَهُ. (مسلم، کتاب البیوع، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض) یعنی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں غلہ خریدا کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ایسا شخص بھیجتے جو ہمیں حکم دیا کرتا کہ ہم نے غلہ کو جہاں سے خریدا ہے، وہاں سے کسی دوسری جگہ لے جائیں اور پھر فروخت کریں۔ اس روایت کے بارہ میں امام احمد بن حنبلؒ کے الفاظ یہ ہیں: مَنِ اشْتَرَى طَعَامًا بِكَيْلٍ اَوْ وَزْنٍ فَلَا يَبِيْعُهُ حَتّٰى يَقْبِضَهُ. (مسند احمد بن حنبل، جزء ۲ صفحہ ۱۱۱) یعنی جو شخص غلہ خریدے، ماپ کر یا وزن کر کے تو وہ جب تک قبضہ میں نہ لے لے، اسے نہ بیچے۔ اصحاب السنن سے بھی اسی کے ہم معنی روایات منقول ہیں☆ یہ تواتر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے بغیر معین مقدار اور پورے طور پر قبضہ میں لانے کے بیچنا منع ہے اور مکمل قبضہ نقل مکانی سے ہی حاصل ہوسکتا ہے اور یہ بھی جائز نہیں کہ بائع کا پہلا ماپ تول ہی دوسری جگہ بیچنے کے لئے کافی سمجھا جائے۔ بلکہ مشتری اگر بیچتا ہے تو اُسے دوبارہ ماپ تول کر بیچنا چاہیے تا اگر خرید کردہ سامان میں کچھ وزن کی کمی ہو تو اس کمی کا وہ خود ذمہ دار ہے۔ دوسرے کو کیوں نقصان پہنچائے۔

☆ (نسائی، کتاب البیوع، باب النھی عن بیع ما اشتری من الطعام بکیل حتی یستوفی)
(ابو داؤد، کتاب البیوع، باب فی بیع الطعام قبل أن یستوفي)

بَاب ٥٧ : إِذَا اشْتَرَى مَتَاعًا أَوْ دَابَّةً فَوَضَعَهُ عِنْدَ الْبَائِعِ أَوْ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ

جب کوئی سامان یا جانور خریدے اور اُس کو بیچنے والے کے پاس ہی رہنے دے یا قبضہ لینے سے پہلے وہ جانور مر جائے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مَا أَدْرَكَتِ الصَّفْقَةُ حَيًّا مَّجْمُوْعًا فَهُوَ مِنَ الْمُبْتَاعِ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جس چیز کا سودا پختہ ہو جائے اور وہ زندہ ہو۔ پھر بائع اور مشتری دونوں کا اِس میں تعلق رہے، (وہ ضائع ہو جائے) تو مشتری کا شمار ہوگا۔

٢١٣٨: حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ لَقَلَّ يَوْمٌ كَانَ يَأْتِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا يَأْتِي فِيْهِ بَيْتَ أَبِي بَكْرٍ أَحَدَ طَرَفَيِ النَّهَارِ فَلَمَّا أُذِنَ لَهُ فِي الْخُرُوْجِ إِلَى الْمَدِيْنَةِ لَمْ يَرُعْنَا إِلَّا وَقَدْ أَتَانَا ظُهْرًا فَخُبِّرَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ مَا جَاءَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذِهِ السَّاعَةِ إِلَّا لِأَمْرٍ حَدَثَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَايَ يَعْنِي عَائِشَةَ وَأَسْمَاءَ قَالَ أَشَعَرْتَ أَنَّهُ قَدْ أُذِنَ لِي فِي

۲۱۳۸: فروہ بن ابی مغراء نے ہم سے بیان کیا کہ علی بن مسہر نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ہشام (بن عروہ) سے، ہشام نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کم ہی ایسا دن آتا تھا کہ جس میں آپؐ حضرت ابوبکرؓ کے گھر میں صبح یا شام کو نہ آتے ہوں۔ جب آپؐ کو مدینہ کی طرف جانے کا حکم ملا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اچانک آپؐ ہمارے پاس ظہر کے وقت تشریف لائے جس سے ہم گھبرا گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کو اِس کی خبر دی گئی تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اِس گھڑی میں ہمارے پاس تشریف لائے ہیں، اِس کی وجہ کوئی خاص بات ہے جو پیش آئی ہے۔ جب حضورؐ حضرت ابوبکرؓ کے گھر داخل ہوئے۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا: جو یہاں ہیں، انہیں باہر بھیج دیں۔ تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میری دو بیٹیاں ہی ہیں، یعنی عائشہؓ اور اسماءؓ۔ آپؐ نے فرمایا: کیا آپؓ کو معلوم ہے کہ مجھے

الْخُرُوْجِ قَالَ الصُّحْبَةَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ الصُّحْبَةَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ عِنْدِيْ نَاقَتَيْنِ أَعْدَدْتُهُمَا لِلْخُرُوْجِ فَخُذْ إِحْدَاهُمَا قَالَ قَدْ أَخَذْتُهَا بِالثَّمَنِ.

مکہ سے چلے جانے کا حکم ہو چکا ہے؟ تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں بھی آپؐ کے ساتھ ہی چلوں گا۔ فرمایا: ہاں۔ آپؓ کو بھی ساتھ ہی چلنا ہوگا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: یارسول اللہ! میرے پاس دو اُونٹنیاں ہیں، میں نے ان دونوں کو اِسی سفر کے لئے تیار کیا ہے۔ آپؐ ان میں سے ایک لے لیں۔ فرمایا: میں نے قیمتاً اسے لے لیا ہے۔

اطرافُهُ: ٤٧٦، ٢٢٦٣، ٢٢٦٤، ٢٢٩٧، ٣٩٠٥، ٤٠٩٣، ٥٨٠٧، ٦٠٧٩۔

تشریح: **اِذَا اشْتَرٰى مَتَاعًا اَوْ دَآبَّةً فَوَضَعَهُ عِنْدَ الْبَائِعِ:** عنوانِ باب میں حضرت ابن عمرؓ کے قول سے قبضہ بصورت نقل مکانی کی حکمت واضح کی گئی ہے کہ اگر مشتری خرید کردہ شئے دوسری جگہ نہ لے جائے اور وہ جہاں خرید کی گئی ہے، ضائع ہو جائے تو اس نقصان کا ذمہ وار بائع نہیں ہوگا۔ ان کا محولہ بالا قول دارقطنی اور طحاوی نے نقل کیا ہے☆ اور لفظ مَجْمُوْعًا بطور وضاحت بڑھایا گیا ہے۔ یعنی خرید کردہ شئے اگر بائع کے پاس رہے جبکہ وہ فروخت ہو چکی ہو اور وہ دوسری جگہ نہ لے جائی جائے تو پھر اس میں نقصان کا اِحتمال ہے۔ امام مالکؒ نے اس مسئلہ میں فروختنی اشیاء کی اقسام سے متعلق فرق ملحوظ رکھا ہے۔ مثلاً کپڑا اور اناج اگر حاصل کرنے سے قبل ضائع ہو جائیں تو بائع ذمہ وار ہے۔ اور اگر غلام، لونڈی یا چوپایہ مرجائے، یا خرید کردہ جائیداد ضائع ہو جائے تو مشتری ذمہ وار ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۳۵۵) گویہ اختلاف بھی زیر باب مدنظر ہو۔ جیسا کہ امام ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ نے ذکر کیا ہے۔ مگر دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشاد کی علت غائی اِس امر میں واضح ہوتی ہے کہ خرید کردہ اشیاء سے متعلقہ تنازعات کا سدباب ہو جاتا ہے، اگر قبضہ پوری صورت میں متحقق ہو اور اپنی جگہ پر لاکر خرید کردہ سامان محفوظ کرلیا جائے۔ روایت زیر باب کے بارے میں بعض شارحین نے یہ سوال بھی اُٹھایا ہے کہ اس کا تعلق مسئلہ معنونہ سے بظاہر معلوم نہیں ہوتا۔ امام ابن حجرؒ نے اِس کا جواب یہ دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُونٹ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے خرید کر اپنی مرضی سے انہی کے پاس رہنے دیا۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۴۴)

فَوَضَعَهُ عِنْدَ الْبَآئِعِ اَوْ مَاتَ قَبْلَ اَنْ يُّقْبَضَ: اس فقرہ سے باب کا موضوع واضح ہو جاتا ہے اور عنوان کا دوسرا حصہ اَوْ مَاتَ قَبْلَ اَنْ يُّقْبَضَ یہ الگ ہے اور جملہ استفہامیہ ہے۔ یعنی اگر وہ مر جائے تو کیا بیع صحیح قرار پائے گی اور اس کا ذمہ وار بائع یا مشتری میں سے کون ہوگا؟ اس کا جواب حضرت ابن عمرؓ کے محولہ بالا قول سے دیا گیا ہے۔ اور حضرت ابن عمرؓ کا مشارٌ الیہ قول اس روایت کے خلاف نہیں جو باب ۴۷ میں منقول ہے۔ جس میں یہ ذکر ہے کہ زبانی

☆ (سنن الدارقطنی، کتاب البیوع، روایت نمبر ۲۱۵، جزء ۳ صفحہ ۵۳، ۵۴)
(شرح معانی الآثار للطحاوی، کتاب البیوع، باب خیار البیّعین حتی یتفرقا، جزء ۴ صفحہ ۱۶)

قول واقرار سے بیع مکمل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی خرید کردہ اُونٹ انہی کو ہبہ کر دیا تھا اور آپ کا یہ تصرف بتاتا ہے کہ قبضہ دو قسم کا ہوتا ہے؛ ایک جسمانی، دوسرا معنوی۔ ایک دفعہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے فتویٰ پوچھا گیا کہ کوئی شخص اناج خرید کر اُس کے اُٹھوانے کے لئے مزدور لے جائے مگر واپسی پر دیکھے کہ وہ جل چکا ہے تو انہوں نے فتویٰ دیا کہ بائع اس کا ذمہ وار نہیں۔ بیع ہو چکی؛ قبضہ میں لینا اور محفوظ رکھنا مشتری کی ذمہ واری ہے نہ بائع کی۔ بعض فقہاء نے یہ سوال بھی اُٹھایا ہے کہ بائع نے قیمت وصول نہیں کی اور اِس وجہ سے خرید کردہ شئے مشتری کے حوالے نہیں کی اور اگر ایسی حالت میں بائع کے پاس ضائع ہو جائے تو اس کا کون ذمہ وار ہے؟ ایسی بیع چونکہ نا تمام ہے۔ اس لئے ان کا یہی فتویٰ ہے کہ اس کا بائع ذمہ وار ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۴۵) غرض صحت بیع کے لئے قبضہ ضروری ہے۔ جس سے خرید کردہ شئے میں مشتری کو تصرف کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں قابل فروخت اشیاء کی نوعیت مختلف ہونے کی وجہ سے اِن میں فرق کیا ہے۔ مثلاً اگر کپڑا ضائع ہو گیا تو ان کے نزدیک بائع ذمہ وار ہے اور اگر جانور یا جائیداد ضائع ہو جائے تو مشتری۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۵۵) اس قسم کے فقیہانہ اختلاف کا حل اس باب میں مدنظر ہے۔ جن کا اُصولی طور پر یہ جواب دیا ہے کہ عقد بیع کی صحت قول واقرار اور قیمت کی ادائیگی پر متحقق ہو جاتی ہے۔ قبضہ کی نوعیت اور صورت مختلف ہوگی اور اس کے مطابق فیصلہ ہوگا۔

بَاب ٥٨ : لَا يَبِيْعُ عَلَى بَيْعِ أَخِيْهِ وَلَا يَسُوْمُ عَلَى سَوْمِ أَخِيْهِ حَتَّى يَأْذَنَ لَهُ أَوْ يَتْرُكَ

اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کے نرخ پر نرخ پیش کرے تاوقتیکہ وہ اسے اجازت دے دے یا چھوڑ دے

٢١٣٩ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيْعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ أَخِيْهِ.

اطرافه: ٢١٦٥، ٥١٤٢۔

۲۱۳۹: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔

۲۱۴۰: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا يَبِيْعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيْهِ وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيْهِ وَلَا تَسْأَلُ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَكْفَأَ مَا فِي إِنَائِهَا.

۲۱۴۰: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا کہ زہری نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے سعید بن مسیّب سے اور سعید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ شہری غیر شہری کے لئے بیع کرے، اور تم دھوکہ دینے کے لئے آپس میں قیمت نہ بڑھاؤ، اور کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے، اور اپنے بھائی کے پیغامِ نکاح پر پیغام نہ دے، اور کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق طلب نہ کرے، اس نیت سے کہ اُس کے برتن میں جو کچھ ہے وہ خود انڈیل لے۔

اطرافہ: ۲۱۴۸، ۲۱۵۰، ۲۱۵۱، ۲۱۶۰، ۲۱۶۲، ۲۷۲۳، ۲۷۲۷، ۵۱۴۴، ۵۱۵۲، ۶۶۰۱۔

تشریح: **لَا يَبِيْعُ عَلَى بَيْعِ اَخِيْهِ:** مسئلہ معنونہ کے بارے میں امام مسلمؒ نے بسند حضرت عبداللہ بن عمرؓ نافعؒ کی ایک روایت اِن الفاظ میں نقل کی ہے: لَا يَبِعِ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ اَخِيْهِ وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ اَخِيْهِ اِلَّا اَنْ يَّأْذَنَ لَهُ. (مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم الخطبة على خطبة أخيه حتى يأذن أو يترك) کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے اور نہ پیغامِ نکاح پر پیغامِ نکاح دے، سوائے اس کے کہ وہ اسے اجازت دے۔ اس استثناء کا تعلق ہر قسم کے عقد (بیع ہو یا نکاح وغیرہ) سے ہے۔ بعض فقہاء نے اِلَّا اَنْ يَّـاْذَنَ کے جملہ استثنائیہ کو صرف قریب کے مستثنٰی منہ یعنی عقد نکاح سے مخصوص کیا ہے۔ اس لئے عنوانِ باب میں اس حکم کو عام رکھ کر حَتّٰى يَاْذَنَ لَهُ اَوْ يَتْرُكَ سے وضاحت کی گئی ہے کہ اس حکم کا اطلاق ہر قسم کے معاہدہ پر ہے، صرف عقد نکاح سے مخصوص نہیں اور اس اَمر کی تائید میں زیرِ باب دو روایتیں نقل کی گئی ہیں۔

وَلَا يَسُوْمُ عَلَى سَوْمِ أَخِيْهِ: صحیح مسلم کے الفاظ بیع پر بیع کرنے کے بارے میں یہ ہیں: لَا يَسُمِ الْمُسْلِمُ عَلَى سَوْمِ أَخِيْهِ. (مسلم، كتاب البيوع، باب تحريم بيع الرجل على بيع أخيه) یعنی مسلمان اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے۔ جمہور کے نزدیک مسلم اور غیر مسلم دونوں اس حکم میں شامل ہیں۔ امام ابن حجرؒ کے نزدیک عنوانِ باب میں جہاں محولہ بالا روایت کے الفاظ کی صحت مدنظر ہے، وہاں حضرت ابوہریرہؓ کی ایک دوسری روایت کی طرف بھی اِشارہ کرنا مقصود ہے جو کتاب الشروط میں منقول ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا: اَنْ يَّسْتَامَ الرَّجُلُ عَلَى سَوْمِ أَخِيْهِ. (بخاری، كتاب الشروط، باب ۱۱، روایت نمبر ۲۷۲۷) نسائی نے

بھی اسے نقل کیا ہے۔ ان کی روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: لَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ اَخِيْهِ حَتَّى يَبْتَاعَ اَوْ يَذَرَ. (نسائی، کتاب البیوع، باب بیع الرجل علی بیع أخیه) پہلی روایت کا ترجمہ یہ ہے کہ آدمی کو اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا ہے اور دوسری کا ترجمہ یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے، یہاں تک کہ وہ خرید لے یا چھوڑ دے۔ اس تعلق میں باب ۷۱ روایت نمبر ۲۱۶۵ بھی دیکھئے، جہاں یہ الفاظ ہیں: لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ. یعنی تم میں سے کوئی کسی کی بیع پر بیع نہ کرے۔ اس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں مخاطب ہیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۴۶، ۴۴۷)

وَلَا تَنَاجَشُوا: مُنَاجَشَة عربی زبان میں کسی فروختنی شئے کی تعریف کر کے رغبت دِلانے کو کہتے ہیں تا وہ خریدی جائے یا مذمت کر کے اُس سے نفرت دلانا۔ دونوں معنے لفظ نَجَش میں پائے جاتے ہیں؛ جو دلّال عموماً منڈیوں میں کرتے ہیں۔ یہ بھی دھوکہ اور فریب ہے جس سے قطعی طور پر منع کیا گیا ہے۔ لفظ نَجش کے لغوی معنے ہیں دھوکا اور فریب سے شکار کرنا۔ تَنَاجش باب تفاعل سے ہے۔ جس کے معنے بڑھ چڑھ کر قیمت پیش کرنا۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۵۸) (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۴۷) ایسی تمام صورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمائی ہیں۔ دیہاتی عموماً شہر کے بھاؤ سے ناواقف ہوتے ہیں۔ شہر سے باہر جا کر اُن کی لاعلمی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے سودا ٹھہرانا بھی منع ہے۔ اس تعلق میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی نے مذکورہ بالا صورتوں میں بیع کا فیصلہ کر دیا ہے تو ایسی بیع برقرار رہے گی؛ لیکن سودا ٹھہرانے والا گنہگار ہوگا۔ مالکیوں اور حنبلیوں کے نزدیک ایسی بیع فاسد اور قابل تنسیخ ہوگی۔ امام شافعیؒ کی اس بارہ میں یہ رائے ہے کہ اگر نرخ درست ہو تو شہری باہر جا کر سودا کر سکتا ہے اور ایسی بیع برقرار رہے گی۔ امام ابن حزمؒ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ فقہاء کا اِس اَمر پر اتفاق ہے کہ بیع پر بیع اور پیغامِ نکاح پر پیغامِ نکاح حرام ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۴۷) بالعموم لوگ احتیاط سے کام نہیں لیتے اور تقویٰ یہی ہے کہ اس کے لئے راستہ نہ کھولا جائے۔ کھلی منڈی میں سامانِ تجارت باہر سے آنے دیا جائے، تا پرسکون فضا میں بیچنے والا اطمینان سے علیٰ وجہ البصیرت ہو کر بیچے۔ حقوق کی حفاظت میں یہی پرامن راہ ہے، جس کا اسلام نے حکم دیا ہے۔

بَاب ۵۹: بَيْعُ الْمُزَايَدَةِ

بذریعہ نیلام خرید وفروخت

وَقَالَ عَطَاءٌ أَدْرَكْتُ النَّاسَ لَا يَرَوْنَ بَأْسًا بِبَيْعِ الْمَغَانِمِ فِيمَنْ يَزِيدُ.

اور عطاء (بن ابی رباح) نے کہا: میں نے ایسے لوگوں کا زمانہ پایا ہے جو غنیمت کا مال ایسے شخصوں کے پاس فروخت کرنا برا نہ سمجھتے تھے جو بڑھ چڑھ کر قیمت دیں۔

۲۱۴۱: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ

۲۱۴۱: بشر بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ الْمُكْتِبُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ فَاحْتَاجَ فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بِكَذَا وَكَذَا فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ.

(بن مبارک) نے ہمیں خبر دی کہ حسین نے جو منشی تھے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عطاء بن ابی رباح سے، انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک شخص نے اپنے ایک غلام کو اپنے مرنے کے بعد آزاد قرار دیا۔ پھر وہ محتاج ہوگیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (غلام) کو لیا اور فرمایا: مجھ سے یہ کون خریدے گا؟ تو نُعَیم بن عبداللہ نے اسے اتنی اتنی قیمت پر خرید لیا۔ تب آپؐ نے وہ غلام نُعَیم کے حوالے کر دیا۔

اطرافہُ: ۲۲۳۰، ۲۲۳۱، ۲۴۰۳، ۲۴۱۵، ۲۵۳۴، ۶۷۱۶، ۶۹۴۷، ۷۱۸۶۔

تشریح: **بَیْعُ الْمُزَایَدَۃِ:** سابقہ باب کے مضمون سے اس باب کا تعلق ظاہر ہے۔ یعنی جب سودے پر سودا کرنا ممنوع ہے تو بذریعہ نیلام بھی بیع ممنوع ہونی چاہیے مگر اس کی اِجازت ہے۔ دونوں کی صورت مختلف ہے۔ بیع نجش یہ ہے کہ سامان بکھرا ہو، اس کے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ ناقص ہے یا اس کی قیمت زیادہ ہے۔ میں اس سے بہتر اور سستی چیز لئے دیتا ہوں یا بکری روکنے یا شئے کے نکاس کی غرض سے دخل دیا جائے۔ نیلام میں یہ صورت نہیں بلکہ کھلا مقابلہ ہوتا ہے۔ امام ابن حجرؒ کے نزدیک یہ باب بزار رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کی کمزوری ظاہر کرنے کی غرض سے قائم کیا گیا ہے جو سفیان بن وہب سے منقول ہے۔ اس کے یہ الفاظ ہیں: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْهَى عَنْ بَيْعِ الْمُزَايَدَةِ. میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپؐ نیلام کے ذریعے سے بیع منع فرماتے تھے۔ اس کی سند میں ابن لھیعہ راوی ہیں جو ثقہ نہیں بلکہ ضعیف ہیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۴۸) عنوانِ باب میں عطاء بن ابی رباح کے قول کا حوالہ اسی مسئلہ سے متعلق ہے جس کے بارے میں ابن ابی شیبہ نے ایک روایت نقل کی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں: لَا بَأْسَ بِبَيْعِ مَنْ يَّزِيْدُ، كَذٰلِكَ كَانَتْ تُبَاعُ الْأَخْمَاسُ. (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب البیوع والأقضیۃ، باب فی بیع من یزید) یعنی مزایدہ (نیلامی) میں کوئی حرج نہیں۔ اموالِ غنیمت اسی طرح بیچے جاتے تھے۔ ترمذی نے حضرت انسؓ سے اس بارے میں ایک روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ اسی پر عمل رہا ہے۔ بعض فقہاء غنائم اور اَموالِ ورثہ دونوں کی بیع بذریعہ نیلامی میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ (ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی بیع من یزید) ابن عربی کا قول ہے کہ اس بارے میں اموالِ غنیمت کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ عام اجازت ہے مگر امام اوزاعی اور اسحٰق بن راہویہ نے اموالِ غنیمت و میراث میں سے بیع بالمزایدہ کو مخصوص کیا ہے مگر ابراہیم نخعی کے نزدیک ایسی بیع مکروہ ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۴۸) دار قطنی نے بھی اس بارے میں ابن لھیعہ کی سند سے حضرت ابن عمرؓ کی ایک روایت نقل کی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللهِ

ﷺ عَنْ بَيْعِ الْمُزَايَدَةِ وَلَايَبِعُ اَحَدُكُمْ عَلَى بَيْعِ أَخِيْهِ اِلَّا الْغَنَآئِمَ وَالْمَوَارِيْثَ. (دارقطنى، كتاب البيوع، روایت نمبر ۳۱، جزء ۳ صفحہ ۱۱) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیلامی کی خرید وفروخت سے روکا ہے اور فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی بھی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے، سوائے اموالِ غنیمت و اموالِ میراث کے۔ غرض مذکورہ بالا اختلاف کے پیش نظر یہ باب قائم کیا گیا ہے۔

بَاب ٦٠ : اَلنَّجْشُ

دھوکا دینے کے لئے قیمت بڑھانا

وَمَنْ قَالَ لَا يَجُوْزُ ذَلِكَ الْبَيْعُ وَقَالَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى النَّاجِشُ آكِلُ رِبًا خَائِنٌ وَهُوَ خِدَاعٌ بَاطِلٌ لَا يَحِلُّ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَدِيْعَةُ فِي النَّارِ وَمَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.

اور جس نے کہا کہ ایسی بیع جائز نہیں اور حضرت ابن ابی اوفیٰؓ نے کہا: ایسا فریب دینے والا سود خوار اور خائن ہے اور یہ دھوکہ دہی ہے جو باطل ہے، جائز نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دھوکہ دہی آگ میں لے جانے کا باعث ہے اور جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کا ہم نے حکم نہیں دیا تو وہ مردود ہے۔

٢١٤٢ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّجْشِ.

۲۱۴۲: عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی، کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فریب دہی سے قیمت بڑھانا منع فرمایا ہے۔

طرفهُ: ٦٩٦٣۔

تشریح: **اَلنَّجْشُ:** کسی شخص کا کسی سامان کی قیمت دوسرے سے زیادہ دینے کا اظہار کرنا جبکہ حقیقتاً وہ چیز خریدنا نہیں چاہتا نجش کہلاتا ہے اور شوافع کے نزدیک ایسی بیع فسخ نہ ہوگی، برقرار رہے گی، لیکن بائع گنہگار رہوگا۔ حنابلہ کے نزدیک یہ بیع باطل ہے اور قابل فسخ۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۴۹) یہی مضمون اس باب کا ہے۔

وَمَنْ قَالَ لَا يَجُوْزُ ذَلِكَ الْبَيْعُ: امام ابن حجرؒ کے نزدیک الفاظ مَنْ قَالَ لَا يَجُوْزُ ذَلِكَ الْبَيْعُ سے عبدالرزاق کی بیان کردہ روایت کی طرف اِشارہ کرنا مقصود ہے، جس میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اعلان کروانے کا

ذکر ہے کہ اُن کے عامل نے فریب دہی سے بیع کی ہے اور وہ قابل فسخ اور قابل ردّ ہے۔ ان کے عامل یعنی کارکن نے ان سے معذرت کی اور کہا: كَانَ كَاسِدًا لَوْ لَا اَنِّي كُنْتُ اَزِيْدُ عَلَيْهِمْ فَاُنْفِقَهُ. (مصنف عبد الرزاق، کتاب البیوع، باب لا يبيع حاضر لباد، جزء ۸ صفحہ ۲۰۱) اگر میں اس کے نکاس کی غرض سے قیمت زیادہ نہ کرتا تو یہ ایک کھوٹی پونجی تھی۔ یہی صورت نجش ہے جو ناجائز ہے۔

النَّاجِشُ آكِلُ رِبًا خَائِنٌ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ صحابی ہیں اور ان کی محولہ بالا روایت کتاب الشهادات، باب ۲۵، روایت نمبر ۲۶۷۵ میں دیکھئے۔ جہاں اس امر کا ذکر ہے کہ ایک شخص سامانِ تجارت منڈی میں لاکر قسمیں کھانے لگا؛ فلاں فلاں اس سامان کی یہ یہ قیمت پیش کر چکا ہے۔ حضرت ابن ابی اوفیؓ کی روایت ابن ابی شیبہ اور سعید بن منصورؒ نے بھی نقل کی ہے۔ ان کے نزدیک ایسی بیع کا نفع سود ہے کیونکہ واجبی قیمت سے وہ زیادہ ہے جو فریب سے لیا گیا ہے۔ بیع نجش میں قیمت زیادہ پیش کرنے والے کی غرض خریدنا نہیں بلکہ نرخ بڑھانا ہے۔ طبرانی نے بھی ان کی یہی روایت نقل کی ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۴۹) (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۶۳)

وَهُوَ خِدَاعٌ بَاطِلٌ لَا يَحِلُّ: یہ جملہ شارحین کے نزدیک امام بخاریؒ کا ہے۔ نیلام میں بولی دینے والا اپنی قیمت دے کر سامان اُٹھانے پر مجبور ہے مگر نجش میں یہ صورت نہیں۔
(عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۶۳) (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۵۰)

اَلْخَدِيْعَةُ فِي النَّارِ: فریب دہی انجام کار برباد کرنے والی ہے۔ یہ قول ابن عدی کی کتاب کامل میں قیس بن سعد بن عبادہ سے مروی ہے۔ اس حوالے کا دوسرا حصہ وَمَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ کتاب الصلح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيْهِ فَهُوَ رَدٌّ کے الفاظ میں مروی ہے۔ (باب ۵ روایت نمبر ۲۶۹۷) جس نے ایسا کام کیا جو ہمارے طریق کار کے مطابق نہیں وہ ردّ ہوگا۔ مذکورہ بالا حوالوں سے امام بخاریؒ کی رائے مسئلہ معنونہ کے بارے میں واضح ہو جاتی ہے۔

بَاب ٦١: بَيْعُ الْغَرَرِ وَحَبَلُ الْحَبَلَةِ

فریب دہی سے خرید و فروخت کرنا اور ایسی بیع جس میں ایک حمل کے بعد دوسرے حمل کی شرط ہو

٢١٤٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ

۲۱۴۳: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حمل کی بیع سے

حَبَلِ الْحَبَلَةِ وَكَانَ بَيْعًا يَتَبَايَعُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الْجَزُوْرَ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ ثُمَّ تُنْتَجُ الَّتِي فِي بَطْنِهَا.

منع فرمایا ہے اور یہ ایک قسم بیع تھی جو زمانہ جاہلیت کے لوگ آپس میں کیا کرتے تھے۔ایک شخص اُونٹ خریدتا اِس شرط پر کہ قیمت اس وقت ادا کی جائے گی، جب اونٹنی جنے گی اور پھر اس کے بعد وہ بچہ (اُونٹنی) جو اس کے پیٹ میں ہے، جنے گی۔

اطرافهُ: ٢٢٥٦، ٣٨٤٣۔

تشریح: **بَيْعُ الْغَرَرِ وَحَبَلُ الْحَبَلَةِ:** اَلْغَرَرُ، غَرَّ يَغِرُّ سے اسم مشتق ہے۔جس کے معنے ہیں ایسی بیع جو خطرہ میں ہو اور اس کے یہ معنے بھی ہیں کہ ظاہر میں خوشنما اور باطن نامعلوم۔ ہر قسم کی قمار بازی پر یہ لفظ اطلاق پاتا ہے۔لفظ اَلْحَبَلَةُ جمع ہے حَابِلٌ کی۔جس کے معنی ہیں حاملہ۔فقرہ حَبَلُ الْحَبَلَةِ معطوف خاص ہے جس کا عطف بَيْعُ الْغَرَرِ پر ہے، جو عام ہے۔بَيْعُ الْغَرَرِ کی مثال ایک خاص قسم کی بیع سے دی گئی ہے جو بچہ جننے کی شرط پر قرار پاتی تھی۔یعنی فلاں اُونٹنی اگر اتنے بچے جنے گی تو اس کی اتنی قیمت دی جائے گی۔(عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۶۴)(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۵۰، ۴۵۱) خرید و فروخت کی یہ قسم مبہم اور غیر یقینی ہے جو قمار کی ایک قسم ہے۔ایسا کاروبار اور لین دین اسلام میں حرام قرار دیا گیا ہے؛ اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ باقی صورتوں کی جو بیع غرر میں اختیار کی جا سکتی ہیں۔مثلاً تالاب، دریا اور سمندر کی مچھلیوں وغیرہ کا سودا اس شرط پر کرنا کہ اِتنے من برآمد ہونے پر اِتنا دیا جائے گا، یہ جائز نہیں۔اس کی نسبت مسند احمد بن حنبل کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: لَا تَشْتَرُوا السَّمَكَ فِي الْمَآءِ فَإِنَّهُ غَرَرٌ. (مسند احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود، جزء اوّل صفحہ ۳۸۸) ایسی مچھلی نہ خریدو جو ابھی پانی میں ہے، کیونکہ وہ دھوکے کی بیع ہے۔لیکن جس شئے کا اندازہ ہو سکتا ہو، علماء نے اِس کی اِجازت دی ہے۔(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۵۱)(عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۶۴)

بَاب ٦٢: بَيْعُ الْمُلَامَسَةِ

بیع ملامسہ

قَالَ أَنَسٌ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ.

(اور) حضرت انسؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

٢١٤٤: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ

۲۱۴۴: سعید بن عُفیر نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ لیث (بن سعد) نے مجھے بتایا، کہا: عقیل نے مجھ سے

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُنَابَذَةِ وَهِيَ طَرْحُ الرَّجُلِ ثَوْبَهُ بِالْبَيْعِ إِلَى رَجُلٍ قَبْلَ أَنْ يُقَلِّبَهُ أَوْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ وَنَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُلَامَسَةُ لَمْسُ الثَّوْبِ لَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ.

بیان کیا کہ ابن شہاب سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: عامر بن سعد نے مجھے خبر دی کہ حضرت ابوسعید (خدری) رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع منابذہ سے منع فرمایا ہے اور یہ اِس طرح ہوا کرتی تھی کہ بائع اپنا قابل فروخت کپڑا دوسرے آدمی کی طرف پھینک دیتا (وہ اس کو یوں ہی لے لیتا) قبل اِس کے کہ وہ کپڑے کو اُلٹائے یا اسے دیکھے۔ اور آپؐ نے بیع ملامسہ سے بھی منع فرمایا ہے اور بیع ملامسہ یہ تھی کہ خریدار کپڑے کو صرف چھوئے، دیکھے نہیں۔

اطرافه: ٣٦٧، ١٩٩١، ٢١٤٧، ٥٨٢٠، ٥٨٢٢، ٦٢٨٤.

٢١٤٥: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ نُهِيَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ أَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ ثُمَّ يَرْفَعُهُ عَلَى مَنْكِبِهِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ اللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ.

۲۱۴۵: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوہاب نے ہمیں بتایا۔ ایوب نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے محمد (بن سیرین) سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ دو طرح کا لباس منع ہے کہ کوئی شخص ایک ہی کپڑے میں گوٹھ مار کر بیٹھے۔ پھر کپڑا اُٹھا کر اسے اپنے کندھے پر ڈال لے اور دو قسم کی بیع بھی منع ہے: ایک چھوکر اور دوسری پھینک کر (یعنی بغیر تحقیق۔)

اطرافه: ٣٦٨، ٥٨٤، ٥٨٨، ١٩٩٣، ٢١٤٦، ٥٨١٩، ٥٨٢١.

بَاب ٦٣ : بَيْعُ الْمُنَابَذَةِ

بیع منابذہ

وَقَالَ أَنَسٌ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ.

اور حضرت انسؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت کی ہے۔

٢١٤٦: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ☆ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ.

۲۱۴۶: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے محمد بن یحییٰ بن حبان سے اور☆ ابوالزناد سے، ان دونوں نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بیع سے منع فرمایا جو صرف چھونے یا پھینکنے سے قرار پاتی ہے۔

اطرافهُ: ٣٦٨، ٥٨٤، ٥٨٨، ١٩٩٣، ٢١٤٥، ٥٨١٩، ٥٨٢١.

٢١٤٧: حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ.

۲۱۴۷: عیاش بن ولید (بصری) نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالاعلیٰ نے ہمیں بتایا کہ معمر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عطاء بن یزید سے، عطاء نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کے لباس پہننے اور دو طرح کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ یعنی صرف چھو کر اور پھینک کر کوئی سامان بیچنا اور خریدنا۔

اطرافهُ: ٣٦٧، ١٩٩١، ٢١٤٤، ٥٨٢٠، ٥٨٢٢، ٦٢٨٤.

تشریح: نَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ: اَلْمُلَامَسَةُ، لَمَسَ سے باب مفاعلہ ہے۔ یعنی بغیر دیکھے کپڑا چھو کر اندازہ کر لینا کہ یہ فلاں نوعیت اور فلاں قیمت اور اِتنے ماپ کا ہوگا۔ اَلْمُنَابَذَةُ، نَبَذَ سے ہے جس کے معنے ہیں پھینکنا۔ اس بیع میں بھی فروختنی اشیاء نہیں دیکھی جاتیں بلکہ یہ کیا جاتا ہے کہ جو تیرے پاس پونجی ہے وہ میری طرف پھینک دے اور جو میرے پاس ہے وہ میں تیری طرف پھینک دیتا ہوں اور کبھی یوں بھی کیا جاتا تھا کہ کنکری کپڑے کے تھانوں کی طرف پھینک دی جاتی۔ جس پر پڑتی اُس کا مبادلہ قرار پاتا۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۵۳ تا ۴۵۵) (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۶۶، ۲۶۷) بیع کی یہ دو قسمیں بھی بیع غرر ہی کی ہیں جو قمار بازی کی صورت رکھتی ہیں۔

وَقَالَ أَنَسٌ: باب ۹۳ روایت نمبر ۲۲۰۷ میں بحوالہ حضرت انسؓ چند اقسام بیع کی ممانعت کا ذکر ہے۔ اس تعلق میں وہ بھی دیکھی جائیں۔

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ "وَعَنْ اَبِی الزِّنَادِ" کے الفاظ ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۶۸)

بَاب ٦٤

اَلنَّهْيُ لِلْبَائِعِ أَنْ لَّا يُحَفِّلَ الْإِبِلَ وَالْبَقَرَ وَالْغَنَمَ وَكُلَّ مُحَفَّلَةٍ وَالْمُصَرَّاةُ الَّتِي صُرِّيَ لَبَنُهَا وَحُقِنَ فِيْهِ وَجُمِعَ فَلَمْ يُحْلَبْ أَيَّامًا

بائع کو ممانعت ہے کہ وہ اُونٹ، گائے اور بکری کے تھن میں دودھ جمع ہونے دے اور ہر ایسا جانور جس کے تھن میں دودھ جمع ہونے دیا جائے اور کئی دن نہ دوھیا جائے (اس کا بیچنا بھی منع ہے۔)

وَأَصْلُ التَّصْرِيَةِ حَبْسُ الْمَاءِ يُقَالُ مِنْهُ صَرَّيْتُ الْمَاءَ إِذَا حَبَسْتَهُ.

تَصْرِيَةٌ کے اصل معنے پانی روکنے کے ہیں۔ اِسی لفظ سے کہتے ہیں: صَرَّيْتُ الْمَاءَ۔ یعنی میں نے پانی روک رکھا۔

٢١٤٨: حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَرُّوْا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَّحْتَلِبَهَا إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ تَمْرٍ. وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَمُجَاهِدٍ وَالْوَلِيْدِ بْنِ رَبَاحٍ وَمُوسَى بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعَ تَمْرٍ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ وَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثًا. وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ وَلَمْ يَذْكُرْ

۲۱۴۸: (یحيٰ) بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے جعفر بن ربیعہ سے، انہوں نے (عبدالرحمٰن بن ہرمز) اعرج سے روایت کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہوئے کہا کہ اُونٹ اور بکری کا دودھ تم نہ روکے رکھا کرو اور جو ان کو اس کے بعد خریدے تو اسے دو باتوں کا اختیار ہے۔ چاہے تو وہ ان کا دودھ دوہ کر رکھ لے اور چاہے تو ردّ کر دے اور (بصورت ردّ) ایک صاع کھجور بھی دے۔ ابوصالح اور مجاہد اور ولید بن رباح اور موسیٰ بن یسار سے مذکور ہے۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صاع کھجور نقل کیا اور ان میں سے بعض نے کہا کہ ابن سیرین سے ایک صاع اناج مروی ہے۔ (انہوں نے کہا:) پھر اسے تین دن تک اختیار ہے اور بعض نے کہا کہ ابن سیرین سے ایک صاع کھجور

ثَلَاثًا وَالتَّمْرُ أَكْثَرُ.

مروی ہے اور تین دن کا انہوں نے ذکر نہیں کیا اور (ایک صاع) کھجورا کثر (روایات میں) وارد ہوا ہے۔

اطرافہ: ٢١٤٠، ٢١٥٠، ٢١٥١، ٢١٦٠، ٢١٦٢، ٢٧٢٣، ٢٧٢٧، ٥١٤٤، ٥١٥٢، ٦٦٠١۔

٢١٤٩: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُّحَفَّلَةً فَرَدَّهَا فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ. وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُلَقَّى الْبُيُوْعُ.

طرفہ: ٢١٦٤۔

۲۱۴۹: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ معتمر نے ہمیں بتایا، کہا: میں نے اپنے باپ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ ابوعثمان نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: جو ایسی بکری خریدے جس کا دودھ روک کر جمع کیا گیا ہو اور پھر اسے واپس کردے تو چاہیے کہ وہ اس کے ساتھ ایک صاع کھجور بھی دے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ تاجروں کو آگے جا کر ملا جائے۔

٢١٥٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِّبَادٍ وَلَا تُصَرُّوا الْغَنَمَ وَمَنِ ابْتَاعَهَا فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَّحْلُبَهَا إِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِّنْ تَمْرٍ.

۲۱۵۰: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا) کہ (امام) مالکؒ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوالزناد سے، انہوں نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قافلہ کے سواروں کو (جو مال بیچنے کے لئے لائیں) آگے جا کر نہ ملا کرو اور نہ تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی بیع پر بیع کرے اور فریب دینے کی غرض سے نرخ نہ بڑھاؤ اور نہ شہری غیر شہری کا مال (لا دکر) بیچے اور بکری کا دودھ تھن میں نہ روکا کرو اور جو ایسی بکری خریدے تو اُسے دو باتوں میں سے ایک بات کا اختیار ہے۔ اس کا دودھ دوہنے کے بعد اگر اسے پسند آئے تو اسے روک لے۔ اگر ناپسند ہے تو اسے مع ایک صاع کھجور کے واپس کردے۔

اطرافہ: ٢١٤٠، ٢١٤٨، ٢١٥١، ٢١٦٠، ٢١٦٢، ٢٧٢٣، ٢٧٢٧، ٥١٤٤، ٥١٥٢، ٦٦٠١۔

تشریح: **اَلنَّهْیُ لِلْبَائِعِ اَنْ لَّا یُحَفِّلَ الْاِبِلَ وَالْبَقَرَ وَالْغَنَمَ:** مویشیوں کے تاجر بالعموم مذکورہ بالا طریق اختیار کرتے ہیں جو فریب دہی ہے اور ممنوع ہے۔ حنابلہ اور بعض شوافع کے نزدیک یہ ممانعت صرف دودھیل جانوروں ہی سے مخصوص ہے نہ کہ ہر جانور سے۔ اسی لئے عنوانِ باب میں **کُلُّ مُحَفَّلَةٍ** کا فقرہ بڑھا کر اسی فقہی اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ تفصیل کے لئے فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۵۷ نیز عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۶۹ دیکھئے۔

روایات زیر باب میں گائے کا ذکر نہیں۔ لیکن عنوانِ باب میں اس کا ذکر ہے جو قیاس پر مبنی ہے۔ یہ قیاس جمہور کے نزدیک درست ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۵۶، ۴۵۷) بعض کا خیال ہے کہ محولہ بالا حدیث منسوخ ہے، حدیث (نمبر ۲۰۷۹) **اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا** سے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۶۱) مگر یہ درست نہیں؛ کیونکہ یہ حدیث ایک قاعدہ کلیہ بیان کرتی ہے۔ حدیث زیر باب استثنائی صورت ہے اور بیع غرر کی ایک شکل ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مذکورہ بالا فقیہانہ استنباط حضرت ابوہریرہؓ کا ہے جو ازروئے درایت قابل قبول نہیں کیونکہ قیاس میں ان کا درجہ کمزور ہے۔ یہ خیال بھی ہر جگہ درست نہیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۶۰) ان کے قیاس کی صحت ثابت کرنے کے لئے چند ایک تائیدی حوالہ جات نقل کئے گئے ہیں اور یہ حوالے دو قسم کے ہیں۔ بعض میں لوٹانے کی مدت معین ہے اور بعض میں معین نہیں۔

ابو صالح کی روایت بسند حضرت ابوہریرہؓ صحیح مسلم میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جس نے ایسی بکری خریدی جس کا دودھ تھنوں میں جمع کیا گیا ہو تو اسے تین دن تک اِختیار ہے کہ چاہے رکھے یا لوٹا دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجور بھی دے۔ (مسلم، کتاب البیوع، باب حکم بیع المصراة) اس کے مطابق شافعیوں کا عمل ہے۔ مجاہد کی روایت بزار اور طبرانی نے موصولاً نقل کی ہے۔ اس میں مدت کا ذکر نہیں، البتہ بوقت واپسی ایک صاع اناج دینا مقصود ہے۔ (المعجم الأوسط للطبرانی، محمد بن أبان، روایت نمبر ۷۱۴۱، جزء۷ صفحہ ۲۴۹) موسیٰ بن یسار کا حوالہ صحیح مسلم میں ہے جو مجاہد کی روایت کا ہم معنی ہے اور جس کے یہ الفاظ ہیں: **فَاِنْ رَضِیَ حِلَابَهَا اَمْسَكَهَا وَاِلَّا رَدَّهَا وَمَعَهَا صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ.** (مسلم، کتاب البیوع، باب حکم بیع المصراة) اگر اس کا دودھ پسند ہو تو اسے رکھے، ورنہ لوٹا دے مع ایک صاع کھجور کے۔ یہ روایتیں بھی حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہیں۔
(فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۵۸، ۴۵۹)

عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ: محمد بن سیرین کی محولہ بالا روایت بھی صحیح مسلم اور ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ ہی سے مروی ہے، جس میں تین دن کے اِختیار کی تصریح ہے۔ (مسلم، کتاب البیوع، باب حکم بیع المصراة) (ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی المصراة) اگلا حوالہ بھی ابن سیرین کا ہے، جو ابن منذر نے حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے۔ اس میں بھی ایک صاع کھجور کا ذکر ہے اور گندم اور جَو کی نفی ان الفاظ میں ہے: **لَا سَمْرَآءُ وَلَا بُرٌّ.** **سَمْرَآء** **اَسْمَر** کی مؤنث ہے۔ جس کے معنے گندم کے ہیں اور **بُرّ** کے معنے ہیں **شَعِیْر** یعنی جَو۔ مالکیوں کا عمل ان روایتوں کے

مطابق ہے جن میں مدت کی تعین نہیں۔ ان حوالوں کی تفصیل کے لیے دیکھئے: فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۵۸، ۴۵۹- عمدۃ القاری جزء۱۱ صفحہ ۲۷۱، ۲۷۲۔

وَالتَّمْرُ اَكْثَرُ: جملہ وَالتَّمْرُ أَكْثَرُ سے امام بخاریؒ کی یہ مراد ہے کہ اکثر روایات میں ایک صاع کھجور کا ذکر ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۱ صفحہ ۲۷۲)

بَاب ٦٥ : إِنْ شَاءَ رَدَّ الْمُصَرَّاةَ وَفِي حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ

دودھ روکا ہوا جانور (دودھ دوہ کر) اگر چاہے واپس کر دے
اور اس کا دودھ لینے کے عوض میں ایک صاع کھجور دے

٢١٥١ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زِيَادٌ أَنَّ ثَابِتًا مَوْلَى عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اشْتَرَى غَنَمًا مُصَرَّاةً فَاحْتَلَبَهَا فَإِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ سَخِطَهَا فَفِي حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ.

۲۱۵۱: محمد بن عمرو نے ہم سے بیان کیا کہ مکی (بن ابراہیم) نے ہمیں بتایا کہ ابن جریج نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے کہا کہ زیاد (بن سعد خراسانی) نے مجھے بتایا کہ ثابت نے جو عبدالرحمٰن بن زید کے آزاد کردہ غلام تھے، ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسی بکری خریدی جس کا دودھ تھنوں میں روک کر اکٹھا کیا گیا ہو اور وہ اسے دوہے؛ اگر اس نے اسے پسند کرلیا ہے تو اسے رکھ لے اور اگر اس نے ناپسند کیا ہے تو اس کے دودھ کے بدلے ایک صاع کھجور دینا ہوگی۔

اطرافهُ: ٢١٤٠، ٢١٤٨، ٢١٥٠، ٢١٦٠، ٢١٦٢، ٢٧٢٣، ٢٧٢٧، ٥١٤٤، ٥١٥٢، ٦٦٠١.

تشریح: اِنْ شَآءَ رَدَّ الْمُصَرَّاةَ وَفِیْ حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ: جمہور کی رائے میں ایک صاع کھجور جو دی جائے گی، وہ دودھ کا معاوضہ ہے۔ مگر امام ابن حزمؒ کی رائے ہے کہ دودھ دوہنے کا معاوضہ ہے اور جتنا دودھ حاصل کیا جائے، اس کا الگ اندازہ ہو کر یا واپس ہوگا یا اس کی قیمت دی جائے گی اور انہوں نے اس کی یہ دلیل دی ہے کہ فقرہ فِیْ حَلْبَتِهَا کے یہ معنی ہیں کہ دوہنے کی وجہ سے ایک صاع دیا جائے۔ اس لئے اس فقرے کا مفہوم الفاظ کے ظاہری معنوں پر معمول ہوگا نہ مجاز پر، جو دودھ ہے۔ امام ابن حزمؒ کے اس فتویٰ کی بناء پر جو جمہور کے خلاف

ہے، یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ حدیث کے الفاظ میں دوہے ہوئے دودھ کی واپسی کا ذکر نہیں۔ اس لئے ان کا فتویٰ شاذ کے حکم میں ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۶۵)

بَاب ٦٦ : بَيْعُ الْعَبْدِ الزَّانِي

زانی غلام کی بیع

وَقَالَ شُرَيْحٌ إِنْ شَاءَ رَدَّ مِنَ الزِّنَا.

اور شریح نے کہا: اگر چاہے تو زنا کی وجہ سے واپس کردے۔

٢١٥٢ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يُثَرِّبْ ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يُثَرِّبْ ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِّنْ شَعَرٍ.

۲۱۵۲ : عبداللہ بن یوسف نے ہمیں بتایا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ سعید مقبری نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے باپ (کیسان) سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لونڈی زنا کرے اور اس کا زنا ثابت ہو جائے تو چاہیے کہ اسے کوڑے لگائے اور طعن وتشنیع اور ملامت نہ کرے اور اگر پھر زنا کرے تو اسے کوڑے لگائے اور طعن وتشنیع اور ملامت نہ کرے اور پھر اگر تیسری بار زنا کرے تو اسے بیچ دے، گو بالوں کی ایک رسی ہی کے بدلے۔

اطرافهُ: ٢١٥٣، ٢٢٣٣، ٢٢٣٤، ٢٥٥٥، ٦٨٣٧، ٦٨٣٩۔

٢١٥٣-٢١٥٤ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ إِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصِنْ قَالَ

۲۱۵۳-۲۱۵۴ : اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: (امام) مالکؒ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ سے، عبیداللہ نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لونڈی کی بابت دریافت کیا گیا کہ اگر وہ زنا کرے اور

إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَبِيْعُوْهَا وَلَوْ بِضَفِيْرٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ لَا أَدْرِي أَبَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ.

شادی شدہ نہ ہو (تو کیا حکم ہے؟) آپؐ نے فرمایا کہ اگر زنا کرے تو اسے کوڑے لگاؤ۔ پھر اگر زنا کرے تو اسے کوڑے لگاؤ۔ پھر اگر زنا کرے تو اسے بیچ دو، گو ایک بٹی ہوئی رسی کے عوض۔ ابن شہاب نے کہا: میں نہیں جانتا (آنحضرت ﷺ نے یہ فقرہ) تیسری بار کے بعد (فرمایا) یا چوتھی بار کے بعد۔

اطراف الحدیث ۲۱۵۳: ۲۱۵۲، ۲۲۳۳، ۲۲۳٤، ۲۵۵۵، ٦۸۳۷، ٦۸۳۹۔
اطراف الحدیث ۲۱۵۴: ۲۲۳۲، ۲۵۵٦، ٦۸۳۸۔

تشریح: **بَيْعُ الْعَبْدِ الزَّانِيْ:** عنوانِ باب میں شریح کے فیصلے کا حوالہ دیا گیا ہے جو قاضی القضاۃ تھے۔ سعید بن منصورؒ نے محمد بن سیرین کی سند سے ان کا ایک فیصلہ نقل کیا ہے۔ ایک شخص نے کسی سے لونڈی خریدی جس نے بدکاری کا اِرتکاب کیا تھا۔ مشتری نے اس کا علم ہونے پر قاضی القضاۃ کے پاس شکایت کی اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ مشتری کو اِختیار ہے کہ اسے واپس کرے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۴٦٦) اس حوالہ سے باب کا مقصد واضح ہے کہ ایسی بیع بھی غرر کہلائے گی اور قابل ردّ ہوگی۔

عنوانِ باب الفاظ اَلْعَبْدُ الزَّانِي سے قائم کیا گیا ہے۔ عبد کا لفظ غلام اور لونڈی دونوں پر اطلاق پاتا ہے۔ احناف نے زنا کے بارے میں غلام اور لونڈی کے درمیان فرق ملحوظ رکھا ہے کہ لونڈی میں تو یہ عیب ہے، جس کی وجہ سے بیع ردّ ہوگی۔ مگر غلام میں اگر یہ فعل پایا جائے تو وہ اگرچہ قابل سزا ہے مگر اس کی بیع برقرار رہے گی، کیونکہ لونڈی کے خریدنے کی غرض مباشرت ہے اور غلام کے خریدنے کی غرض خدمت گزاری۔ دونوں غرضوں کے فرق کی وجہ سے سلوک میں بھی فرق ہوگا۔ یہ دلیل ہے احناف کی۔ (عمدۃ القاری جزء۱۱ صفحہ۲۷۷) مگر روایت مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ غلام لونڈی دونوں کا فعل قابل تعزیر ہے۔ مگر بیع کی صحت قائم رہے گی۔ جس کی وجہ غالباً یہ معلوم ہوتی ہے کہ زنا کے فعل سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بائع کو اس کا علم تھا اور اس علم کے باوجود اس نے ان کو فروخت کیا ہے۔ کیونکہ یہ جرم بیع کے بعد بھی واقع ہوسکتا ہے۔ مشتری کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا فَلْيَبِعْهَا یعنی اس لونڈی کو بیچ دے، اس سے پہلی بیع برقرار ثابت ہوتی ہے۔ شریح کے فیصلے سے ظاہر ہے کہ مشارٌ الیہ واقعہ میں مشتری نے شہادتوں سے ثابت کردیا تھا کہ بائع کو لونڈی کے عیب کا علم تھا۔ ایسی صورت میں اس کی فروخت بیع الغرر کی قسم سے ہے اور قابل فسخ۔ جیسا کہ قاضی القضاۃ نے فیصلہ کیا ہے۔

بَاب٦٧ : الشِّرَاءُ وَالْبَيْعُ مَعَ النِّسَاءِ

عورتوں کے ساتھ خرید وفروخت کرنا

٢١٥٥ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرِيْ وَأَعْتِقِيْ فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَشِيِّ فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ النَّاسِ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ شَرْطُ اللّٰهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ.

۲۱۵۵: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں زہری سے خبر دی کہ عروہ بن زبیر نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے تو میں نے آپؐ سے (بریرۃؓ کے خریدنے کا) ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (بریرۃؓ کو) خرید لو اور آزاد کردو، کیونکہ ترکہ اسی کو ملتا ہے جو آزاد کرے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت کھڑے ہوئے اور اللہ کی تعریف کی جس کے وہ لائق ہے۔ پھر فرمایا: لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ ایسی شرطیں کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہیں۔ جس نے ایسی شرط کی جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہیں، وہ باطل ہے خواہ سو شرطیں کرے۔ اللہ کی شرط نہایت سچی اور نہایت مضبوط ہے۔

اطرافهُ: ٤٥٦، ١٤٩٣، ٢١٦٨، ٢٥٣٦، ٢٥٦٠، ٢٥٦١، ٢٥٦٣، ٢٥٦٤، ٢٥٦٥، ٢٥٧٨، ٢٧١٧، ٢٧٢٦، ٢٧٢٩، ٢٧٣٥، ٥٠٩٧، ٥٢٧٩، ٥٢٨٤، ٥٤٣٠، ٦٧١٧، ٦٧٥١، ٦٧٥٤، ٦٧٥٨، ٦٧٦٠۔

٢١٥٦ : حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ أَبِي عَبَّادٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا سَاوَمَتْ

۲۱۵۶: حسان بن ابی عباد نے ہم سے بیان کیا کہ ہمام نے ہمیں بتایا، کہا: میں نے نافع سے سنا۔ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بریرۃؓ کی قیمت (اس کے

بَرِيْرَةَ فَخَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَمَّا جَاءَ قَالَتْ إِنَّهُمْ أَبَوْا أَنْ يَّبِيْعُوْهَا إِلَّا أَنْ يَّشْتَرِطُوْا الْوَلَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ قُلْتُ لِنَافِعٍ حُرًّا كَانَ زَوْجُهَا أَوْ عَبْدًا فَقَالَ مَا يُدْرِيْنِيْ.

مالکوں سے) کرائی۔ پھر آنحضرت ﷺ نماز کے لئے نکلے۔ جب آپؐ واپس تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ انہوں نے بریرہؓ کے بیچنے سے انکار کر دیا ہے مگر اس شرط پر کہ ترکہ ان کا ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ترکہ تو اسے ملتا ہے جو آزاد کرے۔ (ہمام کہتے تھے:) میں نے نافع سے کہا: بریرہؓ کا خاوند آزاد تھا یا غلام؟ تو انہوں نے کہا: مجھے اس کا کوئی علم نہیں۔

اطرافهُ: ٢١٦٩، ٢٥٦٢، ٦٧٥٢، ٦٧٥٧، ٦٧٥٩۔

تشریح: **اَلشِّرَآءُ وَالْبَيْعُ مَعَ النِّسَآءِ:** عورتیں بالعموم اور خاص کر پردہ نشین منڈی اور بازار وغیرہ کے نرخوں سے واقف نہیں ہوتیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ امور خانہ داری میں مشغول رہتی ہیں۔ ان کی لاعلمی سے ناجائز فائدہ اٹھانا آسان ہے۔ عورتوں کے ساتھ لین دین کا کاروبار بھی بیع الغرر کے ماتحت آتا ہے اور اسی غرض سے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ ان سے خرید و فروخت ہوسکتی ہے لیکن اگر کسی نے ان کی لاعلمی سے ناجائز فائدہ اُٹھایا تو یہ بیع ردّ ہوگی۔

بَاب٦٨ : هَلْ يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ بِغَيْرِ أَجْرٍ

کیا شہری دیہاتی کا مال بغیر اُجرت لئے بیچے

وَهَلْ يُعِيْنُهُ أَوْ يَنْصَحُهُ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَنْصَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهُ. وَرَخَّصَ فِيْهِ عَطَاءٌ.

اور اسے مدد دے یا اس کی خیر خواہی کرے؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے خیر خواہی کی بات چاہے تو چاہیے کہ وہ اس کی خیر خواہی کرے۔ اور عطاء نے (شہری کو) اس بارے میں اجازت دی ہے۔

٢١٥٧ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ سَمِعْتُ جَرِيْرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ

٢١٥٧: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسماعیل (بن ابی خالد) سے، اسماعیل نے قیس (بن ابی حازم)

بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

سے روایت کی (اور کہا) کہ میں نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس اقرار پر بیعت کی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور نماز سنوار کر پڑھوں گا اور زکوۃ دوں گا اور (ہر حکم رسول اللہؐ کا) سنوں گا اور اطاعت کروں گا اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا۔

اطرافهُ: ٥٧، ٥٢٤، ١٤٠١، ٢٧١٤، ٢٧١٥، ٧٢٠٤۔

٢١٥٨: حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِّبَادٍ قَالَ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَوْلُهُ لَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ قَالَ لَا يَكُوْنُ لَهُ سِمْسَارًا.

۲۱۵۸: صلت بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد نے ہمیں بتایا کہ معمر نے ہم سے بیان کیا۔ معمر نے عبداللہ بن طاؤس سے، عبداللہ نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قافلہ سواروں سے (جو غلہ لے کر آئیں) آگے جا کر نہ ملا کرو اور شہری دیہاتی کا مال نہ بیچے۔ (طاؤس نے) کہا: میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا: حضورؐ کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے کہ شہری دیہاتی کے لئے نہ بیچے؟ تو انہوں نے کہا: اس کے لئے دلّال نہ بنے۔

اطرافهُ: ٢١٦٣، ٢٢٧٤۔

تشریح: **هَلْ يَبِيعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ بِغَيْرِ اَجْرٍ وَهَلْ يُعِينُهُ:** شہری کا باہر جا کر سودا ٹھہرانے یا اس کے لئے دلّالی کرنے کے بارے میں صریح ممانعت وارد ہوئی ہے۔ (دیکھئے: باب ۶۹، ۷۰) یہاں اس بارے میں جواز کی ایک صورت بیان ہوئی ہے کہ اگر خیر خواہی مقصود ہو تو ایسا کیا جا سکتا ہے۔

اِذَا اسْتَنْصَحَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهُ: عنوانِ باب میں جس حدیث نبوی کا حوالہ دیا گیا ہے وہ امام احمد بن حنبلؒ نے نقل کی ہے، اس کے یہ الفاظ ہیں: دَعُوا النَّاسَ يُصِيبُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ فَإِذَا اسْتَنْصَحَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيَنْصَحْهُ. (مسند احمد بن حنبل، حديث ابن ابى زيد، جزء ۳ صفحہ ۴۱۹) لوگوں کو رہنے دو کہ اللہ ان میں سے کسی کے ذریعے کسی کو رزق دے۔ جب کوئی شخص کسی شخص سے نیک مشورہ طلب کرے تو چاہیے کہ وہ اسے خیر خواہی

کا مشورہ دے۔ امام مسلمؒ نے بھی یہ حدیث ان الفاظ میں نقل کی ہے: لَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ دَعُوا النَّاسَ يَرْزُقِ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ. (مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم بیع الحاضر للبادی) یعنی شہری غیر شہری کے لئے خرید وفروخت نہ کرے۔ لوگوں کو (اپنے حال پر) چھوڑ دو کہ ایک دوسرے سے اپنا رزق حاصل کریں۔

وَرَخَّصَ فِيهِ عَطَاءٌ: عطاء بن ابی رباح کے فتویٰ کا حوالہ عبدالرزاق نے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن عثمان نے ان سے دریافت کیا کہ آیا وہ فلاں بدوی کا سامان بیچ سکتا ہے تو انہوں نے اجازت دی۔ (مصنف عبد الرزاق، کتاب البیوع، باب لا يبيع حاضر لباد، جزء۸ صفحہ۲۰۱) فقہاء نے فتویٰ دیا ہے کہ اگر تجارتی صورت حال ایسی ہو کہ نرخ ہر کس وناکس کو معلوم ہوں۔ فریب دہی کی گنجائش نہ ہو تو اجازت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت بطور کراہت تنزیہی ہے نہ تحریمی۔ تقویٰ اسی میں ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے۔ امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی مذہب ہے اور اِرشادِ نبوی اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ دراصل تمام معاملات بیع وشراء پر حاوی ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۴۶۸) یہ معقول مذہب مدنظر رکھتے ہوئے روایت نمبر ۲۱۵۷، ۲۱۵۸ پر مقدم کی گئی ہے اور اس کی تائید میں مذکورہ بالا حوالے دیئے گئے ہیں۔ اس تعلق میں ملاحظہ ہو تشریح کتاب الایمان باب ۴۲۔

بَاب ٦٩ : مَنْ كَرِهَ أَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ بِأَجْرٍ

جس نے مکروہ جانا کہ شہری غیر شہری کا مال اُجرت لے کر بیع کرے

٢١٥٩ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ. وَبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ.

۲۱۵۹: عبداللہ بن صباح نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعلی حنفی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ شہری غیر شہری کا مال فروخت کرے اور حضرت ابن عباسؓ نے بھی یہی کہا ہے۔

تشریح: مَنْ كَرِهَ اَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ بِاَجْرٍ: امام شافعیؒ اور امام اوزاعیؒ نے اس امر کی اجازت دی ہے کہ دیہاتی کو بذریعہ اشارہ نرخ سے مطلع کر دیا جائے۔ اس فتویٰ کے مقابل میں لیثؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اشارہ کرنا بھی جائز نہیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۴۷۰)

وَبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: سابقہ باب میں حضرت ابن عباسؓ کا قول گزر چکا ہے کہ مذکورہ بالا ممانعت سے مراد ایسی دلاّلی ہے کہ جو شہری بائع اور غیر شہری بائع کے درمیان بھاؤ ٹھہرانے کی غرض سے کی جاتی ہے۔ دلاّل عموماً زیادہ سے زیادہ نفع شہری تاجر کو پہنچا کر اس فریب دہی سے اپنا نفع بھی زیادہ سے زیادہ پیدا کرتا ہے۔ یہ صورت ممنوع ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کے آخر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت نمبر ۲۱۵۸ کا حوالہ دیا ہے۔ اس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں جس مطلق ممانعت کا ذکر ہے، وہ درحقیقت مقید ہے۔ دیہاتی کو خیر خواہی سے مشورہ دینا ممنوع نہیں جس کا ذکر سابقہ باب میں گذر چکا ہے۔

بَاب ۷۰: لَا يَشْتَرِي☆ حَاضِرٌ لِّبَادٍ بِالسَّمْسَرَةِ

کوئی شہری غیر شہری کے لئے دلاّلی پر بیع☆ نہ کرے

وَكَرِهَهُ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَإِبْرَاهِيْمُ لِلْبَائِعِ وَلِلْمُشْتَرِيْ. وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ إِنَّ الْعَرَبَ تَقُوْلُ بِعْ لِي ثَوْبًا وَهِيَ تَعْنِي الشِّرَاءَ.

اور ابن سیرین اور ابراہیم (نخعی) نے اسے مکروہ قرار دیا؛ بیچنے والے کے لئے بھی اور خریدار کے لئے بھی۔ اور ابراہیم (نخعی) نے کہا: عرب کہتے بِعْ لِیْ ثَوْبًا. اور ان کی مراد اس سے خرید ہوتی ہے۔

۲۱۶۰: حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَبْتَعِ الْمَرْءُ عَلَى بَيْعِ أَخِيْهِ وَلَاتَنَاجَشُوْا وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِّبَادٍ.

۲۱۶۰: مکی بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن جریج نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سعید بن مسیّب سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی آدمی اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے اور فریب سے قیمت نہ بڑھائے اور شہری دیہاتی کے لئے نہ بیچے۔

اطرافُهُ: ۲۱٤۰، ۲۱٤۸، ۲۱۵۰، ۲۱۵۱، ۲۱٦۲، ۲۷۲۳، ۲۷۲۷، ۵۱٤٤، ۵۱۵۲، ٦٦۰۱۔

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ الفاظ "لَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ بِالسَّمْسَرَةِ" ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۸۳)

٢١٦١ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُعَاذٌ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُّحَمَّدٍ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نُهِيْنَا أَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ.

۲۱۶۱: محمد بن مثنیٰ نے مجھ سے بیان کیا، (کہا:) معاذ (ابن معاذ) نے ہمیں بتایا کہ (عبداللہ) بن عون نے محمد (بن سیرین) سے روایت کرتے ہوئے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم اس بات سے روکے گئے تھے کہ کوئی شہری دیہاتی کے لئے خرید وفروخت کرے۔

تشریح: **لَا يَشْتَرِي حَاضِرٌ لِّبَادٍ بِالسَّمْسَرَةِ:** باب ۶۹ کا تعلق فروخت سے ہے اور اس باب کا خریداری سے ۔عنوانِ باب میں محمد بن سیرینؒ کا حوالہ منقول ہے۔ اسے ابن عوانہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے کہ ابن سیرینؒ نے حضرت انس بن مالکؓ سے دریافت کیا کہ مشارٌالیہ ممانعت خرید وفروخت دونوں پر حاوی ہے تو انہوں نے کہا: ہاں؛ لفظ بیع کا اطلاق خرید وفروخت دونوں پر ہوتا ہے[1] ابوداؤد نے بھی اسے نقل کیا ہے[2] ابراہیم نخعیؒ کے حوالے کی بابت علامہ ابن حجرؒ نے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۷۱) مگر علامہ عینی نے ابن حزمؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ عرب کے شہری تاجر بدوی کی ناواقفیت سے ناجائز فائدہ اُٹھایا کرتے تھے۔ اس لیے ایسی بیع شرعاً باطل اور قابل فسخ قرار دی گئی۔ (عمدۃ القاری جزء۱۱ صفحہ ۲۸۳)

یہ تین ابواب (نمبر ۶۸، ۶۹، ۷۰) ایک ہی مضمون سے متعلق ہیں، صرف اسلوب مختلف ہے۔ پہلے کا عنوان بصورتِ استفتاء ہے۔ دوسرے میں ممانعت کے بارے میں نص صریح کا ذکر ہے کہ اجرت پر خرید وفروخت میں واسطہ بننا مکروہ ہے۔ تیسرے میں دلالی سے صریح ممانعت کا ذکر ہے۔ تینوں ابواب کی روایات کو مختلف سندوں سے مضبوط کیا گیا ہے اور ابواب کی ترتیب میں تسلسل ملحوظ رکھا گیا ہے۔ دراصل یہ ممانعت اس اصل پر مبنی ہے کہ خرید وفروخت میں آزادی ہو اور جتنے واسطے بائع اور مشتری کے درمیان کم ہوں گے، اتنی ہی ارزاں ہوگی اور درمیانی وسائط کی اُجرت کے بار سے آزاد رہے گی اور دھوکہ فریب کا اِحتمال بھی کم ہوگا۔

بَاب ٧١ : النَّهْيُ عَنْ تَلَقِّي الرُّكْبَانِ

(شہر سے باہر آگے جا کر) قافلہ والوں سے ملنے کی ممانعت

وَأَنَّ بَيْعَهُ مَرْدُوْدٌ لِأَنَّ صَاحِبَهُ عَاصٍ آثِمٌ إِذَا كَانَ بِهِ عَالِمًا وَهُوَ خِدَاعٌ فِي الْبَيْعِ وَالْخِدَاعُ لَا يَجُوْزُ.

اور ایسی خرید وفروخت قابل ردّ ہے۔ کیونکہ اس قسم کی خرید وفروخت کرنے والا نافرمان اور گنہگار رہے؛ بشرطیکہ وہ اس ممانعت کا علم رکھتا ہو اور یہ خرید وفروخت میں ایک قسم کا فریب ہے اور دھوکہ فریب جائز نہیں۔

---

[1] (مسند ابی عوانۃ، کتاب البیوع، بیان حظر بیع الحاضر للبادی، رویت نمبر ۴۹۴۶ جزء۳ صفحہ ۲۷۴)

[2] (ابوداؤد، کتاب البیوع، باب فی النهي أن يبيع حاضر لباد)

٢١٦٢ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ الْعُمَرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّلَقِّي وَأَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ.

۲۱۶۲: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوہاب نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا) کہ عبیداللہ عمری نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے سعید بن ابی سعید سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے جا کر ملنے سے منع فرمایا ہے اور اِس اَمر سے بھی کہ کوئی شہری دیہاتی کے لئے خرید وفروخت کرے۔

اطرافہ: ۲۱۴۰، ۲۱۴۸، ۲۱۵۰، ۲۱۵۱، ۲۱۶۰، ۲۷۲۳، ۲۷۲۷، ۵۱۴۴، ۵۱۵۲، ۶۶۰۱۔

٢١٦٣ : حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مَا مَعْنَى قَوْلِهِ لَا يَبِيْعَنَّ حَاضِرٌ لِّبَادٍ فَقَالَ لَا يَكُوْنُ لَهُ سِمْسَارًا.

۲۱۶۳: عیاش بن ولید نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالاعلیٰ نے ہمیں بتایا کہ معمر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن طاؤس سے اور ابن طاؤس نے اپنے باپ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے کہ شہری دیہاتی کا مال نہ بیچے؟ تو انہوں نے کہا کہ اس کا دلّال نہ بنے۔

اطرافہ: ۲۱۵۸، ۲۲۷۴۔

٢١٦٤ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ ابْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنِي التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ مَنِ اشْتَرَى مُحَفَّلَةً فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا قَالَ وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَلَقِّي الْبُيُوْعِ.

۲۱۶۴: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن زُرَیع نے ہمیں بتایا، کہا کہ (سلیمان) تیمی نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے ابوعثمان سے، ابوعثمان نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: جو ایسا جانور خریدے جس کا دودھ تھنوں میں روک کر جمع کیا گیا ہو تو چاہیے کہ اسے واپس کردے اور ساتھ ہی ایک صاع (کھجور) بھی دے۔ انہوں نے کہا: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارتی قافلوں کو آگے جا کر ملنے سے بھی روکا ہے۔

طرفہ: ۲۱۴۹۔

٢١٦٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيْعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَلَا تَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتَّى يُهْبَطَ بِهَا إِلَى السُّوْقِ.

۲۱۶۵: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی کسی کے سودے پر سودا نہ کرے اور تجارتی سامان لانے والوں سے آگے جا کر نہ ملا کرو؛ جب تک کہ مال منڈی میں لے جا کر اُتارا نہ جائے۔

اطرافهُ: ٢١٣٩، ٥١٤٢.

تشریح: **اَلنَّهْيُ عَنْ تَلَقِّي الرُّكْبَانِ وَاَنَّ بَيْعَهُ مَرْدُوْدٌ:** حنفیوں اور بعض مالکیوں نے ایسی بیع باطل اور قابل فسخ قرار دی ہے بشرطیکہ نرخ کی کمی بیشی ثابت ہو۔ کیونکہ مذکورہ بالا ممانعت صرف اسی لئے ہے کہ قافلہ والوں کو نقصان نہ ہو اور اگر نرخ درست ہوں تو بیع قائم رہے گی۔ احناف کے نزدیک یہ بیع دو شرطوں کے تحت صرف اس وقت قابل ردّ ہوگی، جب باہر جا کر سودا چکانے سے شہر والوں کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو، یا سامانِ تجارت لانے والوں پر اصل نرخ مشتبہ کر دیئے جائیں۔ اگر دونوں باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک باہر جا کر سودا ٹھہرانے میں کوئی حرج نہیں۔ جمہور نے یہ طریق بھی مکروہ سمجھا ہے اور امام شافعیؒ تو امام ابوحنیفہؒ کے جواز والے فتوے کے خلاف ہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک ایسا سامان جس میں فریب ثابت ہو، مشتری کو ردّ کرنے کا اختیار ہے۔ ان کے اس فتویٰ کی بناء حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے جو ایوب نے بسند محمد بن سیرین نقل کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى أَنْ يُتَلَقَّى الْجَلَبُ فَإِنْ تَلَقَّاهُ إِنْسَانٌ فَابْتَاعَهُ فَصَاحِبُ السِّلْعَةِ فِيْهَا بِالْخِيَارِ إِذَا وَرَدَ السُّوْقَ. (ترمذی، كتاب البيوع، باب ما جاء فی كراهية تلقی البيوع) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درآمدی سامان کو راستے میں جا کر حاصل کرنے سے روکا ہے۔ اگر وہ باہر جا کر ملا ہے اور اسے خرید لیا ہے تو سامان والے کو اختیار ہے کہ جب وہ منڈی میں آئے تو بیع قائم رکھے یا نہ رکھے۔ اس روایت کی صحت پر امام مسلمؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ اور ابن خزیمہؒ سب کا اتفاق ہے۔☆ امام مالکؒ بھی درحقیقت فتویٰ جواز کے خلاف ہیں کیونکہ اس میں بازار والوں کا نقصان ہے اور ان کے فتویٰ کی بناء حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت (نمبر ۲۱۶۵) ہے؛ جس میں صراحت ہے کہ قافلہ والوں سے باہر جا کر نہ ملا جائے۔ یہ ممانعت بطور حجت شرعی ہے، قطع نظر اس سے کہ کسی کو نقصان پہنچے یا نہ پہنچے۔ خلاصہ یہ کہ اس اَمر میں سب ائمہ متفق ہیں کہ نرخ میں کمی ثابت ہو تو ایسی بیع قابل فسخ ہوگی۔ مذکورہ بالا فقہی اختلاف کے پیش نظر باب ۷۱ قائم کیا گیا ہے اور اختلاف

☆ (مسلم، كتاب البيوع، باب تحريم تلقی الجلب) (ابوداؤد، كتاب البيوع، باب فی التلقی)

کے حل کرنے کے لئے چار روایتیں نقل کی گئی ہیں اور یہ چاروں روایتیں امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے فتوے کی تائید میں ہیں اور ان سے جمہور کی رائے صائب ثابت ہوتی ہے کہ ایسی بیع قابل ردّ ہوگی۔

(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۷۲) (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۸۴، ۲۸۵)

بَاب ۷۲: مُنْتَهَى التَّلَقِّي

زیادہ سے زیادہ فاصلہ جہاں آگے جا کر قافلہ سے ملا جا سکتا ہے

۲۱۶۶: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَتَلَقَّى الرُّكْبَانَ فَنَشْتَرِيْ مِنْهُمُ الطَّعَامَ فَنَهَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَّبِيْعَهُ حَتَّى يُبْلَغَ بِهِ سُوْقُ الطَّعَامِ. قَالَ أَبُو عَبْدِاللهِ هَذَا فِي أَعْلَى السُّوْقِ وَيُبَيِّنُهُ حَدِيْثُ عُبَيْدِ اللهِ.

۲۱۶۶: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ جویریہ نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے نافع سے اور نافع نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم (غلہ لانے والے) قافلوں سے آگے جا کر ملا کرتے اور ان سے غلہ خرید تے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس خرید وفروخت سے منع کیا، تاوقتیکہ غلے کو منڈی میں پہنچا دیا جائے۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا کہ یہ جگہ منڈی کے بالائی حصے میں تھی اور عبیداللہ کی حدیث میں اس کا واضح بیان ہے۔

اطرافہُ: ۲۱۲۳، ۲۱۳۱، ۲۱۳۷، ۲۱۶۷، ۶۸۵۲۔

۲۱۶۷: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانُوْا يَبْتَاعُوْنَ الطَّعَامَ فِي أَعْلَى السُّوْقِ فَيَبِيْعُوْنَهُ فِي مَكَانِهِ فَنَهَاهُمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّبِيْعُوْهُ فِي مَكَانِهِ حَتَّى يَنْقُلُوْهُ.

۲۱۶۷: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰی (قطان) نے ہمیں بتایا کہ عبیداللہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: نافع نے حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے بیان کیا، کہا کہ وہ منڈی کے بالائی حصے میں غلہ خریدا کرتے تھے اور پھر وہیں اسی جگہ اسے بیچ دیتے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کیا کہ جب تک دوسری جگہ نہ لے جائیں، وہیں اسے فروخت نہ کیا کریں۔

اطرافہُ: ۲۱۲۳، ۲۱۳۱، ۲۱۳۷، ۲۱۶۶، ۶۸۵۲۔

تشریح: مُنْتَهَى التَّلَقِّي: فقہاء نے فاصلے کے بارہ میں بھی سوال اُٹھایا ہے کہ شہر سے کس قدر دور جا کر قافلے سے ملنا ممنوع ہے؟ اور اگر شہری اپنی ضرورت کے لئے شہر سے باہر ہو اور قافلے والے اس سے منڈی کا نرخ دریافت کریں تو کیا وہ اس کو بتائے یا نہ بتائے؟ امام شافعیؒ نے پہلا سوال تو نظر انداز کیا ہے۔ ان کے نزدیک قافلہ سے ملنے کے لئے شہر سے نکلنا مطلقاً منع ہے۔ منڈی کی حدود میں قافلہ والوں سے بات چیت کی جا سکتی ہے۔ یہی فتویٰ امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاقؒ کا ہے اور اسی کی تائید روایات نمبر ۲۱۶۶، ۲۱۶۷ سے ہوتی ہے۔ جن فقہاء نے میل، دو میل یا دِن یا دو دِن کی مسافت کے بارہ میں جواز کا فتویٰ دیا ہے، ان کی تائید مستند احادیث سے نہیں ہوتی۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۷۶) (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۷۴) امام بخاریؒ نے **قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ**.... کے الفاظ سے منڈی کے بالائی حصے کا ذکر کر کے امام شافعیؒ وغیرہ کے مذہب کی تائید کی ہے۔

وَيُبَيِّنُهُ حَدِيثُ عَبَيْدِ اللّٰهِ: یعنی اس اَمر کو عبید اللہ کی حدیث واضح کرتی ہے۔ اس سے مراد روایت نمبر ۲۱۶۷ ہے، جس سے اس شبہ کا ازالہ کیا گیا ہے جو حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت (نمبر ۲۱۶۶) کے الفاظ **كُنَّا نَتَلَقَّى الرُّكْبَانَ** سے پیدا ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ قافلہ والوں سے ملا کرتے تھے؛ عبید اللہ کی روایت نے بتایا ہے کہ یہ ملاقات منڈی کے اندر اس کے بالائی حصے میں ہوا کرتی تھی۔

بَاب ٧٣: إِذَا اشْتَرَطَ شُرُوْطًا فِي الْبَيْعِ لَا تَحِلُّ

جب بیع میں ناجائز شرطیں کی جائیں

٢١٦٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْنِي بَرِيْرَةُ فَقَالَتْ كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ فِي كُلِّ عَامٍ اَوْقِيَّةٌ فَأَعِيْنِيْنِيْ فَقُلْتُ إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا لَهُمْ وَيَكُوْنَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ فَذَهَبَتْ بَرِيْرَةُ إِلَى أَهْلِهَا فَقَالَتْ لَهُمْ فَأَبَوْا ذٰلِكَ عَلَيْهَا فَجَاءَتْ مِنْ عِنْدِهِمْ

۲۱۶۸: عبد اللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ (امام) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ بریرہؓ میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں نے اپنے مالکوں سے اپنی آزادی کی تحریر کروالی ہے کہ نَو اوقیہ چاندی ان کو دی جائے گی۔ ہر سال ایک اوقیہ (اَدا کروں۔) سو آپؓ میری مدد فرمائیں۔ تو میں نے کہا کہ اگر تیرے مالک پسند کریں کہ میں

وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَقَالَتْ إِنِّي قَدْ عَرَضْتُ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ الْوَلَاءُ لَهُمْ فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَتْ عَائِشَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خُذِيْهَا وَاشْتَرِطِيْ لَهُمُ الْوَلَاءَ فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ فَفَعَلَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللهِ مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ قَضَاءُ اللهِ أَحَقُّ وَشَرْطُ اللهِ أَوْثَقُ وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ.

انہیں (یک مشت) دام نقد دے دوں اور تیرا ترکہ لینے کا حق مجھے ہوگا تو مَیں یہ کام کر دیتی ہوں۔ بریرہؓ اپنے مالکوں کے پاس گئی اور اُن سے کہا۔ مگر انہوں نے اس کی یہ بات نہ مانی۔ وہ جب ان کے پاس سے آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور کہا: میں نے ان کے سامنے یہ شرط پیش کی؛ مگر انہوں نے انکار کر دیا ہے، بجز اس کے کہ ترکہ ان کا ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی اور حضرت عائشہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا: اسے لے لو اور ترکہ کی شرط ان سے ٹھہرا لو۔ کیونکہ ترکہ کا حق اس کا ہوتا ہے جس نے آزاد کیا ہو۔ حضرت عائشہؓ نے ایسا ہی کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنے کے بعد فرمایا: لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ ایسی شرطیں کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں۔ جو شرط ایسی ہو جو کتاب اللہ میں نہیں، وہ باطل ہے، اگرچہ سو شرطیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سچا اور اللہ تعالیٰ کی شرط نہایت مضبوط ہے۔ ترکہ تو اسی کا ہوتا ہے جو آزاد کرے۔

اطرافهُ: ٤٥٦، ١٤٩٣، ٢١٥٥، ٢٥٣٦، ٢٥٦٠، ٢٥٦١، ٢٥٦٣، ٢٥٦٤، ٢٥٦٥، ٢٥٧٨، ٢٧١٧، ٢٧٢٦، ٢٧٢٩، ٢٧٣٥، ٥٠٩٧، ٥٢٧٩، ٥٢٨٤، ٥٤٣٠، ٦٧١٧، ٦٧٥١، ٦٧٥٤، ٦٧٥٨، ٦٧٦٠.

٢١٦٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ عَائِشَةَ

۲۱۶۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا (اور کہا) کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت

أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً فَتُعْتِقَهَا فَقَالَ أَهْلُهَا نَبِيْعُكِهَا عَلَى أَنَّ وَلَاءَهَا لَنَا فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا يَمْنَعُكِ ذَلِكِ فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ.

کی کہ حضرت عائشہؓ ام المومنین نے ایک لونڈی خریدنی چاہی تا کہ اسے آزاد کریں؛ تو اس کے مالکوں نے کہا: ہم اسے آپؓ کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرتے ہیں کہ اس کا ترکہ ہمارا رہو۔ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: یہ بات تمہیں (ترکہ لینے سے) روک نہیں سکتی۔ کیونکہ ترکہ تو اس کا ہوتا ہے جو آزاد کرے۔

اطرافه: ۲۱۵٦، ۲۵٦۲، ٦۷۵۲، ٦۷۵۷، ٦۷۵۹۔

تشریح: **إِذَا اشْتَرَطَ شُرُوْطًا فِي الْبَيْعِ لَا تَحِلُّ:** اس باب اور حدیث مندرجہ ذیل سے سابقہ باب کے مضمون کی تائید مزید ہے کہ جس خرید وفروخت میں شریعت کی قائم کردہ شرطوں کی خلاف ورزی ہو، وہ دو صورتوں سے خالی نہیں۔ اوّل یہ کہ بیع تو قائم رہے گی مگر شرط چونکہ باطل ہے، اس لئے از خود ساقط ہو جائے گی۔ دوم اگر مالک کو اپنی شرط پر اصرار ہو تو وہ بیع قابل فسخ اور ردّ ہوگی۔ تفصیل کے لیے دیکھئے عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۸۸، ۲۸۹۔ اس مضمون سے متعلق مزید دیکھئے: کتاب الشروط باب ۱۰۔

بَاب ۷٤: بَيْعُ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ
کھجور کے بدلے کھجور بیچنا

۲۱۷۰: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَّالِكِ ابْنِ أَوْسٍ سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ.

۲۱۷۰: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا۔ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے مالک بن اوس سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ آپؐ نے فرمایا: گیہوں کے بدلے گیہوں سود ہے مگر یہ لو یہ دو۔ اور جَو کے بدلے جَو سود ہے مگر یہ لو یہ دو۔ اور کھجور کے بدلے کھجور سود ہے مگر یہ لو یہ دو۔ (یعنی ہاتھوں ہاتھ نقد بہ نقد۔)

اطرافه: ۲۱۳٤، ۲۱۷٤۔

تشریح: **اَلتَّمْرُ بِالتَّمْرِ:** اس باب کے تعلق میں تشریح باب ۸۲ بھی دیکھئے، جہاں کھجور کے بدلے کھجور کی بیع کا ذکر ہے۔ ہر جنس ونوع اپنے نرخ پر علیحدہ فروخت کر کے دوسری جنس اور نوع اس کے اپنے نرخ پر بیچی اور خریدی جائے؛ تا کمی بیشی اور دھوکا فریب کا احتمال نہ رہے۔ اس تعلق میں باب ۵۴ و باب ۵، ۷۵، ۶، ۷ بھی دیکھئے۔

بَاب ۷۵: بَيْعُ الزَّبِيْبِ بِالزَّبِيْبِ وَالطَّعَامُ بِالطَّعَامِ

منقّے کی بیع منقّے کے بدلے میں اور اناج کی بیع اناج کے بدلے میں

۲۱۷۱: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُزَابَنَةُ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا وَبَيْعُ الزَّبِيْبِ بِالْكَرْمِ كَيْلًا.

اطرافه: ۲۱۷۲، ۲۱۸۵، ۲۲۰۵.

۲۱۷۱: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔ مزابنہ یہ ہے کہ کھجور کے تازے پھل کے بدلے خشک کھجور ماپ کر بیچی جائے اور منقہ ان انگوروں کے بدلے جو بیل پر ہیں، ماپ کر بیچا جائے۔

۲۱۷۲: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ. قَالَ وَالْمُزَابَنَةُ أَنْ يَّبِيْعَ الثَّمَرَ بِكَيْلٍ إِنْ زَادَ فَلِي وَإِنْ نَّقَصَ فَعَلَيَّ.

اطرافه: ۲۱۷۱، ۲۱۸۵، ۲۲۰۵.

۲۱۷۲: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب (سختیانی) سے، ایوب نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ مزابنہ یہ ہے کہ درخت پر (کھجور کا) میوہ خشک (پختہ) میوے کے بدلے میں ماپ کر اس شرط پر بیچا جائے، اگر بڑھ گیا تو میرا ہوگا اور اگر کم ہوا تو اس کا نقصان مجھ پر ہے۔

۲۱۷۳: قَالَ وَحَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا.

اطرافه: ۲۱۸۴، ۲۱۸۸، ۲۱۹۲، ۲۳۸۰.

۲۱۷۳: (حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے) کہا کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا کی اجازت دی ہے کہ اندازہ سے ان کو بیچ دیا جائے۔

تشریح: بَيْعُ الزَّبِيبِ بِالزَّبِيبِ وَالطَّعَامُ بِالطَّعَامِ: اس باب کے تعلق میں تشریح باب ۸۲ بھی دیکھئے جہاں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی یہی روایت مفصل درج ہے۔ مندرجہ بالا حدیث میں صرف مزابنہ کی ممانعت کا ذکر ہے، نہ اناج کا اور نہ زبیب یعنی منقہ کا۔ لیکن عنوانِ باب میں اَلطَّعَامُ بِالطَّعَامِ اور اَلزَّبِيبُ بِالزَّبِيبِ کے الفاظ ہیں۔ بعض شارحین نے یہ تصرف قابل اعتراض سمجھا ہے (دیکھئے عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۹۰) مگر علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا ہے کہ نافع کی اس روایت میں جو بسند لیث آئی ہے، لفظ الطَّعَام مذکور ہے۔ (روایت نمبر ۲۲۰۵) امام مسلمؒ نے اس بارہ میں حضرت معمر بن عبداللہؓ کی جو مرفوع روایت نقل کی ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں: اَلطَّعَامُ بِالطَّعَامِ مِثْلًا بِمِثْلٍ. (مسلم، کتاب المساقاۃ، باب بیع الطعام مثلا بمثل) ان روایتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے عنوانِ باب مذکورہ بالا الفاظ سے باندھا گیا ہے۔ یعنی اناج کے عوض اناج کا مبادلہ برابر وزن میں ممنوع ہے کہ اس میں بوجہ نرخ کی کمی بیشی ہونے کے سود کا اِحتمال ہے۔

نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ: زَبَنَ يَزْبُنُ زَبْنًا کے لغوی معنی ہیں: دَفْعٌ یعنی دھکیلنا۔ (النهاية–زبن) بائع اور مشتری میں سے ہر ایک دوسرے کو اس کے حق سے ہٹا کر نقصان کی طرف دھکیلتا ہے۔ امام مالکؒ نے مزابنہ کی یہ تعریف کی ہے: أَنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِّنَ الْجِزَافِ الَّذِيْ لَا يُعْلَمُ كَيْلُهُ وَلَا وَزْنُهُ وَلَا عَدَدُهُ. (مؤطا امام مالک، کتاب البیوع، باب ما جاء في المزابنة والمحاقلة) یعنی تجارتی کاروبار جس میں دھوکا فریب کا احتمال ہو اور جس میں اندازہ نہ ہو، بغیر ماپ تول اور شمار کے سودا چکایا جائے۔ ایسی بیع مزابنہ کہلاتی ہے۔ اس میں نقصان اُٹھانے والا سودا فسخ کرنا چاہتا ہے مگر فائدہ اُٹھانے والا فسخ نہیں کرتا۔ فَيَتَزَابَنَانِ عَلَيْهِ اَیْ يَتَدَافَعَانِ. یعنی بائع اور مشتری سامان ایک دوسرے کی طرف پھینکتے ہیں۔ امام شافعیؒ نے مزابنہ کی تعریف یہ کی ہے: هُوَ بَيْعُ مَجْهُوْلٍ بِمَجْهُوْلٍ اَوْ مَعْلُوْمٍ مِنْ جِنْسٍ تَحْرِيْمُ الرِّبَا فِيْ نَقْدِهِ. یعنی ایک غیر معلوم شئے کو غیر معلوم شئے کے عوض بیچنا، یا ایسی شئے کے عوض بیچنا جو نقدی سود کی نوعیت سے ہو۔ یعنی زیادتی کے ساتھ نقدلین دین جو حرام ہے۔ امام مالکؒ نے مزابنہ کی اس تعریف میں ان کے ساتھ اتفاق کیا ہے، اس فرق کے ساتھ کہ لفظ کَیْل یعنی ماپنے کی تخصیص بلا ضرورت ہے۔ یعنی قطع نظر اس سے کہ دمِ نقد سود والی جنس سے ہو یا نہ ہو، جب وہ بیع ماپ تول میں غیر معین ہوگی، مزابنہ کہلائے گی اور اس کے لئے یہ بھی شرط نہیں کہ خرید و فروخت خوردنی اشیاء کی ہو یا غیر خوردنی اشیاء کی۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۹۰)

بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا: کھجور کے تازہ پھل کے بدلے خشک کھجور بیچنے سے مراد یہ ہے کہ درخت پر تازہ کھجور کا پھل خشک کھجور کے بدلے معین ماپ تول کے ساتھ اس شرط پر بیچنا کہ اگر درخت کا پھل اس وزن سے بڑھ جائے تو وہ بڑھوتی بائع کی اور اگر کم ہو تو کمی کی ذمہ داری بھی بائع پر۔ اسی شرط کے ساتھ منقہ معین وزن سے انگور کے تازہ پھل کے بدلے جو بیلوں پر ہوں۔ نیز کھڑی گندم وغیرہ کا اناج سے مبادلہ کرنا۔ بیع و شراء کی ایسی تمام صورتیں مزابنہ کی ہیں۔ جیسا کہ اس باب کی روایات میں تصریح ہے۔

اِنْ زَادَ فَلِيْ وَاِنْ نَّقَصَ فَعَلَيَّ: یہ الفاظ شارحین کے نزدیک ہوسکتا ہے کہ اِرشادِ نبوی کا حصہ ہوں یا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ کہا ہو۔ باب ۷۴، ۷۵ سے متعلق یہ بات مدنظر رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تجارتی کاروبار کی صورتیں دونوں طرح سے تھیں۔ یعنی مبادلہ اشیاء بالاشیاء جسے آج کل انگریزی اصطلاح میں بارٹر سسٹم (Barter System) کہتے ہیں اور مبادلہ اشیاء بذریعہ سیم وزر، جس کا دوسرا نام صرافہ ہے اور یہ پیشہ اس وقت بھی بہت بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ مبادلہ بالاجناس کے بارہ میں جمہور کا یہ مذہب ہے کہ ہر جنس اپنے نرخ پر علیحدہ فروخت کر کے اس کی قیمت سے وہی جنس یا اس کے علاوہ کوئی اور جنس اعلیٰ یا ادنیٰ قسم کی خریدی جائے کیونکہ یہ صورتِ بیع زیادہ محفوظ ہے۔ ایک ہی جنس کی ایک قسم کا مبادلہ اسی قسم سے منع ہے۔ لَا مُتَمَاثِلًا وَ لَا مُتَفَاضِلًا - نہ برابر وزن سے اور نہ کم وبیش۔ امام ابوحنیفہؒ نے اناج خشک پھل تازہ پھل سے، اناج کی کھڑی فصل سے مبادلہ بالفعل جائز قرار دیا ہے۔ لیکن اگر مبادلے میں وزن کی زیادتی ہو تو ان کے نزدیک یہ جائز نہیں۔ فقہاء کے اس اختلاف کے پیشِ نظر چند باب قائم کر کے مستند احادیث سے صورتِ جواز یا عدمِ جواز واضح کی گئی ہے اور اسی وضاحت کی غرض سے روایت نمبر ۲۱۷۳ میں حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کی روایت کا حوالہ دیا گیا ہے جو عرایا کے بارے میں ہے۔ عَرِيَّة کھجور کے اس درخت کو کہتے ہیں جس کا پھل بطور عطیہ یا صدقہ کسی کو دیا جائے اور اگر لینے والا اس کی نگرانی نہ کر سکے اور اسے خوراک کی فوری ضرورت ہو تو عَرِيَّة کے بدلے میں خشک کھجور اندازہ کر کے لے سکتا ہے۔ یہ ایک استثنائی صورت ہے اور اس اجازت سے ظاہر ہے کہ باقی صورتیں جائز نہیں۔ اس حوالے سے بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جمہور کے مذہب کی تائید کی ہے اور یہی مذہب امامین محمد اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما کا بھی ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۹۰ تا ۲۹۲) یہاں مزابنہ اور عرایا کا ذکر ضمناً بطور استدلال و وضاحت کیا گیا ہے۔ آئندہ ابواب میں اِن دونوں کا ذکر آئے گا۔ دیکھئے باب ۸۲، ۸۴۔

بَاب ۷٦: بَيْعُ الشَّعِيْرِ بِالشَّعِيْرِ

جَو کے بدلے جَو کی بیع

٢١٧٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَّالِكِ بْنِ أَوْسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ الْتَمَسَ صَرْفًا بِمِائَةِ دِيْنَارٍ فَدَعَانِي طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ فَتَرَاوَضْنَا حَتَّى اصْطَرَفَ مِنِّي فَأَخَذَ الذَّهَبَ يُقَلِّبُهَا فِي يَدِهِ ثُمَّ

۲۱۷۴: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے مالک بن اَوس سے روایت کی کہ انہوں نے ایک سَو دِینار کی ریزگاری طلب کی تو حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ نے مجھے بلایا اور ہم نے نرخ کے بارے میں تکرار کی۔ آخر وہ ریزگاری دینے پر راضی ہو گئے

قَالَ حَتَّى يَأْتِيَ خَازِنِي مِنَ الْغَابَةِ وَعُمَرُ يَسْمَعُ ذَلِكَ فَقَالَ وَاللهِ لَاتُفَارِقُهُ حَتَّى تَأْخُذَ مِنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ.

اور سونے کی اشرفیاں لے کر اپنے ہاتھ میں انہیں اُلٹنے پلٹنے لگے۔ پھر کہا: اس وقت تک انتظار کریں کہ میرا خزانچی غابہ سے آجائے۔ اور حضرت عمرؓ یہ سن رہے تھے۔ تو انہوں نے کہا: بخدا آپ طلحہؓ سے اس وقت تک جدا نہ ہوں کہ ان سے ریزگاری لے لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: سونے کا سونے سے مبادلہ سود ہے مگر یہ لو اور یہ دو۔ اور گیہوں کا گیہوں سے مبادلہ بھی سود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ۔ اور جَو کا جَو سے مبادلہ بھی سود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ۔ اور کھجور کا کھجور سے مبادلہ بھی سود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ۔

اطرافہ: ۲۱۳۴، ۲۱۷۰۔

تشریح: **بَيْعُ الشَّعِيْرِ بِالشَّعِيْرِ:** باب مذکور میں فقہی اختلاف ہی کے پیش نظر دوسری اَجناس جَو وغیرہ کے مبادلے کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ بعض ائمہ نے سودی اور غیر سودی اجناس کے مبادلہ میں فرق کیا ہے جیسا کہ گذشتہ باب کی تشریح میں ابھی بتایا جاچکا ہے۔ امام مالکؒ، لیثؒ اور اوزاعیؒ نے گندم اور جَو ایک جنس قرار دی ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ دونوں جنسیں الگ الگ ہیں اور اسی لئے اس جنس کے مبادلے کے تعلق میں الگ باب قائم کیا گیا ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۷۸)

فَتَرَاوَضْنَا: یعنی مبادلہ دینار درہم کی شرح کے بارے میں ہم نے ایک دوسرے سے بات چیت کی۔ لفظ تَرَاوَضْنَا رَاضَ يَرُوْضُ رَوْضًا وَرِيَاضَةً سے باب تفاعل کا صیغہ ہے۔ اس کے معنے ہیں: سدھارنا یا راس کرنا۔ (لسان العرب- روض) ان میں سے ایک نے بتایا کہ دینار میں اتنا خالص سونا ہے اور دوسرے نے بتایا کہ درہم میں اتنی خالص چاندی ہے۔ **فَاَخَذَ الذَّهَبَ يُقَلِّبُهَا** اسی صَرفِ زر کے تعلق میں حضرت طلحہؓ اشرفیوں کو اُلٹ پلٹ کر کے دیکھنے لگے۔ **حَتَّى اصْطَرَفَ** یہاں تک کہ صَرفِ زَر کی شرح سے متعلق بات ٹھہر گئی اور حضرت طلحہؓ نے کہا کہ ان کا خزانچی آجائے تو مطلوبہ درہم دے دیئے جائیں گے۔ حضرت عمرؓ نے جو اُس وقت قریب ہی موجود تھے، فرمایا: یہاں سے جانا نہیں، جب تک نقد بہ نقد نہ لے جاؤ، ورنہ اُدھار کی صورت ہو جائے گی جو جائز نہیں۔ اس پر مالک بن اوس نے سودا لینا ترک کر دیا۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۹۳)

اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًا اِلَّا هَآءَ وَهَآءَ: یعنی سونے کا مبادلہ سونے سے سود ہے۔ سوائے اس کے کہ نقد بہ نقد ہو۔ علماء کا اتفاق ہے کہ سونا بصورتِ سکہ، زیور یا دھات ہو؛ اس کا مبادلہ بلحاظِ وزن ہوگا۔ کمی بیشی کی صورت

میں سود ہوجائے گا جو حرام ہے۔ مثلاً سونے کی ڈلی یا زیور دے کر اشرفیاں لینا چاہتا ہے تو اس مبادلے میں سونے کے وزن کا اعتبار ہوگا۔ اگر ایک شئے دس تولہ سونا ہے اور دوسری میں ساڑھے نو تولہ تو بصورتِ مبادلہ نصف تولہ کی زیادتی سود ٹھہرے گی۔ اس ضمن میں اگلا باب بھی دیکھئے۔

بَاب ۷۷: بَيْعُ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ

سونے کے بدلے سونے کا لین دین

۲۱۷۵: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ ابْنُ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَبِيْعُوْا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْتُمْ.

طرفہ: ۲۱۸۲۔

۲۱۷۵: صدقہ بن فضل نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن عُلَیّہ نے ہمیں خبر دی، کہا: یحيٰ بن ابی اسحاق نے مجھ سے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکرہ (نفیع بن حارث) رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ سونا سونے کے بدلے نہ بیچو مگر برابر برابر، اور چاندی کے بدلے چاندی نہ بیچو مگر برابر برابر، اور سونے کو چاندی کے بدلے اور چاندی کو سونے کے بدلے جس طرح چاہو بیچو۔

بَاب ۷۸: بَيْعُ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ

چاندی کے بدلے چاندی کا لین دین

۲۱۷۶: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا عَمِّي حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمِّهِ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ حَدَّثَهُ مِثْلَ

۲۱۷۶: عبیداللہ بن سعد (بن ابراہیم قرشی بغدادی) نے ہم سے بیان کیا کہ میرے چچا (یعقوب بن ابراہیم) نے ہمیں بتایا کہ میرے بھتیجے (محمد بن عبداللہ بن مسلم) زُہری نے اپنے چچا (محمد بن مسلم زُہری) سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے سالم

ذَلِكَ حَدِيْثًا عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَقِيَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ فَقَالَ يَا أَبَا سَعِيْدٍ مَا هَذَا الَّذِيْ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو سَعِيْدٍ فِي الصَّرْفِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ وَالْوَرِقُ بِالْوَرِقِ مِثْلًا بِمِثْلٍ.

اطرافهُ: ٢١٧٧، ٢١٧٨.

بن عبداللہ نے بتایا۔انہوں نے (اپنے باپ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت ابوسعید خدریؓ نے ایسی ہی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ (جب) ان سے ملے تو کہا: اے ابوسعیدؓ! یہ کیا بات ہے جو آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔تو حضرت ابوسعیدؓ نے کہا: صرافی (یعنی روپیہ اشرفیاں بدلوانے یا تڑوانے) کے بارے میں مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: سونا سونے کے بدلے اور چاندی چاندی کے بدلے برابر لئے دیئے جائیں۔

٢١٧٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبِيْعُوْا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ وَلَا تَبِيْعُوْا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ وَلَا تَبِيْعُوْا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ.

اطرافهُ: ٢١٧٦، ٢١٧٨.

۲۱۷۷: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا کہ (امام) مالکؒ نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونا سونے کے بدلے نہ بیچو مگر یہ کہ برابر ہو، اور ایک کو دوسرے سے کم وبیش نہ کرو، اور چاندی چاندی کے بدلے نہ بیچو مگر برابر، اور ایک کو دوسرے سے کم وبیش نہ کرو، اور نہ ان میں سے غیر موجود کو موجود (نقد) سے بیچو۔

بَاب ٧٩: بَيْعُ الدِّيْنَارِ بِالدِّيْنَارِ نَسَاءً

دِینار دِینار کے بدلے اُدھار بیچنا

٢١٧٨-٢١٧٩: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو ابْنُ دِيْنَارٍ أَنَّ أَبَا صَالِحٍ الزَّيَّاتَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ الدِّيْنَارُ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ فَقُلْتُ لَهُ فَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ لَا يَقُوْلُهُ فَقَالَ أَبُوسَعِيْدٍ سَأَلْتُهُ فَقُلْتُ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللهِ قَالَ كُلَّ ذَلِكَ لَا أَقُوْلُ وَأَنْتُمْ أَعْلَمُ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّي وَلَكِنْ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا رِبًا إِلَّا فِي النَّسِيْئَةِ.

اطرافه: ٢١٧٦، ٢١٧٧.

۲۱۷۸-۲۱۷۹: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ ضحاک بن مخلد نے ہمیں بتایا کہ ابن جریج نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ عمرو بن دینار نے مجھے خبر دی کہ ابوصالح زیات نے ان کو بتایا۔ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: دینار کے بدلے دینار اور درہم کے بدلے درہم لیا دیا جائے۔ تو میں نے ان سے کہا: حضرت ابن عباسؓ یہ نہیں کہتے۔ حضرت ابوسعیدؓ نے کہا: میں نے ان سے پوچھا تھا اور کہا تھا (کیا) آپؐ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا سنا ہے یا آپؐ نے یہ بات اللہ تعالیٰ کی کتاب میں پائی ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں ان باتوں میں سے کوئی بھی نہیں کہتا اور آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی حدیث) مجھ سے بڑھ کر جانتے ہیں۔ لیکن اُسامہ (بن زیدؓ) نے مجھے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: سود تو اس صورت میں ہوتا ہے جب اُدھار ہو۔

بَاب ٨٠: بَيْعُ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسِيْئَةً

چاندی سونے کے بدلے اِس صورت میں فروخت کرنا کہ اَدائیگی بعد میں ہوگی

٢١٨٠-٢١٨١: حَدَّثَنَا حَفْصُ ابْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي

۲۱۸۰-۲۱۸۱: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا، کہا کہ حبیب بن ابی ثابت

حَبِيْبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْمِنْهَالِ قَالَ سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَزَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ الصَّرْفِ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا يَقُوْلُ هٰذَا خَيْرٌ مِنِّيْ فَكِلَاهُمَا يَقُوْلُ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ دَيْنًا.

نے مجھے خبر دی، کہا کہ ابوالمنہال سے میں نے سنا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت براء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے صرافی کی بابت پوچھا تو دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے متعلق کہتا کہ یہ مجھ سے بہتر ہیں اور وہ دونوں کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کو چاندی کے بدلے قرض پر بیچنا منع فرمایا ہے۔

اطرافهُ: ٢٠٦٠-٢٠٦١، ٢٤٩٧-٢٤٩٨، ٣٩٣٩-٣٩٤٠.

بَاب ٨١: بَيْعُ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ يَدًا بِيَدٍ

سونا چاندی کے بدلے میں دست بدست بیچنا

٢١٨٢ : حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ أَخْبَرَنَا يَحْيَى ابْنُ أَبِي إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ بِالذَّهَبِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَأَمَرَنَا أَنْ نَّبْتَاعَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ كَيْفَ شِئْنَا وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْنَا.

۲۱۸۲: عمران بن میسرہ نے ہم سے بیان کیا کہ عباد بن عوام نے ہمیں بتایا کہ یحیٰی بن ابی اسحاق نے ہمیں خبر دی کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے اپنے باپ (حضرت ابوبکرہ) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ہم سے بیان کیا، کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی چاندی کے بدلے اور سونا سونے کے بدلے لینے دینے سے روکا ہے بجز اِس کے کہ برابر برابر ہو اور آپؐ نے ہم سے فرمایا کہ سونا چاندی کے بدلے میں جس طرح چاہیں اور چاندی سونے کے بدلے میں جس طرح چاہیں لیں دیں۔

طرفهُ: ٢١٧٥.

بَاب ٨٢: بَيْعُ الْمُزَابَنَةِ

بیع مزابنہ کے بیان میں

وَهِيَ بَيْعُ التَّمْرِ بِالثَّمَرِ وَبَيْعُ الزَّبِيْبِ بِالْكَرْمِ، وَبَيْعُ الْعَرَايَا. قَالَ أَنَسٌ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ.

اور وہ یہ ہے کہ (کھجور کا) تازہ پھل خشک کھجور کے بدلے میں بیچا یا خریدا جائے۔ نیز وہ انگور جو بیل پر ہو منقّہ کے بدلے بیچا یا خریدا جائے۔ اور بیع عرایا کے بیان میں۔ حضرت انسؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا ہے۔

٢١٨٣: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبِيْعُوْا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ وَلَا تَبِيْعُوْا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ.

۲۱۸۳: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے روایت کی کہ سالم بن عبداللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھل کو اس وقت تک نہ بیچا کرو جب تک اس کی پختگی ظاہر نہ ہو جائے اور نہ درخت پر (کھجور کا) تازہ پھل خشک کھجور کے بدلے۔

اطرافهُ: ١٤٨٦، ٢١٩٤، ٢١٩٩، ٢٢٤٧، ٢٢٤٩۔

٢١٨٤: قَالَ سَالِمٌ وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ بَعْدَ ذَلِكَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا بِالرُّطَبِ أَوْ بِالتَّمْرِ وَلَمْ يُرَخِّصْ فِي غَيْرِهِ.

۲۱۸۴: سالم نے کہا: حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) نے مجھے خبر دی کہ حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد عرایا کو تازہ کھجور یا خشک کھجور کے بدلے میں بیچنے کی اجازت دی۔ اور اس کے سوا کسی اور کے لیے اجازت نہیں دی۔

اطرافهُ: ٢١٧٣، ٢١٨٨، ٢١٩٢، ٢٣٨٠۔

٢١٨٥ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُزَابَنَةُ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا وَبَيْعُ الْكَرْمِ بِالزَّبِيْبِ كَيْلًا.

اطرافہ: ٢١٧١، ٢١٧٢، ٢٢٠٥۔

۲۱۸۵: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالکؒ نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے اور مزابنہ یہ ہے کہ (کھجور کا) تازہ پھل خشک کھجور کے بدلے میں ماپ کر خریدا جائے۔ اور انگور جو بیل پر ہے منقّی کے بدلے ماپ کر بیچا جائے۔

٢١٨٦ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةُ اشْتِرَاءُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ عَلَى رُءُوْسِ النَّخْلِ.

۲۱۸۶: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے داؤد بن حصین سے، داؤد نے ابوسفیان سے، جو (عبداللہ) بن ابی احمد کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ابوسفیان نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا ہے اور مزابنہ یہ ہے کہ کھجور کا تازہ پھل جو درخت پر لگا ہوا ہو خشک کھجور کے بدلے بیچا جائے۔

٢١٨٧ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُومُعَاوِيَةَ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ.

۲۱۸۷: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ ابومعاویہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے (سلیمان) شیبانی سے، شیبانی نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔

٢١٨٨ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ

۲۱۸۸: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا کہ

حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْخَصَ لِصَاحِبِ الْعَرِيَّةِ أَنْ يَّبِيْعَهَا بِخَرْصِهَا.

مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے، حضرت ابن عمرؓ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عریّہ والے کو اجازت دی ہے کہ وہ پھل کا اندازہ کر کے بیچ دے۔

اطرافہُ: ۲۱۷۳، ۲۱۸٤، ۲۱۹۲، ۲۳۸۰۔

بَاب۸۳: بَيْعُ الثَّمَرِ عَلَى رُءُوْسِ النَّخْلِ بِالذَّهَبِ أَوِ الْفِضَّةِ

کھجور کا پھل جو درخت پر ہو، سونے اور چاندی کے بدلے میں بیچنا

۲۱۸۹: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ وَأَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَطِيْبَ وَلَا يُبَاعُ شَيْءٌ مِّنْهُ إِلَّا بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ، إِلَّا الْعَرَايَا.

۲۱۸۹: یحيٰ بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا کہ (عبداللہ) بن وہب نے ہمیں بتایا کہ ابن جریج نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے عطاء (بن ابی رباح) اور ابوزبیر (محمد بن مسلم) سے، انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کے بیچنے سے منع فرمایا ہے، یہاں تک کہ وہ اچھی طرح پک جائے اور یہ بھی کہ بغیر دِینار اور درہم کے اس سے کچھ نہ بیچا جائے سوائے عرایا کے۔

اطرافہُ: ۱٤۸۷، ۲۱۹٦، ۲۳۸۱۔

۲۱۹۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِالْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا وَسَأَلَهُ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ الرَّبِيْعِ أَحَدَّثَكَ دَاوُدُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ

۲۱۹۰: عبداللہ بن عبدالوہاب نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ میں نے مالک سے سنا۔ ان سے عبیداللہ بن ربیع نے پوچھا: کیا داؤد (بن حصین) نے آپؒ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بواسطہ ابوسفیان بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا کی

فِي بَيْعِ الْعَرَايَا فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ أَوْ دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ قَالَ نَعَمْ.

طرفہ: ۲۳۸۲۔

خرید وفروخت بابت پانچ وسق یا پانچ وسق سے کم کی اِجازت دی ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں۔

۲۱۹۱: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ سَمِعْتُ بُشَيْرًا قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ وَرَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا يَأْكُلُهَا أَهْلُهَا رُطَبًا وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً أُخْرَى إِلَّا أَنَّهُ رَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ يَبِيْعُهَا أَهْلُهَا بِخَرْصِهَا يَأْكُلُوْنَهَا رُطَبًا قَالَ هُوَ سَوَاءٌ قَالَ سُفْيَانُ فَقُلْتُ لِيَحْيَى وَأَنَا غُلَامٌ إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يَقُوْلُوْنَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لَهُمْ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا فَقَالَ وَمَا يُدْرِيْ أَهْلَ مَكَّةَ قُلْتُ إِنَّهُمْ يَرْوُوْنَهُ عَنْ جَابِرٍ فَسَكَتَ. قَالَ سُفْيَانُ إِنَّمَا أَرَدْتُ أَنَّ جَابِرًا مِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ قِيْلَ لِسُفْيَانَ أَلَيْسَ فِيْهِ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ قَالَ لَا.

طرفہ: ۲۳۸٤۔

۲۱۹۱: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا، کہا کہ یحییٰ بن سعید کہتے تھے: میں نے بُشَیر (بن یسار) سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت سہل بن ابی حثمہؓ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خشک کھجور کے بدلے میں (کھجور کا) تازہ پھل بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ البتہ عریّہ کے بارہ میں اجازت دی کہ اندازہ سے اسے بیچا جائے، تا عریّہ والے اس کی تازہ کھجوریں کھائیں۔ اور سفیان نے دوسری بار یہ کہا: آپؐ نے عریّہ کے بارہ میں اجازت دی کہ اس کے مالک اندازہ کر کے اسے بیچیں، تازہ کھجوریں کھائیں۔ (سفیان نے) کہا: دونوں باتیں ایک ہیں۔ سفیان نے کہا: میں نے یحییٰ سے پوچھا اور میں اس وقت نوجوان تھا کہ مکہ والے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عرایا کی بیع کے بارے میں اجازت دی ہے تو (یحییٰ نے) کہا: مکہ والوں کو کیسے علم ہوا؟ میں نے کہا: وہ حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ تب وہ چپ ہو رہے۔ سفیان نے کہا: میری مراد صرف یہی تھی کہ حضرت جابرؓ مدینہ والوں میں سے ہیں۔ سفیان (بن عیینہ) سے کہا گیا: کیا اس روایت میں یہ نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے پھل بیچنے سے منع فرمایا ہے تا وقتیکہ اس کی پختگی پورے طور پر ظاہر ہو جائے؟ کہا: نہیں۔

تشریح باب ۷۷تا۸۳: **بَیْعُ الذَّھَبِ بِالذَّھَبِ:** یہ سات ابواب ایک ہی مضمون کے تسلسل میں ہیں۔ اس لیے ان کی تشریح اکٹھی کی گئی ہے۔انہیں سمجھنے کے لئے اصولی طور پر تین باتیں یاد رکھنی چاہئیں۔اوّل یہ کہ مبادلہ سیم وزر میں کسی سکے کی قیمت اس بناء پر قرار پاتی ہے کہ اس میں سونے چاندی کی مقدار کتنی ہے اور تانبے وغیرہ کی آمیزش کتنی۔اس معیار پر سکے کی قوت خرید میں کمی بیشی ہوگی اور ایک سکے کا دوسرے سکے سے مبادلے کا فیصلہ ہوگا یا اس کے ذریعے سے دوسری اشیاء کا لین دین قرار پائے گا۔مبادلہ میں جو اَمر قابل اِعتبار ہے وہ خالص سونے یا چاندی کی اصل مقدار ہے۔جس سے اس کی قیمت بالفاظ دیگر قوت خرید کا تعین ہوتا ہے اور وہ بڑھتی یا گھٹتی ہے۔صرافہ کا کاروبار ہمارے زمانہ میں بلحاظِ تنظیم اور وسعت ترقی یافتہ ہے اور روزانہ بذریعہ اخبارات نرخوں کا اعلان ہوتا رہتا ہے کہ فلاں مارکیٹ میں نرخ یہ ہے اور فلاں مارکیٹ میں یہ۔اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صرافہ اس طرح منظّم اور وسیع طریق پر نہ تھا؛ مگر عرب کی منڈیوں میں رومی، ایرانی اور مصری وغیرہ سکے بصورتِ درہم و دینار رائج تھے اور ان کا ایک دوسرے سے مبادلہ ہوتا تھا۔جسے عربی میں صَرْف کہتے ہیں اور اسی لفظ سے صراف اور صرافہ ہے۔

دوسرا اَمر اس تعلق میں مدنظر رکھنے کے قابل یہ ہے کہ فقہاء نے مبادلہ اشیاء کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔

پہلی قسم : ہم جنس اشیاء کا ماپ تول کر نقد لین دین۔

دوسری قسم: ایک جنس کا غیر جنس سے مبادلہ۔مثلاً گندم کا جو سے، تازہ کھجور کا خشک کھجور سے، دینار کا درہم سے۔

تیسری قسم: مبادلہ اشیاء بذریعہ قیمت بصورتِ نقدی۔

چوتھی قسم : ایک جنس کا دوسری جنس کے عوض میں لین دین۔

یہ چاروں صورتیں اگر دست بدست ہوں تو ایسا مبادلہ جائز ہے اور اگر ان میں سے سیم وزر کا مبادلہ نقد نہ ہو بلکہ اُدھار پر ہو تو یہ ناجائز ہے۔لیکن باقی اشیاء کے مبادلہ میں اگر چیز لی جائے اور قیمت بعد میں دی جائے یا قیمت پہلے دی جائے اور چیز بعد میں لی جائے تو ایسا لین دین بھی جائز ہے۔کسی شئے کی وصولی اور قیمت دونوں کی ادائیگی بعد میں ہو تو یہ صورت ناجائز ہے، بجز اس کے کہ بذریعہ چیک یا ہُنڈی ہو، جسے عربی میں حوالہ کہتے ہیں۔(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۸۳)

تیسرا اَمر جو مبادلہ اشیاء کے تعلق میں قابل ذکر ہے، وہ شرعی حلت وحرمت کی علت ہے۔اس بارہ میں مختلف اَئمہ نے مختلف آراء کا ذکر کیا ہے اور ہر رائے اپنی جگہ وزنی اور قابل قدر ہے۔مثلاً حضرت ابوبکرؓ کے نزدیک حرمت کی علت خوردنی اشیاء کی ضرورت اور طلب ہے کہ ان کا ہر شخص محتاج ہے۔ان میں رِبَا یعنی زیادتی جائز نہیں۔امام مالکؒ کی بھی یہی رائے ہے، مگر صرف اس قید کے ساتھ کہ خوردنی اشیاء جو ماپی تولی جاسکیں اور قابل ذخیرہ ہوں۔ان میں بوقت مبادلہ زیادتی جائز نہیں۔اَز قسم پھل وغیرہ جو اشیائے خوردنی تلف ہو جانے والی ہیں، ان کے مبادلے میں کمی بیشی سود نہیں کہلائے گی۔امام احمد بن حنبلؒ نے صرف چار اجناس خوردنی کو رَبَوِیَّات میں شمار کیا ہے۔یعنی ایسی اشیاء جن کے مبادلہ

پر ربا کا اطلاق ہوسکتا ہے اور یہ وہ چار اجناس ہیں جن کا مذکورہ ابواب میں ذکر ہے۔امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک جنس کی اشیاء کا مبادلہ اگر کم وبیش وزن سے ہو تو وزن کا فرق سود ہوگا جو بموجب نص صریح حرام ہے، قطع نظر اس سے کہ اشیاء خوردنی ہوں یا غیر خوردنی۔امام شافعیؒ کے نزدیک مبادلہ اشیاء میں حرمت کی علت ثمنی ہے یعنی قیمت کا فرق ہے۔ قیمت سے مراد قوتِ خرید ہے۔امام شافعیؒ کا مذہب پہلے امام مالکؒ کی رائے کے مطابق تھا مگر آخر میں انہوں نے اپنی رائے تبدیل کی اور فتویٰ دیا کہ تمام اجناس خوردنی جو قابل وزن ہوں یا نہ ہوں، ان کے سیم وزر کے مبادلے میں زیادتی رِبا ہوگی جو ناجائز ہے اور اس مبادلے میں عدم جواز کی علت ثمنی ہے کہ یہ سیم وزر دراصل ذریعہ مبادلہ ہیں اور ان کے معیار پر مبادلہ اشیاء کا اعتبار ہوگا۔

فقہاء کی رائے میں جو اختلاف ابھی بیان کیا گیا ہے۔ وہ اس لئے قابل قدر ہے کہ اسلام نے مبادلہ اشیاء میں لوگوں کے لئے انتہائی صورت پیدا کی ہے اور معاشرہ اسلامیہ کے افراد کو یہ اجازت نہیں دی کہ ان میں سے کوئی دوسرے کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اُٹھائے۔ ایک ملک سے بذریعہ سٹرلنگ ایک شئے مثلاً دوائی مل سکتی ہے اور دوسرے ملک میں دینار یا اشرفی کا رواج ہے تو اسلامی تعلیم کی رُو سے ان میں مبادلہ بالمثل ہوگا یعنی اَز روئے قیمت زر۔ اس میں زیادتی کا مطالبہ دراصل مبادلہ اشیاء کی راہ میں روک بن جاتا ہے۔امیر تو دُگنے دے کر بھی دوائی خرید سکتا ہے مگر ایک غریب جس کے پاس صرف ایک ہی اشرفی ہے، وہ اپنی اشرفی کا سٹرلنگ سے مبادلہ بالمثل تو کرسکتا ہے لیکن اس سے زیادہ شرح سے لینا اس کے لیے روک پیدا کرتا ہے۔سٹرلنگ والا یہ دیکھ کر کہ فلاں ملک کا باشندہ مطلوبہ دوائی خریدنے پر مجبور ہے تو اس کا ایک سٹرلنگ کے عوض میں دو اشرفیوں کا مطالبہ اسلام کی تعلیم کی رُو سے ناجائز ہے۔اسی طرح ایک جنس کا اسی جنس سے مبادلہ زیادتی کے ساتھ بھی حرام کیا گیا ہے بلکہ ملی جلی گندم یا کھجور کی ادنیٰ واعلیٰ قسم مخلوط صورت میں بھی منع ہے۔ ہر نوعیت کی جنس اپنے اصلی نرخ پر بیچ کر مطلوبہ اعلیٰ جنس الگ خریدی جائے کیونکہ ایسے مبادلہ اشیاء میں نقصان کا احتمال نہیں رہتا۔ مذکورہ بالا تین اصولی امور مبادلہ جنس ونقد میں ملحوظ رکھنے ضروری ہیں۔انہی کا ذکر ان سات ابواب (نمبر ۷۷ تا ۸۳) میں ہوا ہے۔

لَا رِبَا اِلَّا فِي النَّسِيْئَةِ: صرف اُدھار ہی میں سود ہوگا۔سود کی تعریف یہ ہے کہ کوئی شئے ایک مقررہ وقت کے لئے ایک مقررہ شرح نفع پر لی دی جائے۔ اگر شرح نفع اور میعاد معین نہیں تو ایسا لین دین سودی نہ ہوگا۔مثلاً ایک شخص نے پانچ ہزار روپیہ تجارت کے لئے کسی کو دیا ہو۔ یہ میعادی قرضے کے طور پر نہ ہو اور نہ اس پر کوئی شرح مقرر کی گئی ہو اور کاروبار کرنے والے کے ساتھ یہ ٹھہرائے کہ نفع ایک تہائی یا نصف اس سے لے گا تو یہ ایک قسم کی شرکت ہے۔ اس کا نفع سود نہیں کیونکہ مدت وشرح معین نہیں۔ارشاد نبوی لَا رِبَا اِلَّا فِي النَّسِيْئَةِ (روایت نمبر ۲۱۷۸-۲۱۷۹) سے یہی مراد ہے۔

وَبِیعُوا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ کَیْفَ شِئْتُمْ: باب ۷۷ کی روایت نمبر ۲۱۷۵ میں کَیْفَ شِئْتُمْ جو آیا ہے، اس سے یہ مراد نہیں کہ بغیر شرعی حدود مدنظر رکھے سونے چاندی کے مبادلے میں کمی بیشی کی جیسی صورت بھی چاہو، اختیار کرلو۔ شرعی حدود واضح ہیں۔ مبادلہ اُدھار نہ ہو اور مبادلہ کمی بیشی سے نہ ہو۔
(بدایة المجتهد، کتاب الصرف، جزء ۲ صفحہ ۱۴۶)

بَیْعُ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ یَدًا بِیَدٍ: باب ۸۱ کے عنوان میں الفاظ یَدًا بِیَدٍ دست بدست کا تعلق مبادلہ زر سے ہے، نہ مبادلہ اشیاء بالاشیاء سے۔ اس تعلق میں روایت نمبر ۲۱۷۵، ۲۱۷۸ بھی دیکھئے۔

رَخَّصَ بَعْدَ ذٰلِکَ فِی بَیْعِ الْعَرَایَا: حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی یہ الفاظ جو روایت نمبر ۲۱۸۴ میں بسند سالم منقول ہیں، یہی روایت نمبر ۲۱۷۳ نیز نمبر ۲۱۸۸ میں بسند نافع بھی آئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ عرایا کے بیع کی پہلے اجازت نہ تھی۔ بعد کو ضرورت پیش آنے پر اجازت دی گئی جو استثنائی صورت ہے اور یہ اجازت بھی غرباء ہی سے مخصوص ہے جو از قبیل صدقات ہے۔ **فِیْ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ اَوْ دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ** یعنی پانچ وسق (ساٹھ صاع) یا اس سے کم تک عرایا کا پھل مبادلے میں لیا دیا جاسکتا ہے۔ اس بارہ میں ائمہ کے درمیان ایک اختلاف ہے جس کا تعلق مذکورہ بالا الفاظ کی تاویل سے ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے زیادہ مقدار میں عرایا کا مبادلہ درست نہیں۔ کیونکہ اس قدر اناج ایک کنبہ کی ضرورت کے لئے کافی ہوتا ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ پانچ وسق اور امام شافعیؒ کے نزدیک پانچ وسق تک یعنی اس سے کم مقدار میں حسب ضرورت پھل پکنے سے قبل عرایا لئے دیئے جاسکتے ہیں۔ کیونکہ اصلی حکم مزابنہ کی پابندی جہاں تک ممکن ہے ضروری ہے۔ امام شافعیؒ وامام احمد بن حنبلؒ نے حضرت جابرؓ کی ایک اور روایت بسند محمد بن یحیٰ بن حبان بواسطہ واسع بن حبان نقل کی ہے۔ جس میں یہ الفاظ ہیں: **عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حِیْنَ اَذِنَ لِاَصْحَابِ الْعَرَایَا اَنْ یَّبِیْعُوْهَا بِخَرْصِهَا یَقُوْلُ الْوَسَقَ وَالْوَسَقَیْنِ وَالثَّلَاثَةَ وَالْاَرْبَعَةَ.** (مسند احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہؓ، جزء ۳ صفحہ ۳۶۰) یعنی حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب آپؐ نے عرایا والوں کو اندازے پر بیچنے کی اجازت دی، یہ فرماتے سنا کہ ایک دو تین چار وسق مبادلے میں لئے دیئے جاسکتے ہیں۔ حضرت سہل بن ابی حثمہؓ کی روایت میں تین چار پانچ وسق بیان ہوئے ہیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۹۰-۴۹۱) (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۳۰۳) عنوان باب ۸۴ کے ساتھ انہی کی روایت درج کی گئی ہے۔ اس روایت سے امام مالکؒ کے فتویٰ کی تائید ہوتی ہے کہ پانچ وسق مذکورہ بالا اجازت میں شامل ہیں۔ امام شافعیؒ کے فتویٰ میں احتیاط کا پہلو ملحوظ ہے اور مالکؒ کے فتویٰ میں زیادہ سے زیادہ ضرورت کا پورا کرنا مدنظر ہے جو کسی بڑے سے بڑے کنبے کے لئے یہ مقدار کافی ہوسکتی ہے۔ دونوں کا نقطہ نظر اپنی اپنی جگہ قابل قدر ہے۔

مزابنہ اور محاقلہ کے تعلق میں ملاحظہ ہو تشریح باب ۹۳۔

بَاب ٨٤: تَفْسِيْرُ الْعَرَايَا
عرایا کی تفسیر

وَقَالَ مَالِكٌ الْعَرِيَّةُ أَنْ يُّعْرِيَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ النَّخْلَةَ ثُمَّ يَتَأَذَّى بِدُخُوْلِهِ عَلَيْهِ فَرُخِّصَ لَهُ أَنْ يَشْتَرِيَهَا مِنْهُ بِتَمْرٍ. وَقَالَ ابْنُ إِدْرِيْسَ الْعَرِيَّةُ لَا تَكُوْنُ إِلَّا بِالْكَيْلِ مِنَ التَّمْرِ يَدًا بِيَدٍ وَلَا تَكُوْنُ بِالْجِزَافِ. وَمِمَّا يُقَوِّيْهِ قَوْلُ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ بِالْأَوْسُقِ الْمُوَسَّقَةِ. وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ فِي حَدِيْثِهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَتِ الْعَرَايَا أَنْ يُّعْرِيَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي مَالِهِ النَّخْلَةَ وَالنَّخْلَتَيْنِ. وَقَالَ يَزِيْدُ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ الْعَرَايَا نَخْلٌ كَانَتْ تُوْهَبُ لِلْمَسَاكِيْنِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ أَنْ يَّنْتَظِرُوْا بِهَا فَرُخِّصَ لَهُمْ أَنْ يَّبِيْعُوْهَا بِمَا شَاءُوْا مِنَ التَّمْرِ.

اور مالکؒ نے کہا کہ عریّہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی شخص کو کھجور کے درخت مفت دیدے۔ پھر وہاں اس کے آنے سے تکلیف محسوس کرے تو اُسے اجازت دی گئی ہے کہ وہ اس سے ان کو خشک کھجور کے بدلے خریدے۔ اور (محمد) بن ادریس نے کہا: (عریہ کی بیع) جائز نہیں ہوتی مگر اسی وقت کہ اسے دست بدست کھجور کے بدلے ماپ کر مبادلہ کیا جائے۔ یعنی محض اندازے سے مبادلہ نہ ہو۔ اور حضرت سہل بن ابی حثمہؓ کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ (انہوں نے کہا:) وسق سے ماپ تول کیا جائے۔ اور ابن اسحاق نے اپنی روایت نافع سے، انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یوں نقل کیا ہے کہ عرایا یہ تھا کہ کوئی شخص اپنی جائیداد میں سے کھجور کا ایک یا دو درخت کسی شخص کو مستعار دے دیتا ہے۔ اور یزید نے سفیان بن حسین سے نقل کیا ہے کہ عرایا وہ کھجوروں کے درخت ہیں جو مسکینوں کو مفت دیئے جاتے اور وہ ان کی پختگی کا انتظار نہ کرتے اور انہیں اجازت دی گئی کہ وہ انہیں خشک کھجوروں کے بدلے میں جتنی مقدار سے چاہیں بیچ دیں۔

٢١٩٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا مُوْسَى ابْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ

۲۱۹۲: محمد بن مقاتل نے ہم سے یہ بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا کہ موسیٰ بن عقبہ نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے

زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا كَيْلًا. قَالَ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ وَالْعَرَايَا نَخَلَاتٌ مَّعْلُوْمَاتٌ تَأْتِيْهَا فَتَشْتَرِيْهَا.

حضرت ابن عمرؓ سے، حضرت ابن عمرؓ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا کے بارے میں اجازت دی ہے کہ وہ اندازے سے ماپ کر بیچی جائیں۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا: اور عرایا معین کھجوروں کے درخت ہیں۔ جن کے خام پھلوں کا مبادلہ پختہ پھلوں سے تول کر کیا جائے۔

اطرافہ: ۲۱۷۳، ۲۱۸٤، ۲۱۸۸، ۲۳۸۰۔

بَاب ۸۵: بَيْعُ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَّبْدُوَ صَلَاحُهَا

پھلوں کی خرید وفروخت پیشتر اس سے کہ ان کی حالت نمایاں ہو جائے (یعنی پھلوں کے پختہ ہونے سے پہلے)

۲۱۹۳: وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ كَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ مِنْ بَنِي حَارِثَةَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَايَعُوْنَ الثِّمَارَ فَإِذَا جَدَّ النَّاسُ وَحَضَرَ تَقَاضِيْهِمْ قَالَ الْمُبْتَاعُ إِنَّهُ أَصَابَ الثَّمَرَ الدُّمَانُ أَصَابَهُ مَرَضٌ أَصَابَهُ قُشَامٌ عَاهَاتٌ يَحْتَجُّوْنَ بِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَثُرَتْ عِنْدَهُ الْخُصُوْمَةُ فِي ذٰلِكَ فَإِمَّا لَا فَلَا تَتَبَايَعُوْا حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُ

۲۱۹۳: اور لیث (بن سعد) نے ابوالزناد (عبداللہ بن ذکوان) سے نقل کیا ہے کہ عروہ بن زبیر بیان کرتے تھے کہ حضرت سہل بن ابی حثمہ انصاریؓ سے مروی ہے جو بنی حارثہ میں سے تھے۔ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ان کو بتایا، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ پھلوں کی خرید وفروخت آپس میں کرتے تھے اور جب لوگ کٹائی میں مشغول ہوتے اور ان سے تقاضے ہوتے تو خریدار کہتا: پھل خراب اور کالا ہو گیا ہے، اس کو بیماری ہوگئی ہے، اسے کیڑا کھا گیا ہے، کئی بیماریوں کی حجتیں نکالتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس بارے میں جھگڑے آپؐ کے پاس بہت آنے لگے، فرمایا: اگر جھگڑے نہیں چھوڑتے تو تم آپس میں خرید وفروخت نہ کیا کرو تاوقتیکہ پھل کی حالت اچھی طرح ظاہر نہ ہو جائے۔ یہ آپؐ

الثَّمَرِ كَالْمَشُوْرَةِ يُشِيْرُ بِهَا لِكَثْرَةِ خُصُوْمَتِهِمْ وَأَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ لَمْ يَكُنْ يَبِيْعُ ثِمَارَ أَرْضِهِ حَتَّى تَطْلُعَ الثُّرَيَّا فَيَتَبَيَّنَ الْأَصْفَرُ مِنَ الْأَحْمَرِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ رَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ حَدَّثَنَا حَكَّامٌ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ عَنْ زَكَرِيَّاءَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ سَهْلٍ عَنْ زَيْدٍ.

نے بطور مشورہ فرمایا کیونکہ جھگڑے بہت ہو گئے تھے۔ خارجہ بن زید بن ثابت نے مجھے خبر دی کہ حضرت زید بن ثابتؓ اپنی زمین کے پھل اس وقت تک نہیں بیچتے تھے، جب تک کہ ثریا ستارہ طلوع نہ کرتا اور زردی اور سرخی نمایاں نہ ہو جاتی۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: علی بن بحر نے یہ روایت کی ہے، (کہا:) حکام (بن سلم رازی) نے ہم سے بیان کیا کہ عنبسہ (بن سعید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زکریا سے، زکریا نے ابوالزناد سے، ابوالزناد نے عروہ سے، عروہ نے حضرت سہلؓ سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت زیدؓ (بن ثابت) سے۔

اطرافهُ: ٢١٧٣، ٢١٨٤، ٢١٨٨، ٢٣٨٠۔

٢١٩٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ.

۲۱۹۴: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی خرید وفروخت سے اس وقت تک منع فرمایا ہے جب تک کہ ان کی حالت نمایاں نہ ہو جائے۔ بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کو منع فرمایا ہے۔

اطرافهُ: ١٤٨٦، ٢١٨٣، ٢١٩٩، ٢٢٤٧، ٢٢٤٩۔

٢١٩٥: حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ تُبَاعَ

۲۱۹۵: (محمد) بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ (انہوں نے کہا) کہ ہم کو حمید طویل نے خبر دی۔ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ثَمَرَةُ النَّخْلِ حَتَّى تَزْهُوَ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ يَعْنِي حَتَّى تَحْمَرَّ.

کھجور کا پھل بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک کہ وہ پک نہ جائے۔ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا (کہ فقرہ حَتّٰی تَزْهُوَ کا مطلب حَتَّى تَحْمَرَّ ہے) یعنی سرخ ہو جائے۔

اطرافہ: ۱٤٨٨، ٢١٩٧، ٢١٩٨، ٢٢٠٨۔

٢١٩٦: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سَلِيْمِ بْنِ حَيَّانَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُبَاعَ الثَّمَرَةُ حَتَّى تُشْقِحَ فَقِيْلَ وَمَا تُشْقِحُ قَالَ تَحْمَارُّ وَتَصْفَارُّ وَيُؤْكَلُ مِنْهَا.

۲۱۹۶: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ بن سعید نے ہمیں بتایا کہ سلیم بن حیان سے مروی ہے کہ سعید بن مینا نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے میں نے سنا۔انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک کہ وہ رنگ نہ بدلے۔کہا گیا کہ تُشْقِحُ کے کیا معنے ہیں؟ کہا: وہ سرخ ہو جائے اور زرد ہو جائے اور کھایا جا سکے۔

اطرافہ: ١٤٨٧، ٢١٨٩، ٢٣٨١۔

بَاب ٨٦: بَيْعُ النَّخْلِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا

کھجور کے درخت بیچنا قبل اس سے کہ اس کے پھل کی پختگی ظاہر ہو جائے

٢١٩٧: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْهَيْثَمِ حَدَّثَنَا مُعَلًّى حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا وَعَنِ النَّخْلِ حَتَّى يَزْهُوَ قِيْلَ وَمَا يَزْهُوَ قَالَ يَحْمَارُّ أَوْ يَصْفَارُّ.

۲۱۹۷: علی بن ھیثم نے مجھ سے بیان کیا کہ معلّی (بن منصور) نے ہمیں بتایا کہ ہشیم (بن بشیر) نے ہم سے بیان کیا کہ حمید نے ہمیں خبر دی، (کہا) کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہمیں بتایا۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے پھل بیچنے سے منع فرمایا تاوقتیکہ اس کی پختگی ظاہر ہو جائے اور کھجور کے درخت بیچنے سے منع فرمایا تاوقتیکہ وہ شوخ رنگ ہو جائے۔(حضرت انسؓ سے) پوچھا گیا کہ شوخ رنگ کا کیا مطلب؟ کہا: سرخ رنگ ہو جائے یا زرد۔

اطرافہ: ١٤٨٨، ٢١٩٥، ٢١٩٨، ٢٢٠٨۔

تشریح: **بَيْعُ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَّبْدُوَ صَلَاحُهَا:** امام موصوفؒ کو تین باب قائم کر کے اس قدر حوالہ جات کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ بیع مزابنہ اور محاقلہ کے بارے میں جس کا ذکر باب ۸۲ میں گزر چکا ہے، فقہاء نے سوال اُٹھایا ہے کہ درخت کا پھل پکنے اور فصل تیار ہونے سے پہلے بیچنے کی ممانعت کی صورت اور اس کے حدود کیا ہیں؟ آیا اس میں کسی قسم کی استثنائی صورت بھی ہے یا نہیں؟ اگر پھل پکنے سے قبل درخت کی بیع اس شرط پر ہو کہ وہ پھل چن لے گا تو ان کے نزدیک یہ بیع درست ہوگی۔ صحت بیع پر سب کا اجماع ہے اور اگر یہ شرط ہو کہ پھل درخت پر ہی رہے گا تو ایسی بیع بالاجماع باطل ہے۔ احناف کے نزدیک اگر شرط کے مطابق پھل توڑا نہیں گیا تو بیع صحیح ہوگی اور عدم ایفائے شرط کا گناہ مشتری پر ہوگا اور اگر بیع میں پھل توڑ لینے کی شرط نہیں تو پختگی سے پہلے ایسی بیع ناجائز ہے کیونکہ پکنے سے پہلے پھل ضائع ہونے کا احتمال ہے۔ جس سے مشتری کو نقصان پہنچنے اور جھگڑا پیدا ہونے کا امکان ہے۔ جمہور کے خلاف ابن ابی لیلیٰ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راہویہؒ نے عرایا کے سوا باقی پھلوں کی بیع خام ہونے کی حالت میں ناجائز قرار دی ہے۔ امام اوزاعیؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امامین ابو یوسفؒ و محمدؒ کے نزدیک جب پھلوں کی پختگی ظاہر ہونے لگے تو پھل بیچنا جائز ہے۔ (بدایة المجتهد، كتاب البيوع، الباب الثالث فى البيوع المنهى عنها من قبل الغبن، جزء ثانی صفحہ۱۱۲) امام بخاریؒ بھی اسی طرف مائل ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ اُبِّرَتْ فَثَمَرُهَا لِلْبَائِعِ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ. یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کھجور کے ایسے درخت خریدے جنہیں پیوند کیا گیا ہو تو اس کا موجودہ پھل بائع کا ہوگا سوا اِس کے کہ مشتری نے شرط ٹھہرالی ہو کہ وہ لے گا۔ (باب۹۰، روایت نمبر۲۲۰۴)

وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ......: بیہقیؒ نے بسند یونس؛ حضرت زید بن ثابتؓ کی مذکورہ بالا روایت بحوالہ ابوالزناد نقل کی ہے۔ اسی طرح سعید بن منصورؒ، ابوداؤدؒ اور طحاویؒ نے بھی۔☆

(فتح الباری جزء۴ صفحہ۴۹۸) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۲)

فَلَا تَتَبَايَعُوْا حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُ الثَّمَرِ كَالْمَشُوْرَةِ: علامہ طحاوی کا مذہب ہے کہ آپؐ کا یہ ارشاد بطور مشورہ ہے نہ ممانعت تحریمی۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۳) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشورہ اس اَمر پر مبنی ہے کہ جھگڑوں کا دروازہ بند ہو۔ مشتری بعض وقت عذر کرنے لگ جاتا ہے کہ پھل میں کیڑا لگ گیا ہے یا وہ جھڑ گیا ہے۔ اس لئے آپؐ نے فرمایا کہ پھل کی پختگی ظاہر ہونے پر ہی خرید وفروخت کی جائے۔ یہ امر کہ مسئلہ معنونہ کے متعلق اَئمہ کا اجماع ہے، امام ابن حجرؒ کو تسلیم نہیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۴۹۸)

☆ (سنن الكبرٰى للبيهقى، كتاب البيوع، باب الوقت الذى يحل فيه بيع الثمار، جزء۵ صفحہ۳۰۱)
(سنن ابو داؤد، كتاب البيوع، باب فى بيع الثمار قبل ان يبدو صلاحها)
(شرح معانى الآثار، كتاب البيوع، باب بيع الثمار قبل ان تتناهى، جزء۴ صفحہ۲۸)

وَاَخْبَرَنِیْ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ......: اس جملہ کا عطف فقرہ اَبُو الزِّنَادِ پر ہے۔یعنی ابوالزناد نے کہا کہ مجھے خارجہ بن زید نے بتایا۔ ثریا ستارہ موسم گرما کے شروع میں صبح کو نکلتا ہے جب حجاز میں گرمی تیز ہوتی ہے اور پھل پکنے شروع ہوتے ہیں اور ان میں پختگی نمایاں ہو جاتی ہے اور پھر بیماری کی وجہ سے ان کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں رہتا۔ثریا کا طلوع اہل حجاز کے نزدیک پختگی کی ایک علامت تھی۔اصل اعتبار پختگی ظاہر ہونے کا ہے۔جیسا کہ محولہ بالا روایت کے الفاظ **فَيَتَبَيَّنَ الْاَصْفَرُ مِنَ الْاَحْمَرِ** سے ظاہر ہے۔یعنی زردی سرخی سے نمایاں ہو جائے۔(فتح الباری جزء۴صفحہ ۴۹۹)

قَالَ اَبُوعَبْدِ اللّٰهِ رَوَاهُ عَلِيُّ ابْنُ بَحْرٍ: یہ علی بن بحرؒ امام بخاریؒ کے استاد ہیں اور قطان رازی کے نام سے مشہور ہیں۔**حَدَّثَنَا حَكَّامٌ......** حکام بن سلم بھی رازی ہیں۔عنبسہ نام کے دو شخص تھے۔ایک ابن سعید بن ضریس کوفی قاضی رہے۔یہ بھی رازی کہلاتے تھے۔صحیح بخاریؒ میں ان کی صرف یہی ایک روایت ہے اور دوسرے عنبسہ بن خالد ہیں۔ باجی صاحب کفایہ نے بحوالہ ابوداؤد عنبسہ بن سعید سے یہی روایت نقل کی ہے۔ جبکہ ابوداؤد نے عنبسہ بن خالد سے یہی روایت نقل کی ہے۔اس لئے انہیں نام سے غلط فہمی پیدا ہوئی ہے کہ یہ وہی قاضی عنبسہ ہیں، جن سے امام بخاریؒ نے روایت نقل کی ہے۔(فتح الباری جزء۴صفحہ ۵۰۰) امام موصوفؒ اس حوالہ سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ابوزنادؒ کا مذکورہ بالا قول غریب روایات میں سے نہیں۔جس کو ایک فرد رازی نے نقل کیا ہو اور وہ اس وجہ سے ناقابل اعتبار قرار دی جائے۔

نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ: روایت نمبر ۲۱۹۴ کے آخر میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بائع اور مشتری دونوں کو منع فرمایا کہ پھل پختہ ہونے سے پہلے لیا دیا جائے۔ بائع کو اس لئے کہ اپنے بھائی کا مال باطل طریق سے نہ کھائے اور مشتری کو اس لئے کہ اس کا مال ضائع نہ ہو۔اس روایت سے ظاہر ہے کہ پختگی ظاہر ہونے کے بعد پھل دار درختوں کی خرید و فروخت بغیر قید و شرط ہو سکتی ہے؛ اس سے قبل نہیں۔یعنی اس وقت اس شرط کی ضرورت نہیں کہ پھل درخت پر ہی رہے گا یا توڑا جائے گا۔امام مسلمؒ نے بھی نافعؒ کی مذکورہ بالا روایت نقل کی ہے۔اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: حَتَّى يَأْمَنَ الْعَاهَةَ.☆ یعنی بیماری سے محفوظ ہو جائے۔(فتح الباری جزء۴صفحہ ۵۰۰)

قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِي حَتَّى تَحْمَرَّ: امام بخاریؒ کی اس مذکورہ بالا تفسیر کیلئے دیکھئے روایت ۲۱۹۷۔ جہاں حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہے کہ ان سے پوچھا گیا: وَمَا يَزْهُو؟ یعنی شوخ رنگ کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: يَحْمَارُّ اَوْ يَصْفَارُّ یعنی سرخ ہو جائے یا زرد۔بعض پھل پکنے پر سرخ ہو جاتے ہیں اور بعض زرد۔ زَهْوٌ کے معنے رنگ کا شوخ ہو جانا۔اسی سے يَزْهُو فعل مضارع ہے۔

☆ (مسلم، کتاب البیوع، باب النهى عن بيع الثمار قبل بدوّ صلاحها بغير شرط القطع)

بَاب ۸۷

إِذَا بَاعَ الثِّمَارَ قَبْلَ أَنْ يَّبْدُوَ صَلَاحُهَا ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ فَهُوَ مِنَ الْبَائِعِ

اس بیان میں کہ اگر کوئی پھل بیچے قبل اس کے کہ اس کی صلاحیت نمایاں ہو
پھر اس پر کوئی آفت آ جائے تو وہ نقصان بیچنے والے کا ہوگا

۲۱۹۸: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى تُزْهِيَ فَقِيْلَ لَهُ وَمَا تُزْهِي قَالَ حَتَّى تَحْمَرَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ إِذَا مَنَعَ اللهُ الثَّمَرَةَ بِمَ يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيْهِ.

۲۱۹۸: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ (امام) مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے حمید سے، حمید نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کے بیچنے سے منع فرمایا ہے، تاوقتیکہ وہ شوخ رنگ نہ ہو جائیں۔ آپؐ سے پوچھا گیا کہ شوخ رنگ کیا ہے؟ فرمایا: یہاں تک کہ سرخ رنگ ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر اللہ پھل ہی روک دے تو تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا مال کس چیز کے بدلے لے گا۔

اطرافهُ: ۱٤۸۸، ۲۱۹۵، ۲۱۹۷، ۲۲۰۸۔

۲۱۹۹: وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا ابْتَاعَ ثَمَرًا قَبْلَ أَنْ يَّبْدُوَ صَلَاحُهُ ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ كَانَ مَا أَصَابَهُ عَلَى رَبِّهِ. أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتَبَايَعُوا الثَّمَرَةَ حَتَّى يَبْدُوَ

۲۱۹۹: اور لیث نے کہا: یونس نے ابن شہاب سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر ایسا شخص پھل خریدے قبل اس کے کہ اس کی صلاحیت کی حالت نمایاں ہو اور پھر اس پر کوئی آفت آ جائے تو اس کے نقصان کی ذمہ داری اس کے مالک پر ہے۔ (ابن شہاب زہری نے کہا:) سالم بن عبداللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صَلَاحُهَا وَ لَا تَبِيْعُوا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ.

نے فرمایا کہ پھل آپس میں نہ بیچا کرو تاوقتیکہ اس کی صلاحیت کی حالت ظاہر نہ ہو جائے اور خشک کھجور کے بدلے میں پھل (جو درخت پر ہے) نہ بیچو۔

اطرافهُ: ١٤٨٦، ٢١٨٣، ٢١٩٤، ٢٢٤٧، ٢٢٤٩۔

تشریح: **أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ فَهُوَ مِنَ الْبَائِعِ:** اس باب کے تحت روایت نمبر ۲۱۹۹ میں ابن شہاب کے جس قول کا حوالہ دیا گیا ہے، اس کے لئے باب ۸۲ روایت نمبر ۲۱۸۳ بھی دیکھئے۔ امام بخاریؒ اس حوالہ سے یہ امر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اگر پھل پکنے سے پہلے بیچے جائیں اور اس کے بعد بیماری وغیرہ سے نقصان ہو تو بیع قائم رہے گی اور نقصان کی تلافی کرنا بائع کے ذمہ ہوگا کہ اس نے ارشادِ نبویؐ کی نافرمانی کی۔

بَاب ٨٨: شِرَاءُ الطَّعَامِ إِلَى أَجَلٍ

اناج ایک وقت مقررہ کے لئے اُدھار پر خریدنا

٢٢٠٠: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ ابْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيْمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَفِ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى طَعَامًا مِّنْ يَهُوْدِيٍّ إِلَى أَجَلٍ فَرَهَنَهُ دِرْعَهُ.

۲۲۰۰: عمر بن حفص بن غیاث نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا کہ اعمش نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابراہیم (نخعی) کے پاس ہم نے قرضے میں رہن رکھنے کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا: اس میں کوئی قباحت نہیں۔ پھر انہوں نے ہم سے حدیث بیان کی کہ اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ایک مقررہ وقت تک کے لئے غلہ خریدا اور اپنی زِرہ اس کے پاس رہن رکھی۔

اطرافهُ: ٢٠٦٨، ٢٠٩٦، ٢٢٥١، ٢٢٥٢، ٢٣٨٦، ٢٥٠٩، ٢٥١٣، ٢٩١٦، ٤٤٦٧۔

تشریح: **شِرَاءُ الطَّعَامِ اِلَى اَجَلٍ:** اس باب کا مضمون باب ۱۴ روایت نمبر ۲۰۶۸، باب ۳۳ روایت نمبر ۲۰۹۶ میں گزر چکا ہے۔ وہاں فقرہ اِلَـى اَجَلٍ کی جگہ نَسِيْـئَةً (یعنی اُدھار پر) ہے اور ارشادِ نبویؐ سے یہی مراد ہے کہ اُدھار کی صورت میں بائع کے اطمینان کے لئے اس کے پاس رہن رکھا جاسکتا ہے۔ لین دین میں رہن کی صورت کے بارے میں کتاب السلم باب ۶ دیکھئے۔ یہاں بیع سلم کے بارے میں مسئلہ بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ بتانا مدنظر ہے کہ

اَناج کی خرید اس وعدہ پر ہو کہ قیمت فلاں وقت ادا کی جائے گی۔امام شافعیؒ سے مذکورہ بالا یہودی کا نام ابوشحمہ مروی ہے[1] نسائیؒ کی روایت میں تیس صاع جو کا ذکر ہے[2] منڈیوں کا تجارتی کاروبار زمانہ جاہلیت میں یہود کے ہاتھوں میں تھا۔ شریعت اسلامیہ نے تجارت میں کوئی پابندی عائد نہیں کی کہ صرف مسلمانوں ہی سے لین دین ہو بلکہ ممانعت صرف دغا وفریب کرنے والے تاجر سے ہے، خواہ کوئی ہو۔

بَاب ٨٩: إِذَا أَرَادَ بَيْعَ تَمْرٍ بِتَمْرٍ خَيْرٍ مِّنْهُ

(اس بارہ میں کہ) جب کوئی کھجور کے بدلے میں ایسی کھجور لینا چاہے جو اس سے اچھی ہو

٢٢٠١-٢٢٠٢: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَيْبَرَ فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا قَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْبًا.

۲۲۰۱-۲۲۰۲: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے مالک سے، مالک نے عبدالمجید بن سہیل بن عبدالرحمٰن سے، عبدالمجید نے سعید بن مسیّب سے، انہوں نے حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر کا محصل مقرر فرمایا اور وہ آپؐ کے پاس عمدہ قسم کی کھجوریں لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا خیبر کی سب کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں؟ اس نے کہا: نہیں۔ بخدا یا رسول اللہ! ہم اس کا ایک صاع دوسری کھجور کے دو صاع کے بدلے میں اور دو صاع تین صاع کے بدلے میں لیتے ہیں۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کیا کرو۔ ملی جلی اکٹھی کھجوریں درہم کے عوض فروخت کر دیا کرو۔ پھر ان درہموں سے عمدہ کھجوریں خریدو۔

اطرافه: ٢٣٠٢-٢٣٠٣، ٤٢٤٤-٤٢٤٥، ٤٢٤٦-٤٢٤٧، ٧٣٥٠-٧٣٥١.

---

[1] (مسند الشافعی، کتاب الرهن، جزء اوّل صفحہ ۱۴۸)

[2] (سنن النسائی، کتاب البیوع، باب مبایعة أهل الکتاب)

تشریح: اِذَا اَرَادَ بَيْعَ تَمْرٍ بِتَمْرٍ خَيْرٍ مِّنْهُ: امام مسلمؒ نے جو روایت حضرت ابوسعیدؓ سے نقل کی ہے۔اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: فَقَالَ هٰذَا الرِّبَا فَرُدُّوْهُ. (مسلم، کتاب المساقاة، باب بيع الطعام مثلا بمثل) فرمایا: یہ سود ہے اسے لوٹا دو۔ان الفاظ سے فسخ بیع کا استدلال کیا گیا ہے۔مگر امام بخاریؒ کی مستند روایت میں یہ الفاظ نہیں۔ اس تعلق میں باب ۷۴، ۷۵ و ۸۲ دیکھئے، جہاں ایک ہی جنس کی اشیاء یا غیر جنس کی اشیاء کے باہمی مبادلے کا ذکر ہے۔ علاوہ ازیں کتاب الوکالة باب ۳ بھی دیکھئے۔

بَاب ۹۰: مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ أَوْ أَرْضًا مَّزْرُوْعَةً أَوْ بِإِجَارَةٍ

جو شخص ایسے کھجور کے درخت جو پیوند کئے گئے ہوں یا کاشت کردہ زمین بیچے یا ٹھیکہ پر دے

۲۲۰۳: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَالَ لِي إِبْرَاهِيْمُ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ يُخْبِرُ عَنْ نَّافِعٍ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ أَيُّمَا نَخْلٍ بِيْعَتْ قَدْ أُبِّرَتْ لَمْ يُذْكَرِ الثَّمَرُ فَالثَّمَرُ لِلَّذِي أَبَّرَهَا وَكَذٰلِكَ الْعَبْدُ وَالْحَرْثُ سَمَّى لَهُ نَافِعٌ هٰذِهِ الثَّلَاثَ.

۲۲۰۳: ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: ابراہیم (بن منذر) نے مجھ سے کہا: ہشام (بن سلیمان) نے ہمیں خبر دی۔ ابن جریج نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا۔ وہ نافع سے جو حضرت ابن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام تھے، روایت کرتے ہوئے بتا رہے تھے۔ پیوند شدہ کھجور کا درخت جو بیچا جائے اور پھل کا ذکر نہ کیا جائے تو وہ پھل اس کا ہوگا جس نے اس کو پیوند کیا ہے اور اسی طرح غلام اور کھیت بھی۔ نافع نے (ابن جریج کی روایت میں) ان تینوں (یعنی کھجور کے درخت، غلام اور کھیتی) کا نام لیا تھا۔

اطرافه: ۲۲۰۴، ۲۲۰۶، ۲۳۷۹، ۲۷۱۶۔

۲۲۰۴: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ فَثَمَرُهَا لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ.

۲۲۰۴: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کھجور کے ایسے درخت فروخت کئے جن کے پھل پیوند کئے جا چکے ہوں، ان کا پھل بیچنے والے کا ہوگا بجز اس کے کہ خریدار شرط کر لے۔

اطرافه: ۲۲۰۳، ۲۲۰۶، ۲۳۷۹، ۲۷۱۶۔

تشریح: **مَنۡ بَاعَ نَخۡلًا قَدۡ اُبِّرَتۡ:** اَبَّرَ یُؤَبِّرُ تَاۡبِیۡرًا. نر کھجور کا مور لے کر مادہ کھجور کے پھول میں رکھنا۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۰۷) عنوانِ باب میں دو مسئلوں کا ذکر ہے۔ اوّل پیوندی کھجور کے درخت یا کاشت شدہ زمین کی فروختگی اور دوسرا ان کو ٹھیکے پر دینا۔ اگر نخلستان پھل دار ہو یا کھیتی پکنے والی ہو تو ان کی بیع یا اجارہ داری کا عمل فصل کٹنے کے بعد شروع ہوگا۔ بجز اس کے یہ شرط ٹھہرا لی جائے کہ فصل مشتری یا اجارہ دار کی ہوگی اور بائع یہ شرط قبول کرلے۔ ورنہ شرط کا ذکر نہ ہونے کی صورت میں بائع حاصلات کا حق دار ہوگا۔

لَمۡ یُذۡکَرِ الثَّمَرُ: یعنی اگر بوقت بیع پھل یا کھیتی کی فصل کا ذکر نہ کرے تو اس صورت میں وہ بائع کے ہوں گے۔

وَکَذٰلِکَ الۡعَبۡدُ۔ اسی طرح غلام لونڈی بھی۔ اس فقرے سے اس حدیث کی طرف اشارہ ہے، جس میں آتا ہے: مَنۡ بَاعَ عَبۡدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلۡبَآئِعِ اِلَّا اَنۡ یَّشۡتَرِطَ الۡمُبۡتَاعُ. (ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی ابتیاع النخل بعد التأبیر والعبد وله مال) یعنی جو شخص صاحب جائیداد غلام یا کنیز کو فروخت کرے تو یہ جائیداد بائع کی ہوگی، بجز اس کے کہ مشتری اپنے لئے شرط ٹھہرا لے۔

قَالَ اَبُوۡ عَبۡدِ اللّٰهِ وَقَالَ لِیۡ اِبۡرَاهِیۡمُ: ابراہیم سے مراد امام بخاریؒ کے شیخ ابن موسیٰ رازی ہیں اور ہشام بن یوسف صنعانی ابراہیم کے شیخ ہیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۰۸)

روایت نمبر ۲۲۰۳ میں امام بخاریؒ نے ابن جریجؒ کے جس قول کا حوالہ دیا ہے وہ موقوف ہے۔ اثنائے گفتگو میں مذکورہ بالا اشیاء کا تذکرہ ہوا ہے۔ امام موصوفؒ جہاں کہیں قَالَ کہہ کر اپنے کسی شیخ کی روایت کا حوالہ دیتے ہیں، وہاں بالعموم یہی صورت ہوتی ہے۔ اس سقم کا ازالہ روایت نمبر ۲۲۰۴ سے ہوجاتا ہے کہ نافع کی یہی روایت بسند حضرت عبداللہ بن عمرؓ مرفوعاً نقل کی گئی ہے۔ رویت نمبر ۲۲۰۶ بھی انہی سے بحوالہ لیث بن سعد مرفوعاً منقول ہے۔ غلام، لونڈی کے بارے میں بھی نافع ہی کی روایت ہے جو بقول بیہقی موقوف ہے☆ مگر امام بخاریؒ نے یہ بھی کتاب المساقاۃ باب ۱۷ روایت نمبر ۲۳۷۹ میں مرفوعاً نقل کی ہے۔ کھیتی سے متعلق نافعؒ کی روایت سوائے ابن جریج کے اور کسی راوی نے نقل نہیں کی اور ان کی یہ روایت موقوف ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۰۸) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۱۱)

جہاں تک مسائل معنونہ کا تعلق ہے، علامہ عینیؒ نے تفصیل سے فقہاء کے اختلافات کا ذکر کیا ہے جو طویل ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک پیوندی درختوں کا پھل اگر بوقت بیع عقد میں تصریح نہیں تو بائع کا ہوگا ورنہ مشتری کا۔ امام ابوحنیفہؒ نے پیوندی اور غیر پیوندی میں کوئی فرق نہیں رکھا۔ دونوں قسم کی بیع یا اجارہ داری میں اگر شرط نہیں تو بائع کا حق ہوگا کہ وہ پختہ پھل یا فصل سمیٹ لے۔ جن فقہاء نے پیوندی اور غیر پیوندی میں فرق کیا ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ کھجور کا پیوند بہت محنت چاہتا ہے۔ ایک ایک درخت کی تلاش کر کے نر درخت کا مور مادہ درخت کے پھول میں ڈالا جاتا ہے۔ چونکہ یہ عمل تأبیر مالک کے لئے کیا گیا ہے، اس لئے عدم صراحت کی صورت میں وہی اس کا حق دار ہوگا۔ ابن ابی لیلیٰ نے مشتری

☆ (سنن الکبریٰ للبیهقي، کتاب البیوع، باب ثمر الحائط یباع أصله، جزء۵ صفحہ ۲۹۸)

کا حق قرار دیا ہے قطع نظر اس کے کہ شرط ہو یا نہ ہو اور امام طحاویؒ نے محولہ بالا حدیث سے استنباط کیا ہے کہ پختگی ظاہر ہونے سے قبل باغ یا فصل کی بیع کی جاسکتی ہے☆۔ اسی طرح وہ ٹھیکے پر بھی دیئے جاسکتے ہیں۔ امام بیہقیؒ نے اس فتوے پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جس امر سے متعلق صریح حکم وارد ہوا ہے، اسے اسی حد تک محدود رکھنا چاہیے۔ خصوصاً جبکہ اس بارے میں صریح ممانعت موجود ہو۔ علامہ عینیؒ نے اس تعلق میں استدلالاتِ اربعہ (عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص) سے عذر تلاش کر کے بیہقی کے اعتراض کو ردّ کر دیا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۱۲، ۱۳) (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۰۸، ۵۰۹) غرض اس قسم کے فقہی اختلاف کے پیش نظر یہ باب قائم کیا گیا ہے۔

بَاب ۹۱: بَيْعُ الزَّرْعِ بِالطَّعَامِ كَيْلًا

غلے کو ماپ کر اس کے عوض کھڑی فصل بیچنا

۲۲۰۵: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ أَنْ يَّبِيْعَ ثَمَرَ حَائِطِهِ إِنْ كَانَ نَخْلًا بِتَمْرٍ كَيْلًا وَإِنْ كَانَ كَرْمًا أَنْ يَّبِيْعَهُ بِزَبِيْبٍ كَيْلًا وَإِنْ كَانَ زَرْعًا أَنْ يَّبِيْعَهُ بِكَيْلِ طَعَامٍ وَنَهَى عَنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ.

۲۲۰۵: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے (اور مزابنہ یہ ہے) کہ کوئی اپنے باغ کا پھل بیچے۔ اگر کھجور کے درخت ہوں تو ان کی خام کھجوریں پختہ کھجوروں کے بدلے میں ماپ کر دی جائیں اور اگر وہ انگور کی بیلیں ہیں تو ان کا خام پھل، منقہ کو ماپ کر اس کے عوض بیچا جائے اور اگر کھڑی فصل ہو تو غلّہ کو ماپ کر اس کے عوض میں خریدی جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی بیع سے منع فرمایا ہے۔

اطرافہ: ۲۱۷۱، ۲۱۷۲، ۲۱۸۵۔

تشریح: بَيْعُ الزَّرْعِ بِالطَّعَامِ كَيْلًا: فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شئے غیر معین ہو، اس کا معین شئے سے مبادلہ بصورت بیع جائز نہیں۔ اسی طرح خام پھل کا مبادلہ پختہ کے بدلے میں جمہور کے نزدیک درست نہیں۔ نہ برابر مقدار میں نہ کم وبیش۔ اس قسم کی خرید وفروخت میں نقصان کا احتمال ہے۔ ہر قسم علیحدہ بیچ کر دوسری قسم لی جائے۔ جیسا کہ اس سے متعلق باب ۸۲ کی تشریح میں بھی وضاحت گزر چکی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے خام فصل کی فروخت پختہ اجناس کے عوض جائز قرار دی ہے اور علامہ طحاویؒ نے اس جواز کے حق میں یہ دلیل دی ہے کہ خام پھلوں

☆ (شرح معانی الآثار، کتاب البیوع، باب بیع الثمار قبل ان تتناهی، جزء۴ صفحہ ۲۶، ۲۷)

کے مبادلے میں بھی تو کمی بیشی کا احتمال ہے۔ کیونکہ نمی ہر تازہ پھل میں کم وبیش ہوتی ہے۔ لیکن یہ ایک قسم کا دقیق احساس ہے کہ اس بناء پر اجازت کا فتویٰ صادر کرنا نص صریح کے خلاف اور قیاس مع الفارق ہے۔ ایسا خفیف فرق قابل نظر انداز ہوتا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۰۹، ۵۱۰)

بَاب ۹۲: بَيْعُ النَّخْلِ بِأَصْلِهِ

کھجور کے درخت بیخ وبن سمیت بیچنا

٢٢٠٦: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَيُّمَا امْرِئٍ أَبَّرَ نَخْلًا ثُمَّ بَاعَ أَصْلَهَا فَلِلَّذِيْ أَبَّرَ ثَمَرُ النَّخْلِ إِلَّا أَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ.

۲۲۰۶: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بھی کھجور کے درخت کے پھل پیوند کئے ہوں؛ پھر وہ کھجور بیخ وبن سمیت بیچ دے تو ایسی کھجوروں کا پھل اس شخص کا ہوگا جس نے پیوند کیا ہو؛ بجز اِس کے کہ خریدار (اس کی) شرط کرلے۔

اطرافہ: ٢٢٠٣، ٢٢٠٤، ٢٣٧٩، ٢٧١٦۔

تشریح: بَيْعُ النَّخْلِ بِاَصْلِهِ: جمہور نے درختوں کی خرید وفروخت ان کے تنوں سمیت اور صرف پھل کی خرید وفروخت میں فرق ملحوظ رکھا ہے۔ پہلی قسم کا سودا ان کے نزدیک جائز ہے؛ خواہ پھل کچا ہی ہو اور دوسرا سودا بموجب نص صریح ناجائز۔ تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۱۰، عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۱۴۔

بَاب ۹۳: بَيْعُ الْمُخَاضَرَةِ

پھل یا کھیتی بیچنا جبکہ وہ ہری ہو

٢٢٠٧: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ

۲۲۰۷: اسحاق بن وہب (علاف واسطی) نے ہم سے بیان کیا کہ عمر بن یونس نے ہمیں بتایا، کہا: میرے باپ نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ اسحاق بن ابی طلحہ انصاری نے مجھے بتایا کہ حضرت انس بن مالک

قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُخَاضَرَةِ وَالْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ وَالْمُزَابَنَةِ.

رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ، مخاضرہ، ملامسہ، منابذہ اور مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔

۲۲۰۸: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ ثَمَرِ التَّمْرِ حَتَّى يَزْهُوَ فَقُلْنَا لِأَنَسٍ مَا زَهْوُهَا قَالَ تَحْمَرُّ وَتَصْفَرُّ أَرَأَيْتَ إِنْ مَّنَعَ اللهُ الثَّمَرَ بِمَ تَسْتَحِلُّ مَالَ أَخِيْكَ.

۲۲۰۸: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حمید سے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (پختہ کھجور کے بدلے میں) پھل (جو درخت پر ہو) بیچنے سے منع فرمایا ہے، تاوقتیکہ وہ شوخ رنگ کا نہ ہو جائے۔ ہم نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ اس کی شوخ رنگی سے کیا مطلب ہے؟ کہا: سرخ ہو جائے یا زرد ہو جائے۔ بھلا بتلاؤ تو سہی، اگر اللہ تعالیٰ اس کا پھل روک دے تو تو کس چیز کے بدلے میں اپنے بھائی کا مال لینا جائز سمجھے گا۔

اطرافہ: ۱۴۸۸، ۲۱۹۵، ۲۱۹۷، ۲۱۹۸۔

تشریح: بَيْعُ الْمُخَاضَرَةِ: مُخَاضَرَة مشتق ہے خَضَرَةٌ (یعنی ہرا پن سے) مُخَاضَرَة یعنی ہری فصل کی خرید وفروخت۔ مُحَاقَلَة مشتق ہے حَقْلٌ (یعنی کھیتی) سے۔ مُحَاقَلَة کے معنے ہیں خشک اناج کے عوض کھڑی فصل کی خرید وفروخت جبکہ دانہ ابھی بالیوں میں ہی ہو۔ امام مالکؒ کے نزدیک مُحَاقَلَة کے معنے ہیں: قابل کاشت زمین کا گندم وغیرہ کے عوض میں ٹھیکے پر دینا، جسے مُزَارَعَةٌ بھی کہتے ہیں۔ اس کی بحث آگے (کتاب المزارعۃ میں) آئے گی۔ احناف نے مُخَاضَرَة کی مطلق اجازت دی ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے اس شرط پر اس کی اجازت دی ہے کہ پختگی ظاہر ہو جائے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک ہری فصل کی بیع جائز ہے بشرطیکہ وہ کاٹ لی جائے؛ یعنی چارہ وغیرہ کی۔ غرض ایسی فصل میں حاصلات وغیرہ کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کی بیع بھی از قسم مزابنہ ہے۔ ان کے نزدیک بادام، اخروٹ وغیرہ پھل کا بھی ناتمام حالت میں بیچنا ناجائز ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۱۱)

مزابنہ، منابذہ اور ملامسہ کے لئے تشریح باب ۶۲، ۶۳، ۸۲ بھی دیکھئے۔

بَاب ۹٤: بَيْعُ الْجُمَّارِ وَأَكْلُهُ

کھجور کا گابھا بیچنا اور اس کا کھانا

۲۲۰۹: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَأْكُلُ جُمَّارًا فَقَالَ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةٌ كَالرَّجُلِ الْمُؤْمِنِ فَأَرَدْتُّ أَنْ أَقُوْلَ هِيَ النَّخْلَةُ فَإِذَا أَنَا أَحْدَثُهُمْ قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ.

۲۲۰۹: ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے ہمیں بتایا۔ ابوعوانہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابوبشر سے، ابوبشر نے مجاہد سے، مجاہد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا اور آپؐ کھجور کا گابھا کھا رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت ہے، جس کی شان مومن مرد کی سی ہے۔ میں نے چاہا کہ میں کہوں: وہ کھجور ہے۔ مگر میں چونکہ ان سب میں سے کم سن تھا (اس لئے میں کہنے سے رُک گیا۔) تب (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔

اطرافہ: ٦١، ٦٢، ٧٢، ١٣١، ٤٦٩٨، ٥٤٤٤، ٥٤٤٨، ٦١٢٢، ٦١٤٤۔

تشریح: **بَيْعُ الْجُمَّارِ وَاَكْلُهُ:** اس حدیث میں بیع کا ذکر نہیں۔ کیونکہ کھجور کا گابھا کچا ہونے کی حالت میں کھایا جاتا ہے اور ہر خوردنی شئے بیچی جاسکتی ہے؛ اس لئے باب بَيْعُ الْمُخَاضَرَة کے معاً بعد اس کا ذکر کر کے اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ ایسی بیع مطلق جائز ہے۔ عنوانِ باب مصدریہ ہے۔ جواز یا عدمِ جواز کا تعلق ملکی دستور سے ہے۔ روایت نمبر ۲۲۰۹ کی مزید تشریح کے لیے دیکھئے کتاب العلم روایت نمبر ۶۲،۶۱۔

بَاب ۹۵

مَنْ أَجْرَى أَمْرَ الْأَمْصَارِ عَلَى مَا يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ فِي الْبُيُوْعِ وَالْإِجَارَةِ وَالْمِكْيَالِ وَالْوَزْنِ وَسُنَنِهِمْ عَلَى نِيَّاتِهِمْ وَمَذَاهِبِهِمُ الْمَشْهُوْرَةِ

(اس امر کے بیان میں کہ) جس نے معاملاتِ بیع اجارہ، پیمانہ اور وزن اور ان کے طریقہ کاروبار میں ہر ملک کے دستور کے موافق ان کی نیتوں اور مشہور و معروف رسم و رواج کے موافق فیصلہ کیا یعنی ان کی نیتوں اور ان کے مشہور مذہبوں کے مطابق

وَقَالَ شُرَيْحٌ لِلْغَزَّالِيْنَ سُنَّتُكُمْ بَيْنَكُمْ {رِبْحًا☆} وَقَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ مُّحَمَّدٍ لَا بَأْسَ الْعَشَرَةُ بِأَحَدَ عَشَرَ وَيَأْخُذُ لِلنَّفَقَةِ رِبْحًا. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِهِنْدٍ خُذِيْ مَا يَكْفِيْكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ. وَقَالَ تَعَالٰى: وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ط (النساء:۷) وَاكْتَرَى الْحَسَنُ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مِرْدَاسٍ حِمَارًا فَقَالَ بِكَمْ قَالَ بِدَانَقَيْنِ فَرَكِبَهُ ثُمَّ جَاءَ مَرَّةً أُخْرَى فَقَالَ الْحِمَارَ الْحِمَارَ فَرَكِبَهُ وَلَمْ يُشَارِطْهُ فَبَعَثَ إِلَيْهِ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ.

اور شریح نے سوت بیچنے والوں سے کہا: {منافع☆ کے بارہ میں} وہی طریق اختیار کرو جو تمہارے درمیان جاری ہے۔ اور عبدالوہاب (بن عبدالمجید) نے ایوب سے اور ایوب نے محمد (بن سیرین) سے (ان کا فتویٰ) نقل کیا ہے کہ دس کا مال گیارہ پر بیچنے میں کوئی قباحت نہیں اور مال پر جو خرچہ پڑا ہے، اس پر بھی نفع لے۔ اور نبی ﷺ نے (ابوسفیان کی بیوی) ہندہ سے کہا کہ تو (اپنے خاوند کے مال میں سے) اتنا خرچ لے لیا کر جتنا کہ تیرے لئے اور تیرے بچوں کے لئے دستور ملک کے مطابق کافی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو محتاج ہو، وہ دستور کے مطابق (یتیم کے مال میں سے) کھائے۔ اور حسن (بصری) نے عبداللہ بن مرداس سے ایک گدھا کرائے پر لیا تو انہوں نے پوچھا: کتنے پر؟ کہا: دو دانق۔ چنانچہ وہ اس پر سوار ہوئے۔ پھر دوسری بار آئے اور کہا کہ جلدی سے گدھا لاؤ۔ پھر گدھا لے کر اس پر سوار ہو گئے مگر کرایہ نہ چکایا اور آدھا درہم یعنی تین دانق اسے بھجوا دیئے۔

☆ لفظ "رِبْحًا" عمدۃ القاری کے مطابق ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

۲۲۱۰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ حَجَمَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو طَيْبَةَ فَأَمَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَاعٍ مِّنْ تَمْرٍ وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُّخَفِّفُوْا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ.

۲۲۱۰: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے حمید طویل سے، حمید نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہا کہ ابوطیبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھنے لگائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک صاع کھجور دینے کے لئے فرمایا اور اس کے مالکوں سے فرمایا کہ اس کے محصول سے کچھ کم کر دیں۔

اطرافہُ: ۲۱۰۲، ۲۲۷۷، ۲۲۸۰، ۲۲۸۱، ۵۶۹٦۔

۲۲۱۱ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ هِنْدٌ أُمُّ مُعَاوِيَةَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ آخُذَ مِنْ مَّالِهِ سِرًّا قَالَ خُذِيْ أَنْتِ وَبَنُوكِ مَا يَكْفِيْكِ بِالْمَعْرُوْفِ.

۲۲۱۱: ابونعیم (فضل بن دکین) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ ہند نے جو معاویہ کی ماں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ابوسفیان بڑا کنجوس آدمی ہے۔ تو کیا اس صورت میں مجھ پر کوئی گناہ ہوگا کہ اس کے مال سے پوشیدہ طور پر کچھ لے لوں؟ آپؐ نے فرمایا کہ تم اتنا مال لے لو جو ملکی دستور کے مطابق تجھے اور تیرے بیٹوں کو کافی ہو سکے۔

اطرافہُ: ۲٤٦۰، ۳۸۲۵، ۵۳۵۹، ۵۳٦٤، ۵۳۷۰، ٦٦٤١، ۷۱٦۱، ۷۱۸۰۔

۲۲۱۲ : حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ ابْنَ فَرْقَدٍ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ

۲۲۱۲: اسحاق (بن منصور) نے مجھ سے بیان کیا کہ (عبداللہ) بن نمیر نے ہمیں بتایا کہ ہشام نے ہمیں خبر دی۔ اس کی دوسری سند یوں ہے: اور محمد بن سلام (بیکندی) نے مجھ سے بیان کیا، کہا کہ عثمان بن فرقد سے مَیں نے سنا۔ انہوں نے کہا: ہشام بن عروہ سے

عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَقُوْلُ: وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ۚ (النساء:۷) أُنْزِلَتْ فِي وَالِي الْيَتِيْمِ الَّذِي يُقِيْمُ عَلَيْهِ وَيُصْلِحُ فِي مَالِهِ إِنْ كَانَ فَقِيْرًا أَكَلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوْفِ.

میں نے سنا۔ وہ اپنے باپ سے روایت کرتے تھے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ وہ کہتی تھیں کہ آیت وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا .... یتیم کے اس سرپرست کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اس کا نگران ہو اور اس کی جائیداد کو اچھی حالت میں رکھتا ہو۔ اگر وہ محتاج ہو تو دستور کے مطابق اس سے کھا سکتا ہے۔

اطرافہ: ۲۷۶۵، ۴۵۷۵۔

تشریح: **مَنْ اَجْرَى اَمْرَ الْاَمْصَارِ عَلَى مَا يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ فِي الْبُيُوْعِ وَالْاِجَارَةِ:** معاملات بیع وشراء واجارہ وغیرہ سے متعلق ہر ایسا امر جس کے بارے میں شریعت کی طرف سے کوئی نص صریح نہیں، اس میں رواج کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ مثلاً یہ سوال کہ چاول تول کر لئے دیئے جائیں یا ماپ کر؟ شارع علیہ السلام کی طرف سے اس بارہ میں کوئی ہدایت نہیں۔ کسی جگہ تول سے بیچے جاتے ہیں اور کسی جگہ ٹوپے سے ماپ کر۔ یا مثلاً کہیں مبادلہ اشیاء بالاشیاء کا دستور ہے اور کہیں نقدی کے ذریعہ۔ تو ایسی صورت میں رواج پر عمل کیا جائے گا۔ یہ مفہوم ہے اس باب کا۔ عرفِ عام فقہ کے پانچ قواعد میں سے ایک مشہور قاعدہ ہے۔ عنوانِ باب میں عرفِ عام کی چند مثالیں دی گئی ہیں۔

سُنَّتُكُمْ بَيْنَكُمْ: پہلا حوالہ سوت بیچنے والوں کے جھگڑے سے متعلق ہے جو قاضی شریح کے پاس فیصلہ کے لئے لایا گیا۔ جب ان کو بتایا گیا کہ اس بارہ میں فلاں فلاں دستور ہے تو انہوں نے کہا کہ اسی دستور کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ سعید بن منصور نے محمد بن سیرینؒ کی سند سے مذکورہ بالا فیصلہ کا ذکر کیا ہے۔ سُنَّتَكُمْ اَیْ اَلْزِمُوْا سُنَّتَكُمْ یعنی اپنا طریق ہی اختیار کرو۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۱۳) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۱۶)

لَا بَأْسَ الْعَشَرَةُ بِاَحَدَ عَشَرَ وَيَاْخُذُ لِلنَّفَقَةِ رِبْحًا: دوسرا حوالہ عبدالوہاب بن عبدالمجید کا ہے۔ یہ بھی محمد بن سیرین ہی سے مروی ہے۔ جسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے کہ اگر ایک شئے دس دینار سے خریدی جائے اور گیارہ دینار سے بیچی جائے اور عرفِ عام میں نفع کی یہی نسبت رائج ہو تو یہ جائز ہوگا۔ کیونکہ تاجر کو اشیاء مہیا کرنے میں محنت کے علاوہ اخراجات بھی برداشت کرنے پڑتے ہیں جو قیمت میں محسوب ہوں گے۔ امام مالکؒ ☆ نے بطور قاعدہ یہ فتویٰ دیا ہے کہ تاجر کسی پونجی کی قیمت کا اندازہ کرنے میں ہر اُس امر کو مدنظر رکھنے کا حق دار ہے جو براہِ راست اس کی قیمت پر اثر انداز ہو۔ مثلاً کپڑا رنگایا اور سلایا ہے، رنگائی اور سلائی کی اُجرت محسوب ہوگی۔ لیکن جو کپڑا طے کرنے اور گٹھا بندھوانے میں تاجر کی مدد کرتا ہے، اس کی اجرت تاجر پر ہوگی نہ خریدار پر۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۱۳)

☆ (مؤطا امام مالک، کتاب البیوع، باب بیع المرابحة)

خُذِیْ مَا یَکْفِیکِ وَوَلَدَکِ بِالْمَعْرُوْفِ: چوتھا حوالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشاد کا ہے جو زیر باب درج ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۲۲۱۱)

وَمَنْ کَانَ فَقِیرًا فَلْیَأْکُلْ بِالْمَعْرُوْفِ: پانچواں حوالہ سورۂ نساء کی آیت ۷ کا ہے۔ جس میں اجازت دی گئی ہے کہ اگر یتیم کے سرپرست کی مالی حالت اچھی نہ ہو تو وہ اس کی جائیداد یا اس کے کاروبار کی نگرانی کا معاوضہ عرفِ عام کے مطابق لے سکتا ہے۔

فَرَکِبَهُ وَلَمْ یُشَارِطْهُ فَبَعَثَ اِلَیْهِ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ: چھٹا حوالہ حسن بصریؒ کا ہے کہ کسی جگہ جانے کے لئے انہوں نے گدھے والوں سے سواری کا گدھا کرائے پر لیا۔ پہلی دفعہ دو دانق ($\frac{1}{6}$ درہم) اُجرت ٹھہرائی اور دوسری دفعہ نہیں ٹھہرائی اور دستور کے مطابق سے ایک دانق زیادہ دے دیا۔ یہ حوالہ سعید بن منصور نے بسند ہشیم، یونس سے نقل کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۵۱۴) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۱۷)

زیر باب تین مستند روایتیں منقول ہیں جو عرفِ عام کا قاعدہ واضح کرتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطیبہ حجام کو پچھنے لگانے کی اُجرت ایک صاع کھجور دی۔ علاوہ ازیں اس کے ساتھ یہ سلوک فرمایا کہ اس کے مالکوں سے سفارش کی۔ اس سے یہ قاعدہ مستنبط ہوتا ہے کہ عرفِ عام کے مطابق جو عمل ہو، اس میں خوبی کا پہلو غالب ہونا چاہیے۔ یہ روایت نمبر ۲۱۰۲ میں گزر چکی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوطیبہ حجام سے اور امام بصریؒ کا گدھے والوں سے دوسری بار اُجرت کا فیصلہ کرنا باب ۱۹ میں مندرجہ ہدایات کے منافی نہیں بلکہ آپ نے معاملے میں سہولت کا پہلو اختیار فرمایا اور عرفِ عام کے دستور سے بڑھ کر سلوک کیا؛ جیسا کہ باب ۱۷، ۱۸ کا منشاء ہے؛ جس میں حسن سلوک اور اخلاقِ فاضلہ کی تلقین کی گئی ہے۔ اور مندرجہ بالا حوالہ جات کے تعلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ حسنہ پیش کرنے سے یہی بات ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ عرفِ عام پر عمل کرتے وقت اخلاقِ فاضلہ نظر انداز نہیں ہونے چاہئیں بلکہ خلق کریم کا نمونہ دِکھانا ضروری ہے۔

بَاب ٩٦ : بَيْعُ الشَّرِيْكِ مِنْ شَرِيْكِهِ

شریک کا اپنے شریک سے خرید وفروخت کرنا

٢٢١٣ : حَدَّثَنِي مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۲۱۳: محمود (بن غیلان) نے مجھ سے بیان کیا کہ عبدالرزاق نے ہمیں بتایا کہ معمر نے ہمیں زہری سے خبر دی۔ زہری نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ.

نے ہر ایسی جائیداد میں جو تقسیم نہ کی گئی ہو، شفعہ کا حق رکھا ہے؛ مگر جب حدّیں قائم ہوجائیں اور راستے الگ الگ کر دیئے جائیں، تب شفعہ کا حق نہ ہوگا۔

اطرافہُ: ۲۲۱۴، ۲۲۵۷، ۲۴۹۵، ۲۴۹۶، ۶۹۷۶۔

تشریح: **بَيْعُ الشَّرِيكِ مِنْ شَرِيكِهِ:** شارحین کے نزدیک اس باب کا تعلق حق شفعہ سے ہے مگر شفعہ سے متعلق مسائل کے بارے میں الگ کتاب الشفعة صحیح بخاری میں موجود ہے۔ یہاں مطلق شراکت کا سوال ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مندرجہ روایت نمبر ۲۲۱۳ کا تعلق بظاہر الفاظ اُس شفعہ سے ہے جس میں شرکاء کی ملکیت میں شراکت ہو۔ جیسا کہ الفاظ **فِي كُلِّ مَالٍ لَّمْ يُقْسَمْ** دلالت کرتے ہیں۔ جیسا کہ تجارتی کمپنیوں وغیرہ میں شراکت کی صورت ہوتی ہے۔ اگر کوئی شریک اپنا حصہ بیچنا چاہے تو پہلا حق شرکاء کا ہوگا۔ (اس تعلق میں کتاب الشفعة روایت نمبر ۲۲۵۷ بھی دیکھئے) شراکت کی صورت میں محض قرب وجوار سے حق شفعہ پیدا نہیں ہوتا بلکہ شرکاء کا حق مقدم ہوتا ہے۔

بَاب ۹۷: بَيْعُ الْأَرْضِ وَالدُّوْرِ وَالْعُرُوْضِ مُشَاعًا غَيْرَ مَقْسُوْمٍ

زمین اور مکان اور ایسے اسباب کا بیچنا جو مشترکہ استعمال میں ہوں اور تقسیم نہ کئے گئے ہوں

۲۲۱۴: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بِهٰذَا وَقَالَ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ. تَابَعَهُ هِشَامٌ عَنْ مَّعْمَرٍ.

۲۲۱۴: محمد بن محبوب نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد (بن زیاد) نے ہمیں بتایا کہ معمر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے، ابوسلمہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایسے مال میں جو تقسیم نہ کیا گیا ہو، شفعہ کے حق کا فیصلہ فرمایا ہے۔ پس جب حد بندی ہوجائے اور راستے الگ الگ کر دیئے جائیں تو کوئی شفعہ نہیں۔ مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد نے ہمیں یہی بتایا اور کہا: ہر اُس چیز میں جو تقسیم نہ کی گئی ہو۔ (عبدالواحد کے ساتھ) ہشام (بن یوسف) نے بھی اس حدیث کو معمر سے

قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِي كُلِّ مَالٍ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

روایت کیا۔عبدالرزاق (بن ہمام) نے (اپنی روایت میں) یہ الفاظ کہے: ہر مال میں۔(اور) اس کو عبدالرحمٰن بن اسحاق نے بھی زہری سے روایت کیا ہے۔

اطرافہ: ۲۲۱۳، ۲۲۵۷، ۲۴۹۵، ۲۴۹۶، ۶۹۷۶۔

تشریح: بَيْعُ الْاَرْضِ وَالدُّوْرِ وَالْعُرُوْضِ مُشَاعًا غَيْرَ مَقْسُوْمٍ: عنوانِ باب میں وضاحت کی گئی ہے کہ مال سے مراد غیر منقولہ جائیداد از قسم اراضی، مکانات اور دیگر املاک غیر تقسیم شدہ ہیں۔ منقولہ جائیداد میں جو قابل تقسیم ہے، حق شفعہ نہیں۔

اَلشُّفْعَةُ فِى كُلِّ مَالٍ لَّمْ يُقْسَمْ: لفظ مال گو عام ملکیت پر دلالت کرتا ہے مگر حدیث مذکورہ بالا میں جائیداد غیر منقولہ مراد ہے۔اس لئے عنوانِ باب میں لفظ اَلْعُرُوْضِ سے تشریح کی گئی ہے۔ عَرَض کے معنے عارضی استعمال کی اشیاء مثلاً برتن وغیرہ اثات البیت۔بعض نے منزلی اشیاء کو بھی شفعہ والی قرار دیا ہے مگر یہ مذہب جمہور کے خلاف ہے۔(عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۲۲)

حضرت جابرؓ کی روایت مندرجہ زیر باب کے لیے کتاب الشفعة روایت نمبر ۲۲۵۷ بھی دیکھئے۔اس کے راوی متعدد ہیں۔بعض نے روایت میں فِیْ كُلِّ مَالٍ لَّمْ يُقْسَمْ اور بعض نے فِیْ كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ اور بعض نے فِی الْاَمْوَالِ مَا لَمْ تُقْسَمْ نقل کیا ہے۔اسی اختلاف لفظی کی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے ہشام کی متابعت (دوسری سند) کا حوالہ دیا ہے؛ جس کی روایت کتاب الحيل، باب فى الهبة و الشفعة میں منقول ہے۔(دیکھئے روایت نمبر ۶۹۷۶)

خطابی نے فَلَا شُفْعَةَ کے معنے لَا ضَرَرَ کئے ہیں کہ جب جائیداد تقسیم ہوکر ہر ایک شریک کی حدود قائم ہو جائیں تو کسی شریک کو نقصان کا احتمال نہیں رہتا۔نقصان تو شراکت کی وجہ سے ہوتا ہے جو شریک کو حق دیتی ہے کہ جسے چاہے بیچے مگر یہ درست نہیں، کیونکہ پڑوسی کو بھی شفعہ کا حق دیا گیا ہے۔ ورنہ ایک بدکار شخص جائیداد خرید کر محلّہ کے اخلاق بگاڑنے کا سبب ہوسکتا ہے۔(عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۲۲)

حق شفعہ کے بارے میں ائمہ کا اختلاف رائے ہے، جس کا ذکر کتاب الشفعة میں ہوگا۔اس تعلق میں عمدۃ القاری تشریح کتاب البیوع باب ۹۶ (جزء۱۲صفحہ۲۰،۲۱) نیز کتاب الشفعة باب ۲،۳ کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ۹۸: إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا لِغَيْرِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ فَرَضِيَ

جب کوئی شخص کسی دوسرے کے لئے اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز خریدے اور وہ اسے پسند کرلے

۲۲۱۵: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ

۲۲۱۵: یعقوب بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعاصم نے ہمیں بتایا۔ابن جریج نے ہمیں خبر دی۔

قَالَ أَخْبَرَنِي مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَرَجَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَمْشُوْنَ فَأَصَابَهُمُ الْمَطَرُ فَدَخَلُوْا {فِي غَارٍ☆} فِي جَبَلٍ فَانْحَطَّتْ عَلَيْهِمْ صَخْرَةٌ قَالَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ادْعُوا اللّٰهَ بِأَفْضَلِ عَمَلٍ عَمِلْتُمُوْهُ فَقَالَ أَحَدُهُمُ اللَّهُمَّ إِنِّي كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ فَكُنْتُ أَخْرُجُ فَأَرْعَى ثُمَّ أَجِيْءُ فَأَحْلُبُ فَأَجِيْءُ بِالْحِلَابِ فَآتِي بِهِ أَبَوَيَّ فَيَشْرَبَانِ ثُمَّ أَسْقِي الصِّبْيَةَ وَأَهْلِيْ وَامْرَأَتِي فَاحْتَبَسْتُ لَيْلَةً فَجِئْتُ فَإِذَا هُمَا نَائِمَانِ قَالَ فَكَرِهْتُ أَنْ أُوْقِظَهُمَا وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ رِجْلَيَّ فَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ دَأْبِي وَدَأْبَهُمَا حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ قَالَ فَفُرِجَ عَنْهُمْ وَقَالَ الْآخَرُ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ أُحِبُّ امْرَأَةً مِنْ

انہوں نے کہا کہ موسیٰ بن عقبہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: تین آدمی چلے جا رہے تھے تو انہیں بارش نے آلیا اور وہ پہاڑ {کی ایک غار☆} میں داخل ہو گئے تو ایک پتھر (اس غار کے دہانے پر) آگرا۔ آپؐ نے فرمایا: انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ تم نے (اپنی زندگی میں) جو اچھے سے اچھا عمل کیا ہو، اس کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دُعا کرو۔ تب ان میں سے ایک نے کہا: اے میرے اللہ! میرے بوڑھے ماں باپ تھے اور میں باہر جاتا، بکریاں چرایا کرتا۔ پھر جب میں آتا تھا تو دودھ دوہتا اور دودھ پہلے اپنے ماں باپ کے پاس لاتا اور وہ پیتے۔ پھر میں بچوں اور گھر والوں کو اور اپنی بیوی کو پلاتا اور ایک رات ایسا ہوا کہ مجھے دیر ہو گئی۔ جب آیا تو کیا دیکھتا ہوں، وہ دونوں سوئے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا: یہ میں نے گوارا نہ کیا کہ ان دونوں کو جگاؤں اور حالت یہ تھی کہ بچے میرے پاؤں کے پاس بھوک سے بِلک رہے تھے۔ میں اسی حال میں کھڑا رہا اور وہ دونوں سوتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا جوئی کی خاطر کیا تھا تو (اس پتھر کو) اتنا ہم سے ہٹا دے کہ ہم اس سے آسمان کو دیکھ لیں۔ آپؐ نے فرمایا: تب ان کے سامنے سے (غار کا منہ) کھل گیا اور دوسرے نے کہا: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں اپنی ایک چچازاد بہن سے محبت رکھتا تھا، اتنی

☆ الفاظ "فِيْ غَارٍ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۵۱۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بَنَاتِ عَمِّي كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرَّجُلُ النِّسَاءَ فَقَالَتْ لَا تَنَالُ ذَلِكَ مِنْهَا حَتَّى تُعْطِيَهَا مِائَةَ دِينَارٍ فَسَعَيْتُ فِيهَا حَتَّى جَمَعْتُهَا فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتِ اتَّقِ اللهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ فَقُمْتُ وَتَرَكْتُهَا فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً قَالَ فَفَرَجَ عَنْهُمُ الثُّلُثَيْنِ وَقَالَ الْآخَرُ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقٍ مِنْ ذُرَةٍ فَأَعْطَيْتُهُ وَأَبَى ذَلِكَ أَنْ يَأْخُذَ فَعَمَدْتُ إِلَى ذَلِكَ الْفَرَقِ فَزَرَعْتُهُ حَتَّى اشْتَرَيْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرَاعِيهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللهِ أَعْطِنِي حَقِّي فَقُلْتُ انْطَلِقْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ وَرَاعِيهَا فَإِنَّهَا لَكَ فَقَالَ أَتَسْتَهْزِئُ بِي قَالَ فَقُلْتُ مَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ وَلَكِنَّهَا لَكَ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا فَكُشِفَ عَنْهُمْ.

شدید محبت جیسے کوئی مرد عورت سے رکھ سکتا ہے۔ (جب ایک دن میں نے اس لڑکی سے اپنی خواہش کا اظہار کیا) تو اُس نے کہا کہ تو اپنی مطلوبہ غرض اس سے اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ تو ایک سو دینار اسے نہ دے۔ تب میں نے اس کیلئے کوشش کی یہاں تک کہ میں نے مطلوبہ رقم جمع کر لی۔ پھر جب میں اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو وہ بولی: اللہ سے ڈر اور اس مُہر کو جائز طریق کے بغیر نہ توڑ۔ تب میں کھڑا ہو گیا اور اسے چھوڑ دیا۔ پس اگر تو جانتا ہے کہ میں نے تیری رضا جوئی کیلئے یہ کام کیا تھا تو ہمارے نکلنے کا کچھ راستہ بنا دے۔ آپؐ نے فرمایا: چنانچہ دو تہائی حصہ غار کا کھل گیا۔ تیسرے نے کہا: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور کو تین صاع مکئی کے بدلے مزدوری پر لگایا۔ جب میں اسے مزدوری دینے لگا تو اُس نے (تھوڑی سمجھ کر) لینے سے انکار کر دیا۔ تب میں نے وہ تین صاع لئے اور انہیں بو دیا۔ (اور خدا نے ان میں اتنی برکت ڈالی کہ) آخر مَیں نے اس (کی آمدنی) سے گائے، بیل اور ان کا چرواہا خرید لیا۔ پھر (ایک دن) وہ آیا اور کہنے لگا: بندۂ خدا میرا حق مجھے دیدے۔ میں نے کہا: ان گائے، بیل اور چرواہے کے پاس چلے جاؤ کیونکہ وہ تیرے ہیں۔ وہ کہنے لگا: کیا مجھ سے مذاق کرتے ہو؟ میں نے کہا: میں تم سے مذاق نہیں کرتا بلکہ وہ دراصل تمہارے ہی ہیں۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا جوئی کیلئے کیا تھا تو ہم سے غار کا منہ کھول دے۔ چنانچہ (پتھر) ان سے اچھی طرح ہٹا۔ (اور غار کا منہ کھل گیا۔)

اطرافه: ۲۲۷۲، ۲۳۳۳، ۳٤٦٥، ٥٩٧٤.

تشریح: **اِذَا اشْتَرَى شَيْئًا لِغَيْرِهِ بِغَيْرِ اِذْنِهِ فَرَضِيَ:** یہاں بھی امام بخاریؒ نے عنوانِ باب اِذَا شرطیہ سے قائم کر کے اس کا جواب محذوف کر دیا ہے۔ جمہور نے مذکورہ بالا روایت سے استدلال محض اس بناء پر جائز نہیں سمجھا کہ سابقہ شریعتیں اپنے زمانے کے لئے تھیں اور یہ ضروری نہیں کہ جس بات کی اجازت ان دِنوں کے مخصوص حالات کے مطابق دی گئی ہو، شریعت اسلامیہ میں بھی وہ جائز ہو۔ البتہ بعض فقہاء نے اس روایت سے استدلال اس لئے جائز قرار دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ فعل کو پسند فرمایا ہے کہ اُجرت بذریعہ زراعت بڑھائی گئی۔ چنانچہ اس مال میں جو کسی کے پاس بطور امانت ہو، اگر امین تجارت کرے اور نفع حاصل ہو تو امام مالکؒ، اوزاعیؒ، ثوری، لیثؒ اور عطاء کے نزدیک نفع سے امین بھی فائدہ اُٹھا سکتا ہے، بشرطیکہ اصل پونجی امانت والے کو اَدا کر دی جائے۔ اوّل الذکر تین ائمہ نے پسند کیا ہے کہ ایسا نفع لینا امین کے لئے زیبا نہیں، بلکہ چاہیے کہ وہ صدقہ میں دے دیا جائے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک بھی امین کے لئے ایسا نفع لینا جائز نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ صدقہ میں دیدے۔ حضرت ابن عمرؓ اور ابوقلابہ کے نزدیک ایسا نفع قطعی طور پر مال والے کے لئے ہے۔ اور اسی کے مطابق امام احمد بن حنبلؒ اور ابن بطالؒ وغیرہ نے فتویٰ دیا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۵، ۲۶) (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۱۷)

بَاب ۹۹: اَلشِّرَاءُ وَ الْبَيْعُ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ أَهْلِ الْحَرْبِ

مشرک و حربی کے ساتھ خرید و فروخت کرنا

۲۲۱۶: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُشْرِكٌ مُشْعَانٌّ طَوِيْلٌ بِغَنَمٍ يَسُوْقُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعًا أَمْ عَطِيَّةً أَوْ قَالَ أَمْ هِبَةً فَقَالَ لَا {بَلْ☆} بَيْعٌ فَاشْتَرَى مِنْهُ شَاةً.

اطرافہُ: ۲۶۱۸، ۵۳۸۲۔

۲۲۱۶: ابوالنعمان نے ہم سے بیان کیا کہ معتمر بن سلیمان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے ابوعثمان سے، ابوعثمان نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اتنے میں ایک مشرک آدمی جو پراگندہ بال دراز قامت تھا، اپنی بکریوں کو ہانکتے ہوئے آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بیچنی ہیں یا عطیہ ہیں؟ (راوی کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ) عطیہ فرمایا یا ہبہ۔ اس نے کہا: نہیں، بلکہ☆ بیچنی ہیں۔ تو آپؐ نے اس سے ایک بکری خریدی۔

☆ لفظ "بَلْ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ حاشیہ صفحہ ۵۱۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: اَلشِّرَآءُ وَالْبَیْعُ مَعَ الْمُشْرِکِیْنِ وَاَھْلِ الْحَرْبِ: باب ۲۷ کے تحت ایام فتنہ وفساد میں ہتھیار کی خرید وفروخت کا مسئلہ گزر چکا ہے۔ غیر مسلموں سے تمدنی تعلقات قائم رکھنے کے بارے میں قرآنِ مجید فرماتا ہے: لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ ط اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ o اِنَّمَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ قَاتَلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَاَخْرَجُوْکُمْ مِنْ دِیَارِکُمْ وَظَاھَرُوْا عَلٰٓی اِخْرَاجِکُمْ اَنْ تَوَلَّوْھُمْ ج وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ o (الممتحنہ:۹،۱۰) اللہ تم کو ان لوگوں سے جو تم سے دینی اختلاف سے نہیں لڑے اور جنہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، نیکی اور عدل کا سلوک کرنے سے نہیں روکتا۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اور تم کو صرف ان لوگوں سے دوستانہ تعلقات رکھنے سے روکتا ہے، جنہوں نے تم سے دینی اختلاف کی وجہ سے جنگ کی اور تم کو گھروں سے نکالا؛ یا تمہارے نکالنے پر تمہارے دشمنوں کی مدد کی اور جو لوگ بھی ایسے لوگوں سے دوستی رکھیں گے، وہ ظالم ہیں۔

یہ باب عرفِ عام کے تسلسل میں ہے جو باب ۹۵ سے شروع ہے۔ بعض شارحین نے تمدنی تعلقات کے تعلق میں مشرکین سے ہدیہ یا ہبہ قبول کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں سوال اُٹھایا ہے اور یہ کہ آیا جس کی کمائی ناجائز یا مشتبہ ہو، اس کا ہدیہ وغیرہ قبول کرنا یا اس سے لین دین کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۷، ۲۸) یہ مسائل اس وقت زیر بحث نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے بکریوں والے سے بطور ملاطفت و موانست بات کی اور اس سے خریدا۔ اس تعلق میں مزید دیکھئے بخاری، کتاب الھبة، روایت نمبر ۲۶۱۸۔ جہاں صراحت ہے کہ آنحضرت ﷺ کسی کارروائی کی غرض سے بحالت سفر تھے، جب مذکورہ بالا واقعہ پیش آیا۔ اس لئے عنوانِ باب میں مشرکین اور حربی کفار کا ذکر کیا گیا ہے۔

بخاری کے بعض نسخوں میں بغیر واوِ عاطفہ کے عنوان یوں ہے: مَعَ الْمُشْرِکِیْنَ اَھْلِ الْحَرْبِ۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۶) اس عنوان سے بھی یہی بات نمایاں کی گئی ہے کہ آپؐ اس وقت دار الحرب میں تھے۔ باوجود اس کے جن لوگوں کا تعلق جنگ سے نہ تھا، آپؐ نے ان سے معاملہ کیا۔ علامہ بدر الدین عینیؒ نے اپنی شرح میں تفصیل سے مختلف فتووں کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عیسائیوں اور مشرک بادشاہوں وغیرہ سے ہدیے قبول فرمائے۔
(عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۷)

بَاب ۱۰۰: شِرَاءُ الْمَمْلُوْكِ مِنَ الْحَرْبِيِّ وَهِبَتُهُ وَعِتْقُهُ

حربی (کافر) سے غلام، لونڈی خریدنا اور اسے ہبہ کرنا اور آزاد کرنا

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسَلْمَانَ كَاتِبْ وَكَانَ حُرًّا فَظَلَمُوْهُ وَبَاعُوْهُ وَسُبِيَ عَمَّارٌ وَصُهَيْبٌ وَبِلَالٌ. وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمانؓ (فارسی) سے فرمایا: اپنی آزادی کی تحریر لکھوا لیں، اگرچہ وہ آزاد تھے مگر لوگوں نے اُن پر ظلم کیا اور اُن کو بیچ دیا۔ اور حضرت عمارؓ، حضرت صہیبؓ اور حضرت بلالؓ قید کر لئے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ

عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۲﴾ (النحل: ۷۲)

نے فرمایا ہے: اللہ نے رزق میں تم میں سے بعض کو بعض پر برتری عطا کی ہے۔ اور جن لوگوں کو بڑھ کر دیا گیا ہے، وہ اپنا رزق کسی صورت میں بھی ان کے حوالے کرنے والے نہیں ہیں، جن پر ان کے داہنے ہاتھ قابض ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہو کہ وہ اس میں برابر کے حصہ دار ہو جائیں تو کیا پھر وہ اللہ کی نعمت کا ہی انکار کرتے ہیں۔

۲۲۱۷: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَاجَرَ إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِسَارَةَ فَدَخَلَ بِهَا قَرْيَةً فِيْهَا مَلِكٌ مِنَ الْمُلُوْكِ أَوْ جَبَّارٌ مِنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِيْلَ دَخَلَ إِبْرَاهِيْمُ بِامْرَأَةٍ هِيَ مِنْ أَحْسَنِ النِّسَاءِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ أَنْ يَّا إِبْرَاهِيْمُ مَنْ هٰذِهِ الَّتِي مَعَكَ قَالَ أُخْتِي ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ لَا تُكَذِّبِيْ حَدِيْثِي فَإِنِّي أَخْبَرْتُهُمْ أَنَّكِ أُخْتِي وَاللّٰهِ إِنْ عَلَى الْأَرْضِ مِنْ مُّؤْمِنٍ غَيْرِيْ وَغَيْرُكِ فَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ فَقَامَ إِلَيْهَا فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّيْ فَقَالَتِ اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُوْلِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِيْ إِلَّا

۲۲۱۷: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں خبر دی۔ (انہوں نے کہا:) ابوالزناد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کو ساتھ لے کر ہجرت کی تو وہ ان کے ساتھ ایک بستی میں داخل ہوئے۔ وہاں بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ یا (راوی نے یہ کہا کہ) جابروں میں سے ایک جابر رہتا تھا۔ اسے بتایا گیا کہ حضرت ابراہیمؑ ایک عورت لے کر آئے ہیں جو نہایت حسین ہے تو بادشاہ نے حضرت ابراہیمؑ سے دریافت کرایا کہ یہ عورت جو تمہارے ساتھ ہے کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: میری بہن۔ پھر حضرت ابراہیمؑ حضرت سارہؓ کے پاس لوٹ آئے اور کہا: میری بات کو نہ جھٹلانا کیونکہ میں نے ان کو بتایا ہے کہ آپ میری بہن ہیں۔ بخدا زمین پر میرے اور آپ کے سوا اور کوئی مومن نہیں اور انہوں نے حضرت سارہ کو اس کے پاس بھیج دیا۔ وہ بادشاہ حضرت سارہ کے پاس آیا اور وہ اُٹھیں اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگیں اور دُعا کی کہ اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی

عَلَى زَوْجِيْ فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ الْكَافِرَ فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ قَالَ الْأَعْرَجُ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَتِ اللَّهُمَّ إِنْ يَّمُتْ يُقَالُ هِيَ قَتَلَتْهُ فَأُرْسِلَ ثُمَّ قَامَ إِلَيْهَا فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّيْ وَتَقُوْلُ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُوْلِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِيْ إِلَّا عَلَى زَوْجِيْ فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ هَذَا الْكَافِرَ فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقَالَتِ اللَّهُمَّ إِنْ يَّمُتْ فَيُقَالُ هِيَ قَتَلَتْهُ فَأُرْسِلَ فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ فَقَالَ وَاللهِ مَا أَرْسَلْتُمْ إِلَيَّ إِلَّا شَيْطَانًا ارْجِعُوْهَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَأَعْطُوْهَا آجَرَ فَرَجَعَتْ إِلَى إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَتْ أَشَعَرْتَ أَنَّ اللهَ كَبَتَ الْكَافِرَ وَأَخْدَمَ وَلِيْدَةً.

ہوں اور خاوند کے سوا اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا ہے تو تُو کافر کو مجھ پر قابو نہ دے۔ اس پر وہ پکڑ میں آ گیا اور بیہوش ہو کر خراٹے لینے لگا اور زمین پر پاؤں مارنے لگا۔ اعرج نے کہا کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے کہا: حضرت ابوہریرہؓ کہتے تھے کہ حضرت سارہ نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ مرگیا تو کہا جائے گا کہ اس عورت نے اس کو مار ڈالا ہے۔ تب اس کی غشی دور کر دی گئی۔ پھر وہ اُٹھ کر ان کے پاس گیا اور وہ اُٹھیں اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگیں اور دُعا کرتی تھیں کہ اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور اپنے خاوند کے سوا اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا ہے تو تو اس کافر کو مجھ پر قابو نہ دے۔ چنانچہ وہ دوبارہ پکڑا گیا اور بیہوش ہو کر خراٹے لینے لگا، اور حالت یہ تھی کہ اپنا پاؤں زمین پر مارتا تھا۔ عبدالرحمٰن نے کہا: ابوسلمہ کہتے تھے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ حضرت سارہ دعا کرنے لگیں کہ اے اللہ! اگر یہ مرگیا تو کہا جائے گا کہ اس کو اس عورت نے قتل کر دیا ہے۔ دوسری بار بھی اسے چھوڑ دیا گیا یا تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا۔ تب (جابر بادشاہ) کہنے لگا: بخدا تم لوگوں نے میرے پاس شیطان کو بھیجا ہے۔ اسے ابراہیمؑ کے پاس واپس بھیج دو اور اس کو آجر (یعنی حضرت ہاجرہ) دے دو۔ چنانچہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس واپس آئیں اور کہنے لگیں: آپؑ کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کو خوار کیا اور ایک کنیز بھی بطور خادمہ دی۔

اطرافه: ٢٦٣٥، ٣٣٥٧، ٣٣٥٨، ٥٠٨٤، ٦٩٥٠.

٢٢١٨: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ

۲۲۱۸: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ

رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتِ اخْتَصَمَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فِي غُلَامٍ فَقَالَ سَعْدٌ هَذَا يَا رَسُوْلَ اللهِ ابْنُ أَخِي عُتْبَةَ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ انْظُرْ إِلَى شَبَهِهِ. وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ هَذَا أَخِي يَا رَسُوْلَ اللهِ وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِي مِنْ وَلِيْدَتِهِ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى شَبَهِهِ فَرَأَى شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ فَقَالَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ، الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَاحْتَجِبِيْ مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتَ زَمْعَةَ فَلَمْ تَرَهُ سَوْدَةُ قَطُّ.

سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ سعد بن ابی وقاصؓ اور عبد بن زمعہ ایک لڑکے کے بارے میں جھگڑے۔ سعدؓ نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے۔ اس نے مجھے وصیت کی تھی کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔ آپؐ اس کی شکل دیکھیں اور عبد بن زمعہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے، میرے باپ کے بچھونے پر اُن کی لونڈی سے پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی شکل دیکھی تو عتبہ سے کھلی مشابہت پائی اور فرمایا: عبد! وہ تمہارا ہے۔ بچہ اُس کا ہوتا ہے جس کے بچھونے پر پیدا ہو اور بدکار کے لئے پتھر ہیں۔ اے سودہ بنت زمعہ! اس سے پردہ کیا کرو۔ چنانچہ حضرت سودہؓ نے پھر اُسے کبھی نہیں دیکھا۔

اطرافه: ۲۰۵۳، ۲۴۲۱، ۲۵۳۳، ۲۷۴۵، ۴۳۰۳، ۶۷۴۹، ۶۷۶۵، ۶۸۱۷، ۷۱۸۲۔

۲۲۱۹: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لِصُهَيْبٍ اتَّقِ اللهَ وَلَا تَدَّعِ إِلَى غَيْرِ أَبِيْكَ فَقَالَ صُهَيْبٌ مَا يَسُرُّنِي أَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا وَأَنِّي قُلْتُ ذَلِكَ وَلَكِنِّي سُرِقْتُ وَأَنَا صَبِيٌّ.

۲۲۱۹: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا۔ غندر نے ہمیں بتایا کہ شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے سعد (بن ابراہیم) سے، سعد نے اپنے باپ سے روایت کی کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے صہیبؓ سے کہا: اللہ کی ناراضگی سے بچو اور اپنے ماں باپ کے سوا کسی اور کی طرف منسوب نہ ہو۔ حضرت صہیبؓ نے کہا: مجھے ایسی بات کہنے میں کوئی خوشی نہیں، خواہ مجھے کتنا ہی مال ملے۔ بات دراصل یہ ہے کہ مجھے بچپن میں (رومی لوگ) چُرا لے گئے تھے۔

۲۲۲۰: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ

۲۲۲۰: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے زُہری سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ انہوں نے

ابْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ أُمُوْرًا كُنْتُ أَتَحَنَّثُ أَوْ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صِلَةٍ وَعَتَاقَةٍ وَصَدَقَةٍ هَلْ لِّي فِيْهَا أَجْرٌ قَالَ حَكِيْمٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ.

اطرافه: ١٤٣٦، ٢٥٣٨، ٥٩٩٢.

کہا کہ عروہ بن زبیر نے مجھے بتایا کہ حضرت حکیم بن حزامؓ نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ مجھے ان کاموں کے متعلق بتائیے، جنہیں میں زمانہ جاہلیت میں نیکی کی خاطر کیا کرتا تھا۔ (راوی کہتا ہے کہ حضرت حکیم بن حزامؓ نے الفاظ) كُنْتُ أَتَحَنَّثُ کہے تھے یا أَتَحَنَّثُ بِهَا کہے۔ یعنی صلہ رحمی، غلاموں کی آزادی اور صدقہ وخیرات؛ کیا ان کا مجھے ثواب ملے گا۔ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپؐ ان نیکیوں کی وجہ سے اسلام لائے ہیں جو آپؐ پہلے کر چکے ہیں۔

تشریح: وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِسَلْمَانَ كَاتِبْ: عنوانِ باب میں کئی ایک حوالے دیئے گئے ہیں۔ پہلا حوالہ ارشادِ نبویؐ کا ہے جو امام احمد بن حنبلؒ اور طبرانی نے محمود بن لبید سے، انہوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے موصولاً نقل کیا ہے۔ انہوں نے اپنے متعلق بتایا ہے کہ وہ ایک ایرانی آزاد گھرانے سے تھے۔ بنی کلب کے تاجروں نے انہیں پکڑ لیا اور وادی القریٰ کے ایک یہودی کے پاس فروخت کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر انہوں نے تین صد کھجور کے پودوں اور چالیس اوقیہ کے عوض میں اپنی آزادی حاصل کرنے کی غرض سے تحریر لکھی۔

(مسند احمد بن حنبل جزء ۵ صفحہ ۴۴۱) (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۱۹)

(المعجم الكبير للطبراني، ماروی ابن عباس عن سلمانؓ، روایت نمبر ۶۰۶۵ جزء ۶ صفحہ ۲۲۲)

وَسَبْيِ عَمَّارٍ وَصُهَيْبٍ وَبِلَالٍ: دوسرا حوالہ حضرت عمار بن یاسرؓ سے متعلق ہے۔ ان کے والد عربی النسل عنسی قبیلہ سے تھے اور بنو مخزوم کے حلیف تھے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار کی اور بنی مخزوم کے ہاں ہی حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا سے ان کی شادی ہوئی جو بنی مخزوم کے موالی میں سے تھیں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت عمارؓ سے اس بناء پر غلاموں والا سلوک کیا گیا کہ ان کی ماں لونڈیوں میں سے تھیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۲۰)

حضرت صہیبؓ بھی دراصل عربی النسل نمر بن قاسط موصلی کے خاندان سے تھے جو کسریٰ کے کارکن تھے۔ دورانِ جنگ رومیوں نے انہیں قید کر لیا جبکہ وہ ابھی بچے ہی تھے۔ ان کے لب ولہجہ میں عجمی اثر غالب تھا۔ اپنے غلام یحنس کو یاناس پکارتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ ان سے کہا کہ تین باتیں تمہاری اوپری ہیں؛ جن کی وجہ سے تم عجمی معلوم دیتے ہو۔ اپنی کنیت ابویحيٰ رکھی ہے، نمر بن قاسط کے خاندان میں سے ہونے کا دعویٰ ہے اور کچھ بچاتے نہیں سب خرچ کر دیتے ہو۔ تو انہوں نے اپنی قید کا قصہ سنایا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: خِيَارُكُمْ مَّنْ اَطْعَمَ الطَّعَامَ. تم سے وہی اچھے ہیں جو کھانا کھلائیں۔ اور اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے: وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ. (سبا: ۴۰) یعنی جو تم خرچ

کرو تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اور دے گا۔ حضرت صہیبؓ بھاگ کر مکہ مکرمہ میں آئے اور عبداللہ بن جدعان کے حلیف بنے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ابن جدعان نے ان کو رومیوں سے خریدا تھا۔
(عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۹، ۳۳) (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۲۰، ۵۲۱)

چوتھا حوالہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا دیا گیا ہے جو حبشی النسل تھے۔ یہ ابوجہل اور امیہ بن خلف کے مشترکہ غلام تھے۔ ابوجہل کے بعض یتیموں کی خدمت کیا کرتے تھے۔ جب ان پر اسلام قبول کرنے کی وجہ سے سختی کی گئی تو ایذاء دہی انتہاء تک پہنچ گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی مصیبت برداشت نہ کر سکے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۲۰)

فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَامَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ: عنوانِ باب میں سورۃ النحل کی آیت ۷۲ کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔ ابن منیرؒ کی رائے میں یہ حوالہ اس غرض سے دیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو نعمت کسی کو عطا کی ہو اور اس کا اسے مالک قرار دیا ہو؛ وہ اس میں پورا تصرف کر سکتا ہے۔ اس حوالہ سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ کسی کے لئے جائز نہیں کہ مذہبی اختلاف کے بہانے سے کسی مالک کو خواہ کافر ہو یا مشرک، اس کے حقوقِ ملکیت سے محروم کر دے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۲۰)

اَخْدَمَ وَلِيْدَةً: زیر باب چار روایتیں منقول ہیں۔ پہلی روایت (نمبر ۲۲۱۷) میں مشرک و کافر کی طرف سے حضرت ہاجرہ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بطور ہدیہ ملنا مذکور ہے۔ ان واقعات سے صحت ہبہ وہدیہ کے بارے میں استدلال کیا گیا ہے۔[۱]

اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ .... وَاحْتَجِبِيْ مِنْهُ يَا سَوْدَةُ: دوسری روایت (نمبر ۲۲۱۸) میں آنحضرت ﷺ کے ایک فیصلے کا ذکر ہے جس کی رُو سے وہ لڑکا عبد بن زمعہ کو ملا کیونکہ ان کے والد زمعہ کے گھر اُن کی لونڈی سے پیدا ہوا۔[۲]

سُرِقْتُ وَأَنَا صَبِيٌّ: تیسری روایت (نمبر ۲۲۱۹) میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی گرفتاری اور بیع اور آزادی کا واقعہ اختصار سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ واقعہ بھی صحت ملکیت پر دلالت کرتا ہے۔

اَسْلَمْتَ عَلٰى مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ: چوتھی روایت میں حضرت حکیم بن حزامؓ کا واقعہ مذکور ہے۔ اس سے بھی بحالت شرک صحت ملکیت (یعنی آزاد کرنے) کا استدلال ہوتا ہے۔

---

۱ آنحضرت ﷺ نے گذشتہ امتوں کے بعض واقعات لے کر ان سے نہایت مفید ولطیف استدلال کیے ہیں (جیسے غار والوں کا واقعہ وغیرہ) ان واقعات کی اصلیت وتفاصیل سے آپؐ کا متفق ہونا محض کسی واقعہ کے بیان سے مستلزم نہیں ہے اور اگر غور کیا جائے تو اس واقعہ کی اندرونی شہادتیں اس کی صحت پر سوالیہ نشان بن کر غلط تصورات کی بیخ کنی کرتی ہیں۔ اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کا حضرت سارہ کو بہن کہنا بادشاہ سے کیسے بچا سکتا تھا اور عملاً اس توریہ کا کیا فائدہ ہوا۔ نیز اس واقعہ کے مطابق حضرت سارہ کا ایمان باللہ اور یقین ومعرفت خدا کے نبی حضرت ابراہیمؑ سے بڑھ کر دکھایا گیا ہے اور عملاً ایک نبی تو نشان نہ دکھا سکا لیکن اُس کی بیوی نے نشان دکھایا اور اس پر مستزاد یہ کہ جو نشان حضرت سارہ نے دکھایا، اس کا انعام ان کو نہیں بلکہ اُن کے خاوند کو ایک لونڈی کے طور پر ملا اور انہیں سوتن کا تحفہ ملا۔ پس واقعہ کے مندرجات بذاتِ خود اس کی صحتِ لفظی کی قلعی کھول رہے ہیں۔ (از مرتب)

۲ اس طرح یہ دائمی اصول قرار پایا کہ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ۔ تاہم اس کی مشابہت سے ثابت ہوا کہ وہ درحقیقت عتبہ کا بیٹا ہے۔ اس لیے آپؐ نے حضرت سودہؓ بنت زمعہ کو اس سے پردہ کا حکم دیا۔ (از مرتب)

یہ چاروں روایتیں اس خیال کی تائید میں پیش کی گئی ہیں کہ شرک یا کفر سے حق ملکیت باطل نہیں ہوتی بلکہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ ان کے نیک اعمال جو بحالت شرک بجالاتے تھے، مقبول ہوئے اور وہ اسی لئے اسلام سے بہرہ اندوز ہوئے۔ یہ روایت کتاب الزکاۃ زیرباب ۲۴ روایت نمبر ۱۴۳۶ میں بھی دیکھئے۔ نیز اس تعلق میں کتاب الھبۃ، باب ۲۸، ۲۹ بھی دیکھئے۔

بَاب ۱۰۱ : جُلُوْدُ الْمَيْتَةِ قَبْلَ أَنْ تُدْبَغَ

مردار جانوروں کی کھالیں قبل اس کے کہ ان کی دباغت کی جائے

۲۲۲۱ : حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَاللهِ بْنَ عَبْدِاللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَاللهِ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِشَاةٍ مَيِّتَةٍ فَقَالَ هَلَّا اسْتَمْتَعْتُمْ بِإِهَابِهَا قَالُوْا إِنَّهَا مَيِّتَةٌ قَالَ إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا.

اطرافہ: ۱۴۹۲، ۵۵۳۱، ۵۵۳۲۔

۲۲۲۱: زُہیر بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ یعقوب بن ابراہیم نے ہمیں بتایا، کہا کہ میرے باپ نے ہم سے بیان کیا۔ صالح (بن کیسان) سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: ابن شہاب نے مجھ سے بیان کیا کہ عبیداللہ بن عبداللہ نے ان کو خبر دی، (کہا:) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مردہ بکری کے پاس سے گزرے تو آپؐ نے فرمایا کہ تم نے اس کی کھال سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا؟ انہوں نے کہا کہ وہ تو مردار ہے۔ آپؐ نے فرمایا: صرف اس کا کھانا ہی حرام ہے۔

تشریح: جُلُوْدُ الْمَيْتَةِ قَبْلَ اَنْ تُدْبَغَ: زیرباب روایت (نمبر ۲۲۲۱) میں بظاہر چمڑوں کی بیع کا ذکر نہیں۔ امام موصوفؒ نے یہ استنباط قاعدہ کلیہ سے کیا ہے: كُلُّ مَا يُنْتَفَعُ بِهِ يَصِحُّ بَيْعُهُ۔ ہر کارآمد شئے کی بیع درست ہے۔ یہی مذہب زہریؒ کا ہے، جسے امام موصوفؒ نے اختیار کیا ہے۔

(فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۲۲) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۳۴)

بَاب ۱۰۲ : قَتْلُ الْخِنْزِيْرِ

خنزیر کا قتل

وَقَالَ جَابِرٌ حَرَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعَ الْخِنْزِيْرِ.

اور حضرت جابرؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خنزیر کی خرید و فروخت حرام قرار دی ہے۔

۲۲۲۲: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَيُوْشِكَنَّ أَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا فَيَكْسِرَ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ وَيَفِيْضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ.

اطرافه: ٢٤٧٦، ٣٤٤٨، ٣٤٤٩.

۲۲۲۲: قُتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے (سعید) بن مسیّب سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، قریب ہے کہ ابن مریمؑ ضرور تم میں نازل ہوں۔ وہ بطور حکم عادل ہوں گے جو صلیب توڑ ڈالیں گے اور سؤر قتل کریں گے اور جنگ موقوف کریں گے اور مال کی اس قدر بہتات ہوگی کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔

تشریح: **قَتْلُ الْخِنْزِيْرِ:** عنوانِ باب میں حضرت جابرؓ کی روایت کا حوالہ دیا گیا ہے جو صحیح بخاری میں موصولاً نقل ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۲۲۳۶) جمہور نے خنزیر کے قتل کی مطلق اجازت دی ہے۔ بعض شوافع نے یہ قید لگائی ہے، اس شرط پر کہ اس سے ضرر کا اندیشہ ہو۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۵۲۲) صرف روایت مذکورہ بالا سے مسئلہ معنونہ مستنبط نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس میں آئندہ زمانے کی خبر ہے اور ضروری نہیں کہ غیب کی خبریں اپنے ظاہری الفاظ میں پوری ہوں۔ اس غرض سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کا حوالہ عنوانِ باب میں دیا گیا ہے۔ مضمون سابقہ کے تسلسل میں یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ بیع خنزیر کی حلت وحرمت کا مسئلہ مقصود نہیں۔ قتل خنزیر کی خبر ایک پیشگوئی پر مشتمل ہے جو کتاب الانبیاء، باب۴۹: نزول عیسی بن مریم علیہما السلام، روایت نمبر ۳۴۴۸ میں مذکور ہے۔

بَاب۱۰۳: لَا يُذَابُ شَحْمُ الْمَيْتَةِ وَلَا يُبَاعُ وَدَكُهُ

مردار کی چربی نہ پگھلائی جائے اور نہ بیچی جائے

رَوَاهُ جَابِرٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کی ہے۔

۲۲۲۳: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ

۲۲۲۳: (عبداللہ بن زبیر) حمیدی نے ہم سے بیان کیا کہ ہم سے سفیان (بن عیینہ) نے بیان کیا کہ

أَخْبَرَنِي طَاوُسٌ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ بَلَغَ عُمَرَ أَنَّ فُلَانًا بَاعَ خَمْرًا فَقَالَ قَاتَلَ اللهُ فُلَانًا أَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللهُ الْيَهُوْدَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُوْمُ فَجَمَلُوْهَا فَبَاعُوْهَا.

طرفه: ٣٤٦٠.

عمرو بن دینار نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ طاؤس نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: حضرت عمرؓ کو اطلاع پہنچی کہ فلاں نے شراب بیچی ہے۔ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ فلاں کو ہلاک کرے۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ یہود کو تباہ کرے۔ ان پر چربیاں حرام کی گئی تھیں تو انہوں نے وہ پگھلائیں اور بیچیں۔

٢٢٢٤: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللهُ يَهُوْدًا حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُوْمُ فَبَاعُوْهَا وَأَكَلُوْا أَثْمَانَهَا.

۲۲۲۴: عبدان نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا کہ یونس نے ابن شہاب سے روایت کرتے ہوئے ہمیں خبر دی۔ (انہوں نے کہا:) سعید بن مسیّب سے میں نے سنا۔ وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ یہود کو تباہ کرے ان پر چربیاں حرام کی گئی تھیں تو انہوں نے وہ بیچیں اور ان کی قیمتیں کھائیں۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: قُتِلَهُمُ اللهُ (المنافقون: ٥) لَعَنَهُمْ، قُتِلَ (عبس: ١٨) لُعِنَ، الْخَرّٰصُوْنَ (الذاريات: ١١) الْكَذَّابُوْنَ.

ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اللہ کی ان پر لعنت ہو۔ قُتِلَ اس پر لعنت کی گئی۔ الْخَرَّاصُوْنَ جھوٹ بولنے والے۔

تشریح: لَا يُذَابُ شَحْمُ الْمَيْتَةِ وَلَا يُبَاعُ وَدَكُهُ: شَحْمٌ کے معنے ہیں چربی۔ اور وَدَک وہ چربی ہے جو گوشت یا ہڈیوں میں پیوست ہوتی ہے، اسے گرم کرکے روغن حاصل کیا جاتا ہے۔ جَمَّلَ يُجَمِّلُ تَجْمِيْلًا کے معنے ہیں چربی پگھلانا اور جَمِيْلٌ پگھلائی ہوئی چربی کو کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۳۶)

بعض فقہاء کا خیال ہے کہ جس جانور کا کھانا حرام اور مارنا جائز ہو، اس کی چربی اور کھال کا استعمال اور اس کی

خرید وفروخت بھی ناجائز ہے۔ اسی فتویٰ حرمت کے تعلق میں یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ عنوانِ باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ باب ۱۱۲، روایت نمبر ۲۲۳۶ میں دیکھئے۔

قَالَ اَبُو عَبۡدِ اللّٰهِ: مسئلہ معنونہ کے ضمن میں دو روایتیں نقل کر کے آخر میں امام بخاریؒ نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ لفظ قَتَلَ اور لَعَنت ہم معنی ہیں۔ لَعۡنَة کے معنے ہیں رحمت الٰہی سے دوری اور قَتَل کے معنی تباہی کے ہیں۔ جیسے کہ فرمایا: قُتِلَ الۡخَرّٰاصُوۡنَ ٥ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِيۡ غَمۡرَةٍ سَاهُوۡنَ ٥ (الذاریات: ۱۱،۱۲) یعنی اٹکل پچو باتیں کرنے والے ہلاک ہو گئے جو گمراہی کی گہرائیوں میں پڑے ہوئے حق کو بھلا رہے ہیں۔ اس آیت سے اس اَمر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جو قوم دنیا میں کسی اعلیٰ منصب پر فائز ہونے والی ہو، اسے شایاں نہیں کہ ادنیٰ پیشے اختیار کرے۔ بنی اسرائیل نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خواہش کی کہ انہیں کسی شہر میں لے چلیں جہاں اناج، دالیں، پیاز اور لہسن وغیرہ اشیاء مل سکیں؛ کیونکہ وہ بیابان کی زندگی سے تنگ آ گئے ہیں تو اُن پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا: اَتَسۡتَبۡدِلُوۡنَ الَّذِيۡ هُوَ اَدۡنٰى بِالَّذِيۡ هُوَ خَيۡرٌ. (البقرة: ٦٢) یعنی کیا تم اس چیز (یعنی حکومت) کی جگہ جو اعلیٰ ہے، وہ چیز لینا چاہتے ہو، جو اَدنیٰ ہے۔ بعض پیشے اعلیٰ منصب سے متعلقہ فرائض کی ادائیگی میں روک ہوتے ہیں۔ اس لئے ان سے منع کیا گیا ہے۔ اسی نکتہ جلیلہ کی طرف امام موصوفؒ نے توجہ دلائی ہے۔

أَنَّ فُلَانًا بَاعَ خَمۡرًا: روایت نمبر ۲۲۲۳ میں شراب بیچنے والے کا نام مذکور نہیں۔ صحیح مسلم اور ابن ماجہ کی روایتوں میں ان کا نام سمرہ بن جندبؓ وارد ہوا ہے☆ جو جلیل القدر صحابی ہیں۔ انہوں نے ذمیوں سے جزیہ بصورتِ انگوری شراب وصول کیا اور اُسے بیچ کر اُس کی قیمت خزانہ بیت المال میں داخل کی۔ یہ بیع وشراء کی وہ صورت نہیں جو مسلمان کے لئے بطور پیشہ ممنوع ہے۔ امام ابن جوزیؒ نے صراحت کی ہے کہ حضرت سمرہ بن جندبؓ کے نزدیک یہ صورت جائز تھی مگر احتیاط کا تقاضا تھا کہ ذمیوں ہی سے کہا جاتا کہ وہ خود اسے فروخت کر کے جزیہ بصورتِ نقد اَدا کریں۔ اسی عدم احتیاط کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برا منایا کیونکہ ایسی بیع ایک صحابی کے شایانِ شان نہ تھی۔

(فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۲۳، ۵۲۴)

مذکورہ بالا قاعدہ ہر جگہ درست نہیں یعنی جس شئے کا کھانا پینا مکروہ یا حرام ہو، اُس کی بیع بھی مکروہ یا حرام ہے۔ گدھے کا گوشت کھانا ممنوع ہے مگر اس کی خرید وفروخت جائز ہے۔ اسی طرح سانپ کھانا ممنوع ہے مگر بغرض علاج معالجہ اس کی خرید وفروخت منع نہیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس؛ شراب کی خرید وفروخت بغرضِ علاج جائز ہے۔

روایت نمبر ۲۲۲۴ سے ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل نے صریح حکم کو حیلے بہانے سے ٹالا اور یہ ان کے لئے جائز نہ تھا۔

☆ (مسلم، کتاب المساقاة، باب تحريم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام)
(ابن ماجه، كتاب الاشربة، باب التجارة فى الخمر)

بَاب ١٠٤ : بَيْعُ التَّصَاوِيْرِ الَّتِي لَيْسَ فِيْهَا رُوْحٌ وَمَا يُكْرَهُ مِنْ ذَلِكَ

ان چیزوں کی تصویریں بیچنا جن میں روح نہیں اور اس مصوری کے بارہ میں جو مکروہ ہے

٢٢٢٥ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ أَخْبَرَنَا عَوْفٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا عَبَّاسٍ إِنِّي إِنْسَانٌ إِنَّمَا مَعِيْشَتِيْ مِنْ صَنْعَةِ يَدِيْ وَإِنِّي أَصْنَعُ هَذِهِ التَّصَاوِيْرَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فَإِنَّ اللهَ مُعَذِّبُهُ حَتَّى يَنْفُخَ فِيْهَا الرُّوْحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيْهَا أَبَدًا فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيْدَةً وَاصْفَرَّ وَجْهُهُ فَقَالَ وَيْحَكَ إِنْ أَبَيْتَ إِلَّا أَنْ تَصْنَعَ فَعَلَيْكَ بِهَذَا الشَّجَرِ كُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيْهِ رُوْحٌ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ سَمِعَ سَعِيْدُ بْنُ أَبِي عَرُوْبَةَ مِنَ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ هَذَا الْوَاحِدَ.

اطرافه: ٥٩٦٣، ٧٠٤٢.

۲۲۲۵: عبداللہ بن عبدالوہاب نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن زُرَیع نے ہم کو بتایا کہ عوف نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے سعید بن ابی الحسن (بصری) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا۔ اتنے میں ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہا: ابوالعباسؓ! میں ایک انسان ہوں، میری روزی صرف میرے ہاتھ کی کاریگری سے پیدا ہوتی ہے اور میں یہ تصویریں بناتا ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: میں تم سے وہی بات بیان کروں گا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی۔ میں نے آپؐ سے سنا، فرماتے تھے: جس نے کوئی تصویر بنائی تو اللہ تعالیٰ اُسے سزا دے گا کہ اس میں رُوح بھی ڈالے اور وہ اس میں کبھی نہ ڈال سکے گا۔ (یہ سن کر) اُس شخص کا سانس پھول گیا، (دَم رُکنے لگا) اور اُس کا چہرہ زرد ہو گیا۔ (حضرت ابن عباسؓ نے) کہا: افسوس تجھ پر؛ اگر تو نہیں مانتا اور تم نے تصویر بنانی ہی ہے تو درخت کی تصویر بناؤ۔ ہر اُس شئے کی تصویر بنا جس میں روح نہیں۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: سعید بن ابی عروبہ نے نضر بن انس سے یہی ایک (حدیث) سنی ہے۔

تشریح: **بَيْعُ التَّصَاوِيْرِ الَّتِيْ لَيْسَ فِيْهَا رُوْحٌ وَمَا يُكْرَهُ مِنْ ذٰلِكَ:** زیر باب روایت کے راوی سعید بن ابی الحسن ہیں جو حسن بصریؒ کے بڑے بھائی ہیں۔صحیح بخاری میں ان کی یہی ایک روایت منقول ہے۔ یہ روایت ان روایتوں میں سے ہے جو محدثین کی اصطلاح میں اَز قسم فرد ہیں۔اس روایت کے آخر میں ایک دوسرے راوی کا حوالہ بھی اسے صحیح ثابت کرنے کی غرض سے دیا گیا ہے جو کتاب اللباس، باب:۹۷ مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً كُلِّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنْ يَّنْفُخَ فِيْهَا الرُّوْحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ روایت نمبر ۵۹۶۳ میں مذکور ہے۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ غیر ذی روح اشیاء کی تصویریں بنانا جائز ہے،مگر عنوانِ باب میں الفاظ وَمَا يُكْرَهُ مِنْ ذٰلِكَ سے اس کی کراہت محدود کر دی گئی ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ.☆ روزِ قیامت مصوروں کو تمام لوگوں سے زیادہ سخت سزا دی جائے گی۔اس روایت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ قرآنِ مجید کی نص صریح اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ. (المؤمن:۴۷) سے معلوم ہوتا ہے کہ فرعونیوں کو سب سے بڑھ کر سزا ملے گی۔ یہ اعتراض درست نہیں۔ ہر بُرے فعل کی سزا اپنی نوعیت میں جداگانہ ہے اور اس کی سزا کی شدت بھی جداگانہ ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ (البقرة:۸۶) جو خانہ جنگی کی طرح ڈالتا ہے اور ایک دوسرے کو فتنہ وفساد پر آمادہ کرتا ہے۔اس کی سزا دنیا کی زندگی میں رسوائی ہے اور روزِ قیامت وہ نہایت شدید سزا کی طرف لوٹائے جائیں گے۔اسی طرح حدیث میں آتا ہے: اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِمَامُ ضَلَالَةٍ۔ پیشوائے ضلالت کو قیامت کے روز نہایت شدید سزا دی جائے گی۔اسی طرح آتا ہے کہ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عَالِمٌ لَمْ يَنْفَعْهُ اللّٰهُ بِعِلْمِهِ. (المعجم الصغير للطبراني، باب الطاء، من اسمه طاهر، روایت نمبر ۵۰۷ جزء اوّل صفحہ ۳۰۵) وہ عالم جس کو اللہ نے اُس کے علم سے نفع نہیں دیا تمام لوگوں سے بڑھ کر سزا پائے گا۔علامہ عینی نے مذکورہ احادیث نبویہ کا حوالہ دے کر اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ **مصورین سے وہ لوگ مراد ہیں جو پرستش کے لئے بت بناتے ہیں۔** جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں کیا جاتا تھا اور جیسا کہ عیسائی حضرت مسیحؑ اور حضرت مریم کے بت بناتے ہیں اور اُن کی پرستش کی جاتی ہے۔مشرک اقوام میں انہی بتوں کی وجہ سے بت پرستی مع اخلاق سوز رسم ورواج صدہا سال سے قائم ہے۔ یہاں تک کہ اس کی بیخ کنی ایک مصیبت بن چکی ہے۔مہلبؒ وغیرہ کی رائے بھی یہی ہے کہ تصویر سازی کی ممانعت کی اصل وجہ یہی تھی۔اس بارہ میں فقہاء کے دو گروہ ہیں۔ایک وہ جنہوں نے اسے مطلق حرام قرار دیا ہے یہاں تک کہ گھروں میں تصویر رکھنا بھی ان کے نزدیک مکروہ ہے اور دوسرا گروہ اعتدال پسند ہے؛ جنہوں نے ایسی تصویریں رکھنے کی اجازت دی ہے جو شرک اور بدی کے محرکات سے خالی ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۳۹، ۴۰) (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۲۵، ۵۲۶)

☆ (بخاری، کتاب اللباس، باب عذاب المصورين يوم القيامة، روایت نمبر ۵۹۵۰)
(مسلم، کتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان وتحريم اتخاذ ما فيه)

بَاب ۱۰۵ : تَحْرِيْمُ التِّجَارَةِ فِي الْخَمْرِ

تجارتِ شراب کی حرمت

وَقَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَرَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی فروخت حرام قرار دی ہے۔

۲۲۲۶ : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا لَمَّا نَزَلَتْ آيَاتُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ عَنْ آخِرِهَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ حُرِّمَتِ التِّجَارَةُ فِي الْخَمْرِ.

۲۲۲۶: مسلم (بن ابراہیم) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابوالضحیٰ سے، ابوالضحیٰ نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جب سورۂ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور فرمایا: شراب کی تجارت حرام قرار دی گئی ہے۔

اطرافه: ۴۵۹، ۲۰۸۴، ۴۵۴۰، ۴۵۴۱، ۴۵۴۲، ۴۵۴۳۔

تشریح: تَحْرِيْمُ التِّجَارَةِ فِي الْخَمْرِ: روایت نمبر ۲۲۲۶ کے لئے کتاب الصلاۃ، باب ۷۳ روایت نمبر ۴۵۹ مع تشریح دیکھئے۔ حضرت جابرؓ کی روایت جس کا حوالہ عنوانِ باب میں دیا گیا ہے، وہ زیر روایت نمبر ۲۲۳۶ دیکھی جائے۔ امام احمد بن حنبلؒ اور طبرانی رحمہما اللہ نے اس بارہ میں تمیم داری کی ایک مرفوع حدیث نقل کی ہے، جس کے الفاظ ہیں: اِنَّ الْخَمْرَ حَرَامٌ شِرَآئُهَا وَثَمَنُهَا.☆ شراب کا بیچنا اور اُس کی قیمت سے فائدہ اُٹھانا حرام ہے۔ امام بخاریؒ کے نزدیک یہ حدیث مستند نہیں بلکہ مستند وہ ہے جو انہوں نے باب ۱۰۵ میں نقل کی ہے۔ باب ۱۰۱ سے باب ۱۰۵ تک مضمون ایک ہی ہے۔ مسلمانوں کا نصب العین چونکہ بہت ہی بلند ہے، اس لئے انہیں ادنیٰ قسم کے پیشے اختیار نہیں کرنے چاہئیں لیکن ادنیٰ پیشوں کی حرمت تنزیہی ہے، نہ تحریمی۔

بَاب ۱۰۶ : إِثْمُ مَنْ بَاعَ حُرًّا

اُس شخص کا گناہ جس نے آزاد کو فروخت کیا

۲۲۲۷ : حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ مَرْحُوْمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ

۲۲۲۷: بشر بن مرحوم نے مجھ سے بیان کیا کہ یحیٰ بن سُلَیم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسماعیل بن امیہ سے،

☆ (مسند احمد بن حنبل، جزء ۴ صفحہ ۲۲۷) (المعجم الاوسط للبطرانی، من اسمه علي، روایت نمبر ۴۱۵۵، جزء ۴ صفحہ ۲۶۵)

ابْنِ أُمَيَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللهُ ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيْرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ.

طرفہ: ۲۲۷۰۔

اسماعیل نے سعید بن ابی سعید سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تین شخص ہیں جن سے قیامت کے روز میں جھگڑا کروں گا۔ ایک وہ شخص جس نے میرا نام لے کر کسی سے عہد کیا اور پھر غداری کی۔ دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی۔ تیسرا وہ شخص جس نے مزدور کو مزدوری پر رکھا اور اس سے پورا کام لیا مگر اُس کی مزدوری اُسے نہ دی۔

تشریح: **اِثْمُ مَنْ بَاعَ حُرًّا:** علامہ ابن حجرؒ اور عینیؒ نے بعض ایسی روایات درج کی ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ ابتدائے اسلام میں ایک آزاد شخص جو مقروض تھا، قرض کی ادائیگی میں فروخت کیا گیا۔ علامہ ابن حجرؒ نے اس بارہ میں صراحت سے ذکر کیا ہے کہ شروع شروع میں ایسا کیا جاتا تھا مگر آیت وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ. (البقرة: ۲۸۱) کے نزول کے بعد یہ طریق منسوخ کیا گیا۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ تنگدست کو مہلت دی جائے۔ آزاد کو بیچنے کی ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اپنا آزاد کردہ غلام کسی ناواقف قرض خواہ کے ہاتھ اُس کا قرضہ ادا کرنے کے لئے فروخت کر دیا جائے یا اُس سے جبراً خدمت لی جائے اور اُس کی اُجرت دی جائے۔ ایسی تمام صورتیں منع ہیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۲۸) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۴۲، ۴۳) انسان بلحاظ آزادی سارے برابر ہیں اور اللہ کے بندے ہیں۔ اس لئے کسی انسان کا حق نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان کو فروخت کرے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ایسے ظالم شخص کو اس کے ظلم کی سزا دے گا۔

خَصْمٌ کے معنے ہیں: اَلْمُجَادِل. (اقرب الموارد–خصم) کسی حق کے بارے میں جھگڑا کرنا۔ یہاں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے بطور استعارہ ہے کیونکہ وہ ربّ العباد ہے اور بحیثیت حقیقی مالک ہونے کے جواب طلبی کرے گا کہ اس کے بندے کیوں بیچے گئے۔

بَاب ۱۰۷

أَمْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَهُوْدَ بِبَيْعِ أَرَضِيْهِمْ حِيْنَ أَجْلَاهُمْ

نبی ﷺ کا یہود کو جب آپؐ نے انہیں نکالا، اپنی زمینوں کو بیچنے کا ارشاد فرمانا

فِيْهِ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

اس بارہ میں (سعید) مقبری کی حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔

تشریح: اَمْرُ النَّبِيِّ ﷺ الْيَهُوْدَ بِبَيْعِ اَرَضِيْهِمْ حِيْنَ اَجْلَاهُمْ: بخاری کے بعض نسخوں میں یہ باب محذوف ہے اور جن میں موجود ہے، ان کے عنوان ہی میں سعید مقبری کی اس روایت کا حوالہ دینے پر اکتفاء کیا گیا ہے جو کتاب الجزیة، باب ۶ روایت نمبر ۳۱۶۷ میں منقول ہے۔ اس روایت میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہود کی جلاوطنی کا فیصلہ فرمایا تو انہیں اجازت دی گئی کہ وہ جائیداد منقولہ فروخت کر سکتے ہیں۔ انہوں نے غداری اور عہد شکنی کر کے مختلف مواقع پر مسلمانوں کی جانوں، مالوں اور عزتوں کو شدید خطرے میں ڈال دیا تھا۔ اس لئے انہیں سزا دی گئی۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۴۳) غداری، بدعہدی کا جرم اس نوعیت کا جرم ہے کہ جس کی سزا اِسی دُنیا میں ملنی چاہیے، تا نظامِ امن برقرار رہے۔ اسی قسم کے جرائم میں سے آزاد کی خرید وفروخت اور مزدوری کی عدم ادائیگی ہے۔ حدیث قدسی اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (روایت نمبر۲۲۲۷) سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ حقوق العباد تلف کرنے پر اُن کی سزا دُنیا میں نہ دی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہود کو بدعہدی اور غداری کی سزا دی ہے۔ یہ مضمون ہے اِس باب کا اور اِس سے اس کا تسلسل سابقہ باب سے واضح ہے۔

بَاب۱۰۸: بَيْعُ الْعَبْدِ وَالْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيْئَةً

غلاموں کی بیع اور حیوان کے بدلے حیوان کی اُدھار پر خرید وفروخت

وَاشْتَرَى ابْنُ عُمَرَ رَاحِلَةً بِأَرْبَعَةِ أَبْعِرَةٍ مَّضْمُوْنَةٍ عَلَيْهِ يُوَفِّيْهَا صَاحِبُهَا بِالرَّبَذَةِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ يَكُوْنُ الْبَعِيْرُ خَيْرًا مِّنَ الْبَعِيْرَيْنِ. وَاشْتَرَى رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ بَعِيْرًا بِبَعِيْرَيْنِ فَأَعْطَاهُ أَحَدَهُمَا وَقَالَ آتِيْكَ بِالْآخَرِ غَدًا رَهْوًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ. وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ لَا رِبَا فِي الْحَيَوَانِ الْبَعِيْرُ بِالْبَعِيْرَيْنِ وَالشَّاةُ بِالشَّاتَيْنِ إِلَى أَجَلٍ. {☆وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَا بَأْسَ بَعِيْرٌ بِبَعِيْرَيْنِ

اور حضرت ابن عمرؓ نے ایک سواری کی اُونٹنی چار اُونٹوں کے بدلے خریدی جس کے لئے یہ ضمانت تھی کہ اس کا مالک اسے ربذہ مقام پر پہنچا کر سپرد کرے گا۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ کبھی ایک اُونٹ دو اُونٹوں سے بہتر ہوتا ہے۔ اور حضرت رافع بن خدیجؓ نے دو اُونٹوں کے بدلے ایک اُونٹ خریدا اور ان میں سے ایک اسے دے دیا اور کہا کہ دوسرا تیرے پاس کل لاؤں گا۔ انشاء اللہ دیر نہ ہوگی۔ اور ابن مسیّب نے کہا: حیوانوں کے مبادلے میں سود نہیں۔ ایک اُونٹ دو اُونٹوں کے بدلے اور ایک بکری دو بکریوں کے بدلے، مقررہ میعاد تک کے لئے دیئے جاسکتے ہیں۔ {☆ اور ابن سیرین نے کہا: کوئی مانع نہیں کہ ایک اُونٹ دو اُونٹوں کے

☆ ابن سیرین کے قول کے یہ الفاظ عمدۃ القاری کے مطابق ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۴۶)

نَسِيْئَةً وَدِرْهَمٌ بِدِرْهَمٍ.}

بدلے میں اُدھار پر خریدا جائے اور ایک درہم ایک درہم کے بدلہ میں۔}

۲۲۲۸ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ فِي السَّبْيِ صَفِيَّةُ فَصَارَتْ إِلَى دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ ثُمَّ صَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۲۲۲۸: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ثابت سے، ثابت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ جنگی قیدیوں میں حضرت صفیہؓ بھی تھیں جو حضرت دحیہ کلبیؓ کے حصے میں آئیں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مل گئیں۔

اطرافهُ: ٣٧١، ٦١٠، ٩٤٧، ٢٢٣٥، ٢٨٨٩، ٢٨٩٣، ٢٩٤٣، ٢٩٤٤، ٢٩٤٥، ٢٩٩١، ٣٠٨٥، ٣٠٨٦، ٣٣٦٧، ٣٦٤٧، ٤٠٨٣، ٤٠٨٤، ٤١٩٧، ٤١٩٨، ٤١٩٩، ٤٢٠٠، ٤٢٠١، ٤٢١١، ٤٢١٢، ٤٢١٣، ٥٠٨٥، ٥١٥٩، ٥١٦٩، ٥٣٨٧، ٥٤٢٥، ٥٥٢٨، ٥٩٦٨، ٦١٨٥، ٦٣٦٣۔

تشریح: **بَيْعُ الْعَبْدِ وَالْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيْئَةً**: لفظ اَلْعَبْد غلام، لونڈی دونوں پر اطلاق پاتا ہے۔ جو روایت زیر باب نقل کی گئی ہے، اس کا تعلق حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے ہے۔ یہ بطور جنگی قیدی حضرت دحیہ کلبیؓ کے حصے میں آئی تھیں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ سردارِ یہود کی بیٹی ہے اور اس کا خاوند بھی سردار تھا جو جنگ میں مارا گیا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے معاوضہ دے کر انہیں آزاد کرایا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت دحیہ کلبیؓ کو دوسری لونڈی دی گئی۔ دونوں صورتوں میں مسئلہ کا جواز ثابت ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔ امام مالکؒ نے اس قسم کے مبادلہ میں یہ شرط عائد کی ہے کہ جنس زیر مبادلہ مختلف ہو، ورنہ اس میں سود کی صورت پائی جائے گی۔ امام بخاریؒ جمہور کے مذہب کی تائید میں ہیں۔ (دیکھئے عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۴۴، ۴۷)

وَاشْتَرَى ابْنُ عُمَرَ رَاحِلَةً بِأَرْبَعَةِ أَبْعِرَةٍ مَّضْمُوْنَةٍ......: عنوانِ باب میں کئی حوالے دیئے گئے ہیں؛ جن سے اس مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا واقعہ طحاویؒ نے بھی نقل کیا ہے نیز ایک اور روایت حضرت عبداللہ بن عمرو سے ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انہیں ایک فوج تیار کرنے کے لئے فرمایا اور اجازت دی کہ اچھی قسم کے اُونٹ دو اُونٹوں کے عوض میں خرید لئے جائیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔[1] امام بخاریؒ نے اس تعلق میں پانچ حوالے دیئے ہیں۔ پہلا حوالہ یہی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ہے جسے امام مالکؒ نے موصولاً نقل کیا ہے[2]۔ مَضْمُوْنَةٍ صفت ہے رَاحِلَةً کی، یعنی سواری کی اونٹنی؛ ربذہ مقام پر پہنچائے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۲۹)

---

[1] (ابوداؤد، کتاب البیوع، باب فی الرخصة فی الحیوان بالحیوان نسیئة)

[2] (مؤطا امام مالک، کتاب البیوع، باب ما یجوز من بیع الحیوان بعضه ببعض والسلف فیه)

قَدْ يَكُوْنُ الْبَعِيْرُ خَيْرًا مِّنَ الْبَعِيْرَيْنِ: دوسرا حوالہ امام شافعیؒ نے موصولاً نقل کیا ہے[1] کہ جانوروں کے لین دین میں تعداد کا فرق جنس کے اعلیٰ وادنیٰ ہونے کی وجہ سے ہے، جو سود نہیں۔ تیسرا حوالہ حضرت رافع بن خدیجؓ کا ہے، جو عبدالرزاق نے موصولاً نقل کیا ہے[2] چوتھا حوالہ سعید بن مسیّب کا ہے، جو امام مالکؒ سے منقول ہے۔[3]

لَا بَأْسَ بَعِيْرٌ بِبَعِيْرَيْنِ نَسِيْئَةً وَدِرْهَمٌ بِدِرْهَمٍ: پانچواں حوالہ محمد بن سیرینؒ کے فتویٰ کا ذکر ہے کہ اُدھار پر ایک اُونٹ کے عوض دو اُونٹ لئے جاسکتے ہیں مگر ایک درہم کی جگہ دو درہم کی لین دین جائز نہیں کہ وہ سود کی صورت ہے۔ ان کا یہ فتویٰ مسند عبدالرزاق میں منقول ہے۔[4]

خلاصہ ان حوالوں کا یہ ہے کہ جانوروں کے مبادلہ میں کمی بیشی ہوسکتی ہے اور یہ زیادتی سود نہیں۔ جن علماء نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے واقعہ سے سود کے جواز میں استدلال کیا ہے کہ جنگی ضرورت کے وقت بحالت اضطرار اُن کو دو اُونٹ کے عوض میں ایک اُونٹ خریدنے کی اجازت دی گئی، ان کا ردّ اس باب سے واضح ہے۔ حوالہ جات کی تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۲۹، ۵۳۰۔ عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۴۴ تا ۴۷۔

بَاب ۱۰۹: بَيْعُ الرَّقِيْقِ

غلام اور لونڈی کا بیچنا

۲۲۲۹: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ مُحَيْرِيْزٍ أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا نُصِيْبُ سَبْيًا فَنُحِبُّ الْأَثْمَانَ فَكَيْفَ تَرَى فِي الْعَزْلِ فَقَالَ أَوَإِنَّكُمْ تَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ لَا عَلَيْكُمْ

۲۲۲۹: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا (کہا) کہ شعیب نے ہمیں زہری سے خبر دی ہے۔ زہری نے کہا کہ (عبداللہ) بن محیریز نے مجھے بتایا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اُن کو خبر دی کہ ایک بار جبکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ (ایک شخص مجدی بن عمرو ضمریؓ نے) کہا: یارسول اللہ! ہمیں جنگ میں قیدی عورتیں ملتی ہیں اور ہمیں ان کی قیمتیں پسند ہوتی ہیں۔ آپؐ کا عزل کی نسبت کیا خیال ہے؟

---

[1] (مسند الشافعی، من کتاب البیوع، صفحہ ۱۴۱)
[2] (مصنف عبد الرزاق، کتاب البیوع، باب بیع الحیوان بالحیوان، روایت نمبر ۱۴۱۴۱، جزء ۸ صفحہ ۲۲)
[3] (مؤطا امام مالک، کتاب البیوع، باب ما لا یجوز من بیع الحیوان)
[4] (مصنف عبد الرزاق، کتاب البیوع، باب بیع الحیوان بالحیوان، روایت نمبر ۱۴۱۴۶، جزء ۸ صفحہ ۲۳)

أَنْ لَّا تَفْعَلُوْا ذٰلِكُمْ فَإِنَّهَا لَيْسَتْ نَسَمَةٌ كَتَبَ اللّٰهُ أَنْ تَخْرُجَ إِلَّا هِيَ خَارِجَةٌ.

آپؐ نے فرمایا: کیا تم ایسا کرتے ہو ایسا نہ کرنا۔ اگرچہ تم پر ضروری نہیں مگر دراصل بات یہ ہے کہ جس جان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیا ہے کہ وہ پیدا ہو تو وہ ضرور ہی پیدا ہوگی۔

اطرافہُ: ٢٥٤٢، ٤١٣٨، ٥٢١٠، ٦٦٠٣، ٧٤٠٩۔

تشریح: **بَيْعُ الرَّقِيْقِ:** روایت نمبر ۲۲۲۹ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ نے عزل کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا ہے مگر ایسا نہیں بلکہ ان کی موجودگی میں دوسرے شخص نے اس بارے میں فتویٰ پوچھا تھا؛ جیسا کہ کتاب القدر، روایت نمبر ۶۶۰۳ میں اس اَمر کی صراحت ہے۔ اس روایت سے غلام، لونڈی کی فروخت کے جواز کی نسبت استدلال کیا گیا ہے۔

بَاب ۱۱۰ : بَيْعُ الْمُدَبَّرِ

ایسے غلام اور لونڈی کا بیچنا جسے مالک نے اپنے مرنے کے بعد آزاد قرار دینے کا فیصلہ کر لیا ہو

۲۲۳۰: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَاعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُدَبَّرَ.

۲۲۳۰: (محمد بن عبداللہ) بن نمیر نے ہم سے بیان کیا کہ وکیع نے ہمیں بتایا۔ اسماعیل (بن ابی خالد) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے سلمہ بن کہیل سے، سلمہ نے عطاء سے، عطاء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (قرضہ اَدا کرنے کی غرض سے) ایسے غلام کو بیچا، جسے موت کے بعد آزاد قرار دینے کا فیصلہ کر دیا گیا تھا۔

اطرافہُ: ٢١٤١، ٢٢٣١، ٢٤٠٣، ٢٤١٥، ٢٥٣٤، ٢٧١٦، ٦٩٤٧، ٧١٨٦۔

۲۲۳۱: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ بَاعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۲۲۳۱: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا کہ عمرو (بن دینار) سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے (یعنی مدبر غلام کو) بیچا۔

اطرافہُ: ٢١٤١، ٢٢٣٠، ٢٤٠٣، ٢٤١٥، ٢٥٣٤، ٢٧١٦، ٦٩٤٧، ٧١٨٦۔

٢٢٣٢-٢٢٣٣: حَدَّثَنِي زُهَيْرُ ابْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَ ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ وَأَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَاهُ أَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ عَنِ الْأَمَةِ تَزْنِي وَلَمْ تُحْصَنْ قَالَ اجْلِدُوْهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا ثُمَّ بِيْعُوْهَا بَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ.

۲۲۳۲-۲۲۳۳: زُہیر بن حرب نے مجھ سے بیان کیا کہ یعقوب نے ہمیں بتایا (انہوں نے کہا:) میرے باپ (ابراہیم بن سعد) نے ہم سے بیان کیا کہ صالح (بن کیسان) سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ابن شہاب نے بیان کیا۔ عبیداللہ نے ان کو بتایا کہ حضرت زید بن خالد اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ سے ایسی لونڈی کی بابت پوچھا گیا جو بدکار ہو اور وہ نکاح شدہ نہ ہو۔ فرمایا: اسے کوڑے لگاؤ۔ پھر اگر بدکاری کرے تو پھر کوڑے لگاؤ۔ پھر (اگر باز نہ آئے تو) اسے بیچ دو۔ یہ تیسری بار کے بعد فرمایا یا چوتھی بار کے بعد۔

اطراف الحدیث ۲۲۳۲: ٢١٥٤، ٢٥٥٦، ٦٨٣٨۔
اطراف الحدیث ۲۲۳۳: ٢١٥٢، ٢١٥٣، ٢٢٣٤، ٢٥٥٥، ٦٨٣٧، ٦٨٣٩۔

٢٢٣٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا زَنَتْ أَمَةُ أَحَدِكُمْ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِّنْ شَعَرٍ.

۲۲۳۴: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ لیث نے مجھے بتایا۔ انہوں نے سعید (بن ابی سعید) سے، انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جب تم میں سے کسی کی لونڈی زنا کرے اور اُس کا زنا ثابت ہو جائے تو بموجب حدّ اس کو کوڑے لگائے جائیں تو اُسے برا بھلا نہ کہے۔ پھر اگر زنا کرے تو بموجب حد پھر کوڑے لگائے اور اسے برا بھلا نہ کہے۔ پھر اگر تیسری دفعہ زنا کرے اور اس کا زنا ثابت ہو جائے تو چاہیے کہ اسے بیچ دے، خواہ بالوں کی ایک رسی ہی کے بدلے بکے۔

اطرافہ: ٢١٥٢، ٢١٥٣، ٢٢٣٣، ٢٥٥٥، ٦٨٣٧، ٦٨٣٩۔

تشریح: بَيْعُ الْمُدَبَّرِ: مُدَبَّرٌ دَبَّرَ سے اسم مفعول ہے جو دُبُر سے مشتق ہے۔ تَدْبِيْر کے معنے مابعد کے انجام پر نظر کرنا، غور کرنا اور مُدَبَّر وہ غلام یا لونڈی ہے جسے مالک اپنی موت کے بعد آزاد قرار دے دے۔ مالک متوفّی کے ورثاء کے لئے جائز نہیں کہ مُدَبَّر کو فروخت کریں یا اس کی آزادی منسوخ کریں، بجز اس کے کہ آزاد کرنے والا مقروض ہو تو غلام کی آزادی قرض کی حالت میں کالعدم ہوگی اور اس کا قرضہ ادا کرنے کی غرض سے مُدَبَّر فروخت کیا جاسکتا ہے یا اس سے خدمت لی جاسکتی ہے؛ تاوقتیکہ اس کی کمائی سے وہ قرض ادا ہو جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض ادا کرنے کے لئے مُدَبَّر کو فروخت کیا۔ مقروض کے غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا درست نہیں، جب تک کہ اس کا قرضہ ادا نہ کر دیا جائے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۵۳۱) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۴۹)

روایت نمبر ۲۲۳۰، امام احمد بن حنبل اور ابن ماجہ نے بھی اسی طرح نقل کی ہے☆ لیکن اسماعیلی کی روایت میں بایں الفاظ صراحت ہے: فِي رَجُلٍ اعْتَقَ غُلَامًا لَّهُ عَنْ دُبُرٍ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَبَاعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ۔ ایک شخص نے اپنے غلام کو اپنی موت کے بعد آزاد قرار دیا؛ بحالیکہ اس کے ذمہ قرض تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ غلام آٹھ سو درہم پر بیچ دیا۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء۴ صفحہ۵۳۱) امام بخاریؒ نے کتاب الأحکام باب۳۲ میں یہ روایت بجائے وکیع کے محمد بن بشر سے نقل کی ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر۷۱۸۶) یہی روایت نمبر۲۱۴۱ میں بھی گذر چکی ہے۔ نیز اس کے لیے کتاب العتق روایت نمبر۲۵۳۴ بھی دیکھئے۔

اَلْأَمَةُ تَزْنِيْ وَلَمْ تُحْصَنْ: روایت نمبر۲۲۳۲ تا۲۲۳۴ میں لونڈی بیچنے کا ذکر ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ مُدَبَّر ہو یا غیر مُدَبَّر۔ اگر اس کی اصلاح نہیں ہوئی تو ایسی لونڈی اپنے پاس رکھنا جائز نہیں۔ اسی طرح غلام بھی بوجہ زنا بیچا جاسکتا ہے۔ (اس بارہ میں دیکھئے کتاب البیوع باب۶۶) روایت نمبر۲۲۳۲-۲۲۳۳ میں فقرہ وَلَمْ تُحْصَنْ کا مفہوم یہ ہے کہ غیر منکوحہ لونڈی زنا کرے تو اُسے سزا دی جائے۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ منکوحہ لونڈی کو اگر وہ زنا کا ارتکاب کرے سزا نہ دی جائے؛ بلکہ نص صریح کے بموجب وہ بھی قابل سزا ہے۔ یہی غلط فہمی دُور کرنے کے لئے روایت نمبر۲۲۳۴ لائی گئی ہے؛ جس میں یہ قید نہیں بلکہ مطلق لونڈی کا ذکر ہے خواہ وہ منکوحہ ہو یا غیر منکوحہ۔

بعض شارحین کے نزدیک ان روایتوں کا تعلق سابقہ باب سے ہے۔ چنانچہ ابن بطالؒ نے انہیں سابقہ باب (نمبر۱۰۹) میں شامل کیا ہے مگر کرمانیؒ نے اِسی باب (نمبر۱۱۰) کا حصہ سمجھتے ہوئے یہ توجیہہ کی ہے کہ مُدَبَّر لونڈی بھی زانیہ ہوسکتی ہے اور غیر مُدَبَّر بھی۔ دونوں صورتوں میں فروخت کر دی جائے۔ اسی وجہ سے یہ روایتیں اکٹھی زیر باب درج کی گئی ہیں۔ مگر اس توجیہہ کے پیش نظر سابقہ باب (نمبر۱۰۹) میں ان کا شامل کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ عینیؒ کی رائے ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۵۰) لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو باب سے مناسبت واضح ہو جائے گی۔ بدکاری کی وجہ سے لونڈی فروخت کرنے کا اِرشاد ہے۔ کیونکہ اس کا سبب خود لونڈی کا فعل ہے۔ مگر غلام کی فروختگی کا سبب اس کا مالک ہے کہ وہ مقروض ہے۔ قرض کی ادائیگی کے لئے وہ فروخت کیا گیا۔ دونوں صورتیں جائز ہیں۔

☆ (ابن ماجه، كتاب الأحكام، باب المدبَّر) (مسند احمد بن حنبل جزء۳ صفحہ۳۰۱)

امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ کے نزدیک مُدَبَّر کی بیع ناجائز ہے کیونکہ مُدَبَّر کا ہبہ ناجائز ہے۔ اس کی آزادی کا اعلان بطور ایک عقد لازم ہے اور اس کا موت کے بعد آزاد کیا جانا واجب ہو چکا ہے۔ اس رائے کے خلاف امام شافعیؒ اور اہل حدیث کی رائے ہے کہ یہ عقد غیر لازم ہے، اس لئے اس کا فروخت کرنا جائز ہے۔ ورنہ حقوق العباد میں رخنہ واقع ہوگا، اگر وہ قرض کی ادائیگی میں نہ بیچا جائے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۳۳) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۴۹)

غرض اس باب میں امام بخاریؒ کے پیش نظر فقہاء کا اختلاف ہے۔ حقوق العباد کی ادائیگی ان کے نزدیک ضروری ہے، خواہ مُدَبَّر غلام یا لونڈی فروخت کرنی پڑے۔

بَاب ۱۱۱: هَلْ يُسَافِرُ بِالْجَارِيَةِ قَبْلَ أَنْ يَّسْتَبْرِئَهَا

کیا کوئی لونڈی کے ساتھ سفر کرسکتا ہے پیشتر اس کے کہ حیض کے ذریعہ ثابت ہو (کہ وہ حاملہ تو نہیں)

وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَأْسًا أَنْ يُقَبِّلَهَا أَوْ يُبَاشِرَهَا. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِذَا وُهِبَتِ الْوَلِيْدَةُ الَّتِي تُوْطَأُ أَوْ بِيْعَتْ أَوْ عُتِقَتْ فَلْيُسْتَبْرَأْ رَحِمُهَا بِحَيْضَةٍ وَلَا تُسْتَبْرَأُ الْعَذْرَاءُ. وَقَالَ عَطَاءٌ لَا بَأْسَ أَنْ يُّصِيْبَ مِنْ جَارِيَتِهِ الْحَامِلِ مَا دُوْنَ الْفَرْجِ. وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ. (المؤمنون: ۷)

اور حسن (بصری) نے ایسی لونڈی کو بوسہ دینا یا اس سے مباشرت کرنا برا نہیں سمجھا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایسی لونڈی جس سے صحبت کی جاتی ہو، جب ہبہ کی جائے، یا بیچی جائے، یا وہ آزاد ہو جائے تو چاہیے کہ اس کے رحم کی نسبت بذریعہ حیض یقین حاصل کرلے (کہ آیا وہ حاملہ تو نہیں) اور کنواری کی بابت استبراء کی ضرورت نہیں۔ اور عطاء (بن ابی رباح) نے کہا کہ مالک کو اپنی حاملہ لونڈی سے شرم گاہ کے علاوہ کوئی اور تعلق پیدا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: سوائے اپنی بیویوں کے یا جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہوئے۔

۲۲۳۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمَ

۲۲۳۵: عبدالغفار بن داؤد نے ہم سے بیان کیا کہ یعقوب بن عبدالرحمٰن نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو بن ابی عمرو سے روایت کی۔ عمرو نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ فَلَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوْسًا فَاصْطَفَاهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فَخَرَجَ بِهَا حَتَّى بَلَغْنَا سَدَّ الرَّوْحَاءِ حَلَّتْ فَبَنَى بِهَا ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطَعٍ صَغِيْرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آذِنْ مَنْ حَوْلَكَ فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيْمَةَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى صَفِيَّةَ ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَوِّيْ لَهَا وَرَاءَهُ بِعَبَاءَةٍ ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيْرِهِ فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ فَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلَى رُكْبَتِهِ حَتَّى تَرْكَبَ.

خیبر میں آئے، جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لئے قلعہ فتح کر دیا تو صفیہؓ بنت حي بن اخطب کی خوبصورتی کا ذکر آپؐ سے کیا گیا اور ان کا خاوند قتل ہو چکا تھا اور وہ دلہن ہی تھیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لئے چن لیا اور آپؐ انہیں لے کر نکلے؛ یہاں تک کہ ہم سدالروحاء میں پہنچے تو وہ حیض سے فارغ ہوئیں اور وہاں ان کا رخصتانہ ہوا۔ پھر حیس (طعام) تیار کروایا اور چھوٹے سے دستر خوان پر رکھوایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تمہارے آس پاس ہوں، ان کو اطلاع کردو کہ وہ آجائیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا جو حضرت صفیہؓ (کی شادی) کے موقع پر ہوا۔ پھر ہم مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ (حضرت انسؓ نے) کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ عباء سے اُن (حضرت صفیہؓ) کے لئے اپنے پیچھے گدّا بنا دیتے تھے اور پھر اُونٹ کے قریب بیٹھتے اور اپنا گھٹنا نیچے رکھتے اور حضرت صفیہؓ اپنا پاؤں آپؐ کے گھٹنے پر رکھ کر سوار ہو جاتیں۔

اطرافہ: ۳۷۱، ۶۱۰، ۹۴۷، ۲۲۲۸، ۲۸۸۹، ۲۸۹۳، ۲۹۴۳، ۲۹۴۴، ۲۹۴۵، ۲۹۹۱، ۳۰۸۵، ۳۰۸۶، ۳۳۶۷، ۳۶۴۷، ۴۰۸۳، ۴۰۸۴، ۴۱۹۷، ۴۱۹۸، ۴۱۹۹، ۴۲۰۰، ۴۲۰۱، ۴۲۱۱، ۴۲۱۲، ۴۲۱۳، ۵۰۸۵، ۵۱۵۹، ۵۱۶۹، ۵۳۸۷، ۵۴۲۵، ۵۵۲۸، ۵۹۶۸، ۶۱۸۵، ۶۳۶۳۔

تشریح: هَلْ يُسَافِرُ بِالْجَارِيَةِ قَبْلَ اَنْ يَّسْتَبْرِئَهَا: اِسْتِبْرَاء کے معنے تسلی کر لینا کہ عورت حاملہ تو نہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۵۱) یہ بَرِئَ سے باب استفعال ہے اور یہ اطمینان چند علامتوں سے کیا جاسکتا ہے، جس میں حیض کا آنا بھی ہے۔ لونڈی خریدنے سے پہلے ضروری ہے کہ اس کے حاملہ ہونے کے بارے میں تسلی کی جائے اور پھر اس کے بعد اس سے مباشرت کرنے یا نہ کرنے کا سوال پیدا ہوگا، تا کہ نسل مشتبہ نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ

نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے متعلق یہی احتیاط فرمائی۔ پہلے ان کو آزاد کر دیا اور پھر نکاح کے بعد انہیں حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہرایا۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں اس امر کی تصریح ہے۔ اور پھر آپؐ نے سفر جاری رکھا؛ یہاں تک کہ جب وہ حیض سے فارغ ہوئیں، تب ان کا رخصتانہ ہوا۔

(مسلم، كتاب النكاح، باب فضيلة إعتاقه أمته ثم يتزوجها)

جہاں تک اصل مسئلہ کا تعلق ہے، وہ اسی حدّ تک ہے۔ مگر بعض فقہاء کے فتووں کے پیش نظر عنوانِ باب هَلْ سے قائم کر کے اس مسئلہ کو استفتاء کی شکل دی گئی ہے اور اس کا جواب نظر انداز ہے۔ سفر میں لے جانا یا نہ لے جانا غیر متعلقہ باتیں ہیں۔ غالباً سفر سے حالت جنگ یا اضطرار کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ایسی حالت میں بھی احکامِ شریعت کی پابندی کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ مندرجہ روایت سے ظاہر ہے۔ علامہ ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ سفر میں زر خرید لونڈی کو بغیر استبراء ساتھ رکھنے میں ابتلاء کا احتمال ہے۔ اس لئے عنوانِ باب میں یہ امر نمایاں کر کے مسئلہ بصیغہ استفتاء رکھا گیا ہے۔ حوالہ جات کی تفصیل کیلئے دیکھئے: فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۳۴، ۵۳۵۔ عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۵۱ تا ۵۲۔

وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَأْسًا أَنْ يُقَبِّلَهَا أَوْ يُبَاشِرَهَا: حسن بصریؒ کے حوالے سے ظاہر ہے کہ مباشرت سے مراد مطلق معانقہ ہے جو تقبیل کی نسبت عام ہے۔ ابن ابی شیبہ نے ان کا یہ فتویٰ نقل کیا ہے۔ جس کے خلاف محمد بن سیرینؒ کا فتویٰ ہے کہ تقبیل یا مباشرت دونوں باتیں مکروہ ہیں۔ یہ فتویٰ بھی ابن ابی شیبہ سے ہی منقول ہے[1]۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۵۱۔

الْوَلِيدَةُ الَّتِي تُوطَأُ.... فَلْيُسْتَبْرَأْ رَحِمُهَا: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا فتویٰ بھی ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے[2] اور کنواری کے بارے میں جو فتویٰ منقول ہے (یعنی وَلَا تُسْتَبْرَأُ الْعَذْرَاءُ) وہ عبدالرزاق سے مروی ہے[3]۔

لَا بَأْسَ أَنْ يُصِيبَ مِنْ جَارِيَتِهِ الْحَامِلِ مَا دُوْنَ الْفَرْجِ: عطاء بن ابی رباح کا یہ جو فتویٰ تقبیلِ مباشرت کے جواز میں ہے، اس کا استنباط انہوں نے آیت اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ سے کیا ہے۔ محولہ آیتیں یہ ہیں: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ (المؤمنون: ۶ تا ۸) اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں کے یا جن کے مالک ان کے داہنے ہاتھ ہوئے ہیں۔ پس ایسے لوگ قابل ملامت نہیں۔ مگر جو اس کے سوا کسی اور بات کی خواہش کریں تو وہ لوگ حدّ سے گزرنے والے ہیں۔

مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ: جنگ میں حاصل کرنے کی وجہ سے قبضہ میں آنے والی عورتیں جو نہ خود آزاد ہوئیں اور نہ انہیں دوسرے لوگوں نے آزاد کرایا۔ ان کی حیثیت لونڈی کی سی ہوگی۔

---

[1] (مصنف ابن ابی شیبہ، كتاب النكاح، باب في الرجل يشتري الأمة يصيب منها شيئا دون الفرج، جزء ۳ صفحہ ۵۱۶)

[2] (مصنف ابن ابی شیبہ، كتاب النكاح، باب من كان يقول يستبرئ الأمة بحيضة، جزء ۳ صفحہ ۵۱۴)

[3] (مصنف عبد الرزاق، كتاب الطلاق، ابواب ما يتعلق بالعبيد والإماء، باب الأمة العذراء تباع، جزء ۷ صفحہ ۲۲۷)
(مصنف ابن ابی شیبہ، كتاب النكاح، باب في الرجل يشترى الجارية العذراء يستبرئها، جزء ۳ صفحہ ۵۱۳)

مَا دُوْنَ الْفَرْجِ: اس سے مراد دُبر نہیں جوکسی صورت میں بھی جائز نہیں، نہ بیوی سے نہ لونڈی سے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ o (المؤمنون:۸) سے واضح ہے۔ غیرفطرتی طریق قطعی طور پر ہرحالت میں حرام ہے۔ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ o (البقرۃ:۲۲۳) یعنی جب حیض سے نہا دھو کر پورے طور پر پاک وصاف ہو جائیں تو جہاں سے اللہ نے حکم دیا ہے، ان کے پاس آؤ۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو بار بار اس کی طرف رجوع کرتے ہیں، جو اپنی پاکیزگی کا انتہائی حد تک اہتمام کرنے والے ہیں۔ اس تعلق میں کتاب الإیمان باب ۳۹، کتاب الحیض باب ۱۳ بھی دیکھئے۔ مسئلہ معنونہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث واضح اور بطور حکم قطعی ہے۔ جس کے یہ الفاظ ہیں: لَا تُوْطَأُ حَامِلٌ حَتّٰى تَضَعَ وَلَا غَيْرُ ذَاتِ حَمْلٍ حَتّٰى تَحِيْضَ حَيْضَةً۔☆ یعنی حاملہ سے تاوقتیکہ وہ جنے اور غیر حاملہ سے تاوقتیکہ وہ حیض سے فارغ ہو، جماع نہ کیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد کا اعلان حضرت ابوسعید خدریؓ نے اس وقت کیا، جب غزوہ اوطاس میں قیدی لائے گئے۔ جن میں عورتیں بھی تھیں اور وہ بطور جنگی قیدی غازیوں میں تقسیم کی گئی تھیں۔ انہوں نے حکماً صحابہؓ کو منع کر دیا کہ ان دونوں حالتوں میں ازدواجی تعلقات قائم نہ کئے جائیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۳۵)

محمد بن سیرینؒ کے محولہ بالا فتویٰ پر زہریؒ، نخعیؒ، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ و امام شافعیؒ وغیرہ کا اتفاق ہے۔ ان کا فتویٰ ان الفاظ میں ہے: لَا يُقَبِّلُهَا وَلَا يَتَلَذَّذُ مِنْهَا بِشَيْءٍ. (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۵۴) یعنی نہ اسے بوسہ دے اور نہ اس سے کسی طریق سے لذت حاصل کرے۔ جن فقہاء نے تقبیل اور مطلق مباشرت کی اجازت دی ہے، انہوں نے ظاہری الفاظ سے تمسّک کیا ہے کہ صرف جماع سے منع کیا گیا ہے۔ دراصل فتویٰ اور تقویٰ میں فرق ہے۔ اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ ہی درحقیقت قابل اتباع ہے۔

بَاب ۱۱۲: بَيْعُ الْمَيْتَةِ وَ الْأَصْنَامِ

مردار اور بتوں کا بیچنا

۲۲۳۶: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي حَبِيْبٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ

۲۲۳۶: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یزید بن ابی حبیب سے، یزید نے عطاء بن ابی رباح سے، عطاء نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے

☆ (ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فی وطأ السبایا)

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَهُوَ بِمَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ إِنَّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالْأَصْنَامِ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَرَأَيْتَ شُحُوْمَ الْمَيْتَةِ فَإِنَّهُ يُطْلَى بِهَا السُّفُنُ وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُوْدُ وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ فَقَالَ لَا، هُوَ حَرَامٌ. ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَٰلِكَ قَاتَلَ اللهُ الْيَهُوْدَ إِنَّ اللهَ لَمَّا حَرَّمَ شُحُوْمَهَا جَمَلُوْهُ ثُمَّ بَاعُوْهُ فَأَكَلُوْا ثَمَنَهُ. وَقَالَ أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ كَتَبَ إِلَيَّ عَطَاءٌ سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فتح کے سال فرما رہے تھے جبکہ آپؐ مکہ میں تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب اور مردار اور خنزیر اور بتوں کی خرید وفروخت حرام قرار دی ہے۔ آپؐ سے کہا گیا: یارسول اللہ! مردار کی چربیوں کی بابت بھی آپؐ بتائیں کیونکہ وہ کشتیوں میں ملی جاتی ہیں اور کھالوں پر بھی ان کا روغن ملا جاتا ہے اور لوگ ان سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں، وہ حرام ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا: اللہ یہود کو تباہ کرے کہ اللہ نے مردار کی چربیاں (ان کے لئے) حرام کی تھیں مگر انہوں نے انہیں پگھلایا اور پھر بیچا اور ان کی قیمت کھائی۔ ابو عاصم (ضحاک بن مخلد) نے کہا: عبدالحمید نے ہم سے بیان کیا۔ یزید نے ہمیں بتایا کہ عطا (بن ابی رباح) نے مجھے لکھا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ سنا۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

اطرافہُ: ٤٢٩٦، ٤٦٣٣۔

تشریح: بَيْعُ الْمَيْتَةِ وَالْأَصْنَامِ: مسئلہ معنونہ کے تعلق میں باب ۱۰۱ تا ۱۰۳ بھی دیکھئے۔ جمہور کے نزدیک مذکورہ بالا اشیاء کی بیع حرام ہے لیکن مردار کی چربی کا استعمال ناجائز نہیں کہ وہ صابون سازی وغیرہ صنعت میں استعمال کی جاسکتی ہے۔ امام اوزاعیؒ، امام ابو یوسفؒ اور بعض مالکیوں نے خنزیر کے بالوں کا استعمال بھی جائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح ان کی خرید وفروخت بھی۔ علماء کے اختلاف سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ حرمت کراہیت ہے نہ حرمتِ تحریم۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۳۷) (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۵۵، ۵۶)

جہاں تک ارشادِ نبویؐ کے الفاظ کا تعلق ہے، ادب کا تقاضا ہے کہ مسلمان ایسے پیشے اختیار کرنے سے بچیں۔ روایت نمبر ۲۲۳۶ سے ظاہر ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مردار کی چربی کے کارآمد ہونے کی طرف توجہ دِلائی گئی تو آپؐ نے اس سے انکار نہیں کیا بلکہ یہود کی مثال دے کر بیع کی حرمت کا اِعادہ فرمایا کہ انہوں نے صریح حکم کی نافرمانی کی

اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مردہ جانور کے بال اور ہڈیاں وغیرہ ناپاک نہیں کہ قابل استعمال نہ ہوں۔ آنحضرت ﷺ کی کنگھی عاج (یعنی ہاتھی دانت) کی تھی۔ دارقطنی نے حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت نقل کی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: اِنَّمَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْمَيْتَةِ لَحْمُهَا فَاَمَّا الْجِلْدُ وَالشَّعْرُ وَالصُّوْفُ فَلَا بَاْسَ بِهٖ☆ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردار کا صرف گوشت ہی حرام کیا ہے؛ چمڑے، بال اور اُون کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ اسی کے ہم معنی روایت حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی بھی دارقطنی نے نقل کی ہے جو بلحاظِ سند بعض کے نزدیک کمزور ہے۔☆ لیکن علامہ عینیؒ نے کمزور قرار دینے والوں کی جرح قبول نہیں کی اور ان کے نزدیک سند میں کوئی خامی نہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۵۶۔

وَقَالَ اَبُوْعَاصِمٍ .....: روایت کے آخر میں ابوعاصم کے قول سے یہ وضاحت کی گئی ہے کہ عطاء بن ابی رباحؒ سے یزید بن ابی حبیبؒ نے مذکورہ بالا حدیث براہِ راست نہیں سُنی۔ انہوں نے ان کی طرف تحریراً لکھا تھا۔ یعنی یہ روایت سماعی نہیں بلکہ تحریری ہے۔

بَاب۱۱۳: ثَمَنُ الْكَلْبِ
کتے کی قیمت

۲۲۳۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ.

اطرافه: ۲۲۸۲، ۵۳۴۶، ۵۷۶۱۔

۲۲۳۷: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا کہ (امام) مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے، ابوبکر نے حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور فاحشہ (لونڈی) کی کمائی اور کاہن کی اُجرت سے منع فرمایا ہے۔

۲۲۳۸: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَوْنُ بْنُ

۲۲۳۸: حجاج بن منہال نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا، کہا کہ عون بن ابی جُحیفہ نے مجھے

☆ (سنن الدارقطنی، کتاب الطهارة، باب الدباغ، جزء اول صفحہ۴۷)

أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ رَأَيْتُ أَبِي اشْتَرَى حَجَّامًا فَأَمَرَ بِمَحَاجِمِهِ فَكُسِرَتْ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ وَثَمَنِ الْكَلْبِ وَكَسْبِ الْأَمَةِ وَلَعَنَ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَآكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهُ وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ.

خبر دی۔ اس نے کہا: میں نے اپنے باپ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک پچھنے لگانے والا غلام خریدا اور اس کے آلات کے بارے میں حکم دیا تو وہ توڑ دیے گئے۔ تو میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت اور کتے کی قیمت اور لونڈی کی کمائی سے منع فرمایا ہے اور گودنے والی اور گدوانے والی عورتوں پر اور سود کھانے والے اور کھلانے والے پر لعنت کی ہے اور مصور پر بھی لعنت کی ہے۔

اطرافہ: ۲۰۸۶، ۵۳۴۷، ۵۹۴۵، ۵۹۶۲۔

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۳۵- كِتَابُ السَّلَمِ

بَاب ۱ : اَلسَّلَمُ فِي كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ

بیع سلم جو مقررہ ماپ کے ساتھ ہو

۲۲۳۹ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَالنَّاسُ يُسْلِفُوْنَ فِي الثَّمَرِ الْعَامَ وَالْعَامَيْنِ أَوْ قَالَ عَامَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً شَكَّ إِسْمَاعِيْلُ فَقَالَ مَنْ سَلَّفَ فِي تَمْرٍ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ وَوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ.

۲۲۳۹: عمرو بن زُرارہ نے مجھ سے بیان کیا کہ اسماعیل بن علیہ نے ہمیں بتایا، (کہا) کہ ابن ابی نجیح نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے عبداللہ بن کثیر (مکی قاری) سے، عبداللہ نے ابوالمنہال (عبدالرحمٰن بن مطعم) سے، ابوالمنہال نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے اور حالت یہ تھی کہ لوگ پھلوں سے متعلق سال اور دو سال کی یا کہا کہ دو یا تین سال کی میعاد پر بیع سلم کیا کرتے تھے۔ (مدت کے بارے میں) اسماعیل کو شک ہے۔ تب آپؐ نے فرمایا: جو (خریدار) کھجوروں کے متعلق پیشگی دے تو چاہیے کہ وہ پیشگی قیمت دیتے وقت ماپ اور تول مقرر کر لے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ بِهٰذَا فِي كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ وَوَزْنٍ مَعْلُوْمٍ.

محمد (بن سلام) نے ہم سے بیان کیا۔ اسماعیل (بن علیہ) نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابن ابی نجیح سے یہی روایت کی کہ (بیع سلم میں) مقررہ ماپ اور مقررہ وزن ہو۔

اطرافه: ۲۲۴۰، ۲۲۴۱، ۲۲۵۳۔

بَاب ٢ : السَّلَمُ فِي وَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ

بیع سلم مقررہ تول کے ساتھ ہو

٢٢٤٠ : حَدَّثَنَا صَدَقَةُ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يُسْلِفُوْنَ بِالتَّمْرِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ فَقَالَ مَنْ أَسْلَفَ فِي شَيْءٍ فَفِي كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ وَوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ.

حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيْحٍ وَقَالَ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ.

اطرافهُ: ٢٢٣٩، ٢٢٤١، ٢٢٥٣.

۲۲۴۰: صدقہ (بن فضل) نے ہم سے بیان کیا کہ (سفیان) بن عیینہ نے ہمیں بتایا، (کہا) کہ ابن ابی نجیح نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے عبداللہ بن کثیر سے، عبداللہ نے ابوالمنہال سے، ابوالمنہال نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے، حالت یہ تھی کہ (لوگ) کھجوروں کی خرید کے لئے دو سال اور تین سال کی میعاد پر پیشگی رقم دیا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: جو شخص کسی چیز کے لئے پیشگی رقم دے تو مقررہ ماپ اور مقررہ تول مقررہ میعاد تک کے لئے دے۔

علی (بن مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا، کہا کہ ابن ابی نجیح نے مجھ سے حدیث بیان کی۔ (اس میں یوں ہے کہ) آنحضرت ﷺ نے فرمایا: چاہیے کہ ماپ مقررہ کے ساتھ مقررہ مدت تک کے لئے پیشگی قیمت دے۔

٢٢٤١ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ فِي كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ وَوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ.

اطرافهُ: ٢٢٣٩، ٢٢٤٠، ٢٢٥٣.

۲۲۴۱: قتیبہ (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن ابی نجیح سے، ابن ابی نجیح نے عبداللہ بن کثیر سے، عبداللہ نے ابوالمنہال سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ میں) آئے اور فرمایا: مقررہ ماپ اور مقررہ تول کے ساتھ مقررہ میعاد تک کیلئے پیشگی رقم دی جائے۔

۲۲۴۲-۲۲۴۳: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ.

وَحَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ.

حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ أَوْ عَبْدُ اللهِ ابْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ قَالَ اخْتَلَفَ عَبْدُاللهِ ابْنُ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ وَأَبُو بُرْدَةَ فِي السَّلَفِ فَبَعَثُوْنِيْ إِلَى ابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ إِنَّا كُنَّا نُسْلِفُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّبِيْبِ وَالتَّمْرِ وَسَأَلْتُ ابْنَ أَبْزَى فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ.

۲۲۴۲-۲۲۴۳: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا، (کہا) کہ شعبہ نے ہمیں بتایا کہ ابن ابی المجالد سے مروی ہے۔ (دوسری اسناد)

نیز یحیٰی (بن موسیٰ) نے ہم سے بیان کیا، (کہا) کہ ہمیں وکیع نے بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، انہوں نے محمد بن ابی مجالد سے روایت کی۔

حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا، کہا کہ محمد (بن ابی المجالد) نے مجھے خبر دی یا یہ کہا کہ عبداللہ بن ابی المجالد نے مجھے خبر دی، کہا کہ عبداللہ بن شداد بن ہاد اور ابوبردہ (عامر بن ابی موسیٰ) نے بیع سلم کے بارے میں اختلاف کیا تو لوگوں نے مجھے حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں گندم اور جَو اور منقیٰ اور کھجوروں کی بیع سلم کیا کرتے تھے۔ اور میں نے (حضرت عبدالرحمٰن) بن ابزیٰؓ سے پوچھا تو انہوں نے بھی ایسا ہی کہا۔

اطرافُهُ: ۲۲۴۴-۲۲۴۵، ۲۲۵۴-۲۲۵۵۔

تشریح: اَلسَّلَمُ فِیْ کَیْلٍ مَّعْلُوْمٍ: سَلَم کے معنے سپرد کرنا۔ سَلَف کے معنے پیشگی دینا۔ سَلَم اور سَلَف دونوں اصطلاحیں بیع سَلَم کے معنوں میں استعمال ہوتی ہیں۔ پہلی اصطلاح اہل حجاز کی ہے اور دوسری اہل عراق کی اور ان دونوں اصطلاحوں کا استعمال صرف اعتباری ہے۔ یعنی قبل از وقت عقدِ بیع کے لحاظ سے اس بیع کو سَلَف کہتے ہیں اور کسی شئی کی خرید کے لئے پیشگی رقم دینے کے لحاظ سے اسے بیع سلم کہیں گے۔ اور یہ مبادلہ اشیاء میں اُدھار کی صورت ہے۔ اسے دَین بھی کہہ سکتے ہیں جس میں بدل تو نقد رقم کی شکل میں دیا جاتا ہے مگر اس کے مبادلہ کی جنس بعد میں دی جاتی ہے اور یہ بیع سلم یا سلف ارشادِ باری تعالیٰ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ☆ کے

☆ {ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم ایک معین مدت تک کے لیے قرض کا لین دین کرو....} (البقرۃ:۲۸۳)

تحت ہے۔اسی لئے حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت کا اطلاق بیع سلم پر بھی کرکے اسے جائز قرار دیا ہے بحالیکہ اس میں بیع غرر کی صورت بھی ہے کہ نتیجے کا یقینی علم نہیں، صرف ایک اندازہ اور اُمید ہے۔لیکن شریعت نے معاملات میں سہولت کے پیش نظر اس کی اجازت دی ہے۔مثلاً زمیندار کو اپنے زرعی کاروبار کے لئے روپے کی ضرورت ہے اور روپے والے کو اَناج کی تو اسے اجازت ہے کہ مشتری سے قبل از فصل نرخ، وزن اور میعاد معین کرکے روپیہ لے لے۔ایسے لین دین میں اگر بھاؤ کا فرق ہو جائے تو وہ سود نہیں۔اس لین دین میں زرِ مبادلہ بنیاد نہیں بنایا گیا کہ جس سے جنس زیرِ خرید کی عدم اَدائیگی پر زرِ مبادلہ بھی زیادہ ہو جائے بلکہ وہ واپس ہوگا اور تنازعہ کی صورت میں قضا فیصلہ کرے گی کہ عدم ادائیگی کے وجوہ معقول ہیں یا غیر معقول۔دینے والے کو معذور ٹھہرایا جاسکتا ہے یا اس پر حرجانہ ڈالا جاسکتا ہے۔اجناس حاصل کرنے کی غرض سے قبل از وقت روپیہ دے کر سودا کرنا کہ فلاں وقت فلاں قسم کی جنس معین نرخ پر اور معین وزن میں لی جائے گی۔ایسے سودے کو بیع سَلَم کہتے ہیں جو شرعاً جائز ہے۔جمہور نے اس بیع کی صحت کے لئے اَجَلٍ مُّسَمًّى یعنی معین میعاد کی شرط ضروری قرار دی ہے۔لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک صرف مستقبل کے سودے ہی کے لئے نہیں بلکہ حال کے سودے کے لئے بھی بیع سلم ہوسکتی ہے اور اس کی صحت کے لئے یہ بھی ضروری قرار دیا گیا ہے کہ جنس مطلوبہ کی صفت مع قیمت اور مقدارِ جنس اور وقت کی اَدائیگی کی تعیین ضبطِ تحریر میں لائی جائے۔

(فتح الباری جزء۴صفحہ۵۴۰تا۵۴۲)(عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۶۱تا۶۳)

(بداية المجتهد، كتاب السلم، الباب الاول فى محله و شروطه، جزء ثانی صفحہ۱۵۱، ۱۵۲)

باب نمبر۱ اور باب نمبر۲ میں کَیلِ معلوم اور وزنِ معلوم کے تعلق میں عبداللہ بن ابی نجیح کی ہی روایت مختلف سندوں سے نقل کی گئی ہے۔کَیل کے معنے ہیں ماپنا اور وزن کے معنے ہیں تولنا۔بعض جگہ ماپ کر بیچنے کا رواج ہے اور بعض جگہ تول کر، دونوں طریق سے مقدار معین ہو جاتی ہے۔

باب۲ کی روایت نمبر۲۲۴۰ میں کَیل کے علاوہ الفاظ اِلٰى اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ بھی مروی ہیں۔یعنی بیع سلم میں مدتِ مقررہ بھی شرط ہے۔اس روایت کی تائید میں روایت نمبر۲۲۴۱ بھی نقل کی گئی ہے۔باب۱ کی پہلی روایت میں بھی اَلْعَامَ وَالْعَامَيْنِ کے الفاظ سے مدت کا ذکر موجود ہے۔ان روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ بیع سلم میں وزن، ماپ اور مدت معین ہو۔

بَاب ۳: اَلسَّلَمُ إِلَى مَنْ لَّيْسَ عِنْدَهُ أَصْلٌ

ایسے شخص سے بیع سلم کرنا جس کے پاس اصل جنس نہیں

٢٢٤٤-٢٢٤٥: حَدَّثَنَا مُوْسَى ابْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا

۲۲۴۴-۲۲۴۵: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد (بن زیاد) نے ہمیں بتایا، (کہا

الشَّيْبَانِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ قَالَ بَعَثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ وَأَبُو بُرْدَةَ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَا سَلْهُ هَلْ كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْلِفُوْنَ فِي الْحِنْطَةِ قَالَ عَبْدُ اللهِ كُنَّا نُسْلِفُ نَبِيْطَ أَهْلِ الشَّأْمِ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّيْتِ فِي كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ قُلْتُ إِلَى مَنْ كَانَ أَصْلُهُ عِنْدَهُ قَالَ مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذٰلِكَ ثُمَّ بَعَثَانِي إِلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْلِفُوْنَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ نَسْأَلْهُمْ أَلَهُمْ حَرْثٌ أَمْ لَا.

کہ ابواسحاق) شیبانی نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن ابی المجالد نے ہمیں بتایا، کہا کہ عبداللہ بن شداد اور ابو بردہ نے مجھے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا اور انہوں نے کہا کہ ان سے پوچھو: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گندم میں بیع سلم کیا کرتے تھے؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ ہم ملک شام کے کاشتکاروں کو گندم اور جَو اور زیتون کی خرید کے لئے ماپ اور مدت مقرر کر کے پیشگی رقم دیا کرتے تھے۔ میں نے پوچھا: انہی لوگوں کو جن کے پاس اصل جنس ہوتی؟ کہا: ہم اس کی بابت ان سے پوچھا نہیں کرتے تھے۔ پھر ان دونوں نے مجھے حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰؓ کے پاس بھیجا اور میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بیع سلم کیا کرتے تھے اور ہم ان (بیچنے والوں) سے یہ نہیں پوچھا کرتے تھے کہ آیا ان کی کھیتی ہے یا نہیں۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا خَالِدُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ مُّحَمَّدِ ابْنِ أَبِي مُجَالِدٍ بِهٰذَا وَقَالَ فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ. وَقَالَ عَبْدُ اللهِ ابْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ

اسحاق (بن شاہین) نے ہم سے بیان کیا کہ خالد بن عبداللہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے (سلیمان) شیبانی سے، شیبانی نے محمد بن ابی مجالد سے یہی حدیث نقل کی ہے (اور وہ یوں ہے:) اور انہوں نے کہا: ہم گندم اور جَو کیلئے ان کو پیشگی رقم دیا کرتے تھے۔ اور عبداللہ بن ولید نے جو سفیان سے روایت کی۔ (سفیان نے کہا کہ)

وَقَالَ وَالزَّيْتِ. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ وَقَالَ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّبِيْبِ.

شیبانی نے ہم سے بیان کیا۔ اس میں زیتون کا لفظ زیادہ ہے۔ (اور قتیبہ کی روایت یوں ہے:) قتیبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) کہ جریر نے ہمیں بتایا کہ شیبانی سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ گندم اور جَو اور منقیٰ کے لئے (پیشگی قیمت دیا کرتے تھے) (پہلی روایت میں زیتون کا لفظ تھا تو اِس میں منقیٰ کا ذکر ہے۔)

اطرافُهُ: ٢٢٤٢-٢٢٤٣، ٢٢٥٤-٢٢٥٥.

٢٢٤٦: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْبَخْتَرِيِّ الطَّائِيَّ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يُؤْكَلَ مِنْهُ وَحَتَّى يُوْزَنَ فَقَالَ رَجُلٌ وَأَيُّ شَيْءٍ يُوْزَنُ قَالَ رَجُلٌ إِلَى جَانِبِهِ حَتَّى يُحْرَزَ.

۲۲۴۶: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا) کہ عمرو (بن مرہ) نے ہمیں خبر دی، کہا کہ میں نے ابوالبختری طائی سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کھجور کے درختوں کی بیع سلم کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درخت کی بیع سے منع فرمایا ہے، تاوقتیکہ کھجور کھانے کے لائق ہو جائے اور اس کا وزن کیا جا سکے۔ ایک شخص بولا: کس چیز کا وزن کیا جائے؟ تو ایک دوسرے شخص نے جو اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا، کہا: یہاں تک کہ محفوظ کیا جا سکے۔

وَقَالَ مُعَاذٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ أَبُو الْبَخْتَرِيِّ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

اور معاذ (بن معاذ) نے کہا کہ شعبہ نے عمرو سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ ابوالبختری نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی منع فرمایا ہے۔

اطرافُهُ: ٢٢٤٨، ٢٢٥٠.

تشریح: **اَلسَّلَمُ اِلَى مَنْ لَّيْسَ عِنْدَهُ اَصْلٌ:** جنس کی عدم موجودگی کی صورت میں بیع جائز قرار دی گئی ہے۔ دراصل بیع سلم کی صورت بیع غرر اور بیع معدوم کے بین بین ہے۔

فِي النَّخْلِ: روایت نمبر ۲۲۴۶ کے آخر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے جواب پر ان سے پوچھا گیا: **وَأَيُّ شَيْءٍ يُوْزَنُ** ۔کس چیز کا وزن کیا جائے۔یعنی وزن کئے جانے سے کیا مراد ہے؟اس کا جواب انہوں نے فقرہ **حَتَّى يُحْرَزَ** سے دیا ہے۔یعنی جو محفوظ کی جائے۔یہ لفظ بعض روایتوں میں یُحْزَر ہے جو حَزَر سے ہے،جس کے معنے قیاس کرنے یا اندازہ کرنے کے ہیں۔امام ابن حجرؒ نے اسی لفظ کو ترجیح دی ہے۔(فتح الباری جزء۴ صفحہ۵۴۵) دونوں لفظوں سے جواب کا مفہوم واضح ہے کہ جب تک کھجور کی مقدار معین اور محفوظ صورت میں نہ ہو، اُدھار پر اس کی خرید وفروخت جائز نہیں۔مزید وضاحت کے لیے اگلے باب (نمبر۴) کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ٤ : اَلسَّلَمُ فِي النَّخْلِ

کھجور کے درخت سے متعلق بیع سلم

٢٢٤٧-٢٢٤٨: حَدَّثَنَا أَبُوالْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ فَقَالَ نُهِيَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَصْلُحَ وَعَنْ بَيْعِ الْوَرِقِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ. وَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يُؤْكَلَ مِنْهُ أَوْ يَأْكُلَ مِنْهُ حَتَّى يُوْزَنَ.

۲۲۴۷-۲۲۴۸: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔انہوں نے عمرو (بن مرہ) سے،عمرو نے ابوالبختری (سعید بن فیروز) سے حدیث بیان کی۔انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کھجور کے درختوں (کے پھلوں) کی بیع سلم کرنے کی نسبت پوچھا تو انہوں نے کہا: کھجور (کے پھل) کی خرید وفروخت اس وقت تک منع ہے کہ وہ کھانے کے لائق ہو جائے۔اور چاندی کی خرید وفروخت بھی ایسے طور پر منع ہے کہ ایک طرف تو (چاندی) نقد ہو اور دوسری طرف اُدھار ہو اور میں نے حضرت ابن عباسؓ سے (بھی درخت پر) کھجور کی بیع سلم کی نسبت پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے تاوقتیکہ وہ کھانے کے قابل ہو جائے۔یا یہ کہا کہ وہ اسے خود کھائے،یہاں تک کہ اس کا وزن کیا جا سکے۔

اطراف الحدیث ۲۲۴۷: ١٤٨٦، ٢١٨٣، ٢١٩٤، ٢١٩٩، ٢٢٤٩۔
اطراف الحدیث ۲۲۴۸: ٢٢٤٦، ٢٢٥٠۔

٢٢٤٩-٢٢٥٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ **۲۲۴۹-۲۲۵۰:** ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا،

ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَصْلُحَ وَنَهَى عَنِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ وَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَأْكُلَ أَوْ يُؤْكَلَ وَحَتَّى يُوْزَنَ قُلْتُ وَمَا يُوْزَنُ قَالَ رَجُلٌ عِنْدَهُ حَتَّى يُحْزَرَ.

(کہا) کہ ہم کو (محمد بن جعفر) غندر نے بتایا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا۔ انہوں نے عمرو (بن مرہ) سے، انہوں نے ابوالبختری سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا) کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کھجور (کے درخت پر جو پھل لگا ہوا اُس) کی بیع سلم کی جاسکتی ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ نبی ﷺ نے پھل بیچنے سے منع کیا ہے، تاوقتیکہ وہ پکنا شروع ہوجائے۔ اور چاندی کو سونے کے بدلے میں (بھی اس طرح) بیچنے سے منع فرمایا ہے کہ ایک طرف اُدھار ہو اور دوسری طرف نقد ہو۔ اور میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے کھجور (کے پھل) بیچنے سے منع فرمایا جب تک کہ وہ کھائے یا کھانے کے قابل ہوجائے اور یہاں تک کہ اس کا وزن کیا جاسکے۔ میں نے کہا: وزن کیا جانے سے کیا مراد ہے؟ تو ایک شخص نے جو ان کے پاس (بیٹھا ہوا) تھا، کہا: یہاں تک کہ اس کا اندازہ ہوسکے۔

اطراف الحدیث ۲۲۴۹: ۱۴۸٦، ۲۱۸۳، ۲۱۹٤، ۲۱۹۹، ۲۲٤۷۔
اطراف الحدیث ۲۲۵۰: ۲۲٤٦، ۲۲٤۸۔

تشریح: **السَّلَمُ فِي النَّخْلِ:** اس بارے میں حاکمؒ، بیہقیؒ اور ابن حبانؒ نے نقل کیا ہے کہ زید بن سعنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ فلاں باغ کی کھجوریں مجھے فلاں وقت تک اُدھار پر فروخت کردیں تو آپؐ نے فرمایا: ایسا نہیں ہوسکتا۔ اَبِيعُكَ اَوْسَقًا مُسَمَّاةً اِلَى اَجَلٍ مُسَمًّى۔ یعنی معین وسق مقررہ میعاد کے لئے تجھے بیچ سکتا ہوں۔☆ ابوداودؒ اور ابن ماجہؒ نے بھی اس بارے میں بعض روایتیں نقل کی ہیں کہ ایک شخص نے ایک سال کے لئے کھجوروں کے باغ کا بطور بیع سلم سودا کیا۔ اس سال پھل نہ لگا اور جھگڑے کی صورت پیدا ہوئی۔ مشتری نے کہا: پھل لگنے کی شرط تھی۔ بائع نے کہا کہ صرف اس سال کا سودا ٹھہرایا گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روپیہ

☆(المستدرک علی الصحیحن، کتاب معرفة الصحابة، ذکر إسلام زید بن سعنة، جزء۳ صفحہ۷۰۰)
(سنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب البیوع، ابواب السلم، باب لایجوز السلف حتی یکون بصفة معلومة لا تتعلق بعین)
(صحیح ابن حبان، کتاب البر والإحسان، ذکر الاستحباب للمرء أن یأمر بالمعروف من هو فوقه، جزء اول صفحہ۵۲۲)

واپس کرنے کا فیصلہ کیا اور فرمایا: وَلَا تُسْلِمُوْا فِیْ نَخْلٍ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهٗ ۔ تاوقتیکہ کھجوریں پختہ نہ ہوں، ان کی بیع سلم نہ کیا کرو۔☆ یہ روایت بلحاظ سند کمزور ہے اور اسی لئے امام بخاریؒ نے وہ نظر انداز کردی ہے اور باب ۳، ۴ کی روایتیں ان کے نزدیک مستند ہیں، جن سے پایا جاتا ہے کہ جو درخت ابھی پکے نہیں اور نہ ان کے پھل کی مقدار کا اندازہ ہوسکتا ہے، ان کی بیع سلم کی صورت ایسی ہے جیسی غیر موجود شئے کا سودا کرنا۔
(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۴۶) (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۶۸)

باب ۳، ۴ کے عنوان مختلف ہیں مگر روایات نمبر ۲۲۴۶، ۲۲۴۸، ۲۲۵۰ جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہیں، ان کا مضمون ایک ہی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے مذکورہ بالا فتویٰ کو اکثر فقہاء نے بیع سلم حال پر محمول کیا ہے بشرطیکہ کھجوروں کا پھل پختہ اور قابل اندازہ ہو، ورنہ بیع غرر کی صورت ہوگی جو جائز نہیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۴۶) امام شافعیؒ کے نزدیک بیع سلم کی صحت کے لئے اُدھار کا ہونا ضروری ہے اور اس میں معین شے کا سودا معین مقدار میں کیا جائے۔ جو موجود ہو، اس کے لین دین کا معاملہ عام بیع متصور ہوگی، بیع سلم نہیں کہلائے گی۔ بیع سلم کا اطلاق ان کے نزدیک اسی شئے پر ہوگا جو موجود نہیں اور بعد میں لی جائے گی۔ اسی فقیہانہ اختلاف کے پیش نظر باب ۳ و ۴ قائم کئے گئے ہیں۔ دیکھئے فتح الباری شرح باب ۳ جزء ۴ صفحہ ۵۴۴، ۵۴۵۔

بَاب ۵ : اَلْكَفِيْلُ فِي السَّلَمِ
بیع سلم میں ضامن

۲۲۵۱ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ حَدَّثَنَا يَعْلَى حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتِ اشْتَرَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا مِّنْ يَّهُوْدِيٍّ بِنَسِيْئَةٍ وَرَهَنَهُ دِرْعًا لَّهُ مِنْ حَدِيْدٍ.

۲۲۵۱: محمد بن سلام نے مجھ سے بیان کیا، (کہا) کہ یعلی (بن عبید بن امیہ) نے ہم کو بتایا۔ (انہوں نے کہا) کہ اعمش نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابراہیم (نخعی) سے، ابراہیم نے اسود (بن یزید) سے، اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے اُدھار پر غلہ خریدا اور اپنی لوہے کی زِرہ اس کے پاس رہن رکھی۔

اطرافُهُ: ٢٠٦٨، ٢٠٩٦، ٢٢٠٠، ٢٢٥٢، ٢٣٨٦، ٢٥٠٩، ٢٥١٣، ٢٩١٦، ٤٤٦٧۔

☆ (سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی السلم فی ثمرة بعینها)
(سنن ابن ماجه، کتاب التجارات، باب اذا أسلم فی نخل بعینه لم يطلع)

بَاب ٦: اَلرَّهْنُ فِي السَّلَمِ

بیع سلم میں رہن

۲۲۵۲: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيْمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَفِ فَقَالَ حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى مِنْ يَهُوْدِيٍّ طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ وَارْتَهَنَ مِنْهُ دِرْعًا مِّنْ حَدِيْدٍ.

۲۲۵۲: محمد بن محبوب نے مجھ سے بیان کیا کہ عبدالواحد (بن زیاد) نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا) کہ اعمش نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ ابراہیم (نخعی) کے پاس بیع سلم میں رہن سے متعلق ہم نے آپس میں ذکر کیا تو انہوں نے کہا: اسود (بن یزید) نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے غلہ مقررہ میعاد تک کے لئے لیا اور لوہے کی ایک زِرہ اس کے پاس رہن رکھی۔

اطرافه: ۲۰۶۸، ۲۰۹۶، ۲۲۰۰، ۲۲۵۱، ۲۳۸٦، ۲۵۰۹، ۲۵۱۳، ۲۹۱٦، ٤٤٦٧۔

تشریح: **الْكَفِيْلُ فِي السَّلَمِ:** باب نمبر ۵، ۶ میں ایک ہی واقعہ سے دو الگ الگ مسئلے کفالت اور رہن کے اخذ کئے گئے ہیں۔ کفالت شخصی بھی ہوسکتی ہے اور جائیداد کی بھی۔ روایت نمبر ۲۲۵۲ میں صراحت ہے کہ ابراہیم نخعی کے پاس بیع سلم سے متعلق رہن کی بابت ذکر ہوا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ بیان کیا؛ جس سے پایا جاتا ہے کہ پیشگی رقم کو محفوظ کرنے کی غرض سے کفالت لی جاسکتی ہے۔ بعض فقہائے حنابلہ کے نزدیک جنس زیر بیع سلم کی کفالت جائز نہیں۔ لیکن امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب جو مشہور ہے، اس کی رُو سے جائز ہے۔

بَاب ۷: اَلسَّلَمُ إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ

بیع سلم میں میعاد مقرر ہونی چاہیے

وَبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَبُوْسَعِيْدٍ وَالْحَسَنُ وَالْأَسْوَدُ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَا بَأْسَ فِي الطَّعَامِ الْمَوْصُوْفِ بِسِعْرٍ مَّعْلُوْمٍ إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ مَا لَمْ يَكُنْ

حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابوسعید (خدریؓ)، حسن (بصری) اور اسود کا یہی قول ہے۔ اور حضرت ابن عمرؓ نے کہا: اس غلہ کی بیع سلم میں کوئی حرج نہیں جس کی صفت بیان کردی جائے اور نرخ اور میعاد مقرر کردی

ذَلِكَ فِي زَرْعٍ لَّمْ يَبْدُ صَلَاحُهُ.

جائے؛ بشرطیکہ وہ غلہ ایسی کھیتی میں نہ ہو جس کی حالت پختگی نمایاں نہ ہو۔

۲۲۵۳: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يُسْلِفُوْنَ فِي الثِّمَارِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ فَقَالَ أَسْلِفُوْا فِي الثِّمَارِ فِي كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ. وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيْحٍ وَقَالَ فِي كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ وَوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ.

اطرافہ: ۲۲۳۹، ۲۲۴۰، ۲۲۴۱۔

۲۲۵۳: ابونُعَیم نے ہم سے بیان کیا، (کہا) کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن ابی نجیح سے، ابن ابی نجیح نے عبداللہ بن کثیر سے، عبداللہ نے ابوالمنہا ل سے، ابوالمنہال نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے اور حالت یہ تھی کہ (لوگ) پھلوں میں دو دو اور تین تین سال کے لئے بیع سلم کیا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: پھلوں میں مقررہ ماپ سے مقررہ میعاد کے لئے بیع سلم کیا کرو۔ اور عبداللہ بن ولید نے کہا: سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا کہ ابن ابی نجیح نے ہمیں جو بتایا (وہ یوں ہے:) آپؐ نے فرمایا: مقررہ ماپ اور مقررہ وزن سے۔

۲۲۵۴-۲۲۵۵: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ أَبِي مُجَالِدٍ قَالَ أَرْسَلَنِيْ أَبُوبُرْدَةَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى وَعَبْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى فَسَأَلْتُهُمَا عَنِ السَّلَفِ فَقَالَا كُنَّا نُصِيْبُ الْمَغَانِمَ مَعَ

۲۲۵۴-۲۲۵۵: محمد بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا، (کہا) کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی، (کہا) کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سلیمان شیبانی سے، سلیمان نے محمد بن ابی مجالد سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ابوبردہ اور عبداللہ بن شداد نے مجھے حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰؓ اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ کے پاس بھیجا تو میں نے ان سے بیع سلم کے متعلق پوچھا تو ان دونوں نے کہا کہ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يَأْتِيْنَا أَنْبَاطٌ مِّنْ أَنْبَاطِ الشَّأْمِ فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّيْتِ[۱] إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى قَالَ قُلْتُ أَكَانَ لَهُمْ زَرْعٌ أَوْ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ زَرْعٌ قَالَا مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذٰلِكَ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم غنیمت کا حصہ پاتے تھے تو شام کے نبطی ہمارے پاس آتے اور ہم گندم، جَو اور منقّی[۱] لینے کی غرض سے مقررہ وقت تک کے لئے ان کو پیشگی رقم دے دیتے۔ کہا: میں نے پوچھا کہ ان کی زراعت ہوتی تھی یا نہ؟ تو ان دونوں نے کہا: ہم اس کی نسبت ان سے نہیں پوچھا کرتے تھے۔

اطرافہُ: ۲۲۴۲-۲۲۴۳، ۲۲۴۴-۲۲۴۵۔

تشریح: **اَلسَّلَمُ اِلَى اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ:** باب کے عنوان سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیع سلم میں حال کے جواز سے متعلق جوفتویٰ دیا گیا ہے وہ درست نہیں کیونکہ بیع سلم کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ رقم پیشگی دی جائے۔ قرآن مجید کے ارشاد اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى (البقرۃ: ۲۸۳) میں چونکہ میعاد کی تصریح ہے، اس لئے نص صریح کے بموجب بیع سلم میں بھی میعاد کا معین ہونا ضروری ہے اور اس کا تعلق مستقبل سے ہے۔

وَبِهٖ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَبُوْسَعِيْدٍ وَالْحَسَنُ وَالْأَسْوَدُ: عنوانِ باب میں صحابہ کرام میں سے حضرت ابن عباسؓ[۲] حضرت ابوسعید خدریؓ[۳] اور تابعین میں سے حسن بصریؒ اور اسودؒ کے فتاویٰ اسی امر کی تائید میں ہیں جو علی الترتیب امام شافعیؒ، عبدالرزاقؒ، سعید بن منصورؒ اور ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کئے ہیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۴۸)

لَا بَأْسَ فِي الطَّعَامِ الْمَوْصُوْفِ بِسِعْرٍ: عنوانِ باب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے قول کا حوالہ[۴] ایک اور اختلاف کے پیش نظر نقل کیا گیا ہے کہ بیع سلم میں اگر نرخ معین کیا جائے تو یہ سود ہوگا۔ مفصل حوالہ جات کیلئے دیکھئے فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۴۸، ۵۴۹۔ عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۶۹، ۷۰۔

اس باب میں وہی روایتیں دہرائی گئی ہیں جن کا ذکر پہلے دو ابواب میں گزر چکا ہے مگر مختلف سندوں سے۔

---

۱ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق یہاں ''الزَّبِيْبِ'' ہے (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۵۴۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔
۲ (مسند الشافعي، ومن كتاب البيوع، جزءاول صفحہ ۱۳۸)
۳ (مصنف عبد الرزاق، كتاب البيوع، باب لا سلف إلّا الى أجل معلوم، جزء۸ صفحہ ۷)
۴ (مؤطا امام مالک، کتاب البيوع، باب السلفة فى الطعام)

بَاب ۸ : اَلسَّلَمُ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ

اس وقت تک کے لئے بیع سلم کرنا کہ اُونٹنی بچہ جنے

۲۲۵٦ : حَدَّثَنِيْ مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ أَخْبَرَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانُوْا يَتَبَايَعُوْنَ الْجَزُوْرَ إِلَى حَبَلِ الْحَبَلَةِ فَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ. فَسَّرَهُ نَافِعٌ اِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ مَا فِي بَطْنِهَا.

اطرافہ: ۲۱۴۳، ۳۸۴۳۔

۲۲۵٦: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ جویریہ (بن اسماء) نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ لوگ اُونٹوں کی خرید وفروخت اس شرط پر کیا کرتے تھے کہ حاملہ اُونٹنی کا بچہ بڑا ہو کر بچہ جنے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ نافع نے حَبَلُ الْحَبَلَةِ کی یہ تفسیر کی ہے کہ اُونٹنی وہ بچہ جنے جو اس کے پیٹ میں ہو۔

تشریح: **اَلسَّلَمُ اِلَى اَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ:** مذکورہ بالا عنوان سے بھی یہی ثابت کرنا مقصود ہے کہ غیر معین میعاد کے لئے بیع سلم اسی طرح ناجائز ہے جس طرح عام بیع کہ ایسی بیع اَز قسم غرر ہے۔ جس کی صریح ممانعت ہے۔ سٹے کا جو دستور آج کل رائج ہے وہ قطعاً بیع سلم کی صورت نہیں کہلا سکتا۔ اس میں اوّل ضروری نہیں کہ جنس فی الواقع موجود ہو۔ دوم سٹے میں درحقیقت روپے سے روپیہ کا سود ٹھہرتا ہے۔ عام طور پر یہ ہوتا ہے، مثلاً فلاں قسم کی روئی منڈی کے موجودہ نرخ پر ایک ہزار مَن خریدنے کا سمجھوتہ قرار پاتا ہے۔ اگلے دن نرخ بڑھنے پر وہی ایک ہزار مَن روئی بڑھے ہوئے نرخ پر بیچ دی جاتی ہے؛ بغیر اس کے کہ ایک ہزار مَن روئی پر قبضہ ہو اور اگر نرخ گر جائے تو بعض وقت سٹے کے بازار میں بڑے سے بڑا تاجر دیوالیہ ہو جاتا ہے۔ یہ طریق قسمت آزمائی کی صورت ہے اور اسلام نے ہر ایسے کاروبار کو ناجائز قرار دیا ہے جس میں ایک کا نقصان اور دوسرے کا فائدہ ہو۔ قمار یعنی جوئے بازی بھی اسی لئے حرام ہے کہ اس میں فرد اپنی چالاکی اور ہوشیاری سے دوسرے کا مال سمیٹتا اور اُسے تہی دست کر دیتا ہے۔ اس قسم کا کاروبار اَز قبیل غرر ہے کہ وہ دھوکے اور فریب پر مبنی اور نقصان دہ ہوتا ہے۔

صحت بیع سلم کی جو شرطیں مندرجہ بالا ابواب میں بیان ہوئی ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:-

۱) ایک معین مقدار میں جنس کی خرید بالفعل مقصود ہو۔

۲) وقت کی تعیین- یعنی فلاں وقت میں؛ جنس مطلوب فلاں وقت لے لی جائے گی۔

۳) نوعیت جنس کی تعیین - یعنی صراحت سے ان صفات کا بیان ہو جن کی وجہ سے قیمت کم وبیش ہوتی ہو۔
مثلاً کپڑا سوتی یا اُونی، ہاتھ کا بنا ہوا یا مشین کا، سادہ یا رنگ دار۔ بعض وقت تانے بانے کے دھاگوں کی تعداد تک معین ہوتی ہے جس کے ہونے یا نہ ہونے سے کپڑا مضبوط یا کمزور ہوتا ہے۔

۴) نرخ کی تعیین۔ ۵) قیمت کی نقد ادائیگی بطور پیشگی۔

۶) قدرت سلیم- یعنی جس کے ساتھ سودا کیا جا رہا ہو، وہ جنس مطلوب مہیا کرنے پر قادر ہے۔

۷) ضرورت حقہ ہو۔ ۸) دھوکا اور فریب کی صورت نہ ہو۔

جمہور کے نزدیک ان شرائط میں سے کسی ایک شرط کا فقدان بیع سلم کو باطل کر دیتا ہے۔ مثلاً اگر جنس مطلوب موجود ہو تو اس کا لینا دینا احکامِ بیع کے تحت ہوگا اور اگر جنس موجود نہ ہو اور اس کے لین دین میں مدت غیر معین ہو یا جنس کی مقدار نامعلوم ہو جیسے باغ کا پھل تو بیع سلم باطل ہوگی۔ وعلیٰ ہذا القیاس باقی شرطیں۔ اس ضمن میں بدایة المجتهد، كتاب السلم، الباب الأوّل فی محله وشروطه بھی دیکھئے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٣٦- كِتَابُ الشُّفْعَةِ

شفعہ شرعی اصطلاح میں وہ انتقال جائیداد کا حق ہے جو مشارکت یا قرب وجوار یا استفادہ کی وجہ سے کسی غیر منقولہ جائیداد کے بارے میں کسی شریک یا پڑوسی کا بدرجہ اولیٰ بنتا ہے۔ مثلاً ایک رشتہ دار یا پڑوسی اپنا مکان بیچنا چاہتا ہے تو پہلا حق اس کے رشتہ دار یا پڑوسی کو ہے کہ وہ اسے خریدے۔ شریعت اسلامیہ نے یہ حق معاشرہ کے تعلقات کی صحت وسلامتی کے لیے محفوظ کیا ہے۔ تمدنِ بشری میں سب سے پہلے یہ حق شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی محفوظ کرنے کی ضرورت کو محسوس کیا ہے۔ اس سے قبل رومانی ضابطہ قوانین میں حق شفعہ کا وجود بطور معاہدہ پایا جاتا تھا۔ یعنی جائیداد بیچنے والا بیع نامہ میں تصریح کر دیتا کہ اگر یہ جائیداد بعد کو فروخت کی گئی تو پہلا حق خرید بائع اوّل یا فلاں شخص کو ہوگا۔ لیکن اسلامی شریعت کی رو سے اپنی جائیداد جس میں کوئی شخص شرکت یا قرب وجوار یا استفادہ کا تعلق رکھتا ہو، اس کی اجازت یا علم کے بغیر فروخت کردی جائے تو اسے اس جائیداد کو اسی قیمت پر لے لینے کا قانوناً حق حاصل ہوگا جس پر وہ فروخت کی گئی ہو اور خریدار کو اس جائیداد سے محروم ہونا پڑے گا۔ اس کے لئے بائع اور شفیع کو نہ تو کسی سابقہ معاہدے یا سمجھوتے کی ضرورت ہے اور نہ پہلے بیع نامہ میں کسی شرط کی۔ شفیع مشتری کا بیع نامہ ہی ہر لحاظ سے شفیع کا بیع نامہ متصور ہوگا۔ رومانی قانون میں مالک جائیداد شفعہ کا دعویٰ کرنے والے کو اپنے سابقہ معاہدہ کی بناء پر قبضہ دینے سے انکار کرسکتا ہے جو اس کے اور مشتری کے درمیان پہلے سے قرار پاچکا ہو مگر اسلامی شریعت کی رو سے وہ انکار نہیں کرسکتا؛ کیونکہ ایسا معاہدہ جو شفیع کو اس کے طبعی حق سے محروم کرتا ہے، باطل اور بے اثر ہے۔ بعض ہندو قانون دانوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس قانون کا وجود مسلمانوں کے ہندوستان میں آنے سے پہلے قدیم ہندو قانون میں پایا جاتا تھا مگر ان کی یہ کوشش بے سود ثابت ہوئی۔ خود ہندو مقنّنین نے ہی ان کا یہ خیال ردّ کیا ہے۔

اسی کتاب میں حق شفعہ کے تاریخی اور قانونی پس منظر سے متعلق یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ حق شفعہ کی موجودہ شکل وصورت اسلامی فقہ کی مرہونِ منت ہے اور معاشرہ انسانیہ کے تمدنی حقوق کے تحفظ میں اس جہت سے اسلام ہی اس کا پہلا علم بردار ہے۔ فقہائے اسلام نے شفیع کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ شفیع شریک، شفیع خلیط اور شفیع جار۔ ان ابواب میں ان تینوں قسم کے حقوق شفعہ کی وضاحت اور تعین کا ذکر آئے گا۔

بَاب ١ : الشُّفْعَةُ فِيمَا لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ فَلَا شُفْعَةَ

شفعہ اسی (جائیداد) کا ہے جس کی تقسیم نہ ہوئی ہو مگر جب حدّیں پڑ جائیں تو شفعہ نہ ہوگا

۲۲۵۷: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ.

۲۲۵۷: مسدد (بن مسرہد) نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد نے ہمیں بتایا۔ (عبدالواحد نے کہا) کہ معمر نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے زُہری سے، زُہری نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے، ابوسلمہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اُس (مال) میں جو تقسیم نہ کیا گیا ہو، شفعہ کا فیصلہ فرمایا ہے۔ مگر جب (تقسیم ہوگئی اور) حدیں پڑ گئیں اور راستے الگ الگ نکال دیئے گئے تو پھر شفعہ نہیں۔

اطرافه: ٢٢١٣، ٢٢١٤، ٢٤٩٥، ٢٤٩٦، ٦٩٧٦۔

تشریح: الشُّفْعَةُ فِيمَا لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ فَلَا شُفْعَةَ: یہ باب شفعہ شرکت سے متعلق ہے۔ یعنی جب تک مشترکہ جائداد تقسیم ہوکر اس کی حدود، اس میں آنے جانے کے راستے متعین نہ ہو جائیں تو اگر حصہ دار اپنا حصہ بیچنا چاہے تو دوسرے حصہ دار کو بوجہ شرکت شفعہ کا حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ خریدے۔ لیکن جب جائیداد تقسیم ہو جائے اور اس کی حد قائم ہو کر ہر شریک کا حصہ جائیداد الگ ہو جائے اور اس کے آنے جانے کا راستہ بھی مقرر ہو کر شرکت کی صورت قائم نہ رہے تو پھر حق شفیع بوجہ شرکت قائم نہ رہے گا۔ یہ مفہوم ہے عنوانِ باب کا۔

حدیث نمبر ۲۲۵۷ سے حق شفعہ کی صحت کے لئے مندرجہ ذیل شرطیں مستنبط ہوتی ہیں:-

۱) مشترکہ جائیداد میں جو قابل تقسیم ہو، شفعہ کا حق اس وقت ہوگا جب کوئی شریک اسے فروخت کرنا چاہے تو اس کو لینے کا پہلا حقدار اس کا شریک ہوگا۔

۲) ناقابل تقسیم جائیداد میں حق شفعہ نہیں۔ ناقابل تقسیم سے مراد یہ ہے کہ تقسیم ہونے پر وہ نفع مند نہ رہے۔ مثلاً چھوٹا سا حمام یعنی غسل خانہ ہے، یا تنگ گلی ہے۔ اگر ایسی جائیداد تقسیم کی جائے تو نہ گلی کارآمد رہے گی نہ حمام۔

۳) جو جائیداد قابل تقسیم اور قابل انتقال ہو؛ یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائی جاسکتی ہے، اس میں بھی حق شفعہ نہیں۔ مثلاً اثاث البیت وغیرہ۔

۴) شفعہ کا حق نقصان کے تدارک کے لئے قائم کیا گیا ہے جو کسی شریک کو پہنچ سکتا ہے۔ اگر کسی نقصان کا احتمال نہیں تو حق شفعہ نہ رہے گا۔

۵) شریک کی رضامندی سے غیر شفیع خرید سکتا ہے۔

۶) حق شفعہ صرف اسی جائیداد میں ہوتا ہے جس میں کسی قسم کا اشتراک پایا جائے۔ خواہ بسبب قرب وجوار کے یا بسبب اِستفادہ کے۔ مثلاً ایک کنواں ہے جس میں سے محلّے کے لوگ پانی حاصل کرتے ہیں۔ اگر کنویں کا مالک اسے کسی کے پاس بیچنا چاہے تو پہلا حق فائدہ اُٹھانے والوں کا ہے۔ استفادہ بھی حق شفعہ قائم کرتا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی محولہ بالا روایت کے لیے کتاب البیوع باب ۹۶ روایت ۲۲۱۳ دیکھئے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انہی سے یہی روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے: قَضَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالشُّفْعَةِ فِيْ كُلِّ شِرْكَةٍ لَّمْ تُقْسَمْ رَبْعَةٍ اَوْ حَائِطٍ لَا يَحِلُّ لَهُ اَنْ يَّبِيْعَ حَتّٰى يُؤْذِنَ شَرِيْكَهُ فَاِنْ شَآءَ اَخَذَ وَاِنْ شَآءَ تَرَكَ فَاِذَا بَاعَ وَلَمْ يُؤْذِنْهُ فَهُوَ اَحَقُّ بِهِ. (مسلم، كتاب المساقاة، باب الشفعة) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مشترکہ جائیداد سے متعلق جو تقسیم نہیں ہوئی، شفعہ کا فیصلہ فرمایا۔ مکان ہو یا باغ مالک کو جائز نہیں کہ وہ اسے بیچے جب تک کہ اپنے شریک کو اطلاع نہ کردے۔ چاہے شریک اسے لے، چاہے نہ لے۔ اگر وہ بیچ دے اور اسے اطلاع نہ دی ہو تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔

بَاب ۲: عَرْضُ الشُّفْعَةِ عَلَى صَاحِبِهَا قَبْلَ الْبَيْعِ

(جائیداد کے) فروخت کرنے سے پہلے شفیع کے سامنے شفعہ پیش کرنا

وَقَالَ الْحَكَمُ إِذَا أَذِنَ لَهُ قَبْلَ الْبَيْعِ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ. وَقَالَ الشَّعْبِيُّ مَنْ بِيْعَتْ شُفْعَتُهُ وَهُوَ شَاهِدٌ لَا يُغَيِّرُهَا فَلَا شُفْعَةَ لَهُ.

اور حَکَم (بن عُتَیبہ) نے کہا: جب بیع سے پہلے (شفیع) اجازت دے دے تو اس کا حق شفعہ نہیں رہتا۔ اور شعبی نے کہا ہے کہ اگر جائیداد شفیع کی موجودگی میں بیچی جائے اور وہ خاموش رہے، اعتراض نہ کرے تو اس کے شفعہ کا حق جاتا رہتا ہے۔

۲۲۵۸: حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيْمُ ابْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيْدِ قَالَ وَقَفْتُ عَلَى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ

۲۲۵۸: مکی بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ ابن جریج نے ہمیں بتایا، (کہا) کہ ابراہیم بن میسرہ نے عمرو بن شرید سے مجھے خبر دی۔ انہوں نے کہا: میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس کھڑا تھا کہ

فَجَاءَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى إِحْدَى مَنْكِبَيَّ إِذْ جَاءَ أَبُو رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا سَعْدُ ابْتَعْ مِنِّي بَيْتَيَّ فِي دَارِكَ فَقَالَ سَعْدٌ وَاللهِ مَا أَبْتَاعُهُمَا فَقَالَ الْمِسْوَرُ وَاللهِ لَتَبْتَاعَنَّهُمَا فَقَالَ سَعْدٌ وَاللهِ لَاأَزِيْدُكَ عَلَى أَرْبَعَةِ آلَافٍ مُنَجَّمَةً أَوْ مُقَطَّعَةً قَالَ أَبُو رَافِعٍ لَقَدْ أُعْطِيْتُ بِهَا خَمْسَ مِائَةِ دِيْنَارٍ وَلَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ مَا أَعْطَيْتُكَهَا بِأَرْبَعَةِ آلَافٍ وَأَنَا أُعْطَى بِهَا خَمْسَ مِائَةِ دِيْنَارٍ فَأَعْطَاهَا إِيَّاهُ.

حضرت مِسور بن مخرمہؓ آئے اور میرے ایک کندھے پر انہوں نے اپنا ہاتھ رکھا۔ اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ابورافعؓ آئے اور کہنے لگے: سعد! میرے دو گھر جو آپؓ کی حویلی میں ہیں، خرید لیں۔ حضرت سعدؓ نے کہا: بخدا میں انہیں نہیں خریدوں گا۔ حضرت مسورؓ نے کہا: بخدا آپؓ نے ضرور انہیں خریدنا ہوگا۔ تو حضرت سعدؓ نے کہا: بخدا میں آپؓ کو چار ہزار (درہم[1]) سے زیادہ نہیں دوں گا اور وہ بھی قسط وار۔ (راوی کہتا ہے کہ انہوں نے لفظ) مُنَجَّمَةً بولا تھا یا مُقَطَّعَةً۔ ابورافعؓ نے کہا: مجھے تو اس کی قیمت پانچ سو دینار[1] ملتی تھی۔ اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سُنا ہوتا جو آپؐ فرماتے تھے: پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ حقدار ہے تو میں آپؓ کو چار ہزار (درہم) پر نہ دیتا۔ کیونکہ مجھے تو اس کے پانچ سو دینار مل رہے تھے۔ (مگر اب میں آپؓ کو دیتا ہوں۔) چنانچہ انہوں نے حضرت سعدؓ کو وہ گھر دے دیے۔

اطرافہُ: ٦٩٧٧، ٦٩٧٨، ٦٩٨٠، ٦٩٨١۔

تشریح: **عَرْضُ الشُّفْعَةِ عَلَى صَاحِبِهَا قَبْلَ الْبَيْعِ:** اس باب کا تعلق ایسے شفیع سے ہے، جسے ہمسائیگی کی وجہ سے حق شفعہ حاصل ہو۔ اگر پڑوسی زیر فروخت جائیداد خریدنا نہ چاہے تو غیر پڑوسی کو بیچی جاسکتی ہے۔ اطلاع دینے کے بعد حق شفعہ ساقط ہو جاتا ہے۔ اسی طرح لاعلمی میں فروخت ہونے کے بعد شفیع کو اگر علم ہو جائے تو حق شفعہ کی رو سے فروخت شدہ جائیداد کا اسی قیمت پر شفیع مستحق ہوگا؛ بشرطیکہ قیمت نقد ادا کی جائے۔ بصورتِ عدم قدرتِ ادائیگی حق شفعہ ساقط ہوگا۔

عنوانِ باب میں ابومحمد حکم[2] بن عتیبہؒ اور شعبی[3]ؒ کے قول کا جو حوالہ دیا گیا ہے، وہ ابن ابی شیبہؒ نے موصولاً نقل کیا ہے۔

---

[1] اس دَور میں ایک دینار دس درہم کے برابر تھا۔ (فتح الباری شرح کتاب العتق باب ۲، روایت نمبر ۲۵۱۷، جزء ۵ صفحہ ۱۸۳)

[2] (مصنف ابن ابی شیبه، کتاب البیوع والاقضیة، باب فی الشفیع یأذن للمشتری، جزء ۴ صفحہ ۵۲۲)

[3] (مصنف ابن ابی شیبه، کتاب البیوع والاقضیة، باب فی الدار تباع ولها جاران، جزء ۴ صفحہ ۵۲۱)

یعنی شفیع کی طرف سے اِجازت ہو یا اُسے علم ہو مگر وہ خاموش رہے تو اس صورت میں بھی حق شفعہ ساقط ہو جاتا ہے۔ یہ باب ان ائمہ کو مدنظر رکھتے ہوئے قائم کیا گیا ہے جنہوں نے سابقہ حدیث کے ظاہری الفاظ کی بناء پر یہ رائے قائم کی ہے کہ قرب وجوار کی وجہ سے جو حق شفعہ حاصل ہے، وہ اُسی وقت بالفعل اثر انداز ہوگا جب اس کا موقع پیدا ہوگا۔ موقع پیدا نہ ہونے کی صورت میں یہ حق اثر انداز نہ ہوگا۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک مشارکت کی صورت ہی میں حق شفعہ پیدا ہوتا ہے اور اس بارہ میں انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے جو امام مسلمؒ اور طحاویؒ نے نقل کی ہے۔ اس کے یہ الفاظ ہیں: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلشُّفْعَةُ فِيْ كُلِّ شِرْكٍ فِيْ أَرْضٍ اَوْ رَبْعٍ اَوْ حَائِطٍ لَّا يَصْلُحُ اَنْ يَّبِيْعَ حَتّٰى يَعْرِضَ عَلٰى شَرِيْكِهِ فَيَأْخُذَ اَوْ يَدَعَ.☆ یعنی شفعہ ہر مشترکہ جائیداد میں ہے، وہ زمین ہو یا مکان یا باغ۔ (پس) درست نہیں کہ اسے بیچے تاوقتیکہ شریک کو اس کا موقع دے خواہ وہ اسے لے یا چھوڑ دے۔

اس تعلق میں یہ بھی سوال اُٹھایا گیا ہے کہ شفیع کو موقع دیئے جانے کے بعد اگر وہ نہ خریدے تو کیا شفعہ میں اس کا حق قائم رہے گا یا ساقط ہو جائے گا؟ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک چونکہ شفعہ کا حق بیع کے بعد پیدا ہوتا ہے؛ بیع سے پہلے تو اس کی صورت و شکل محض قانونی ہے۔ اگر شفیع قبل از بیع مشفوعہ جائیداد لینے سے انکار کرتا ہو تو اُس کا یہ انکار قابل اعتبار نہیں کیونکہ شفعہ کا حق بالفعل پیدا نہیں ہوا۔ اس لئے بیع کے بعد وہ اپنا حق جو قانونِ شریعت نے اسے دیا ہے، حاصل کرنے کا حق دار ہوگا۔ کیونکہ بیع کے بعد اس کے لئے شفعہ کا حق واجب ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۷۳ تا ۷۵)
یہ فتویٰ بظاہر مذکورہ بالا دونوں حوالوں کے منشاء کے خلاف ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو دونوں فتوے ہی اپنی اپنی جگہ قابل عمل ہیں۔ بعض وقت قیمت بڑھانے کی غرض سے ایک خریدار پیدا کیا جاتا ہے۔ جس کے ذریعے شفیع سے زیادہ قیمت وصول کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اس صورت میں صحیح قیمت کا اندازہ اسی وقت ہوگا جب بیع واقع ہو جائے۔

زیر باب روایت سے ظاہر ہے کہ ابورافع صحابیؓ کو پانچ صد دینار غیر شفیع سے ملنے تھے مگر انہوں نے چار سو دینار پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اپنا مکان جو ان کی حویلی میں واقع تھا، دے دیا۔ اگر غیر شفیع وہ مکان پانچ صد دینار پر خرید لیتا تو اس صورت میں بھی ان کا شفعہ سے متعلق حق قائم تھا اور پانچ صد دینار ادا کر کے اسے لینے کے حق دار تھے۔ اس قسم کے احتمالات کے پیش نظر ہو سکتا ہے کہ کوئی شفیع بوجہ زیادتی قیمت تردّد میں ہو اور وہ علم رکھنے کے باوجود خاموش رہے اور صحیح قیمت معلوم ہونے پر وہ حق شفعہ سے استفادے کا حقدار ہو۔ عنوانِ باب میں صرف بائع سے متعلق شرعی ذمہ واری کا ذکر کیا گیا ہے۔ حق شفعہ کے ساقط یا ثابت رہنے کا فیصلہ حالات پر موقوف ہے۔

اَلْجَارُ اَحَقُّ بِسَقَبِهٖ: سَقَب کے معنے قرب وجوار کسی مکان یا زمین کا ملحق و متصل ہونا۔ اس جملہ کے یہ معنے ہیں کہ ملحق مکان یا زمین والا ہمسایہ اجنبی کی نسبت جائیداد ملحقہ خریدنے کا زیادہ حقدار ہے۔
(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۵۲) (عمدۃ القاری- كتاب الشفعة شرح باب ۱، جزء ۱۲ صفحہ ۷۲)

☆ (مسلم، كتاب المساقاة، باب الشفعة)
(شرح معانی الآثار، كتاب الشفعة، باب الشفعة بالجار، جزء ۴ صفحہ ۱۲۰)

بَاب ۳: أَيُّ الْجِوَارِ أَقْرَبُ

کونسا ہمسایہ زیادہ قریب ہے؟

۲۲۵۹: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح. وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُوعِمْرَانَ قَالَ سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ لِي جَارَيْنِ فَإِلَى أَيِّهِمَا أُهْدِي قَالَ إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا.

۲۲۵۹: حجاج (بن منہال) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ اس کی دوسری سند یوں ہے کہ علی بن عبداللہ نے بھی ہم سے بیان کیا کہ شبابہ نے ہمیں بتایا (اور کہا) کہ شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا) کہ ابوعمران نے ہمیں بتایا، کہا کہ طلحہ بن عبداللہ سے میں نے سنا۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ میں نے کہا: یارسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں۔ ان دونوں میں سے کس کو ہدیہ بھیجوں؟ آپؐ نے فرمایا: ان دونوں میں سے جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہے۔

اطرافہ: ۲۵۹۵، ۶۰۲۰۔

تشریح: اَیُّ الْجِوَارِ اَقْرَبُ: حق شفعہ میں قرب و بعد کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ جس کی تصریح زیر باب میں ہے۔

کتاب البیوع باب ۹۷ کے عنوان میں لفظ مُشَاعًا سے وہ اشیاء مراد ہیں جو مشترکہ استعمال میں ہوں۔ مثلاً راستہ جو گھروں کے درمیان سے گزرتا ہو یا کنواں جس سے گھروں کے لوگ فائدہ اُٹھاتے ہوں۔ اکثر فقہاء کے نزدیک ایسی اشیاء میں شفعہ نہیں۔ یعنی وہ فروخت نہیں کی جاسکتیں۔ اس تعلق میں دیکھئے تشریح کتاب البیوع باب ۹۷۔

اگر کوئی شخص اپنے مالکانہ حقوق کی وجہ سے ایسی شئے کو فروخت کرنا چاہے تو مشترکہ فائدہ اُٹھانے والے اُس کے پہلے حق دار ہوں گے۔ فقہاء کی اصطلاح میں ایسے حق کو شفعہ خلطت کہتے ہیں۔ لفظ شرکت یا اشتراک میں ملکیت کا مفہوم پایا جاتا ہے مگر خلطت میں نہیں لفظ خلطت سے لفظ اختلاط ہے۔ جس کے معنی ہیں آپس میں ملنا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۳۷- كِتَابُ الْإِجَارَةِ

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

{فِي الْإِجَارَاتِ ☆}

(یہ باب) مزدوری پر رکھنے اور کام پر لگانے کے بارے میں ہے۔☆

بَاب ۱ : اسْتِئْجَارُ الرَّجُلِ الصَّالِحِ

نیک شخص کو مزدوری پر رکھنے کا بیان

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالٰى: اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۷﴾ (القصص: ۲۷) وَالْخَازِنُ الْأَمِيْنُ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَعْمِلْ مَنْ أَرَادَهُ.

نیز اس بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا ذکر کہ جن کو تو ملازم رکھے ان میں سے بہتر شخص وہی ہوسکتا ہے جو مضبوط بھی ہو اور دیانت دار بھی۔ اسی طرح دیانت دار خزانچی (کے متعلق) نیز (عہدہ کی) خواہش رکھنے والے کو جو کام پر نہ لگائے (اس کا ذکر۔)

۲۲۶۰: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي جَدِّي أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَبِي مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَازِنُ الْأَمِيْنُ الَّذِي يُؤَدِّيْ مَا أُمِرَ بِهِ طَيِّبَةً نَّفْسُهُ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ.

اطرافه: ۱۴۳۸، ۲۳۱۹۔

۲۲۶۰: محمد بن یوسف (فریابی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ابوبردہ (برید بن عبداللہ) سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میرے دادا ابوبردہ (عامر) نے اپنے باپ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دیانت دار خزانچی بھی صدقہ دینے والوں کا ثواب پائے گا جو بطیب خاطر اتنا دیدے جتنا اسے دینے کا حکم ہوا ہو۔

☆ یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۵۵۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

٢٢٦١ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ أَقْبَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعِي رَجُلَانِ مِنَ الْأَشْعَرِيِّيْنَ فَقُلْتُ مَا عَلِمْتُ أَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ فَقَالَ لَنْ أَوْ لَا نَسْتَعْمِلُ عَلَى عَمَلِنَا مَنْ أَرَادَهُ.

۲۲۶۱: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحیٰ (بن سعید قطان) نے قرہ بن خالد سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا، کہا: مجھ سے حمید بن ہلال نے بیان کیا کہ ہم سے ابوبردہ نے، انہوں نے حضرت ابوموسیٰ (اشعری) رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا: میں (یمن سے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور میرے ساتھ اشعر قبیلے کے دو شخص تھے۔ (جو کسی خدمت کے طلبگار تھے۔ انہوں نے آنحضرتؐ سے اس کی درخواست کی۔) میں نے عرض کیا: مجھے علم نہیں تھا کہ یہ دونوں کام کی خواہش رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ہم ایسے لوگوں کو اپنے کام پر نہیں لگاتے جو اس کی خواہش رکھتے ہوں۔ (راوی کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام کرتے ہوئے) لَنْ نَسْتَعْمِلَ فرمایا یا لَا نَسْتَعْمِلُ فرمایا۔

اطرافہٗ: ۳۰۳۸، ۴۳۴۱، ۴۳۴۳، ۴۳۴۴، ۶۱۲۴، ۶۹۲۳، ۷۱۴۹، ۷۱۵۶، ۷۱۵۷، ۷۱۷۲۔

تشریح: **اِسْتِئْجَارُ الرَّجُلِ الصَّالِحِ:** اِجَارَات، اِجَارَةٌ کی جمع ہے اور اجارہ اس معاوضہ کو کہتے ہیں جو کسی کو کام کے بدلہ میں دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اجارہ معاوضہ دے کر کام کرانے کو بھی کہتے ہیں۔
(لسان العرب-أجر) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۷۷)

عنوانِ باب میں قرآنِ مجید کی جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ سورۂ قصص کی ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بیان ہے کہ جب آپؑ مصر سے ہجرت کر کے مدین پہنچے تو آپؑ نے شہر کے چشمہ کے پاس لوگوں کا ایک گروہ دیکھا جو اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے اور ان سے پیچھے ہٹ کر کھڑی ہوئی دو عورتیں دیکھیں جو اپنے جانوروں کو ہجوم سے پرے ہٹا رہی تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: تم دونوں کیوں پانی نہیں پلاتیں؟ انہوں نے کہا کہ ہمارا باپ بوڑھا ہے۔ وہ ہمارے ساتھ نہیں آ سکا۔ ہم اس وقت تک جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتیں جب تک کہ دوسرے لوگ فارغ ہو کر نہ چلے جائیں۔ اس بات کا علم پا کر حضرت موسیٰ نے لڑکیوں کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔ لڑکیاں جب گھر واپس گئیں تو انہوں نے اپنے والد سے اس سارے واقعہ کا ذکر کیا اور کہا کہ آپ موسیٰ کو ملازم رکھ لیں کیونکہ آپ جن کو ملازم رکھیں گے، ان میں سے بہتر وہی شخص ہو سکتا ہے جو مضبوط بھی ہو اور امانت دار بھی۔ اور حضرت موسیٰ میں دونوں اوصاف پائے جاتے ہیں۔ اس پر حضرت موسیٰ کو بلایا گیا اور اُن سے کام کے متعلق معاہدہ ہو گیا۔ بعد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کے ساتھ شادی ہو گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود ملازمت کی خواہش کا اظہار نہیں کیا بلکہ کام پر لگانے والوں نے آپؑ کی قوت اور دیانت سے متاثر ہوکر خود ہی آپؑ کو کام پر لگالیا۔اس واقعہ سے حضرت امام بخاریؒ نے اَجِیـر کے اَوصاف مستنبط کر کے عنوانِ باب میں نمایاں کئے ہیں کہ کام پر مقرر کرتے ہوئے ایسے شخص کو انتخاب کیا جائے جو مضبوط جسم ہو، صالح اور دیانت دار ہو، ملازمت کا طالب نہ ہو بلکہ دوسروں کو بوجہ قابلیت اس کی ضرورت محسوس ہو۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَعْمِلْ مَنْ اَرَادَهُ: یہ بھی ایک حدیث ہی سے اخذ کردہ ہے۔اس کے لیے روایت نمبر۲۲۶۱ نیز کتاب الاحکام باب ۷ مع تشریح دیکھئے۔اس حوالہ سے بھی اَجِیـر (مزدور) کے اَوصاف میں سے ایک اعلیٰ وصف یعنی اس کی قابلیت اور بے نفسی کی صفت محمودہ کی طرف اِشارہ ہے۔

لَا نَسْتَعْمِلُ عَلَى عَمَلِنَا مَنْ اَرَادَهُ: ہم ایسے لوگوں کو کام پر نہیں لگاتے جو اس کی خواہش رکھتے ہوں۔اس سے مراد عام کام نہیں بلکہ حکومت کا کام ہے۔جیسا کہ کتاب الاحکام میں اسی روایت کو دہراتے ہوئے امام بخاریؒ نے مَا يُكْرَهُ مِنَ الْحِرْصِ عَلَى الْإِمَارَةِ (باب ۷) کا عنوان باندھ کر اس مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے۔

الغرض پہلے باب میں قرآنِ مجید کی آیت اور احادیث کے حوالے دے کر اُن صفات کی طرف توجہ دِلائی گئی ہے جو کسی کو کام پر لگاتے ہوئے مدنظر رکھنی چاہئیں۔یعنی جسمانی قوت، ذہنی صلاحیت، دیانت، شوقِ عمل، انشراحِ صدر اور بے نفسی۔

بَاب ۲: رَعْيُ الْغَنَمِ عَلَى قَرَارِيْطَ

چند قیراط کے بدلے بکریاں چرانا

۲۲۶۲: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ فَقَالَ أَصْحَابُهُ وَأَنْتَ فَقَالَ نَعَمْ كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلَى قَرَارِيْطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ.

۲۲۶۲: احمد بن محمد مکی نے ہم سے بیان کیا کہ عمرو بن یحییٰ نے ہمیں بتایا۔انہوں نے اپنے دادا (سعید بن عمرو) سے،انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے،حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اللہ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔آپؐ کے صحابہؓ نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) کیا آپؐ نے بھی (چرائی ہیں؟) آپؐ نے فرمایا: ہاں، میں بھی چند قیراطوں کے بدلے مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔

تشریح: **رَعْيُ الْغَنَمِ عَلَى قَرَارِيْطَ:** دوسرے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ پیش کیا گیا ہے کہ معمولی سے معاوضہ پر آپؐ نے گلہ بانی کی خدمت سرانجام دی۔ قَرَارِیْط، قِیْرَاط کی جمع ہے۔ ایک قیراط چار رَتی چاندی کے وزن کے برابر ہوتا ہے۔

مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا رَعَى الْغَنَمَ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بکریاں چرانے کا ذکر سورۂ طٰہٰ میں وارد ہوا ہے۔ فرماتے ہیں: اَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِىْ. (طٰہٰ:۱۹) یعنی میں اپنے سونٹے سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور تورات کی کتاب خروج باب ۳ میں لکھا ہے:-

''اور موسیٰ اپنے خسر یترو کی جو مدیان کا کاہن تھا، بھیڑ بکریاں چراتا تھا۔''
(خروج باب ۳، آیت ۱)

اسی واقعہ کی طرف سورۂ طٰہٰ کی مذکورہ بالا آیت میں اشارہ ہے۔ حضرت داوٗد علیہ السلام کی بابت سموئیل باب ۱۶ میں یہ الفاظ ہیں:-

''...... پھر سموئیل نے یسّی سے پوچھا کیا تیرے سب لڑکے یہی ہیں۔ اس نے کہا: سب سے چھوٹا ابھی رہ گیا۔ وہ بھیڑ بکریاں چراتا ہے۔ سموئیل نے یسّی سے کہا: اسے بلا بھیج کیونکہ جب تک وہ یہاں نہ آجائے، ہم نہیں بیٹھیں گے۔ سو وہ اسے بلوا کر اندر لایا۔......'' (۱-سموئیل باب ۱۶، آیت ۱۱ تا ۱۳)

پیدائش باب ۷ میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں چرند پرند سوار کرنے اور باب ۱۲ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ایامِ ہجرت میں بھیڑ بکریوں وغیرہ کے بکثرت ہونے کا ذکر بھی پایا جاتا ہے۔

عہد نامہ قدیم کے صحیفے (سلاطین، تواریخ وغیرہ) پڑھنے سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ اسرائیلی قبائل کا گزران بیشتر بھیڑ بکریوں وغیرہ پر تھا اور اُن کے ہاں گلہ بانی کا عام رواج تھا۔ بچپن ہی سے جانوروں کو ہانک کر چراگاہوں اور چشموں پر لے جاتے اور اُن میں سے جو انبیاء اور صلحاء ہوئے ہیں وہ اس زمانے میں اپنے گلّوں کے ساتھ بسر اَوقات کیا کرتے تھے۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد کی تصدیق تاریخ سے ہوتی ہے۔ ابتدائی زمانے یعنی کھیتی باڑی کرنے سے قبل بھیڑ بکری وغیرہ جانوروں پر انسان کا گذارہ ہوا کرتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں کسی دوسری تاویل کی ضرورت نہیں بلکہ تاریخ بشری میں یہ اَمر بطور اَمرِ واقعہ مسلم ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ میں اُن لوگوں کے لئے سبق ہے جو مزدوری پر کام کرنا حقیر سمجھ کر اس سے گریز کرتے اور بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ گداگری جو ایک ذلیل ترین پیشہ ہے، اسے اختیار کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی تباہی کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ وہ محنت مزدوری سے جی چراتے ہیں۔

بَاب ۳

اسْتِئْجَارُ الْمُشْرِكِينَ عِنْدَ الضَّرُوْرَةِ أَوْ إِذَا لَمْ يُوْجَدْ أَهْلُ الْإِسْلَامِ

ضرورت کے وقت یا ایسی صورت میں جبکہ مسلمان (ملازم) نہ ملتے ہوں، مشرکوں کو ملازم رکھنا

وَعَامَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُوْدَ خَيْبَرَ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں کو (کھیتی باڑی کے) کام پر رکھا۔

۲۲۶۳: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَاسْتَأْجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ رَجُلًا مِنْ بَنِي الدِّيْلِ ثُمَّ مِنْ بَنِي عَبْدِ ابْنِ عَدِيٍّ هَادِيًا خِرِّيْتًا، الْخِرِّيْتُ الْمَاهِرُ بِالْهِدَايَةِ قَدْ غَمَسَ يَمِيْنَ حِلْفٍ فِي آلِ الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ وَهُوَ عَلَى دِيْنِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ فَأَمِنَاهُ فَدَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ فَأَتَاهُمَا بِرَاحِلَتَيْهِمَا صَبِيْحَةَ لَيَالٍ ثَلَاثٍ فَارْتَحَلَا وَانْطَلَقَ مَعَهُمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ وَالدَّلِيْلُ الدِّيْلِيُّ فَأَخَذَ بِهِمْ أَسْفَلَ مَكَّةَ وَهُوَ طَرِيْقُ السَّاحِلِ.

۲۲۶۳: ابراہیم بن موسیٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ ہشام (بن یوسف) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے معمر سے، معمر نے زہری سے، زہری نے عروہ بن زبیر سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا:) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ نے بنی دیل (کے قبیلے) کا ایک آدمی ملازم رکھا جو بنی عبد بن عدی (کے خاندان) سے تھا اور وہ بہت ہوشیار راہبر تھا۔ خِرِّیْتٌ کے معنی ہیں راستہ بتانے میں ماہر۔ اس نے بھی عاص بن وائل کے خاندان کے ساتھ معاہدے میں اپنا ہاتھ ڈبویا تھا اور وہ کفارِ قریش کے دین پر تھا۔ (آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ) دونوں نے اُس پر اعتماد کیا اور اپنی اونٹنیاں اس کے حوالے کر دیں۔ اور اس سے تین دن کے بعد غارِ ثور پر ملنے کا وعدہ کیا۔ اور وہ ان کے پاس تیسری رات کی صبح کو اُونٹنیاں لے کر آ گیا۔ (جب ہجرت کیلئے) دونوں روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ عامر بن فہیرہؓ (حضرت ابوبکرؓ کا غلام) اور دیلی قبیلہ کا رہبر بھی ساتھ ہو گیا اور انہیں مکہ کے نچلی طرف سمندر کے کنارے کنارے لے گیا۔

اطرافهُ: ٤٧٦، ٢١٣٨، ٢٢٦٤، ٢٢٩٧، ٣٩٠٥، ٤٠٩٣، ٥٨٠٧، ٦٠٧٩۔

تشریح: **اسْتِئْجَارُ الْمُشْرِكِينَ عِنْدَ الضَّرُورَةِ:** امام مسلم☆ وغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قول ان الفاظ میں نقل کیا ہے: إِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِمُشْرِكٍ ۔ہم مشرکوں سے کام کاج میں مدد نہیں لیتے۔ یہ روایت امام بخاریؒ کی شرائطِ صحت کے مطابق نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے بھی وہ ساقط الاعتبار ہے۔جیسا کہ روایت زیر باب سے ظاہر ہے۔

رَجُلًا مِّنْ بَنِي الدِّيْلِ: بوقت ہجرت دِیل قبیلہ کے ایک شخص سے اُجرت پر راستہ بتانے کا کام لیا گیا۔اس کا مفصل ذکر واقعہ ہجرت میں آئے گا۔ دِیل قبیلہ اَزدقبیلہ کی ایک شاخ ہے۔مؤرخین نے رہبر کے نام میں اختلاف کیا ہے۔ابن اسحاقؒ نے عبداللہ بن اَرقم بتایا ہے۔ابن ہشام نے عبداللہ بن اریقط اور امام مالکؒ نے رقیط۔
(عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۸۱)

قدیم زمانہ جاہلیت میں جب کوئی قبیلہ کسی دوسرے قبیلے کے ساتھ معاہدہ کرتا تو ایک دوسرے کے ساتھ وفاداری کا حلف اُٹھاتے اور حلف اُٹھاتے وقت پانی میں یا خون میں ہاتھ ڈال کر عہد کرتے۔گویا اس سے اس طرف اِشارہ ہوتا تھا کہ اب ہم سب کی عزتیں مشترک ہیں۔اگر ایک شخص کی عزت پر حملہ ہوا تو ہم سب دفاع کریں گے۔(عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۸۱) یہ شخص مشرک تھا اور ظاہراً مشرکوں کے ساتھ معاہدہ میں شامل ہوا۔لیکن معلوم ہوتا ہے کہ دِلی طور پر اُن کے ساتھ نہ تھا۔ اس لئے اس پر اعتماد کیا گیا اور ہجرت کے وقت اس سے فائدہ اُٹھایا گیا۔

وَانْطَلَقَ مَعَهُمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ: عامر بن فہیرہ اَزدیؓ پہلے طفیل بن عبداللہ کے مملوک وغلام تھے۔ بعد ازاں انہیں حضرت ابوبکرؓ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔انہوں نے مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ اَرقم میں فروکش ہونے سے پہلے اسلام قبول کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اور بئر معونہ کے واقعہ (۴ھ) میں شہید ہوئے۔(عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۸۲)

پس نازک وقت اور خطرناک مہم میں جمہور کے نزدیک قابل اعتماد غیر مسلموں سے کام لیا جا سکتا ہے۔(فتح الباری جزء۴صفحہ۵۵۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو ٹھیکے پر خیبر کی زرعی زمینیں دیں۔اسلام کی تعلیم، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ اور صحابہ کرامؓ کا عمل؛ وسعت حوصلہ، رواداری، نیک تعاون اور خلق کریم پر مبنی ہے۔اس باب میں یہی ثابت کرنا مقصود ہے۔چنانچہ عنوان میں یہودیان خیبر سے معاملہ کرنے کا حوالہ اسی غرض سے دیا گیا ہے۔

☆ (مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب كراهة الاستعانة فى الغزو بكافر)
(ابوداؤد، كتاب الجهاد، باب فى المشرك يسهم له)

بَاب ٤

إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيْرًا لِيَعْمَلَ لَهُ بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ أَوْ بَعْدَ شَهْرٍ أَوْ بَعْدَ سَنَةٍ جَازَ وَهُمَا عَلَى شَرْطِهِمَا الَّذِي اشْتَرَطَاهُ إِذَا جَاءَ الْأَجَلُ

اگر کوئی شخص کسی مزدور کو اس غرض سے رکھے کہ وہ تین دن یا ایک ماہ یا ایک سال کے بعد کام کرے گا تو یہ درست ہوگا اور وہ دونوں وقت مقررہ پر اپنی اس شرط پر قائم رہیں گے جو انہوں نے ٹھہرائی تھی

٢٢٦٤: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَاسْتَأْجَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوبَكْرٍ رَجُلًا مِنْ بَنِي الدِّيْلِ هَادِيًا خِرِّيْتًا وَهُوَ عَلَى دِيْنِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ فَدَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ فَأَتَاهُمَا بِرَاحِلَتَيْهِمَا صُبْحَ ثَلَاثٍ.

۲۲۶۴: یحیٰی بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے عقیل سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ ابن شہاب نے کہا: عروہ بن زبیر نے مجھے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ (ہجرت کے وقت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ نے بنی دیل کے (قبیلہ سے) ایک شخص کو ملازم رکھا جو نہایت ہوشیار راہبر تھا اور کفار قریش کے ہی مذہب پر تھا اور اُن دونوں نے اپنی اُونٹنیاں اس کے حوالہ کیں اور اُس سے تین دِن بعد غارِ ثور پر ملنے کا وعدہ ٹھہرایا کہ وہ تیسری رات کی صبح کو ان کی اُونٹنیاں لے کر ان دونوں کے پاس آجائے گا۔

اطرافه: ٤٧٦، ٢١٣٨، ٢٢٦٣، ٢٢٩٧، ٣٩٠٥، ٤٠٩٣، ٥٨٠٧، ٦٠٧٩۔

بَاب ٥: اَلْأَجِيْرُ فِي الْغَزْوِ

جہاد میں مزدور لے جانا

٢٢٦٥: حَدَّثَنِي يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ أَخْبَرَنَا

۲۲۶۵: یعقوب بن ابراہیم نے مجھے بتایا کہ اسماعیل بن عُلَیّہ نے ہم سے بیان کیا کہ ابن جریج نے ہمیں

ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى عَنْ يَّعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَكَانَ مِنْ أَوْثَقِ أَعْمَالِي فِي نَفْسِيْ فَكَانَ لِي أَجِيْرٌ فَقَاتَلَ إِنْسَانًا فَعَضَّ أَحَدُهُمَا إِصْبَعَ صَاحِبِهِ فَانْتَزَعَ إِصْبَعَهُ فَأَنْدَرَ ثَنِيَّتَهُ فَسَقَطَتْ فَانْطَلَقَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهْدَرَ ثَنِيَّتَهُ وَقَالَ أَفَيَدَعُ إِصْبَعَهُ فِي فِيْكَ تَقْضَمُهَا قَالَ أَحْسِبُهُ قَالَ كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ.

خبر دی، کہا: عطاء (بن ابی رباح) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے صفوان بن یعلیٰ سے، صفوان نے حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں جیش العُسرۃ (یعنی جنگ تبوک) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شامل ہوا تھا اور میرے نزدیک یہ کام میرے اُن اعمال میں سے تھا جو (بلحاظِ ثواب) سب سے بڑھ کر قابل بھروسہ ہو سکتے تھے۔ (میرے ساتھ) میرا ایک مزدور بھی تھا جو ایک آدمی سے لڑ پڑا۔ لڑائی کے دوران ان دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی کی اُنگلی کاٹ لی۔ جب اس نے اپنی اُنگلی کو زور سے کھینچا تو دوسرے کے دانت کو جھٹکا لگا جس سے وہ گر گیا۔ اس پر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت لے کر گیا۔ آپؐ نے اس کے دانت کا کوئی بدلہ نہ دلایا اور فرمایا: کیا وہ اپنی انگلی تیرے منہ میں رہنے دیتا کہ تو اسے چبا جاتا؟ (ابن جریج) کہتے تھے: میرا خیال ہے کہ آپؐ نے یہ فرمایا: جس طرح سانڈ چباتا ہے۔

اطرافہ: ۱۸۴۸، ۲۹۷۳، ۴۴۱۷، ۶۸۹۳۔

۲۲۶۶: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ جَدِّهِ بِمِثْلِ هَذِهِ الصِّفَةِ أَنَّ رَجُلًا عَضَّ يَدَ رَجُلٍ فَأَنْدَرَ ثَنِيَّتَهُ فَأَهْدَرَهَا أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

۲۲۶۶: ابن جریج نے یہ بھی کہا کہ عبداللہ بن ابی ملیکہ نے بھی اپنے دادا (زُہیر بن عبداللہ) سے روایت کرتے ہوئے اسی قسم کا واقعہ مجھ سے بیان کیا کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کے ہاتھ کو کاٹا۔ اس نے اس کا اگلا دانت نکال دیا۔ مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے دانت کا کوئی بدلہ نہ دلایا۔

تشریح: **اَلْأَجِيرُ فِي الْغَزْوِ:** آیا حضرت یعلیٰؓ بن اُمیہ کا ملازم مشرک تھا یا مسلم؟ اس بارہ میں مذکورہ بالا روایت خاموش ہے۔ لیکن اس سے کم از کم اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ جہاد جیسے نازک موقع پر بعض صحابہ نے اُجرت

پر ملازم رکھے اور ان سے کام لینے میں مضائقہ نہیں سمجھا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے **كتاب الجهاد، باب ۱۲۰: الأجير**۔

جَيْشُ الْعُسْرَةِ: عُسْرَةٌ کے لفظی معنے ہیں تنگی اور جیش العُسرَة کے معنے ہیں تکلیف برداشت کرنے والی فوج۔ ان الفاظ سے غزوہ تبوک کی طرف اِشارہ ہے جو سخت گرمی کے ایام میں ہوا۔ نیز اس وقت فصلیں پکنے کے قریب تھیں۔ چونکہ اس فوج میں جانے والوں نے سخت تکلیف اُٹھائی اور قربانی کی؛ اس لئے یہ جیش العُسرَہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَّحَدَّثَنِي......: روایت نمبر ۲۲۶۶ میں مذکورہ بالا سند سے اسی قسم کا ایک اور واقعہ نقل کیا گیا ہے۔ بظاہر الفاظ یہ الگ واقعہ معلوم ہوتا ہے مگر اس باب کے عنوان سے اس کا کیا تعلق ہے؟ شارحین نے اس پر سوائے اس کے کوئی روشنی نہیں ڈالی کہ اس میں دِیت ساقط کئے جانے کا ذکر ہے۔ لیکن مسائل دیت کتاب الدیات میں بیان ہوئے ہیں۔ اس سے مذکورہ بالا سوال حل نہیں ہوتا۔ البتہ امام ابن حجرؒ نے ایک حل پیش کیا ہے اور علامہ عینیؒ نے بھی اپنی شرح میں اسے قبول کیا ہے اور وہ حل یہ ہے کہ حدیث کے آخر میں بیان شدہ واقعہ محض سند کے ایک شبہ کے ازالہ سے تعلق رکھتا ہے جو عبداللہ راوی کے بارہ میں پیدا ہوا ہے کہ آیا انہوں نے یہ روایت اپنے دادا سے کی ہے یا پڑدادا سے۔ پڑدادا والی روایت جو مسند حاکم میں مذکور ہے، اس روایت کے لحاظ سے عبداللہ اور ان کے پڑدادا کے درمیان ایک اور واسطہ ماننا پڑتا ہے اور اس صورت میں روایت منقطع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ عبداللہ نے اپنے پڑدادا کو نہیں دیکھا۔ امام بخاریؒ نے دادا والی روایت کو ترجیح دی ہے۔ گویا اس طرف اشارہ کیا ہے کہ دادا والی روایت زیادہ درست ہے کیونکہ اس میں روایت متصل ہو جاتی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۶۱- عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۸۴، ۸۵۔

بَاب ٦ : إِذَا☆ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَبَيَّنَ لَهُ الْأَجَلَ وَلَمْ يُبَيِّنِ الْعَمَلَ

(اس بارہ میں کہ) جسؒ☆ نے کوئی مزدور رکھا اور اُس کے لئے (کام کرنے کی) مدت تو واضح طور پر بیان کر دی مگر کام بیان نہ کیا

لِقَوْلِهِ: اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ إِلَى قَوْلِهِ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ (القصص: ۲۸-۲۹)

يَأْجُرُ فُلَانًا يُعْطِيهِ أَجْرًا وَمِنْهُ فِي التَّعْزِيَةِ آجَرَكَ اللهُ.

جیسے (قرآنِ مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خسر کا) یہ قول (بیان ہوا ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا:) میں چاہتا ہوں کہ میں تم سے اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح کر دوں (بشرطیکہ تو آٹھ سال تک میری خدمت کرے) اور اللہ اس پر جو ہم کہہ رہے ہیں نگران ہے۔ (عرب زبان میں) يَأْجُرُ فُلَانًا (کا فقرہ بولیں تو اس) کے معنے ہوتے ہیں وہ اسے کام کے معاوضہ میں بدلہ دیتا ہے اور انہی معنوں میں یہ فقرہ بھی بولا جاتا ہے جو تعزیت کے وقت کہتے ہیں: اٰجَرَکَ اللّٰهُ کہ اللہ تجھے اس کا بدلہ دے۔

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ "مَنْ" ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۸۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: اِذَا اسۡتَأۡجَرَ اَجِیۡرًا فَبَیَّنَ لَهُ الۡاَجَلَ وَلَمۡ یُبَیِّنِ الۡعَمَلَ: اس باب کے تحت امام بخاریؒ نے کوئی حدیث پیش نہیں کی بلکہ صرف آیت پیش کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔ شارحین نے اس سے استدلال کیا ہے کہ امام بخاریؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو کام پر لگائے اور کام کی تفصیلات بیان نہ کرے تو یہ جائز ہے۔ اس پر بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ درحقیقت کام پر لگانے والوں اور حضرت موسیٰ دونوں کو ذہنی لحاظ سے معلوم تھا کہ گھر کا کام کاج ہی مراد ہے، اس لئے تفصیلات کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ اس لیے کام حقیقتاً نامعلوم نہیں تھا۔ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ امام بخاریؒ کا منشاء صرف یہ ہے کہ اگر الفاظ میں اچھی طرح کھول کر کام کو بیان نہ کیا جائے اور کام کرانے والا اور کام کرنے والا دونوں سمجھ رہے ہوں تو یہ صورت جائز ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۶۱، ۵۶۲)

امام بخاریؒ نے قرآنِ مجید کی جس آیت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے: قَالَ اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُنۡکِحَکَ اِحۡدَی ابۡنَتَیَّ هٰتَیۡنِ عَلٰۤی اَنۡ تَاۡجُرَنِیۡ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنۡ اَتۡمَمۡتَ عَشۡرًا فَمِنۡ عِنۡدِکَ ۚ وَمَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اَشُقَّ عَلَیۡکَ ؕ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ○ قَالَ ذٰلِکَ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَکَ ؕ اَیَّمَا الۡاَجَلَیۡنِ قَضَیۡتُ فَلَا عُدۡوَانَ عَلَیَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُوۡلُ وَکِیۡلٌ ○ (القصص: ۲۸، ۲۹) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین پہنچ کر جس شخص کے گھر میں قیام کیا، اس نے کہا: اے موسیٰ! میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تجھ سے کردوں، اس شرط پر کہ تو آٹھ سال تک میری خدمت کرے۔ پس اگر تو آٹھ سال کی جگہ دس سال خدمت کرکے اپنا وعدہ پورا کردے تو یہ تیری مرضی ہے اور میں تجھ پر کوئی بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا اور اگر اللہ نے چاہا تو تُو مجھے نیک معاملہ کرنے والوں میں سے پائے گا۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: یہ بات میرے اور تیرے درمیان پختہ ہوگئی۔ ان دونوں مدتوں میں سے جو بھی مَیں پوری کروں مجھ پر کوئی الزام نہیں ہوگا اور جو کچھ ہم کہتے ہیں اللہ اس کا ضامن ہے۔

آجَرَکَ اللّٰهُ: امام بخاریؒ نے آیت کے بعد لفظ اَجر کا لغوی مفہوم بتا کر پھر محاورہ زبان بیان کرکے یہ سمجھایا ہے کہ الفاظ عَلٰۤی اَنۡ تَاۡجُرَنِیۡ سے ظاہر ہے کہ جس عمل کا معاوضہ دیا جانا تھا وہ فریقین کے ذہنوں میں موجود تھا، جیسا کہ لفظ تعزیت کے مفہوم کا تعلق تعزیت والوں اور تعزیت کرنے والوں دونوں کے ذہن میں موجود ہوتا ہے۔

بَاب ۷: إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيْرًا عَلَى أَنْ يُّقِيْمَ حَائِطًا يُرِيْدُ أَنْ يَّنْقَضَّ جَازَ

اگر کوئی شخص کسی مزدور کو اس لئے مقرر کرے کہ وہ ایسی دیوار درست کردے جو گرنے کو ہو تو یہ جائز ہے

۲۲۶۷: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي

۲۲۶۷: ابراہیم بن موسیٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ ہشام بن یوسف نے ہمیں بتایا۔ ابن جریج نے انہیں خبر دی، کہا کہ یعلیٰ بن مسلم اور عمرو بن دینار نے سعید بن جبیر

يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ يَزِيْدُ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ وَغَيْرُهُمَا قَالَ قَدْ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَانْطَلَقَا... فَوَجَدَا ... جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ. قَالَ سَعِيْدٌ بِيَدِهِ هٰكَذَا وَرَفَعَ يَدَهُ☆ فَاسْتَقَامَ. قَالَ يَعْلَى حَسِبْتُ سَعِيْدًا قَالَ فَمَسَحَهُ بِيَدِهِ فَاسْتَقَامَ، لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا○ (الکهف:۷۸) قَالَ سَعِيْدٌ أَجْرٌ نَّأْكُلُهُ.

سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کچھ بڑھ کر بیان کرتا تھا۔ ابن جریج نے یہ حدیث اَوروں سے بھی سنی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے انہیں بھی سعید (بن جبیر) سے ہی نقل کرتے سنا ہے۔ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت اُبی بن کعبؓ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (تفسیر کی خاطر یہ آیت) پڑھی: وہ دونوں چل پڑے اور انہوں نے ایک دیوار پائی جو گرا چاہتی تھی۔ سعید نے کہا کہ (حضرت موسیٰ کے ساتھی نے) اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ پھر اپنے ہاتھوں☆ کو اُٹھایا (اور دیوار کو درست کیا) تو وہ ٹھیک ہوگئی۔ یعلیٰ نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ سعید نے یہ بھی کہا تھا کہ (حضرت موسیٰ کے ساتھی نے) اس (دیوار) کو اپنے ہاتھوں سے درست کیا تو وہ ٹھیک ہوگئی۔ (حضرت موسیٰ نے کہا:) اگر تم چاہتے تو اس کام پر مزدوری لے لیتے۔ سعید نے کہا: ایسی اُجرت جس سے ہم کھاتے۔

اطرافہ: ۷۴، ۷۸، ۱۲۲، ۲۷۲۸، ۳۲۷۸، ۳۴۰۰، ۳۴۰۱، ۴۷۲۵، ۴۷۲۶، ۴۷۲۷، ۶۶۷۲، ۷۴۷۸۔

تشریح: **اِذَا اسْتَاْجَرَ اَجِيْرًا عَلَى اَنْ يُّقِيْمَ حَآئِطًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ جَازَ:** حضرت ابی بن کعبؓ کی روایت کا ایک حصہ اس باب میں نقل کیا گیا ہے جو بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الکهف، باب۲ روایت نمبر ۴۷۲۵ میں مفصل بیان ہوا ہے۔ سورۂ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک مکاشفہ کا ذکر ہے۔ جس کی تشریح کیلئے دیکھئے تفسیر کبیر مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔ تفسیر سورۃ الکهف، جلد چہارم صفحہ ۴۶۵ تا ۴۹۰۔

امام بخاریؒ یہ باب اس لئے لائے ہیں کہ کسی کو کام پر لگاتے ہوئے جہاں مدت کی تعیین ضروری ہے وہاں کام کا ذکر کرنا بھی بہتر ہے تا کہ بعد میں جھگڑے کی کوئی صورت نہ پیش آئے۔

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ وَرَفَعَ يَدَيْهِ کے الفاظ ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۸۷)

بَاب٨ : اَلْإِجَارَةُ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ

آدھے دن کے لئے مزدور لگانا

٢٢٦٨ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ أُجَرَاءَ فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِي مِنْ غُدْوَةَ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِي مِنْ نِّصْفِ النَّهَارِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ النَّصَارَى ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِي مِنَ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ تَغِيْبَ الشَّمْسُ عَلَى قِيْرَاطَيْنِ فَأَنْتُمْ هُمْ فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارَى فَقَالُوْا مَا لَنَا أَكْثَرَ عَمَلًا وَأَقَلَّ عَطَاءً قَالَ هَلْ نَقَصْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ قَالُوْا لَا قَالَ فَذَلِكَ فَضْلِي أُوتِيْهِ مَنْ أَشَاءُ.

۲۲۶۸: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ حماد (بن زید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب (سختیانی) سے، ایوب نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: تمہاری مثال اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسے شخص کی ہے جس نے کچھ مزدور لگائے اور کہا کہ صبح سے دو پہر تک ایک قیراط پر میرے لیے کون کام کرے گا؟ تب یہود نے کام کیا۔ پھر اُس نے کہا: ایک قیراط پر دو پہر سے لے کر عصر کی نماز تک کون کام کرے گا؟ تو نصاریٰ نے کام کیا۔ پھر اس نے کہا: میرے لئے عصر سے لے کر سورج ڈوبنے تک دو قیراط پر کون کام کرے گا؟ سو وہ تم ہو (جنہوں نے یہ کام کیا۔) اس پر یہود اور نصاریٰ ناراض ہو گئے اور کہنے لگے: عجیب بات ہے کہ زیادہ کام کرنے والے تو ہم ہوں مگر مزدوری کم ملے۔ تب اس شخص نے کہا: کیا میں نے تمہیں تمہارے حق سے کچھ کم دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: یہ تو میرا انعام ہے جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں۔

اطرافه: ۵۵۷، ۲۲۶۹، ۳۴۵۹، ۵۰۲۱، ۷۴۶۷، ۷۵۳۳.

بَاب٩ : اَلْإِجَارَةُ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ

عصر کی نماز تک مزدور لگانا

٢٢٦٩ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ

۲۲۶۹: اسماعیل بن ابی اویس نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: مالک نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت

عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَالْيَهُوْدُ وَالنَّصَارَى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِي إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ عَلَى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ عَمِلَتِ النَّصَارَى عَلَى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ أَنْتُمُ الَّذِيْنَ تَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغَارِبِ الشَّمْسِ عَلَى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارَى وَقَالُوْا نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلًا وَأَقَلُّ عَطَاءً قَالَ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا قَالُوْا لَا قَالَ فَذَلِكَ فَضْلِي أُوتِيْهِ مَنْ أَشَاءُ.

عبداللہ بن عمرؓ کے غلام عبداللہ بن دینار سے روایت کی اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری اور یہود ونصاریٰ کی مثال اس شخص کی ہے جس نے مزدور لگائے اور کہا کہ میرے لئے ایک قیراط پر نصف النہار تک کون کام کرے گا؟ تو یہود نے ایک ایک قیراط پر کام کیا۔ پھر نصاریٰ نے بھی ایک ایک قیراط پر (عصر کی نماز تک) کام کیا۔ اس کے بعد تم وہ لوگ ہو جو عصر کی نماز سے سورج ڈوبنے تک دو دو قیراط پر کام کر رہے ہو۔ اس پر یہود اور نصاریٰ ناراض ہوگئے اور کہنے لگے: ہم نے کام تو زیادہ کیا اور اُجرت کم ملی۔ تب اس شخص نے کہا: کیا میں نے تمہارے حق میں سے کچھ گھٹایا ہے؟ کہنے لگے: نہیں۔ (اس پر) اس نے کہا: یہ میرا انعام ہے جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں۔

اطرافه: ٥٥٧، ٢٢٦٨، ٣٤٥٩، ٥٠٢١، ٧٤٦٧، ٧٥٣٣.

تشریح: **اَلْإِجَارَةُ اِلَى نِصْفِ النَّهَارِ:** دونوں ابواب (نمبر ۹،۸) میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت درج کر کے میعادِ عمل اور معاوضہ کے بارہ میں توجہ اس امر کی طرف منعطف کی گئی ہے کہ کام کا وقت دن کا ایک حصہ بھی ہوسکتا ہے اور چند گھنٹے بھی۔ اُجرت کی تعیین صرف وقت کی بناء پر نہیں ہوتی بلکہ اُجرت کی تعیین میں جہاں وقت دیکھا جاتا ہے وہاں نوعیت اور مقدارِ عمل بھی مدنظر رکھی جاسکتی ہے۔ محولہ بالا روایت کتاب مواقیت الصلاۃ، باب ۱۷، روایت نمبر ۵۵۷ میں بھی گزر چکی ہے۔ یہ دو باب سابقہ ابواب سے مل کر اجارہ کی صورت مکمل طور پر پیش کرتے ہیں کہ کسی کو کام پر لگاتے ہوئے وقت، نوعیتِ عمل، مقدارِ عمل اور مقدارِ اُجرت چاروں باتیں اگر ملحوظ ہوں تو معاہدہ اجارہ صحیح ہوگا۔

بَاب ١٠ : إِثْمُ مَنْ مَّنَعَ أَجْرَ الْأَجِيْرِ

جو مزدور کی مزدوری نہ دے اُس کا گناہ

٢٢٧٠ : حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيْرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ.

۲۲۷۰: یوسف بن محمد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحییٰ بن سُلَیم نے مجھے بتایا۔ انہوں نے اسماعیل بن اُمیہ سے، اسماعیل نے سعید بن ابی سعید سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تین شخص ہیں جن کا مَیں قیامت کے دِن دشمن ہوں گا۔ ایک وہ شخص جس نے میرا نام لے کر عہد کیا پھر اُس نے دغا کیا اور ایک وہ شخص جس نے آزاد شخص کو پکڑ کر بیچ دیا اور اس کا مول کھایا اور ایک وہ شخص جس نے ایک مزدور رکھا اور اس سے اس نے پورا کام لیا اور اس کو اس کی مزدوری نہ دی۔

طرفہُ: ۲۲۲۷۔

تشریح: اِثْمُ مَنْ مَّنَعَ اَجْرَ الْاَجِیْرِ: مزدور سے پورا کام لے کر اُس کی پوری مزدوری نہ دینا یا ٹال مٹول کرنا سخت گناہ ہے اور اس گناہ کی انتہائی شدت اس انذار سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے مزدور کا وکیل بن کر اس شخص سے نپٹے گا جس نے اُس کو اس لئے مزدوری نہ دی کہ وہ بے یار و مددگار ہے۔ یہ روایت کتاب البیوع، باب ۱۰۶، روایت نمبر ۲۲۲۷ میں ایک اور سند سے گزر چکی ہے۔

بَاب ١١ : اَلْإِجَارَةُ مِنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ

عصر سے لے کر رات تک مزدور لگانا

٢٢٧١ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

۲۲۷۱: محمد بن علاء نے ہم سے بیان کیا کہ ابواُسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے برید (بن عبداللہ) سے، برید نے ابوبردہ سے، ابوبردہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارَى كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ قَوْمًا يَعْمَلُوْنَ لَهُ عَمَلًا يَوْمًا إِلَى اللَّيْلِ عَلَى أَجْرٍ مَّعْلُوْمٍ فَعَمِلُوْا لَهُ نِصْفَ[1] النَّهَارِ فَقَالُوْا لَا حَاجَةَ لَنَا إِلَى أَجْرِكَ الَّذِي شَرَطْتَّ لَنَا وَمَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ فَقَالَ لَهُمْ لَا تَفْعَلُوْا أَكْمِلُوْا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمْ وَخُذُوْا أَجْرَكُمْ كَامِلًا فَأَبَوْا وَتَرَكُوْا وَاسْتَأْجَرَ أَخَرِيْنَ[2] بَعْدَهُمْ فَقَالَ أَكْمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَلَكُمُ الَّذِي شَرَطْتُّ لَهُمْ مِنَ الْأَجْرِ فَعَمِلُوْا حَتَّى إِذَا كَانَ حِيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَالُوْا لَكَ مَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ وَلَكَ الْأَجْرُ الَّذِي جَعَلْتَ لَنَا فِيْهِ فَقَالَ لَهُمْ أَكْمِلُوْا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمْ فَإِنَّ مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ شَيْءٌ يَسِيْرٌ فَأَبَوْا فَاسْتَأْجَرَ قَوْمًا أَنْ يَّعْمَلُوْا لَهُ بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ فَعَمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ وَاسْتَكْمَلُوْا أَجْرَ الْفَرِيْقَيْنِ كِلَيْهِمَا

سے، انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: مسلمانوں اور یہودیوں اور عیسائیوں کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جس نے کچھ لوگوں کو مقررہ مزدوری پر لگایا کہ وہ اس کے لئے دن بھر کام کریں تو انہوں نے دوپہر تک[1] کام کیا اور کہنے لگے: ہمیں تیری اس مزدوری کی ضرورت نہیں جو تو نے ہم سے ٹھہرائی ہے اور ہم نے جو کچھ کیا وہ اکارت گیا۔ اس نے اُن سے کہا: ایسا نہ کرو۔ اپنا باقی کام بھی پورا کرلو اور اپنی مزدوری پوری لے لو۔ وہ نہ مانے اور (کام) چھوڑ دیا۔ تب اس نے ان کے بعد دو اور مزدور[2] لگائے اور ان سے کہا: تم دونوں[2] آج باقی دن کام کرو اور تمہیں وہی مزدوری ملے گی جو میں نے ان سے ٹھہرائی تھی۔ انہوں نے کام کیا۔ جب عصر کی نماز کا وقت ہوا تو انہوں نے کہا: ہم نے جو تمہارا کام کیا وہ اکارت گیا اور یہ مزدوری جو تو نے ہمارے لئے مقرر کی ہے یہ بھی تیرے لئے رہے۔ اس نے کہا: اپنا باقی ماندہ کام پورا کرلو کیونکہ اب جو دِن باقی ہے وہ تھوڑا سا ہے۔ وہ نہ مانے اور اس نے کچھ اور لوگ مزدوری پر لگائے کہ وہ اس کے لئے باقی دِن کام کریں۔ سو انہوں نے باقی دن کام کیا۔

[1] فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ اِلَى نِصْفِ النَّهَارِ ہے (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ۵۶۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

[2] عمدۃ القاری میں اس جگہ أَجِيْرَيْنِ بَعْدَهُمْ فَقَالَ لَهُمَا أَكْمِلَا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمَا هٰذَا وَلَكُمَا الَّذِي شَرَطْتُ لَهُمْ مِنَ الْأَجْرِ فَعَمِلَا... کے الفاظ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۸۹) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

فَذَلِكَ مَثَلُهُمْ وَمَثَلُ مَا قَبِلُوْا مِنْ هَذَا النُّوْرِ.

یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا اور انہوں نے دونوں فریقوں کی مزدوری پوری لے لی۔ پس یہ مثال ہے ان کی اور اس نور کی جو انہوں نے قبول کیا ہے۔

طرفہُ: ۵۵۸۔

تشریح: **اَلْاِجَارَةُ مِنَ الْعَصْرِ اِلَى اللَّيْلِ:** بخاری کے بعض نسخوں میں یہ باب بوجہ تعلق مضمون دسویں باب سے پہلے ہے۔ (فتح الباری شرح باب ۱۰، جزء ۴ صفحہ ۵۶۵) اس تعلق میں باب ۸، ۹ کی تشریح دیکھئے۔

بَاب ۱۲

مَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيْرًا فَتَرَكَ أَجْرَهُ فَعَمِلَ فِيْهِ الْمُسْتَأْجِرُ فَزَادَ أَوْ مَنْ عَمِلَ فِي مَالِ غَيْرِهِ فَاسْتَفْضَلَ

جو شخص کسی مزدور کو کام پر لگائے پھر وہ مزدور اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا جائے
تو مزدور لگانے والا اس کی مزدوری کو کام کاج پر لگا کر بڑھا دے
یا جو شخص کسی دوسرے کے مال میں محنت کرے اور اس کو بڑھا دے (تو یہ جائز ہے)

۲۲۷۲: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي سَالِمُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ انْطَلَقَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتَّى أَوَوُا الْمَبِيْتَ إِلَى غَارٍ فَدَخَلُوْهُ فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِّنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ فَقَالُوْا إِنَّهُ لَا يُنْجِيْكُمْ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ إِلَّا

۲۲۷۲: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زُہری سے روایت کی۔ (زہری نے کہا:) سالم بن عبداللہ نے مجھے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: ان لوگوں میں سے جو تم سے پہلے تھے، تین آدمی کسی سفر میں نکلے؛ یہاں تک کہ ایک غار میں رات بسر کرنے کے لئے داخل ہو گئے۔ اُوپر سے ایک پہاڑ کا بڑا پتھر گرا اور انہیں غار میں بند کر دیا۔ اس پر وہ کہنے لگے: اس پتھر سے ہمیں کوئی نجات نہیں دے گا ہاں تم اللہ سے اپنے نیک اعمال کا واسطہ دے کر دعا کرو (تو یہ مشکل حل ہو سکتی ہے۔)

أَنْ تَدْعُوا اللهَ بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ اللَّهُمَّ كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ وَكُنْتُ لَا أَغْبِقُ قَبْلَهُمَا أَهْلًا وَلَا مَالًا فَنَأَى بِي فِي طَلَبِ شَيْءٍ يَوْمًا فَلَمْ أُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتَّى نَامَا فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوْقَهُمَا فَوَجَدْتُّهُمَا نَائِمَيْنِ فَكَرِهْتُ أَنْ أَغْبِقَ قَبْلَهُمَا أَهْلًا أَوْ مَالًا فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلَى يَدَيَّ أَنْتَظِرُ اسْتِيْقَاظَهُمَا حَتَّى بَرَقَ الْفَجْرُ فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوْقَهُمَا اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ الْخُرُوْجَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الْآخَرُ اللَّهُمَّ كَانَتْ لِي بِنْتُ عَمٍّ كَانَتْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ فَأَرَدْتُّهَا عَنْ نَّفْسِهَا فَامْتَنَعَتْ مِنِّي حَتَّى أَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِنَ السِّنِيْنَ فَجَاءَتْنِي فَأَعْطَيْتُهَا عِشْرِيْنَ وَمِائَةَ دِيْنَارٍ عَلَى أَنْ تُخَلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِهَا فَفَعَلَتْ حَتَّى إِذَا

تب ان میں سے ایک شخص نے کہا: اے میرے اللہ! میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے اور میں اُن سے پہلے کسی اور کو دودھ نہ پلاتا تھا، نہ بال بچوں کو نہ نوکروں کو۔ ایک دن میں کسی چیز کی تلاش میں دور نکل گیا اور شام کو اُس وقت واپس آیا کہ وہ سو گئے تھے۔ میں نے ان کے لئے ان کے شام کے پینے کا دودھ دوہا مگر انہیں سویا ہوا پایا، اور میں نے پسند نہ کیا کہ اُن سے پہلے بال بچوں یا لونڈی غلام کو دودھ پلاؤں۔ میں ٹھہر گیا۔ پیالہ میرے ہاتھ میں تھا، اُن کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا؛ یہاں تک کہ جب خوب صبح ہوگئی اور وہ دونوں جاگ اٹھے تو انہوں نے دودھ پیا۔ اے میرے اللہ! اگر میں نے یہ عمل تیری خوشنودی کے لئے کیا تھا تو اس پتھر کی وجہ سے جس مصیبت میں ہم ہیں، وہ ہم سے دور کر۔ اس پر وہ پتھر کچھ سرک گیا مگر وہ غار سے نکل نہیں سکتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوسرے نے کہا: اے میرے اللہ! میری ایک چچا کی بیٹی تھی جو مجھے بہت ہی پیاری تھی۔ میں نے اسے پھسلانا چاہا، وہ مجھ سے بچتی رہی یہاں تک کہ قحط سالی میں مبتلا ہوئی اور وہ میرے پاس آئی۔ میں نے اسے ایک سو بیس اشرفیاں دیں، اس شرط پر کہ وہ مجھے خلوت میں ملے۔ اس نے ایسا ہی کیا، یہاں تک کہ جب وہ پوری طرح میرے قابو میں آ گئی تو وہ کہنے لگی: میں تیرے لئے یہ جائز نہیں قرار دیتی کہ تو اس مہر کو

قَدَرْتُ عَلَيْهَا قَالَتْ لَا أُحِلُّ لَكَ أَنْ تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ فَتَحَرَّجْتُ مِنَ الْوُقُوْعِ عَلَيْهَا فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِيَ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِي أَعْطَيْتُهَا اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ الْخُرُوْجَ مِنْهَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الثَّالِثُ اللَّهُمَّ إِنِّي اسْتَأْجَرْتُ أُجَرَاءَ فَأَعْطَيْتُهُمْ أَجْرَهُمْ غَيْرَ رَجُلٍ وَّاحِدٍ تَرَكَ الَّذِي لَهُ وَذَهَبَ فَثَمَّرْتُ أَجْرَهُ حَتَّى كَثُرَتْ مِنْهُ الْأَمْوَالُ فَجَاءَنِي بَعْدَ حِيْنٍ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللهِ أَدِّ إِلَيَّ أَجْرِيْ فَقُلْتُ لَهُ كُلُّ مَا تَرَى مِنْ أَجْلِكَ☆ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالرَّقِيْقِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللهِ لَا تَسْتَهْزِئْ بِي فَقُلْتُ إِنِّي لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ فَأَخَذَهُ كُلَّهُ فَاسْتَاقَهُ فَلَمْ يَتْرُكْ مِنْهُ شَيْئًا اللَّهُمَّ فَإِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ فَانْفَرَجَتِ

بغیر اس کے جائز حق کے توڑے۔ اس پر میں نے اس سے مباشرت کرنا گناہ سمجھا اور اس سے الگ ہوگیا جبکہ وہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھی اور وہ اشرفیاں بھی مَیں نے اُسی کے پاس رہنے دیں جو میں نے اُسے دی تھیں۔ اے میرے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری خوشنودی کے لئے کیا تھا تو جس مصیبت میں ہم ہیں، وہ ہم سے دُور کر دے۔ اس پر وہ پتھر کچھ اور سرک گیا مگر پھر بھی وہ غار سے باہر نکلنے کے قابل نہ تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیسرے نے کہا: اے میرے اللہ! میں نے کچھ مزدور لگائے اور میں نے اُن کی مزدوری اُن کو دے دی، سوائے ایک شخص کے جو اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اُس کی مزدوری کو کام پر لگا دیا، یہاں تک کہ اس ذریعہ سے بہت مال ہوگیا۔ پھر وہ ایک عرصہ کے بعد میرے پاس آیا اور اُس نے کہا: اے اللہ کے بندے! میری مزدوری مجھے دے۔ میں نے اُسے کہا: یہ سب اُونٹ، گائیاں، بکریاں اور غلام لونڈی جو تو دیکھ رہا ہے تیری مزدوری☆ ہی ہے۔ اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! مجھ سے ہنسی نہ کر۔ میں نے کہا: میں تم سے ہنسی نہیں کر رہا۔ تب اس نے ساری چیزیں لے لیں اور انہیں ہانک کر لے گیا اور اس نے اس میں سے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ اے میرے اللہ! اگر میں نے تیری رضا کے لئے یہ کام کیا تھا تو جس مصیبت میں ہم ہیں، وہ ہم

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ مِنْ أَجْرِكَ کے الفاظ ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۹۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

الصَّخْرَةُ فَخَرَجُوْا يَمْشُوْنَ.

سے دور کر۔اس پر وہ پتھر (ان سے اور بھی) ہٹ گیا؛ یہاں تک کہ وہ نکل کر چلے گئے۔

اطرافہ: ٢٢١٥، ٢٣٣٣، ٣٤٦٥، ٥٩٧٤۔

تشریح: ....فَعمِلَ فِيهِ الْمُسْتَاجِرُ فَزَادَ اَوْ مَنْ عَمِلَ فِي مَالِ غَيْرِهِ فَاسْتَفْضَلَ: عنوانِ باب کے پہلے حصے میں مستاجر (مزدوری پر کام لینے والے) کا ذکر ہے جو خاص ہے اور دوسرے حصے میں اس کا معطوف عام ہے۔یعنی ہر وہ شخص جو کسی کا مال بغرضِ افزائش دولت لگائے، دونوں اس کارِ خیر پر ثواب کے مستحق ہوں گے اور اللہ تعالیٰ مشکلات میں اُن کی مدد کرے گا اور اُن کی دعائیں قبول ہوں گی۔اس کے برعکس مزدوری نہ دینے والا مستوجب سزا ہے اور ایسے شخص کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

اس تعلق میں کتاب البیوع باب ۹۸ روایت نمبر ۲۲۱۵ بھی دیکھئے۔

بَاب ۱۳

مَنْ آجَرَ نَفْسَهُ لِيَحْمِلَ عَلَى ظَهْرِهِ ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهِ وَأَجْرُ الْحَمَّالِ

جو شخص اپنے آپ کو مزدوری کے لئے پیش کرے کہ وہ اپنی پیٹھ پر (سامان) اُٹھا کر لے جائے گا پھر اپنی مزدوری سے صدقہ دے اور حمّال کی اُجرت (کے بارے میں حکم)

٢٢٧٣: حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى ابْنِ سَعِيْدٍ الْقُرَشِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ انْطَلَقَ أَحَدُنَا إِلَى السُّوْقِ فَيُحَامِلُ فَيُصِيْبُ الْمُدَّ وَإِنَّ لِبَعْضِهِمْ لَمِائَةَ أَلْفٍ قَالَ مَا نَرَاهُ إِلَّا نَفْسَهُ.

۲۲۷۳: سعید بن یحییٰ بن سعید قریشی نے مجھے بتایا کہ میرے باپ نے ہم سے بیان کیا۔اعمش نے ہمیں بتایا۔انہوں نے شقیق سے، شقیق نے حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیتے تو ہم میں سے ایک بازار جاتا اور وہ مزدوری کرتا اور اس طرح ایک مُدّ (اناج) کماتا (جس سے وہ صدقہ کرتا) اور اب ان میں سے بعضوں کے پاس ایک ایک لاکھ (درہم) موجود ہیں۔(شقیق نے) کہا: ہم سمجھتے ہیں کہ (حضرت ابومسعودؓ نے) اپنا ہی ذکر کیا تھا۔

اطرافہ: ١٤١٥، ١٤١٦، ٤٦٦٨، ٤٦٦٩۔

تشریح: مَنْ اٰجَرَ نَفْسَهُ لِيَحْمِلَ عَلَى ظَهْرِهِ ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهِ: باب۱۲ میں دوسرے شخص کو مزدوری پر لگانے کا ذکر تھا اور باب۱۳ میں اپنے آپ کو کام پر لگانے کا ذکر ہے۔ صحابہ کرامؓ مالی تحریکات میں حصہ لینے کی غرض سے محنت ومشقت کرتے اور جو کماتے، اس کے ذریعہ صدقہ میں شریک ہوتے۔ حضرت ابو مسعودؓ کی مذکورہ بالا روایت کی مزید وضاحت کے لیے کتاب الزکاۃ باب۱۰ بھی دیکھئے۔

وَاِنَّ لِبَعْضِهِمْ لَمِائَةَ اَلْفٍ: اَیْ مِنَ الدَّرَاهِمِ اَوِ الدَّنَانِيْرِ۔ یعنی اب اُن میں سے ایک ایک کے پاس ایک ایک لاکھ درہم و دینار ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۹۲) اس سے حضرت ابو مسعودؓ کا اشارہ اپنی طرف ہے۔ منڈی میں وہ مزدوری کیا کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں اتنی کشائش دی کہ ان کا شمار دولت مندوں میں ہونے لگا۔ عنوانِ باب میں جملہ أَجْرُ الْحُمَّالِ سے انہی کی مزدوری کی طرف اشارہ ہے۔

بَاب ١٤: أَجْرُ السَّمْسَرَةِ

دلّال کی اُجرت (کے بارے میں کیا حکم ہے؟)

وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَعَطَاءٌ وَإِبْرَاهِيْمُ وَالْحَسَنُ بِأَجْرِ السِّمْسَارِ بَأْسًا. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَأْسَ أَنْ يَّقُوْلَ بِعْ هَذَا الثَّوْبَ فَمَا زَادَ عَلَى كَذَا وَكَذَا فَهُوَ لَكَ. وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ إِذَا قَالَ بِعْهُ بِكَذَا فَمَا كَانَ مِنْ رِبْحٍ فَلَكَ أَوْ بَيْنِي وَبَيْنَكَ فَلَا بَأْسَ بِهِ. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُوْنَ عِنْدَ شُرُوْطِهِمْ.

ابن سیرین، عطاء، ابراہیم اور حسن (بصری) دلّال کی اُجرت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: کوئی مضائقہ نہیں کہ ایک شخص (دوسرے سے) کہے کہ یہ کپڑا (اتنی قیمت پر) بیچ آؤ اور اس سے جو زیادہ ملے وہ تمہارا ہے۔ اور ابن سیرین نے کہا: جب کوئی کہے اس کو اتنے پر بیچ دو جو منافع ہوگا تو وہ تمہارا۔ یا (کہے) میرا اور تمہارا، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان اپنی شرطوں پر قائم رہیں۔

٢٢٧٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

۲۲۷۴: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا) کہ عبدالواحد (بن زیاد) نے ہم سے بیان کیا کہ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن طاؤس سے، انہوں نے اپنے باپ سے،

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّتَلَقَّى الرُّكْبَانُ وَلَايَبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ قُلْتُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَا قَوْلُهُ لَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ قَالَ لَا يَكُوْنُ لَهُ سِمْسَارًا.

ان کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا:) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس سے) منع فرمایا ہے کہ قافلے سے آگے بڑھ کر ملا جائے (اور فرمایا:) شہری باہر والے کے لیے نہ بیچے۔ میں نے کہا: اے ابن عباس! آنحضرت ﷺ کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ شہری باہر والے کے لئے نہ بیچے؟ انہوں نے کہا: اس کا یہ مطلب ہے کہ اس کا دلّال نہ بنے۔

اطرافہ: ۲۱۵۸، ۲۱۶۳۔

تشریح: **اَجْرُ السَّمْسَرَةِ:** آپس میں معاملہ کی ایک صورت دلّالی بھی ہے۔ بعض فقہاء نے اسے مکروہ جانا ہے۔ انہی کے ردّ میں باب قائم کیا گیا ہے۔ جس کے لئے عنوانِ باب ہی میں بعض فتوے نقل کئے گئے ہیں۔ ابن سیرینؒ اور ابراہیم نخعیؒ کا فتویٰ ابن ابی شیبہؒ نے موصولاً روایت کیا ہے۔ حسن بصریؒ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ اوّل الذکر دونوں فقیہوں کا فتویٰ ان الفاظ میں ہے: لَا بَـأْسَ بِـأَجْرِ السِّمْسَارِ اِذَا اشْتَرَى يَدًا بِيَدٍ[1]۔ دلّال کے محنتانے میں کوئی حرج نہیں، اگر نقد خریدے اور لین دین ہاتھوں ہاتھ ہو۔

لَا بَأْسَ اَنْ يَّقُوْلَ بِعْ هٰذَا الثَّوْبَ فَمَا زَادَ عَلٰى كَذَا وَكَذَا فَهُوَ لَكَ: حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ بھی ابن ابی شیبہؒ نے ہی موصولاً نقل کیا ہے[2]۔ چونکہ حضرت ابن عباس کے فتویٰ میں دلّالی کا معاوضہ غیر معین ہے، اس لئے جمہور نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اگر دلّال اس معاہدہ کی رُو سے کسی سے سودا کرلے تو منڈی میں جو اس کو ایسے کام پر اجرت مل سکتی ہے، وہ مل جائے گی۔ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک حضرت ابن عباسؓ کے فتویٰ کی بنیاد اس بات پر ہے کہ انہوں نے اس کو قراض کی صورت پر سمجھا ہے؛ جس میں ایک آدمی کا روپیہ اور دوسرے کی محنت ہوتی ہے اور دونوں حسب معاہدہ نفع اور نقصان میں شریک ہوتے ہیں۔ بعض شارحین نے حضرت ابن عباسؓ کے فتویٰ کو اِس شرط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے کہ جب دلّال کو اور سامان والے کو یہ علم ہو کہ جو قیمت بیچنے کے لئے مقرر کی جارہی ہے، منڈی میں سامان اس سے کہیں زیادہ قیمت پاسکتا ہے، تب ایسا معاہدہ جائز ہوگا۔ اکثر فقہاء کا فتویٰ یہی ہے کہ معاوضہ دلّال معین ہونا چاہیے کیونکہ معاملہ کرتے وقت ہر بات واضح ہونی ضروری ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۷۰، ۵۷۱)

وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَلْمُسْلِمُوْنَ عِنْدَ شُرُوْطِهِمْ: یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کو

[1] (مصنف ابن ابی شیبة، کتاب البیوع، باب فی أجر السمسار)

[2] (مصنف ابن ابی شیبة، کتاب البیوع، باب فی الرجل یدفع الی الرجل الثوب فیقول بعه فما ازددت فلک)

اپنی شرطوں کا پاس کرنا چاہیے اور وہ اپنی مقرر کردہ شرطوں کے مطابق معاہدہ پورا کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ یہ قول علاوہ ابن ابی شیبہؒ کے ابوداؤد، دارقطنی، حاکم اور اسحاقؒ نے بھی نقل کیا ہے☆ حاکمؒ کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: مَا وَافَقَ الْحَقَّ. یعنی مسلمان اپنی طے کردہ شرطوں پر قائم رہیں، جب تک وہ شرطیں حق کے موافق ہوں، اور اسحاق کی روایت کے آخر میں ہے: اِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلَالًا اَوْ اَحَلَّ حَرَامًا۔ یعنی سوائے اس شرط کے جو حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دے، وہ جائز نہیں ہوگی۔ (فتح الباری جزء۴صفحہ ۵۷۰) (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۹۴)

لَا يَكُوْنُ لَهُ سِمْسَارًا: اس باب کے تحت جو حدیث لائی گئی ہے وہ کتاب البیوع باب ۶۸ میں بھی گذر چکی ہے۔ حدیث مذکورہ بالا سے دلّالی کا پیشہ بظاہر ممنوع معلوم ہوتا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ بائع اور مشتری جو اصل حاجت مند ہیں، ان کے درمیان جتنے واسطے ہوں گے، ان سے اشیاء کا نرخ بڑھے گا، کم نہ ہوگا۔ کیونکہ ہر واسطہ اپنی محنت کا معاوضہ چاہے گا اور ان درمیانی معاوضوں کا اثر منڈی میں اشیاء کے نرخوں کو بڑھانے کا موجب ہوگا۔ مگر بعض حالات میں دلّال سے جو خیر خواہ اور دیانت دار ہو، مدد لی جاسکتی ہے۔ کیونکہ وہ روزمرہ کے تجربے سے منڈی کے اُتار چڑھاؤ سے خوب واقف ہوتا ہے اور ناواقف تاجر یا خریدار کو نقصان سے بچنے میں مدد دے سکتا ہے۔

بَاب ۱۵: هَلْ يُؤَاجِرُ الرَّجُلُ نَفْسَهُ مِنْ مُّشْرِكٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ

کیا کوئی شخص دار الحرب میں کسی مشرک کے ساتھ مزدوری کا معاملہ کرسکتا ہے؟

۲۲۷۵: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُّسْلِمٍ عَنْ مَّسْرُوْقٍ حَدَّثَنَا خَبَّابٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا قَيْنًا فَعَمِلْتُ لِلْعَاصِ ابْنِ وَائِلٍ فَاجْتَمَعَ لِي عِنْدَهُ فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا أَقْضِيْكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ فَقُلْتُ أَمَا وَاللّٰهِ حَتَّى تَمُوْتَ ثُمَّ تُبْعَثَ فَلَا قَالَ وَإِنِّي

۲۲۷۵: عمر بن حفص نے ہم سے بیان کیا، (کہا) کہ میرے باپ نے ہم سے بیان کیا کہ اعمش نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مسلم (بن صبیح) سے، مسلم نے مسروق سے روایت کی (مسروق نے کہا) کہ حضرت خباب (بن ارت) رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں کاریگر آدمی تھا اور میں نے عاص بن وائل کا کام کیا۔ اس کے پاس میری مزدوری جب اکٹھی ہوگئی، میں اس سے مزدوری کا مطالبہ کرنے کے لئے گیا۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں تمہیں (تمہاری مزدوری) ہرگز نہیں دوں گا جب تک کہ تم محمدؐ کا انکار نہ کرو۔ میں نے

☆ (مصنف ابن ابی شیبة، کتاب البیوع، باب من قال المسلمون عند شروطهم)
(ابو داؤد، کتاب الاقضية، باب فی الصلح)(سنن الدارقطنی، کتاب البیوع، جزء۳صفحہ۲۷، ۲۸)
(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البیوع، جزء۲صفحہ۵۷)

لَمَيِّتٌ ثُمَّ مَبْعُوْثٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّهُ سَيَكُوْنُ لِي ثَمَّ مَالٌ وَوَلَدٌ فَأَقْضِيْكَ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَىٰ: اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًاؕ (المريم:۷۸)

کہا: دیکھ۔اللہ کی قسم! تو مرکر بھی جی اُٹھے پھر بھی میں ایسا نہ کروں گا۔اس نے کہا: کیا سچ مچ مَیں مرکر پھر اُٹھایا جاؤں گا؟ میں نے کہا: ہاں۔اس نے کہا: پھر تو وہاں بھی میرے لئے مال اور اَولاد ہوگی۔پھر وہیں تیرا قرضہ اَدا کروں گا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا کہ ضرور مجھے مال اور اَولاد دی جائے گی۔

اطرافہ: ۲۰۹۱، ۲٤۲٥، ٤۷۳۲، ٤۷۳۳، ٤۷۳٤، ٤۷۳٥۔

تشریح: **هَلْ يُؤَاجِرُ الرَّجُلُ نَفْسَهُ مِنْ مُّشْرِكٍ فِي اَرْضِ الْحَرْبِ:** امام بخاریؒ نے مسئلہ معنونہ بصورتِ استفتاء رکھ کر جواب حذف کر دیا ہے۔گویا ان کا مذہب یہ ہے کہ ضرورۃً کسی مسلمان کا کسی غیر مسلم کے ساتھ کاروباری معاملہ کرنا جائز ہے۔فقہاء نے اس بارے میں دو شرطیں عائد کی ہیں کہ

۱) کاروبار ایسا ہو جو مسلمان کے لئے کرنا جائز ہو۔ ۲) وہ مسلمانوں کے لئے نقصان رساں نہ ہو۔

(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۷۱)

حضرت خباب رضی اللہ عنہ مکّہ میں لوہارے کا کام کرتے تھے اور مسلمان ہونے کے باوجود انہوں نے عاص بن وائل کا کام کیا جو مسلمانوں کا دشمن اور مذہبًا مشرک تھا۔یہ روایت کتاب البیوع، باب ۲۹ میں گزر چکی ہے اور کتاب التفسیر، سورۃ کھیعص (سورۃ مریم) میں بھی آئے گی۔

بَاب ١٦: مَا يُعْطَى فِي الرُّقْيَةِ عَلَى أَحْيَاءِ الْعَرَبِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

عربوں کے قبیلوں پر سورۂ فاتحہ کے دَم کرنے کے عوض ان کی طرف سے جو کچھ پیش کیا جائے (اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقُّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللهِ. وَقَالَ الشَّعْبِيُّ لَا يَشْتَرِطُ الْمُعَلِّمُ إِلَّا أَنْ يُّعْطَى شَيْئًا فَلْيَقْبَلْهُ. وَقَالَ الْحَكَمُ لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا كَرِهَ

اور حضرت ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہا: جن کاموں پر تم اُجرت لیتے ہو، ان سب سے اُجرت لینے کے زیادہ لائق اللہ ہی کی کتاب ہے۔اور شعبی نے کہا: (قرآنِ مجید) سکھانے والا (معاوضہ کی) شرط نہ کرے، ہاں اگر اسے (متعلّم کی طرف سے) کچھ پیش کر دیا جائے تو قبول کرلے۔

أَجْرَ الْمُعَلِّمِ. وَأَعْطَى الْحَسَنُ دَرَاهِمَ عَشَرَةً. وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيْرِيْنَ بِأَجْرِ الْقَسَّامِ بَأْسًا. وَقَالَ كَانَ يُقَالُ السُّحْتُ الرِّشْوَةُ فِي الْحُكْمِ وَكَانُوْا يُعْطَوْنَ عَلَى الْخَرْصِ.

اور حکم نے کہا: میں نے کسی سے نہیں سنا کہ اُس نے معلم کی اُجرت ناپسند کی ہو۔ اور حسن نے بھی (معلم کو) دس درہم (بطور معاوضہ) دیئے۔ اور ابن سیرین (حصص) تقسیم کرنے والے کی اُجرت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، اور کہا: سُحت اس رشوت کو کہا جاتا ہے جو فیصلہ کرنے میں لی جاتی ہے اور پھل کا اندازہ کرنے کے عوض میں بھی لوگوں کو اُجرت دی جاتی تھی۔

٢٢٧٦: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا أَبُوعَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ انْطَلَقَ نَفَرٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفْرَةٍ سَافَرُوْهَا حَتَّى نَزَلُوْا عَلَى حَيٍّ مِّنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوْهُمْ فَأَبَوْا أَنْ يُّضَيِّفُوْهُمْ فَلُدِغَ سَيِّدُ ذٰلِكَ الْحَيِّ فَسَعَوْا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَوْ أَتَيْتُمْ هَؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِيْنَ نَزَلُوْا لَعَلَّهُ أَنْ يَّكُوْنَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ فَأَتَوْهُمْ فَقَالُوْا يَا أَيُّهَا الرَّهْطُ إِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ وَسَعَيْنَا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ فَهَلْ عِنْدَ أَحَدٍ مِّنْكُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ نَعَمْ وَاللّٰهِ إِنِّي

۲۲۷۶: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوبشر سے، ابوبشر نے ابوالمتوکل سے، ابوالمتوکل نے حضرت ابوسعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ لوگ (کسی وقت) ایک سفر میں گئے۔ جاتے جاتے عرب کے قبیلوں میں سے ایک قبیلہ کے پاس سے گزرے اور اُن سے کہا: ہمیں مہمان بنائیں۔ مگر انہوں نے ان کو مہمان نہ بنایا۔ اتفاق سے اس قبیلہ کے سردار کو بچھو نے کاٹ کھایا۔ انہوں اُس کے لئے ہر تدبیر سے کوشش کی لیکن کسی چیز نے فائدہ نہ دیا۔ ان میں سے کسی نے کہا: اگر تم ان لوگوں کے پاس چلو جو یہاں اُترے ہیں تو شاید ان میں سے کسی کے پاس کچھ علاج ہو۔ اس پر وہ ان کے پاس گئے اور کہنے لگے: لوگو! ہمارے سردار کو بچھو نے کاٹا ہے۔ ہم نے اس کے لئے بہت تدبیریں کی ہیں، کسی تدبیر نے فائدہ نہیں دیا۔ کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی چیز ہے؟ ان میں سے کسی نے کہا: اللہ کی قسم! میں دم کیا کرتا ہوں

لَأَرْقِي وَلَكِنْ وَاللهِ لَقَدِ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَلَمْ تُضَيِّفُوْنَا فَمَا أَنَا بِرَاقٍ لَّكُمْ حَتَّى تَجْعَلُوْا لَنَا جُعْلًا فَصَالَحُوْهُمْ عَلَى قَطِيْعٍ مِّنَ الْغَنَمِ فَانْطَلَقَ يَتْفِلُ عَلَيْهِ وَيَقْرَأُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ فَكَأَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَانْطَلَقَ يَمْشِيْ وَمَا بِهِ قَلَبَةٌ قَالَ فَأَوْفَوْهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِيْ صَالَحُوْهُمْ عَلَيْهِ فَقَالَ بَعْضُهُمُ اقْسِمُوْا فَقَالَ الَّذِيْ رَقَى لَا تَفْعَلُوْا حَتَّى نَأْتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَذْكُرَ لَهُ الَّذِيْ كَانَ فَنَنْظُرَ مَا يَأْمُرُنَا فَقَدِمُوْا عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا لَهُ فَقَالَ وَمَا يُدْرِيْكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ ثُمَّ قَالَ قَدْ أَصَبْتُمُ اقْسِمُوْا وَاضْرِبُوْا لِي مَعَكُمْ سَهْمًا فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَالَ شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ سَمِعْتُ أَبَا الْمُتَوَكِّلِ بِهٰذَا.

اطرافهُ: ۵۰۰۷، ۵۷۳۶، ۵۷۴۹۔

ہم نے تم سے چاہا کہ تم ہمیں مہمان بناؤ اور تم نے ہمیں مہمان نہ بنایا۔ پس مَیں بھی تمہارے لئے ہرگز دَم نہ کروں گا جب تک کہ تم ہم سے معاوضہ نہ ٹھہرا لو۔ آخر انہوں نے ان کو چند بکریوں پر راضی کرلیا۔ اس پر وہ اُس شخص پر دَم کرکے تھوکنے لگا اور (ساتھ ساتھ) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن پڑھتا جاتا، یہاں تک کہ مریض ایسا اچھا ہوگیا کہ گویا اُس کی بندش دُور ہوگئی اور وہ چلنے لگا اور اُس کو کوئی دَرد نہ رہا۔ راوی کہتے تھے: انہوں نے جس مزدوری پر راضی کیا تھا، انہوں نے وہ پوری کی پوری دے دی۔ صحابہ میں سے کسی نے کہا: (معاوضہ کو) تقسیم کرلو۔ جس نے دَم کیا تھا وہ کہنے لگا: جب تک ہم نبی ﷺ کے پاس واپس نہ پہنچ جائیں اور جو کچھ واقع ہوا وہ آپؐ سے بیان نہ کرلیں، معاوضہ تقسیم نہیں کرنا چاہیے۔ (یہ مناسب ہے کہ ہم حضورؐ کی خدمت میں پہنچیں) اور معلوم کرلیں کہ حضورؐ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ آپؐ نے پوچھا: تمہیں کیسے علم ہوا کہ وہ (سورۂ فاتحہ) دَم ہے؟ پھر فرمایا: تم نے اچھا کیا کہ معاوضہ لیا۔ اب اسے آپس میں بانٹ لو اور میرا بھی اپنے ساتھ ایک حصہ رکھ لو۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: شعبہ نے یوں کہا: ابوبشر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) میں نے ابوالمتوکل سے یہی سنا ہے۔

تشریح: **مَا يُعْطَى فِي الرُّقْيَةِ عَلَى اَحْيَآءِ الْعَرَبِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ:** امام ابوحنیفہؒ وغیرہ نے آیات قرآنِ مجید کی برکت سے جہاں علاج معالجہ کرنے کی اجازت کا فتویٰ دیا ہے، وہاں تعلیم قرآن پر

اُجرت لینا ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ قرآنِ مجید پڑھانا ایک قسم کی عبادت ہے۔ جیسا کہ اذان اور امامت الصلوٰۃ میں بھی اُجرت لینا ان کے نزدیک جائز نہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۹۵) امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت عبدالرحمٰن بن شبلؓ کی ایک مرفوع روایت نقل کی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: اِقْرَؤُوا الْقُرْآنَ وَلَا تَأْكُلُوْا بِهِ وَلَا تَسْتَكْثِرُوْا بِهِ وَلَا تَجْفُوْا عَنْهُ. یعنی قرآنِ مجید پڑھاؤ لیکن اس کو روزی کا ذریعہ نہ بناؤ اور نہ اس کے لیے زیادہ مطالبہ کرو اور اس کے پڑھانے سے اعراض نہ کرو۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند المكيين، زيادة في حديث عبد الرحمن بن شبل، جزء۳صفحہ۴۲۸) مگر امام شافعیؒ اور ابولیثؒ وغیرہ کے نزدیک اس قسم کی اُجرت جائز ہے۔ جمہور کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ علامہ عینیؒ نے عدمِ جواز کے بارے میں متعدد روایتیں نقل کی ہیں جن میں امام احمد بن حنبلؒ کی مذکورہ بالا روایت بھی ہے۔
(عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۹۵تا۹۷)

اَحَقُّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ: جن ائمہؒ نے تعلیم قرآن پر اُجرت ناجائز قرار دی ہے انہوں نے حدیث اَحَقُّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ میں لفظ اَجر کے معنی ثواب کئے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے: کتاب اللہ سب سے زیادہ مستحق ہے کہ تم اس پر اَجر لو یعنی ثواب حاصل کرو۔ حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت کتاب الطب، باب۳۴ میں مذکور ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر۵۷۳۷)

عنوانِ باب کے تعلق میں دو سوال اُٹھائے گئے ہیں کہ اگر آیات کے ذریعے دَم کر کے علاج کرنا جائز ہے تو عرب قبیلے سے اس کی کیا تخصیص۔ جائز بات کسی جگہ یا کسی قوم سے مخصوص کرنا درست نہیں۔ علاوہ ازیں عنوانِ باب میں قرآن سکھانے کا کیا محل ہے اور جو فتوے نقل کئے گئے ہیں، ان کا نفس مضمون سے کیا تعلق ہے۔ ان سوالوں کا جواب یہ ہے کہ امام موصوفؒ کے نزدیک اشاعت اسلام کی غرض سے قبائل عرب میں سورۂ فاتحہ کی تلاوت کر کے علاج معالجہ کرنا جائز تھا کہ وہ اہل زبان تھے اور سورۂ فاتحہ نہ صرف جامع دعا ہی ہے بلکہ اس کے اندر اسلامی تعلیم کا خلاصہ ہے۔ بیماری کے موقع پر اس کے ذریعے علاج کرنے میں ان اقوام کو ترغیب دِلانے کا موقع تھا کہ وہ اس پر غور کریں اور سمجھیں۔ عیسائیوں نے طریق علاج معالجہ سے تبلیغ عیسائیت میں بہت بڑا کام لیا ہے۔

لَا يَشْتَرِطُ الْمُعَلِّمُ اِلَّا اَنْ يُّعْطٰى شَيْئًا فَلْيَقْبَلْهُ: امام شعبی کا حوالہ ابن ابی شیبہ[1] نے موصولاً نقل کیا ہے کہ قرآنِ مجید کی تعلیم پر اُجرت کا مطالبہ نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن اگر دی جائے تو ردّ نہ کی جائے۔ یہی مفہوم ہے لَا تَأْكُلُوْا بِهِ وَلَا تَسْتَكْثِرُوْا بِهِ وَلَا تَجْفُوْا عَنْهُ کا۔ یہی بات عنوانِ باب میں نمایاں کی گئی ہے اور یہ جواز کی صورت سورۂ فاتحہ کے ساتھ بھی مقید کی گئی ہے۔

لَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا كَرِهَ اَجْرَ الْمُعَلِّمِ: حکم بن عیینہؒ کا حوالہ بغویؒ سے جعدیات[2] میں منقول ہے۔ انہوں نے علی بن جعدؒ کی روایتیں ایک جگہ اکٹھی کی ہیں۔ ان میں سے ان کی یہ روایت بھی ہے کہ معاویہ بن قرہ معلم کے نزدیک معلم قرآن کی اُجرت جائز تھی۔ (فتح الباری جزء۴صفحہ۵۷۳)

[1] (مصنف ابن ابی شيبه، كتاب البيوع والأقضية، باب فی أجر المعلم، جزء۴صفحہ۳۴۰)
[2] (مسند ابن الجعد، الجزء الرابع، شعبة عن ابی إياس معاوية بن قرة بن إياس، جزء اوّل صفحہ۱۷۰)

وَاَعْطَى الْحَسَنُ دَرَاهِمَ عَشَرَةً: حسن بصریؒ کا حوالہ طبقات ابن سعد میں مروی ہے کہ انہوں نے دس درہم معلم کو اُجرت دی جس نے اُن کے بھتیجے کو قرآنِ مجید پڑھایا تھا۔ختم قرآن پر معلم نے اُجرت کی خواہش کی تو انہوں نے پہلے تو یہ جواب دیا کہ صحابہ کرامؓ تعلیم قرآن پر اُجرت نہیں لیا کرتے تھے۔ پھر بھتیجے کے اصرار پر دس درہم دیئے۔(الطبقات الکبرٰی لابن سعد، جزء۷صفحہ۱۷۵،۱۷۶)

وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيْرِيْنَ بَاَجْرِ الْقَسَّامِ بَاْسًا: محمد بن سیرینؒ کا فتویٰ مختلف ہے۔وہ کہتے ہیں کہ بغیر شرط ٹھہرانے کے اگر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔اسی طرح ان کے نزدیک حصص تقسیم کرنے والے یا غلہ کا اندازہ کرنے والے کو بغیر شرط کے اُجرت دی جائے تو کوئی حرج نہیں۔(عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۹۸) (فتح الباری جزء۴صفحہ۵۷۳)

سب فقہاء کے نزدیک چھوٹے چھوٹے کاموں کا معاوضہ اگر بغیر مطالبہ ملے تو وہ لیا جا سکتا ہے، ورنہ مانگ کر اُس کا معاوضہ لینا مکروہ ہے۔ایک ہی عنوان میں ان سب فتووں کا یکجا ذکر کیا گیا ہے۔صحابہ کرامؓ کا تقویٰ دیکھا جائے۔جنہوں نے مہمان نوازی کے حق کا مطالبہ دستور کے مطابق کیا، جس کا انکار کیا گیا اور یہ انکار عرفِ عام میں سخت معیوب تھا۔مگر مذہبی اختلاف کی وجہ سے انہیں مہمان نوازی کے حق سے محروم رکھا گیا۔جب قبیلہ کا سردار اُن کا محتاج ہوا تو انہوں نے بھی علاج کی اُجرت لی۔لیکن اس اُجرت کے استعمال میں انہیں تردّد ہوا اور اُس سے فائدہ نہیں اُٹھایا، تاوقتیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اس سے فائدہ اُٹھانے کی اجازت نہ دی۔تقویٰ کا یہ لطیف احساس جہاں تزکیہ نفس میں صحابہؓ کے علوّ مرتبت پر دالّ ہے؛ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر قدسی کی بھی شہادت دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ. (الجمعة:۳) کہ یہ رسول اپنے متبعین کا تزکیہ نفوس کرتا ہے۔پس صحابہ کرام کا اُجرت میں حاصل شدہ مال سے رُکنا صحابہؓ کے پاک نفس ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔

وَقَالَ شُعْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ بِشْرٍ .....: روایت نمبر۲۲۷۶ کے آخر میں شعبہ کا حوالہ دیا ہے جو ترمذی نے موصولاً نقل کیا ہے۔(ترمذی، کتاب الطب، باب ما جاء فی أخذ الأجر علی التعویذ) یہی روایت کتاب الطب (نمبر۵۷۳۶) میں مروی ہے مگر وہ روایت مُعَنْعَن ہے۔اس لئے آخر میں بطور تائید موصول سند کی طرف توجہ منعطف کی ہے۔(فتح الباری جزء۴صفحہ۵۷۷)

بَاب۱۷: ضَرِيْبَةُ الْعَبْدِ وَ تَعَاهُدُ ضَرَائِبِ الْإِمَاءِ

لونڈی یا غلام پر لگان کے بارے میں اور لونڈیوں کی اُجرت پر نگرانی کے بارے میں (ارشاد)

۲۲۷۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ حَجَمَ

۲۲۷۷: محمد بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔انہوں نے حُمید طویل سے، حُمید نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت

أَبُو طَيْبَةَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ أَوْ صَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَكَلَّمَ مَوَالِيَهُ فَخَفَّفَ عَنْ غَلَّتِهِ أَوْ ضَرِيْبَتِهِ.

کی۔انہوں نے کہا: ابوطیبہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھنے لگائے اور آپؐ نے (اپنے کارندہ کو) اسے ایک صاع یا دوصاع اناج دینے کے لئے فرمایا اور اُس کے مالکوں سے آپؐ نے سفارش کی تو اُس کے غلہ میں یا (راوی نے کہا کہ) اس کے لگان میں انہوں نے کمی کردی۔

اطرافہ: ۲۱۰۲، ۲۲۱۰، ۲۲۸۰، ۲۲۸۱، ۵۶۹۶۔

تشریح: ضَرِيْبَةُ الْعَبْدِ وَتَعَاهُدِ ضَرَآئِبِ الْإِمَاءِ: اس عنوانِ باب کے دو حصے ہیں اور جو روایت استدلال کی غرض سے نقل کی گئی ہے، اس کا تعلق پہلے حصہ سے تو ظاہر ہے لیکن دوسرے حصہ عنوان سے اس کا تعلق ظاہر نہیں بلکہ بطور استدلال ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نافع ابوطیبہ رضی اللہ عنہ کی باتوں سے معلوم ہوا کہ اُن کے مالک اُن سے لگان زیادہ وصول کرتے ہیں۔ آپؐ نے کم کرنے کی سفارش فرمائی۔ ابن ابی شیبہؒ کی روایت میں تصریح ہے کہ آپؐ نے اُن سے پوچھا: كَمْ خَرَاجُكَ؟[1] یعنی تم سے کتنا خراج لیتے ہیں۔ جس پر آپؐ کو محسوس ہوا کہ یہ باراُن کی طاقت سے زیادہ ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۵۸۰- شرح باب ۱۹) یہ واقعہ بتاتا ہے کہ آپؐ اس امر کی بھی نگرانی فرمایا کرتے تھے کہ غلاموں پر اُن کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔ لونڈیاں بدرجہ اولیٰ نگرانی اور ہمدردی کی مستحق ہیں۔ کیونکہ طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنے کا نتیجہ لازمی طور پر یہ ہوگا کہ لگان پورا نہ کرنے کی صورت میں وہ چوری کریں گی یا بدکاری۔ امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ دوسرے حصہ عنوان سے ابوداؤد مالک الاحمریؒ کی روایت کی طرف اشارہ ہے جو امام موصوفؒ نے کتاب التاریخ[2] میں نقل کی ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ جب مدائن میں آئے تو انہوں نے خطبہ دیا اور کہا: تَعَاهَدُوْا ضَرَآئِبَ إِمَائِكُمْ. یعنی اپنی لونڈیوں کے لگان کی نگرانی کیا کرو۔ اور ابوداؤد میں ایک روایت حضرت رافع بن خدیجؓ سے مرفوعاً ان الفاظ میں منقول ہے: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ كَسْبِ الْأَمَةِ حَتَّى يُعْلَمَ مِنْ أَيْنَ هُوَ.[3] یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی کی کمائی سے منع فرمایا ہے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں سے ہے، یعنی کسب حلال ہے یا حرام۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۵۷۸)

---

[1] (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب البیوع والأقضیة، باب فی کسب الحجام، جزء۴ صفحہ۳۵۴)

[2] (التاریخ الکبیر للبخاری، باب مالک، جزء۷ صفحہ۳۰۸)

[3] (ابو داؤد، کتاب البیوع، باب فی کسب الإماء)

بَاب ۱۸ : خَرَاجُ الْحَجَّامِ
حجام کی اُجرت (کے بارے میں حکم)

۲۲۷۸ : حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ.

۲۲۷۸: موسیٰ بن اسماعیل نے ہمیں بتایا۔ وہیب نے ہم سے بیان کیا کہ ابن طاؤس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، اور اُن کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور حجام کو اُس کی اُجرت دی۔

اطرافہ: ۱۸۳۵، ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۲۱۰۳، ۲۲۷۹، ٥٦٩١، ٥٦٩٤، ٥٦٩٥، ٥٦٩٩، ٥٧٠٠، ٥٧٠١۔

۲۲۷۹ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ وَلَوْ عَلِمَ كَرَاهِيَةً لَمْ يُعْطِهِ.

۲۲۷۹: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن زُریع نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے خالد سے، خالد نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور حجام کو اُس کی اُجرت دی اور اگر آپؐ مکروہ سمجھتے تو اُسے نہ دیتے۔

اطرافہ: ۱۸۳۵، ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۲۱۰۳، ۲۲۷۸، ٥٦٩١، ٥٦٩٤، ٥٦٩٥، ٥٦٩٩، ٥٧٠٠، ٥٧٠١۔

۲۲۸۰ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَجِمُ وَلَمْ يَكُنْ يَظْلِمُ أَحَدًا أَجْرَهُ.

۲۲۸۰: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ مسعر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو بن عامر سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پچھنے لگوایا کرتے تھے اور کسی کو بھی اُس کی مزدوری سے کم نہ دیتے۔

اطرافہ: ۲۱۰۲، ۲۲۱۰، ۲۲۷۷، ۲۲۸۱، ٥٦٩٦۔

تشریح: **خَرَاجُ الْحَجَّامِ**: جمہور کے نزدیک حجام (یعنی پچھنے لگانے والے) کی اُجرت جائز ہے مگر بعض فقہاء نے اسے اس لئے مکروہ قرار دیا ہے کہ یہ ادنیٰ پیشہ ہے۔ خصوصاً آزاد شریف انسان کے لئے یہ پیشہ ناپسند کیا گیا ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ کی رائے ہے۔ جس کی وجہ حضرت محیصہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پیشہ کی بابت دریافت کیا تو آپؐ نے منع کیا اور فرمایا: اعْلِفْهُ نَوَاضِحَكَ[1] یعنی اس سے اپنے اونٹوں کو چرانے کا انتظام کرو۔ امام مالکؒ نے بھی ان کی یہ روایت نقل کی ہے[2] کتاب البیوع باب ۲۵ روایت نمبر ۲۰۸۶ میں گزر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خون وغیرہ کی اُجرت سے منع فرمایا ہے۔ یہ ممانعت تحریمی نہیں بلکہ کراہیت کی ہے۔ وہاں اُن پیشوں کا ذکر ہے جو ادنیٰ قسم کے ہیں اور وہ حرام اور مکروہ نہیں، عندالضرورت اختیار کیے جاسکتے ہیں۔ مگر ایک مسلم کو ذرائع معاش اِختیار کرنے میں اپنا نصب العین اعلیٰ رکھنا چاہیے پیشہ ہو یا تجارت۔ جواز اور عدمِ جواز دونوں میں تطبیق آسان ہے کہ معاشرہ کے مختلف طبقات کا لحاظ رکھتے ہوئے آپؐ نے منع فرمایا اور اجازت دی۔ اسی لئے عنوانِ باب میں کوئی معین فتویٰ مذکور نہیں بلکہ مطلق رکھا گیا ہے۔

بَاب ۱۹: مَنْ كَلَّمَ مَوَالِيَ الْعَبْدِ أَنْ يُخَفِّفُوْا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ

جو شخص کسی غلام کے مالکوں سے کہے کہ وہ اس کے لگان کو کم کردیں

۲۲۸۱: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا حَجَّامًا فَحَجَمَهُ وَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ أَوْ صَاعَيْنِ أَوْ مُدٍّ أَوْ مُدَّيْنِ وَكَلَّمَ فِيْهِ فَخُفِّفَ مِنْ ضَرِيْبَتِهِ.

۲۲۸۱: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حُمَید طویل سے، حُمَید نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حجام غلام کو بلوایا اور اُس نے آپؐ کو پچھنے لگائے اور آپؐ نے اُس کو ایک صاع یا دو صاع یا (کہا:) مُدّ یا دو مُدّ (اناج) دینے کے لئے فرمایا اور اُس کے متعلق سفارش کی۔ پس اُس کا لگان کم کردیا گیا۔

اطرافہٗ: ۲۱۰۲، ۲۲۱۰، ۲۲۷۷، ۲۲۸۰، ۵۶۹۶۔

تشریح: **مَنْ كَلَّمَ مَوَالِيَ الْعَبْدِ اَنْ يُخَفِّفُوْا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ**: اس باب میں بھی نافع ابوطیبہؓ ہی کی روایت ایک اور سند سے منقول ہے۔ اس روایت سے متعلق شک کا اظہار کیا گیا ہے، آیا آپؐ نے ایک یا دو صاع غلہ دیا یا مُدّ۔ یہ شک شعبہؒ کا ہے۔ حمید الطّویل کی یہی روایت کتاب البیوع باب ۳۹ میں گزر چکی ہے؛ وہاں صاع کا ذکر ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۲۱۰۲) مسئلہ کراہیت کے پیشِ نظر ایک اور سند سے وہی روایت دہرائی گئی ہے۔

[1] (مسند احمد بن حنبل، مسند الانصار، حديث محيصة بن مسعود، جزء۵ صفحہ ۴۳۶)
[2] (موطا امام مالک، كتاب الجامع، باب ما جاء في الحجامة وأجرة الحجام)

بَاب ٢٠ : كَسْبُ الْبَغِيِّ وَالْإِمَاءِ

کنچنی اورلونڈیوں کی کمائی (کے بارے میں حکم)

وَكَرِهَ إِبْرَاهِيْمُ أَجْرَ النَّائِحَةِ وَالْمُغَنِّيَةِ.

اورابراہیم (نخعی) نے نوحہ کرنے والی اور گانے والی کی اُجرت کو مکروہ سمجھا۔

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى: وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۴﴾ (النور: ٣٤)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر: اس ادنیٰ زندگی کا عارضی سامان کمانے کے لئے اپنی لونڈیوں کو اگر وہ بچنا چاہیں، بدکاری پر مجبور نہ کرو۔ اور جو شخص انہیں مجبور کرے گا تو اللہ اُن کی اس مجبوری کے بعد غفور ورحیم ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ فَتَيَاتِكُمْ إِمَاءَكُمْ.

مجاہد نے کہا: فَتَيَاتِكُمْ کے معنی ہیں: تمہاری لونڈیاں۔

٢٢٨٢: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرِبْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ.

اطرافه: ٢٢٣٧، ٥٣٤٦، ٥٧٦١.

۲۲۸۲: قتیبہ بن سعید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ابن شہاب سے، ابن اشہاب نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام سے، انہوں نے حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور کنچنی کی کمائی اور کاہن (جوتشی وغیرہ) کی شیرینی سے منع فرمایا۔

٢٢٨٣: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه

۲۲۸۳: ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، (کہا) کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن جُحادہ سے، محمد بن جُحادہ نے ابوحازم سے، ابوحازم نے حضرت

قَالَ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كَسْبِ الْإِمَاءِ. ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈیوں کی کمائی سے منع فرمایا۔

طرفہ: ٥٣٤٨.

تشریح: كَسْبُ الْبَغِيِّ وَ الْاِمَآءِ: مَهْرُ الْبَغِيِّ اور كَسْبُ الْإِمَاءِ سے مراد زنا کے پیشے کی کمائی ہے۔آیت وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيَاتِكُمْ.... (النور:۳۴) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے صرف مجاہد کا حوالہ دے کر آیت کے مفہوم کو محدود کردیا گیا ہے۔بحولہ تفسیر- طبریؒ نے نقل کی ہے۔عربی زبان میں فَتَاةٌ کے معنی نوجوان لڑکی کے ہوتے ہیں۔ لیکن روایت نمبر۲۲۸۳ میں اس سے مراد لونڈی ہی لی گئی ہے۔زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ لونڈیوں سے پیشہ کروایا جاتا تھا۔اسلام نے اس کی اصلاح فرمائی۔پوری آیت یہ ہے: وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (النور:۳۴) تم اپنی لونڈیوں کو بدکاری کے لئے مجبور نہ کرو،اگر وہ نیک رہنا چاہتی ہوں؛اس غرض سے کہ دنیوی زندگی کا سامان طلب کرو اور جوکوئی اُن کو مجبور کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُن کی مجبوری کے بعد غفورٌ رحیم ہے۔یعنی ان لونڈیوں پر گرفت نہ ہوگی۔

قرآنِ مجید میں جہاں یہ آیت آئی ہے وہاں سیاق وسباق پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت کا یہ حصہ درحقیقت مکاتبت کے تعلق میں ہے۔اس سے پہلے یہ حکم دیا گیا ہے کہ لونڈی غلام اگر اپنی آزادی حاصل کرنے کی غرض سے تمہارے ساتھ سمجھوتہ کرنا چاہیں کہ اس قدر رقم اگر وہ اپنے مالک کو ادا کردیں تو وہ آزاد ہوجائیں گے تو اُن کے ساتھ یہ سمجھوتہ کرلو اور اگر ذریعہ معاش پیدا کرنے کے لئے انہیں کچھ مالی امداد کی ضرورت ہو تو اس سے بھی دریغ نہ کرو تا وہ محنت مزدوری کر کے تمہیں مقررہ رقم ادا کرسکیں۔اس سیاقِ کلام میں آیت کا وہ حصہ وارد ہوا ہے جو لونڈیوں سے متعلق ہے۔

اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا کے یہ معنی نہیں کہ اگر وہ زنا سے بچنا نہ چاہیں تو انہیں آزاد رہنے دو،جو چاہیں کریں بلکہ اس بارے میں الگ احکام دیئے گئے ہیں کہ اگر لونڈی زنا کرے تو اُسے سزا دو اور اگر باز نہ آئے تو ایسی لونڈی گھر میں نہ رکھی جائے۔(دیکھئے کتاب البیوع باب نمبر۶۶و۱۰۱مع تشریح)

درحقیقت حصہ آیت اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا میں مردوں کی غیرت سے اپیل کی گئی ہے کہ جب لونڈیاں مکاتبت کر کے آزاد ہوکر عفت مآبی کی زندگی بسر کرنا چاہیں تو اُن کی مکاتبت میں روک ڈال کر اُن کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔یعنی جو عورت مشروط آزادی حاصل کر کے جبری نکاح سے بچنا چاہتی ہے اور مکمل آزادی کے بعد اپنی مرضی کے خاوند سے نکاح کرنا چاہتی ہے،اُس کو اس ارادہ سے باز رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ بدکاری پر مجبور کرنا۔

بَاب ٢١ : عَسْبُ الْفَحْلِ

نر جانور کی جفتی کی کمائی (کے بارے میں)

٢٢٨٤ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ وَإِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ ۲۲۸۴: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوارث اور اسماعیل بن ابراہیم نے ہمیں بتایا۔انہوں نے علی

عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ.

بن حکم سے، علی نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نر جانور کی جفتی کی کمائی سے منع فرمایا ہے۔

تشریح: عَسْبُ الْفَحْلِ: اَلْفَحل کے معنے ہیں نر جانور اور عَسب کے معنے ہیں نسل کا تعلق۔ اَعْسَبَهُ فَحْلَهُ وَاسْتَعْسَبَهُ۔ یعنی اپنا نر جفتی کے لئے اُس کو دیا اور اُس سے جفتی کے لیے نر لیا۔

ایک مسلمان کے لئے ایسا پیشہ اختیار کرنے کی ممانعت فرمائی کیونکہ یہ پیشہ معزز پیشہ نہیں اور ایک مسلمان کسب حلال کے لئے دیگر وسائل اختیار کر کے اس قسم کے ادنیٰ پیشوں سے مستغنی رہ سکتا ہے۔ گویا ممانعت تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے۔ اگر نسل کشی کی قطعی ممانعت ہوتی تو اعلیٰ نسل منقطع ہو جاتی۔ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک مدت معیّنہ کے لئے کسی جانور کو اس غرض کے لئے دوسرے کو اُجرت پر دینا جائز ہے اور انہوں نے اس حدیث کی یہ تشریح کی ہے کہ یہاں ممانعت صرف اس غرض سے کی گئی ہے کہ اگر کسی کو جانور نسل کشی کے لئے غیر معین مدت کے لئے دے تو مدت غیر معیّنہ ہونے کی وجہ سے جھگڑے ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے یہ اجارہ درست نہیں۔ ہاں اگر مدت معین کر لی جائے تو معاہدہ درست ہوگا اور ایسا کرنا بھی درست ہوگا۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۵۸۲) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۱۰۵، ۱۰۶)

ترمذیؒ اور ابن حبانؒ نے بعض مرفوع حدیثیں نقل کی ہیں؛ جن میں بلا اُجرت جفتی کرنے کرانے کی نہ صرف اجازت دی گئی ہے بلکہ اسے ایک کارِ ثواب بھی قرار دیا ہے۔☆ مشارٌ الیہا روایات چونکہ امام بخاریؒ کی شرائط کے مطابق نہیں؛ اس لئے نظر انداز کی گئی ہیں اور ممانعت کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کی مذکورہ بالا مستند روایت سے استدلال کیا ہے کہ یہ ممنوع ہے۔

بَاب ۲۲: إِذَا اسْتَأْجَرَ أَرْضًا فَمَاتَ أَحَدُهُمَا

اگر کوئی شخص کسی سے زمین ٹھیکے پر لے اور پھر دونوں (معاہدہ کرنے والوں) میں سے کوئی مر جائے (تو کیا ٹھیکہ قائم رہے گا یا فسخ ہو جائے گا؟)

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَيْسَ لِأَهْلِهِ أَنْ يُّخْرِجُوْهُ إِلَى تَمَامِ الْأَجَلِ. وَقَالَ الْحَكَمُ وَالْحَسَنُ وَإِيَاسُ بْنُ مُعَاوِيَةَ

ابن سیرین کہتے ہیں: زمین والوں کا کوئی حق نہیں کہ مستاجر کو میعاد کے ختم ہونے سے پہلے نکالیں۔ اور حکم، حسن اور ایاس بن معاویہ نے کہا: ٹھیکہ اُس کی

☆ (ترمذی، كتاب البيوع، باب ما جاء في كراهية عسب الفحل)
(ترمذی، كتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء في فضل الخدمة في سبيل الله)
(صحيح ابن حبان، باب الخيل، ذكر إعطاء الله جل وعلا المطرق فرسه، جزء۱۰ صفحہ۵۳۳)

تُمْضَى الْإِجَارَةُ إِلَى أَجَلِهَا. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَعْطَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ بِالشَّطْرِ فَكَانَ ذَلِكَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ وَلَمْ يُذْكَرْ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ جَدَّدَا الْإِجَارَةَ بَعْدَ مَا قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

میعاد تک رہنے دیا جائے گا۔ اور حضرت (عبداللہ) ابن عمرؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین نصف حصہ بٹائی پر دی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی عہد خلافت میں یہی صورت قائم رہی لیکن یہ ذکر نہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ٹھیکہ از سرنو کیا ہو۔

٢٢٨٥: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ أَعْطَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ أَنْ يَّعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا. وَأَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ الْمَزَارِعَ كَانَتْ تُكْرَى عَلَى شَيْءٍ سَمَّاهُ نَافِعٌ لَا أَحْفَظُهُ.

۲۲۸۵: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ جویریہ بن اسماء نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر اس شرط پر یہودیوں کو دیا تھا کہ وہ اس میں محنت کریں اور کاشت کریں اور جو اس سے پیدا ہو، اُس کا آدھا اُن کے لئے ہوگا۔ اور حضرت ابن عمرؓ نے (نافع سے) بیان کیا کہ کاشت کی زمینیں کچھ لگان مقرر کر کے دی جاتی تھیں۔ نافع نے اس لگان کی تعیین کی تھی لیکن مجھے یاد نہیں۔

اطرافه: ٢٣٢٨، ٢٣٢٩، ٢٣٣١، ٢٣٣٨، ٢٤٩٩، ٢٧٢٠، ٣١٥٢، ٤٢٤٨۔

٢٢٨٦: وَأَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ حَدَّثَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ. وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ حَتَّى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ.

۲۲۸۶: اور حضرت رافع بن خدیجؓ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیتوں کو لگان پر دینے سے منع فرمایا ہے۔ اور عبیداللہ نے بھی نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے یہی روایت نقل کی۔ (اور یہ الفاظ زائد بیان کئے) یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے انہیں جلاوطن کر دیا۔

اطرافه: ٢٣٢٧، ٢٣٣٢، ٢٣٤٤، ٢٧٢٢۔

تشریح: **اِذَا اسۡتَاۡجَرَ اَرۡضًا فَمَاتَ اَحَدُهُمَا:** آیا مستاجر کی موت پر ٹھیکہ ختم ہوجائے گا یا قائم رہے گا۔ اس مسئلے کے بارے میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ٹھیکہ اپنی شرطوں کے ساتھ قائم رہے گا اور فقہاء کوفہ کے نزدیک فسخ ہوجائے گا۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۵۸۳) عنوانِ باب میں مذکورہ حوالوں سے جمہور کے مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ ابن سیرینؒ، حسن بصریؒ، حکم اور ایاس بن معاویہ کا فتویٰ ہے کہ مرنے والے کے ورثاء کو حق نہیں پہنچتا کہ ٹھیکیدار یا کرایہ دار کو زمین زیر کاشت یا مکان زیر سکونت سے علیحدہ کرے۔ جب تک کہ ٹھیکہ کی میعاد ختم نہ ہوجائے، ورثاء شروط کے پابند ہیں۔ محولہ بالا فتوے ابن ابی شیبہؒ نے موصولاً نقل کئے ہیں[۱] اور حضرت ابن عمرؓ کا حوالہ اسی باب کی روایت نمبر ۲۲۸۵ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ عُبَيۡدُاللّٰهِ عَنۡ نَّافِعٍ: اسی باب کے آخر میں عبیداللہ کا حوالہ ہے (زیر روایت نمبر ۲۲۸۶) وہ صحیح مسلم میں مروی ہے۔ اس روایت کے یہ الفاظ ہیں: **اَخۡبَرَنِیۡ نَافِعٌ عَنِ ابۡنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ﷺ عَامَلَ اَهۡلَ خَيۡبَرَ بِشَطۡرِ مَا يَخۡرُجُ مِنۡهَا مِنۡ ثَمَرٍ اَوۡ زَرۡعٍ.**[۲] یعنی عبیداللہ نے کہا: نافع نے مجھے بتایا۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے نصف پیداوار پر پھل یا کھیتی کا معاملہ کیا۔

حَتّٰی اَجۡلَاهُمۡ عُمَرُ: نافع ہی کی ایک اور روایت جو موسیٰ بن عقبہ سے مروی ہے، اس کے آخر میں ہے: **قَالَ لَهُمۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ نُقِرُّكُمۡ بِهَا عَلٰی ذٰلِكَ مَا شِئۡنَا فَقَرُّوۡا بِهَا حَتّٰی اَجۡلَاهُمۡ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ اِلٰی تَيۡمَاءَ وَاَرِيۡحَاءَ.** (بخاری، کتاب المزارعة، باب ۱۷، روایت نمبر ۲۳۳۸) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: ہم تمہیں اس میں جب تک چاہیں اس (شرط) پر رہنے دیں گے۔ چنانچہ وہ وہاں رہے؛ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں تیماء اور اریحاء کی طرف جلاوطن کردیا۔

وَأَنَّ رَافِعَ بۡنَ خَدِيۡجٍ حَدَّثَ: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا حوالہ کتاب الحرث والمزارعة روایت نمبر ۲۳۴۴ میں دیکھئے۔ اس حوالہ کا عطف نافع پر ہے۔ یعنی حضرت ابن عمرؓ نے نافع سے یہ ذکر بھی کیا کہ قابل کاشت زمینیں بٹائی پر دی جاتی تھیں اور انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ حضرت رافع بن خدیجؓ نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیتی ٹھیکے پر دینے سے منع فرمایا ہے۔ اس روایت میں لفظ حَدَّثَ کا مفعول محذوف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے کتاب الحرث والمزارعة، باب نمبر ۱۸۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

---

[۱] (مصنف ابن ابی شیبة، کتاب البیوع، باب الرجل یؤجر دارہ سنین، جزء۴ صفحہ۵۵۷)

[۲] (مسلم، کتاب المساقاة، باب المساقاة والمعاملة بجزء من الثمر والزرع)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۳۸- كِتَابُ الْحَوَالَةِ

اَلْحَوَالَة: حَالَ يَحُوْلُ حَوَالَةً– اس کے لغوی معنی ہیں ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہونا۔ تحویل اور اِستحالہ اسی لفظ سے مشتق ہیں۔ شرعی اصطلاح میں ایک شخص کا قابل ادا قرضہ اپنے کسی قرض دار کے نام منتقل کرنا۔ دوسرے الفاظ میں قابل ادا قرض کی ذمہ داری دوسرے کے نام پر منتقل کردینا۔ حوالہ کا اردو زبان میں صحیح ترجمہ ہُنڈی ہے۔ آج کل لفظ چیک (Cheque) وغیرہ رائج ہیں۔ حوالہ یعنی انتقال ذمہ داری کی صحت کے لئے پانچ شرطیں ہیں:-

۱- مُحِیل (یعنی منتقل کرنے والے) کی رضامندی۔
۲- مُحْتَال لَهُ (یعنی جس کے لئے ذمہ داری منتقل کی جائے) کی رضامندی۔
۳- مُحَال عَلَيْهِ (یعنی جس کی طرف ذمہ داری منتقل کی جائے) کی منظوری۔
۴- وہ حق جس کا انتقال کیا جائے؛ فی الواقعہ محال علیہ کے ذمہ واجب الادا ہو۔
۵- منتقل کی جانے والی چیز معلوم ہو۔

(فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۸۵)

بَاب ۱ : اَلْحَوَالَةُ وَهَلْ يَرْجِعُ فِي الْحَوَالَةِ

یہ باب قرضہ منتقل کرنے کے حکم کے بارے میں ہے
اور آیا (قرضہ منتقل کرنے والا تحریر دینے کے بعد پھر) تحریر کو واپس لے سکتا ہے

وَقَالَ الْحَسَنُ وَقَتَادَةُ إِذَا كَانَ يَوْمَ أَحَالَ عَلَيْهِ مَلِيًّا جَازَ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَتَخَارَجُ الشَّرِيْكَانِ وَأَهْلُ الْمِيْرَاثِ فَيَأْخُذُ هَذَا عَيْنًا وَهَذَا دَيْنًا فَإِنْ تَوِيَ لِأَحَدِهِمَا لَمْ يَرْجِعْ عَلَى صَاحِبِهِ.

اور حسن اور قتادہ نے کہا: اگر کوئی شخص اُس دِن جب اُس کی طرف قرض منتقل کیا گیا تھا، مالدار تھا تو انتقال نافذ ہو چکا۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: اگر دو شریکوں اور وارثوں نے یوں تقسیم کی ہو کہ کسی نے نقد مال لیا اور کسی نے قرض۔ پھر اگر اُن میں سے کسی کا حصہ ڈوب گیا ہو تو وہ اپنے ساتھی سے نہیں لے گا۔

۲۲۸۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ فَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ.

۲۲۸۷: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوالزناد سے، ابوالزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دولت مند کا ٹال مٹول کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور جس کو اپنا قرض لینے کے لئے مالدار شخص کے سپرد کیا جائے تو وہ قبول کرے۔

اطرافہ: ۲۲۸۸، ۲٤۰۰۔

تشریح: وَهَلْ يَرْجِعُ فِي الْحَوَالَةِ: آیا ذمہ داری قبول کرنے کے بعد ذمہ دار کو ذمہ داری فسخ کرنے کا حق پہنچتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ فقہاء کے ایک گروہ نے حوالہ عقد لازم قرار دیا ہے اور دوسرے فریق کے نزدیک یہ عقد طوعی ہے۔ یعنی رضامندی کا معاملہ ہے جو جواز اور رخصت دونوں صورتیں رکھتا ہے۔ جن فقہاء نے اسے عقد لازم قرار دیا ہے، اُن کے نزدیک فسخ نہیں ہوسکتا بلکہ وہ طے شدہ شروط کے ساتھ قائم رہے گا۔ اسی اختلاف کے پیش نظر عنوانِ باب میں دو حوالے درج کئے ہیں۔ ایک حسن بصریؒ اور قتادہؒ[1] کا ہے۔ دوسرا حضرت ابن عباسؓ[2] کا؛ جو ابن ابی شیبہؒ نے نقل کئے ہیں۔ حسن بصریؒ اور قتادہؒ سے پوچھا گیا تھا کہ اگر محال علیہ مفلس ہو جائے تو کیا ذمہ داری اُس پر قائم رہے گی؟ اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ محال علیہ ذمہ داری قبول کرنے کے وقت دولت مند تھا تو بحالت افلاس بھی ذمہ دار ہوگا۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۸۶) حضرت ابن عباسؓ کے فتوے میں صراحت ہے کہ جس پر ادائیگی قرض کی ذمہ داری عائد ہوتی ہوا گر وہ فوت ہو جائے اور اُس سے وصولی کی کوئی صورت نہ ہو تو مُحتَال لَہٗ اپنا حق مُحِيل سے وصول کرے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۱۰۹)

فَإِنْ تَوِيَ لِأَحَدِهِمَا لَمْ يَرْجِعْ عَلَى صَاحِبِهِ: تَوِيَ الْمَالَ کے معنے هَلَكَ یعنی مال ضائع ہوگیا۔ کہتے ہیں: تَوِيَ حَقُّ فُلَانٍ عَلَى غَرِيْمِهِ۔ یعنی فلاں کا حق اس کے مدیون کے پاس ضائع ہوگیا۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۱۰۹)

مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ: حدیث زیر باب کا مضمون واضح ہے کہ دولت مند نے حوالہ یعنی ہنڈی قبول کرنے کے بعد جو ادا نہیں کی اور لیت و لعل سے کام لیتا رہا اور پھر وہ مفلس ہوگیا تو وہ قابل مؤاخذہ ہے۔ یہی جمہور کا مذہب ہے کہ ہنڈی قبول کرنے کے بعد اس سے انکار نہیں کرسکتا۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ امر قاضی کے فیصلہ پر منحصر ہے۔ اگر قاضی کی رائے میں حالات موت و افلاس کا تقاضا ہے کہ قرضہ منتقل کرنے والا ادائیگی کا ذمہ دار ہے تو مُحتَال لَہٗ اُس کی طرف رُجوع کرے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۱۱۰، ۱۱۱)

---

[1] (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب البیوع، باب فی الحوالۃ أله ان یرجع فیھا)

[2] (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب البیوع، باب فی قوم یرثون المیراث فیبیع بعضھم من بعض)

بَاب ۲ : إِذَا أَحَالَ عَلَى مَلِيٍّ فَلَيْسَ لَهُ رَدٌّ

جب کوئی شخص (مقروض) مالدار کی طرف اپنا قرض ادائیگی کیلئے منتقل کر دے تو اُسے نہیں چاہیے کہ ردّ کرے

۲۲۸۸ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ ذَكْوَانَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ وَمَنْ أُتْبِعَ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتَّبِعْ.

۲۲۸۸: ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے (عبداللہ) بن ذکوان سے، ابن ذکوان نے اعرج سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: دولت مند کا قرض ادا کرنے میں دیر لگانا ظلم ہے اور اگر تم میں سے کسی ایک کو کسی مالدار پر ہنڈی دی جائے تو قبول کر لے۔

اطرافہ: ۲۲۸۷، ۲۴۰۰۔

تشریح: اِذَا اَحَالَ عَلَى مَلِيٍّ فَلَيْسَ لَهُ رَدٌّ: اس باب کو قائم کر کے افرادِ معاشرہ کی توجہ اس طرف مبذول کرائی گئی ہے کہ لین دین کے معاملات میں سہولت کی راہ اختیار کریں اور دولت مند کا فرض ہے کہ قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام نہ لے۔

بَاب ۳ : إِنْ أَحَالَ دَيْنَ الْمَيِّتِ عَلَى رَجُلٍ جَازَ

اگر کوئی شخص میّت کا قرضہ کسی شخص کی طرف منتقل کرے تو یہ جائز ہوگا

۲۲۸۹ : حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ فَقَالُوا صَلِّ عَلَيْهَا فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قَالُوا لَا قَالَ فَهَلْ

۲۲۸۹: مکی بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن ابی عبید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہم بیٹھے تھے کہ اِتنے میں ایک جنازہ لایا گیا اور لوگوں نے کہا: آپؐ اس کا جنازہ پڑھیں۔ آپؐ نے پوچھا: کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ پھر آپؐ نے پوچھا: کیا اس نے کچھ چھوڑا ہے؟

تَرَكَ شَيْئًا قَالُوْا لَا فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرَى فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلِّ عَلَيْهَا قَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قِيْلَ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوْا ثَلَاثَةَ دَنَانِيْرَ فَصَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ أُتِيَ بِالثَّالِثَةِ فَقَالُوْا صَلِّ عَلَيْهَا قَالَ هَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوْا لَا قَالَ فَهَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قَالُوْا ثَلَاثَةُ دَنَانِيْرَ قَالَ صَلُّوْا عَلَى صَاحِبِكُمْ قَالَ أَبُو قَتَادَةَ صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَيَّ دَيْنُهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ.

لوگوں نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ پھر اس کے بعد ایک اور جنازہ لایا گیا اور لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! اس کی نمازِ جنازہ پڑھیے۔ آپؐ نے پوچھا: کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ عرض کیا گیا: جی ہاں۔ آپؐ نے پوچھا: کیا اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ لوگوں نے کہا: تین اشرفیاں۔ آپؐ نے اس کا جنازہ پڑھا۔ اس کے بعد پھر تیسرا جنازہ لایا گیا اور لوگوں نے عرض کیا: اس کا جنازہ پڑھیں۔ آپؐ نے پوچھا: کیا اس نے کچھ چھوڑا؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے پوچھا: اس پر کوئی قرض ہے؟ لوگوں نے کہا: تین اشرفیاں۔ آپؐ نے فرمایا: تم ہی اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھ لو۔ حضرت ابوقتادہؓ نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ اس کا جنازہ پڑھیں اور اس کے قرض کی ادائیگی میرے ذمہ ہوگی۔ تب آپؐ نے اس کا جنازہ پڑھا۔

طرفهُ: ۲۲۹۵۔

تشریح: اِنْ أَحَالَ دَيْنَ الْمَيِّتِ عَلَى رَجُلٍ جَازَ: مسئلہ معنونہ کے تعلق میں جس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ از قسم ضمانت ہے۔ اس سے بعض فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ حوالہ اور ضمانت نتیجہ کے لحاظ سے ایک ہی بات ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۵۸۹) مگر ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ ضمانت دینے والا جس کے لئے ضمانت دیتا ہو، اُس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ اس کا مقروض بھی ہو۔ ایک غیر مقروض شخص بھی ضمانت دے سکتا ہے مگر حوالہ کی صورت میں مُحِیْل کا حق مُحَال عَلَیْہ پر واجب الاداء ہوتا ہے۔

واقعہ مذکورہ بالا میں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میّت کے ذمے جو حق تھا، وہ ضامن کی طرف منتقل کر دیا ہے؛ اس لئے امام بخاریؒ نے اس انتقال ذمہ داری سے استنباط کرتے ہوئے عنوانِ باب قائم کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۳۹- كِتَابُ الْكَفَالَةِ

بَاب ۱ : الْكَفَالَةُ فِي الْقَرْضِ وَالدُّيُوْنِ بِالْأَبْدَانِ وَغَيْرِهَا

قرض اور لین دین میں بدنی (اور مالی) ضمانت کے بارے میں احکامات

۲۲۹۰ : وَقَالَ أَبُو الزِّنَادِ عَنْ مُّحَمَّدِ ابْنِ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَعَثَهُ مُصَدِّقًا فَوَقَعَ رَجُلٌ عَلَى جَارِيَةِ امْرَأَتِهِ فَأَخَذَ حَمْزَةُ مِنَ الرَّجُلِ كُفَلَاءَ حَتَّى قَدِمَ عَلَى عُمَرَ وَكَانَ عُمَرُ قَدْ جَلَدَهُ مِائَةَ جَلْدَةٍ فَصَدَّقَهُمْ وَعَذَرَهُ بِالْجَهَالَةِ.

۲۲۹۰: اور ابوزناد نے محمد بن حمزہ بن عمرو اسلمی سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ محمد نے اپنے باپ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں محصل زکوۃ بنا کر بھیجا تو (انہیں وہاں علم ہوا کہ) ایک آدمی نے اپنی بیوی کی لونڈی سے مباشرت کی ہے۔ حمزہ نے اس شخص سے ضامن لیے؛ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے (اور سارا واقعہ بیان کیا۔) حضرت عمرؓ نے اس کو سو کوڑوں کی سزا دی۔ کیونکہ آپؓ نے واقعہ بیان کرنے والوں کی بات کو سچ پایا اور تصدیق کی۔ ہاں اس کو مسئلہ کے نہ جاننے کی وجہ سے ایک حد تک معذور سمجھا۔

وَقَالَ جَرِيْرٌ وَالْأَشْعَثُ لِعَبْدِ اللهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِي الْمُرْتَدِّيْنَ اسْتَتِبْهُمْ وَكَفِّلْهُمْ فَتَابُوْا وَكَفَلَهُمْ عَشَائِرُهُمْ.

اور حضرت جریرؓ اور حضرت اشعثؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مرتدوں کی نسبت کہا: ان سے توبہ کراؤ اور ان کی ضمانتیں لو۔ پس انہوں نے توبہ کی اور ان کے قبیلوں نے ان کی ضمانت دی

وَقَالَ حَمَّادٌ إِذَا تَكَفَّلَ بِنَفْسٍ فَمَاتَ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ. وَقَالَ الْحَكَمُ يَضْمَنُ.

اور حماد نے کہا: اگر کوئی شخص کسی کا کفیل ہوا ہو اور (جس کا کفیل ہوا ہے) وہ مر جائے تو ضامن کے ذمہ کچھ نہ ہوگا۔ حکم نے کہا: ضمانت ادا کرنی ہوگی۔

۲۲۹۱ : قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيْلَ أَنْ يُّسْلِفَهُ أَلْفَ دِيْنَارٍ فَقَالَ ائْتِنِي بِالشُّهَدَاءِ أُشْهِدُهُمْ فَقَالَ كَفَى بِاللهِ شَهِيْدًا قَالَ فَأْتِنِي بِالْكَفِيْلِ قَالَ كَفَى بِاللهِ كَفِيْلًا قَالَ صَدَقْتَ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضَى حَاجَتَهُ ثُمَّ الْتَمَسَ مَرْكَبًا يَرْكَبُهَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ لِلْأَجَلِ الَّذِي أَجَّلَهُ فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَأَدْخَلَ فِيْهَا أَلْفَ دِيْنَارٍ وَصَحِيْفَةً مِّنْهُ إِلَى صَاحِبِهِ ثُمَّ زَجَّجَ مَوْضِعَهَا ثُمَّ أَتَى بِهَا إِلَى الْبَحْرِ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ تَسَلَّفْتُ فُلَانًا أَلْفَ دِيْنَارٍ فَسَأَلَنِيْ كَفِيْلًا فَقُلْتُ كَفَى بِاللهِ كَفِيْلًا فَرَضِيَ بِكَ وَسَأَلَنِي شَهِيْدًا

۲۲۹۱: ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) کا قول ہے کہ لیث نے کہا کہ جعفر بن ربیعہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن ہرمز سے، عبدالرحمٰن نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا کہ اس نے بنی اسرائیل میں سے کسی دوسرے شخص سے ایک ہزار اَشرفیاں قرض مانگیں تو اُس نے کہا: میرے پاس کوئی گواہ لے آؤ۔ میں ان کو گواہ ٹھہراؤں (اور رقم دے دوں) تو اس نے کہا: اللہ ہی کافی گواہ ہے۔ اس نے کہا: پھر (اپنا) کوئی ضامن پیش کرو۔ اس نے کہا: اللہ ہی کافی ضامن ہے۔ اس نے کہا: تم نے سچ کہا اور اُس کو ایک مقررہ میعاد کے لئے (اشرفیاں) دے دیں۔ (جس نے قرض لیا تھا) اس نے سمندر کا سفر کیا اور اپنا کام سرانجام دیا اور اس کے بعد جہاز کی تلاش کی کہ جس پر وہ سوار ہو کر اُس کے پاس اس میعاد پر پہنچے جو اس نے مقرر کی تھی۔ مگر اس نے کوئی جہاز نہ پایا۔ آخر اس نے ایک لکڑی لی اور اسے کریدا اور اس میں ایک ہزار اشرفیاں اور اپنا ایک خط اپنے دوست کے نام رکھ دیئے۔ پھر اس کا منہ بند کر دیا اور پھر اسے لے کر سمندر پر آیا اور کہا: اے میرے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار اشرفیاں قرض لی تھیں اور اس نے مجھ سے ضامن مانگا تھا اور میں نے کہا تھا: اللہ تعالیٰ ہی کافی ضامن ہے اور وہ تیرا نام سن کر راضی ہو گیا اور اُس نے مجھ سے گواہ مانگا تھا اور میں

فَقُلْتُ كَفَى بِاللهِ شَهِيْدًا فَرَضِيَ بِذَلِكَ وَأَنِّي جَهَدْتُّ أَنْ أَجِدَ مَرْكَبًا أَبْعَثُ إِلَيْهِ الَّذِيْ لَهُ فَلَمْ أَقْدِرْ وَإِنِّي أَسْتَوْدِعُكَهَا فَرَمَى بِهَا فِي الْبَحْرِ حَتَّى وَلَجَتْ فِيْهِ ثُمَّ انْصَرَفَ وَهُوَ فِي ذَلِكَ يَلْتَمِسُ مَرْكَبًا يَخْرُجُ إِلَى بَلَدِهِ فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِيْ كَانَ أَسْلَفَهُ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهِ فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ الَّتِي فِيْهَا الْمَالُ فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيْفَةَ ثُمَّ قَدِمَ الَّذِيْ كَانَ أَسْلَفَهُ فَأَتَى بِالْأَلْفِ دِيْنَارٍ فَقَالَ وَاللهِ مَا زِلْتُ جَاهِدًا فِي طَلَبِ مَرْكَبٍ لِآتِيَكَ بِمَالِكَ فَمَا وَجَدْتُّ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِيْ أَتَيْتُ فِيْهِ قَالَ هَلْ كُنْتَ بَعَثْتَ إِلَيَّ بِشَيْءٍ قَالَ أُخْبِرُكَ أَنِّي لَمْ أَجِدْ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِيْ جِئْتُ فِيْهِ قَالَ فَإِنَّ اللهَ قَدْ أَدَّى عَنْكَ الَّذِي بَعَثْتَ فِي الْخَشَبَةِ فَانْصَرِفْ بِالْأَلْفِ الدِّيْنَارِ رَاشِدًا.

نے کہا تھا: اللہ ہی کافی گواہ ہے اور وہ تیرا نام سن کر راضی ہوگیا تھا۔ اور میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی جہاز پاؤں کہ تا اس کا مال اس کو بھیج دوں مگر مَیں نہ کرسکا اور اَب میں یہ مال تیرے سپرد کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اُس نے وہ لکڑی سمندر میں ڈال دی؛ یہاں تک کہ وہ سمندر میں آگے چلی گئی۔ پھر اس کے بعد وہ واپس (گھر کو) لوٹا اور جہاز کی تلاش میں رہا۔ تا اپنے ملک کو واپس آجائے۔ وہ شخص جس نے اس کو قرض دیا ہوا تھا، ایک دن باہر نکلا کہ دیکھے شائد کوئی جہاز اس کا مال (روپیہ) لے کر آیا ہو تو اُس کی نظر اُس لکڑی پر پڑی جس کے اندر مال رکھا ہوا تھا۔ وہ اسے اپنے گھر والوں کے لئے ایندھن سمجھ کر لے گیا۔ جب اس نے اس کو چیرا، اس میں مال اور خط پایا۔ پھر کچھ مدت کے بعد وہ شخص بھی آپہنچا جس کو اس نے مال قرض دیا تھا۔ وہ ایک ہزار دینار اپنے ساتھ لایا اور کہا: اللہ کی قسم! میں نے جہاز کی انتہائی تلاش کی تا تمہارا مال تمہیں واپس کروں۔ مگر جس جہاز میں مَیں آیا ہوں، اس سے پہلے میں نے کوئی جہاز نہیں پایا تو قرض خواہ نے کہا: کیا تو نے کوئی (رقم) میرے لئے بھیجی تھی؟ اس نے کہا کہ میں تجھے بتاتا ہوں کہ مجھے اس جہاز کے سوا جس میں اب آیا ہوں کوئی جہاز نہیں ملا۔ قرض خواہ نے کہا: اللہ نے تیری طرف سے وہ مال مجھے پہنچا دیا ہے جو تو نے لکڑی میں بند کر کے بھیجا تھا۔ پس تو اطمینان سے ہزار اشرفیاں لے کر واپس لوٹ جا۔

اطرافُهُ: ١٤٩٨، ٢٠٦٣، ٢٤٠٤، ٢٤٣٠، ٢٧٣٤، ٦٢٦١۔

تشریح: اَلْکَفَالَۃُ فِی الْقَرْضِ وَالدُّیُوْنِ بِالْأَبْدَانِ وَغَیْرِھَا: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو جب کسی مسئلے پر مستند حدیث نہیں ملتی تو عنوانِ باب ہی میں صحاحِ ستہ وغیرہ کی روایات اور ائمہ وفقہاء کے اقوال نقل کر کے مسئلہ زیرِ عنوان بیان کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔ چنانچہ مسئلہ کفالت وضمانت کے متعلق بھی انہوں نے یہی طریق اختیار کیا ہے۔ عنوان باب میں کئی ایک حوالے جمع کردئے ہیں اور ان کے آخر میں درج کردہ روایت کا اعادہ کیا ہے۔ یہ روایت کتاب الزکاۃ (باب ۶۵، روایت نمبر ۱۴۹۸) اور کتاب البیوع (باب ۱۰، روایت نمبر ۲۰۶۳) میں گزر چکی ہے۔

فَأَخَذَ حَمْزَۃُ مِنَ الرَّجُلِ کُفَلَاءَ: عنوانِ باب میں چار حوالے نقل کئے ہیں۔ پہلا حوالہ جو ابوزناد عبداللہ بن ذکوان کی روایت کا ہے، طحاویؒ نے نقل کیا ہے۔ حمزہ بن عمرو اسلمیؓ صحابی ہیں؛ جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحصیل صدقہ کے لئے قبیلہ سعد بن ہذیم کی طرف بھیجا تو انہوں نے ایک شخص کو اپنی بیوی سے کہتے ہوئے سنا کہ وہ اپنے آزاد کردہ غلام کی زکوٰۃ بھی ادا کرے تو اس کی بیوی نے اسے کہا کہ وہ ادا کرے، کیونکہ وہ اس کا بیٹا ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ بیوی کی لونڈی سے خاوند نے مباشرت کی تھی؛ جس سے لڑکا پیدا ہوا اور پھر اس کی بیوی نے وہ لڑکا آزاد کر دیا۔ جب حضرت عمرؓ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے بجائے رجم کے سو دُرّوں کی سزا دی۔ اس واقعہ میں ابوحمزہ نے زیرِ الزام شخص سے شخصی کفالت لی تھی کہ اگر یہ بیان درست ثابت ہوا تو اسے حدّ لگائی جائے گی۔[1] مذکورہ بالا صحابی کے فعل سے کفالت کے جواز میں استنباط کیا گیا ہے۔ اس روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ چونکہ وہ شخص ناواقف تھا، اس لئے انہوں نے رجم کی سزا تعزیر میں بدل دی۔ اس تعلق میں دیکھئے عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۱۱۴۔

اِسْتَتِبْھُمْ وَکَفِّلْھُمْ: دوسرا حوالہ حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ اور حضرت اشعث بن قیس کندیؓ کے واقعہ کا ہے جو امام بیہقی اور ابن ابی شیبہؒ نے مفصل نقل کیا ہے کہ حارثہ بن مضرب نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ اتنے میں ایک مؤذن کی آواز مسجد بنی حنیفہ سے سنائی دی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے۔ یہ مؤذن عبداللہ بن نواحہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اسے بلوا کر اس کا سر قلم کیا اور اس محلّہ میں جو مسیلمہ کے پیرو تھے، ان سے متعلق حضرت جریر بن عبداللہؓ اور حضرت اشعث بن قیسؓ نے مشورہ دیا کہ ان سے توبہ کروائی جائے اور شخصی ضمانت لی جائے کہ وہ آئندہ ایسی غلطی نہ کریں گے۔[2]

اِذَا تَکَفَّلَ بِنَفْسٍ فَمَاتَ فَلَا شَیْءَ عَلَیْہِ: تیسرا حوالہ حماد بن ابی سلیمان کا ہے جو مسلم اشعری کے نام سے مشہور تھے۔ یہ فقہاء کوفہ میں سے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ میں سے تھے۔ ان کے نزدیک اگر کسی شخص کی ضمانت دی جائے اور وہ فوت ہو جائے تو ضامن کفالت کے بوجھ سے آزاد ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۱۱۵)

یَضْمَنُ: چوتھا حوالہ حکم بن عتیبہ کے فتویٰ کا ہے۔ اگر کفالت مالی ہو تو کفیل بہرحال ذمہ دار ہے۔ یہی مذہب

---

[1] (شرح معانی الآثار، کتاب الحدود، باب الرجل یزنی بجاریۃ امرأتہ، جزء۳ صفحہ۱۴۷)

[2] (سنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الضمان، باب ما جاء فی الکفالۃ ببدن من علیہ حق، جزء۶ صفحہ۷۷)
(مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب السیر، باب ما قالوا فی الرجل یسلم ثم یرتد ما یصنع بہ)

جمہور کا بھی ہے۔ بعض فقہاء نے اس میں ایک فرق ملحوظ رکھا ہے کہ اگر مالی ضمانت حال میں واجب الادا ہے اور وہ ادا نہیں ہوئی تو کفیل ذمہ وار ہے اور اگر وہ آئندہ وقت میں قابل ادا ہو اور مکفول عنہ فوت ہو جائے تو کفیل کفالت سے آزاد ہے۔ مذکورہ بالا حوالہ جات کی تفصیل فتح الباری جزء۴ صفحہ۵۹۲، ۵۹۳ نیز عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۱۱۴، ۱۱۵ میں دیکھئے۔

بَاب ۲

قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ط

اللہ عزوجل کا یہ ارشاد: جن سے تم نے قسم کھا کر عہد و پیمان کیا ہے ان کا حصہ ان کو دے دو۔

(النساء: ٣٤)

٢٢٩٢: حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ إِدْرِيْسَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ (النساء: ٣٤) قَالَ وَرَثَةً، وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ (النساء: ٣٤) قَالَ كَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَرِثُ الْمُهَاجِرُ الْأَنْصَارِيَّ دُوْنَ ذَوِي رَحِمِهِ لِلْأُخُوَّةِ الَّتِي آخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ نَسَخَتْ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ إِلَّا النَّصْرَ وَالرِّفَادَةَ وَالنَّصِيْحَةَ وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيْرَاثُ وَيُوْصَى لَهُ.

اطرافه: ٤٥٨٠، ٦٧٤٧۔

۲۲۹۲: صلت بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ ابواسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ادریس سے، ادریس نے طلحہ بن مصرف سے، طلحہ نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت ابن عباسؓ نے آیت وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ میں مَوَالِيَ کے معنے وارثوں کے کئے ہیں (اور آیت کے معنے یہ ہیں کہ ہم نے ہر ایک کے لئے وارث بنائے ہیں) اور آیت وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ (یعنی اور وہ جن سے تم نے پختہ عہد و پیمان کئے ہیں....) کی تشریح حضرت ابن عباسؓ یوں کرتے تھے کہ مہاجر جب مدینہ میں آئے تو مہاجر انصاری کا وارث ہوتا۔ اس کے رشتہ دار وارث نہ ہوتے اور یہ اس برادرانہ تعلق کی وجہ سے تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان قائم کیا تھا۔ لیکن جب آیت وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ نازل ہوئی کہ ہر ایک کیلئے کچھ وارث بنائے ہیں تو (آیت وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ کی یہ تشریح) منسوخ ہوگئی۔ پھر حضرت ابن عباسؓ نے وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ کے تحت آنے والوں کے متعلق فرمایا کہ اب صرف ان کی مدد اور خیر خواہی کی جاسکتی ہے۔ ترکہ کی تقسیم کا حکم ختم ہوگیا۔ ہاں حق میں ان کے وصیت کی جاسکتی ہے۔

٢٢٩٣: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فَآخَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ.

۲۲۹۳: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حمید سے، حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہمارے پاس (مکہ سے ہجرت کرکے) آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور سعد بن ربیعؓ کے درمیان برادرانہ تعلق قائم کیا۔

اطرافہ: ٢٠٤٩، ٣٧٨١، ٣٩٣٧، ٥٠٧٢، ٥١٤٨، ٥١٥٣، ٥١٥٥، ٥١٦٧، ٦٠٨٢، ٦٣٨٦۔

٢٢٩٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَبَلَغَكَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ فَقَالَ قَدْ حَالَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ قُرَيْشٍ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِيْ.

۲۲۹۴: محمد بن صباح نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن زکریا نے ہمیں بتایا کہ عاصم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپؐ کو یہ خبر پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام میں (جاہلیت کے) عہد و پیمان نہیں۔ تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو میرے گھر میں قریش اور انصار کے درمیان عہد و پیمان کرایا تھا۔

اطرافہ: ٦٠٨٣، ٧٣٤٠۔

تشریح: وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ: عنوانِ باب میں سورۃ النساء آیت ۳۴ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جو یہ ہے: وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْأَقْرَبُوْنَ ط وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ط إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ٥ (النساء: ۳۴) یعنی ہم نے ہر شخص کے لئے ترکہ میں وارث مقرر کر دیئے ہیں۔ وہ وارث ماں باپ اور قریبی رشتہ دار ہیں اور وہ بھی جن کے ساتھ تم نے پکّے عہد و پیمان کئے۔ (یعنی بیویاں یا خاوند) سو اُن کو بھی اُن کا مقررہ حصہ دو اور اللہ ہر ایک امر پر نگران ہے۔ آیت کا مطلب واضح ہے۔

فَلَمَّا نَزَلَتْ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ نَسَخَتْ: حضرت ابن عباسؓ کی روایت مندرجہ باب ۲ سے ظاہر ہے کہ ابتدائے زمانہ ہجرت کے دوران مہاجرین اور انصار مدینہ بھائی بھائی بنائے گئے تھے تو انہیں معاہدۂ مؤاخات کی رو سے حق ورثہ بھی دیا جانے لگا؛ یہ طریق بعد میں منسوخ ہوا۔ یہ نہیں کہ ایک حصہ آیت نے دوسرے حصہ کو منسوخ کر دیا۔ چنانچہ ابوجعفر نحاسؒ کہتے ہیں: اَلَّذِیْ یَجِبُ اَنْ یُّحْمَلَ عَلَیْهِ حَدِیْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ الْمَذْكُوْرِ فِی الْبَابِ اَنْ یَكُوْنَ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ نَاسِخًا لِّمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَهُ وَاَنْ یَّكُوْنَ وَالَّذِیْنَ عَاقَدَتْ أَیْمَانُكُمْ غَیْرَ نَاسِخٍ وَّلَا مَنْسُوْخٍ ...... وَمِمَّنْ قَالَ اَنَّهَا مُحْكَمَةٌ مُجَاهِدٌ وَسَعِیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ وَبِهٖ قَالَ أَبُوْحَنِیْفَةَ وَقَالَ هٰذَا الْحُكْمُ بَاقٍ غَیْرُ مَنْسُوْخٍ. (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۱۸) یعنی حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے ظاہر ہے کہ آیت نے انصار اور مہاجرین کا طریق عمل منسوخ کیا ہے۔ آیت کسی آیت کی نہ ناسخ ہے نہ منسوخ۔ بلکہ آیات اپنی نصوص میں محکم ہیں۔...... اور جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت محکم ہے، ان میں سے مجاہد اور سعید بن جبیر بھی ہیں اور یہی بات امام ابوحنیفہؒ نے بھی کہی ہے۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ حکم باقی ہے اور منسوخ نہیں ہے۔

امام بخاریؒ کفالت کے باب میں اس حدیث کو اِس غرض سے لائے ہیں تا یہ ثابت کریں کہ عہد و پیمان کی بناء پر اسلام میں ترکہ سے حصہ دے دیا جاتا تھا تو کفالت کرنے سے بھی مال کی ادائیگی کی ذمہ داری کفیل پر آ جائے گی۔ کیونکہ یہ بھی ایک عہد ہوتا ہے جس کا پورا کرنا واجب ہوتا ہے۔

بَاب ۳: مَنْ تَكَفَّلَ عَنْ مَّيِّتٍ دَيْنًا فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَّرْجِعَ

جو شخص کسی میت کی طرف سے قرض کی (ادائیگی کی) ذمہ داری لے وہ اس سے پھر نہیں سکتا

وَبِهٖ قَالَ الْحَسَنُ.

اور حسن (بصریؒ) کا بھی یہی مذہب ہے۔

۲۲۹۵: حَدَّثَنَا أَبُوعَاصِمٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهَا فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ قَالُوْا لَا فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرَى فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ قَالُوْا

۲۲۹۵: ابوعاصم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یزید بن ابی عبید سے، یزید نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا؛ تا کہ آپؐ اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں۔ آپؐ نے پوچھا: کیا اس پر کوئی قرضہ ہے؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔ تب آپؐ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ پھر اس کے بعد ایک اور جنازہ لایا گیا تو آپؐ نے پوچھا:

نَعَمْ قَالَ فَصَلُّوْا عَلَى صَاحِبِكُمْ قَالَ أَبُو قَتَادَةَ عَلَيَّ دَيْنُهُ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَصَلَّى عَلَيْهِ.

کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: تم ہی اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھ لو۔ ابوقتادہؓ نے کہا: یا رسول اللہ! اس کے قرضہ کا میں ذمہ دار ہوں۔ تب آپؐ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

طرفہ: ۲۲۸۹۔

٢٢٩٦: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَدْ أَعْطَيْتُكَ هَكَذَا وَهَكَذَا فَلَمْ يَجِئْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتَّى قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَمَرَ أَبُو بَكْرٍ فَنَادَى مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ أَوْ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِي كَذَا وَكَذَا فَحَثَى لِي حَثْيَةً فَعَدَدْتُهَا فَإِذَا هِيَ خَمْسُ مِائَةٍ وَقَالَ خُذْ مِثْلَيْهَا.

۲۲۹۶: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہمیں بتایا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا کہ عمرو (بن دینار) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے محمد بن علی (باقر) سے سنا کہ وہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے کہ حضرت جابرؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) فرمایا: اگر بحرین سے مال آیا ہوتا تو مَیں تمہیں اس طرح (دونوں لپ بھر کر) اس طرح (اس طرح) دیتا۔ بحرین کا مال نہ آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے۔ جب بحرین سے مال آیا تو حضرت ابوبکرؓ نے حکم دیا اور منادی کرائی گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ جس کسی کا کوئی وعدہ یا قرضہ ہو تو وہ ہمارے پاس آئے۔ میں بھی اُن کے پاس گیا اور میں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یوں فرمایا تھا تو انہوں نے مجھے ایک لپ بھر کر دیا اور میں نے اسے گنا تو وہ پانچ سو تھے اور انہوں نے کہا: اس سے دوگنے اور لے لو۔

اطرافہ: ۲۵۹۸، ۲۶۸۳، ۳۱۳۷، ۳۱٦٤، ٤۳۸۳۔

تشریح: مَنْ تَكَفَّلَ عَنْ مَّيِّتٍ دَيْنًا فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَّرْجِعَ: اس باب کے تعلق میں کتاب الحوالة باب ۳ کی تشریح بھی دیکھئے۔ دونوں ابواب کا مضمون ایک ہی ہے، سوائے اس فرق کے کہ وہاں تفصیل ہے اور یہاں اجمال اور عنوانِ باب میں متوفّٰی کی کفالت سے عدمِ رجوع کا ذکر ہے اور یہ بات اس رو سے مستنبط ہے کہ حضرت قتادہؓ جب قرض کی ادائیگی کے کفیل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کفالت پر متوفّٰی کی نمازِ جنازہ پڑھی تو وہ کفالت سے رجوع نہیں کر سکتے تھے۔ حسن بصریؒ، ابن ابی لیلیٰ اور جمہور کا مذہب یہی ہے کہ کفالت سے عہدہ برآ ہونا لازمی ہے؛ خواہ متوفّٰی کا ترکہ ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ کفیل اپنی مرضی سے ادائیگی کا ذمہ دار ہوا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر متوفّٰی کا ترکہ ثابت ہو تو کفیل رجوع کر سکتا ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک از خود رجوع نہیں کر سکتا؛ بلکہ اسے قاضی کے پاس دعویٰ کرنا ہوگا اور وہ رجوع کے بارے میں فیصلہ کرے گا۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۱۱۹، ۱۲۰) جو ائمہ کفالت سے رجوع کے حق میں ہیں، ان کے نزدیک بیت المال قائم ہونے کے بعد متوفّٰی کی طرف سے ادائیگی کی ذمہ داری بیت المال پر عائد ہوتی ہے اور غیر شخص کی کفالت بقدر ترکہ ہی کے ہو سکتی ہے، جو متوفّٰی کا ثابت ہو۔ ترکہ سے زائد بوجھ کفیل پر نہیں ڈالا جاسکتا۔ (عمدۃ القاری- شرح کتاب الحوالة باب ۳، جزء۱۲ صفحہ ۱۱۳) اس تعلق میں باب ۵ کی تشریح بھی دیکھئے۔

مذکورہ بالا روایت میں جو صورت مذکور ہے، اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق فرمالی تھی کہ متوفّٰی کا قرضہ ادا کرنے کے لئے اس کا کوئی ترکہ نہیں۔ ایسی کفالت سے رجوع نہیں کیا جاسکتا؛ جس کی ذمہ داری کفیل نے لی ہو؛ ورنہ وہ کفالت حق ضائع کرنے کا سبب ہوگی۔

زیر باب جو روایتیں منقول ہیں، ان سے اور عنوانِ باب سے واضح ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ- حسن بصریؒ کی رائے کے مؤید ہیں کہ کفالت کے بعد رجوع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر ترکہ ثابت ہو تو اس سے قرض خواہ کو دلانا کفیل کی ذمہ داری ہے۔ اگر ترکہ نہیں ہے تو وہ خود ادا کرے۔

بَاب ٤: جِوَارُ أَبِي بَكْرٍ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَعَقْدُهُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت ابوبکرؓ کو پناہ دیا جانا اور اُن کا عہد کرنا

۲۲۹۷: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ إِلَّا

۲۲۹۷: یحیٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ عقیل سے مروی ہے کہ ابن شہاب نے کہا: عروہ بن زبیر نے مجھے بتایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے، میرے ماں باپ اسی دین پر تھے۔

وَهُمَا يَدِيْنَانِ الدِّيْنَ. وَقَالَ أَبُو صَالِحٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ عَنْ يُّوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ قَطُّ إِلَّا وَهُمَا يَدِيْنَانِ الدِّيْنَ وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلَّا يَأْتِيْنَا فِيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَّعَشِيَّةً فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُوْنَ خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا قِبَلَ الْحَبَشَةِ حَتَّى إِذَا بَلَغَ بَرْكَ الْغِمَادِ لَقِيَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ وَهُوَ سَيِّدُ الْقَارَةِ فَقَالَ أَيْنَ تُرِيْدُ يَا أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَخْرَجَنِي قَوْمِي فَأَنَا أُرِيْدُ أَنْ أَسِيْحَ فِي الْأَرْضِ وَأَعْبُدَ رَبِّي قَالَ ابْنُ الدَّغِنَةِ إِنَّ مِثْلَكَ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ فَإِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِيْ الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ وَأَنَا لَكَ جَارٌ فَارْجِعْ فَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبِلَادِكَ فَارْتَحَلَ ابْنُ الدَّغِنَةِ فَرَجَعَ مَعَ أَبِي بَكْرٍ فَطَافَ فِي أَشْرَافِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ فَقَالَ لَهُمْ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ

اور ابوصالح (سلیمان) نے کہا: مجھے عبداللہ (بن مبارک) نے بتایا۔انہوں نے یونس سے، یونس نے زہری سے روایت کی۔انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن زبیر نے بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے میرے ماں باپ اسی دین پر تھے اور ہم پر کوئی ایسا دن نہیں گزرا کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس صبح وشام دونوں وقت نہ آئے ہوں۔جب مسلمانوں کو تکلیف دی گئی تو حضرت ابوبکرؓ ہجرت کر کے حبشہ کی طرف چل پڑے۔جب وہ بَرْكُ الْغِمَاد مقام پر پہنچے تو انہیں (مالک) بن دغنہ ملا اور وہ قارہ قبیلہ کا سردار تھا۔اس نے پوچھا: ابوبکرؓ کہاں کا قصد ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ملک میں چلوں پھروں اور اپنے ربّ کی عبادت کرتا رہوں۔ ابن دغنہ نے کہا: تمہارے جیسا آدمی خود وطن نہیں چھوڑتا اور نہ اسے نکالا جانا چاہیے۔تم تو کنگال کو کما کر دیتے رہے ہو، رشتہ داروں سے نیک سلوک کیا کرتے ہو اور بے چاروں کو سنبھالتے ہو اور مہمان نواز اور حادثوں میں حق بات کی مدد کرتے ہو اور میں تمہیں اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔واپس چلو اور اپنے وطن میں ہی اپنے ربّ کی عبادت کرو اور ابن دغنہ بھی چل پڑا اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ (مکہ میں) آیا اور کفارِ قریش کے سرداروں سے ملا اور اُن سے کہا: ابوبکرؓ تو ایسے ہیں کہ ان جیسا آدمی وطن سے نہیں نکلنا چاہیے اور نہ نکالا

مِثْلُهُ وَلَا يُخرَجُ أَتُخرِجُوْنَ رَجُلًا يَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَيَصِلُ الرَّحِمَ وَيَحْمِلُ الْكَلَّ وَيَقْرِيْ الضَّيْفَ وَيُعِيْنُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَأَنْفَذَتْ قُرَيْشٌ جِوَارَ ابْنِ الدَّغِنَةِ وَآمَنُوْا أَبَا بَكْرٍ وَقَالُوْا لِابْنِ الدَّغِنَةِ مُرْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيَعْبُدْ رَبَّهُ فِي دَارِهِ فَلْيُصَلِّ وَلْيَقْرَأْ مَا شَاءَ وَلَا يُؤْذِيْنَا بِذَلِكَ وَلَا يَسْتَعْلِنْ بِهِ فَإِنَّا قَدْ خَشِيْنَا أَنْ يَّفْتِنَ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا قَالَ ذَلِكَ ابْنُ الدَّغِنَةِ لِأَبِي بَكْرٍ فَطَفِقَ أَبُو بَكْرٍ يَعْبُدُ رَبَّهُ فِي دَارِهِ وَلَا يَسْتَعْلِنُ بِالصَّلَاةِ وَلَا الْقِرَاءَةِ فِي غَيْرِ دَارِهِ ثُمَّ بَدَا لِأَبِي بَكْرٍ فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ وَبَرَزَ فَكَانَ يُصَلِّيْ فِيْهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ وَأَبْنَاؤُهُمْ يَعْجَبُوْنَ وَيَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ حِيْنَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَأَفْزَعَ ذَلِكَ أَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَأَرْسَلُوْا إِلَى ابْنِ الدَّغِنَةِ فَقَدِمَ

جانا چاہیے۔ کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو غریب کی پرورش کرتا ہے اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتا ہے اور بے سہاروں کے بوجھ کو اپنے کندھوں پر لیتا ہے اور مہمانوں کی بہترین خاطر مدارات کرتا ہے اور حوادث میں حق بات کی مدد کرتا ہے۔ اس پر قریش نے ابن دغنہ کی پناہ منظور کر لی اور حضرت ابوبکرؓ کو اَمن دیا مگر ابن دغنہ سے کہا: ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ اپنے ربّ کی عبادت اپنے گھر میں ہی کیا کرے۔ (وہیں) نماز پڑھے اور جو چاہے پڑھے۔ لیکن ہمیں (اپنی عبادت اور قرآن پڑھنے) سے تکلیف نہ دے اور اعلانیہ نہ پڑھے۔ کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہمارے بیٹوں اور ہماری عورتوں کو گمراہ کر دے گا۔ ابن دغنہ نے حضرت ابوبکرؓ سے یہ کہہ دیا تو حضرت ابوبکرؓ اپنے گھر میں ہی اپنے ربّ کی عبادت کرنے لگے اور اپنے گھر کے سوا کسی اور جگہ نماز اور قرآن اعلانیہ نہ پڑھتے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو خیال آیا تو انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی اور کھلی جگہ میں نکلے۔ وہیں نماز بھی پڑھتے اور قرآنِ مجید بھی اور اُن کے پاس مشرکوں کی عورتیں اور بچے جمگھٹا کرتے۔ وہ تعجب کرتے اور حضرت ابوبکرؓ کو دیکھتے اور حضرت ابوبکرؓ بہت ہی رونے والے آدمی تھے۔ جب قرآن پڑھتے تو اپنے آنسوؤں کو نہ تھام سکتے۔ اس کیفیت نے قریش کے مشرک سرداروں کو گھبرا دیا اور انہوں نے ابن دغنہ کو بلا بھیجا۔ وہ ان کے پاس آیا اور انہوں نے اسے کہا:

عَلَيْهِمْ فَقَالُوْا لَهُ إِنَّا كُنَّا أَجَرْنَا أَبَا بَكْرٍ عَلَى أَنْ يَّعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ وَإِنَّهُ جَاوَزَ ذٰلِكَ فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ وَأَعْلَنَ الصَّلَاةَ وَالْقِرَاءَةَ وَقَدْ خَشِيْنَا أَنْ يَّفْتِنَ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا فَأْتِهِ فَإِنْ أَحَبَّ أَنْ يَّقْتَصِرَ عَلَى أَنْ يَّعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ فَعَلَ وَإِنْ أَبَى إِلَّا أَنْ يُّعْلِنَ ذٰلِكَ فَسَلْهُ أَنْ يَّرُدَّ إِلَيْكَ ذِمَّتَكَ فَإِنَّا كَرِهْنَا أَنْ نُّخْفِرَكَ وَلَسْنَا مُقِرِّيْنَ {لِأَبِي بَكْرٍ☆} الِاسْتِعْلَانَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَأَتَى ابْنُ الدَّغِنَةِ أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ قَدْ عَلِمْتَ الَّذِيْ عَقَدْتُّ لَكَ عَلَيْهِ فَإِمَّا أَنْ تَقْتَصِرَ عَلَى ذٰلِكَ وَإِمَّا أَنْ تَرُدَّ إِلَيَّ ذِمَّتِي فَإِنِّي لَا أُحِبُّ أَنْ تَسْمَعَ الْعَرَبُ أَنِّي أُخْفِرْتُ فِي رَجُلٍ عَقَدْتُّ لَهُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنِّي أَرُدُّ إِلَيْكَ جِوَارَكَ وَأَرْضَى بِجِوَارِ اللّٰهِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہم نے تو ابوبکرؓ کو اِس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے ربّ کی عبادت کرتا رہے۔ لیکن انہوں نے اس شرط کی پرواہ نہ کی اور اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنا لی ہے اور نماز اور قرآن اعلانیہ پڑھنا شروع کر دیا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہمارے لڑکوں اور ہماری عورتوں کو گمراہ کر دے گا۔ تم اس کے پاس جاؤ۔ اگر وہ پسند کرے کہ اپنے گھر کے اندر ہی رہ کر اپنے ربّ کی عبادت کرے تو کرے ورنہ اگر اعلانیہ ہی پڑھنے پر مصر رہے تو اسے کہو: تمہاری (امان کی) ذمہ داری تمہیں واپس کر دے۔ کیونکہ ہمیں یہ برا معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری ذمہ داری توڑیں اور ہم تو (ابوبکرؓ کو☆) کبھی بھی اعلانیہ عبادت کرنے نہیں دیں گے۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ ابن دغنہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا: آپ کو اِس شرط کا علم ہی ہے جس پر میں نے آپ کی خاطر عہد کیا تھا۔ اس لئے یا تو آپ اس پر قائم رہیں ورنہ میری ذمہ داری مجھے واپس کر دیں۔ کیونکہ میں پسند نہیں کرتا کہ عرب یہ بات سنیں کہ جس شخص کو میں نے پناہ دی تھی، اس کے بارے میں بدعہدی کی گئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: میں آپ کی پناہ آپ کو واپس کرتا ہوں اور اللہ ہی کی پناہ پر راضی ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں مکہ میں ہی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہاری ہجرت کا مقام دکھایا گیا ہے۔ میں نے ایک کھاری

☆ الفاظ ''لِأَبِيْ بَكْرٍ'' فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۶۰۰)

قَدْ أُرِيْتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ رَأَيْتُ سَبْخَةً ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ وَهُمَا الْحَرَّتَانِ فَهَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ حِيْنَ ذَكَرَ ذَلِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَعَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ بَعْضُ مَنْ كَانَ هَاجَرَ إِلَى أَرْضِ الْحَبَشَةِ وَتَجَهَّزَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رِسْلِكَ فَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يُؤْذَنَ لِي قَالَ أَبُو بَكْرٍ هَلْ تَرْجُو ذَلِكَ بِأَبِي أَنْتَ قَالَ نَعَمْ فَحَبَسَ أَبُو بَكْرٍ نَفْسَهُ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَصْحَبَهُ وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ كَانَتَا عِنْدَهُ وَرَقَ السَّمُرِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ.

زمین دیکھی ہے جس میں کھجوریں ہیں اور وہ دو پتھریلی زمینوں کے درمیان ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ذکر کیا تو جس (مسلمان) نے ہجرت کرنی تھی، اس نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور جو حبشہ کے ملک میں ہجرت کر گئے تھے ان میں سے بھی بعض مدینہ پہنچ گئے اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی ہجرت کرنے کی تیاری کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ذرا ٹھہریں۔ کیونکہ میں امید کرتا ہوں کہ مجھے بھی (ہجرت کی) اجازت دی جائے گی۔ تب حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! کیا آپؐ بھی (ہجرت کی) اُمید رکھتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ تب حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر رُک گئے کہ آپؐ کے ساتھ ہی جائیں گے اور حضرت ابوبکرؓ نے دو اونٹنیوں کو جو اُن کے پاس تھیں، چار مہینے تک ببول کے پتے کھلائے (تاکہ وہ ہجرت کے سفر کے لئے تیار ہو جائیں۔)

اطرافُهُ: ٤٧٦، ٢١٣٨، ٢٢٦٣، ٢٢٦٤، ٣٩٠٥، ٤٠٩٣، ٥٨٠٧، ٦٠٧٩۔

تشریح: جِوَارُ أَبِي بَكْرٍ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَعَقْدُهُ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے کفالت کی ایک اور صورت کے بارے میں استنباط کیا گیا ہے۔ ابن دغنہ قارہ قبیلے کا سردار تھا، جس نے عام دستور کے مطابق ان کی پناہ کا اعلان کیا تھا اور یہ پناہ حضرت ابوبکرؓ نے منظور کر لی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس پناہ کا علم تھا۔ کفالت بھی اسی قسم کی ایک ذمہ داری ہے؛ جسے پورا کیا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا واقعہ سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ لیکن آخر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی غیرتِ ایمانی یہ برداشت نہ کر سکی اور ابن دغنہ کے سمجھانے پر کہ اپنے گھر کی مسجد میں بلند آواز سے تلاوت نہ کیا کریں؛ اس سے لوگوں کو شکایت پیدا ہوتی ہے؛ آپؓ نے اس کی پناہ واپس کر دی اور اللہ اور اس کے رسول کی پناہ پر بھروسہ کیا۔ اس واقعہ میں جواز اور عدمِ جواز کی دونوں صورتیں موجود ہیں۔ حالات کا جو تقاضا ہو اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ اسی لئے عنوانِ باب مصدر یہ رکھا گیا ہے۔

بَاب ٥ : اَلدَّيْنُ

قرضہ کے بارے میں ارشاد

۲۲۹۸ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتَى بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفَّى عَلَيْهِ الدَّيْنُ فَيَسْأَلُ هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهِ فَضْلًا فَإِنْ حُدِّثَ أَنَّهُ تَرَكَ لِدَيْنِهِ وَفَاءً صَلَّى وَإِلَّا قَالَ لِلْمُسْلِمِيْنَ صَلُّوْا عَلَى صَاحِبِكُمْ فَلَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ الْفُتُوْحَ قَالَ أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ فَمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ.

۲۲۹۸: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں عُقَیل سے، عُقَیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کسی ایسے شخص کا جنازہ آتا جس پر قرضہ ہوتا، آپؐ پوچھتے: آیا اس نے اپنا قرضہ چکانے کے لئے کچھ مال چھوڑا ہے؟ اگر لوگ کہتے: ہاں تو آپؐ اس پر نمازِ جنازہ پڑھتے، ورنہ مسلمانوں سے کہتے: تم اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھو۔ جب اللہ نے آپؐ کو فتوحات دیں تو آپؐ نے فرمایا: میں مسلمانوں کا اُن (کے رشتہ داروں) سے بھی زیادہ قریبی ہوں۔ اس لئے مومنوں میں سے جو فوت ہو اور وہ قرضہ چھوڑ جائے تو اس کا ادا کرنا میرے ذمے ہے اور جو کوئی مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔

اطرافہُ: ۲۳۹۸، ۲۳۹۹، ٤٧٨١، ٥٣٧١، ٦٧٣١، ٦٧٤٥، ٦٧٦٣۔

تشریح: **فَعَلَيَّ قَضَاءُ ہٗ:** امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عمل کو سابقہ عمل کا ناسخ قرار دے کر کفالت کے بارے میں یہ رائے قائم کی ہے کہ اگر متوفّٰی مقروض ہو اور اس کا کوئی ترکہ نہ ہو تو بیت المال اس کا کفیل ہوگا۔ اس تعلق میں ایک اور روایت بھی منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مقروض کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی تو جبریل نے کہا: حقوق العباد کا نادہند ظالم ہے کہ اس نے اسراف اور حدودِ شریعت توڑنے میں قرض برداشت کئے۔ لیکن ایک عفت مآب عیال دار جو مجبوراً قرضہ لیتا ہے اور اس کو ادا نہیں کر سکتا اور وفات پا جاتا ہے، اس کا میں ضامن ہوں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ ایسے شخص کی طرف

سے آپؐ قرض ادا کریں گے اور جو مال اس نے چھوڑا ہے، اس کے حق دار اس کے وارث ہوں گے۔ یہ روایت بلحاظ سند کمزور ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۶۰۲) (عمدۃ القاری-شرح کتاب الحوالۃ، باب۳- جزء۱۲ صفحہ۱۱۳)

قرآنِ مجید میں تقسیم ورثہ کے تعلق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَا اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝ (النساء:۱۳) یعنی ترکہ کی تقسیم وصیت اور مرنے والے کے قرض کی ادائیگی کے بعد بچے ہوئے مال سے ہوگی۔ اس تقسیم میں کسی کو ضرر پہنچانا مقصود نہیں ہونا چاہیے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تاکیدی حکم ہے اور اللہ خوب جاننے والا اور بردبار ہے۔ اس آیت سے واضح ہے کہ وصیت اور قرضہ کی ادائیگی بہرحال لازم ہے۔ قرآنِ مجید کے اس صریح حکم کی روشنی میں مندرجہ بالا حدیث پر عمل کرنا ہوگا۔ یعنی ترکے سے قرض کی ادائیگی مقدم ہے اور اگر کوئی شخص قلاش فوت ہوا ہو تو اس کے قرض کی ادائیگی کا کفیل بیت المال ہوگا اور یہ ذمہ داری ایسے ہی مقروض متوفّٰی کے لئے ہے جو تہی دست ہو، نہ ہر ایک مقروض کے لئے۔

شارحین نے عنوانِ باب کے تعلق میں یہ سوال اٹھایا ہے کہ وہ اپنے مفہوم کے لحاظ سے مبہم ہے۔ صحیح بخاریؒ کے بعض نسخوں میں باب بلاعنوان ہے اور ان کا خیال ہے کہ یہ باب بطور فصل ہے۔ سابقہ ابواب کا مضمون یہاں ختم ہوتا ہے۔ اس لئے صرف روایت نمبر ۲۲۹۸ درج کی گئی ہے۔ جس کا سابقہ باب کے مضمون سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ اس کا تعلق باب ۳ کے مضمون سے ہے۔ جن نسخوں میں باب کا عنوان موجود ہے۔ وہ صرف لفظِ قرضہ ہے۔ اس سے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ اس سے متعلق کیا مسئلہ بیان کرنا مقصود ہے۔ دیکھئے فتح الباری جزء۴ صفحہ۶۰۱، عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۱۲۵۔

فقہاء نے اس ضمن میں یہ سوال بھی اٹھایا ہے کہ مقروض کی نمازِ جنازہ نہ پڑھنا بطور تحریم ہے یا تعزیر؟ تا لوگوں کو حقوق العباد کی ادائیگی کی فکر رہے اور اسے معمولی نہ سمجھیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۱۲۶) لیکن اگر مقروض کی نمازِ جنازہ پڑھنا حرام ہوتا تو صحابہ سے نہ کہا جاتا کہ وہ پڑھیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ صورت تحریمی نہیں بلکہ تعزیری تھی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

٤٠- كِتَابُ الْوَكَالَة

وَكَالَة کے لغوی معنے ہیں کسی کو کوئی کام سپرد کرنا۔ (لسان العرب- وکل) ہر تصرف جو انسان بحیثیت مالک کسی اَمر میں بذاتِ خود کرسکتا ہو، وہ دوسرے کو سپرد کیا جاسکتا ہے۔ جس کے سپرد کیا جائے، وہ وکیل کہلائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ کا نکاح قبول کرنے میں اپنی طرف سے حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو وکیل مقرر کیا۔ (أسد الغابة- ذكر عمرو بن أمية بن خويلد الضمری) شرعی اصطلاح میں کسی شخص کا دوسرے کو کسی جائز اَمر کے سرانجام دینے میں اپنا قائم مقام مقرر کرنا وکالت کہلاتا ہے۔ لیکن ناجائز بات میں کسی کی وکالت کرنا درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ (المائدة:٣) یعنی تم نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تو ایک دوسرے کی مدد کرو۔ لیکن گناہ اور زیادتی کی باتوں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ کی سزا یقیناً سخت ہوتی ہے۔ پس اس آیت سے استنباط ہوتا ہے کہ وکالت کسی اچھے کام میں ہی کرنی چاہیے۔ وکالت کی حسب ذیل شرطیں ہیں:-

۱- مؤکل کی اہلیت وقدرت یعنی کمسن، کم عقل، شرابی اور مجنون کا کسی کو وکیل کرنا درست نہ ہوگا۔

۲- صحتِ وکالت کے لئے ضروری ہے کہ جن باتوں میں کسی کو وکیل کیا جائے، وہ جائز ہوں۔ مثلاً بحالت احرام چونکہ نکاح جائز نہیں، اِس لئے اس ناجائز بات میں کسی کو وکیل کرنا بھی درست نہیں۔

۳- تعیین۔ یعنی غیر معین وکالت جائز نہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ اس کی طرف سے فلاں شخص فروخت کرنے میں وکیل ہے اور کوئی چیز معین نہ کرے تو یہ جائز نہ ہوگا۔

۴- مؤکل کی رضامندی۔

۵- وکالت امانت کی طرح ہے۔ اس لئے اس کی صحت کے لئے وہی شرائط ہیں جو امانت کے لئے ہیں۔ خیانت وکالت کو باطل اور کالعدم کر دیتی ہے۔

بَاب ۱ : وَكَالَةُ الشَّرِيْكِ الشَّرِيْكَ فِي الْقِسْمَةِ وَغَيْرِهَا

ایک شریک کا تقسیم وغیرہ میں دوسرے شریک کو کام سپرد کرنا

وَقَدْ أَشْرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا فِي هَدْيِهِ ثُمَّ أَمَرَهُ بِقِسْمَتِهَا.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنی قربانی میں شریک کیا۔ پھر اُن کو حکم دیا کہ اس کا گوشت مستحقین میں بانٹ دیں۔

۲۲۹۹: حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَنِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِجِلَالِ الْبُدْنِ الَّتِي نُحِرَتْ وَبِجُلُوْدِهَا.

۲۲۹۹: قبیصہ (بن عقبہ) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن ابی نجیح سے، انہوں نے مجاہد سے، مجاہد نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے، عبدالرحمٰن نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میں ان قربانی کے اونٹوں کی جھولیں اور ان کی کھالیں صدقے میں دے دوں جو ذبح کئے گئے تھے۔

اطرافهُ: ۱۷۰۷، ۱۷۱٦، ۱۷۱٦م، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸۔

۲۳۰۰: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ فَبَقِيَ عَتُوْدٌ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِّ بِهِ أَنْتَ.

۲۳۰۰: عمرو بن خالد نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یزید (بن ابی حبیب) سے، یزید نے ابوالخیر سے، ابوالخیر نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چند بکریاں دیں کہ انہیں آپؐ کے صحابہ میں بانٹ دیں تو ایک سال کا بکری کا بچہ بچ رہا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا: تم خود اس کی قربانی دے دو۔

اطرافهُ: ۲۵۰۰، ۵۵٤۷، ۵۵۵۵۔

تشریح: وَكَالَةُ الشَّرِيكِ الشَّرِيكَ: امام ابن حجرؒ کی رائے میں تمہیدی عنوان دو مختلف روایتوں سے اخذ کیا گیا ہے۔ایک روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وہ اپنے احرام ہی میں رہیں اور انہیں اپنی قربانی میں شریک فرمایا۔اس روایت کا ذکر کتاب الشرکۃ (روایت نمبر ۲۵۰۶) میں آئے گا۔دوسری روایت خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ آپؐ کے اونٹوں کی نگرانی کریں اور اُن کا سارا گوشت تقسیم کردیں۔(دیکھئے کتاب الحج باب ۱۲۰ روایت نمبر ۱۷۱۶، باب ۱۲۱ روایت نمبر ۱۷۱۷) یہ روایت اس باب میں (نمبر ۲۲۹۹ میں) بھی مذکور ہے۔(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۶۰۳)

شرکاء کی وکالت سے یہ کتاب شروع کی گئی ہے۔پہلی روایت استنباط مسئلہ کے لئے ظاہر ہے۔اسی طرح حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت کتاب الاضاحی میں بھی آئے گی۔اس کے یہ الفاظ ہیں: قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَصْحَابِهِ ضَحَايَا (روایت نمبر ۵۵۴۷) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ میں قربانی کی بکریاں تقسیم کیں۔یعنی ہر ایک کے لئے تعداد معین کی اور حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کو اپنی نیابت میں تقسیم کرنے کا ارشاد فرمایا۔چونکہ بکریوں میں ان کا حصہ بھی بنتا تھا گویا وہ شریک کی طرح تھے۔لیکن انہوں نے تقسیم کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قائمقامی کی۔پس اس روایت سے ثابت ہوا کہ شریک کی وکالت جائز ہے۔(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۶۰۴) (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۲۷)

فَبَقِيَ عَتُودٌ: عَتُود کے معنی ہیں مَا رَعَى وَقَوِيَ وَاَتَى عَلَيْهِ حَوْلٌ۔بکری کا یک سالہ بچہ جو چر کر مضبوط ہوگیا ہو۔وَقِيلَ اِذَا قَدَرَ عَلَى السِّفَادِ- اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو جفتی کے قابل ہو۔اس کی جمع أَعْتِدَة آتی ہے۔
(عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۲۸)

بَاب ۲

إِذَا وَكَّلَ الْمُسْلِمُ حَرْبِيًّا فِي دَارِ الْحَرْبِ أَوْ فِي دَارِ الْإِسْلَامِ جَازَ

اگر کوئی مسلمان کسی حربی (کافر) کو دارالحرب میں یا دارالاسلام میں وکیل کرے تو جائز ہوگا

۲۳۰۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي يُوْسُفُ بْنُ الْمَاجِشُوْنِ عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَاتَبْتُ أُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ كِتَابًا بِأَنْ يَّحْفَظَنِي فِي

۲۳۰۱: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: یوسف بن ماجشون نے مجھے بتایا۔انہوں نے صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف سے، انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے ان کے دادا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے امیہ بن خلف کو خط لکھا کہ وہ مکہ میں (جو اُس وقت دارالحرب تھا) میرے مال اور بال بچوں کی حفاظت کرے اور میں اس کے مال و اسباب کی

صَاغِيَتِي بِمَكَّةَ وَأَحْفَظَهُ فِي صَاغِيَتِهِ بِالْمَدِيْنَةِ فَلَمَّا ذَكَرْتُ الرَّحْمَنَ قَالَ لَا أَعْرِفُ الرَّحْمَنَ كَاتِبْنِي بِاسْمِكَ الَّذِي كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَكَاتَبْتُهُ عَبْدُ عَمْرٍو فَلَمَّا كَانَ فِي يَوْمِ بَدْرٍ خَرَجْتُ إِلَى جَبَلٍ لِأُحْرِزَهُ حِيْنَ نَامَ النَّاسُ فَأَبْصَرَهُ بِلَالٌ فَخَرَجَ حَتَّى وَقَفَ عَلَى مَجْلِسٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ لَا نَجَوْتُ إِنْ نَّجَا أُمَيَّةُ فَخَرَجَ مَعَهُ فَرِيْقٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فِي آثَارِنَا فَلَمَّا خَشِيْتُ أَنْ يَّلْحَقُوْنَا خَلَّفْتُ لَهُمُ ابْنَهُ لِأَشْغَلَهُمْ فَقَتَلُوْهُ ثُمَّ أَبَوْا حَتَّى يَتْبَعُوْنَا وَكَانَ رَجُلًا ثَقِيْلًا فَلَمَّا أَدْرَكُوْنَا قُلْتُ لَهُ ابْرُكْ فَبَرَكَ فَأَلْقَيْتُ عَلَيْهِ نَفْسِي لِأَمْنَعَهُ فَتَجَلَّلُوْهُ☆ بِالسُّيُوْفِ مِنْ تَحْتِي حَتَّى قَتَلُوْهُ وَأَصَابَ أَحَدُهُمْ رِجْلِي بِسَيْفِهِ وَكَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ يُرِيْنَا ذَلِكَ الْأَثَرَ فِي ظَهْرِ قَدَمِهِ.

مدینہ میں حفاظت کروں گا۔ جب میں نے اپنا نام عبدالرحمٰن لکھا تو (امیہ نے) کہا: میں عبدالرحمٰن کو نہیں جانتا۔ تم مجھے اپنا وہ نام لکھو جو جاہلیت میں تھا۔ اس پر میں نے اپنا نام عبدعمرو لکھا۔ جب وہ بدر کی جنگ میں تھا تو میں ایک پہاڑ کی طرف جب لوگ سو چکے تھے نکل گیا؛ تا میں اس کی حفاظت کروں تو بلالؓ نے اسے کہیں دیکھ لیا۔ چنانچہ وہ گئے اور انصار کی ایک مجلس میں کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ یہ اُمیہ بن خلف ہے۔ اگر بچ نکلا تو میری خیر نہیں۔ اس پر بلالؓ کے ساتھ کچھ لوگ ہمارے تعاقب میں نکلے۔ میں ڈرا کہ وہ ہمیں پالیں گے۔ اس لئے میں نے اس کے بیٹے کو اس کی خاطر پیچھے چھوڑ دیا کہ وہ اس کے ساتھ لڑائی میں مشغول ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے اس کو مار ڈالا۔ انہوں نے میرا داؤ کارگر نہ ہونے دیا اور ہمارا پیچھا کیا۔ اُمیہ چونکہ بھاری بھرکم آدمی تھا (اس لئے جلدی اِدھر اُدھر نہ ہوسکا۔) آخر جب انہوں نے ہمیں پالیا؛ میں نے اسے کہا: بیٹھ جاؤ تو وہ بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے آپ کو اُس پر ڈال دیا کہ اسے بچاؤں تو انہوں نے میرے نیچے سے اس کے بدن میں تلواریں گھونپیں☆؛ یہاں تک کہ اسے مار ڈالا۔ ان میں سے ایک نے اپنی تلوار سے میرے پاؤں پر بھی زخم کر دیا۔ (ابراہیم نے کہا:) حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف ہمیں اپنے پاؤں کی پشت پر وہ نشان دکھایا کرتے تھے۔

{ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ سَمِعَ يُوْسُفُ

{ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: یوسف نے صالح

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ فَتَخَلَّلُوْهُ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۱۲۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

صَالِحًا وَإِبْرَاهِيْمُ أَبَاهُ.[۱]} سے سنا اور ابراہیم نے اپنے باپ سے سنا۔[۱]}

طرفہٗ: ۳۹۷۱۔

تشریح: **اِذَا وَكَّلَ الْمُسْلِمُ حَرْبِيًا:** وَكَّلَ کے معنے اسْتَحْفَظَ بھی ہوتے ہیں۔یعنی حفاظت سپرد کرنا۔ کہتے ہیں وَكَلْتُ فُلَانًا۔ میں نے فلاں کو بطور محافظ مقرر کیا۔(فتح الباری-شرح باب ا، جزء۴صفحہ۶۰۳) انہی معنوں میں یہ باب ہے اوراس باب میں مسئلہ غیر مسلم کی وکالت کا ہے۔خواہ اسلامی مملکت میں ہو یا غیر اسلامی مملکت میں جو برسر پیکار ہو۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بڑے پائے کے صحابی ہیں اور امیہ بن خلف مشہور دشمن اسلام۔ دونوں کے درمیان معاہدہ حفاظت مال کا ہوا اوراس سے جوازِ وکالت کا مسئلہ مستنبط کیا گیا ہے۔ جہاں تک دونوں کی وکالت اور ذمہ واری کا تعلق ہے،اس سے جواز ثابت ہے۔اس ضمن میں امام ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس کا علم ہوا اور آپؐ نے ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا۔(فتح الباری جزء۴صفحہ۶۰۵) حضرت بلال رضی اللہ عنہ اُمیہ کے غلام تھے اور وہ انہیں اسلام قبول کرنے کی وجہ سے سخت دکھ دیا کرتا تھا۔آخر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے خرید کر ان کو آزادی دلائی۔میدانِ جنگ میں اسے دیکھ کر حضرت بلالؓ نے اپنے دشمن کو اِس قابل نہیں سمجھا کہ وہ امن دیا جائے۔ ابن منذرؒ کا خیال ہے کہ حربی مستأمن (یعنی برسرپیکار قوم کا کوئی فرد جو امن کا طالب ہو،اس) کی وکالت جائز ہے۔ (فتح الباری جزء۴صفحہ۶۰۵)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قول اسی لئے قابل اعتراض نہیں سمجھا گیا کہ جنگ بدر میں قریش کو امن دینے کا اعلان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نہیں ہوا تھا اور آپؐ کی ہدایت **يُجِيْرُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ أَدْنَاهُمْ** جنگ بدر کے بعد کی ہے[۲] یعنی ایک ادنیٰ مسلمان کسی کو پناہ دے تو اُس کی رعایت اور نگہداشت سب مسلمانوں پر واجب ہوتی ہے۔ اس روایت سے مسئلہ معنونہ کے جواز کی تائید ہوتی ہے۔

الصَّاغِيَة: صَغَى سے اسم فاعل ہے اور مراد اس سے مال اور سامان ہے۔اسی طرح اہل وعیال اور نوکر وغیرہ۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۱۲۹)

سَمِعَ يُوْسُفُ صَالِحًا وَإِبْرَاهِيْمُ أَبَاهُ: مذکورہ بالا روایت مُعَنْعَن ہے۔اس لئے یوسف کی سند کا حوالہ دے کر اِس سقم کو دور کیا گیا ہے۔یعنی صالح نے اپنے باپ ابراہیم سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ ان کے باپ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اپنا زخم ہمیں دکھایا کرتے تھے۔ یہ حصہ روایت اس نسخہ بخاری میں موجود تھا جو ابوذر نے مستملی سے نقل کیا ہے۔(فتح الباری جزء۴صفحہ۶۰۵)

---

[۱] یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔(فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ۶۰۴)

[۲] (المستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفة الصحابة، ذکر مناقب أبی العاص بن ربیع)

بَاب۳: اَلْوَكَالَةُ فِي الصَّرْفِ وَالْمِيْزَانِ

صرافی اور ماپ تول میں وکیل کرنا

وَقَدْ وَكَّلَ عُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ فِي الصَّرْفِ.

حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ نے بھی صرافی میں وکیل کیا۔

۲۳۰۲-۲۳۰۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَيْبَرَ فَجَاءَهُمْ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ فَقَالَ أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هَكَذَا فَقَالَ إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ {☆مِنْ هَذَا} بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْبًا. وَقَالَ فِي الْمِيْزَانِ مِثْلَ ذَلِكَ.

۲۳۰۲-۲۳۰۳: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالمجید بن سہیل بن عبدالرحمٰن بن عوف سے، انہوں نے سعید بن مسیّب سے، سعید نے حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر کا عامل مقرر کیا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چیدہ کھجوریں لے آیا تو آپؐ نے پوچھا: کیا خیبر کی ساری کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں؟ اس نے کہا: ہم {اس کا☆} ایک صاع دوسری کھجور کے دو صاع اور اس کے دو صاع دوسری کھجور کے تین صاع دے کر خریدتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا: ایسا مت کرو۔ پہلے ملی جلی کھجوروں کو نقد روپیہ پر بیچو۔ پھر اس رقم سے عمدہ کھجور خرید لو۔ اور تولنے کی چیزوں میں بھی یہی حکم فرمایا۔

اطرافہ: ۲۲۰۱-۲۲۰۲، ۴۲۴۴-۴۲۴۵، ۴۲۴۶-۴۲۴۷، ۷۳۵۰-۷۳۵۱۔

☆ الفاظ "مِنْ هَذَا" عمدۃ القاری کے مطابق ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۳۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: **اَلْوَكَالَةُ فِي الصَّرْفِ:** پونڈ اور نوٹ روپیہ کے بدلے دوسرے سکے لینے کو صَرف یا بیع صَرف کہتے ہیں۔عنوانِ باب میں دو حوالے منقول ہیں۔ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اور دوسرا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا۔دونوں حوالے سعید بن منصور نے موصولاً نقل کئے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ایک برتن دیا جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا، تا وہ اسے بازار میں لے جا کر بدلوائیں۔انہوں نے ایک یہودی صراف کے پاس وہ پیالہ اس پیالہ کے اصل وزن کی بجائے اس سے دوگنے وزن پر فروخت کر دیا۔گویا پیالہ کی بنوائی وغیرہ بھی ساتھ ہی شمار ہوگئی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: یہ جائز نہیں۔واپس جائیں اور اسی قدر وزن کے اندازہ پر فروخت کریں۔ چنانچہ وہ گئے۔یہودی نے کہا کہ وہ اس سے زیادہ بھی دینے کو تیار ہے۔مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ مانے اور فرمایا: إِلَّا بِوَزْنِهِ کہ وزن کے مطابق ہی حساب ہوگا۔یعنی جس قدر سونا پیالے پر چڑھا ہوا ہے، صرف اس کی قیمت سونے کے بھاؤ کے مطابق لی جائے گی۔ باقی اگر چاندی کا ہے تو اس کی قیمت چاندی کے بھاؤ سے لی جائے گی۔(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۶۰۶)

گویا حضرت عمرؓ نے انتہائی احتیاط برتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل کی جائے کہ سونے کے بدلہ میں اگر سونا لینا ہو تو برابر ہونا چاہیے اور نقد لینا چاہیے۔(دیکھئے کتاب البیوع، روایت نمبر ۲۱۷۴، ۲۱۷۵)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی کیا۔حسن بن سعد کی روایت ہے کہ انہوں نے ان کے پاس درہم امانت رکھوائے۔جب وہ اپنی امانت لینے کے لئے گئے تو اُن کے پاس دینار تھے۔چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان کے ساتھ اپنا آدمی بھیجا کہ منڈی میں نرخ کا پتہ کیا جائے۔اگر اُس حساب سے یہ دینار لینا چاہیں تو بہتر۔ورنہ دینار کا درہم سے مبادلہ کر کے ان کو درہم دیئے جائیں۔(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۶۰۶)

ان دونوں حوالوں سے مسئلہ معنونہ کا مفہوم معین کیا گیا ہے کہ وکیل شریعت کی حدود کے اندر ہی تصرف کر سکتا ہے۔ ان سے تجاوز کرنا اُس کے لئے جائز نہیں۔

بَاب ٤

إِذَا أَبْصَرَ الرَّاعِي أَوِ الْوَكِيْلُ شَاةً تَمُوْتُ أَوْ شَيْئًا يَفْسُدُ ذَبَحَ أَوْ أَصْلَحَ مَا يَخَافُ عَلَيْهِ الْفَسَادَ

جب چرواہا یا وکیل بکری مرتی دیکھے یا کوئی چیز بگڑتی دیکھے تو (بکری) ذبح کر لے اور وہ چیز جس کے خراب ہونے کا خوف ہو، اسے درست کر دے (تو یہ جائز ہوگا)

٢٣٠٤: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ سَمِعَ الْمُعْتَمِرَ أَنْبَأَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ يُحَدِّثُ

۲۳۰۴: اسحق بن ابراہیم نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے معتمر سے سنا۔(کہتے تھے:) عبیداللہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت

عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ كَانَتْ لَهُ غَنَمٌ تَرْعَى بِسَلْعٍ فَأَبْصَرَتْ جَارِيَةٌ لَنَا بِشَاةٍ مِّنْ غَنَمِنَا مَوْتًا فَكَسَرَتْ حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا بِهِ فَقَالَ لَهُمْ لَا تَأْكُلُوْا حَتَّى أَسْأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ أُرْسِلَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّسْأَلُهُ وَأَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَاكَ أَوْ أَرْسَلَ فَأَمَرَهُ بِأَكْلِهَا. قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَيُعْجِبُنِي أَنَّهَا أَمَةٌ وَأَنَّهَا ذَبَحَتْ. تَابَعَهُ عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ.

کعب بن مالکؓ کے بیٹے سے سنا۔ وہ اپنے باپ کی نسبت بیان کرتے تھے کہ ان کی بکریاں تھیں جو سلع پہاڑ پر چرا کرتی تھیں۔ ہماری ایک لونڈی نے ہماری بکریوں میں سے ایک بکری کو دیکھا کہ وہ مر رہی ہے۔ اس نے ایک پتھر توڑا اور اُس سے اُس کو ذبح کیا۔ حضرت کعبؓ نے گھر والوں سے کہا: جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مَیں پوچھ نہ لوں اسے نہ کھانا۔ یا (کہا:) جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی کو بھیج کر میں آپؐ سے پچھوا نہ لوں اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی نسبت پوچھا۔ یا کسی کو بھیج کر پچھوایا۔ آپؐ نے اس کے کھانے کی اجازت دی۔ عبید اللہ کہتے تھے: مجھے یہ بات بہت پسند آئی کہ اس نے لونڈی ہو کر (بکری کو) ذبح کر دیا۔ (معتمر کی طرح) عبدۃ (بن سلیمان) نے بھی عبید اللہ (بن عمر العمری) سے یہ روایت بیان کی۔

اطرافهُ: ۵۵۰۱، ۵۵۰۲، ۵۵۰۴۔

تشریح: **اِذَا أَبْصَرَ الرَّاعِيْ أَوِالْوَكِيْلُ .... أَصْلَحَ مَا يَخَافُ عَلَيْهِ الْفَسَادَ:** اس باب کا تعلق حلت وحرمت سے نہیں؛ بلکہ وکالت سے ہے۔ لونڈی بکریوں والے کی مملوکہ تھی اور اس لحاظ سے ریوڑ کی حفاظت اس کے سپرد تھی۔ اس نے حسن تصرف سے کام لیا اور بکری کو مرتے دیکھا تو ذبح کر دیا۔ پس یوں کرنا وکیل اور محافظ کے لئے جائز ہے اور وکیل استثنائی حالات میں ایسا تصرف کرنے کا مجاز ہے جو نقصان سے بچانے والا ہو۔

فَيُعْجِبُنِىْ أَنَّهَا أَمَةٌ: تعجب کرنے والے شخص مذکورہ بالا راوی ہیں جو عبید اللہ بن عمر ہیں اور عمری کے لقب سے مشہور تھے۔ عبدہ بن سلیمان کی روایت کتاب الذبائح، باب ۱۹ میں دیکھئے۔

بَابٌ ٥ : وَكَالَةُ الشَّاهِدِ وَالْغَائِبِ جَائِزَةٌ

حاضر اور غائب ہر ایک کو وکیل کرنا جائز ہے

وَكَتَبَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو إِلَى قَهْرَمَانِهِ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهُ أَنْ يُزَكِّيَ عَنْ أَهْلِهِ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ.

اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے اپنے وکیل کو جو حاضر نہیں تھا لکھا کہ وہ ان کے گھر والوں، چھوٹوں، بڑوں سب کی طرف سے صدقہ فطر ادا کر دے۔

۲۳۰۵: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَلٌ سِنٌّ مِّنَ الْإِبِلِ فَجَاءَهُ يَتَقَاضَاهُ فَقَالَ أَعْطُوْهُ فَطَلَبُوْا سِنَّهُ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُ إِلَّا سِنًّا فَوْقَهَا فَقَالَ أَعْطُوْهُ فَقَالَ أَوْفَيْتَنِي أَوْفَى اللهُ بِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً.

۲۳۰۵: ابونعیم (فضل بن دکین) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سلمہ بن کُہیل سے، سلمہ نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ایک شخص کا یک سالہ اونٹ کا بچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ قرض تھا۔ وہ آپؐ کے پاس آپؐ سے تقاضا کرنے آیا۔ آپؐ نے فرمایا: اسے دے دو۔ انہوں نے اس عمر کا اونٹ تلاش کیا۔ یک سالہ تو نہ ملا، اس سے بڑی عمر کا ملا۔ آپؐ نے فرمایا: اسے (بڑی عمر ہی کا) دے دو۔ اس شخص نے کہا: آپؐ نے (میرے حق سے) بڑھ کر ادا کیا ہے۔ اللہ آپؐ کو بھی بڑھ کر دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں اچھے وہی لوگ ہیں جو قرض کی ادائیگی عمدگی سے کرتے ہیں۔

اطرافه: ۲۳۰٦، ۲۳۹۰، ۲۳۹۲، ۲۳۹۳، ۲٤۰۱، ۲٦۰٦، ۲٦۰۹۔

تشریح: وَكَالَةُ الشَّاهِدِ وَالْغَائِبِ جَائِزَةٌ: عنوانِ باب میں بغرض وضاحتِ مسئلہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا حوالہ دیا ہے۔ ان کا وکیل موجود نہ تھا۔ لیکن آپؓ نے اسے اپنی نیابت میں کام کرنے کے لئے لکھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ جو روایت نمبر ۲۳۰۵ میں مذکور ہے، اس میں آپؐ کے وکیل نے آپؐ کی نیابت میں مفوضہ ذمہ داری ادا کی۔ بعض اوقات انسان کسی جگہ جا کر کام سرانجام نہیں دے سکتا، اس لئے وکیل کا محتاج ہوتا ہے اور بعض اوقات موجود ہو کر بھی وکیل کا محتاج ہوسکتا ہے۔ دونوں حالتوں میں وکیل بنانے کے جواز کی صورت واضح ہو جاتی ہے۔

جمہور کے نزدیک وکالت علی الاطلاق جائز ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کوئی شخص جو خود اپنے شہر میں موجود ہو، اپنی

موجودگی کی حالت میں وکیل نہیں کرسکتا؛ سوائے اس کے کہ وہ بیمار ہو یا سفر پر جا رہا ہو۔ اسی طرح ان کے نزدیک وکالت کی صحت کے لئے فریق ثانی کی رضامندی بھی ضروری ہے۔ یعنی یہ کہ وہ مقرر کردہ وکیل کو منظور کرتا ہے یا نہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک اگر فریق ثانی (مؤکل یعنی جس پر وکیل کے کام کا اثر پڑتا ہے) اور مقرر کردہ وکیل کی کبھی باہمی مخاصمت ہو چکی ہو تو ایسے شخص کو وکیل بنانا جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ ممکن ہے وہ وکیل فریق ثانی کو نقصان پہنچائے۔ صحابہ کرامؓ کے تعامل سے ثابت ہے کہ وہ رضامندی حاصل کرنے کے بغیر اور بلاشرط ایک دوسرے کو وکیل بنایا کرتے تھے؛ خواہ وکیل موجود ہوتا یا نہ۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۶۰۸) مذکورہ بالا فقہی اختلاف کے حل کرنے کی غرض سے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔

قَهْرَمَانِهِ: قہرمان لفظ فارسی ہے؛ بمعنی خزانچی، سربراہ، کارکن اور خادم جو مالک کے کام کاج انجام دے۔

إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً: تم میں سے بہتر وہی لوگ ہیں جو ادائیگی نہایت اچھی طرح سے کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسوۂ حسنہ سے صحابہ کرامؓ کو بھی تلقین فرمائی کہ قرض کی ادائیگی بہترین طریق پر کی جائے، جیسا کہ اچھے لوگوں کا شیوہ ہے۔ اگلے باب میں بھی دوسری سند سے یہ روایت لائی گئی ہے اور اس میں یہ مضمون ہے کہ قرض خواہ نے مطالبہ میں درشتی سے کام لیا؛ جسے صحابہؓ نے برا منایا اور وہ اسے تنبیہ کرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے کچھ نہ کہو۔ حق دار کہنے کا حق رکھتا ہے۔ دونوں فقرے آبِ زر سے اور لوحِ قلب پر لکھنے کے لائق ہیں۔ اے کاش! ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اخلاق اپنانے کی توفیق ملے۔

اس تعلق میں کتاب الاستقراض باب ۵، ۶، ۷ بھی دیکھئے۔

بَاب ٦: اَلْوَكَالَةُ فِي قَضَاءِ الدُّيُوْنِ

قرض ادا کرنے کے لئے وکیل کرنا

٢٣٠٦: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَاضَاهُ فَأَغْلَظَ فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا ثُمَّ

۲۳۰۶: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا۔ شعبہ نے ہمیں بتایا کہ سلمہ بن کُہَیل سے مروی ہے (وہ کہتے تھے:) میں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے سنا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ سے قرض کا تقاضا کرنے لگا۔ لب ولہجہ سخت تھا۔ آپؐ کے صحابہ اُسے مارنے کے لئے لپکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو؛ کیونکہ حق والا

قَالَ أَعْطُوْهُ سِنًّا مِّثْلَ سِنِّهِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ إِلَّا أَمْثَلَ مِنْ سِنِّهِ فَقَالَ أَعْطُوْهُ فَإِنَّ مِنْ خَيْرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ قَضَاءً.

ایسی باتیں کہتا ہی ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اس کو ویسی عمر کا اونٹ دے دو جیسا کہ اس کا تھا۔ صحابہؓ نے کہا: یارسول اللہ! اس سے بہتر ہی ملتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: وہی دے دو۔ کیونکہ تم میں عمدگی سے قرض ادا کرنے والے ہی بہترین لوگ ہیں۔

اطرافہ: ۲۳۰۵، ۲۳۹۰، ۲۳۹۲، ۲۳۹۳، ۲۴۰۱، ۲۶۰۶، ۲۶۰۹۔

تشریح: **اَلْوَكَالَةُ فِي قَضَاءِ الدُّيُوْنِ:** سابقہ باب کی روایت ایک اور سند سے یہاں دہرائی گئی ہے اور اس سے ایک نیا مسئلہ مستنبط کیا گیا ہے کہ اگر قرض کی ادائیگی بلا تاخیر ضروری ہو تو اس کے لئے وکیل کی کیا ضرورت ہے؟ کیونکہ وکیل مقرر کرنے کی صورت میں تو ادائیگی میں اور تاخیر ہوگی۔ ابن منیرؒ کی رائے میں ایسی تاخیر نا قابل التفات ہوگی اور اس پر نبی کریم ﷺ کا ارشاد مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ (یعنی مالدار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے- روایت نمبر ۲۲۸۷) صادق نہیں آئے گا؛ کیونکہ بعض حالات میں وکیل کرنا ناگزیر ہوتا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۶۰۹)

بَاب ۷: إِذَا وَهَبَ شَيْئًا لِوَكِيْلٍ أَوْ شَفِيْعِ قَوْمٍ جَازَ

اگر کوئی کسی وکیل یا کسی قوم کے سفارشی کو کچھ ہبہ کر دے تو یہ جائز ہوگا

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِوَفْدِ هَوَازِنَ حِيْنَ سَأَلُوْهُ الْمَغَانِمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصِيْبِي لَكُمْ.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کے نمائندوں کو جب انہوں نے آپؐ سے اموال واپس مانگے تھے فرمایا: میرا جو حصہ ہے وہ تمہارا ہے۔

۲۳۰۷-۲۳۰۸: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ ابْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ وَزَعَمَ عُرْوَةُ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۳۰۷-۲۳۰۸: سعید بن عُفیر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ لیث نے مجھ سے بیان کیا۔ (لیث نے) کہا: عقیل نے مجھے بتایا۔ ابن شہاب سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: اور عروہ کا خیال تھا کہ مروان بن حکم اور حضرت مسور بن مخرمہؓ دونوں نے انہیں بتایا کہ جب ہوازن کے نمائندے مسلمان ہوکر

قَامَ حِيْنَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِيْنَ فَسَأَلُوْهُ أَنْ يَّرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ الْحَدِيْثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ فَاخْتَارُوْا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ فَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِهِمْ وَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِيْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوْا نَخْتَارُ سَبْيَنَا فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هَؤُلَاءِ قَدْ جَاءُوْنَا تَائِبِيْنَ وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُّطَيِّبَ بِذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَّكُوْنَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيْءُ اللهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ فَقَالَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپؐ اُٹھے۔ انہوں نے آپؐ سے درخواست کی تھی کہ ان کے مال اور ان کے قیدی ان کو واپس کردیئے جائیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا: سچی بات مجھے بہت ہی پسندیدہ ہے۔ دو باتوں میں سے تم ایک بات اختیار کرلو۔ قیدی (واپس لو) یا مال اور میں نے تو (جعرّانہ میں) ان کا انتظار کیا تھا اور فی الواقعہ رسول اللہ ﷺ جب طائف سے لوٹے تو دس سے کچھ زائد راتیں ان کا انتظار کرتے رہے۔ جب انہیں اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ انہیں واپس دینے کے نہیں مگر دو میں سے ایک ہی شئے۔ انہوں نے کہا: پھر ہم اپنے قیدی لیں گے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ کی تعریف کی جو اس کے شایان ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: تمہارے یہ بھائی ہمارے پاس توبہ کرکے آئے ہیں اور میں نے مناسب سمجھا ہے کہ ان کے قیدی انہیں واپس کردوں۔ پس جو شخص تم میں سے خوشی سے واپس کرنا چاہے تو وہ واپس کردے اور جو تم میں سے یہ چاہے کہ وہ اپنے حصے پر ہی قائم رہے تو وہ بھی واپس کردے۔ ہم اس کو اس کا حصہ غنیمت سے جو اللہ ہمیں دے گا، دے دیں گے۔ لوگوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ہم نے

النَّاسُ قَدْ طَيَّبْنَا ذَلِكَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا لَا نَدْرِيْ مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِي ذَلِكَ مِمَّنْ لَّمْ يَأْذَنْ فَارْجِعُوْا حَتَّى يَرْفَعُوْا إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ ثُمَّ رَجَعُوْا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوْهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوْا وَأَذِنُوْا.

اپنی خوشی سے یہ (قیدی) یونہی دے دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیں پتہ نہیں کہ تم میں سے کس نے اس کی اجازت دی اور کس نے نہیں دی۔ تم لوٹ جاؤ اور تمہارے سربراہ تمہارا فیصلہ ہمارے سامنے پیش کریں۔ اس پر لوگ چلے گئے اور ان کے سربراہوں نے ان سے گفتگو کی۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ کر آئے اور انہوں نے آپؐ کو بتایا کہ سب لوگوں نے خوشی سے مانا ہے اور اجازت دی ہے (کہ قیدی واپس کردیئے جائیں۔)

اطرافهما: ٢٥٣٩-٢٥٤٠، ٢٥٨٣-٢٥٨٤، ٢٦٠٧-٢٦٠٨، ٣١٣١-٣١٣٢، ٤٣١٨-٤٣١٩، ٧١٧٦-٧١٧٧.

تشریح: اِذَا وَهَبَ شَيْئًا لِوَكِيْلٍ أَوْ شَفِيْعِ قَوْمٍ: اس تعلق میں یہ سوال بھی اُٹھایا گیا ہے کہ وکیل کو سمجھوتہ کرانے پر کوئی معاوضہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ مذکورہ بالا روایت سے اس بارے میں جواز یا عدم جواز کا مسئلہ مستنبط نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا ہبہ دراصل ساری ہوازن قوم کے لئے تھا نہ کہ نمائندوں کی ذات خاص کے لئے ان کے نمائندہ ہونے کی وجہ سے۔ اگر جنگی قیدیوں میں ان نمائندوں کا کوئی قیدی بھی تھا تو اُس کی آزادی ان کی وکالت کی وجہ سے نہ تھی۔ یہی نقطہ نظر عنوانِ باب کی ترکیب میں مدنظر ہے۔ کہتے ہیں: اَلْأُمُوْرُ تَنْزِلُ عَلَى الْمَقَاصِدِ لَا عَلَى الصُّوَرِ۔ یعنی معاملات کے طے کرنے میں مقصد دیکھا جاتا ہے۔ الفاظ کی ظاہری صورت وشکل نہیں۔ مثلاً اگر شفیع سے کہا جائے کہ میں نے تمہاری سفارش قبول کر کے فلاں شئے تمہاری خاطر ہبہ کردی ہے تو یہ ہبہ دراصل اس شخص کے حق میں ہوگا جس کی سفارش کی گئی ہے، نہ شفیع کی ذات کے لئے۔

مسئلہ معنونہ کے بارے میں فقہاء کے درمیان کسی قدر اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وکیل کا اقرار یا سمجھوتہ مؤکل پر لازم ہوتا ہے۔ بشرطیکہ قاضی اسے صحیح قرار دے۔ امام ابویوسفؒ کا مذہب اس بارے میں یہ ہے کہ مؤکل کو وکیل کا طے کردہ معاملہ قبول کرنا ہوگا اور وہ شرط جو امام ابوحنیفہؒ نے لگائی ہے وہ ضروری نہیں۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک مندرجہ بالا حدیث سے ایسا استنباط کرنا درست نہیں۔ کیونکہ قبیلہ ہوازن کے عریف یعنی نمائندے بطور وکیل نہیں بھیجے گئے تھے؛ بلکہ اُن میں سے وہ بڑے لوگ تھے اور اپنی قوم کے لئے صرف ایلچی کی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۶۱۰)

مزید وضاحت کے لیے کتاب فرض الخمس- باب ۱۵، کتاب المغازی - باب ۵۴ کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ۸

إِذَا وَكَّلَ رَجُلٌ رَجُلًا أَنْ يُّعْطِيَ شَيْئًا وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ يُعْطِيْ فَأَعْطَى عَلَى مَا يَتَعَارَفُهُ النَّاسُ

اگر کوئی شخص کسی کو کچھ دینے کے لئے وکیل کرے اور یہ کھول کر نہ بتائے کہ کتنا دے اور اس نے دستور عامہ کے مطابق دے دیا ہو (تو یہ جائز ہے۔)

۲۳۰۹: حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ وَغَيْرِهِ يَزِيْدُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَلَمْ يُبَلِّغْهُ كُلَّهُ رَجُلٌ وَّاحِدٌ مِّنْهُمْ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَكُنْتُ عَلَى جَمَلٍ ثَفَالٍ إِنَّمَا هُوَ فِي آخِرِ الْقَوْمِ فَمَرَّ بِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قُلْتُ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ مَا لَكَ قُلْتُ إِنِّي عَلَى جَمَلٍ ثَفَالٍ قَالَ أَمَعَكَ قَضِيْبٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ أَعْطِنِيْهِ فَأَعْطَيْتُهُ فَضَرَبَهُ فَزَجَرَهُ فَكَانَ مِنْ ذٰلِكَ الْمَكَانِ مِنْ أَوَّلِ الْقَوْمِ قَالَ بِعْنِيْهِ فَقُلْتُ بَلْ هُوَ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ بَلْ بِعْنِيْهِ

۲۳۰۹: مکی بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ ابن جریج نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عطاء بن ابی رباح اور ان کے سوا اور لوگوں سے بھی روایت کی ہے جو ایک دوسرے سے کچھ زیادہ بیان کرتے تھے اور ان سب میں سے ایک شخص نے بھی اس (حدیث کو مکمل) بیان نہیں کیا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مَیں ایک سفر میں تھا۔ میں ایک سُست رفتار اُونٹ پر سوار تھا۔ صرف وہی اونٹ لوگوں کے پیچھے رہتا تھا۔ نبی ﷺ میرے پاس سے گزرے اور آپؐ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: جابر بن عبداللہ (انصاری) آپؐ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا: میں ایک سُست رفتار اونٹ پر سوار ہوں۔ آپؐ نے پوچھا: تمہارے پاس چھڑی ہے۔ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے وہ دو۔ میں نے آپؐ کو دی۔ آپؐ نے اس اونٹ کو مارا اور اُسے ڈانٹا تو وہ اس جگہ ایسا چلا کہ سب لوگوں کے آگے نکل گیا۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے یہ قیمتاً دے دو۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ آپؐ کا ہی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

قَدْ أَخَذْتُهُ بِأَرْبَعَةِ دَنَانِيْرَ وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ أَخَذْتُ أَرْتَحِلُ قَالَ أَيْنَ تُرِيْدُ قُلْتُ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً قَدْ خَلَا مِنْهَا قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قُلْتُ إِنَّ أَبِي تُوُفِّيَ وَتَرَكَ بَنَاتٍ فَأَرَدْتُّ أَنْ أَنْكِحَ امْرَأَةً قَدْ جَرَّبَتْ خَلَا مِنْهَا قَالَ فَذَلِكَ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ قَالَ يَا بِلَالُ اقْضِهِ وَزِدْهُ فَأَعْطَاهُ أَرْبَعَةَ دَنَانِيْرَ وَزَادَهُ قِيْرَاطًا قَالَ جَابِرٌ لَا تُفَارِقُنِي زِيَادَةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُنِ الْقِيْرَاطُ يُفَارِقُ جِرَابَ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ.

میرے ہاتھ بیچ دو۔ (پھر آپؐ نے خود ہی فرمایا:) میں نے اس کو چار اشرفیوں پر لے لیا اور تم کو اجازت ہے کہ مدینہ تک اس پر سوار رہو۔ جب ہم مدینہ کے قریب ہوئے، میں ایک اور طرف جانے لگا۔ آپؐ نے پوچھا: کہاں کا قصد ہے؟ میں نے کہا: میں نے ایک عورت سے شادی کی ہوئی ہے جس کا خاوند فوت ہو چکا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: کسی کنواری سے کیوں نہ کی؟ جس سے تم کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی۔ میں نے کہا: میرے باپ فوت ہو گئے اور بیٹیاں چھوڑ گئے تو میں نے چاہا کہ ایسی عورت سے نکاح کروں جو تجربہ کار ہو۔ اس کا خاوند مر گیا ہو۔ آپؐ نے کہا: اچھا یہ بات ہے۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو آپؐ نے فرمایا: بلال! (جابر کو) قیمت ادا کر دو اور اسے کچھ زیادہ دو۔ حضرت بلالؓ نے چار دینار دیئے اور ایک قیراط سونا زیادہ دیا۔ حضرت جابرؓ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ زیادہ دیا ہوا عطیہ مجھ سے جدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہ قیراط حضرت جابر بن عبداللہؓ کی تھیلی سے الگ نہ ہوتا تھا۔

اطرافہ: ۴۴۳، ۱۸۰۱، ۲۰۹۷، ۲۳۸۵، ۲۳۹۴، ۲۴۰۶، ۲۴۷۰، ۲۶۰۳، ۲۶۰۴، ۲۷۱۸، ۲۸۶۱، ۲۹۶۷، ۳۰۸۷، ۳۰۸۹، ۳۰۹۰، ۴۰۵۲، ۵۰۷۹، ۵۰۸۰، ۵۲۴۳، ۵۲۴۴، ۵۲۴۵، ۵۲۴۶، ۵۲۴۷، ۵۳۶۷، ۶۳۸۷۔

تشریح: **فَأَعْطَى عَلَى مَا يَتَعَارَفُهُ النَّاسُ:** عنوانِ باب کا مفہوم مندرجہ روایت سے واضح ہوتا ہے کہ وکیل وکالت کا منصب ادا کرنے میں جہاں مؤکل کی طرف سے اسے معین ہدایت نہ ہو، مروجہ دستور اور عام طریق کو ملحوظ رکھے۔ جیسا کہ حضرت بلالؓ نے حضرت جابرؓ کو ایک قیراط سونا زیادہ دے دیا۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعیین نہیں کی تھی۔

بَاب ۹: وَكَالَةُ الْمَرْأَةِ الْإِمَامَ فِي النِّكَاحِ

عورت کا (اپنے) نکاح میں امام کو وکیل کرنا

۲۳۱۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنِّي قَدْ وَهَبْتُ لَكَ مِنْ نَفْسِيْ فَقَالَ رَجُلٌ زَوِّجْنِيْهَا قَالَ قَدْ زَوَّجْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ.

۲۳۱۰: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالکؒ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوحازم سے، ابوحازم نے سہل بن سعد سے روایت کی۔ کہتے تھے: ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے اپنے آپ کو آپؐ کے سپرد کر دیا۔ ایک شخص نے کہا: اس کا نکاح مجھ سے کر دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: ہم نے تجھ سے اس کا نکاح کر دیا، اس قرآن کے عوض جو تجھے یاد ہے۔

اطرافه: ٥٠٢٩، ٥٠٣٠، ٥٠٨٧، ٥١٢١، ٥١٢٦، ٥١٣٢، ٥١٣٥، ٥١٤١، ٥١٤٩، ٥١٥٠، ٥٨٧١، ٧٤١٧.

تشریح: **وَكَالَةُ الْمَرْأَةِ الْإِمَامَ فِى النِّكَاحِ:** مذکورہ بالا روایت کتاب النکاح میں بھی قدرے تفصیل کے ساتھ منقول ہے۔ (دیکھئے کتاب النکاح، باب۱۴) یہاں وکالت کی ایک الگ صورت بیان کرنے کی غرض سے عنوان قائم کیا گیا ہے۔ الفاظ وَهَبْتُ لَكَ مِنْ نَفْسِيْ سے ظاہر ہے کہ واہبہ خاتون نے اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی خاطر ہبہ کیا تھا۔ اس نے آپؐ کو اپنے نکاح میں بطور وکیل مقرر نہیں کیا۔ مگر چونکہ یہ ہبہ کی ایک صورت تھی اور موہوب لہٗ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ ہبہ کرنے والے کی اجازت سے بطور وکیل جائز طور پر تصرف کرے۔ اس لئے آپؐ نے واہبہ کا نکاح بطور وکیل ایک انصاری مسلمان سے کر دیا۔

بَاب ۱۰

إِذَا وَكَّلَ رَجُلًا فَتَرَكَ الْوَكِيْلُ شَيْئًا فَأَجَازَهُ الْمُوَكِّلُ فَهُوَ جَائِزٌ

اگر کوئی کسی شخص کو وکیل کرے اور پھر وہ وکیل کسی بات کو چھوڑ دے
اور مؤکل اس بات کی اجازت دیدے تو یہ جائز ہوگا

وَإِنْ أَقْرَضَهُ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى جَازَ.

اگر وکیل معین میعاد پر کسی کو قرض دے (اور مؤکل اس کی اجازت دیدے) تو یہ بھی جائز ہوگا۔

۲۳۱۱: وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ أَبُو عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ وَكَّلَنِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ فَأَتَانِي آتٍ فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ وَقُلْتُ وَاللهِ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ وَلِي حَاجَةٌ شَدِيْدَةٌ قَالَ فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيْدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ قَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُوْدُ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ سَيَعُوْدُ فَرَصَدْتُهُ فَجَعَلَ☆ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ

۲۳۱۱: اور عثمان بن ہیثم ابو عمرو (بصری) نے کہا: عوف نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن سیرین سے، ابن سیرین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃِ رمضان کی نگرانی پر مجھے مقرر کیا تو ایک آنے والا میرے پاس آیا اور وہ غلّے سے لپ بھر بھر کر لینے لگا۔ میں نے اس کو پکڑا اور میں نے کہا: خدا کی قسم میں تجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا۔ اس نے کہا: میں محتاج ہوں۔ مجھ پر بال بچوں کا بوجھ ہے اور میں سخت تنگدستی میں ہوں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے تھے: میں نے اس کو جانے دیا۔ جب میں صبح کو اُٹھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو ہریرہ! کل رات تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے تھے: میں نے کہا: یا رسول اللہ! اس نے سخت تنگدستی اور بال بچوں کا شکوہ کیا۔ میں نے اس پر رحم کیا اور اُسے جانے دیا۔ آپؐ نے فرمایا: اس نے تم سے جھوٹ کہا ہے۔ پھر وہ دوبارہ آئے گا اور میں بھی سمجھ گیا کہ وہ ضرور آئے گا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ دوبارہ آئے گا۔ اس لئے میں اس کی تاک میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں وہ آیا☆ اور اناج لپ بھر بھر کر لینے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ضرور پیش کروں گا۔ اس نے کہا: مجھے جانے دو۔ کیونکہ میں محتاج ہوں اور

☆ کشمیہنی اور مستملی کے مطابق اس جگہ فَجَاءَ کا لفظ ہے (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۶۱۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

لَا أَعُوْدُ فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيْدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ قَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ فَرَصَدْتُهُ الثَّالِثَةَ فَجَعَلَ☆ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَهَذَا آخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ إِنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ قَالَ دَعْنِي أُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللهُ بِهَا قُلْتُ مَا هُنَّ قَالَ إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ (البقرة: ٢٥٦) حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ فَإِنَّكَ لَنْ يَّزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبَنَّكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللهُ بِهَا فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ قَالَ مَا

عیال دار ہوں۔ اب دوبارہ نہیں آؤں گا۔ مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے پھر اُسے جانے دیا۔ صبح جو میں اُٹھا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ابوہریرہ! تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! اس نے سخت تنگ دستی اور بال بچوں کا شکوہ کیا۔ مجھے اس پر رحم آیا اور میں نے اسے جانے دیا۔ آپؐ نے فرمایا: خبردار اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا۔ چنانچہ میں تیسری دفعہ اس کی تاک میں رہا۔ وہ آیا☆ اور لپ بھر بھر کر اناج لینے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور میں نے کہا: میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کروں گا اور یہ تیسری دفعہ ہے کہ تو کہتا ہے کہ اَب نہیں آؤں گا۔ پھر تو آجاتا ہے۔ اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو۔ میں تجھے ایسے کلمات سکھاؤں گا کہ جن سے اللہ تجھے فائدہ دے گا۔ میں نے کہا: وہ کیا ہیں؟ اس نے کہا: جب تم سونے کے لئے اپنے بچھونے پر جاؤ تو آیت الکرسی پڑھو (یعنی اللہ! اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ ہمیشہ زندہ رہنے والا اور قائم بالذات ہے۔) تو تم پر اللہ کی طرف سے ایک نگہبان رہے گا اور صبح تک شیطان تیرے قریب نہ آئے گا۔ اس پر میں نے اسے جانے دیا۔ صبح جو میں اُٹھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے قیدی نے کل رات کیا کیا؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! اس نے کہا کہ وہ مجھے ایسی باتیں سکھائے گا کہ جس سے

☆ کشمیہنی اور مستملی کے مطابق اس جگہ فَجَاءَ کا لفظ ہے (فتح الباری جزء۴ صفحہ ٦١٥) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

هِيَ قُلْتُ قَالَ لِي إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ (البقرة: ٢٥٦) وَقَالَ لِي لَنْ يَّزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ وَكَانُوْا أَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الْخَيْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ لَا قَالَ ذَاكَ شَيْطَانٌ.

اللہ مجھے نفع دے گا تو میں نے اسے جانے دیا۔آپؐ نے پوچھا: وہ کیا باتیں ہیں؟ میں نے کہا: اس نے مجھے بتایا ہے۔ جب تم اپنے بستر پر سونے لگو تو آیۃ الکرسی کو شروع سے آخر تک پڑھو۔یعنی اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ اور اس نے مجھے بتایا کہ ایسا پڑھنے سے تم پر اللہ کی طرف سے ایک نگہبان رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہ آئے گا اور صحابہ بھلی بات پر بہت ہی حریص ہوتے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: دیکھو اس نے تم سے سچ کہا ہے، حالانکہ وہ بڑا جھوٹا ہے۔ابوہریرہ!تم جانتے ہو کہ تین راتوں سے تم کس سے باتیں کرتے رہے ہو؟ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: وہ شیطان ہے۔

اطرافه: ۳۲۷۵، ۵۰۱۰۔

تشریح: فَتَرَكَ الْوَكِيْلُ شَيْئًا فَأَجَازَهُ الْمُوَكِّلُ فَهُوَ جَائِزٌ: عنوانِ باب میں عثمان بن ہیثم بصری کا حوالہ دیا گیا ہے۔ان سے امام بخاریؒ نے جزء القرأة خلف الإمام میں بھی روایت نقل کی ہے۔کتاب الحج کے اواخر میں بھی ان کی ایک روایت گزر چکی ہے۔(دیکھئے روایت نمبر ۱۷۷۰) حضرت ابوہریرہؓ کی مذکورہ بالا روایت منقطع ہے۔اس لئے عنوانِ باب ہی میں اس کا حوالہ دینا کافی سمجھا ہے۔(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۶۱۴)

آیا واقعہ مذکورہ خواب کا ہے یا سچ مچ چور آیا اور اس نے ذخیرے میں سے چوری کی؟ دونوں باتوں کا احتمال ہوسکتا ہے۔لیکن عنوانِ باب کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک خواب کا واقعہ نہیں۔ کیونکہ وہ محض خواب سے مسئلہ اَخذ نہیں کرتے اور جملہ فَهُوَ جَائِزٌ اور لفظ جَازَ سے جملہ شرطیہ کا جواب اثبات میں نمایاں کیا ہے۔عید الفطر کے صدقات عید سے دو تین دن پہلے جمع ہو جاتے تھے۔اس موقع پر اُن کی حفاظت حضرت ابوہریرہؓ کے سپرد ہوئی اور وہ اس کی فکر میں تین راتیں جاگتے رہے۔تینوں راتیں چوری کرنے والا آتا رہا اور حضرت ابوہریرہؓ اس کے فقر و فاقہ کی حالت سن کر اور اس کی منت وسماجت پر اُسے چھوڑتے رہے۔اسی واقعہ سے عنوانِ باب کا پہلا مسئلہ اَخذ کیا گیا ہے۔

وَإِنْ أَقْرَضَهُ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى جَازَ: یہ دوسرا مسئلہ قیاساً مستنبط کیا گیا ہے کہ صدقات میں اس غریب شخص کا بھی حق تھا؛ جس کی وجہ سے حضرت ابوہریرہؓ نے وہ کھجوریں اس کے پاس رہنے دیں۔گویا بعض فقہاء کے نزدیک اس کے پاس بطور قرض تھیں۔مگر سوال یہ ہے کہ امین محافظ اور خزانچی کو اگر مالک کی طرف سے اختیار نہیں دیا گیا تو وہ سپرد کردہ

مال سے قرض نہیں دے سکتے اور نہ ان کے لئے اس میں خلافِ مرضی مالک تصرف کرنا جائز ہے تو حضرت ابوہریرۃؓ نے اس امانت میں کیوں تصرف کیا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں آچکا تھا اور آپؐ نے اس پر کوئی اعتراض نہیں فرمایا۔ کیونکہ وہ صدقات غرباء کے لئے جمع ہوئے تھے۔ درحقیقت وکیل کے قرض دینے کا مسئلہ جو مستنبط کیا گیا ہے، وہ اس امر سے ہے کہ جب کلیۃً کوئی چیز اگر وکیل کسی کو دے سکتا ہے تو قرضہ بدرجہ اولیٰ دے سکتا ہے۔ لیکن یہ سب صورتیں تبھی جائز ہیں جب مؤکل وکیل کو زبانی یا عملاً اجازت دے دے۔ (فتح الباری جزء۴صفحہ۶۱۴)

امام ابن حجرؒ نے دیگر کتب احادیث کی روایتوں کا حوالہ دے کر بتایا ہے کہ حضرت معاذ[۱] بن جبلؓ، حضرت ابیّ بن کعبؓ، حضرت ابوایوب[۲] انصاریؓ، حضرت ابواسید[۳] انصاریؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کے ساتھ بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آیا تھا۔ ان میں سے پہلے اور چوتھے حوالے کی روایتیں طبرانی نے اور باقی روایتیں ابویعلی، ترمذی اور ابن ابی دینار سے علی الترتیب مروی ہیں جو بلحاظ سند کمزور ہیں اور قصے کہانیاں ہیں۔ ایک میں شَیْطَان[۱]، دوسرے میں جِنّي اور دَابَّة (جانور)، تیسرے اور چوتھے میں غُوْل[۲،۳] (چڑیل) اور پانچویں میں رَجُلٌ مِّنَ الْجِنِّ کا ذکر ہے کہ وہ غلہ یا کھجوریں چرانے کے لئے آیا اور ان میں سے ہر ایک راوی نے اپنی انوکھی سرگذشت بیان کی۔ امام بخاریؒ نے بلحاظِ صحت یہ روایتیں قبول نہیں کیں۔ قدرِ مشترک ان روایتوں میں یہ اَمر ہے کہ سخت قحط کا زمانہ تھا اور رات کو آنے والا چور چھپے آتا اور جب چوری کرتے ہوئے پکڑا جاتا تو وہ صحابی کو آیت الکرسی پڑھنے کی تلقین کرتا۔ امام ابن حجرؒ کے نزدیک بلحاظِ صحت حضرت ابوہریرۃؓ والا واقعہ زیادہ قابل اعتماد ہے اور جیسا کہ بتایا جاچکا ہے کہ یہ واقعہ باب میں منقطع السند درج ہوا ہے۔ لیکن چونکہ امام موصوفؒ نے اس سے مسئلہ اخذ کیا ہے، اس لئے اس کی صحت روایت میں شبہ نہیں کیا جاسکتا۔

(فتح الباری جزء۴صفحہ۶۱۴ تا۶۱۶) (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۱۴۶، ۱۴۷)

لفظ شیطان چور پر بھی اطلاق پاسکتا ہے۔ حضرت ابوہریرۃؓ کی روایت میں بظاہر کوئی ایسی بات نہیں جو غیر معمولی سمجھی جائے۔ مسجد نبوی کے قریب صفہ میں حضرت ابوہریرۃؓ اور بعض بے خانماں صحابہؓ کا قیام تھا اور وہیں صدقات فطر جمع ہوتے اور رکھے جاتے تھے۔ حضرت ابوہریرۃؓ چونکہ رحم دل اور غایت درجہ مہربان ہمدرد تھے اور انہیں اپنی بھوک کی تلخیوں کا بھی تجربہ تھا۔ جب چور نے اپنے بال بچوں کی بھوک کا واسطہ دیا تو اُسے جانے دیا۔

اِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ: آیت الکرسی کی مبارک تاثیر کا علم دینے والا جانتا تھا کہ یہ آیت صفاتِ وحدانیت، قیّومیّت اور ربوبیّت کی جامع تعلیم پر مشتمل ہے۔ مگر خود وہ اس پر عامل نہ تھا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جھوٹا قرار دیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص مدینہ منورہ کے مضافات کا کوئی غریب باشندہ تھا۔ قحط کا زمانہ تھا۔ صدقات جمع ہونے کا موقع دیکھ کر تین رات خوراک حاصل کرنے کی غرض سے آتا رہا۔ صدقات غرباء اور

---

[۱] (المعجم الكبير للطبراني، من اسمه معاذ، جزء۲۰صفحہ۵۱)

[۲] (ترمذی، كتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل سورة البقرة و آية الكرسي)

[۳] (المعجم الكبير للطبراني، ما أسند أبی أسيد، جزء۱۹صفحہ۲۶۳)

مساکین کا حق ہیں۔ اس موقع سے اس نے فائدہ اٹھانا چاہا اور حضرت ابوہریرہؓ نے بھی چشم پوشی سے کام لیا۔ اس لئے ان کا یہ فعل قابل اعتراض نہیں سمجھا گیا۔ اس روایت کے علاوہ باقی روایتوں کا مضمون ایسا ہے جس کو طبیعت نہیں مانتی۔ اسی لئے امام ابن حجرؒ نے یہ سب روایتیں قصوں میں سے شمار کی ہیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ٦١٦)

وَكَانُوْا أَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الْخَيْرِ: یعنی صحابہ کرامؓ بھلی باتوں کے لینے میں بہت ہی حریص ہوتے تھے۔ یہ جملہ راوی کا قول اور بطور جملہ معترضہ واقع ہوا ہے۔ ایسے کلام کو حدیث کی اصطلاح میں مُدْرَج کہتے ہیں۔ یعنی راوی کی طرف سے درج شدہ بات۔

بَاب ۱۱: إِذَا بَاعَ الْوَكِيْلُ شَيْئًا فَاسِدًا فَبَيْعُهُ مَرْدُوْدٌ

اگر وکیل خراب چیز بیچے تو اُس کی بیع واپس ہوگی

۲۳۱۲: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ هُوَ ابْنُ سَلَّامٍ عَنْ يَّحْيَى قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدِ الْغَافِرِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ بِلَالٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَيْنَ هَذَا قَالَ بِلَالٌ كَانَ عِنْدِي☆ تَمْرٌ رَدِيٌّ فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ لِنُطْعِمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ أَوَّهْ أَوَّهْ عَيْنُ الرِّبَا {عَيْنُ الرِّبَا☆} لَا تَفْعَلْ

۲۳۱۲: اسحٰق (بن راہویہ) نے ہمیں بتایا۔ یحيٰ بن صالح نے ہم سے بیان کیا کہ معاویہ بن سلام نے ہمیں بتایا۔ (کہا:) یحيٰ (بن ابی کثیر) سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے عقبہ بن عبدالغافر سے اور انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: بلالؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس برنی کھجوریں لائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: یہ کہاں سے لائے ہو؟ بلالؓ نے کہا: ہمارے☆ پاس رڈی کھجوریں تھیں تو میں نے اس کے بدلے دو صاع دے کر اس میں سے ایک صاع اس لئے خریدا ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: اوہ اوہ۔ یہ تو عین سود ہے۔ {عین سود ہے☆} ایسا نہ کرو۔ لیکن اگر تم (اچھی

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ عِنْدَنَا کا لفظ ہے۔ نیز الفاظ عَيْنُ الرِّبَا دو دفعہ ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۱۴۸) ترجمہ ان کے مطابق ہے۔

وَلَكِنْ إِذَا أَرَدْتَّ أَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ آخَرَ ثُمَّ اشْتَرِ بِهِ.

کھجوریں) خریدنا چاہو تو (ناقص کھجور) بیچ کر پھر اس (کی قیمت) سے (اچھی کھجوریں) خریدلو۔

تشریح: اِذَا بَاعَ الْوَكِيْلُ شَيْئًا فَاسِدًا فَبَيْعُهُ مَرْدُوْدٌ: حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت سے یہاں مسئلہ معنونہ اخذ کیا گیا ہے۔ انہی کی ایک روایت (نمبر ۲۲۰۱) کتاب البیوع باب ۸۹ میں گزر چکی ہے۔ جہاں خیبر میں محصّل بھیجنے اور اس کے عمدہ کھجوریں لانے کا ذکر ہے۔ اُس روایت میں محصل کا نام نہیں۔ مگر امام ابن حجرؒ نے تصریح کی ہے کہ وہ سواد بن غزیہ تھے اور یہاں حضرت ابوسعیدؓ کی روایت میں حضرت بلالؓ کا ذکر ہے۔ اس سے بعض شارحین نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ دونوں واقعات الگ الگ ہیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۶۱۷) مگر امام بخاریؒ کے نزدیک الگ الگ نہیں۔ بلکہ یہ دونوں روایتیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں۔ ورنہ روایت زیر باب سے معنونہ مسئلہ اس وقت تک اخذ نہیں کیا جاسکتا جب تک حضرت بلالؓ کی بابت یہ ثابت نہ ہو کہ وہ خیبر میں بطور محصّل بھیجے گئے تھے اور مبادلہ میں جو تصرف انہوں نے کیا تھا، وہ جائز نہ تھا اور ردّ ہوا۔ محض اپنے طور پر عمدہ کھجوریں لانے سے وہ وکیل یعنی سپرد کار نہیں سمجھے جاسکتے۔

بَاب ۱۲

اَلْوَكَالَةُ فِي الْوَقْفِ وَنَفَقَتُهُ وَأَنْ يُّطْعِمَ صَدِيْقًا لَّهُ وَيَأْكُلَ بِالْمَعْرُوْفِ

وقف کے مال میں وکیل بننا اور (وکیل کا اس جائیداد میں سے) اپنا خرچہ لینا
اور اپنے دوست کو اس میں سے کھلانا اور خود بھی دستور کے مطابق کھانا

۲۳۱۳: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ فِي صَدَقَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَيْسَ عَلَى الْوَلِيِّ جُنَاحٌ أَنْ يَّأْكُلَ وَيُؤْكِلَ صَدِيْقًا لَّهُ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا. فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ هُوَ يَلِي صَدَقَةَ عُمَرَ يُهْدِيْ لِنَاسٍ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ.

۲۳۱۳: قُتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن دینار) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو صدقے کے بارے میں لکھوایا تھا اس میں یوں ہے: (صدقہ کے) متولی پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اس سے خود کھائے اور دوست کو کھلائے۔ مگر جائیداد بنانے والا نہ ہو۔ (حضرت عبداللہ) بن عمرؓ ہی حضرت عمرؓ کے صدقہ کے متولی تھے۔ اہل مکہ میں سے بعض لوگوں کو اس میں سے ہدیہ بھی دے دیتے تھے جن کے ہاں وہ اُترتے تھے۔

اطرافه: ۲۷۳۷، ۲۷۶٤، ۲۷۷۲، ۲۷۷۳، ۲۷۷۷۔

تشریح: اَلْوَكَالَةُ فِي الْوَقْفِ وَنَفَقَتُهُ: وقف کا متولی دستور کے مطابق اپنے گزارے کے لئے وقف کی آمد سے لے سکتا ہے۔ بشرطیکہ نگرانی وقف کے علاوہ اس کی اور کوئی صورتِ معاش نہ ہو۔ یتیموں کی جائیداد کے تعلق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء:۷) جو غنی ہو، اُس کو بچنا چاہیے اور جو محتاج ہو، وہ دستور کے مطابق اس میں سے لے سکتا ہے۔

یہ سابقہ دو ابواب میں جو صورتِ وکالت بیان ہوئی ہے وہ بطور امانت تھی۔ یعنی حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت بلالؓ امین تھے۔ مگر یہاں وکالت کی صورت مختلف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے جائیدادِ وقف میں سے ہدایا وغیرہ دینے کا جو ذکر ہے، وہ ان کے حصہ آمد سے مخصوص تھا۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۶۱۹)

بَاب ۱۳ : اَلْوَكَالَةُ فِي الْحُدُوْدِ

حدّ لگانے کے لئے کسی کو وکیل کرنا

۲۳۱۴-۲۳۱۵: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ إِلَى امْرَأَةِ هَذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا.

۲۳۱۴-۲۳۱۵: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ (بن عتبہ) سے، عبیداللہ نے حضرت زید بن خالد اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے (اُنَیس بن ضحاک اسلمیؓ سے) فرمایا: اُنَیس اس شخص کی عورت کے پاس جاؤ۔ اگر وہ زنا کا اقرار کرے تو اس کو سنگساری کی سزا دو۔

اطراف الحدیث ۲۳۱۴: ۲۶۴۹، ۲۶۹۶، ۲۷۲۵، ۶۶۳۴، ۶۸۲۸، ۶۸۳۱، ۶۸۳۶، ۶۸۴۳، ۶۸۶۰، ۷۱۹۴، ۷۲۵۹، ۷۲۷۹۔

اطراف الحدیث ۲۳۱۵: ۲۶۹۵، ۲۷۲۴، ۶۶۳۳، ۶۸۲۷، ۶۸۳۳، ۶۸۳۵، ۶۸۴۲، ۶۸۵۹، ۷۱۹۳، ۷۲۵۸، ۷۲۶۰، ۷۲۷۸۔

۲۳۱۶: حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَّامٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ جِيْءَ بِالنُّعَيْمَانِ أَوِ ابْنِ النُّعَيْمَانِ

۲۳۱۶: (محمد) بن سلام (بیکندی) نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوہاب ثقفی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب (سختیانی) سے، ایوب نے ابن ابی مُلیکہ سے، انہوں نے حضرت عقبہ بن حارثؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے

شَارِبًا فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ فِي الْبَيْتِ أَنْ يَضْرِبُوْهُ قَالَ فَكُنْتُ أَنَا فِيْمَنْ ضَرَبَهُ فَضَرَبْنَاهُ بِالنِّعَالِ وَالْجَرِيْدِ.

تھے: نُعیمان یا نُعیمان کا بیٹا لایا گیا۔ اس نے شراب پی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں موجود لوگوں سے فرمایا: اسے (مقررہ) سزا دیں۔ حضرت عقبہؓ کہتے تھے: میں بھی ان لوگوں میں تھا جنہوں نے اُسے مارا۔ ہم نے اسے جوتوں اور کھجور کی چھڑیوں سے مارا۔

اطرافه: ٦٧٧٤، ٦٧٧٥۔

تشریح: اَلْوَكَالَةُ فِي الْحُدُوْدِ: حدود سے متعلقہ وکالت کی جو صورت اس باب کی روایتوں میں مذکور ہے وہ ظاہر ہے۔ اس بارے میں مفصل دیکھئے: کتاب الصلح باب۵، کتاب الحدود باب۴۔

بَاب ١٤: اَلْوَكَالَةُ فِي الْبُدْنِ وَتَعَاهُدُهَا

قربانی کے اونٹوں میں وکیل مقرر کرنا اور ان کی نگرانی کرنا

۲۳۱۷: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمَنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ عَائِشَةُ أَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِي فَلَمْ يَحْرُمْ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللّٰهُ لَهُ حَتَّى نُحِرَ الْهَدْيُ.

۲۳۱۷: اسماعیل بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن ابی بکر بن حزم سے، عبداللہ نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ عمرہ نے انہیں خبر دی۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی والے اونٹوں کے ہار اپنے ہاتھ سے بٹے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے ان کے گلے میں ڈالے۔ پھر ان کو میرے باپ کے ساتھ بھیج دیا اور (اس قربانی کے بھیجنے کی وجہ سے) جب تک کہ قربانی کے اونٹ ذبح نہ کر دیئے گئے؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی بات حرام نہ ہوئی جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے حلال کی تھی۔

اطرافهُ: ١٦٩٦، ١٦٩٨، ١٦٩٩، ١٧٠٠، ١٧٠١، ١٧٠٢، ١٧٠٣، ١٧٠٤، ١٧٠٥، ٥٥٦٦۔

تشریح: **اَلْوَكَالَةُ فِي الْبُدْنِ وَتَعَاهُدُهَا:** یہ روایت کتاب الحج، باب ۱۰۹ میں گزر چکی ہے۔ واقعہ مذکور فتح مکہ کے بعد ۹ ھ کا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو امیر حج بنا کر بھیجا تھا اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق اعلان کیا کہ آئندہ ننگا ہو کر طواف کرنے کی اجازت نہ ہوگی وغیرہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے قربانی کے اونٹ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سپردگی اور نگرانی میں بھیجے۔ اس واقعہ سے مسئلہ کا عنوان اخذ کیا گیا ہے۔

صحت وکالت کے بارے میں فقہاء نے چند شرطیں تجویز کی ہیں۔ ان میں سے ایک شرط تعیُّن ہے۔ ایسی وکالت ان کے نزدیک درست نہیں؛ جس میں نہ تو شخص معین ہو اور نہ وہ امر معیّن ہو، جس میں وکالت مطلوب ہو۔ اسی طرح ان کے نزدیک بدنی عبادات میں وکالت درست نہیں سمجھی گئی۔ لیکن بعض عبادتیں مستثنیٰ کی گئی ہیں؛ جن میں سے حج کی قربانی وغیرہ بھی ہے۔☆ یہ چند باب اسی قسم کی شرطوں کے پیشِ نظر قائم کئے گئے ہیں، جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ بیان ہوا ہے۔

بَاب ١٥: إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِوَكِيْلِهِ ضَعْهُ حَيْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ وَقَالَ الْوَكِيْلُ قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ

اگر کسی شخص نے اپنے وکیل سے یوں کہا: اس مال کو جہاں اللہ تجھے سوجھائے خرچ کر دو اور وکیل کہے: جو تم نے کہا ہے میں نے سن لیا ہے

٢٣١٨: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِيِّ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا وَكَانَ أَحَبَّ أَمْوَالِهِ بَيْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا

۲۳۱۸: یحییٰ بن یحییٰ نے مجھ سے بیان کیا، کہا: میں نے مالک کو پڑھ کر سنایا۔ مالکؒ نے اسحق بن عبداللہ سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ ابوطلحہؓ مدینہ میں تمام انصار سے زیادہ مالدار تھے اور (ان کو) اپنی تمام جائیداد میں سے زیادہ پیاری وہ جائیداد تھی جو بیرحاء کا باغ تھا۔ وہ مسجد کے سامنے تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں جایا کرتے تھے اور وہاں کا صاف پانی پیتے۔ جب یہ آیت

☆ (بداية المجتهد، كتاب الوكالة، الباب الأول في اركانها، الركن الثالث)

وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ فَلَمَّا نَزَلَتْ: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران:۹۳) قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ فِي كِتَابِهِ: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران:۹۳) وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءَ وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلَّهِ أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللهِ فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللهِ حَيْثُ شِئْتَ فَقَالَ بَخٍ ذَلِكَ مَالٌ رَائِحٌ ذَلِكَ مَالٌ رَائِحٌ قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ فِيْهَا وَأَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِيْنَ قَالَ أَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ. تَابَعَهُ إِسْمَاعِيْلُ عَنْ مَّالِكٍ. وَقَالَ رَوْحٌ عَنْ مَّالِكٍ رَابِحٌ.

اُتری کہ تم نیکی کو ہرگز نہ پاسکو گے، جب تک تم ان چیزوں سے نہ خرچ کرو گے جو تمہیں پیاری ہیں تو ابوطلحہؓ اُٹھے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: تم نیکی کو ہرگز نہیں پاسکو گے جب تک تم ان چیزوں کو نہ خرچ کرو جن سے تم محبت رکھتے ہو اور مجھے اپنی جائیدادوں میں سے زیادہ پیارا بیرحاء کا باغ ہے۔ لیجئے وہ اللہ کے لئے صدقہ ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ یہ صدقہ خالص نیکی اور اللہ تعالیٰ کے حضور میرے لئے ثواب کا موجب ہوگا۔ یارسول اللہ! آپؐ جہاں چاہیں، لگائیں۔ آپؐ نے فرمایا: واہ! یہ مال تو جانے والا ہے۔ یہ مال تو جانے والا ہے۔ میں نے سن لیا ہے جو تم نے اس کے متعلق کہا ہے اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اس کو اپنے عزیزوں کے لئے ہی رکھو۔ ابوطلحہؓ نے کہا: یارسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اس کو اپنے قریبیوں اور چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔ (یحيٰ بن یحيٰ کی طرح) اسماعیل نے بھی یہ حدیث مالک سے نقل کی اور رَوح نے مالک سے روایت کرتے ہوئے لفظ رَائِحٌ کی بجائے لفظ رَابِحٌ کہا (یعنی فائدہ مند مال)

اطرافه: ۱۴۶۱، ۲۷۵۲، ۲۷۶۹، ۴۵۵۴، ۴۵۵۵، ۵۶۱۱۔

تشریح: **ضَعْهُ حَيْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ:** روایت زیر باب میں وکالت کی ایک اور غیر معین صورت کا ذکر ہے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قیمتی جائیداد سپرد کی کہ جہاں چاہیں اسے کام میں لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وکالت قبول فرمائی اور ان سے کہا کہ میں یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ آپؓ اپنے رشتہ داروں کو یہ جائیداد دیں۔ وکالت کی دونوں صورتیں عام ہیں۔ ان میں کوئی شیٔ معین نہیں کی گئی۔ مذکورہ بالا روایت کے لیے کتاب الوصایا، باب ۲۶ بھی دیکھئے۔

بَاب ١٦ : وَكَالَةُ الْأَمِيْنِ فِي الْخِزَانَةِ وَنَحْوِهَا

امین کا خزانے وغیرہ میں وکیل کیا جانا

٢٣١٩ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَازِنُ الْأَمِيْنُ الَّذِيْ يُنْفِقُ وَرُبَّمَا قَالَ الَّذِي يُعْطِيْ مَا أُمِرَ بِهِ كَامِلًا مُوَفَّرًا طَيِّبًا نَفْسُهُ إِلَى الَّذِيْ أُمِرَ بِهِ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنِ.

۲۳۱۹: محمد بن علاء نے مجھ سے بیان کیا کہ ابواُسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے بُرَید بن عبداللہ سے، بُرَید نے ابوبردہ سے، ابوبردہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: دیانت دار خزانچی وہ ہے جو خرچ کرتا ہے اور بعض دفعہ فرمایا: جو دیتا ہے جس قدر کہ دینے کا اس کو حکم دیا گیا ہے پورے کا پورا دیتا ہے۔ دیتے وقت اس کا نفس خوش ہوتا ہے۔ اس شخص کو دیتا ہے جس کو دینے کے لئے کہا گیا ہے۔ ایسا شخص بھی صدقہ دینے والوں کا ثواب پانے والا ہے۔

اطرافهُ: ١٤٣٨، ٢٢٦٠۔

تشریح: **وَكَالَةُ الْاَمِيْنِ فِى الْخِزَانَةِ وَنَحْوِهَا:** روایت زیر باب اور اس کی تشریح کے لئے دیکھئے کتاب الزکاة، باب ۲۵ روایت نمبر ۱۴۳۸، کتاب الإجارة، باب ۱ روایت نمبر ۲۲۶۰۔ ان ابواب کے عناوین کے پیش نظر ایک لحاظ سے خزانچی ملازم ہے اور ایک لحاظ سے وکیل۔ کیونکہ ادائیگی کا کام بھی اس کے سپرد ہوتا ہے اور یہ وکالت عام صورت میں ہے۔ مالک کی موجودگی میں خزانچی اس قسم کی وکالت کا فرض ادا کرسکتا ہے۔ بعض فقہاء احناف نے وکالت کی صحت کے لئے ضروری قرار دیا ہے کہ مؤکل شہر سے باہر ہو۔ لیکن بسااوقات موجودگی میں بھی کسی کام کے لئے دوسرے کو سپرد کرنے کی ضرورت پیش آ جاتی ہے۔ (دیکھئے باب ۵ مع تشریح)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

٤١- كِتَابُ الْحَرْثِ وَالْمُزَارَعَةِ

زَرَعَ کے معنے ہیں بونا۔ اسی سے زراعت یعنی کاشتکاری ہے۔ لفظ زَرَعَ سے باب مفاعلہ مُزَارَعَةٌ ہے۔ یعنی دوسرے کو بٹائی پر زمین کاشت کے لئے دینا۔ اس کتاب میں ایسے احکام کا بیان ہوگا؛ جو کاشتکاری اور باغبانی سے متعلق ہیں۔

بَاب ١ : فَضْلُ الزَّرْعِ وَالْغَرْسِ إِذَا أُكِلَ مِنْهُ

کھیت بونے اور میوہ دار درخت لگانے کی فضیلت بشرطیکہ لوگ اس سے کھائیں

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى: اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿٦٤﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿٦٥﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا. (الواقعة: ٦٤-٦٦)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر: کیا تم کو معلوم ہے جو تم بوتے ہو، کیا تم اس کو اُگاتے ہو یا ہم اس کو اُگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہتے تو اس کو بالکل جلا ہوا چُورا بنا دیتے۔

٢٣٢٠ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا أَبُوعَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ

۲۳۲۰: قُتَیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ (دوسری سند) اور عبدالرحمٰن بن مبارک نے بھی مجھ سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بھی کوئی پودا لگاتا ہے یا کھیتی بوتا ہے اور پھر اُس سے کوئی پرندہ یا انسان یا چوپایہ کھاتا

مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيْمَةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ. وَقَالَ لَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا أَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہے تو یہ (کھیتی اور درخت) اس کے لئے ثواب کا موجب بن جائے گا۔اور مسلم (بن ابراہیم ازدی) نے ہم سے کہا: ابان (بن یزید عطار) نے ہمیں بتایا کہ قتادہ نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔

طرفهُ: ٦٠١٢۔

تشریح: فَضْلُ الزَّرْعِ وَالْغَرْسِ: پہلے باب کا عنوان زراعت اور باغبانی کی فضیلت پر قائم کر کے سورۂ واقعہ کی آیات ۶۴ تا ۶۶ کا حوالہ دیا گیا ہے: أَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ○ءَ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ○ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ○ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ○ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ○ (الواقعة: ۶۴ تا ۶۸) یعنی کیا تمہیں معلوم ہے جو تم بوتے ہو؟ کیا اُسے تم اُگاتے ہو یا ہم اُگاتے ہیں؟ اگر ہم چاہتے تو اسے بالکل جلا ہوا چُورا بنا دیتے۔ پھر تم باتیں بناتے رہ جاتے اور کہتے کہ ہم پر چٹی پڑ گئی۔ بلکہ ہم اپنی محنت کے پھل سے محروم ہو گئے۔

محولہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے زراعت کو اپنے بہت بڑے فضلوں میں سے شمار کیا ہے اور اس کے تعلق میں آبپاشی کے آسمانی نظام کا ذکر بھی بطور احسان فرمایا۔ کیونکہ زراعت اور آبپاشی دونوں لازم وملزوم ہیں۔ انسان، پرند اور چرند کی حیات وبقاء کا دارومدار کھیتی اور درختوں پر ہے۔ جیسا کہ حدیث نبوی مندرجہ زیر باب میں تصریح ہے کہ کسی شئے کی فضیلت وعظمت کا تعلق اُس کے سودمند ہونے پر ہے۔ جس قدر کوئی چیز نافع ہوگی، اسی قدر وہ افضل ہوگی۔ مذکورہ بالا حدیث میں بتایا گیا ہے کہ زراعت کا نفع ہر انسان اور حیوان کے لئے ہے۔ اسی لئے کاشتکار اور پودا لگانے والے کا فعل قابل ثواب قرار دیا گیا ہے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور مقبول۔

قَالَ لَنَا مُسْلِمٌ....: روایت مذکورہ بالا کے آخر میں مسلم بن ابراہیم کی روایت کا جو حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ قتادہ راوی کے حافظے کی کمزوری کے پیش نظر ہے۔ یہ راوی ضبطِ الفاظ میں پورے معیار کے نہ تھے۔ دوسرے راویوں نے بھی انہی الفاظ سے مذکورہ بالا حدیث نقل کی ہے؛ جن میں سے مسلم بن ابراہیم بھی ہیں۔ ان سے مروی ہے کہ قتادہ نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُمّ مبشر انصاری رضی اللہ عنہ کے نخلستان میں آئے اور فرمایا: لَا يَغْرِسُ مُسْلِمٌ غَرْسًا....☆ اس حوالہ کو نقل کرنے سے ان کی غرض یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ کی صحت میں کوئی شبہ نہیں۔

(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۶) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۱۵۶)

☆ (مسلم، کتاب المساقاة، باب فضل الغرس والزرع) (مسند احمد بن حنبل جزء۳ صفحہ ۱۹۲)

بَاب ۲: مَا يُحْذَرُ مِنْ عَوَاقِبِ الِاشْتِغَالِ بِآلَةِ الزَّرْعِ أَوْ مُجَاوَزَةِ الْحَدِّ الَّذِيْ أُمِرَ بِهِ

کھیتی کے ساز وسامان میں زیادہ مشغول رہنے سے اجتناب کے بارے میں ارشاد یا جس حد تک کہ (شریعت میں) حکم دیا گیا ہے، اس سے تجاوز کرنے سے بچنے کا حکم

۲۳۲۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَالِمٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ الْأَلْهَانِيُّ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ وَرَأَى سِكَّةً وَشَيْئًا مِّنْ آلَةِ الْحَرْثِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ هَذَا بَيْتَ قَوْمٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ الذُّلَّ. قَالَ مُحَمَّدٌ وَاسْمُ أَبِي أُمَامَةَ صُدَيُّ بْنُ عَجْلَانَ.

۲۳۲۱: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ بن سالم حمصی نے ہمیں بتایا کہ محمد بن زیاد الہانی نے ہمیں حضرت ابوامامہ باہلیؓ سے روایت کرتے ہوئے بتایا۔ انہوں نے ہل اور کچھ کھیتی باڑی کے آلات دیکھ کر کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپؐ فرماتے تھے: جس قوم کے گھر میں یہ (سامان) داخل ہوگا، اللہ تعالیٰ اس قوم پر ضرور ذلت لے آئے گا۔ محمد (بن زیاد) نے کہا: حضرت ابوامامہؓ کا نام صدی بن عجلانؓ ہے۔

تشریح: **مَا يُحْذَرُ مِنْ عَوَاقِبِ الِاشْتِغَالِ بِآلَةِ الزَّرْعِ:** وسعت فوائد کے اعتبار سے پیشہ زراعت افضل ہے اور برے نتائج کے اعتبار سے مذموم۔

اِلَّا اَدْخَلَهُ اللهُ الذُّلَّ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا تعلق امر واقعہ سے ہے۔ یعنی کاشتکار ہر ملک میں اب تک حکام کا تختۂ مشق بنے رہے ہیں۔ کاشتکاروں پر ظلم وستم ہی کمیونزم کی تحریک کا باعث ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے ۱۷۷۹ء میں فرانسیسی کاشتکاروں نے مالکانِ اراضی کے جبر واستبداد سے رہائی پانے کی جدوجہد شروع کی۔ لفظ کمیون (Commune) کے معنی ہیں کاشتکاروں کی فرقہ بندی۔ انہوں نے چاہا کہ تلوار کے ذریعے مالکوں سے زمین آزاد کرالیں۔ مگر نتیجہ کیا ہے کہ وہ آہنی قوانین میں اتنی مضبوطی سے جکڑے گئے ہیں کہ خود ارادیت اور آزادئ اختیار وتصرفِ عمل سے کلیۃً محروم ہوگئے۔

بعض شارحین نے آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی یہ تشریح کی ہے کہ جب رات دن کھیتی باڑی میں کوئی قوم لگ جائے اور فنونِ جنگ سے غافل ہوجائے تو وہ آخر محکوم ہوکر رہ جائے گی اور اسے ذلت کا سامنا ہوگا۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۸)

قَالَ مُحَمَّدٌ......: محمد بن زیاد راوی ہیں اور حضرت ابوامامہ باہلیؓ کا نام صُدَی بن عجلان بن وہبؓ (باہلی) ہے۔ اپنے دادا کی نسبت سے مشہور ہیں۔ حمص میں مقیم ہوئے اور دقوۃ شہر میں وفات پائی جو حمص سے دس میل کے فاصلے پر ہے۔ سن وفات ۸۱ھ ہے اور بوقت وفات ان کی عمر ۹۱ سال تھی۔ ایک قول کے مطابق یہ آخری صحابی ہیں جو ملکِ شام میں فوت ہوئے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۱۵۷)

بَاب ۳: اقْتِنَاءُ الْكَلْبِ لِلْحَرْثِ

کھیتی (کی حفاظت) کے لئے کتا پالنے کے بارے میں ارشاد

۲۳۲۲: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَمْسَكَ كَلْبًا فَإِنَّهُ يَنْقُصُ كُلَّ يَوْمٍ مِنْ عَمَلِهِ قِيْرَاطٌ إِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ أَوْ مَاشِيَةٍ. قَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَأَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا كَلْبَ غَنَمٍ أَوْ حَرْثٍ أَوْ صَيْدٍ. وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ مَاشِيَةٍ.

۲۳۲۲: معاذ بن فضالہ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے، یحییٰ نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کتا رکھا تو اس کے اعمال سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا جائے گا، سوائے اس کتے کے جو کھیتی یا جانوروں کی حفاظت کی غرض سے رکھا جائے۔ ابن سیرین اور ابوصالح نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے یوں کہا: اس کتے کے سوا جو بکریوں یا کھیتی کی حفاظت کے لئے یا شکار کے لئے رکھا جائے۔ ابوحازم نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے یہ کہا: اس کتے کے سوا جو شکار یا جانوروں کی حفاظت کے لئے رکھا ہو۔

طرفهُ: ۳۳۲٤۔

۲۳۲۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خُصَيْفَةَ

۲۳۲۳: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یزید بن خُصَیفہ سے

أَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ سُفْيَانَ بْنَ أَبِي زُهَيْرٍ رَجُلٌ مِّنْ أَزْدِ شَنُوْءَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا لَا يُغْنِي عَنْهُ زَرْعًا وَلَا ضَرْعًا نَّقَصَ كُلَّ يَوْمٍ مِّنْ عَمَلِهِ قِيْرَاطٌ قُلْتُ أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيْ وَرَبِّ هَذَا الْمَسْجِدِ.

روایت کی کہ سائب بن یزید نے ان سے بیان کیا انہوں نے حضرت سفیان بن ابی زُہیرؓ سے سنا؛ جو اَزدِشنوءة قبیلے کے ایک آدمی تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے۔ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: جس نے ایسا کتا رکھا جو نہ اُس کو کھیتی میں فائدہ دیتا ہو اور نہ بکریوں کی حفاظت میں تو ہر روز اس کے ثواب اعمال سے ایک قیراط کم ہوتا جائے گا۔ میں نے (سفیانؓ سے) پوچھا کہ کیا آپؓ نے خود یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا؟ انہوں نے کہا: ہاں، اس مسجد کے ربّ کی قسم۔

طرفہ: ۳۳۲۵۔

تشریح: **اِقْتِنَاءُ الْكَلْبِ لِلْحَرْثِ**: سابقہ عنوان میں جو استدلال کیا گیا ہے یہ باب اس کی تائید میں ہے۔ یعنی کتا مفید بھی ہے اور مضر بھی۔ اس کے پالنے کی ممانعت سے مراد تحریمی ممانعت نہیں۔ جن صورتوں میں وہ مفید ہو، ان میں پالا جاسکتا ہے اور جن میں وہ مضر ہو، ان میں اس کا پالنا ممنوع۔ کھیتی باڑی کی جو مذمت کی گئی ہے، وہ بھی اسی پر قیاس کی جائے گی۔

بَاب ٤ : اسْتِعْمَالُ الْبَقَرِ لِلْحِرَاثَةِ

کھیتی باڑی کے لئے گائے بیل سے کام لینا

٢٣٢٤ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا

۲۳۲۴: محمد بن بشار نے مجھے بتایا۔ (کہا:) ہم سے غندر نے بیان کیا۔ (غندر نے کہا:) ہمیں شعبہ نے بتایا۔ شعبہ نے سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف زہری سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ سے سنا۔ وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور حضرت ابوہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا: ایک بار ایک شخص بیل پر سوار جا رہا تھا۔ اتنے میں بیل

رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلَى بَقَرَةٍ الْتَفَتَتْ إِلَيْهِ فَقَالَتْ لَمْ أُخْلَقْ لِهٰذَا خُلِقْتُ لِلْحِرَاثَةِ قَالَ آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَأَخَذَ الذِّئْبُ شَاةً فَتَبِعَهَا الرَّاعِي فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ مَنْ لَّهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَا رَاعِيَ لَهَا غَيْرِيْ قَالَ آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ. قَالَ أَبُو سَلَمَةَ وَمَا هُمَا يَوْمَئِذٍ فِي الْقَوْمِ.

نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور یوں گویا ہوا کہ میں سواری کیلئے پیدا نہیں کیا گیا، بلکہ ہل چلانے کیلئے پیدا کیا گیا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: میں نے اور ابوبکرؓ اور عمرؓ نے اس کو مانا۔ (اسی طرح فرمایا:) کوئی بھیڑیا؛ بکری لے گیا۔ گڈریے نے اس کا پیچھا کیا تو بھیڑیے نے اس سے کہا: درندوں کے زمانے میں اس کا محافظ کون ہوگا؟ جس وقت میرے سوا اِس کا کوئی رکھوالا نہ ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا: میں نے اور ابوبکرؓ اور عمرؓ نے اس کو مانا۔ ابوسلمہ کہتے تھے۔ حالانکہ وہ دونوں (یعنی حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ) اس دن مجلس میں نہ تھے۔

اطرافہ: ۳٤۷۱، ۳٦٦۳، ۳٦۹۰۔

تشریح: اسْتِعْمَالُ الْبُقَرِ لِلْحِرَاثَةِ: زراعت کے تعلق میں یہ باب قائم کیا گیا ہے اور جو حدیث اس ضمن میں نقل کی گئی ہے وہ کتاب الانبیاء (روایت نمبر ۳۴۷۱) اور کتاب المناقب (روایت نمبر ۳۶۶۳) میں مفصل بیان ہوئی ہے۔ مسئلہ معنونہ سے تعلق صرف خُلِقْتُ لِلْحِرَاثَةِ کے الفاظ کا ہے۔

فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ: بعض نے واقعہ مذکورہ کو اِسرائیلیات میں سے گردانا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۱۶۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوۂ تبوک میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ بکریوں کا ایک ریوڑ بھٹک گیا اور بھیڑیا ایک بکری لے گیا۔ جس کا پیچھا کر کے گڈریوں نے اُسے چھڑا لیا تو اُس وقت بھیڑیے نے کہا: طُعْمَةٌ أَطْعَمَنِيْهَا اللّٰهُ تَنْزِعُوْنَهَا مِنِّيْ فَبُهِتَ الْقَوْمُ فَقَالَ مَا تَعْجَبُوْنَ ☆۔ یعنی ایک لقمہ تھا؛ جو اللہ نے مجھے کھانے کو دیا۔ تم مجھ سے وہ بھی چھینتے ہو۔ جس پر لوگ حیران ہوئے۔...... ابن اثیرؒ کہتے ہیں: مذکورہ بالا واقعہ اُہبان بن اوس اسلمی صحابیؓ کے ساتھ پیش آیا تھا۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۱۶۰) جو صورت بھی ہو، روایت زیرِ باب باعتبارِ سند صحیح ہے اور باب کا جو عنوان باندھا گیا ہے، اس کی تائید میں صرف اتنے الفاظ ہیں کہ خُلِقْتُ لِلْحِرَاثَةِ۔ بیل نے کہا کہ میں کھیتی کے کام کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔

لغت میں ہے کہ کسی چیز کی حالت کسی بات پر دلالت کرے تو اُسے بھی قول سے ہی تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسے امْتَلَأَ الْحَوْضُ وَقَالَ قَطْنِيْ (لسان العرب- قول) کہ جب حوض میں پانی کافی مقدار میں پڑ چکا تو اس نے کہا کہ اَب بس کرو اور پانی مجھ میں نہ ڈالو۔ یہاں حوض کا کہنا بزبانِ حال ہے۔ نیز بعض اوقات کشفاً اہل حال لوگوں کو بعض نظارے دکھائے جاتے ہیں اور وہ جانوروں کو بولتے سن لیتے ہیں۔ تفصیلی بحث کیلئے دیکھئے تشریح کتاب البیوع روایت نمبر ۲۰۹۵۔

☆ دیکھئے دلائل النبوة للأصبهاني، روایت نمبر ۳۶، جزء اوّل صفحہ ۵۲۔

بَاب ٥ : إِذَا قَالَ اكْفِنِي مَئُونَةَ النَّخْلِ وَغَيْرِهِ☆ وَتُشْرِكُنِي فِي الثَّمَرِ

اگر کوئی کہے کہ میری جگہ کھجور کے درخت یا☆ دُوسرے درختوں میں تم محنت کرو
اور پھلوں میں مجھے بھی شریک کرلو (تو کیا یہ جائز ہوگا)

٢٣٢٥ : حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَتِ الْأَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا النَّخِيْلَ قَالَ لَا فَقَالُوْا تَكْفُوْنَا الْمَئُوْنَةَ وَنَشْرَكْكُمْ فِي الثَّمَرَةِ قَالُوْا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا.

۲۳۲۵: حکم بن نافع نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں خبر دی۔ (اس نے کہا:) ابوزناد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہا کہ انصار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ ہمارے اور ہمارے بھائیوں (مہاجرین) کے درمیان کھجوروں کے درخت تقسیم کردیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ تب انصار نے (مہاجرین سے) کہا: تم ہماری جگہ محنت کرو اور ہم تمہیں میوے میں شریک کریں گے۔ انہوں نے کہا: اچھا۔ ہم نے قبول کیا۔

اطرافہ: ۲۷۱۹، ۳۷۸۲۔

تشریح: **اكْفِنِيْ مَؤُوْنَةَ النَّخْلِ:** آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انفرادی ملکیت میں دخل دینے سے انکار فرمایا۔ مگر انصار رضوان اللہ علیہم نے از خود مہاجرین کو اپنے باغوں کی پیداوار میں شریک کیا کہ وہ ان میں آبپاشی اور نگرانی وغیرہ کا کام کریں اور حاصلات سے فائدہ اُٹھائیں۔ اُن کا یہ نیک سلوک قابل قدر ہے۔

قَالَتِ الْأَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ ﷺ اقْسِمْ: انصار کا مطالبہ تقسیم کس قسم کا تھا؟ اس بارہ میں روایت مذکور خاموش ہے۔ لیکن بعض شارحین کا خیال ہے کہ بیعت عقبہ جو وادئ مکہ میں ہجرت سے قبل ہوئی تھی، اُس وقت آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصارؓ مدینہ پر یہ شرط بھی عائد کی تھی کہ وہ مہاجرین سے ہمدردی کے ساتھ پیش آئیں گے۔ اسی وجہ سے جب مہاجرینؓ مدینہ طیبہ میں آئے تو انہوں نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا؛ جو قبول نہ ہوا۔ نہ تو محض لفظ مواسات یا مواخات کا یہ مفہوم ہے اور نہ کسی کو کسی سے ایسا مطالبہ کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ امام ابن حجرؒ کے نزدیک یہ توجیہہ رکیک ہے۔ کیونکہ اگر مطلق مواسات کی شرط سے مہاجرینؓ اپنا حق سمجھتے تو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۲)

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ "اَوْ غَیْرِہٖ" کے الفاظ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۱۶۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

دراصل ہجرت کا ابتدائی زمانہ نہایت تنگی اور فقروفاقہ کا تھا۔ ایسی حالت میں بعض کی طرف سے مذکورہ بالا سوال ایک طبعی امر تھا کہ انہیں مدینہ کے نخلستانوں سے بعض درخت دیئے جائیں اور وہ ان سے گزارہ کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دخل دینا اس لئے پسند نہیں کیا کہ انصارؓ مدینہ پر آپؐ کو حسن ظن تھا کہ وہ اپنے مہاجر بھائیوں سے حسن سلوک برتنے سے باز نہیں رہیں گے اور اِس طرح مہاجرینؓ کا وقار بھی قائم رکھا۔

بَاب ٦ : قَطْعُ الشَّجَرِ وَالنَّخْلِ

عام درختوں اور کھجوروں کا کاٹنا

وَقَالَ أَنَسٌ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّخْلِ فَقُطِعَ.

اور حضرت انسؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کے درخت (کاٹ دینے) کا حکم دیا اور وہ کاٹ دیئے گئے۔

٢٣٢٦: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ وَلَهَا يَقُوْلُ حَسَّانُ:

لَهَانَ عَلَى سَرَاةِ بَنِي لُؤَيٍّ
حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرُ

۲۳۲۶: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ جویریہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے بنونضیر کی کھجوریں جلوا دیں اور کٹوا دیں اور اسی باغ کو بُوَیرہ کا باغ کہتے تھے۔ چنانچہ اس کے بارے میں حضرت حسانؓ کا شعر ہے:

جو آگ بُوَیرہ باغ میں ہر طرف مشتعل ہوئی وہ بنی لوئی
کے سرداروں کے لئے بالکل معمولی سی بات تھی۔

اطرافهُ: ٣٠٢١، ٤٠٣١، ٤٠٣٢، ٤٨٨٤۔

تشریح: **قَطْعُ الشَّجَرِ وَالنَّخْلِ:** سابقہ ابواب میں کاشتکاری کرنے اور درختوں کے لگانے کی فضیلت کا ذکر تھا۔ لیکن اس باب میں بوقت ضرورت درختوں کے کاٹنے کی اجازت کا ذکر ہے۔ ابتداء میں حضرت انسؓ کی بیان کردہ حدیث کا ایک ٹکڑا بیان کیا گیا۔ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے مسجد بنانے کے لئے بنی نجار سے جگہ لی۔ وہاں کھجوروں کے درخت تھے؛ جو آپؐ نے کٹوا دیئے۔

(دیکھئے کتاب الصلاۃ روایت نمبر ۴۲۸، کتاب الحج روایت نمبر ۱۸۶۸)

حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ: روایت نمبر ۲۳۲۶ میں اس بات کا ذکر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کے باغات کٹوا دیئے۔ بنونضیر یہودیوں کا قبیلہ تھا اور ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ان پر جب حملہ کیا گیا تو اُن کے کھجوروں کے درخت جلوا دیئے گئے؛ تاکہ میدان صاف ہو جائے اور دشمن کو چھپ رہنے اور کمین گاہ سے مسلمانوں پر حملہ کا موقع نہ ملے۔

حدیث کے آخر میں جس شعر کا ذکر کیا گیا ہے، وہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا ہے۔ بُوَیرہ وہ مقام تھا، جہاں بنونضیر کے باغات تھے اور بنی لوئی قریش کو کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ ۱۶۳)

بَاب ۷

۲۳۲۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ الْأَنْصَارِيِّ سَمِعَ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ قَالَ كُنَّا أَكْثَرَ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مُزْدَرَعًا كُنَّا نُكْرِي الْأَرْضَ بِالنَّاحِيَةِ مِنْهَا مُسَمًّى لِسَيِّدِ الْأَرْضِ قَالَ فَمِمَّا يُصَابُ ذَلِكَ وَتَسْلَمُ الْأَرْضُ وَمِمَّا يُصَابُ الْأَرْضُ وَيَسْلَمُ ذَلِكَ فَنُهِيْنَا وَأَمَّا الذَّهَبُ وَالْوَرِقُ فَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ.

۲۳۲۷: محمد بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ یحيٰ بن سعید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حنظلہ بن قیس انصاری سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت رافع بن خدیجؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: مدینے والوں میں سب سے زیادہ کھیت ہمارے تھے؛ جو ہم بٹائی پر دیا کرتے۔ اس شرط پر کہ زمین کے ایک معین حصہ کی پیداوار زمین کے مالک کے لئے ہوگی۔ وہ کہتے تھے کہ کبھی ایسا ہوتا کہ وہ حصہ خراب ہو جاتا اور باقی زمین محفوظ رہتی اور کبھی ایسا ہوتا کہ باقی ساری زمین خراب ہو جاتی اور وہ حصہ محفوظ رہتا۔ اس لئے ہمیں (اس کی) ممانعت کی گئی۔ سونے اور چاندی (کے بدلے ٹھیکہ دینے) کا اُن دنوں رواج نہ تھا۔

اطرافهُ: ۲۲۸٦، ۲۳۳۲، ۲۳٤٤، ۲۷۲۲۔

تشریح: یہ باب بغیر عنوان کے ہے اور اس میں صرف ایک روایت پر اِکتفا کیا گیا ہے۔ جس میں مزارعت کی وہ صورت بیان کی گئی ہے جو مزارع کے لئے نقصان دہ ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اختیار کرنے سے روک دیا۔

بَاب ۸: اَلْمُزَارَعَةُ بِالشَّطْرِ وَنَحْوِهِ

نصف حصہ یا اس سے کم وبیش حصہ پر بٹائی کرنا

وَقَالَ قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ

اور قیس بن مسلم نے ابوجعفر سے روایت نقل کی کہ وہ

قَالَ مَا بِالْمَدِيْنَةِ أَهْلُ بَيْتِ هِجْرَةٍ إِلَّا يَزْرَعُوْنَ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَزَارَعَ عَلِيٌّ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ وَعَبْدُ اللهِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَالْقَاسِمُ وَعُرْوَةُ وَآلُ أَبِي بَكْرٍ وَآلُ عُمَرَ وَآلُ عَلِيٍّ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَسْوَدِ كُنْتُ أُشَارِكُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيْدَ فِي الزَّرْعِ وَعَامَلَ عُمَرُ النَّاسَ عَلَى إِنْ جَاءَ عُمَرُ بِالْبَذْرِ مِنْ عِنْدِهِ فَلَهُ الشَّطْرُ وَإِنْ جَاءُوْا بِالْبَذْرِ فَلَهُمْ كَذَا. وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ تَكُوْنَ الْأَرْضُ لِأَحَدِهِمَا فَيُنْفِقَانِ جَمِيْعًا فَمَا خَرَجَ فَهُوَ بَيْنَهُمَا. وَرَأَى ذَلِكَ الزُّهْرِيُّ. وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ يُّجْتَنَى الْقُطْنُ عَلَى النِّصْفِ. وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَعَطَاءٌ وَالْحَكَمُ وَالزُّهْرِيُّ وَقَتَادَةُ لَا بَأْسَ أَنْ يُّعْطِيَ الثَّوْبَ بِالثُّلُثِ أَوِ الرُّبُعِ وَنَحْوِهِ. وَقَالَ مَعْمَرٌ لَا بَأْسَ أَنْ تُكْرَى الْمَاشِيَةُ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى.

کہتے تھے: مدینہ میں کسی مہاجر کا گھرانہ ایسا نہ تھا جو تہائی یا چوتھائی بٹائی پر کاشت نہ کرتے ہوں۔ اور حضرت علیؓ، حضرت سعد بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، عمر بن عبدالعزیز، قاسم، عروہ اور حضرت ابوبکرؓ کے خاندان کے لوگ اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے خاندان کے افراد اور ابن سیرین سب بٹائی کیا کرتے تھے۔ اور عبدالرحمٰن بن اسود نے بیان کیا کہ میں عبدالرحمٰن بن یزید کی کھیتی میں شریک ہوا کرتا تھا۔ اور حضرت عمرؓ نے لوگوں سے اس شرط پر بٹائی کی کہ اگر بیج عمرؓ کا ہو تو کھیتی کی پیداوار کا نصف اُن کا ہوگا۔ لیکن اگر تخم دوسرے لوگ لائیں تو اُن کا اتنا حصہ ہوگا۔ حسن (بصری) کہتے تھے: اس میں کوئی حرج نہیں کہ دو اشخاص میں سے کسی ایک کی زمین ہو۔ پھر وہ دونوں مل کر زمین کی کاشت میں خرچ کریں اور جو پیداوار ہو، وہ ان میں نصف نصف ہو۔ اور زُہری کا بھی یہی خیال تھا۔ اور حسن نے کہا: کوئی حرج نہیں کہ کپاس کی آدھوں آدھ پر چنائی ہو اور ابراہیم (نخعی)، ابن سیرین، عطاء، حکم، زُہری اور قتادہ نے کہا ہے: اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ (بافندہ کو) کپڑا تہائی، چوتھائی یا اس سے کم و بیش بُننے کی اجرت میں دیا جائے۔ اور معمر نے کہا: اس بات میں بھی کوئی حرج نہیں کہ کوئی جانور ایک معین مدت کے لئے تہائی یا چوتھائی حصہ آمد کا لینے کی شرط پر دیا جائے۔

٢٣٢٨ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ فَكَانَ يُعْطِي أَزْوَاجَهُ مِائَةَ وَسْقٍ ثَمَانُوْنَ وَسْقَ تَمْرٍ وَعِشْرُوْنَ وَسْقَ شَعِيْرٍ وَقَسَمَ عُمَرُ خَيْبَرَ فَخَيَّرَ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّقْطِعَ لَهُنَّ مِنَ الْمَاءِ وَالْأَرْضِ أَوْ يُمْضِيَ لَهُنَّ فَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْأَرْضَ وَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْوَسْقَ وَكَانَتْ عَائِشَةُ اخْتَارَتِ الْأَرْضَ.

۲۳۲۸: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا کہ انس بن عیاض نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ (عمری) سے، انہوں نے نافع سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں بتایا: نبی ﷺ نے (یہودیوں کو) خیبر کی زمین نصف پیداوار لینے کی شرط پر دی تھی۔ خواہ پھل ہوں یا اناج۔ پھر آپؐ اپنی ازواج کو سَو وسق دیا کرتے تھے: اَسّی وسق کھجور کے اور بیس وسق جَو کے۔ حضرت عمرؓ نے (اپنی خلافت کے زمانہ میں یہودیوں کو نکال کر) خیبر کی زمین تقسیم کر دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو اختیار دیا کہ اگر وہ چاہیں تو عمرؓ اُن کو زمین اور پانی کا حصہ دے دیں (اور کاشت کا انتظام وہ خود کریں) یا جس طرح پہلے ان کو پیداوار ملا کرتی تھی، ویسی ملتی رہے۔ ازواج مطہرات میں سے بعض نے زمین پسند کی اور بعض نے وسق اور حضرت عائشہؓ نے زمین لینی پسند کی۔

اطرافهُ: ٢٢٨٥، ٢٣٢٩، ٢٣٣١، ٢٣٣٨، ٢٤٩٩، ٢٧٢٠، ٣١٥٢، ٤٢٤٨۔

تشریح: **اَلْمُزَارَعَةُ بِالشَّطْرِ وَنَحْوِهِ:** روایت زیر باب میں نصف بٹائی پر زمین کاشت کے لئے دینے کا ذکر تو موجود ہے۔ مگر اس سے کم وبیش بٹائی کا ذکر نہیں۔ البتہ عنوانِ باب میں صحابہ اور تابعین کے کئی ایک اقوال کا ذکر کیا ہے۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے زمانہ میں بٹائی پر زمین دینے کا طریق رائج تھا۔ کہیں نصف پیداوار لینے کی شرط پر اور کہیں ایک تہائی پر۔ بشرطیکہ پانی کا انتظام مزارع کرے۔

وَعَامَلَ عُمَرُ النَّاسَ ....: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل درآمد کا جو حوالہ دیا گیا ہے، وہ ابن ابی شیبہ☆ نے موصولاً نقل کیا ہے کہ وہ مزارعین کو دو تہائی پیداوار دیتے، اگر بیج اور سامان ان کی طرف سے ہوتا۔ ورنہ نصف اور اس صورت میں بیج اور جوتنے کا سامان اور جانور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مہیا کئے جاتے۔ کھجور کا پانچواں اور انگور کا

☆ (مصنف ابن ابی شیبه، كتاب المغازی، باب ما ذكروا فی أهل نجران، جزء۷ صفحہ۴۲۶)

ایک تہائی پھل نگرانی کرنے والوں کا حق ہوتا۔ یہ روایت امام بیہقی نے بھی نقل کی ہے۔مگر اِن کی روایت میں کھجور اور انگور کے پھلوں کی نسبت صرف ایک تہائی بٹائی کا ذکر ہے[1] اور یہ صورت مبنی بر اِنصاف ہے۔

قیس کا حوالہ مسند عبدالرزاق میں مروی ہے[2] جس سے پایا جاتا ہے کہ مدینہ میں قدیم طریق بٹائی ایک تہائی یا ایک چوتھائی کا تھا۔مگر بعد میں مزارع کے لئے سہولت سے کام لیا گیا۔اس تعلق میں باب ۱۲ و باب ۱۷ بھی دیکھئے۔

بعض فقہاء نے بٹائی پر زمین دینے کو ناجائز قرار دیا ہے۔(عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۱۶۷) لیکن درحقیقت بٹائی پر زمین دینے کی وہ صورت ممنوع ہے جس سے فریقین میں سے کسی ایک کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو۔

بَاب ۹ : إِذَا لَمْ يَشْتَرِطِ السِّنِيْنَ فِي الْمُزَارَعَةِ

اگر کوئی بٹائی میں سالوں کی شرط نہ کرے (تو اس کا کیا حکم ہے؟)

۲۳۲۹ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ عَامَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ.

۲۳۲۹: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰ بن سعید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ سے روایت کی کہ نافع نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا۔ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمینوں کی بٹائی نصف پیداوار کی شرط پر کی؛ خواہ میوہ ہو یا اناج۔

اطرافہ: ۲۲۸۵، ۲۳۲۸، ۲۳۳۱، ۲۳۳۸، ۲۴۹۹، ۲۷۲۰، ۳۱۵۲، ۴۲۴۸۔

بَاب ۱۰

۲۳۳۰ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو قُلْتُ لِطَاوُسٍ لَوْ تَرَكْتَ الْمُخَابَرَةَ فَإِنَّهُمْ يَزْعُمُوْنَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهُ قَالَ أَيْ عَمْرٌو إِنِّي أُعْطِيْهِمْ

۲۳۳۰: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا کہ عمرو (بن دینار) کہتے تھے: میں نے طاؤس سے کہا: اگر تم بٹائی چھوڑ دو تو بہتر ہے۔ کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ طاؤس نے کہا: عمرو! میں

[1] (سنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب المزارعة، باب من أباح المزارعة بجزء معلوم، جزء۶ صفحہ ۱۳۵)

[2] (مصنف عبد الرزاق، کتاب البیوع، باب المزارعة على الثلث والربع، جزء۸ صفحہ ۱۰۰)

وَأُعِيْنُهُمْ☆ وَإِنَّ أَعْلَمَهُمْ أَخْبَرَنِي يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ وَلٰكِنْ قَالَ أَنْ يَّمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَّأْخُذَ عَلَيْهِ خَرْجًا مَّعْلُوْمًا.

لوگوں کو زمینیں دیتا ہوں اور اُن کا فائدہ کرتا ہوں☆ اور صحابہ میں جو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں، انہوں نے مجھے بتایا ہے؛ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی ﷺ نے اس سے منع نہیں کیا۔ بلکہ فرمایا: اگر تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو یونہی مفت زمین دیدے تو یہ امر اس کا مقررہ محصول لینے سے بہتر ہے۔

اطرافہ: ۲۳۴۲، ۲۶۳۴۔

بَاب ۱۱ : اَلْمُزَارَعَةُ مَعَ الْيَهُوْدِ

یہود کو زمین بٹائی پر دینا

۲۳۳۱ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَى خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ عَلَى أَنْ يَّعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا.

۲۳۳۱: محمد بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ عبیداللہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو خیبر (کی زمین) اس شرط پر دی تھی کہ وہ اس میں محنت کریں اور اس میں کاشت کریں اور ان کے لئے پیدا وار میں سے نصف حصہ ہوگا۔

اطرافہ: ۲۲۸۵، ۲۳۲۸، ۲۳۲۹، ۲۳۳۸، ۲۴۹۹، ۲۷۲۰، ۳۱۵۲، ۴۲۴۸۔

تشریح: اِذَا لَمْ يَشْتَرِطِ السِّنِيْنَ فِي الْمُزَارَعَةِ: روایت نمبر ۲۳۲۹ جو متعدد سندوں سے منقول ہے۔ کسی سند میں بھی خیبر کی بٹائی کے وقت کا ذکر نہیں۔ بلکہ اس کی بعض سندوں میں اس کے برعکس یہ صراحت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہودِ خیبر سے فرمایا: نُقِرُّكُمْ مَا أَقَرَّكُمُ اللهُ (کتاب الشروط، روایت نمبر ۲۷۳۰) یعنی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے، ہم اراضی خیبر کا ٹھیکہ تمہارے پاس رکھیں گے۔ باب ۱۷ کے ارشاد میں بھی وقت کی تعیین نہیں۔ اس کی ایک دوسری سند میں یہ الفاظ ہیں: مَا شِئْنَا۔ (روایت نمبر ۲۳۳۸) جب تک ہم چاہیں گے۔ جمہور کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کاشت کے ٹھیکے میں میعاد کی تعیین ضروری ہے۔ کیونکہ وہ عقودِ لازمہ میں سے ایک عقد ہے اور اگر ٹھیکہ میں

☆ کشمیهنی کی روایت کے مطابق اس جگہ ''وَأُغْنِيهِمْ'' کا لفظ ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۹)

معین وقت کا ذکر نہ ہو تو سمجھا جائے گا کہ سال بھر کے لئے ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۸) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۱۶۸) مگر امام بخاریؒ محولہ بالا روایت کو مسئلہ معنونہ استنباط کرنے میں کافی نہیں سمجھے۔ کیونکہ جنگی حالات معین میعاد پر ٹھیکہ دینے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ عنوانِ باب جملہ شرطیہ ناقصہ ہے۔ یعنی شرط کا جواب اس میں چھوڑ دیا گیا ہے اور باب نمبر۱۰ بلا عنوان ہے اور لفظ مخابرۃ سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کی نوعیت عام مزارعت سے جدا تھی۔

لَوْ تَرَكْتَ الْمُخَابَرَةَ: مخابرہ کے معنے ہیں یہودِ خیبر کے ساتھ ٹھیکہ جو خاص حالات میں معاہدہ بٹائی کی صورت میں منعقد ہوا۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۹) باب ۱۰ کی روایت میں عمرو بن دینار اور طاؤسؒ کی گفتگو کا ذکر ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ مخابرہ ان کی گفتگو میں بطور استعارہ استعمال ہوا ہے؛ جس کے معنے مزارعت ہی کے تھے۔

فَإِنَّهُمْ يَزْعُمُونَ کے الفاظ سے ان کا اشارہ روایت نمبر ۲۳۲۷ کی طرف ہے؛ جو حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جس میں اس امر کی صراحت ہے کہ اُن دنوں اراضی کے لگان میں سونا چاندی دینے کا رواج نہ تھا۔ بلکہ بٹائی کا رواج تھا۔ طاؤس کی نسبت مسلمؒ اور نسائیؒ نے نقل کیا ہے کہ وہ سونے اور چاندی کے بدلے ٹھیکہ پر زمین دینا ناپسند کرتے تھے☆ جبکہ عمرو بن دینارؒ کے نزدیک یہ جائز تھا۔ چنانچہ اپنے قول کی تصدیق کرانے کی غرض سے وہ انہیں حضرت رافع بن خدیجؓ کے پاس لے گئے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۹)

مذکورہ بالا روایت سے یہ ثابت کرنا مقصود نہیں کہ کونسی صورت بہتر، جائز یا ناجائز ہے۔ بلکہ صرف لفظ مخابرہ کی وجہ تسمیہ بتانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ باب ۱۱ کے عنوان سے بھی یہی بتایا گیا ہے کہ مخابرہ کی مذکورہ بالا صورت (یعنی بغیر معین میعاد کے ٹھیکہ) صرف یہود ہی کے ساتھ مخصوص تھی۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے برسرِ پیکار رہے اور اُن کی صلح وغیرہ تسلی بخش نہ تھی۔

امام شافعیؒ کے نزدیک مخابرہ اور مزارعہ میں یہ فرق ہے کہ اوّل الذکر سمجھوتے کا تعلق زمین کی پیداوار میں ایک معین حصے سے ہے اور ثانی الذکر سمجھوتے میں زمین ٹھیکے پر دینے اور اس میں اپنی مرضی سے کاشت کرنے اور پیداوار کا ایک معین حصہ لینے دینے سے۔ لیکن جمہور کے نزدیک دونوں سمجھوتے ایک ہی قسم کے ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۶، ۱۹)

بَاب ۱۲ : مَا يُكْرَهُ مِنَ الشُّرُوْطِ فِي الْمُزَارَعَةِ

جو شرطیں بٹائی میں ناپسندیدہ ہیں (ان کا بیان)

۲۳۳۲ : حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى سَمِعَ

۲۳۳۲: صدقہ بن فضل نے ہم سے بیان کیا کہ (سفیان) بن عیینہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحییٰ

☆ (مسلم، کتاب البیوع، باب الأرض تمنح)
(نسائی، کتاب الأیمان والنذور، باب ذکر الاحادیث المختلفة فی النهی عن کراء الأرض)

حَنْظَلَةَ الزُّرَقِيَّ عَنْ رَافِعٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا أَكْثَرَ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ حقْلًا وَكَانَ أَحَدُنَا يُكْرِي أَرْضَهُ فَيَقُوْلُ هَذِهِ الْقِطْعَةُ لِي وَهَذِهِ لَكَ فَرُبَّمَا أَخْرَجَتْ ذِهْ وَلَمْ تُخرِجْ ذِهْ فَنهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(بن سعید انصاری) سے روایت کی کہ انہوں نے حنظلہ زُرَقی سے سنا۔ وہ حضرت رافع (بن خدیج) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: مدینہ والوں میں ہمارے کھیت سب سے زیادہ تھے اور ہم میں سے کوئی اپنی زمین کرایہ پر دیتا اور (کرایہ پر لینے والے کو) کہتا: یہ قطعہ (زمین) میرا ہے اور یہ تمہارا۔ تو کبھی ایسا ہوتا کہ یہ ٹکڑا پیداوار دیتا اور وہ ٹکڑا پیداوار نہ دیتا۔ اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس طریق سے منع فرمایا۔

اطرافهُ: ٢٢٨٦، ٢٣٢٧، ٢٣٤٤، ٢٧٢٢۔

تشریح: مَا يُكْرَهُ مِنَ الشُّرُوْطِ فِي الْمُزَارَعَةِ: مزارعت بھی چونکہ ایک معاہدہ کی صورت ہے۔ اس لئے فریقین کی رضامندی پر ہی اس کے انعقاد کا انحصار ہے اور اس معاہدے میں عام دستور کا لحاظ اور پابندیٔ عہد لازمی ہے۔ (کتاب البیوع باب ۹۵) لیکن شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے معاہدات میں ایک اصولی ہدایت فرمائی ہے، جسے ملحوظ رکھنا اَز بس ضروری ہے۔ لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ۔ یعنی ان میں ایسی صورت نہ اختیار کی جائے، جو کسی فریق کے لئے نقصان دِہ ہو۔ (ابن ماجه، كتاب الأحكام، باب من بنى فى حقه ما يضرّ بجاره) اور فرمایا: لَا غَرَرَ۔ یعنی کسی قسم کا دھوکہ فریب نہ ہو۔ آپؐ نے معاملات بیع وشراء میں بھی یہی تاکید فرمائی ہے۔ (دیکھئے کتاب البیوع باب ۴۸، ۸۱) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت کے لیے باب ۷ بھی دیکھئے۔

بَاب ۱۳

إِذَا زَرَعَ بِمَالِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ وَكَانَ فِي ذَلِكَ صَلَاحٌ لَهُمْ

اگر کوئی کسی کے روپیہ سے بغیر اجازت کھیتی باڑی کرے اور اس میں ان کی بہتری ہو (اس کے بارے میں ارشادات)

۲۳۳۳: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا

۲۳۳۳: ابراہیم بن منذر نے ہمیں بتایا۔ ابوضمرہ نے ہم سے بیان کیا کہ موسیٰ بن عقبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: ایک بار تین شخص چلے

ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَمْشُوْنَ أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ فَأَوَوْا إِلَى غَارٍ فِي جَبَلٍ فَانْحَطَّتْ عَلَى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَانْطَبَقَتْ عَلَيْهِمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ انْظُرُوْا أَعْمَالًا عَمِلْتُمُوْهَا صَالِحَةً لِلَّهِ فَادْعُوْا اللهَ بِهَا لَعَلَّهُ يُفَرِّجُهَا عَنْكُمْ قَالَ أَحَدُهُمُ اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَ لِي وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ وَلِي صِبْيَةٌ صِغَارٌ كُنْتُ أَرْعَى عَلَيْهِمْ فَإِذَا رُحْتُ عَلَيْهِمْ حَلَبْتُ فَبَدَأْتُ بِوَالِدَيَّ أَسْقِيْهِمَا قَبْلَ بَنِيَّ وَإِنِّي اسْتَأْخَرْتُ ذَاتَ يَوْمٍ وَلَمْ آتِ حَتَّى أَمْسَيْتُ فَوَجَدْتُّهُمَا نَامَا فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ أَحْلُبُ فَقُمْتُ عِنْدَ رُءُوْسِهِمَا أَكْرَهُ أَنْ أُوْقِظَهُمَا وَأَكْرَهُ أَنْ أَسْقِيَ الصِّبْيَةَ وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُهُ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا فَرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ فَفَرَجَ اللهُ فَرَأَوُا السَّمَاءَ وَقَالَ الْآخَرُ اللَّهُمَّ إِنَّهَا كَانَتْ لِي بِنْتُ عَمٍّ أَحْبَبْتُهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ

جا رہے تھے کہ انہیں بارش نے آلیا تو انہوں نے پہاڑ کی ایک غار میں پناہ لی۔اس پہاڑ سے ایک پتھر غار کے منہ پر آگرا اور انہیں غار کے اندر بند کردیا۔تب وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔اپنے اپنے نیک عملوں پر نظر کرو؛ جو تم نے اللہ کے لئے کئے ہوں اور ان کے وسیلے سے اللہ سے دعا کرو۔شاید وہ اس (پتھر) کو تم سے ہٹا (کر نجات) دے۔ان میں سے ایک نے کہا: اے میرے اللہ! میرے ماں باپ بہت ہی بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ میں اُن (کے پالنے) کے لئے جانور چرایا کرتا تھا۔جب شام کو گھر آتا تو میں دودھ کو پہلے والدین سے شروع کرتا۔ اپنے بچوں سے پہلے اُن کو پلاتا اور مجھے ایک دن دیر ہوگئی۔شام ہونے کے بعد گھر آیا اور انہیں سویا ہوا پایا۔ میں نے دودھ دوہا؛ جیسا کہ دودھ دوہا کرتا تھا اور اُن کے سرہانے کھڑا ہوگیا۔ مجھے یہ بھی ناپسند تھا کہ اُن کو جگاؤں اور یہ بھی ناپسند تھا کہ بچوں کو (پہلے) پلاؤں، حالانکہ بچے میرے پاؤں کے پاس بھوک کی وجہ سے بلک رہے تھے۔اسی حالت میں صبح ہوگئی۔اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ تیری رضا کے لئے کیا تھا تو تُو ہمارے لئے راستہ کھول دے۔جس سے ہم آسمان دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ راستہ کھول دیا اور انہوں نے آسمان دیکھا اور دوسرے نے کہا: اے میرے اللہ! میرے چچا کی ایک بیٹی تھی۔جس سے میں اتنی ہی محبت رکھتا تھا جو مردوں کو عورتوں سے ہوسکتی ہے۔میں نے اس سے وصال چاہا۔اس نے نہ مانا؛ جب تک کہ میں اُسے ایک

الرِّجَالُ النِّسَاءَ فَطَلَبْتُ مِنْهَا فَأَبَتْ حَتَّى أَتَيْتُهَا بِمِائَةِ دِيْنَارٍ فَبَغَيْتُ حَتَّى جَمَعْتُهَا فَلَمَّا وَقَعْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ يَا عَبْدَ اللهِ اتَّقِ اللهَ وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ فَقُمْتُ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُهُ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا فَرْجَةً فَفَرَجَ وَقَالَ الثَّالِثُ اللَّهُمَّ إِنِّي اسْتَأْجَرْتُ أَجِيْرًا بِفَرَقٍ☆ أَرُزٍّ فَلَمَّا قَضَى عَمَلَهُ قَالَ أَعْطِنِي حَقِّي فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ فَرَغِبَ عَنْهُ فَلَمْ أَزَلْ أَزْرَعُهُ حَتَّى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرُعَاتَهَا فَجَاءَنِي فَقَالَ اتَّقِ اللهَ فَقُلْتُ اذْهَبْ إِلَى ذَلِكَ الْبَقَرِ وَرُعَاتِهَا فَخُذْ فَقَالَ اتَّقِ اللهَ وَلَا تَسْتَهْزِئْ بِي فَقُلْتُ إِنِّي لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ فَخُذْ فَأَخَذَهُ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ مَا بَقِيَ فَفَرَجَ اللهُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَالَ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ فَسَعَيْتُ.

اطرافه: ۲۲۱۵، ۲۲۷۲، ۳۴۶۵، ۵۹۷۴۔

سو اَشرفیاں نہ لا دوں۔ میں نے جستجو کر کے اشرفیاں جمع کیں۔ جب میں اس کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھ گیا تو اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈرو اور اس مہر کو جائز طریقے سے ہی کھولو۔ میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیرے منہ کی خاطر کیا تو ہم سے اِس پتھر کو ہٹا کر راستہ کر دے۔ چنانچہ وہ پتھر کچھ اور سرک گیا اور تیسرے نے کہا: اے میرے اللہ! میں نے ایک فرق☆ چاولوں کے بدلے ایک شخص کو مزدوری پر لگایا تھا۔ جب وہ اپنا کام کر چکا تو اس نے کہا: مجھے میرا حق دو۔ میں نے اس کے سامنے پیش کیا۔ اس نے اس کو منظور نہ کیا۔ میں ان چاولوں سے کھیتی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس سے میں نے گائے بیل اور اُن کے چرواہے اکٹھے کر لئے۔ کچھ عرصہ بعد وہ میرے پاس آیا اور کہا: اللہ سے ڈرو (اور میری مزدوری دے دو۔) میں نے کہا: ان گائے بیلوں اور ان کے چرواہوں کے پاس جاؤ اور انہیں سنبھال لو۔ اس نے کہا: اللہ سے ڈرو۔ مجھ سے ٹھٹھا نہ کرو۔ میں نے جواب دیا۔ میں تم سے ٹھٹھا نہیں کرتا۔ انہیں لے لو۔ چنانچہ اس نے انہیں لے لیا۔ (اے اللہ!) اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیرے منہ کی خاطر کیا تھا تو جو (پتھر) باقی رہتا ہے، اسے بھی ہٹا دے تو اللہ نے اُسے ہٹا دیا۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے نافع سے بَغَیْتُ کی جگہ سَعَیْتُ کا لفظ روایت کیا۔

☆ فَرَق تین صاع یا سولہ رطل کا ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۱۷۲)

تشریح: **اِذَا زَرَعَ بِمَالِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ:** اس تعلق میں دیکھئے کتاب البیوع تشریح باب ۹۸۔ اس باب کے لانے کا منشاء یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے مال سے کام کرے تو اس کی آمد رقم والے کی ہوگی اور وہ اسے لے سکتا ہے۔

بَاب ١٤

أَوْقَافُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَرْضُ الْخَرَاجِ وَمُزَارَعَتُهُمْ وَمُعَامَلَتُهُمْ

صحابۂ نبی ﷺ کے اوقاف اور اَراضی خراج اور اُن کی بٹائی اور اُن کے معاملات

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ تَصَدَّقْ بِأَصْلِهِ لَا يُبَاعُ وَلَكِنْ يُنْفَقُ ثَمَرُهُ فَتَصَدَّقَ بِهِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: اصل (زمین) کو وقف کردیں۔ وہ بیچی نہ جائے؛ بلکہ اس کی پیداوار سے خرچ کیا جائے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس کو وقف کردیا۔

٢٣٣٤: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَوْلَا آخِرُ الْمُسْلِمِيْنَ مَا فَتَحْتُ قَرْيَةً إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ أَهْلِهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ.

۲۳۳۴: صدقہ (بن فضل) نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن (بن مہدی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے زید بن اسلم سے، زید نے اپنے باپ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر نئے آنے والے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا تو میں جو بھی بستی فتح کرتا، اُس کو اُس کے فتح کرنے والوں ہی میں بانٹ دیتا؛ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو بانٹا۔

اطرافه: ٣١٢٥، ٤٢٣٥، ٤٢٣٦.

تشریح: **اَوْقَافُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَرْضُ الْخَرَاجِ وَمَزَارَعَتُهُمْ:** آنحضرت ﷺ کی بعض اراضیات بطور وقف تھیں اور صحابہ کرامؓ ان میں بطور مزارع کاشت کرتے تھے۔ یہود کی خیبر کی اراضی بھی انہیں کاشت کے لئے دی گئی اور وہ اس کا لگان یعنی پیداوار کا مقررہ حصہ ادا کرتے تھے۔

تَصَدَّقْ بِأَصْلِهِ لَا يُبَاعُ وَلَكِنْ يُنْفَقُ ثَمَرُهُ: عنوانِ باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ محولہ روایت کتاب الوصایا میں حضرت ابن عمرؓ سے مفصل منقول ہے کہ مقام ثمغ میں حضرت عمرؓ

کا ایک قطعہ اراضی تھا۔ جس میں نخلستان تھا۔ انہوں نے یہ یتامیٰ وغیرہ کے لئے بطور صدقہ وقف کر دیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے حاصلات سے فائدہ اُٹھایا جائے اور اصل جائیداد محفوظ رہے؛ نہ بیع کی جائے اور نہ ورثہ میں تقسیم ہو۔ (کتاب الوصایا، باب ۲۲، روایت نمبر ۲۷۶۴) معجم البکری میں ذکر کیا گیا ہے کہ مدینہ کے قریب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک نخلستان تھا۔ وہ ایک دن وہاں گئے اور نمازِ عصر نہ پڑھ سکے۔ اس لئے بطور کفارہ یہ نخلستان وقف کر دیا۔ ابن اثیرؒ نے بھی اپنی تاریخ میں اس کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ثمغ کے علاوہ اُن کا ایک اور باغ بھی تھا جو صرمہ بن اکوع کے نام سے مشہور تھا۔ اس باغ کو بھی حضرت عمرؓ نے وقف کر دیا تھا۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۷۳)

لَوْ لَا آخِرُ الْمُسْلِمِيْنَ .....: ابن التینؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آیت **وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ** ○ (الحشر: ۱۱) سے استنباط کیا ہے کہ عراق عرب کی مفتوحہ زمین بجائے تقسیم لگان اور بٹائی پر دی جائے تا مستقبل میں ضرورت مند مسلمانوں کے لئے کام آئے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۳) (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۷۳) آیت کا ترجمہ یہ ہے اور جو لوگ ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں: اے ہمارے ربّ! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں؛ بخش اور ہمارے دلوں میں مومنوں کے لئے کینہ نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے ربّ! تو بہت ہی مہربان اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

بَاب ١٥ : مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَوَاتًا

(یہ باب اس بارے میں ہے کہ) جس نے بنجر زمین آباد کی (اس کا کیا حکم ہے؟)

وَرَأَى ذَلِكَ عَلِيٌّ فِي أَرْضِ الْخَرَابِ بِالْكُوْفَةِ مَوَاتٌ. وَقَالَ عُمَرُ مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ. وَيُرْوَى عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ فِي غَيْرِ حَقِّ مُسْلِمٍ وَلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ فِيْهِ حَقٌّ. وَيُرْوَى فِيْهِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور حضرت علیؓ نے کوفہ کی غیر آباد زمین کے لئے یہی فرمایا (کہ جو آباد کرے، وہ اس کی ملکیت ہوگی) اور حضرت عمرؓ نے کہا: جس نے غیر آباد زمین آباد کی، وہ اسی کی ہو جاتی ہے اور حضرت عمرو بن عوفؓ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔ انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی اور اس پر اتنا زیادہ کیا: بشرطیکہ وہ کسی مسلمان کی ملکیت نہ ہو اور ایسے شخص کے لئے جو ظالم طبع ہو، ایسی زمین میں حق نہیں اور یہی حضرت جابرؓ سے بھی مروی ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔

۲۳۳۵: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْمَرَ أَرْضًا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ فَهُوَ أَحَقُّ. قَالَ عُرْوَةُ قَضَى بِهِ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي خِلَافَتِهِ.

۲۳۳۵: یحیٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ بن ابی جعفر سے، عبیداللہ نے محمد بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، حضرت عائشہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جو شخص ایسی زمین آباد کرے، جو کسی کی ملکیت نہ ہو تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔ عروہ نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں یہی فیصلہ کیا۔

تشریح: مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَّوَاتًا: مَوات کے معنے غیر آباد، دور اُفتادہ زمین کے ہیں کہ جو کسی کی ملکیت نہ ہو۔ جمہور علماء کے نزدیک ایسی زمین آباد کرنے والے کی ہی ملکیت ہوگی۔ کیونکہ وہ اس کی آبادی پر محنت کرتا ہے۔ خواہ یہ زمین آبادی کے قریب ہو یا دور۔ قطع نظر اس سے کہ امام وقت سے آباد کرنے کی اجازت حاصل کرے یا نہ کرے۔ امام وقت سے عدم اجازت کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغیر قید وشرط مروی ہے: مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَّيْتَةً فَلَهُ مِنْهَا يَعْنِي اَجْرًا وَمَا أَكَلَتِ الْعَوَافِيُ مِنْهَا فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ (مسند احمد بن حنبل جزء۳ صفحہ۳۰۴) یعنی جس نے افتادہ زمین آباد کی تو اُسے آباد کرنے کی وجہ سے ثواب ہوگا اور جو حاجت منداس میں سے کھائیں گے، وہ اس کے لئے صدقہ ہوگا۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: عَادِيُّ الْأَرْضِ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ ثُمَّ هِيَ لَكُمْ مِنِّي اَيُّهَا الْمُسْلِمُوْنَ[1] اے مسلمانو! زمانہ عادی یعنی قدیم اراضی اللہ اور اُس کے رسول کے لئے ہیں۔ پھر وہ میری طرف سے تمہارے لئے ہیں۔ ایک روایت میں بجائے عَادِي؛ مَوَاتًا مِنَ الْأَرْضِ کے الفاظ ہیں۔ یعنی غیر آباد زمین۔ یہ ارشادِ نبوی عام حق ملکیت دینے میں کافی سمجھا گیا ہے اور اس تعلق میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسی زمین دارالاسلام میں واقع ہو اور غیر مسلم اس اعلان سے فائدہ اُٹھانے کا مجاز نہیں۔ غرض اس قسم کے فتووں کے پیش نظر یہ باب قائم کر کے عنوان میں چند حوالے نقل کئے گئے ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۴، ۲۵) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۱۷۴ تا ۱۷۷)

پہلا حوالہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فتوے کا ہے جو اُنہوں نے کوفہ میں بنجر اراضی کی آبادی سے متعلق دیا تھا۔ دوسرا حوالہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اجازت سے تعلق رکھتا ہے جو مؤطا امام مالکؒ میں مروی ہے۔[2] اس کی وضاحت یہ

---

[1] (مسند الشافعي، من كتاب الطعام والشراب وعمارة الأرضين، صفحہ۳۸۲)
(سنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب إحياء الموات، باب لا يترك ذمي يحييه، جزء۶ صفحہ۱۴۳)

[2] (مؤطا امام مالک، كتاب الأقضية، باب القضاء في عمارة الموات)

بیان ہوئی ہے کہ مسلمانوں نے پتھروں کی باڑ لگا کر زمینیں اپنے لئے مخصوص کرنا شروع کر دیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ زمینیں تاوقتیکہ آباد نہ کی جائیں، کسی شخص کی ملکیت نہیں ہوسکتیں۔ (**کتاب الاموال لأبی عبید بن سلام**) یہی روایت عباس بن یزید سے بھی مروی ہے۔ اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ منقول ہیں: **مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَوَاتًا لَيْسَ فِي يَدِ مُسْلِمٍ وَلَا مُعَاهِدٍ فَهِيَ لَهُ**۔ جس نے غیر آباد زمین آباد کی، وہ اسی کے لئے ہے۔ بشرطیکہ وہ زمین کسی مسلمان یا غیر مسلم معاہد کے قبضہ میں نہ ہو۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۱۷۴)

تیسرا حوالہ حضرت عمرو بن عوفؓ کی روایت کا ہے۔ جسے اسحاق بن راہویہ نے نقل کیا ہے۔ اس میں بھی یہی صراحت ہے کہ کسی مسلمان کا اس پر قبضہ نہ ہو اور کسی غیر مسلم کا اس میں کوئی حق نہ ہو۔ نسائی، ابوداؤد اور ترمذی نے بھی ان الفاظ کی روایات درج کی ہیں[1] **لَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ فِيهِ حَقٌّ** کی یہ تشریح کی گئی ہے **عِرْقٍ ظَالِمٍ** صفت موصوف اور **عِرْق** سے پہلے **ذُو** محذوف ہے اور عبارت یوں ہے: **لَيْسَ لِذِیْ عِرْقٍ ظَالِمٍ فِيهِ حَقٌّ**۔ یعنی کسی ایسے شخص کا اس میں حق نہیں جس نے اس پر ظالمانہ قبضہ کرلیا ہو اور یہ جملہ بصورتِ ترکیب اضافی بھی پڑھا گیا ہے۔ یعنی **لَيْسَ لِعِرْقِ ظَالِمٍ فِيهِ حَقٌّ**۔ یعنی کسی ظالم کی رگ کا اس میں حق نہیں ہے۔ یہ جملہ خواہ ترکیب توصیفی ہو یا ترکیب اضافی؛ مفہوماً ایک ہی ہے۔ ظالم سے مراد وہ شخص ہے جو حق ملکیت وغیرہ کے بغیر زمین پر قابض ہو گیا ہو۔

چوتھا حوالہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ جسے احمد بن حنبلؒ نے عباد بن عباد سے نقل کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: **مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَّيْتَةً فَلَهُ مِنْهَا يَعْنِي أَجْرًا وَمَا أَكَلَتِ الْعَوَافِيُّ مِنْهَا فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ**[2] ترمذی کی روایت بھی اسی سند سے ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں: **مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَّيْتَةً فَهِيَ لَهُ**[3]

پانچواں حوالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا ہے۔ **چھٹا حوالہ** حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کا ہے؛ جو مرسل ہے۔ عروہ راوی کی پیدائش زمانہ خلافت ثانیہ کے آخری حصہ میں ہوئی تھی۔ واقعہ جمل میں ان کی عمر ۱۳ سال سے زیادہ نہ تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ۲۳ھ میں ہوئی۔ اس لئے ان کی روایتوں پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو ترجیح دی گئی ہے۔

یہ ایک مستقل مضمون ہے جس کا تعلق بنجر زمین کی آبادی سے ہے اور یہ سوال اُٹھایا گیا ہے کہ آیا امام یا حکومت وقت سے اجازت لینی ضروری ہے یا نہیں؟ امام شافعیؒ اور امامینؒ (یعنی امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا اِذن کی بناء پر امام یا حکومت سے اجازت حاصل کرنا ضروری نہیں سمجھتے؛ خواہ غیر آباد زمین آبادی سے نزدیک ہو یا دور۔ امام مالکؒ کے نزدیک آبادی کے قرب وجوار کی بنجر زمین آباد کرنے میں اجازت حاصل کرنا لازمی ہے تا کہ اس

[1] (سنن الکبریٰ للنسائی، کتاب إحياء الموات، باب الحث على إحياء الموات)
(ابو داؤد، کتاب الخراج، باب فی إحياء الموات)
(ترمذی، کتاب الأحكام، باب ما ذكر فی إحياء أرض الموات)

[2] (مسند احمد بن حنبل، جزء ۳ صفحہ ۳۰۴)

[3] (ترمذی، کتاب الأحكام، باب ما ذكر فی إحياء أرض الموات)

بات کی نگرانی ہوسکے کہ آبادی والوں کے کام آسکنے والی زمین پر قبضہ کر کے اُن کے لئے دقت پیدا نہ کرے۔امام ابوحنیفہؒ افتادہ زمین کی آبادی کے لئے بہرحال اجازت حاصل کرنا ضروری سمجھتے ہیں اوراس رائے میں ان کا استدلال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کےاس ارشاد سے ہے جو بخاری میں مروی ہے: لَا حِمَى إِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ[1] یعنی محفوظ جگہیں اللہ اور رسولؐ کی ہیں۔(عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۱۷۶) حق تملیک اسی وقت قائم ہوسکتا ہے جب اولوالامر کی اجازت ہو۔اگرکسی نے غیرآباد زمین بغیراجازت آباد کی تو وہ اس کے حاصلات سے فائدہ اُٹھاسکتا ہے۔لیکن اگر امام یاحکومت وقت کو رفاہِ عامہ کی خاطراس کی ضرورت پیش آئے تو وہ حکماً اس سے بے دخل کیا جاسکتا ہے۔ اسی غرض سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کا ذکر آخر میں کیا گیا ہے۔ان سے ابوعبداللہ بصری نے بصرے کی مفتوحہ اراضی میں سے ایک افتادہ اراضی آباد کرنے کی اجازت طلب کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ عامل بصرہ کو لکھا کہ اگر وہ محفوظ اراضی میں سے ہے تو اسے اجازت دی جائے[2] امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک اور قول مذکورہ بالا رائے کی تائید میں نقل کیا ہے: لَنَا رِقَابُ الْاَرْضِ[2] یعنی غیرآباد اَراضی کا حق ملکیت ائمۃ المسلمین کا ہے۔یہی رائے معقول ہے اورعدل وامن رکھنے کی ضامن ہے۔(عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۱۷۶)

نظر بر وجوہِ بالا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَّيْتَةً فَهِيَ لَهُ کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص افتادہ زمین کو شرائطِ آبادکاری کے تحت آباد کرے گا، وہ اس کا حق دار ہوگا؛ خواہ وہ مسلم ہو یا غیرمسلم۔اس ارشادِ نبوی میں کسی کی تخصیص نہیں کی گئی اوران شرائط میں سے اولوالامر کا اِذن بھی ہے۔جہاں ابھی باقاعدہ نظامِ حکومت نہ ہوا ہو اور غیرآباد علاقے افتادہ اراضیات کی صورت میں پڑے ہوں؛ وہاں امام شافعیؒ وغیرہ کے فتوے پر عمل کیا جائے گا۔دونوں نقطہ نظر مختلف حالات کے تحت قابل عمل ہیں۔

بَاب ۱٦

٢٣٣٦: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مُّوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيَ وَهُوَ فِي مُعَرَّسِهِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فِي

۲۳۳۶: قُتیبہ (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتایا۔انہوں نے موسیٰ بن عقبہ سے،موسیٰ نے سالم بن عبداللہ بن عمر سے، انہوں نے اپنے باپ (حضرت عبد اللہ بن عمر) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بمقام ذی الحلیفہ نالے کے نشیب میں

[1] (بخاری، كتاب المساقاة، باب لا حمى إلّا لله ولرسوله، روایت نمبر۲۳۷۰)

[2] (شرح معانی الآثار للطحاوی، كتاب السير، باب إحياء الأرض الميّتة، جزء۳صفحہ۲۷۰)

بَطْنِ الْوَادِيْ فَقِيْلَ لَهُ إِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ فَقَالَ مُوْسَى وَقَدْ أَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ بِالْمُنَاخِ الَّذِيْ كَانَ عَبْدُ اللهِ يُنِيْخُ بِهِ يَتَحَرَّى مُعَرَّسَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَسْفَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بِبَطْنِ الْوَادِيْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ وَسَطٌ مِّنْ ذٰلِكَ.

اطرافهُ: ٤٨٣، ١٥٣٥، ٧٣٤٥۔

اُترے ہوئے تھے تو آپؐ کو خواب میں ایک نظارہ دکھایا گیا اور آپؐ سے کہا گیا: تم مبارک وادی میں ہو۔ موسیٰ (بن عقبہ) نے کہا: سالم نے ہمارے اونٹ اسی جگہ بٹھائے؛ جہاں حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) بٹھایا کرتے تھے۔ وہ اسی جگہ کا قصد کرتے تھے۔ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو منزل کی تھی اور وہ اُس مسجد کے نیچے ہے جو نالے کے نشیب میں ہے۔ مسجد اور راستے کے عین درمیان۔

٢٣٣٧: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّيْلَةَ أَتَانِي آتٍ مِنْ رَّبِّي وَهُوَ بِالْعَقِيْقِ أَنْ صَلِّ فِي هٰذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ وَقُلْ عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ.

اطرافهُ: ١٥٣٤، ٧٣٤٣۔

۲۳۳۷: اسحٰق بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب بن اسحٰق نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اوزاعی سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: مجھے یحیٰ (بن ابی کثیر) نے بتایا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباسؓ سے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے، حضرت عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: آج رات میرے ربّ سے ایک آنے والا میرے پاس آیا۔ آپؐ اس وقت وادئ عقیق میں تھے۔ (اس نے کہا) کہ اس مبارک وادی میں نماز پڑھو اور کہو: حج کے ساتھ عمرہ بھی ہوگا۔

تشریح: یہ باب بغیر کسی عنوان کے ہے۔ امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ یہ باب بھی اُن ابواب میں سے ہے جو صحیح بخاری میں بطور فصل قائم کئے گئے ہیں۔ یعنی سابقہ مضمون سے متعلقہ مسائل ختم ہونے کی علامت ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۶) اس خاتمہ میں بھی دراصل اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ بعض مقامات دینی تقدس کی وجہ سے اراضئ موات کی قسم سے خارج ہوتے ہیں اور ان میں کسی قسم کا تصرف کرنا جائز نہیں۔ ازاں جملہ شاملاتِ دیہہ، چراگاہیں، گھاٹ اور جنگل بھی ہیں۔ جہاں مویشی وغیرہ جانوروں کی خوراک، پانی اور لوگوں کے لئے ایندھن وغیرہ کے ذخائر ہوتے ہیں۔

مُعَرَّس بمعنی منزل ہے۔تَعْرِیْس سے صیغہ ظرف مکان ہے۔عَرَّسَ کے معنے اثنائے سفر میں آرام کرنے کی غرض سے رات کے آخری حصہ میں اُترنا۔(عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۱۷۸)(فتح الباری جزء۵صفحہ۲۷) وادیٔ عقیق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا اور ایک خواب کی بناء پر یہ وادی مبارک قرار دی گئی۔ وادیٔ عقیق مقام ذوالحلیفہ میں ہے۔

شاملاتِ دیہہ سے متعلق بعض فقہاء نے کئی ایک سوال اُٹھائے ہیں جونظرانداز کئے جانے کے قابل ہیں۔صرف عمارت اور کاشت وغیرہ ہی کسی ویرانہ کی آبادی کا سبب نہیں ہیں بلکہ مذہبی اغراض بھی اس کا سبب ہوسکتے ہیں۔

بَاب۱۷

إِذَا قَالَ رَبُّ الْأَرْضِ أُقِرُّكَ مَا أَقَرَّكَ اللّٰهُ وَلَمْ يَذْكُرْ أَجَلًا مَّعْلُوْمًا فَهُمَا عَلَى تَرَاضِيْهِمَا

(یہ باب اس بارے میں ہے کہ) اگر زمین کا مالک (کاشتکار سے) کہے:
میں تجھ کو اس وقت تک رکھوں گا جب تک کہ اللہ تجھے رکھے اور کوئی میعاد بیان نہ کرے
تو وہ دونوں باہمی رضامندی کے ہی پابند رہیں گے۔

۲۳۳۸ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوْسَى أَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۲۳۳۸: احمد بن مقدام نے ہمیں بتایا کہ فضیل بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا کہ موسیٰ (بن عقبہ) نے ہمیں بتایا کہ نافع نے ہمیں خبردی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ تھا۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَجْلَى الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارَى مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ وَكَانَ

(دوسری سند) اور عبدالرزاق نے بھی کہا: ابن جریج نے ہمیں خبردی کہا: موسیٰ بن عقبہ نے مجھے بتایا۔انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہود ونصاریٰ کو حجاز سے جلاوطن کردیا تھا اور جب

رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَهَرَ عَلَى خَيْبَرَ أَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُوْدِ مِنْهَا وَكَانَتِ الْأَرْضُ حِيْنَ ظَهَرَ عَلَيْهَا لِلَّهِ وَلِرَسُوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ وَأَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُوْدِ مِنْهَا فَسَأَلَتِ الْيَهُوْدُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُقِرَّهُمْ بِهَا أَنْ يَّكْفُوْا عَمَلَهَا وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُقِرُّكُمْ بِهَا عَلَى ذَلِكَ مَا شِئْنَا فَقَرُّوْا بِهَا حَتَّى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ إِلَى تَيْمَاءَ وَأَرِيْحَاءَ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر پر غالب آئے تو آپؐ نے خیبر سے یہود کے نکالنے کا ارادہ کیا تھا اور جب آپؐ اس پر غالب ہوئے تو اس کی زمین اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ہوگئی تھی اور آپؐ نے یہود کو اس سے نکالنا چاہا تو یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپؐ انہیں وہیں رہنے دیں؛ اس شرط پر کہ اس زمین میں محنت مزدوری کریں گے اور پیداوار کا آدھا حصہ اُن کا ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے کہا: ہم تمہیں اس میں جب تک چاہیں، اس پر رہنے دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ وہاں رہے؛ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے انہیں تیماء اور اریحاء کی طرف جلاوطن کردیا۔

اطرافہ: ۲۲۸۵، ۲۳۲۸، ۲۳۲۹، ۲۳۳۱، ۲۴۹۹، ۲۷۲۰، ۳۱۵۲، ۴۲۴۸۔

تشریح: **لَمْ يَذْكُرْ أَجَلًا مَّعْلُوْمًا فَهُمَا عَلَى تَرَاضِيْهِمَا:**
معنونہ مسئلہ کے تعلق میں باب ۹ مع تشریح بھی دیکھئے۔

تَيْمَآءَ وَأَرِيْحَآءَ: تیماء وادیٔ القریٰ میں اور اریحاء بیت المقدس اور بحیرہ مردار کے درمیان واقع ہے۔ قدیم زمانہ سے یہ دونوں بستیاں مشہور ہیں۔ اریحاء اب حکومت شرقی اردن میں ہے اور آباد شہر ہے۔ ۱۹۱۷ء میں مجھے دو دفعہ وہاں جانے کا موقع ملا اور میں نے اس کے کھنڈرات دیکھے۔ جن سے اس شہر کے قدیم تمدن کا پتہ چلتا ہے کہ وہ کسی وقت بارونق شہر تھا۔ گنے کی کاشت اور شکر سازی کے لئے مشہور تھا۔ اہل تیماء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک ہی میں جزیہ کی ادائیگی کا معاہدہ کرکے صلح کرلی تھی۔
(فتوح البلدان بلاذری، أمر وادی القرٰی وتیماء، جزء اوّل صفحہ ۴۰)

بَاب ۱۸

مَا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يُوَاسِيْ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الزِّرَاعَةِ وَالثَّمَرِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جو کھیتی باڑی اور پیداوار میں ایک دوسرے سے ہمدردی کیا کرتے تھے

۲۳۳۹ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ أَبِي النَّجَاشِيِّ مَوْلَى رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ عَمِّهِ ظُهَيْرِ بْنِ رَافِعٍ قَالَ ظُهَيْرٌ لَقَدْ نَهَانَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَمْرٍ كَانَ بِنَا رَافِقًا قُلْتُ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ حَقٌّ قَالَ دَعَانِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا تَصْنَعُوْنَ بِمَحَاقِلِكُمْ قُلْتُ نُؤَاجِرُهَا عَلَى الرَّبِيْعِ وَعَلَى الْأَوْسُقِ مِنَ التَّمْرِ وَالشَّعِيْرِ قَالَ لَا تَفْعَلُوْا ازْرَعُوْهَا أَوْ أَزْرِعُوْهَا أَوْ أَمْسِكُوْهَا قَالَ رَافِعٌ قُلْتُ سَمْعًا وَطَاعَةً.

۲۳۳۹: محمد بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی کہ اوزاعی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوالنجاشی سے، جو رافع بن خدیج کے آزاد کردہ غلام تھے۔ (انہوں نے کہا:) میں نے حضرت رافع بن خدیج بن رافعؓ سے سنا۔ وہ اپنے چچا حضرت ظُہیر بن رافعؓ سے روایت کرتے تھے۔ ظُہیر نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک ایسی بات سے منع فرمایا جو ہمارے لئے فائدہ مند تھی۔ میں نے کہا: جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہی بجا تھا۔ ظُہیر نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا۔ آپؐ نے پوچھا: تم اپنے کھیتوں کو کیا کرتے ہو؟ میں نے کہا: ہم انہیں ٹھیکہ پر دیتے ہیں؛ اس شرط پر کہ جو نالیوں کے قریب پیداوار ہو، وہ ہم لیں گے اور کھجور اور جو میں چند وسق کے حساب سے۔ آپؐ نے فرمایا: ایسا نہ کیا کرو۔ تم خود ان میں کاشت کرو یا ان میں کاشت کراؤ یا انہیں خالی رہنے دو۔ حضرت رافعؓ کہتے تھے: میں نے کہا: میں نے سن لیا ہے اور ایسا ہی ہوگا۔

اطرافه: ۲۳٤٦، ۲۳٤۷، ٤٠١۲، ٤٠١۳.

٢٣٤٠: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانُوْا يَزْرَعُوْنَهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالنِّصْفِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا فَإِنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ.

طرفہ: ٢٦٣٢۔

۲۳۴۰: عبیداللہ بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ اوزاعی نے ہمیں بتایا۔انہوں نے عطاء (بن ابی رباح) سے، عطاء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: (مدینہ والے) کھیتوں کو تہائی، چوتھائی اور آدھوں آدھ پر کاشت کیا کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی زمین ہو، چاہیے کہ اس میں وہ خود کاشت کرے یا اس کو (کاشت کے لئے اپنے بھائی کو) مفت دیدے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو وہ اپنی زمین کو (خالی) پڑا رہنے دے۔

٢٣٤١: وَقَالَ الرَّبِيْعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ عَنْ يَّحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا أَخَاهُ فَإِنْ أَبَى فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ.

۲۳۴۱: اور ربیع بن نافع ابوتوبہ نے کہا: معاویہ (بن سلام) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ (بن ابی کثیر) سے، یحيٰ نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی زمین ہو تو چاہیے کہ اس میں خود کاشت کرے یا اپنے بھائی کو (کاشت کے لئے) مفت دیدے۔ اگر یہ نہ کرے تو پھر اپنی زمین کو (خالی) پڑا رہنے دے۔

٢٣٤٢: حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ ذَكَرْتُهُ لِطَاوُسٍ فَقَالَ يُزْرِعُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ وَلَكِنْ قَالَ أَنْ يَّمْنَحَ

۲۳۴۲: قبیصہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن دینار) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے طاؤس سے (حضرت رافعؓ کی حدیث) بیان کی تو انہوں نے کہا: (زمین کا مالک) زمین بٹائی پر دے سکتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا: بلکہ آپؐ نے

أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَّأْخُذَ شَيْئًا مَّعْلُوْمًا.

یہ فرمایا تھا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو مفت (زمین کاشت کے لئے) دیدے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے، بہ نسبت اس کے کہ اس پر مقررہ لگان لے۔

اطرافہ: ٢٣٣٠، ٢٦٣٤۔

۲۳۴۳ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يُكْرِيْ مَزَارِعَهُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ مُعَاوِيَةَ.

۲۳۴۳: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ حماد (بن زید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب (سختیانی) سے، ایوب نے نافع سے روایت کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات میں اور حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ میں اور معاویہؓ کی امارت کے شروع میں اپنے کھیتوں کو لگان (یعنی بٹائی) پر دیا کرتے تھے۔

طرفہ: ٢٣٤٥۔

۲۳۴۴ : ثُمَّ حُدِّثَ عَنْ رَافِعِ ابْنِ خَدِيْجٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى رَافِعٍ فَذَهَبْتُ مَعَهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ قَدْ عَلِمْتَ أَنَّا كُنَّا نُكْرِيْ مَزَارِعَنَا عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا عَلَى الْأَرْبِعَاءِ وَبِشَيْءٍ مِّنَ التِّبْنِ.

۲۳۴۴: پھر حضرت رافع بن خدیجؓ کی یہ حدیث بتائی گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیتوں کو ٹھیکہ پر دینے سے منع فرمایا۔ اس پر حضرت ابن عمرؓ حضرت رافعؓ کے پاس گئے اور میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ پھر ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیتوں کو ٹھیکہ پر دینے سے منع فرمایا۔ اس پر حضرت ابن عمرؓ نے کہا: آپؓ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اپنے کھیتوں کو اس پیداوار کے بدلے لگان پر دیا کرتے تھے، جو نالیوں پر ہوتی اور کچھ بھوسہ بھی معاوضہ میں لیتے تھے۔

اطرافہ: ٢٢٨٦، ٢٣٢٧، ٢٣٣٢، ٢٧٢٢۔

٢٣٤٥: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ عَبْدَ اللهِ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ أَعْلَمُ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْأَرْضَ تُكْرَى ثُمَّ خَشِيَ عَبْدُ اللهِ أَنْ يَكُوْنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَحْدَثَ فِي ذَلِكَ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ يَعْلَمُهُ فَتَرَكَ كِرَاءَ الْأَرْضِ.

طرفهُ: ٢٣٤٣۔

۲۳۴۵: یحیٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عُقیل سے، عُقیل نے ابن شہاب سے روایت کی کہ سالم نے مجھے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جانتا تھا کہ زمین بٹائی پر دی جاتی تھی۔ پھر حضرت عبداللہؓ ڈرے کہ ممکن ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بابت کوئی نیا حکم دیا ہو، جس کو وہ نہ جانتے ہوں۔ اس لئے انہوں نے زمین بٹائی پر دینی چھوڑ دی۔

بَاب ١٩: كِرَاءُ الْأَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

زمین کو سونے چاندی کے بدلے ٹھیکہ پر دینا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّ أَمْثَلَ مَا أَنْتُمْ صَانِعُوْنَ أَنْ تَسْتَأْجِرُوا الْأَرْضَ الْبَيْضَاءَ مِنَ السَّنَةِ إِلَى السَّنَةِ.

اور (حضرت عبداللہ) بن عباسؓ نے کہا: اچھا طریق جو تم زمینوں کو ٹھیکہ پر دینے میں اختیار کر سکتے ہو؛ یہ ہوسکتا ہے کہ تم اپنی افتادہ زمین کو ایک ایک سال کے لئے دیا کرو۔

٢٣٤٦-٢٣٤٧: حَدَّثَنَا عَمْرُو ابْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ رَبِيْعَةَ ابْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَنْظَلَةَ ابْنِ قَيْسٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمَّايَ أَنَّهُمْ كَانُوْا يُكْرُوْنَ

۲۳۴۶-۲۳۴۷: عمرو بن خالد نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے، ربیعہ نے حنظلہ بن قیس سے، حنظلہ نے حضرت رافع بن خدیجؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میرے دونوں چچاؤں نے مجھ سے بیان

الْأَرْضَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يَنْبُتُ عَلَى الْأَرْبِعَاءِ أَوْ شَيْءٍ يَسْتَثْنِيْهِ صَاحِبُ الْأَرْضِ فَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَقُلْتُ لِرَافِعٍ فَكَيْفَ هِيَ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ فَقَالَ رَافِعٌ لَيْسَ بِهَا بَأْسٌ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ وَقَالَ اللَّيْثُ وَكَانَ الَّذِي نُهِيَ مِنْ ذَلِكَ مَا لَوْ نَظَرَ فِيْهِ ذَوُو الْفَهْمِ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ لَمْ يُجِيْزُوْهُ لِمَا فِيْهِ مِنَ الْمُخَاطَرَةِ.

اطرافهما: ۲۳۳۹، ۴۰۱۲-۴۰۱۳۔

کیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں زمینوں کو اِس شرط پر ٹھیکہ پر دیتے تھے کہ جو پانی کی نالیوں کے قریب کی زمین میں پیداوار ہو، وہ ان کی ہوگی یا کچھ پیداوار مالکِ زمین اپنے لئے مخصوص کرلیتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کر دیا۔ میں نے حضرت رافعؓ سے پوچھا: دینار اور درہم کے عوض لگان دینا کیسا ہے؟ تو حضرت رافعؓ نے کہا: دینار اور درہم کے بدلے زمین کے دینے میں کوئی برائی نہیں اور لیث نے کہا: جس بٹائی سے منع کیا گیا ہے، وہ ایسی ہے کہ اگر اس میں حلال وحرام سمجھنے والے غور کریں تو کبھی اس کو جائز قرار نہ دیں۔ کیونکہ اس میں دھوکا ہے۔

تشریح: **کِرَاءُ الْاَرْضِ:** حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی روایت کے پیشِ نظر بعض فقہاء نے بٹائی کے طریق پر زمین کاشت کے لئے ٹھیکہ پر دینا ممنوع قرار دیا ہے۔ لیکن اس کے مقابل دوسروں نے یہ کہا ہے کہ یہ راوی اپنی روایت میں منفرد ہیں اور صحابہ کرامؓ کا تعامل ان کے بیان کی تائید نہیں کرتا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایات مندرجہ بالا سے یہ ثابت کیا ہے کہ ان کی روایت منفرد نہیں۔ بلکہ دوسری سندوں سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے اسے صحیح تسلیم کر کے عنوانِ باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مفہوم واضح کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی زمین میں خود کاشت نہیں کرتا اور نہ دوسروں کو کاشت کے لئے بٹائی پر دیتا ہے تو وہ کسی دوسرے کو کام کرنے کے لئے مفت دی جائے گی۔ چنانچہ باب (نمبر ۱۸) کی دوسری، تیسری اور چوتھی روایت میں جو حضرت جابرؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہیں، بلا معاوضہ دیئے جانے کی صراحت ہے۔ جیسا کہ لِيَمْنَحْهَا کا جملہ دلالت کرتا ہے۔ (دیکھئے روایات نمبر ۲۳۴۰، ۲۳۴۱، ۲۳۴۲) مِنْحَة کے معنی ہیں عطیہ۔ علاوہ ازیں چوتھی روایت (نمبر ۲۳۴۲) میں یہ بھی صراحت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بٹائی پر ٹھیکہ دینے سے نہیں روکا۔ بلکہ اس کے برعکس پانچویں روایت (نمبر ۲۳۴۳) سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے عہدِ مبارک میں صحابہ کرامؓ زمینیں ٹھیکہ پر کاشت کے لئے دیا کرتے تھے۔ ان تمام تصریحات کے پیشِ نظر حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی روایت کا مفہوم اتنا ہی ہے جو امام بخاریؒ نے عنوانِ باب (نمبر ۱۸) میں نمایاں کیا ہے۔ یعنی از راہِ ہمدردی اور اعانت صحابہ کرامؓ کا ایک دوسرے کو زمین کاشت پر

دینے سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد لَا تَفْعَلُوْا کا مفہوم یہ نہیں کہ زمینیں ٹھیکے پر نہ دی جائیں۔ بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ مہاجر خود محتاج ہیں؛ غیروں کو یہ زمینیں ٹھیکے پر دینا مناسب نہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اپنی زمین ٹھیکے پر دینے کا سابقہ طریق ترک کر دینا احتیاط کی وجہ سے تھا۔ چنانچہ باب ۱۸ میں حضرت رافع بن خدیجؓ کی روایت جو ایک دوسری سند سے مروی ہے؛ اس میں مزید وضاحت ہے کہ زمینیں نقد ٹھیکے پر دی جاتی تھیں اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا گیا۔ دراصل محاقلہ اور مخاضرہ☆ کی صورت میں آنحضرت ﷺ نے زمین ٹھیکے پر دینے کی ممانعت فرمائی (دیکھئے کتاب البیوع، باب ۹۳) اور اس سے بھی منع کیا کہ جہاں کھیتی پانی کی نالی کے قریب ہو، اس کی فصل مالک اپنے لئے مخصوص کر لے اور دور کی کھیتی جہاں پانی کم پہنچتا ہو، اس کی فصل مزارع کے لئے رہنے دے یہ طریق اس کے لئے نقصان دہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے دریافت کرنے پر حضرت ظُہیر بن رافعؓ نے جواب دیا: نُؤَاجِرُهَا عَلَى الرَّبِيْعِ ۔ جسے آپؐ نے پسند نہیں فرمایا۔ (دیکھئے روایت نمبر ۲۳۳۲، ۲۳۳۹) ان روایات میں یہ بھی ذکر ہے کہ حضرت رافع بن خدیجؓ کے خاندان کی مدینہ میں سب سے زیادہ اراضیات تھیں؛ جن میں سے بعض خالی پڑی رہتیں۔

إِنَّ أَمْثَلَ مَا اَنْتُمْ صَانِعُوْنَ اَنْ تَسْتَأْجِرُوْا الْأَرْضَ ..... : عنوانِ باب (نمبر ۱۹) میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے حوالے کے لئے دیکھئے کتاب الهبة، باب ۳۵، روایت نمبر ۲۶۳۴۔

بَاب ۲۰

۲۳۴۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ حَدَّثَنَا هِلَالٌ ح. وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَوْمًا يُحَدِّثُ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ أَنَّ رَجُلًا مِنْ

۲۳۴۸: محمد بن سنان نے ہمیں بتایا۔ فُلَیح نے ہم سے بیان کیا کہ ہلال (بن علی) نے ہمیں بتایا۔ نیز عبداللہ بن محمد نے بھی مجھے بتایا کہ ابوعامر نے ہم سے بیان کیا کہ فُلَیح نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہلال بن علی سے، ہلال نے عطاء بن یسار سے، عطاء نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باتیں کر رہے تھے اور آپؐ کے پاس بدوؤں میں سے بھی ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ (آپؐ نے فرمایا:)

☆ محاقلہ سے مراد خشک اناج کے عوض کھڑی فصل کی خرید وفروخت کرنا نیز خشک اناج کے عوض قابل کاشت زمین کا ٹھیکے پر دینا ہے۔ جبکہ مخاضرہ سے مراد ہری فصل کی خرید وفروخت ہے۔ (تشریح کتاب البیوع باب ۹۳)

أَهْلِ الْجَنَّةِ اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ فِي الزَّرْعِ فَقَالَ لَهُ أَلَسْتَ فِيمَا شِئْتَ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ أُحِبُّ أَنْ أَزْرَعَ قَالَ فَبَذَرَ فَبَادَرَ الطَّرْفَ نَبَاتُهُ وَاسْتِوَاؤُهُ وَاسْتِحْصَادُهُ فَكَانَ أَمْثَالَ الْجِبَالِ فَيَقُوْلُ اللهُ دُوْنَكَ يَا ابْنَ آدَمَ فَإِنَّهُ لَا يُشْبِعُكَ شَيْءٌ فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ وَاللهِ لَا تَجِدُهُ إِلَّا قُرَشِيًّا أَوْ أَنْصَارِيًّا فَإِنَّهُمْ أَصْحَابُ زَرْعٍ {☆وَأَمَّا نَحْنُ فَلَسْنَا بِأَصْحَابِ زَرْعٍ} فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

جنتیوں میں سے ایک شخص نے اپنے ربّ سے کھیتی کرنے کی اجازت مانگی تو (اس کے ربّ نے) اس سے کہا: کیا جو تو چاہتا ہے، تجھے میسر نہیں؟ اس نے کہا: کیوں نہیں۔ (سب کچھ موجود ہے۔) لیکن مجھے یہ پسند ہے کہ میں کھیتی کروں۔ چنانچہ اس نے بیج ڈالے۔ آنکھ کی جھپک میں وہ اُگ آئی اور وہ سیدھی کھڑی ہوکر پک گئی اور کٹائی کے قابل بھی ہوگئی اور وہ پہاڑوں کی طرح اونچی تھی۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابن آدم! لے تجھے کوئی چیز بھی سیر نہیں کرتی۔ وہ بدو کہنے لگا: اللہ کی قسم! آپؐ یہ شخص قریشی یا انصاری ہی پائیں گے۔ کیونکہ وہی کھیتی باڑی کیا کرتے ہیں {☆اور ہم جو ہیں؛ ہم تو کھیتی باڑی نہیں کرتے۔} نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔

طرفہ: ۷۵۱۹۔

تشریح: یہ باب بھی بلاعنوان ہے اور بطور فصل جہاں سابقہ باب کا مضمون ختم ہوتا ہے۔ اس باب سے یہ بتانا بھی مقصود ہے کہ سابقہ باب میں جس ممانعت کا ذکر ہے وہ تحریمی نہیں؛ بلکہ تنزیہی ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ کا مقصد بخل وحرص سے بچانا تھا۔ حرص انسان پر اتنی غالب ہے کہ جنت میں بھی وہ چاہے گا کہ اُسے اور ملے۔
(فتح الباری جزء۵ صفحہ۳۴)

فَإِنَّهُمْ أَصْحَابُ زَرْعٍ ....: بدوی کا قول بطور مزاح تھا اور اَمرِ واقعہ بھی تھا کہ مہاجرین اور انصار ہی کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَيُزَكِّيهِمْ (البقرة:۱۳۰) کہ وہ انہیں پاک وصاف کرے گا۔ آپؐ کے اہم مقاصد میں سے تزکیہ نفس بھی ہے اور واقعہ مندرجہ زیر باب ۱۸ سینکڑوں واقعاتِ تزکیہ میں سے ایک واقعہ ہے۔

☆ یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ۳۴)

بَاب ٢١ : مَا جَاءَ فِي الْغَرْسِ

کاشتکاری اور درختوں کے بونے کے متعلق جو روایتیں آئی ہیں؛ ان کا ذکر

٢٣٤٩: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ إِنْ كُنَّا لَنَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ كَانَتْ لَنَا عَجُوْزٌ تَأْخُذُ مِنْ أُصُوْلِ سِلْقٍ لَنَا كُنَّا نَغْرِسُهُ فِي أَرْبِعَائِنَا فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ لَهَا فَتَجْعَلُ فِيْهِ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيْرٍ لَا أَعْلَمُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِيْهِ شَحْمٌ وَلَا وَدَكٌ فَإِذَا صَلَّيْنَا الْجُمُعَةَ زُرْنَاهَا فَقَرَّبَتْهُ إِلَيْنَا فَكُنَّا نَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ وَمَا كُنَّا نَتَغَدَّى وَلَا نَقِيْلُ إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ.

۲۳۴۹: قُتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ یعقوب (بن عبدالرحمٰن) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوحازم (سلمہ بن دینار) سے، انہوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت سہلؓ نے کہا: جمعہ کے دن ہم خوشی منایا کرتے تھے (اور) ہماری ایک بڑھیا تھی جو چقندر کی جڑیں ہمارے لئے لیتی؛ جنہیں ہم اپنے باغ کی نالیوں میں لگایا کرتے تھے اور وہ انہیں اپنی ہانڈی میں ڈال دیتی اور اس میں کچھ جَو کے دانے بھی ڈال دیتی۔ (ابوحازم نے کہا کہ) میں یہی سمجھتا ہوں کہ حضرت سہلؓ نے اسی طرح کہا: اس میں نہ چربی ہوتی اور نہ چکنائی۔ جب ہم جمعہ کی نماز پڑھ چکتے تو ہم اس کی ملاقات کیلئے جاتے اور وہ ہمارے سامنے یہ (کھانا) رکھتی۔ اس لئے جمعہ کے دن ہم خوش ہوا کرتے اور جمعہ کے بعد ہی ہم کھانا کھاتے اور قیلولہ کرتے۔

اطرافہ: ٩٣٨، ٩٣٩، ٩٤١، ٥٤٠٣، ٦٢٤٨، ٦٢٧٩.

٢٣٥٠: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ يَقُوْلُوْنَ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيْثَ وَاللهُ الْمَوْعِدُ وَيَقُوْلُوْنَ

۲۳۵۰: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ حدیثیں بہت بیان کرتا ہے اور اللہ ہی کو آخر (مجھے) ملنا ہے۔ (یعنی اگر جھوٹ

مَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ لَايُحَدِّثُوْنَ مِثْلَ أَحَادِيْثِهِ وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ وَكُنْتُ امْرَأً مِسْكِيْنًا أَلْزَمُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مِلْءِ بَطْنِيْ فَأَحْضُرُ حِيْنَ يَغِيْبُوْنَ وَأَعِيْ حِيْنَ يَنْسَوْنَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا لَّنْ يَّبْسُطَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ ثَوْبَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هَذِهِ ثُمَّ يَجْمَعَهُ إِلَى صَدْرِهِ فَيَنْسَى مِنْ مَّقَالَتِي شَيْئًا أَبَدًا فَبَسَطْتُ نَمِرَةً لَيْسَ عَلَيَّ ثَوْبٌ غَيْرُهَا حَتَّى قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ ثُمَّ جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِيْ فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا نَسِيْتُ مِنْ مَّقَالَتِهِ تِلْكَ إِلَى يَوْمِي هَذَا وَاللهِ لَوْلَا آيَتَانِ فِي كِتَابِ اللهِ مَا حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا أَبَدًا. اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ

بولوں گا تو سزا پاؤں گا) اور وہ کہتے ہیں: ان مہاجرینؓ اور انصارؓ کو کیا ہے کہ وہ ان (ابوہریرہؓ) کی طرح حدیثیں بیان نہیں کرتے۔ حالانکہ بات یہ ہے کہ میرے مہاجر بھائیوں کو بازاروں میں خرید وفروخت مشغول رکھتی اور میرے بھائی انصارؓ کو اپنی ملکیتوں میں کام کاج مشغول رکھتا اور میں ایک مسکین آدمی تھا۔ پیٹ بھر کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چمٹ رہتا اور جب یہ لوگ نہ ہوتے تو میں موجود ہوتا اور جب یہ بھول جاتے تو میں یاد رکھتا اور نبی ﷺ نے ایک دن فرمایا: تم میں سے جو کوئی بھی اپنے کپڑے کو جب تک میں اپنی بات ختم نہ کرلوں، پھیلائے رکھے گا؛ پھر وہ اس کو سمیٹ کر اپنے سینے سے لگا لے گا تو وہ میری بات کبھی نہیں بھولے گا۔ چنانچہ میں نے چادر بچھا دی۔ اس کے سوا مجھ پر کوئی کپڑا نہ تھا۔ جب نبی ﷺ نے اپنی بات ختم کی تو میں نے اس کو سمیٹ کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ اسی ذات کی قسم ہے جس نے آنحضرت ﷺ کو سچائی کے ساتھ بھیجا تھا! میں آپؐ کی اس گفتگو کو آج تک نہیں بھولا اور اللہ کی قسم! اگر یہ دو آیتیں کتاب اللہ میں نہ ہوتیں تو میں تم کو کبھی کچھ نہ بتاتا۔ یعنی جو لوگ اس کلام کو جو ہم نے کھلے کھلے نشانوں اور ہدایت پر مشتمل نازل کیا ہے، بعد اس کے کہ ہم نے اسے اِس کتاب میں کھول کر بیان کر دیا ہے، چھپاتے ہیں۔ [ایسے ہی لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت کرتا ہے اور دوسرے لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور (اللہ کے نشانات کو) کھول کھول

مَآ اَنۡزَلۡنَا مِنَ الۡبَيِّنٰتِ وَالۡهُدٰى ... اِلَى الرَّحِيۡمُ○ (البقرة: ١٦٠-١٦١) کر بیان کیا۔ پس یہی وہ لوگ ہیں جن پر میں توبہ قبول کرتے ہوئے جھکوں گا۔ اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا] (اور) بار بار رحم کرنے والا ہوں۔

اطرافهُ: ١١٨، ١١٩، ٢٠٤٧، ٣٦٤٨، ٧٣٥٤۔

تشریح: **مَا جَاءَ فِي الْغَرْسِ:** کاشتکاری کے تعلق میں صحابہ کرامؓ کا دستور یہاں بتایا گیا ہے۔ جہاں پانی وافر ہوتا ہے، وہاں وہ سبزی اور ترکاری بویا کرتے تھے۔ لفظ اَلْغَرْس اپنے مفہوم میں عام ہے۔ زراعت پر بھی اطلاق پاتا ہے اور درخت لگانے پر بھی اور پیوند کرنے پر بھی اور اس کے علاوہ سبزیوں کی کاشت پر بھی۔ روایت نمبر۲۳۴۹ کتاب الجمعة میں بھی گذر چکی ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر۹۳۸) اور روایت نمبر ۲۳۵۰ کتاب العلم باب۴۲ میں بھی دیکھئے۔

اِنَّ اِخْوَتِي مِنَ الْاَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ: عمل اموال سے مراد اَراضی کی کاشتکاری ہے۔ یعنی مہاجرؓ تو تجارت میں مشغول رہتے اور انصارؓ زراعت میں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کاموں سے فارغ البال ہو کر احادیث نبویہ کے حفظ میں مشغول رہتے۔

وَاللّٰهُ الْمَوْعِدُ: یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور سب کی حاضری ایک دن ہوگی اور وہاں فیصلہ ہوگا۔ اگر میں نے احادیث بیان کرنے میں اپنی طرف سے کوئی بات بیان کی ہے تو مجھ پر گرفت ہوگی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مہاجرینؓ اور انصارؓ کو بھی معذور ٹھہرایا ہے کہ کاروبار میں مشغول ہونے کی وجہ سے انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں سننے کا وہ موقع نہیں ملا؛ جو مجھے ملا تھا۔ اس لئے ان کا تعجب جائے اعتراض نہیں کہ اتنی کثرت سے میں نے حدیثیں بیان کی ہیں۔

کتاب المزارعة کی ابتداء امام بخاریؒ نے باب **فَضْلُ الزَّرْعِ وَالْغَرْسِ** سے کی تھی اور خاتمہ کتاب بھی **اَلْغَرْس** ہی کے بیان پر کیا ہے جس سے زراعت کی افادیت بیان کی ہے اور اس کے برعکس روایات کا حل لطیف انداز میں کیا ہے۔ آگے اسی تسلسل میں آب پاشی سے متعلق ابواب ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

٤٢- كِتَابُ الْمُسَاقَاةِ

بَاب فِي الشِّرْبِ

یہ باب کھیتوں اور باغوں کے لئے پانی میں سے اپنا حصہ لینے کے بارے میں ہے

{☆ وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَىٰ: وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣١﴾ (الأنبياء:٣١) وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: أَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ﴿٦٩﴾ ءَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ ﴿٧٠﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ﴿٧١﴾ } (الواقعة: ٦٩- ٧١)

{☆ نیز اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر کہ ہم نے پانی سے ہر ایک زندہ چیز بنائی ہے سو کیا وہ ایمان نہیں لاتے؟ اسی طرح اللہ جل شانہ کا یہ فرمانا: بھلا بتاؤ تو سہی کہ وہ پانی جس کو تم پیتے ہو، آیا تم نے اس کو بادل سے اُتارا ہے یا ہم ہی اسے اُتارا کرتے ہیں۔ ہم اگر چاہیں تو اسے کڑوا کردیں۔ پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے۔}

ثَجَّاجًا (النبأ: ١٥) مُنْصَبًّا. الْمُزْنُ السَّحَابُ. الْأُجَاجُ الْمُرُّ. فُرَاتًا (المرسلات: ٢٨) عَذْبًا.

ثَجَّاجًا کے معنی ہیں بہت زیادہ بہنے والا۔ (اس آیت میں) مُزْن کے معنے ہیں بادل، أُجَاج کے معنی کڑوے کے ہیں (اور) فُرَاتًا کے معنی ہیں میٹھا۔

تشریح: **اَلْمُسَاقَاة:** لفظ مُسَاقَاة – سَقْي سے مشتق ہے۔ جس کے معانی ہیں پانی پلانا۔ اور سِقَايَة کے معنے ہیں پانی پلانے کی خدمت۔ ہماری زبان میں سقا پانی پلانے والے کو کہتے ہیں۔ سَقْي سے مفاعلہ کے وزن پر مُسَاقَاة ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ درختوں کے پھلوں کا ایک حصہ لینے کا معاہدہ کرکے دوسرے شخص کے درختوں کو پانی دینا اور اس کی دیکھ بھال کرنا۔ (لسان العرب- سقي) مُزَارَعَة اور مُسَاقَاة میں یہ فرق ہے کہ اوّل الذکر اصطلاح کا تعلق زمین کی کاشت کے ٹھیکے سے ہے اور ثانی الذکر کا تعلق درختوں کی آب پاشی اور نگرانی کے ٹھیکے سے۔

☆ عمدۃ القاری کے مطابق یہ آیات متن میں شامل ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۱۸۹)

اس خدمت میں نالیاں بنانا کھیتی کو عند الضرورت کنوئیں سے پانی دینے کے کام شامل ہیں؛ جو پھلوں کی حفاظت اور نشوونما کے لئے ضروری ہیں۔اس تعلق میں فقہاء نے عقد مساقاۃ کی صحت کے لئے تین بڑی شرطیں تجویز کی ہیں:-

اوّل: صرف ٹھیکیدار ہی آب رسانی کے کام کو انجام دینے والا ہو۔اگر یہ شرط بھی کی جائے کہ اس کے فرائض کی ادائیگی میں مالکِ باغ بھی شریک ہوگا تو ایسا ٹھیکہ باطل ٹھہرے گا۔

دوم: میعاد کا مقرر ہونا۔اگر کسی ٹھیکہ میں مدت مساقاۃ معین نہیں تو یہ ٹھیکہ درست نہ ہوگا۔

سوم: پیداوار کی بٹائی کے حصہ کا معین ہونا۔اگر ٹھیکے میں پیداوار کی بٹائی کا حصہ غیر معین ہو یا چند درختوں کے پھل مخصوص کر دیئے جائیں تو ایسا ٹھیکہ بھی باطل ہوگا۔کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ایسے درخت کسی آفت کی وجہ سے پھل نہ دیں اور ٹھیکے دار کو نقصان ہو۔

غرض اس قسم کے مسائل ہیں جن کی بحث کتاب المساقاۃ میں آئے گی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب ا کا عنوان لفظ اَلشِّرْب سے قائم کر کے قرآنِ مجید کی دو آیتوں کا حوالہ دیا ہے۔ پہلی آیت یہ ہے: اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ○ (الأنبیآء :۳۱) کیا منکر لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین بند تھے۔پھر ہم نے ان کو کھول دیا اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو پیدا کیا۔سو کیا وہ ایمان نہیں لاتے کہ زمین کی زندگی اسی وقت تک قائم رہ سکتی ہے، جب تک اس کا پیوند آسمان سے قائم رہے۔جسمانی زندگی بھی بارانِ آسمانی کی محتاج ہے اور روحانی زندگی بھی۔اس آیت سے زراعت کے لئے آب پاشی کے انتظام کی ضرورت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔دوسری آیت کا تعلق بھی کاشتکاری اور آبپاشی سے خاص ہے۔فرماتا ہے: أَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ○ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ○ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَکَّهُوْنَ ○ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ○ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ○ اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ○ ءَ أَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ○ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْ لَا تَشْکُرُوْنَ ○ (الواقعة :۶۴ تا ۷۱) کیا تم کو معلوم ہے جو تم بوتے ہو؟ کیا تم اس کو اُگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہتے تو اسے بالکل جلا ہوا چورا بنا دیتے۔پھر تم باتیں بناتے رہ جاتے (اور کہتے کہ) ہم پر تو چٹی پڑ گئی ہے۔بلکہ ہم اپنی محنت کے پھل سے محروم ہو گئے ہیں۔ذرا اس پانی کو بھی تو دیکھو جو تم پیتے ہو۔کیا تم نے اسے بادل سے اُتارا ہے یا ہم اُتارنے والے ہیں؟ اگر ہم چاہتے تو اسے کڑوا کر دیتے۔تم کیوں شکر گذار نہیں ہوتے۔دونوں آیتوں سے بتایا گیا ہے کہ زراعت اور آبپاشی آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔

اَلْاُجَاجُ الْمُرُّ، اَلْمُزْنُ السَّحَابُ، فُرَاتًا عَذْبًا: لفظ اُجَاج کے معنے ہیں نہایت کڑوا اور فُرات کے معنے ہیں میٹھا۔دونوں لفظوں کی لغوی تشریح کر کے توجہ اس طرف منعطف کی گئی ہے کہ دنیا میں جو اَضداد کا مجموعہ ہے دونوں قسم کے پانی پائے جاتے ہیں اور خالق قدیر نے کائنات اَضداد ہی میں سے حیات و بقاء کی صورت قائم

کر کے اس سارے نظام کو منبع رحمت بنایا ہے؛ جو قابل شکر گذاری ہے۔ مُـزْن عربی میں مینہ برسانے والے بادل کو کہتے ہیں، جو اِدھر اُدھر چکر لگاتے اور عندالضرورت برستے ہیں۔ تَـمَـزَّنَ الـرَّجُلُ کے معنے ہیں: مَـضَـى لِوَجْهِـهِ وَذَهَبَ۔ جہاں جانا تھا، وہاں چلا گیا۔ نیز کہتے ہیں: مَزَّنَ الْقِرْبَةَ- یعنی مشکیزہ بھر لیا۔(أقرب الموارد- مزن)

اَلشِّرْب کے معنے ہیں پینے کا پانی؛ نیز اس کے معنے ہیں پانی کا حصہ۔ لفظ فُرَات سے آیت الَّذِیْ تَشْرَبُوْن کی طرف توجہ دلائی ہے۔ یعنی وہ شیریں پانی جو پیا جاتا ہے۔ عربی میں اسے اَلشِّرْب کہتے ہیں اور اَلشُّرْب کے معنے ہیں پینا یا پینے کی شئے۔ قرآنِ مجید میں دریاؤں کے پانی کو میٹھا اور سمندر کے پانی کو کھاری قرار دیا ہے۔ وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌo (الفرقان:۵۴) اور وہی ہے جس نے دو سمندر چلائے۔ جن میں سے ایک تو میٹھا ہے اور دوسرا نمکین، گلا جلا دینے والا۔ مذکورہ بالا آیت کا حوالہ دے کر پہلا باب عنوان فِی الشِّرْب سے قائم کیا اور بتایا ہے کہ ابواب مساقاۃ کا تعلق قابل استعمال پانی سے ہے جو زراعت کے لئے مفید ہو۔

بَاب ١ : {فِي الشُّرْبِ وَ☆} مَنْ رَأَى صَدَقَةَ الْمَاءِ وَهِبَتَهُ وَوَصِيَّتَهُ جَائِزَةً مَقْسُوْمًا كَانَ أَوْ غَيْرَ مَقْسُوْمٍ

{☆ یہ باب پانی پلانے کے متعلق ہے۔ نیز} اس بارے میں ہے کہ جس شخص نے یہ سمجھا کہ پانی کا صدقہ کرنا اور اس کا ہبہ کرنا اور اس کے متعلق وصیت کرنا خواہ وہ تقسیم شدہ ہو یا غیر تقسیم شدہ جائز ہے

وَقَالَ عُثْمَانُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَشْتَرِيْ بِئْرَ رُوْمَةَ فَيَكُوْنُ دَلْوُهُ فِيْهَا كَدِلَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاشْتَرَاهَا عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

اور حضرت عثمانؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کون ایسا ہے جو کہ رومہ کا کنواں خریدے اور پھر اس کا ڈول اس میں ایسا ہی ہو جیسا کہ باقی مسلمانوں کے ڈول؟ (یعنی خرید کر وقف کر دے۔) تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو خریدا۔

٢٣٥١ : حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۳۵۱: سعید بن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا کہ ابوغسان نے ہمیں بتایا۔ کہتے تھے کہ ابوحازم نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

☆ یہ الفاظ عمدۃ القاری کے مطابق ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۹۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بِقَدَحٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ أَصْغَرُ الْقَوْمِ وَالْأَشْيَاخُ عَنْ يَسَارِهِ فَقَالَ يَا غُلَامُ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَهُ الْأَشْيَاخَ قَالَ مَا كُنْتُ لِأُوثِرَ بِفَضْلِيْ مِنْكَ أَحَدًا يَا رَسُوْلَ اللهِ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ.

پاس ایک پیالہ لایا گیا۔آپؐ نے اس میں سے پیا اور آپؐ کے داہنی طرف ایک لڑکا تھا؛ جو عمر میں سب سے چھوٹا تھا اور بڑی عمر والے آپؐ کی بائیں طرف تھے۔ آپؐ نے فرمایا: لڑکے کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں یہ بڑوں کو دے دوں؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ سے بچا ہوا جو میرا حق ہے، میں تو وہ کسی کو نہیں دوں گا۔اس پر وہ (پیالہ) آپؐ نے اُسے دے دیا۔

اطرافہ: ۲۳۶۶، ۲۴۵۱، ۲۶۰۲، ۲۶۰۵، ۵۶۲۰۔

۲۳۵۲: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ ابْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ حُلِبَتْ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ دَاجِنٌ وَهُوَ فِي دَارِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَشِيْبَ لَبَنُهَا بِمَاءٍ مِنَ الْبِئْرِ الَّتِي فِي دَارِ أَنَسٍ فَأَعْطَى رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَدَحَ فَشَرِبَ مِنْهُ حَتَّى إِذَا نَزَعَ الْقَدَحَ عَنْ فِيهِ وَعَنْ يَسَارِهِ أَبُو بَكْرٍ وَعَنْ يَمِيْنِهِ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ عُمَرُ وَخَافَ أَنْ يُعْطِيَهُ الْأَعْرَابِيَّ أَعْطِ أَبَا بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللهِ عِنْدَكَ فَأَعْطَاهُ الْأَعْرَابِيَّ الَّذِيْ عَلَى يَمِيْنِهِ ثُمَّ قَالَ الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ.

اطرافہ: ۲۵۷۱، ۵۶۱۲، ۵۶۱۹۔

۲۳۵۲: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔انہوں نے زُہری سے روایت کی۔کہا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے گھر میں پلی ہوئی بکری دوہی گئی اور وہ حضرت انس بن مالکؓ کے گھر میں ہی تھی اور اس کے دودھ کو اُس کنوئیں کے پانی سے ملایا گیا جو حضرت انسؓ کے گھر میں تھا۔پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ پیالہ دیا۔آپؐ نے اسے پیا۔جب آپؐ نے اپنے منہ سے وہ پیالہ الگ کیا تو اس وقت آپؐ کے بائیں طرف حضرت ابوبکرؓ تھے اور دائیں طرف ایک بدوی۔تو حضرت عمرؓ ڈرے کہ کہیں آپؐ اس بدوی کو نہ دے دیں۔حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ابوبکرؓ کو دے دیجئے جو آپؐ کے پاس ہیں۔لیکن آپؐ نے وہ (پیالہ) اس بدوی کو دے دیا جو آپؐ کے دائیں طرف تھا۔پھر آپؐ نے فرمایا: دائیں طرف والے کو دو۔پھر اس کو جو اس کی دائیں طرف ہے۔

تشریح: مَنْ رَأَى صَدَقَةَ الْمَاءِ وَهِبَتَهُ وَوَصِيَّتَهُ جَائِزَةً: پہلا باب پانی کی ملکیت اور عدمِ ملکیت کے تعلق میں قائم کیا گیا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ، ابن ماجہؒ، ابوداؤدؒ اور طبرانیؒ وغیرہ نے روایت نقل کی ہے۔ جس کے یہ الفاظ ہیں: اَلْمُسْلِمُوْنَ شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثٍ فِي الْمَاءِ وَالْكَلَإِ وَالنَّارِ ☆ مسلمان تین چیزوں میں برابر کے شریک ہیں؛ پانی، گھاس اور آگ۔ یعنی ان اشیاء کے استعمال سے کوئی کسی کو روک نہیں سکتا۔ اس روایت کی بناء پر فقہاء نے پانی کی ملکیت اور عدمِ ملکیت کا سوال اُٹھایا ہے۔ قرآنِ مجید نے خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا (البقرة:۳۰) {تمہارے لیے وہ سب کا سب پیدا کیا} فرما کر زمین کی ہر مخلوق شے کو تمام انسانوں کے فائدہ کے لئے پیدا شدہ قرار دیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود علم وقدرت، محنت اور دیگر خداداد قابلیتوں کی بناء پر ملکیت وعدمِ ملکیت کے فرق مدارج کو بھی ان کے درمیان تسلیم کیا ہے۔ فرماتا ہے: وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ٥ (النحل: ۷۲) اور اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض سے رزق میں بڑھایا ہے اور جن لوگوں کو فضیلت دی گئی ہے، وہ اپنا مملوکہ رزق کسی صورت میں بھی اُن کی طرف جن پر اُن کے داہنے ہاتھ قابض ہیں لوٹانے والے نہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہو کہ وہ اس میں برابر کے حصہ دار ہوجائیں۔ کیا وہ (یہ حقیقت جاننے کے باوجود) اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔ محولہ روایت سے یہ تو پایا جاتا ہے کہ مذکورہ بالا اشیاء سے استفادہ کا حق سب کو ہے۔ مگر اس سے یہ مراد نہیں کہ استفادے کی صورت ضبط وربط میں رکھنے کے لئے کوئی قانون اور حدّ نہیں؛ جن کے ذریعے سے حقوق کی تمیز اور تعیین ہوسکے اور فتنہ وفساد کی روک تھام رہے۔ عنوانِ باب میں صدقہ، ہبہ، وصیت اور تقسیم ورثہ کا ذکر کر کے بتایا ہے کہ ان صورتوں میں ملکیت متحقق ہوتی ہے اور اس باب کی حدیثوں سے پانی کی ملکیت ثابت کی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قیمتاً کنواں خریدا اور ان کی اجازت سے دوسرے لوگوں نے بھی فائدہ اُٹھایا اور آنحضرت ﷺ نے اَلْأَيْمَنُ فَالْأَيْمَنُ سے دائیں والے کو پہلا حق دار قرار دیا ہے۔ یہ اخلاقی قانون ہے؛ جس کی پابندی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمائی۔

بَاب ۲ : مَنْ قَالَ إِنَّ صَاحِبَ الْمَاءِ أَحَقُّ بِالْمَاءِ حَتَّى يَرْوَى

(یہ باب اس بارے میں ہے کہ) جس نے کہا کہ پانی کا مالک پانی کا اس وقت تک زیادہ حق دار ہے کہ سیراب کر لے

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ضرورت سے زیادہ پانی جو ہو وہ نہ روکا جائے۔

☆ (ابن ماجه، كتاب الأحكام، باب المسلمون شركاء فى ثلاث)
(ابو داؤد، كتاب البيوع، باب فى منع الماء) (مسند احمد بن حنبل، جزء۵ صفحہ ۳۶۴)
(المعجم الكبير للطبرانى، ما أسند عبد الله بن عباس، مجاهد عن ابن عباس، جزء۱۱ صفحہ ۸۰)

٢٣٥٣ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ.

۲۳۵۳: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوزناد سے، ابوزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پانی بچ رہے، اس کو اس لئے نہ روکا جائے کہ گھاس نہ اُگے۔

اطرافہ: ٢٣٥٤، ٦٩٦٢۔

٢٣٥٤: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمْنَعُوْا فَضْلَ الْمَاءِ لِتَمْنَعُوْا بِهِ فَضْلَ الْكَلَإِ.

۲۳۵۴: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے (سعید) بن مسیّب اور ابوسلمہ سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچے ہوئے پانی کو اس لئے نہ روکو کہ تا ضرورت سے زیادہ گھاس نہ اُگنے پائے۔

اطرافہ: ٢٣٥٣، ٦٩٦٢۔

تشریح: **اِنَّ صَاحِبَ الْمَآءِ أَحَقُّ بِالْمَاءِ حَتَّى يَرْوَى:** پانی کی ملکیت متحقق ہونے پر پہلی ہدایت یہ ہے کہ استعمال کا اوّل حق مالک کا ہے اور دوسری ہدایت یہ ہے کہ مالک اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد پانی دوسروں کو استعمال کرنے دے۔ امام شافعیؒ نے اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو کنوؤں سے مخصوص کیا ہے؛ جو نجی ضرورت کے لئے کھدوائے جاتے ہیں۔ لیکن اگر کنواں بنجر وغیرہ زمین میں رفاہِ عامہ کی خاطر کھدوایا گیا ہو تو بطور وقف متصور ہوگا۔ ایسے کنوئیں میں تقدیم و تاخیر کا سوال نہیں پیدا ہوسکتا۔ سب اس کے پانی کو استعمال کر سکتے ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۴۱)

لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ: اَلْكَلَأُ سے مراد نباتات ہے؛ جس سے مویشی وغیرہ فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ شارحین نے لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ کی تشریح یہ بھی کی ہے کہ مثلاً کسی کا کنواں ایک ایسی

جگہ پر ہو جس کے قریبی علاقہ میں گھاس ہو۔ جس میں سب لوگوں کو جانور چرانے کا حق ہو۔ مگر کنوئیں والا لوگوں کے جانوروں کو پانی پینے نہ دے۔ اس غرض سے کہ جب پانی جانوروں کو پینے کے لئے نہیں ملے گا تو لوگ جانور چرانے کے لئے نہیں لائیں گے اور گھاس صرف کنوئیں والے کے جانوروں کے لئے محفوظ رہے گی اور وہی اس سے استفادہ کر سکے گا۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۴۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ جمہور نے مندرجہ بالا حدیث سے استدلال کیا ہے کہ پانی کا جو رفاہِ عامہ کی غرض کے لئے ہو، بیچنا مکروہ ہے اور مذکورہ بالا ممانعت بطور تنزیہ ہے نہ کہ تحریم۔ عنوانِ باب اور احادیث زیر باب اسی مفہوم کی تائید کرتی ہیں۔

بَاب۳: مَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِي مِلْكِهِ لَمْ يَضْمَنْ

(یہ باب اس بارے میں ہے کہ) جو شخص اپنی ملکیت میں کنواں کھودے (اور اس میں کوئی گر کر مر جائے) تو مالک پر تاوان نہ پڑے گا

۲۳۵۵: حَدَّثَنِي مَحْمُوْدٌ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ عَنْ إِسْرَائِيْلَ عَنْ أَبِي حَصِيْنٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْعَجْمَاءُ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمْسُ.

۲۳۵۵: محمود (بن غیلان) نے مجھ سے بیان کیا کہ عبید اللہ (بن موسیٰ) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے اسرائیل سے، اسرائیل نے ابو حصین سے، ابو حصین نے ابو صالح سے، ابو صالح نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کان سے جو نقصان ہو، اس کا تاوان نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی کنوئیں میں گر کر مر جائے تو اس کا بھی کوئی تاوان نہ ڈالا جائے گا۔ اسی طرح اگر جانور کے چھوٹ جانے سے کوئی انسان اس کی زد میں آ کر مر جائے تو اس کا بھی کوئی تاوان نہ ہوگا اور جو دفن شدہ مال ملے، اس کا پانچواں حصہ دینا ہوگا۔

اطرافہ: ۱۴۹۹، ۶۹۱۲، ۶۹۱۳۔

تشریح: مَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِي مِلْكِهِ لَمْ يَضْمَنْ: زیر باب جو حدیث منقول ہے، وہ بھی پانی کی ملکیت پر دلالت کرتی ہے۔ اگر کنواں کسی واحد شخص کی ملکیت قرار نہیں دیا جا سکتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا کہ اس میں گر کر مرنے کا تاوان کنوئیں کے مالک پر نہیں ڈالا جائے گا۔

بعض شارحین نے سوال اُٹھایا ہے کہ مندرجہ بالا حدیث کے الفاظ میں ملکیت کا ذکر نہیں؛ عنوانِ باب کو فِي مِلْكِهِ سے کیوں مقید کیا گیا ہے؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوے سے ملکیت کا استنباط

کیا ہے۔ جمہور کے نزدیک بھی کوئی دیت نہیں؛ خواہ کنواں کسی کی ملکیت میں ہو یا نہ ہو۔ (فتح الباری جزء۵صفحہ۴۲)

جُبَارٌ: جُبَارٌ کے معنے ہیں هَدَرٌ۔ یعنی خون بہا کی ذمہ داری سے بری۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۱۹۵) مزید تشریح کے لیے دیکھئے کتاب الدیات، باب ۲۸۔

بَاب ٤ : اَلْخُصُوْمَةُ فِي الْبِئْرِ وَالْقَضَاءُ فِيْهَا

کنوئیں کے بارے میں جھگڑا اور اس کا فیصلہ کرنے کے بارے میں (حدیث)

٢٣٥٦-٢٣٥٧: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ☆ هُوَ عَلَيْهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَىٰ: اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا . الآيَةَ (آل عمران:٧٨)

فَجَاءَ الْأَشْعَثُ فَقَالَ مَا حَدَّثَكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ فِيَّ أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ كَانَتْ لِي بِئْرٌ فِي أَرْضِ ابْنِ عَمٍّ لِّي فَقَالَ لِي شُهُوْدَكَ قُلْتُ مَا لِي شُهُوْدٌ قَالَ فَيَمِيْنَهُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِذًا يَحْلِفُ فَذَكَرَ

۲۳۵۶-۲۳۵۷: عبدان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوحمزہ سے، ابوحمزہ نے اعمش سے، اعمش نے شقیق سے، شقیق نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے، حضرت عبداللہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: جو شخص کسی☆ کا مال مارنے کے لئے قسم کھائے اور وہ قسم میں جھوٹا ہو، وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ وہ اس پر ناراض ہوگا۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ وحی کی کہ جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے وسیلے سے تھوڑا مول لیتے ہیں (آخر آیت تک۔)

پھر حضرت اشعثؓ آئے اور انہوں نے کہا: ابوعبدالرحمٰن (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ) نے تم سے کیا بیان کیا۔ یہ آیت تو میرے متعلق اُتری تھی۔ میرا ایک کنواں میرے ایک چچا کے بیٹے کی زمین میں تھا۔ (اس کا جھگڑا تھا) آپؐ نے مجھ سے فرمایا: اپنے گواہ لاؤ۔ میں نے کہا: (یا رسول اللہ!) میرے پاس تو کوئی گواہ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: پھر دوسرے فریق سے قسم لے لے۔ میں نے

☆ لفظ "مُسْلِم"، عمدۃ القاری کے مطابق متن میں نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۱۹۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا الْحَدِيْثَ فَأَنْزَلَ اللهُ ذَلِكَ تَصْدِيْقًا لَهُ.

کہا: یارسول اللہ! پھر تو وہ قسم کھالے گا۔ اس پر نبی ﷺ نے یہ حدیث بیان کی۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی تصدیق کے لئے یہ آیت نازل کی۔

اطراف الحدیث ۲۳۵۶: ٢٤١٦، ٢٥١٥، ٢٦٦٦، ٢٦٦٩، ٢٦٧٣، ٢٦٧٦، ٤٥٤٩، ٦٦٥٩، ٦٦٧٦، ٧١٨٣، ٧٤٤٥۔

اطراف الحدیث ۲۳۵۷: ٢٤١٧، ٢٥١٦، ٢٦٦٧، ٢٦٧٠، ٢٦٧٧، ٤٥٥٠، ٦٦٦٠، ٦٦٧٧، ٧١٨٤۔

تشریح: **اَلْخُصُوْمَةُ فِي الْبِئْرِ وَالْقَضَاءُ فِيْهَا:** اس باب کا مضمون بھی پانی کی ملکیت سے متعلق ہے۔ اگر ملکیت جائز نہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہادت یا قسم کی بناء پر قضیہ چکانے کا مشورہ نہ دیتے۔ جس آیت کا ذکر حدیث میں آیا ہے، وہ مکمل طور پر یہ ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (آل عمران: ۷۸) جو لوگ اللہ کے ساتھ اپنے عہدوں اور قسموں کے بدلے میں تھوڑی قیمت لیتے ہیں، ان لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا اور قیامت کے دن اللہ اُن سے کلام نہیں کرے گا اور نہ اُن کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک ٹھہرائے گا اور اُن کے لئے دردناک سزا مقدر ہے۔

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: شانِ نزول سے مراد تطبیق ہے۔ یعنی آیت میں جو مضمون بیان ہوا ہے، وہ اس واقعہ پر بھی چسپاں ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ اگلی حدیث (نمبر ۲۳۵۸) میں اس کا ذکر ہے۔ حدیث نبوی میں جھوٹی قسم کے ذریعہ لوگوں کا مال کھانے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کی جس ناراضگی کا ذکر ہے، وہ اسی آیت سے مستنبط ہوتی ہے۔

بَاب ۵: إِثْمُ مَنْ مَّنَعَ ابْنَ السَّبِيْلِ مِنَ الْمَاءِ

اس شخص کا گناہ جو مسافر کو پانی سے روکے

۲۳۵۸: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

۲۳۵۸: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد بن زیاد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے ابوصالح سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی ہیں؛ جنہیں اللہ قیامت کے دن (شفقت کی نظر سے) نہیں دیکھے گا اور نہ اُن کو پاک

وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ رَجُلٌ كَانَ لَهُ فَضْلُ مَاءٍ بِالطَّرِيقِ فَمَنَعَهُ مِنِ ابْنِ السَّبِيلِ وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامَهُ لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِدُنْيَا فَإِنْ أَعْطَاهُ مِنْهَا رَضِيَ وَإِنْ لَّمْ يُعْطِهِ مِنْهَا سَخِطَ وَرَجُلٌ أَقَامَ سِلْعَتَهُ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ وَاللهِ الَّذِيْ لَا إِلَهَ غَيْرُهُ لَقَدْ أَعْطَيْتُ بِهَا كَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهُ رَجُلٌ ثُمَّ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ: اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا (آل عمران:۷۸)

کرے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔ایک وہ شخص جس کے پاس سفر میں ضرورت سے زیادہ پانی ہو اور اس نے مسافر کو نہیں دیا اور ایک وہ شخص جس نے کسی امام کی بیعت کی اور یہ بیعت محض دنیا کی خاطر کی۔اگر اس نے اسے دنیاوی مال دیا تو وہ راضی ہوگیا اور اگر نہ دیا تو خفا ہوگیا اور ایک وہ شخص جس نے عصر کے بعد اپنا سامانِ تجارت بازار میں رکھا اور کہا: اس ذات کی قسم ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں مجھے تو اس کی یہ یہ قیمت ملتی تھی اور پھر کوئی شخص اس کو سچا سمجھے اور (خرید لے) اس کے بعد آپؐ نے یہ آیت پڑھی (یعنی) جو لوگ اللہ کے ساتھ اپنے عہدوں اور قسموں کے بدلے تھوڑی قیمت لیتے ہیں......

اطرافهُ: ٢٣٦٩، ٢٦٧٢، ٧٢١٢، ٧٤٤٦.

تشریح: **اِثْمُ مَنْ مَّنَعَ ابْنَ السَّبِيْلِ مِنَ الْمَآءِ:** چونکہ ثواب وعقاب کا دارومدار قدرت، تصرف، ملکیت اور استطاعت پر ہے۔اس لئے ملکیت کے بارے میں ابواب بطور تمہید قائم کر کے ان احکام کا ذکر شروع کیا گیا ہے؛ جن کا تعلق پانی پینے پلانے وغیرہ مسائل سے ہے اور سب سے پہلے مسافر کو پانی نہ پینے دینے کے گناہ کا ذکر کیا گیا ہے، جو بہت سنگین ہے کہ ایسا سنگدل شخص قیامت کے روز غضب الٰہی کا مورد اور الٰہی رحمت سے محروم ہوگا۔ رَجُلٌ كَانَ لَهُ فَضْلُ مَآءٍ ...... سنگدلی کی مذکورہ بالا مثال انتہائی صورت رکھتی ہے کہ پانی ایک شخص کی ضرورت سے زائد ہو اور وہ مسافر کو پینے کے لئے نہیں دیتا۔عنوانِ باب میں لفظ "فَضْل" نظرانداز کیا گیا ہے۔ حالانکہ روایت نمبر ۲۳۵۳ اور روایت نمبر ۲۳۵۴ میں بھی فَضْلُ الْمَآءِ (یعنی بچے ہوئے پانی) کا ذکر ہے۔ان الفاظ کے پیش نظر ہی باب ۲ کا عنوان اِن الفاظ سے قائم کیا گیا ہے: مَنْ قَالَ اِنَّ صَاحِبَ الْمَآءِ اَحَقُّ بِالْمَآءِ حَتّٰى يَرْوِىَ اور انہی الفاظ کے پیش نظر جمہور کا یہ مذہب ہے کہ اگر کسی کے پاس بقدر ضرورت پانی ہو تو وہ مسافر کی نسبت اس کا زیادہ حق دار ہے۔(فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۴۳) جہاں تک فقہی مسئلے کا تعلق ہے، یہ درست ہے۔مگر ہر حالت میں ان کا فتویٰ درست نہیں۔بلکہ اعلیٰ اخلاق کا تقاضا ہے کہ پیاسے کو پلایا جائے اور اپنی ضرورت پر وہ مقدم رکھا جائے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر:۱۰) کہ وہ اپنی ضرورت پر لوگوں کو ترجیح دیتے ہیں۔

بَاب ٦ : سَكْرُ الْأَنْهَارِ

نہروں کا پانی روکنا

٢٣٥٩-٢٣٦٠ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شِرَاجِ الْحَرَّةِ الَّتِي يَسْقُوْنَ بِهَا النَّخْلَ فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ سَرِّحِ الْمَاءَ يَمُرُّ فَأَبَى عَلَيْهِ فَاخْتَصَمَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ فَغَضِبَ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ وَاللهِ إِنِّي لَأَحْسِبُ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي ذَلِكَ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتَّى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ . (النساء: ٦٦)

۲۳۵۹-۲۳۶۰: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔انہوں نے کہا: ابن شہاب نے مجھے بتایا۔انہوں نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔انہوں نے ان کو بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انصاری شخص نے حضرت زبیرؓ سے حرّہ کی اس ندی کے بارے میں جھگڑا کیا؛ جس سے لوگ کھجوروں کو پانی دیا کرتے تھے۔ انصاری نے (حضرت زبیرؓ سے) کہا: پانی بہنے دو اور حضرت زبیرؓ نے نہ مانا تو وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑا لائے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا: زبیر! تم (اپنے درختوں کو) سیراب کرلو۔ پھر اپنے ہمسایہ کے لئے پانی چھوڑ دو۔انصاری کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا: آپؐ نے یہ فیصلہ اس لئے کیا ہے کہ یہ آپؐ کی پھوپھی کا بیٹا ہے۔اس پر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپؐ نے فرمایا: زبیر! اپنے درختوں کو پانی دو۔پھر پانی کو روکے رکھو۔یہاں تک کہ وہ منڈیروں تک بھر آئے۔حضرت زبیرؓ کہتے تھے: اللہ کی قسم! میں سمجھتا ہوں کہ یہ آیت اسی واقعہ سے متعلق نازل ہوئی تھی۔یعنی تیرے ربّ کی قسم! وہ ہرگز ہرگز مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ تجھے ان باتوں میں حکم نہ مانیں جو اُن کے درمیان اختلافی صورت اختیار کرتی ہیں۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَبَّاسِ قَالَ أَبُو عَبْدِاللهِ لَيْسَ أَحَدٌ يَذْكُرُ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ إِلَّا اللَّيْثُ فَقَطْ.

محمد بن عباس نے کہا کہ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: صرف لیث ہی نے عروہ کو عبداللہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے۔

اطرافه: ۲۳٦١، ۲۳٦۲، ۲۷۰۸، ٤٥٨٥۔

تشریح: سَكْرُ الْأَنْهَارِ: شِرَاج جمع شَرْج ہے؛ بمعنی مَسِيْلُ الْمَاءِ یعنی ندی نالہ۔ نَهْرٌ کے معنے ہیں دریا۔ ندی نالے پر قیاس کرکے عنوانِ باب قائم کرنے میں وسعت سے کام لیا گیا ہے۔ ندی نالے اور دریاؤں کا پانی ملحقہ کھیتوں میں پہنچانے کی غرض سے روکنا جائز ہے۔ یہی روایت باب ۷، ۸ میں بھی علیحدہ سندوں سے دُہرائی گئی ہے۔

بَاب ۷: شُرْبُ الْأَعْلَى قَبْلَ الْأَسْفَلِ

بلندی کے کھیت کو نچلے کھیت سے پہلے پانی پلانا

۲۳٦١: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ خَاصَمَ الزُّبَيْرُ رَجُلًا☆ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا زُبَيْرُ اسْقِ ثُمَّ أَرْسِلْ فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ إِنَّهُ ابْنُ عَمَّتِكَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اسْقِ يَا زُبَيْرُ حَتَّى يَبْلُغَ الْمَاءُ الْجَدْرَ ثُمَّ أَمْسِكْ فَقَالَ الزُّبَيْرُ فَأَحْسِبُ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي ذَلِكَ. فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ. (النساء: ٦٦)

۲۳٦١: عبدان نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی کہ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زُہری سے، زُہری نے عروہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت زبیرؓ سے ایک انصاری مردؓ☆ نے جھگڑا کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: زبیر! تم (اپنے درختوں کو) سیراب کرلو اور پھر پانی کو چھوڑ دو۔ انصاری نے کہا: آپؐ نے یہ فیصلہ محض اس لئے کیا ہے کہ وہ آپؐ کی پھوپھی کا بیٹا جو ہوا تو آنحضرت ﷺ نے پھر فرمایا: زبیر! (اپنے درختوں کو) پانی پلاؤ۔ پھر جب پانی منڈیروں تک پہنچ جائے تو اس کے بعد پانی دینا بند کردو (اور آگے جانے دو) حضرت زبیرؓ نے کہا: میرا خیال ہے کہ یہ آیت اسی واقعہ کے متعلق اُتری تھی۔ یعنی تیرے ربّ کی قسم ہے، وہ ہرگز مومن نہیں ہوں گے جب تک وہ تجھے ان امور میں حکم نہ بنائیں جو اُن کے درمیان اختلافی صورت اختیار کرتے ہیں۔

اطرافه: ۲۳۵۹-۲۳٦۰، ۲۳٦۲، ۲۷۰۸، ٤٥٨٥۔

☆ عمدۃ القاری میں "رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ" کے الفاظ ہیں (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۰۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بَاب ۸: شُرْبُ الْأَعْلَى إِلَى الْكَعْبَيْنِ

بلند کھیت کو ٹخنوں تک پانی دینا

۲۳۶۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ الْحَرَّانِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ فِي شِرَاجٍ مِّنَ الْحَرَّةِ لِيَسْقِيَ بِهِ☆ النَّخْلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْقِ يَا زُبَيْرُ فَأَمَرَهُ بِالْمَعْرُوْفِ ثُمَّ أَرْسِلْهُ إِلَى جَارِكَ فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ آنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اسْقِ ثُمَّ احْبِسْ حَتَّى يَرْجِعَ الْمَاءُ إِلَى الْجَدْرِ وَاسْتَوْعَى لَهُ حَقَّهُ فَقَالَ الزُّبَيْرُ وَاللهِ إِنَّ هَذِهِ الْآيَةَ أُنْزِلَتْ فِي ذَلِكَ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (النساء: ٦٦) فَقَالَ لِي ابْنُ شِهَابٍ فَقَدَّرَتِ الْأَنْصَارُ

۲۳۶۲: محمد (بن سلام) نے ہم سے بیان کیا کہ مخلد بن یزید حرانی نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے کہا: ابن جریج نے مجھے بتایا، کہا: ابن شہاب نے عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ انہوں نے ان سے بیان کیا۔ ایک انصاری شخص نے حضرت زبیرؓ سے حرّہ کی اس ندی کے بارے میں جھگڑا کیا جس☆ سے وہ کھجوروں کو پانی دیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زبیر! اپنے درختوں کو پانی دو اور آپؐ نے انصاری کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا مشورہ دیا اور (فرمایا:) اپنے ہمسایہ کے لئے بھی پانی چھوڑ دو۔ انصاری نے کہا: آپؐ نے یہ فیصلہ اس لئے کیا ہے کہ وہ آپؐ کی پھوپھی کا بیٹا جو ہوا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپؐ نے (حضرت زبیرؓ سے) فرمایا: (اپنے درختوں کو) پانی دو؛ یہاں تک کہ وہ (کھیت کی) منڈیروں تک پہنچ جائے اور آپؐ نے (حضرت زبیرؓ کا) جو حق تھا، وہ ان کو دے دیا۔ حضرت زبیرؓ نے کہا: بخدا! یہ آیت تو اسی واقعہ سے متعلق ہی نازل ہوئی تھی۔ یعنی تیرے ربّ کی قسم ہے، وہ ہرگز مومن نہیں ہوں گے جب تک وہ تجھے ان امور میں حکم نہ بنائیں جو اُن کے درمیان اختلافی صورت اختیار کرتے ہیں۔

ابن شہاب نے مجھ سے کہا: انصار اور دوسرے لوگوں

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ يَسْقِي بِهَا کے الفاظ ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۰۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

وَالنَّاسُ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْقِ ثُمَّ احْبِسْ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ وَكَانَ ذَلِكَ إِلَى الْكَعْبَيْنِ.

نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کہ پانی دو پھر اس کو روکے رکھو جب تک کہ منڈیروں تک نہ آ جائے؛ یہ اندازہ کیا کہ اس سے مراد یہ ہے: ٹخنوں تک پانی کھیت میں ہو جائے۔

اطرافہُ: ۲۳۵۹-۲۳۶۰، ۲۳۶۱، ۲۷۰۸، ۴۵۸۵۔

تشریح: شُرْبُ الْأَعْلَى إِلَى الْكَعْبَيْنِ: ندی نالے اور دریاؤں کے پانی کی تقسیم میں تین ہدایتیں زیر ابواب روایات میں مذکور ہیں:-

اوّل: بلند جگہ پر واقع زمین کی سیرابی مقدم ہے اور پھر نشیب میں واقعہ زمین کا حق ہے۔

دوم: چونکہ ندی نالے اور دریا کا بہاؤ بلندی سے نشیب کی طرف ہوتا ہے۔ اس لئے ملحقہ زمین کا ڈھلوان بھی اسی نسبت سے ہوگا اور بلحاظِ آب رسانی بلندی پر واقع زمین کو پانی طبعاً پہلے ملے گا اور اسی طریق آب رسانی سے زمین بھی محفوظ رہ سکتی ہے۔ ورنہ پانی کی رَو سے اس کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے۔ جہاں مصنوعی نہریں ہیں، وہاں بھی پانی کی تقسیم میں یہی طریق ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

سوم: اگر پڑوسی کی ضرورت زیادہ ہو تو اُسے اخلاقاً مقدم رکھا جائے۔ تا اُس کی کھیتی نقصان سے محفوظ رہے۔ اگر دونوں کی ضرورتیں مساوی صورت رکھتی ہوں تو بلندی پر واقعہ زمین والے کا حق مقدم ہوگا۔ جھگڑے کی صورت میں فیصلے کا طریق یہی ہے کہ بلند زمین کو پانی پہلے دیا جائے۔

روایت نمبر ۲۳۶۲ کے الفاظ فَأَمَرَهُ بِالْمَعْرُوفِ سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موقع پر صورت حال کا جائزہ لیا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے پڑوسی انصاری دونوں کی ضرورت کے پیش نظر فرمایا کہ زبیرؓ اپنی زمین کو پانی دیں؛ جتنی کہ ان کی ضرورت ہو، اس کے مطابق آبیاری کے بعد پھر پانی پڑوسی کے باغ کی طرف پھیر دیں اور اس کے ساتھ نیک سلوک کریں۔ یعنی اپنا حق پورا نہ لیں۔ اس نرم فیصلہ کے باوجود انصاریؓ کی ناراضگی بتاتی ہے کہ وہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اُن کے حق سے محروم رکھ کر اپنے کھیت کو جو نشیب میں واقعہ تھا، پانی پہنچانے میں مقدم رکھنا چاہتا تھا اور زود رَنج ہونے کی وجہ سے اس کی زبان قابو میں نہ رہی اور وہ الفاظ کہے؛ جن کا ذکر روایت میں ہے۔ اس پر آپؐ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اجازت دی کہ وہ اپنا حق پورا کرنے کے بعد اس کی طرف پانی چھوڑ دیا کریں۔ ان کو شکایت بھی اسی لئے پیدا ہوئی تھی کہ وہ زبردستی کرنا چاہتا تھا۔ روایت نمبر ۲۳۶۲ کے الفاظ فَقَدَّرَتِ الْأَنْصَارُ وَالنَّاسُ سے پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا فیصلے کا مدینہ میں چرچا ہوا اور لوگ موقعہ پر پہنچے اور تحقیق کرنے کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حق بجانب سمجھا۔ الفاظ فَأَمَرَهُ بِالْمَعْرُوفِ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زبیرؓ کو حسن سلوک کی ہدایت فرما کر انصاری کے اصل حق سے زیادہ دلوانا چاہتے تھے اور جب اُس نے حضورؐ کا

فیصلہ تسلیم نہیں کیا تو آپؐ نے عدل وانصاف کا جو تقاضا تھا، اس کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ آپؐ کا آخری فیصلہ بوجہ ناراضگی صادر نہیں ہوا؛ بلکہ دارالقضاء کا دستور یہی ہے کہ قاضی جب فریقین کے درمیان مصالحت کا طریق اختیار کرے اور جو فریق نہ مانے تو پھر قاضی کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ حقوق کی تعیین میں عدل وانصاف کا منشاء پورا کرے۔ چنانچہ انصار مدینہ اور دیگر بزرگوں کے فیصلے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہی کو حق بجانب سمجھے اور ٹخنوں تک پانی لینے کا اندازہ اُن کے حق میں کیا۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منڈیر تک پانی لینے کی اجازت دی۔ دونوں اندازے ایک سے ہیں۔ کیونکہ کھیتی میں اگر ٹخنوں تک پانی پہنچ جائے تو وہ کھیتی کے سیراب کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ اور لوگوں کا اندازہ ایک ہی ہے۔ جیسا کہ روایت کے آخری حصہ سے معلوم ہوتا ہے۔

أُنْزِلَتْ فِي ذَلِكَ: یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ کسی آیت کے شانِ نزول کو بیان کرنے سے مراد واقعہ پیش آمدہ کے ساتھ تطبیق دینا مراد ہے۔ اس تعلق میں باب ۴ کی تشریح بھی دیکھئے۔ نیز دیکھئے کتاب الشهادات تشریح باب ۲۵۔ پوری آیت یہ ہے: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتَّى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (النساء :٦٦) تیرے ربّ ہی کی قسم ہے کہ وہ ہرگز مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ ہر اُس بات میں جس کی بابت اُن کے درمیان جھگڑا ہو جائے، تجھے حکم نہ بنائیں اور پھر جو فیصلہ تو کرے، اس سے اپنے نفوس میں کسی قسم کی تنگی نہ پائیں اور پورے طور پر فرمانبردار ہو جائیں۔

باب ۸ کا عنوان مصدر یہ اور غیر مکمل رکھا گیا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہاں پانی کی مقدار معین کرنا مقصود نہیں کہ اس کا تعلق حالات سے ہے۔ مقدار کم وبیش ہوسکتی ہے۔

بَاب ٩ : فَضْلُ سَقْيِ الْمَاءِ

پانی پلانے کا ثواب

٢٣٦٣ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ يَمْشِي فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ فَنَزَلَ بِئْرًا فَشَرِبَ مِنْهَا ثُمَّ خَرَجَ

۲۳۶۳: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سُمَی سے، سُمَی نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بار ایک شخص (راستے میں) چلا جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی اور وہ ایک کنوئیں میں اُترا اور اس سے پانی پیا۔ اس کے بعد وہ نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک

فَإِذَا هُوَ بِكَلْبٍ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ فَقَالَ لَقَدْ بَلَغَ هَذَا مِثْلُ الَّذِيْ بَلَغَ بِي فَمَلَأَ خُفَّهُ ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيْهِ ثُمَّ رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا قَالَ فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ. تَابَعَهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَالرَّبِيْعُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ زِيَادٍ.

اطرافہُ: ۱۷۳، ۲٤٦٦، ٦٠٠٩۔

کتا ہے جو ہانپ رہا ہے اور پیاس کے مارے کیچڑ چاٹ رہا ہے تو اس شخص نے (دل میں) کہا کہ اسے بھی وہی تکلیف پہنچی ہے جو مجھے پہنچی تھی۔ اس نے اپنا موزہ بھرا اور اسے اپنے منہ سے پکڑ کر وہ اوپر چڑھا اور کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے اس عمل کی قدر کی اور اُس کے گناہوں کی مغفرت فرمائی۔ صحابہؓ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا ہمیں جانوروں (کو پانی پلانے) کی وجہ سے بھی ثواب ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا: ہر جگر کی وجہ سے ثواب ہوگا؛ جو تروتازہ ہو۔ (یعنی ہر جاندار کے ساتھ نیک سلوک کرنے میں اجر ہے۔) عبداللہ بن یوسف کی طرح حماد بن سلمہ اور ربیع بن مسلم نے بھی محمد بن زیاد سے یہی بات نقل کی ہے۔

٢٣٦٤: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةَ الْكُسُوْفِ فَقَالَ دَنَتْ مِنِّي النَّارُ حَتَّى قُلْتُ أَيْ رَبِّ وَأَنَا مَعَهُمْ فَإِذَا امْرَأَةٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ قَالَ مَا شَأْنُ هَذِهِ قَالُوْا حَبَسَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوْعًا.

طرفہُ: ٧٤٥۔

۲۳۶۴: (سعید) بن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا کہ نافع بن عمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن ابی مُلَیکہ سے، ابن ابی مُلَیکہ نے حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز پڑھی۔ پھر آپؐ نے فرمایا: (دوزخ کی) آگ میرے اتنی قریب ہوئی کہ میں نے کہا: یاربّ! آیا میں بھی ان (دوزخ والوں) کے ساتھ ہوں۔ پھر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت ہے کہ بلی اُسے نوچ رہی ہے۔ میں نے پوچھا: اس کی یہ حالت کیوں ہے؟ فرشتوں نے کہا: اس عورت نے بلی کو بند کر رکھا تھا؛ یہاں تک کہ وہ بھوک سے مرگئی۔

۲۳۶۵: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ حَبَسَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوْعًا فَدَخَلَتْ فِيْهَا النَّارَ قَالَ فَقَالَ وَاللهُ أَعْلَمُ لَا أَنْتِ أَطْعَمْتِهَا وَلَا سَقَيْتِهَا حِيْنَ حَبَسْتِهَا وَلَا أَنْتِ أَرْسَلْتِهَا فَأَكَلَتْ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ.

۲۳۶۵: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا: مالک نے مجھے بتایا۔انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب ہوا؛ جسے اس نے بند کر رکھا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بھوک سے مرگئی تو وہ اُس بلی کی وجہ سے آگ میں داخل ہوئی۔ (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) کہتے تھے: آپؐ نے یہ بھی فرمایا: (اس سے کہا گیا) تو نے اسے قید رکھا اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے نہ تو نے اسے کھلایا اور نہ پلایا اور نہ ہی اس کو چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھاتی۔

اطرافہ: ۳۳۱۸، ۳۴۸۲۔

تشریح: فَضْلُ سَقْيِ الْمَآءِ: پانی پلانے کی فضیلت-فضیلت سے یہاں مراد ثواب ہے۔باب نمبر ۵ کے ہی تعلق میں یہ باب قائم کیا گیا ہے۔وہاں پانی روکنے کی سزا کا ذکر ہے اور یہاں حاجت مند کو پانی پلانے کے عمل کی فضیلت کا بلحاظ ثواب کے۔

مسائل آب رسانی کی بحث میں یہ باب اس لحاظ سے دلچسپ ہے کہ یہ صرف سابقہ مضمون کے لئے بطور فصل ہی نہیں۔جیسا کہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت کی ہے بلکہ یہ باب اصل مضمون سے ایک لطیف مناسبت بھی رکھتا ہے کہ نباتات کی حیات و بقا اور اُن کی حفاظت کا مسئلہ کتے، بلی اور ہر ذی حیات کی بقاء کے ساتھ ایک ہی زمرہ میں ہے۔فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ ۔كَبِد کے معنے ہیں جگر اور رَطْبَة تروتازہ یعنی زندگی والا۔اس فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ ہر جاندار کے ساتھ نیک سلوک کرنے میں اجر ہے۔فقہاء اس بحث میں تھے کہ پانی جو کسی کی ملکیت میں ہو؛ اس کا پہلا حق دار مالک ہے۔ (دیکھئے باب ۵) مگر اس باب کی حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ہر شئے جس کی زندگی کا دارومدار پانی پر ہو، وہ عندالضرورت پانی کی پہلی مستحق ہے اور اس حق کے دینے یا نہ دینے کی ذمہ داری ہر اُس انسان پر عائد ہوتی ہے جس کے قبضہ میں پانی ہو، یا وہ اس کے بہم پہنچانے پر قدرت رکھتا ہو۔چنانچہ اس کے بعد کا باب اسی فقہی تعلق میں قائم کیا گیا ہے۔

بَاب ١٠ : مَنْ رَّأَى أَنَّ صَاحِبَ الْحَوْضِ وَ الْقِرْبَةِ أَحَقُّ بِمَائِهِ

جوشخص یہ سمجھے کہ حوض اور مشک والا اپنے پانی کا زیادہ حق دار ہے

٢٣٦٦: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ أُتِيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ وَعَنْ يَّمِيْنِهِ غُلَامٌ هُوَ أَحْدَثُ الْقَوْمِ وَالْأَشْيَاخُ عَنْ يَّسَارِهِ قَالَ يَا غُلَامُ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ الْأَشْيَاخَ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِأُوْثِرَ بِنَصِيْبِي مِنْكَ أَحَدًا يَا رَسُوْلَ اللهِ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ.

۲۳۶۶: قُتَیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالعزیز نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوحازم سے، ابوحازم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پیالہ لایا گیا۔ آپؐ نے (اس سے) پیا اور آپؐ کے داہنے ہاتھ ایک لڑکا تھا جو مجلس میں سب سے چھوٹا تھا اور بڑی عمر کے لوگ آپؐ کی بائیں طرف تھے۔ آپؐ نے فرمایا: لڑکے کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں یہ ان بڑوں کو دوں؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ سے جو حصہ مجھے ملا ہے، وہ تو میں کسی کو دینے کا نہیں۔ تو آپؐ نے وہ (پیالہ) اسی کو دے دیا۔

اطرافہ: ٢٣٥١، ٢٤٥١، ٢٦٠٢، ٢٦٠٥، ٥٦٢٠.

٢٣٦٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ زِيَادٍ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَذُوْدَنَّ رِجَالًا عَنْ حَوْضِي كَمَا تُذَادُ الْغَرِيْبَةُ مِنَ الإِبِلِ عَنِ الْحَوْضِ.

۲۳۶۷: محمد بن بشار نے ہمیں بتایا۔ غندر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن زیاد سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا:) میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: اسی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اپنے حوض پر سے کچھ لوگوں کو اسی طرح ہانک دوں گا؛ جس طرح حوض سے پرائے اونٹ ہانک دیئے جاتے ہیں۔

٢٣٦٨: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ

۲۳۶۸: عبداللہ بن محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ عبدالرزاق نے ہمیں خبر دی کہ معمر نے ایوب اور کثیر

أَيُّوْبَ وَ كَثِيْرِ بْنِ كَثِيْرٍ يَزِيْدُ أَحَدُهُمَا عَلَى الْآخَرِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ أُمَّ إِسْمَاعِيْلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ أَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ لَكَانَتْ عَيْنًا مَّعِيْنًا وَأَقْبَلَ جُرْهُمُ فَقَالُوْا أَتَأْذَنِيْنَ أَنْ نَّنْزِلَ عِنْدَكِ قَالَتْ نَعَمْ وَلَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ قَالُوْا نَعَمْ.

بن کثیر سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ دونوں میں سے ایک دوسرے سے کچھ زیادہ بیان کرتا تھا۔ انہوں نے سعید بن جبیر سے روایت کی۔ کہتے تھے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اسماعیلؑ کی ماں پر رحم کرے۔ اگر وہ زمزم کو چھوڑ دیتیں یا فرمایا: اگر وہ (زمزم کے) پانی سے چلو بھر بھر کر نہ لیتیں تو وہ (آج) ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا اور جرہم کا قبیلہ آ گیا اور انہوں نے کہا: کیا آپ اجازت دیتی ہیں کہ آپ کے پاس اُتریں۔ انہوں نے کہا: ہاں۔ لیکن پانی میں تمہارا حق نہیں۔ انہوں نے کہا: اچھا۔

اطرافه: ۳۳۶۲، ۳۳۶۳، ۳۳۶۴، ۳۳۶۵.

۲۳۶۹: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي صَالِحِ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ رَجُلٌ حَلَفَ عَلَى سِلْعَةٍ لَقَدْ أُعْطَى بِهَا أَكْثَرَ مِمَّا أُعْطَى وَهُوَ كَاذِبٌ وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ كَاذِبَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ وَرَجُلٌ مَّنَعَ فَضْلَ مَائِهِ

۲۳۶۹: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے مجھ سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن دینار) سے، انہوں نے ابوصالح سمان سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: تین اشخاص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کو نہ بات کرے گا اور نہ اُن کی طرف (شفقت کی) نظر کرے گا۔ ایک وہ شخص جس نے اپنا تجارتی سامان بیچنے کے لئے قسم کھائی کہ مجھے اس کے لئے اس سے بہت زیادہ دیا جاتا تھا جو اَب دیا جاتا ہے؛ بحالیکہ وہ جھوٹا ہے اور ایک وہ شخص جس نے عصر کے بعد جھوٹی قسم اس لئے کھائی کہ وہ کسی مسلمان شخص کا مال مار لے اور ایک وہ شخص جس نے اپنا بچا ہوا پانی روک لیا۔ اللہ تعالیٰ

فَيَقُوْلُ اللهُ الْيَوْمَ أَمْنَعُكَ فَضْلِي كَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَا لَمْ تَعْمَلْ يَدَاكَ. قَالَ عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ أَبَا صَالِحٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

فرمائے گا: آج میں بھی اپنا فضل تجھ سے روکتا ہوں؛ جیسا کہ تو نے وہ بچی ہوئی چیز روک لی تھی؛ جو تیرے ہاتھوں نے نہیں بنائی تھی۔ علی (بن مدینی) کہتے تھے: سفیان نے عمرو (بن دینار) سے روایت کرتے ہوئے ہمیں کئی دفعہ بتایا کہ انہوں نے ابوصالح سے یہی سنا۔ وہ نبی ﷺ تک اس (حدیث) کو پہنچاتے تھے۔

اطرافهُ: ٢٣٥٨، ٢٦٧٢، ٧٢١٢، ٧٤٤٦.

تشریح: **صَاحِبُ الْحَوْضِ وَالْقِرْبَةِ أَحَقُّ بِمَآئِهِ:** اس باب میں دونوں طرح کی روایتیں اکٹھی کی گئی ہیں؛ جن کا تعلق پانی روکنے اور نہ روکنے سے ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ دونوں باتوں میں ضرورتِ حقہ اور اَخلاق فاضلہ مدنظر رکھے جائیں۔ اس بارے میں حضرت ہاجرہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ حق جس طرح ملکیت کی بناء پر قائم ہوتا ہے، اسی طرح اخلاقی اقدار کی بناء پر اپنا حق محفوظ رکھنے کے باوجود دوسروں سے حسن سلوک کرنا لازمی ہے۔ حق ملکیت اس اخلاقی فرض کو اور بھی زیادہ واجب کر دیتا ہے۔ روایت نمبر ۲۳۶۷ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی آبِ حیات والے حوضِ کوثر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اخلاقی اور روحانی کم مائیگی کی وجہ سے نااہل لوگ آپؐ کے حوض سے ہانکے جائیں گے اور وہ حوضِ کوثر کے پاکیزہ پانی سے محروم رہیں گے۔ باب کی چاروں روایتیں حکمت آموز ترتیب سے یکجا کی گئی ہیں۔ عنوانِ باب میں جو فقہی سوال ہے، اس کا جواب احادیث نبویہ کی روشنی میں آسان ہے۔

بَاب ١١: لَا حِمَى إِلَّا لِلَّهِ وَلِرَسُوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کی رَکھ نہیں

٢٣٧٠: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا حِمَى

۲۳۷۰: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے، عبیداللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت صعب بن جثّامہؓ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رکھ اللہ اور اس کے رسول

إِلَّا لِلَّهِ وَلِرَسُوْلِهِ. وَقَالَ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَى النَّقِيْعَ وَأَنَّ عُمَرَ حَمَى الشَّرَفَ وَالرَّبَذَةَ.

کی ہی ہے۔ اور (امام بخاریؒ نے) کہا: یہ خبر ہمیں پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نَقِیع کو رکھ قرار دیا اور حضرت عمرؓ نے شرف اور رَبذہ کو۔

طرفہٗ: ۳۰۱۳۔

تشریح: **لَا حِمَى اِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ ﷺ:** امام شافعیؒ نے اس جملہ کے دو مفہوم بیان کئے ہیں اور دونوں ہی درست ہیں۔ اوّل یہ کہ کسی کا حق نہیں کہ کوئی زمین مسلمانوں کے لئے محفوظ کرے سوائے اس زمین کے جو اللہ اور رسول ﷺ نے محفوظ کی ہے۔ جیسے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے حرم اور اس کی ملحقہ اراضیات محفوظ کی گئی ہیں۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جگہیں اسی طریق پر محفوظ کی جاسکتی ہیں جس طریق پر اللہ اور رسول ﷺ نے کی ہیں۔ یعنی جب حالات متقاضی ہوں تو اولوالامر بھی زمین محفوظ کرنے میں وہی صورت اختیار کرسکتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوسرا مفہوم زیادہ واضح اور قابل ترجیح ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۵۶) **حِمَى** کے معنے رمنہ یا رکھ۔ جانوروں کے لئے چراگاہ کے طور پر یا رفاہِ عامہ کی خاطر شاملاتِ دہ، چراگاہیں اور جنگلات محفوظ کئے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح گھاٹ یا پانی کی دوسری جگہیں جہاں جانور وغیرہ آزادی سے پانی پی سکیں۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدقات کے اونٹوں وغیرہ کے لئے بعض چراگاہیں محفوظ کیں۔ زمانہ جاہلیت میں سردارانِ عرب کا دستور تھا کہ ان میں سے ایک جہاں عمدہ چراگاہیں ہوتیں، وہاں کتا چھوڑ دیتا اور جہاں تک اس کے بھونکنے کی آواز پہنچتی؛ اعلان کردیا جاتا کہ وہاں تک کوئی دوسرا شخص نہ تو جانور چرا سکتا ہے اور نہ انہیں پانی پلاسکتا ہے اور خلاف ورزی کی صورت میں خون ریز جنگیں ہوتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قدیم طریق منسوخ فرمادیئے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۲۱۳)

نَقِیع مدینہ سے بیس فرلانگ یا تقریباً اڑھائی میل دور ہے۔ پانی جمع ہونے کی وجہ سے اس جگہ کا نام نَقِیع مشہور ہوا۔ **شَرَف** مدینہ کے مضافات میں سرسبز بلند مقامات ہیں اور **رَبذہ** وادی ذات عرق کے قریب مدینہ منورہ سے تین منزل دور ہے۔ صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں شرف کی جگہ سرف ہے جو مکہ مکرمہ سے چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ جگہیں رفاہ عامہ کے لئے محفوظ کی گئی تھیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۲۱۴)

بَاب ۱۲: شُرْبُ النَّاسِ وَسَقْيُ الدَّوَابِّ مِنَ الْأَنْهَارِ

دریاؤں اور نہروں سے لوگوں اور جانوروں کا پانی پینا

۲۳۷۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ

۲۳۷۱: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا کہ مالک بن انس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زید

ابْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْلُ لِرَجُلٍ أَجْرٌ وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَعَلَى رَجُلٍ وِزْرٌ فَأَمَّا الَّذِي لَهُ أَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيْلِ اللهِ فَأَطَالَ لَهَا فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيَلِهَا ذَلِكَ مِنَ الْمَرْجِ أَوِ الرَّوْضَةِ كَانَتْ لَهُ حَسَنَاتٍ وَلَوْ أَنَّهُ انْقَطَعَ طِيَلُهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ كَانَتْ آثَارُهَا وَأَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَّهُ وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَّسْقِيَ كَانَ ذَلِكَ حَسَنَاتٍ لَّهُ فَهِيَ لِذَلِكَ أَجْرٌ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَتَعَفُّفًا ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللهِ فِي رِقَابِهَا وَلَا ظُهُوْرِهَا فَهِيَ لِذَلِكَ سِتْرٌ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَنِوَاءً لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَهِيَ عَلَى ذَلِكَ وِزْرٌ وَسُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحُمُرِ فَقَالَ مَا أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيْهَا شَيْءٌ

بن اسلم سے، زید نے ابوصالح سمان سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑے کسی شخص کے لئے ثواب کا موجب ہیں اور کسی شخص کیلئے باعث حفاظت ہیں اور کسی شخص کے لئے عذاب۔ جس کے لئے وہ ثواب ہیں، وہ وہ شخص ہے جس نے انہیں اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے پالا اور انہیں کسی مرغزار یا باغ میں لمبی رسی کر کے کھلا چھوڑ دیا تو وہ اپنی رسی کی لمبان میں جو کچھ بھی اس مرغزار یا باغ سے چریں گے تو وہ اس کے لئے نیکیاں ہوں گی اور اگر اُن کی رسی ٹوٹ جائے اور وہ کلیلیں☆ کرتے ہوئے میل دو میل تک نکل جائیں تو اُن کے قدموں کے نشان اور اُن کی لید بھی اس کیلئے نیکیاں ہوں گی اور اگر وہ کسی دریا پر سے گزریں اور اس سے پئیں؛ درآنحالیکہ ان گھوڑوں کا مالک انہیں پلانا نہیں چاہتا تو پھر بھی اس کے لئے نیکیاں شمار ہوں گی۔ سو یہ گھوڑے ایسے شخص کے لئے ثواب ہیں اور ایک وہ ہے جس نے دولت حاصل کرنے اور محتاجی سے بچنے کیلئے گھوڑے پالے اور وہ اللہ کا حق (زکوٰۃ اور صدقات) بھی نہیں بھولا جو اُن کی گردنوں اور پیٹھوں میں ہے تو یہ گھوڑے ایسے شخص کے لئے موجب حفاظت ہیں اور ایک وہ شخص ہے کہ جس نے ان گھوڑوں کو ریاء اور فخر کے لئے اور مسلمانوں سے دشمنی کی وجہ سے رکھا تو یہ گھوڑے اُس کے لئے وبال ہوں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کی نسبت پوچھا گیا تو آپؐ

☆ کُلیل: حیوانوں اور پرندوں کی اچھل کود۔ (اردو لغت- زیر لفظ کلیل)

إِلَّا هَذِهِ الآيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ﴿٨﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿٩﴾ (الزلزال:۸-۹)

نے فرمایا: ان کے بارے میں مجھ پر کوئی وحی نہیں اُتری؛ سوائے اس جامع آیت کے جوسب پر حاوی ہے: جو ذرہ بھر بھلائی کرے گا، وہ اس کو دیکھ لے گا اور جو ذرہ بھر برائی کرے گا، وہ اسے دیکھ لے گا۔

اطرافهُ: ۲۸٦۰، ۳٦٤٦، ٤۹٦۲، ٤۹٦۳، ۷۳٥٦.

۲۳۷۲: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ ابْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَشَأْنَكَ بِهَا قَالَ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ قَالَ هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيْكَ أَوْ لِلذِّئْبِ قَالَ فَضَالَّةُ الْإِبِلِ قَالَ مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا.

۲۳۷۲: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے، ربیعہ نے منبعث کے آزاد کردہ غلام یزید سے، یزید نے حضرت زید بن خالد جُہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اُس نے آپؐ سے گری پڑی چیزوں کی نسبت پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: اس کی تھیلی اور اس کا بند پہچان رکھو۔ پھر ایک برس تک اس کا اعلان کرتے رہو۔ اگر اس کا مالک آجائے تو خیر؛ ورنہ جس طرح چاہو، کام میں لاؤ۔ اس نے کہا: بھولی بھٹکی بکری (کے متعلق حضورؐ کا کیا ارشاد ہے؟) آپؐ نے فرمایا: وہ تمہارے لیے یا تمہارے بھائی کے لئے ہے یا کسی بھیڑیئے کے لئے۔ اس نے کہا: اور بھولا بھٹکا اونٹ؟ آپؐ نے فرمایا: تجھے اس سے کیا واسطہ! اس کے ساتھ اس کا مشکیزہ بھی ہے اور اُس کا موزہ (یعنی پاؤں) بھی۔ پانی پی لیتا ہے اور درختوں سے کھاتا ہے؛ یہاں تک کہ اس کا مالک اس کو پالیتا ہے۔

اطرافهُ: ۹۱، ۲٤۲۷، ۲٤۲۸، ۲٤۲۹، ۲٤۳٦، ۲٤۳۸، ٥۲۹۲، ٦۱۱۲.

تشریح: شُرْبُ النَّاسِ وَسَقْيُ الدَّوَابِّ مِنَ الْأَنْهَارِ: اس باب کی پہلی روایت کتاب الجهاد (باب ۴۸) میں مفصل مذکور ہے اور دوسری روایت کتاب فی اللقطة میں متعدد بار آئے گی۔ ندی نالوں

اور چشموں سے پانی پلانے کی عام اجازت ہے۔ کسی کو حق نہیں کہ اس میں کسی پر پابندی عائد کرے۔ بھٹکی ہوئی بھیڑ بکری ملے تو اس کی حفاظت کم از کم ایک سال کے لئے ضروری ہے۔ شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لئے ہر بات میں رہنمائی فرمائی ہے۔ تاکہ ان کے عمل میں یک جہتی پیدا ہو اور صورتِ وحدت قائم رہے اور وہ معاشرہ قابل قدر و رشک ہے، جس کے تمام افراد میں بلحاظِ عقیدہ و کردار یگانگت پائی جاتی ہو۔

بَاب ۱۳ : بَيْعُ الْحَطَبِ وَالْكَلَإِ

ایندھن (کی لکڑی) اور گھاس بیچنا

٢٣٧٣: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَنْ يَّأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبُلًا فَيَأْخُذَ حُزْمَةً مِّنْ حَطَبٍ فَيَبِيْعَ فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهُ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ يَّسْأَلَ النَّاسَ أُعْطِيَ أَمْ مُّنِعَ.

اطرافہ: ۱۴۷۱، ۲۰۷۵۔

۲۳۷۳: معلیٰ بن اسد نے ہم سے بیان کیا کہ وہیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے، حضرت زبیرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک رسی لے اور لکڑیوں کا گٹھا لا کر بیچے اور اللہ اس طرح اس کی آبرو بچائے رکھے تو یہ بہتر ہے؛ اس بات سے کہ وہ لوگوں سے مانگے۔ اس کو ملے یا نہ ملے۔

٢٣٧٤: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يَّحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ لَّهُ

۲۳۷۴: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے آزاد کردہ غلام ابوعبید سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر اُٹھا کر

مِنْ أَنْ يَّسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ.

اطرافه: ۱۴۷۰، ۱۴۸۰، ۲۰۷۴۔

لائے۔اس کے لئے بہتر ہے، اس سے کہ کسی سے مانگے اور وہ اس کو دے یا نہ دے۔

۲۳۷۵: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيْهِ حُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيْهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَنَّهُ قَالَ أَصَبْتُ شَارِفًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَغْنَمٍ يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ وَأَعْطَانِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَارِفًا أُخْرَى فَأَنَخْتُهُمَا يَوْمًا عِنْدَ بَابِ رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ وَأَنَا أُرِيْدُ أَنْ أَحْمِلَ عَلَيْهِمَا إِذْخِرًا لِأَبِيْعَهُ وَمَعِي صَائِغٌ مِّنْ بَنِي قَيْنُقَاعَ فَأَسْتَعِيْنُ بِهِ عَلَى وَلِيْمَةِ فَاطِمَةَ وَحَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَشْرَبُ فِي ذَلِكَ الْبَيْتِ مَعَهُ قَيْنَةٌ فَقَالَتْ:

أَلَا يَا حَمْزَ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ

فَثَارَ إِلَيْهِمَا حَمْزَةُ بِالسَّيْفِ فَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا ثُمَّ أَخَذَ

۲۳۷۵: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں خبر دی کہ ابن جریج نے ان سے بیان کیا۔ وہ کہتے تھے: ابن شہاب نے مجھے بتایا کہ انہوں نے علی بن حسینؓ بن علیؓ سے، انہوں نے اپنے باپ حضرت حسین بن علیؓ سے، حضرت حسینؓ نے اپنے باپ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے بدر کی جنگ میں غنیمت کے مال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حصے میں ایک جوان اونٹنی پائی۔ انہوں نے کہا: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور جوان اونٹنی مجھے دی۔ میں نے ان دونوں اونٹنیوں کو ایک انصاری کے دروازہ پر بٹھا دیا اور میرا اِرادہ تھا کہ میں اذخر گھاس ان پر لاد کر بیچنے کیلئے لایا کروں گا اور میرے ساتھ بنی قینقاع کا ایک سنار بھی تھا۔ (میرا اِرادہ تھا) کہ اس طرح مَیں فاطمہؓ کے ولیمہ کا سامان مہیا کرلوں گا۔ اس وقت حمزہؓ بن عبدالمطلب اسی گھر میں شراب پی رہے تھے۔ ان کے ساتھ ایک گانے والی بھی تھی۔ اس نے (یہ مصرعہ) گایا:

ارے حمزہ اُٹھو؛ ان موٹی تازی جوان اونٹنیوں کی طرف بڑھو

یہ سن کر حمزہؓ جوش میں آئے اور تلوار لے کر ان کی طرف لپکے اور ان کے کوہان کاٹ ڈالے۔ ان کے

مِنْ أَكْبَادِهِمَا قُلْتُ لِابْنِ شِهَابٍ وَمِنَ السَّنَامِ قَالَ قَدْ جَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا فَذَهَبَ بِهَا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَنَظَرْتُ إِلَى مَنْظَرٍ أَفْظَعَنِي فَأَتَيْتُ نَبِيَّ اللّٰهِ (ﷺ) وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ فَأَخْبَرْتُهُ الْخَبَرَ فَخَرَجَ وَمَعَهُ زَيْدٌ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَدَخَلَ عَلَى حَمْزَةَ فَتَغَيَّظَ عَلَيْهِ فَرَفَعَ حَمْزَةُ بَصَرَهُ وَقَالَ هَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدٌ لِآبَائِي فَرَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَهْقِرُ حَتَّى خَرَجَ عَنْهُمْ وَذٰلِكَ قَبْلَ تَحْرِيْمِ الْخَمْرِ.

پیٹ پھاڑ دیے اور پھر ان کی کلیجیاں نکال لیں۔ میں نے ابن شہاب سے پوچھا: اور کوہان بھی؟ انہوں نے کہا: ان کے کوہان کاٹ ڈالے اور انہیں لے گئے۔ ابن شہاب نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے تھے: یہ ایک ایسا نظارہ تھا جس نے مجھے گھبرا دیا۔ میں نبی اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ اس وقت آپؐ کے پاس زید بن حارثہؓ تھے۔ میں نے یہ ماجرا آپؐ سے بیان کیا۔ آپؐ نکلے اور زیدؓ بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ میں بھی آپؐ کے ساتھ چل پڑا۔ آپؐ حمزہؓ کے پاس اندر گئے۔ آپؐ ان پر خفا ہوئے۔ حمزہؓ نے آنکھ اُٹھائی اور کہا: تم کون میرے باپ دادوں کے غلام ہی تو ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پچھلے پاؤں لوٹے اور چلے گئے۔ یہ واقعہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا ہے۔

اطرافه: ۲۰۸۹، ۳۰۹۱، ۴۰۰۳، ۵۷۹۳۔

تشریح: بَيْعُ الْحَطَبِ وَالْكَلَأِ: گھاس اور لکڑی وغیرہ کاٹنے کی عام اجازت کا تعلق ایسی جگہوں سے ہے جو کسی کی ملکیت نہ ہوں۔ غیر مملوکہ اراضی میں نفع بخش اشیاء سے استفادہ کی عام اجازت ہے۔ ان کے حصول میں ہر شخص کی محنت اس کو حق دار بنا دیتی ہے۔ اس تعلق میں باب ۲، ۳ کی تشریح بھی دیکھئے۔ یہ روایتیں کتاب الزکوۃ میں بھی مذکور ہیں۔

بَاب ١٤ : اَلْقَطَائِعُ

جاگیریں (دینا)

٢٣٧٦ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۳۷۶: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ بن سعید سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ نے

أَنْ يُقْطِعَ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ حَتَّى تُقْطِعَ لِإِخْوَانِنَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ مِثْلَ الَّذِي تُقْطِعُ لَنَا قَالَ سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ أَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتَّى تَلْقَوْنِي.

(انصار کو) بحرین میں جاگیریں دینے کا ارادہ فرمایا تو انصار نے کہا: ہم تو جب لیں گے کہ آپؐ ہمارے بھائی مہاجرین کو بھی جاگیریں دیں؛ ویسی ہی جاگیریں جو آپؐ ہمیں دے رہے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: میرے بعد تم خود غرضی کو دیکھو گے۔ (یعنی تم پر لوگ مقدم کئے جائیں گے) تو تم صبر کرنا؛ یہاں تک کہ مجھ سے ملو۔

اطرافه: ۲۳۷۷، ۳۱۶۳، ۳۷۹۴۔

تشریح: **اَلْقَطَائِع:** سفید زمین آبادی کی غرض سے بطور جاگیر دیئے جانے کے بارے میں فقہاء کا اتفاق ہے اور ان کے نزدیک اس کی دو صورتیں ہیں۔ بطور ملکیت یا صرف حاصلات سے فائدہ اُٹھانے کے لئے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصارؓ کو بحرین کے جزیرہ سے فائدہ اُٹھانے کی اجازت دی۔ اسی طرح مفتوحہ علاقے کا خراج وصول کرنے کی بھی اجازت ہے۔ اس تعلق میں مفصل دیکھئے **كتاب الجزية، باب۴: ما أقطع النبي ﷺ من البحرين**۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کی جلاوطنی کے بعد اُن کی جائیدادوں میں سے ایک جائیداد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو دی (دیکھئے روایت نمبر ۳۱۵۱) جو بصورتِ ملکیت تھی۔ معاہد، ذمی اور مسلم کی جائیداد کسی دوسرے کو بطور جاگیر نہیں دی جاسکتی۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۶۰)

بَاب ۱۵ : كِتَابَةُ الْقَطَائِعِ

جاگیروں سے متعلق دستاویز لکھنا

۲۳۷۷ : وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ يَّحْيَى ابْنِ سَعِيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَنْصَارَ لِيُقْطِعَ لَهُمْ بِالْبَحْرَيْنِ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنْ فَعَلْتَ فَاكْتُبْ لِإِخْوَانِنَا مِنْ قُرَيْشٍ بِمِثْلِهَا فَلَمْ يَكُنْ ذَلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۳۷۷: اور لیث نے یحيٰ بن سعید سے بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا۔ اس لئے کہ ان کو بحرین میں جاگیریں دیں تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اگر آپؐ ہمیں دیتے ہیں تو ہمارے بھائی قریشیوں کو بھی ویسی ہی جاگیریں دیجئے۔ مگر اس وقت آپؐ کے پاس اور نہیں تھیں۔ آپؐ نے فرمایا: تم میرے بعد عنقریب دیکھو گے

فَقَالَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ أَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتَّى تَلْقَوْنِي. کہ تم پر دوسرے مقدم کئے جائیں گے۔ اس وقت تم صبر کرنا؛ یہاں تک کہ مجھ سے ملو۔

اطرافہ: ۲۳۷۶، ۳۱۶۳، ۳۷۹۴۔

تشریح: كِتَابَةُ الْقَطَائِعِ: روایت زیر باب مقطوع ہے۔ اس لئے عنوان ہی میں عطف واؤ کے ساتھ درج کی گئی ہے اور یہ باب سابقہ باب ہی کے مضمون سے متعلق ہے۔ اس میں جاگیرداری کا پٹہ لکھنے کا ذکر نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پٹہ لکھنے میں تردد اس لئے کیا کہ آپؐ وہاں سے پیداوار بصورتِ جزیہ وصول کرنا چاہتے تھے اور اس سے قبل مہاجرین کو بنونضیر کی جائیدادیں دے چکے تھے۔ بحرین والوں نے صلح پر ہتھیار ڈال دیئے اور جزیہ دینا قبول کرلیا تھا اور وہ آباد علاقہ تھا اور افتادہ اراضیات وہاں کم تھیں۔ ان وجوہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پٹہ نہیں لکھا۔

اللہ تعالیٰ انصارؓ کے بارے میں فرماتا ہے: يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَايَجِدُوْنَ فِي صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط (الحشر:۱۰) جو لوگ ہجرت کر کے انصارؓ کے پاس آئے ہیں، ان سے وہ محبت رکھتے ہیں اور اپنے دلوں میں اس (مال) کی کوئی خواہش نہیں رکھتے تھے جو ان (مہاجرینؓ) کو دیا گیا اور وہ ان کو اپنے نفسوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ گو وہ خود ضرورت مند ہوں۔ مذکورہ بالا واقعہ سے تین باتوں کی تصدیق ہوتی ہے:-

اوّل: انصارؓ نے بتقاضائے اخوت ومحبت بحرین کی پیش کش میں مہاجرینؓ کو بھی شریک کرنا چاہا اور یہ خیال نہ کیا کہ بنونضیر کی جلاوطنی پر اُن کی جائیدادیں مہاجرینؓ کو مل چکی ہیں۔ حالانکہ یہودیوں کی متروکہ جائیدادوں کے انصارؓ اوّل درجے پر مستحق تھے۔ کیونکہ وہ مدینہ کے اصل باشندے تھے۔

دوم: یہودی سرمایہ دار سودی کاروبار وغیرہ سے آہستہ آہستہ ان کی جائیدادوں کے مالک ہوگئے تھے۔ جیسا کہ انگریزی عمل داری میں ہندو ساہوکار پنجاب کی ان زمینوں پر قابض ہوگئے تھے جن کے مالک مسلمان تھے اور آخرکار ان ساہوکاروں سے نجات دلانے کے لئے زمینداری قانون بنانا پڑا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے مدینہ کے عربوں کا بھی یہی حال تھا۔ مہاجرینؓ کو بنونضیر کی جو جائیدادیں دی گئیں، ان سے انصارؓ کو کسی قسم کا احساس پیدا نہیں ہوا کہ انہیں دی گئیں اور ہمیں نہیں دی گئیں۔

سوم: محولہ بالا عطیہ میں انصارؓ نے مہاجرینؓ کو مقدم کرنا چاہا۔

یہ تینوں باتیں اس واقعہ سے واضح طور پر ثابت ہوتی ہیں کہ قرآنِ مجید کا بیان کردہ وصف انصارؓ پر پورے طور سے صادق آتا ہے۔

بَاب ١٦ : حَلَبُ الْإِبِلِ عَلَى الْمَاءِ
پانی کے پاس اونٹنیوں کو دوہنا

٢٣٧٨ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ حَقِّ الْإِبِلِ أَنْ تُحْلَبَ عَلَى الْمَاءِ.

۲۳۷۸: ابراہیم بن منذر نے ہمیں بتایا کہ محمد بن فلیح نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ہلال بن علی سے، ہلال نے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ سے، عبدالرحمٰن نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اونٹنیوں کا حق ہے کہ ان کو پانی کے پاس لے جا کر دوہا جائے۔

اطرافہُ: ١٤٠٢، ٣٠٧٣، ٦٩٥٨۔

تشریح: حَلَبُ الْاِبِلِ عَلَى الْمَآءِ: صدقہ کی اونٹنیاں دوہنے سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی ہدایت فرمائی ہے کہ وہ پانی کے پاس دوہی جائیں؛ تا محتاج ان کے دودھ سے فائدہ اٹھائیں۔ کیونکہ پانی کے پاس اکثر محتاج لوگ جمع ہو جاتے تھے۔ جملہ مِنْ حَقِّ الْاِبِلِ سے یہی مراد ہے کہ جو اونٹنیاں صدقہ کی ہیں، انہیں ایسی جگہ دوہا جائے؛ جہاں پانی لینے کے لئے غرباء کا ہجوم رہتا ہے اور وہ ان کے دودھ سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں؛ جو دراصل انہیں کا حق ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۶۲) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۲۲۲) اس تعلق میں کتاب الزکاۃ باب ۴۳ بھی دیکھئے۔ مِنْ حَقِّهَا اَنْ تُحْلَبَ عَلَى الْمَاءِ۔ (روایت نمبر ۱۴۰۲) بکریاں بھی پانی پر دوہی جائیں۔

بَاب ١٧ : اَلرَّجُلُ يَكُوْنُ لَهُ مَمَرٌّ أَوْ شِرْبٌ فِي حَائِطٍ أَوْ فِي نَخْلٍ
یہ باب اس شخص کے معاملہ کے بارے میں ہے جس کی باغ میں یا نخلستان میں گزرگاہ ہو
یا جس کا کھجور کے درختوں میں پانی پلانے کا حصہ ہو

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ وَلِلْبَائِعِ الْمَمَرُّ وَالسَّقْيُ حَتَّى

نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص کھجور کے درخت میں پیوند کرنے کے بعد اس درخت کو بیچ دے تو اس کا پھل بیچنے والے ہی کا ہوگا اور بیچنے والا اس وقت تک آتا جاتا رہے گا اور پانی بھی دے گا؛ جب تک کہ میوہ نہ اُٹھا لے

يَرْفَعَ وَ كَذَلِكَ رَبُّ الْعَرِيَّةِ.

اور ایسا ہی عریہ والا بھی۔ (یعنی وہ شخص جس کو باغ میں سے پھل استعمال کیلئے بطور ہدیہ یا صدقہ دیا گیا ہو۔)

٢٣٧٩: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ ابْتَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ وَمَنِ ابْتَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلَّذِيْ بَاعَهُ إِلَّا أَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ. وَعَنْ مَّالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ فِي الْعَبْدِ.

۲۳۷۹: عبداللہ بن یوسف نے ہمیں بتایا۔لیث نے ہم سے بیان کیا کہ ابن شہاب نے مجھے بتایا۔انہوں نے سالم بن عبداللہ سے، سالم نے اپنے باپ (حضرت عبداللہ) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔آپؐ فرماتے تھے: جو شخص پیوند لگائے جانے کے بعد کھجور کے درخت خریدے تو یاد رکھے کہ ان کا پھل بیچنے والے کے لئے ہوگا؛ سوائے اس کے کہ خریدنے والا شرط کرلے اور جو شخص کوئی غلام خریدے اور اس (غلام) کا مال ہو تو اس کا مال بھی اس شخص کے لئے ہوگا جس نے اس کو فروخت کیا۔مگر یہ کہ خریدار شرط کرلے۔ اور یہ حدیث مالک سے بھی مروی ہے۔انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے، حضرت ابن عمرؓ نے حضرت عمرؓ سے۔ان کی یہ حدیث صرف غلام سے متعلق ہی ہے۔

اطرافه: ٢٢٠٣، ٢٢٠٤، ٢٢٠٦، ٢٧١٦۔

٢٣٨٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُبَاعَ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا ثَمَرًا☆.

۲۳۸۰: محمد بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہمیں بتایا۔انہوں نے یحییٰ بن سعید (انصاری) سے، یحییٰ نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے، حضرت ابن عمرؓ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے روایت کی۔انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ عرایا کی خام کھجوروں کا اندازہ کرکے ان کے بدلے میں اتنی ہی پختہ اور عمدہ کھجوریں☆ دے دی جائیں۔

اطرافه: ٢١٧٣، ٢١٨٤، ٢١٨٨، ٢١٩٢۔

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ "تَمْرًا" کا لفظ ہے۔(فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ ۶۲)

٢٣٨١ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُخَابَرَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ وَعَنِ الْمُزَابَنَةِ وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا وَأَنْ لَّا تُبَاعَ إِلَّا بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ إِلَّا الْعَرَايَا.

اطرافہ: ١٤٨٧، ٢١٨٩، ٢١٩٦۔

۲۳۸۱: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے ہم سے بیان کیا کہ ابن عیینہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن جریج سے، ابن جریج نے عطاء (بن ابی رباح) سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرہ، محاقلہ اور مزابنہ☆ سے منع فرمایا ہے اور پھل بیچنے سے بھی جب تک کہ اس کی پختگی ظاہر نہ ہو جائے۔ (فرمایا:) پھل نہ بیچا جائے؛ مگر درہم اور دینار کے بدلے میں۔ بجز عرایا کے (کہ ان کے خام پھلوں کا پختہ پھلوں سے مبادلہ ہوسکتا ہے)

٢٣٨٢ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا مِنَ الثَّمَرِ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ أَوْ فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ شَكَّ دَاوُدُ فِي ذَلِكَ.

طرفہ: ٢١٩٠۔

۲۳۸۲: یحيٰ بن قزعہ نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے داؤد بن حصین سے، داؤد نے ابوسفیان سے جو کہ ابواحمد کے بیٹے کے آزاد کردہ غلام تھے۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ عرایا کی خام کھجوروں کا اندازہ کر کے ان کے مبادلہ میں اتنی ہی پختہ کھجوریں خریدی جائیں بشرطیکہ پانچ وسق سے کم یا پانچ وسق ہوں۔ اس بارہ میں داؤد (راوی) نے شک ظاہر کیا۔

٢٣٨٣-٢٣٨٤ : حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ ابْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ

۲۳۸۳-۲۳۸۴: زکریاء بن یحيٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ابواسامہ نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے کہا: ولید

☆ محاقلہ سے مراد خشک اناج کے عوض کھڑی فصل کی خرید وفروخت کرنا نیز خشک اناج کے عوض قابل کاشت زمین کا ٹھیکے پر دینا ہے۔ جبکہ مخاضرہ سے مراد ہری فصل کی خرید وفروخت ہے۔ (دیکھئے تشریح کتاب البیوع باب ۹۳) جبکہ مخابرہ غیر معین معیاد کے لیے ٹھیکہ پر دینا ہے۔ (دیکھئے کتاب الحرث والمزارعۃ باب ۹)

أَخْبَرَنِي الْوَلِيْدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ مَوْلَى بَنِي حَارِثَةَ أَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ وَسَهْلَ بْنَ أَبِي حَثْمَةَ حَدَّثَاهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ إِلَّا أَصْحَابَ الْعَرَايَا فَإِنَّهُ أَذِنَ لَهُمْ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي بُشَيْرٌ مِثْلَهُ.

بن کثیر نے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: بُشَیر بن یسار نے مجھے بتایا جو کہ بنو حارثہ کے آزاد کردہ غلام تھے کہ حضرت رافع بن خدیجؓ اور حضرت سہل بن ابی حثمہؓ نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ یعنی درخت کی (خام) کھجوریں پختہ کھجوروں کے بدلے میں دینے سے منع فرمایا ہے۔ عرایا والوں کو منع نہیں کیا۔ آپؐ نے انہیں اجازت دی ہے (کہ وہ پختہ کھجوریں بدلہ میں لے سکتے ہیں۔) ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: اور ابن اسحٰق نے بھی کہا کہ بُشَیر نے مجھ سے ایسا ہی بیان کیا ہے۔

طرفہٗ: ۲۱۹۱۔

تشریح: **اَلرَّجُلُ يَكُوْنُ لَهُ مَمَرٌّ اَوْ شِرْبٌ فِي حَائِطٍ اَوْ فِي نَخْلٍ:** عنوانِ باب قاعدہ لف ونشر مرتب کے مطابق قائم کیا گیا ہے۔ یعنی گزرگاہ کا تعلق باغ سے ہے اور سینچائی کا تعلق نخلستان سے ہے کہ اس کے ہر حصہ دار کا فرض ہے کہ وہ اسے سینچے۔ عنوانِ باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جس قول کا حوالہ دیا گیا ہے وہ کتاب البیوع باب ۹۰ میں گزر چکی ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۲۲۰۳) اس باب میں پانچ روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی روایت کے لئے کتاب البیوع، باب ۹۰ کی تشریح دیکھئے۔ دوسری، تیسری، چوتھی اور پانچویں روایت کے لئے کتاب البیوع، باب ۸۲ تا باب ۸۴ مع تشریح دیکھئے۔ مخابرہ کا ذکر کتاب الحرث والمزارعۃ، باب ۹ تا ۱۱ کی تشریح میں دیکھا جائے۔

یہ تمام روایتیں نئے مضمون کی وجہ سے دُہرائی گئی ہیں اور اس اعادے سے مقصود یہ ہے کہ مذکورہ بالا حق گزرگاہ اور حق آبپاشی ان تمام اقسامِ معاملات میں ملحوظ ہوگا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

٤٣- كِتَابُ الِاسْتِقْرَاضِ وَأَدَاءِ الدُّيُوْنِ وَالْحَجْرِ وَالتَّفْلِيْسِ

قرض لینے اور قرض کی ادائیگی اور قرض لینے کے متعلق حکماً پابندی عائد کرنے اور دیوالیہ سے متعلق احکام

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

بَاب ١ : مَنِ اشْتَرَى بِالدَّيْنِ وَلَيْسَ عِنْدَهُ ثَمَنُهُ أَوْ لَيْسَ بِحَضْرَتِهِ

جو شخص کوئی چیز اُدھار پر خرید کرے اور اُس کے پاس اُس کی قیمت نہ ہو

یا خریدتے وقت اُس کے پاس قیمت موجود نہ ہو

٢٣٨٥ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ هُوَ الْبِيْكَنْدِيُّ أَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْمُغِيرَةِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: كَيْفَ تَرَى بَعِيْرَكَ أَتَبِيْعُهُ قُلْتُ: نَعَمْ فَبِعْتُهُ إِيَّاهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ غَدَوْتُ إِلَيْهِ بِالْبَعِيرِ فَأَعْطَانِيْ ثَمَنَهُ.

۲۳۸۵: محمد بن یوسف بیکندی نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مغیرہ سے، مغیرہ نے شعبی سے، شعبی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کے لئے نکلا۔ آپؐ نے فرمایا: اپنے اونٹ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے ؟ کیا تم (میرے پاس) اِسے بیچو گے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ چنانچہ میں نے آپؐ کے پاس وہ (اُونٹ) بیچ دیا۔ جب آپؐ مدینہ میں آئے تو میں صبح اس اُونٹ کو لے کر آپؐ کے پاس گیا اور آپؐ نے مجھے اُس کی قیمت دے دی۔

اطرافہ: ٤٤٣، ١٨٠١، ٢٠٩٧، ٢٣٠٩، ٢٣٩٤، ٢٤٠٦، ٢٤٧٠، ٢٦٠٣، ٢٦٠٤، ٢٧١٨، ٢٨٦١، ٢٩٦٧، ٣٠٨٧، ٣٠٨٩، ٣٠٩٠، ٤٠٥٢، ٥٠٧٩، ٥٠٨٠، ٥٢٤٣، ٥٢٤٤، ٥٢٤٥، ٥٢٤٦، ٥٢٤٧، ٥٣٦٧، ٦٣٨٧۔

٢٣٨٦ : حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَمِ فَقَالَ: حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ وَّرَهَنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيْدٍ.

۲۳۸٦: معلّٰی بن اسد نے ہمیں بتایا کہ عبدالواحد (بن زیاد) نے ہم سے بیان کیا کہ اعمش نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: ہم نے ابراہیم (نخعی) کے سامنے قرض میں گرو رکھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: اسود (بن یزید) نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے مقررہ میعاد پر غلہ خریدا اور اُس کے پاس (اپنی) لوہے کی زرہ گرو رکھ دی۔

اطرافه: ٢٠٦٨، ٢٠٩٦، ٢٢٠٠، ٢٢٥١، ٢٢٥٢، ٢٥٠٩، ٢٥١٣، ٢٥١٦، ٤٤٦٧۔

تشریح: **مَنِ اشْتَرَى بِالدَّيْنِ وَ لَيْسَ عِنْدَهُ ثَمَنُهُ اَوْ لَيْسَ بِحَضْرَتِهِ:** مندرجہ بالا دونوں روایتوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل پیش کیا گیا ہے کہ آپؐ نے اپنوں سے بھی اُدھار پر خرید وفروخت کی اور غیروں سے بھی۔ اِن روایتوں سے عنوان باب کی دونوں صورتوں کا جواز ظاہر ہے۔ ایک صورت قرض بلا رہن ہے اور دوسری صورت قرض مع رہن ہے اور ضرورتِ قرض کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت میں قرض خواہ کے پاس رقم تو ہے مگر کسی وجہ سے اُسی وقت اَدا نہیں کرسکتا یا دوسری صورت میں رقم نہیں اور بعد میں اَدا کرسکتا ہے۔ پہلی صورت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا اُونٹ خریدنے کے واقعہ سے ظاہر ہے اور دوسری صورت یہودی سے اُدھار غلہ لینے کے واقعہ سے۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ باب اِس غرض سے بھی قائم کیا گیا ہے کہ ابوداؤدؒ☆ اور حاکمؒ کی بعض روایتوں میں جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً منقول ہیں، آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیمت کی عدم موجودگی میں نہیں خریدتا۔ آپؐ کے یہ الفاظ ہیں: لَا اَشْتَرِيْ مَا لَيْسَ عِنْدِيْ ثَمَنُهُ. (مستدرک حاکم، کتاب البیوع، باب من تداین بدین ولیس فی نفسه وفائه، جزء ثانی صفحہ ۲۴) یہ روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط کے مطابق نہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت کے لیے کتاب البیوع باب ۳۴ روایت نمبر ۲۰۹۷ دیکھئے۔ اور یہودی سے خریدنے کے بارے میں کتاب السلم باب ۵ روایت نمبر ۲۲۵۱ دیکھئے۔ روایت نمبر ۲۳۸٦ میں اَلرَّهْنُ فِي السَّلَمِ کے فقرہ میں اَلسَّلَم سے اِصطلاحی بیع سلم مراد نہیں بلکہ قرض چیز لینا مراد ہے۔

☆ (ابوداؤد، کتاب البیوع، باب فی التشدید فی الدین)

بَاب ٢ : مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ أَدَاءَهَا أَوْ إِتْلافَهَا

جوشخص لوگوں کے مال اَدا کرنے کے ارادے سے لے یا اَدا کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو

٢٣٨٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللهِ الْأُوَيْسِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ أَدَاءَهَا أَدَّى اللهُ عَنْهُ وَمَنْ أَخَذَ يُرِيْدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللهُ.

۲۳۸۷: عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے ہم سے بیان کیا کہ سلیمان بن بلال نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ثور بن زید سے، ثور نے ابوالغیث سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: جوشخص لوگوں کے مال اِس نیت سے لے کہ اَدا کروں گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو اَدا کرنے کی توفیق دے گا اور جو اِس نیت سے لے کہ اُن (اموال) کو برباد کروں گا تو اللہ اُسے بھی برباد کردے گا۔

تشریح: مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اَدَآءَ هَا اَوْ اِتْلَافَهَا: تمام اعمال کی صحت اور عدمِ صحت کا دارومدار نیت پر ہے۔ اس تعلق میں مفصّل دیکھئے تشریح کتاب بدء الوحی باب ا۔ ادائیگی کی نیت سے قرض لینے کے بارے میں کئی روایتیں ابن ماجہؒ☆ اور حاکمؒ سے مروی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان نیک نیت ہو تو اللہ تعالیٰ اُس کے قرض کی ادائیگی کے لئے سہولتیں پیدا کر دیتا ہے۔ اُن میں سے ایک روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں: مَا مِنْ عَبْدٍ كَانَتْ لَهُ نِيَّةٌ فِيْ اِدَآءِ دَيْنِهٖ اِلَّا كَانَ لَهُ مِنَ اللّٰهِ عَوْنٌ. (المستدرک علی الصحیحین، کتاب البیوع، باب ما من عبد کانت له نیة فی ادآء دینه الّا کان له من اللّٰه عون) جو بندہ بھی اپنا قرض ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضرور اُس کی مدد ہوگی۔

بَاب ٣ : أَدَاءُ الدُّيُوْنِ

قرضوں کی اَدائیگی (کے بارے میں)

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا

نیز اللہ تعالیٰ کے اِس ارشاد کا ذکر کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں اُن کے سپرد کرو جو اُن کے اہل

☆ (سنن ابن ماجه، کتاب الاحکام، باب من ادان دینا وهو ینوی قضاء ه)

حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا (النساء: ۵۹)

ہیں اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے فیصلہ کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ جو تمہیں نصیحت کرتا ہے وہ بہت اچھی ہے اور اللہ تعالیٰ بہت ہی سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔

۲۳۸۸: حَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا أَبُوْ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَبْصَرَ يَعْنِي أُحُدًا قَالَ: مَا أُحِبُّ أَنَّهُ تَحَوَّلَ لِيْ ذَهَبًا يَّمْكُثُ عِنْدِي مِنْهُ دِيْنَارٌ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا دِيْنَارًا أَرْصُدُهُ لِدَيْنٍ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الْأَكْثَرِيْنَ هُمُ الْأَقَلُّوْنَ إِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هَكَذَا وَهَكَذَا وَأَشَارَ أَبُوْ شِهَابٍ بَيْنَ يَدَيْهِ وَعَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ وَقَالَ: مَكَانَكَ وَتَقَدَّمَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَسَمِعْتُ صَوْتًا فَأَرَدْتُّ أَنْ آتِيَهُ ثُمَّ ذَكَرْتُ قَوْلَهُ: مَكَانَكَ حَتَّى آتِيَكَ فَلَمَّا جَاءَ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الَّذِيْ سَمِعْتُ أَوْ قَالَ: اَلصَّوْتُ الَّذِيْ سَمِعْتُ قَالَ وَهَلْ سَمِعْتَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ قَالَ: أَتَانِيْ

۲۳۸۸: احمد بن یونس نے مجھ سے بیان کیا کہ ابوشہاب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے زید بن وہب سے، زید نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ جب آپؐ نے اُحد پہاڑ کو دیکھا تو آپؐ نے فرمایا: یہ (پہاڑ) میرے لئے سونا بنا دیا جائے تو بھی مجھے پسند نہیں کہ اس میں سے ایک دینار میرے پاس تین دن سے زیادہ رہے، بجز اُس دینار کے جو قرضہ اَدا کرنے کے لئے رکھوں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: جتنا زیادہ کوئی دولت مند ہے اُتنا ہی زیادہ وہ محتاج ہے، سوائے اُس شخص کے جو مال اس اس طرح خرچ کرے اور ابوشہاب نے اپنے سامنے اور اپنے دائیں اور اپنے بائیں اشارہ کیا اور ایسے بہت تھوڑے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: یہیں ٹھہرو اور خود تھوڑی دُور آگے گئے۔ میں نے کچھ آواز سنی اور چاہا کہ میں بھی آپؐ کے پاس جاؤں۔ میں نے پھر آپؐ کی یہ بات یاد کی کہ یہیں ٹھہرو! یہاں تک کہ میں تمہارے پاس آ جاؤں۔ جب آپؐ آئے، میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ میں نے جو سنا یا کہا: وہ آواز جو میں نے سنی (وہ کیا تھی؟) آپؐ نے فرمایا کیا تم نے (وہ آواز) سنی تھی؟ میں نے عرض

جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: مَنْ مَّاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ: وَمَنْ☆ فَعَلَ كَذَا وَكَذَا قَالَ: نَعَمْ.

کیا: جی ہاں۔آپؐ نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے کہا: جو شخص تیری امت میں سے ایسی حالت میں مر جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہراتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے کہا: خواہ وہ☆ ایسے ایسے کام بھی کرے۔آپؐ نے فرمایا: ہاں۔

اطرافہ: ۱۲۳۷، ۱۴۰۸، ۳۲۲۲، ۵۸۲۷، ۶۲۶۸، ۶۴۴۳، ۶۴۴۴، ۷۴۸۷۔

۲۳۸۹: حَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبِ ابْنِ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُّوْنُسَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كَانَ لِيْ مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا يَسُرُّنِي أَنْ لَّا يَمُرَّ عَلَيَّ ثَلَاثٌ وَعِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ إِلَّا شَيْءٌ أَرْصُدُهُ لِدَيْنٍ.

۲۳۸۹: احمد بن شبیب بن سعید نے مجھ سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا۔انہوں نے یونس سے روایت کی کہ ابن شہاب نے کہا: عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے مجھ سے بیان کیا۔ کہتے تھے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے پاس اُحد پہاڑ جتنا بھی سونا ہو تو مجھے ہرگز خوشی نہ ہوگی کہ تین دن گذر جائیں اور اُس میں سے میرے پاس کچھ باقی رہے۔البتہ قرض اَدا کرنے کے لیے کچھ رکھ چھوڑوں۔

رَوَاهُ صَالِحٌ وَعُقَيْلٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

یہ (حدیث) صالح اور عُقَیل نے بھی زہری سے روایت کی ہے۔

اطرافہُ: ۶۴۴۵، ۷۲۲۸۔

تشریح: **اَدَآءُ الدُّيُوْنَ**: عنوان باب میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ یہ ہے: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ○ (النساء:۵۹) اللہ تعالیٰ تمہیں یقیناً اس بات کا حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں مستحقوں کے سپرد کرو۔اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے فیصلہ کیا کرو۔اللہ جس بات کی تمہیں نصیحت کرتا ہے، وہ یقیناً بہت ہی اچھی ہے۔اللہ یقیناً بہت سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔اِس آیت کا تعلق اُصولی طور پر ہر قسم کی

☆ عمدۃ القاری میں ''وَمَنْ'' کی جگہ ''وَاِنْ'' کا لفظ ہے۔(عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۲۲۸)

امانتوں سے ہے۔ مال بھی انسان کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔قرض دیتے ہوئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ لینے والا کہاں تک ضرورت مند ہے اور آیا ایسا تو نہیں جو مال کو ضائع کرنے والا ہو۔ اور جو قرض لیتا ہے وہ بھی اس بات کا خیال رکھے کہ یہ قرض اس کے پاس امانت ہے، جس کی واپسی اس پر لازمی ہے اور نہ اَدا کرنے والا قانوناً قابل مواخذہ ہے کیونکہ مواخذہ ہی سے عدل کا منشاء پورا ہوتا ہے۔ اِس اعتبار سے مالی ذمہ واری بھی امانت ہی میں شمار کی گئی ہے کیونکہ مال انسان کے پاس بطور امانت ہے، جس سے حقوق اللہ اور حقوق العباد اَدا کیے جاتے ہیں۔ اور اِن حقوق کی اَدائیگی کا تعلق قرضخواہ اور مقروض دونوں سے ہے۔ اور دونوں کو ہی دیتے اور لیتے وقت اللہ تعالیٰ کی صفت سمیع اور بصیر سے متصف ہونا چاہیے۔ یعنی علی وجہ البصیرت ہو کر انہیں قرض دینا اور لینا چاہیے تا دونوں اخلاقی ذمہ واری سے سرخرو ہوں۔ زیر باب روایت نمبر ۲۳۸۸ میں اِسی امر کی طرف اشارہ ہے۔

اِنَّ الْاَكْثَرِيْنَ هُمُ الْاَقَلُّوْنَ: یہ جملہ جوامع الکلم میں سے ہے اور اِس کا مفہوم یہ ہے کہ دولت مندی روپیہ جمع کرنے میں نہیں ہے بلکہ اکثر دولت مند اخلاقِ فاضلہ سے محروم ہونے کی وجہ سے تہیدست ہیں۔ دولت مندی دولت جمع کرنے میں نہیں بلکہ دائیں بائیں خرچ کرنے میں ہے۔ یعنی دینی اور دنیاوی ضرورتوں میں خرچ کرنے سے دولت کی غرض پوری ہوتی ہے۔ وہ شخص جس نے روپیہ جمع رکھا اور حقوق کی اَدائیگی میں خرچ نہ کیا۔ وہی سب سے زیادہ قلاش ہے۔ مگر جس شخص نے اپنی دولت سے حقوق اَدا کیے۔ وہی دراصل غنی ہے کہ اُس نے دولت کی اصل غرض حاصل کر لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دولت سے متعلق یہ نظریہ غایت درجہ حکیمانہ ہے اور آپؐ کی پاکیزہ صفاتِ نفس کی وسعت آپؐ کے اِس قول سے ظاہر ہے کہ اگر اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی آپؐ کے پاس ہوتو اِس سے آپؐ کی خوشی صرف اُس وقت پوری ہوگی کہ جب حقوق کی ادائیگی میں وہ سب کا سب خرچ ہو جائے۔ قرض کی ادائیگی بھی حقوق العباد میں سے ایک نہایت ہی اہمیت رکھنے والا حق ہے۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرضہ نہ ادا کرنے والے شخص کا جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ (کتاب الحوالات باب ۳ روایت نمبر ۲۲۸۹) اور ایک ڈلی سونے کی گھر میں رہنے سے آپؐ گھبرائے اور جب تک وہ کسی مستحق کو دے نہ دی، آپؐ کو اطمینان نہیں ہوا۔ (کتاب الزکوۃ باب ۲۰ روایت نمبر ۱۴۳۰)

وَمَنْ فَعَلَ كَذَا وَ كَذَا: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا قول وَمَنْ فَعَلَ كَذَا وَ كَذَا سے مراد وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ ہے، دیکھئے کتاب اللباس باب ۲۴ روایت نمبر ۵۸۲۷۔ ان کی یہ روایت کتاب الرقاق باب ۱۳ روایت نمبر ۶۴۴۳ میں بھی مفصل مذکور ہے۔ اس فقرے میں زنا یا چوری کی اجازت نہیں پائی جاتی، نہ اِس سے یہ استنباط کرنا درست ہوسکتا ہے کہ زنا اور چوری جائز ہیں کیونکہ اِن کی ممانعت وسزا کا ذِکر قرآن مجید اور احادیث میں جگہ جگہ وارد ہوا ہے اور اس سے قبل ایک حدیث میں آچکا ہے کہ مومن ہونے کی حالت میں کوئی شخص زنا نہیں کرسکتا۔ توحیدِ باری تعالیٰ اور معصیت الٰہی اکٹھے نہیں ہوسکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشَاوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۝ (الجاثیہ: ۲۴) کیا تو نے اُس

شخص کی حالت پر غور کیا جس نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا معبود بنالیا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی بناء پر اُسے گمراہ قرار دیا ہو اور اُس کی شنوائی اور دل پر مہر لگا دی ہو۔ اور اُس کی بصیرت پر پردہ ڈال دیا ہو۔ ایسے شخص کو اللہ کے سوا کون ہدایت دے گا۔ پس کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو حقوق العباد کی ادائیگی، انفاق فی سبیل اللہ، غریب پروری اور توحید الٰہی کی اہمیت سے متعلق ہے اور یہ کہ جو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائے گا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ جس پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو تعجب ہوا کہ ایسا شخص جو زنا و چوری جیسے کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا ہو، وہ جنت میں کیسے داخل ہوسکتا ہے۔ اُن کا تعجب اُن کی طبعی افتاد کا آئینہ دار ہے جس کا ذکر کتاب الزکوٰۃ باب ۴ روایت نمبر ۱۴۰۶ میں گذر چکا ہے۔ تقویٰ اور نجات سے متعلق اُن کا تصور ضرورت سے زیادہ تھا اور تشدد کی طرف مائل۔ سورۃ الفرقان میں صراحت ہے کہ شرک، قتل اور زنا جیسے گناہ کبیرہ کی سزا ضرور ملے گی؛ سوائے اِس کے کہ اُن گناہوں سے سچی توبہ کر کے نیک اعمال بجالائے جائیں۔ فرماتا ہے: **وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝** (الفرقان: ۶۹ تا ۷۱) اور جو کوئی ایسا کام (یعنی شرک، قتلِ ناحق اور زنا) کرے گا، وہ اپنے گناہ کی سزا کو پالے گا۔ قیامت کے دن اُس کے لیے عذاب زیادہ کیا جائے گا اور وہ اُس میں ذلت کے ساتھ رہتا چلا جائے گا۔ سوائے اس کے جس نے توبہ کر لی اور ایمان لایا ہو اور ایمان کے مطابق عمل کیے ہوں۔ پس یہ لوگ ایسے ہیں کہ اللہ (تعالیٰ) اُن کی بدیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ (تعالیٰ) غفور رحیم ہے۔

دنیاوی انتظام کے تحت سزائیں توبہ کا بدل نہیں ہوسکتیں اور محدود ہیں۔ توبہ کا تعلق دل کی تبدیلی سے ہے۔ چنانچہ قاتل کی سزا جہنم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝** (النساء: ۹۴) {اور جو جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے۔ وہ اس میں بہت لمبا عرصہ رہنے والا ہے۔ اور اللہ اس پر غضبناک ہوا اور اس پر لعنت کی، اور اس نے اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔} روایت نمبر ۲۳۸۹ سے جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت کی تصدیق ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اِس سے اُس فکر و اہتمام کا بھی علم ہوتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرض کی ادائیگی سے تھا۔

لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ: توحید باری تعالیٰ اگر صحیح معنوں میں انسان کے اندر پیدا ہو جائے تو وہ گناہوں کی آلائش سے کلیۃً پاک وصاف ہوجاتا ہے۔ توحید کے معنی ہیں: یگانگت۔ اور یہ یگانگت اُس وقت تک متحقق نہیں ہوسکتی جب تک انسان خالق کی مشیت اور اُس کی مرضی اور اُس کی صفات کو اپنا نہ لے۔ اور معبود اور عبد کے درمیان کسی قسم کی دُوئی نہ رہے۔ ایسی حالت میں گناہ کا اِرتکاب نہیں ہوسکتا کیونکہ نور اور ظلمت کا جمع ہونا ناممکن ہے اور یہی مراد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس جواب سے جو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیا گیا۔

بَاب ٤ : اِسْتِقْرَاضُ الْإِبِلِ

اُونٹ قرض پر خریدنا

٢٣٩٠ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بِمِنًى☆ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا تَقَاضَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَغْلَظَ لَهُ فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ فَقَالَ: دَعُوْهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا وَاشْتَرُوْا لَهُ بَعِيْرًا فَأَعْطُوْهُ إِيَّاهُ وَقَالُوْا: لَا نَجِدُ إِلَّا أَفْضَلَ مِنْ سِنِّهِ قَالَ: اشْتَرُوْهُ فَأَعْطُوْهُ إِيَّاهُ فَإِنَّ خَيْرَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً.

۲۳۹۰: ابوالولید نے ہمیں بتایا۔ شعبہ نے ہم سے بیان کیا کہ سلمہ بن کہیل نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے کہا: میں نے اپنے گھر☆ میں ابوسلمہ کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کرتے ہوئے سنا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقاضا کیا اور آپؐ سے سخت کلامی کی۔ اِس پر آپؐ کے صحابہ اُسے مارنے کو لپکے۔ آپؐ نے فرمایا: جانے دو کیونکہ حق دار کہتا ہی ہے اور اِس کے لئے ایک اونٹ خریدو اور اِسے دے دو۔ تو انہوں نے کہا: اس کے اُونٹ کی عمر سے بڑھ کر ہمیں ملتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: وہی خریدلو اور وہی اس کو دے دو کیونکہ تم میں اچھے وہی لوگ ہیں جو تم میں سے قرض کو اچھی طرح اَدا کریں۔

اطرافہٗ: ۲۳۰۵، ۲۳۰۶، ۲۳۹۲، ۲۳۹۳، ۲۴۰۱، ۲۶۰۶، ۲۶۰۹۔

تشریح: اِسْتِقْرَاضُ الْإِبِلِ: عنوانِ باب مصدر یہ ہے۔ اُونٹ کا قرض پر خریدنا مقصودِ باب نہیں بلکہ اصل مقصود یہ دِکھانا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اُونٹ قرض پر لیا اُس قرض کی ادائیگی باحسن صورت کی گئی۔ اِس باب میں ادائیگی سے متعلق آداب مذکور ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اونٹ اور دوسری دفعہ غلہ لیا تھا جس کا ذکر زیر باب ۱ میں گزر چکا ہے۔ مگر یہاں جس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ مثالی ہے اور قابلِ رشک وتقلید نمونہ پیش کرتا ہے اور بتایا ہے کہ ادائیگی عمدہ صورت میں ہونی چاہیے اور قرضخواہ کی طرف سے اگر سختی ہو تو اس پر صبر وتحمل سے کام لیا جائے اور اس کا حق مدنظر رہے۔ آپؐ نے اظہارِ ناراضگی کی جگہ یہودی قرض خواہ کو بہتر اونٹ دِلوایا اور صحابہؓ کو نصیحت فرمائی کہ اُس کی سختی سے برہم نہ ہوں کہ وہ قرض خواہ ہے اور اسے کہنے کا حق ہے۔

☆ عمدۃ القاری میں "بِمِنًی" کے بجائے "بِبَیْتِنَا" کا لفظ ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۳۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بَاب ٥ : حُسْنُ التَّقَاضِيْ

نرمی سے تقاضا کرنا

٢٣٩١ : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَاتَ رَجُلٌ فَقِيْلَ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ؟ قَالَ كُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ فَأَتَجَوَّزُ عَنِ الْمُوْسِرِ وَأُخَفِّفُ عَنِ الْمُعْسِرِ فَغُفِرَ لَهُ.

۲۳۹۱: مسلم نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالملک سے، عبدالملک نے ربعی (بن حراش) سے، ربعی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: ایک شخص مر گیا اور اُس سے پوچھا گیا: تم کیا کرتے تھے؟ اُس نے کہا: میں لوگوں سے بیوپار کیا کرتا تھا اور مالدار کو مہلت دیتا اور تنگ دست سے درگزر کرتا تھا۔ اِس لئے اُس کی مغفرت کی گئی۔

قَالَ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ: سَمِعْتُهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابومسعودؓ نے کہا: میں نے بھی یہ (حدیث) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی۔

اطرافہ: ٢٠٧٧، ٣٤٥١۔

بَاب ٦ : هَلْ يُعْطَى أَكْبَرَ مِنْ سِنِّهِ

کیا (قرض پر لئے ہوئے اُونٹ کے بدلے میں) اُس سے زیادہ عمر کا (اُونٹ) دیا جائے؟

٢٣٩٢ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَّحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَاضَاهُ بَعِيْرًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۲۳۹۲: مسدد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحیٰی (قطان) سے، یحیٰی نے سفیان (ثوری) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: سلمہ بن کہیل نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ سے اُونٹ کا تقاضا

وَسَلَّمَ: أَعْطُوْهُ فَقَالُوْا: لَا نَجِدُ إِلَّا سِنًّا أَفْضَلَ مِنْ سِنِّهِ فَقَالَ الرَّجُلُ: أَوْفَيْتَنِي أَوْفَاكَ اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْطُوْهُ فَإِنَّ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ أَحْسَنَهُمْ قَضَاءً.

کرنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے دے دو۔ صحابہؓ نے کہا: ہمیں اس (کے اُونٹ) سے زیادہ عمر والے (اُونٹ) ملتے ہیں۔ وہ شخص بولا: آپؐ نے مجھے بڑھ چڑھ کر دیا ہے۔ اللہ بھی آپؐ کو بڑھ چڑھ کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے (وہی اُونٹ) دے دو، کیونکہ اچھے وہی لوگ ہیں جو قرض کو اچھی طرح اَدا کرتے ہیں۔

اطرافہُ: ۲۳۰۵، ۲۳۰۶، ۲۳۹۰، ۲۳۹۳، ۲۴۰۱، ۲۶۰۶، ۲۶۰۹۔

بَاب ۷: حُسْنُ الْقَضَاءِ

قرض خوبی سے اَدا کرنا

۲۳۹۳: حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِنٌّ مِنَ الْإِبِلِ فَجَاءَهُ يَتَقَاضَاهُ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْطُوْهُ فَطَلَبُوْا سِنَّهُ فَلَمْ يَجِدُوْا إِلَّا سِنًّا فَوْقَهَا فَقَالَ: أَعْطُوْهُ فَقَالَ أَوْفَيْتَنِيْ أَوْفَى اللّٰهُ بِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً.

۲۳۹۳: ابونعیم (فضل بن دکین) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سلمہ (بن کہیل) سے، سلمہ نے ابوسلمہ سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے ایک شخص کا چندسال کی عمر کا اُونٹ تھا۔ وہ آپؐ کے پاس آیا، تقاضا کرنے لگا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اسے دے دو۔ تو انہوں نے اس عمر کا (اُونٹ) تلاش کیا تو انہیں نہ ملا مگر اُس سے بڑی عمر کا ملا۔ آپؐ نے فرمایا: یہی دے دو۔ تو اُس شخص نے کہا: آپؐ نے مجھے بڑھ چڑھ کر دیا ہے، اللہ بھی آپؐ کو بڑھ چڑھ کر دے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اچھے وہی لوگ ہیں جو اَدا کرنے میں اچھے ہیں۔

اطرافہُ: ۲۳۰۵، ۲۳۰۶، ۲۳۹۰، ۲۳۹۲، ۲۴۰۱، ۲۶۰۶، ۲۶۰۹۔

٢٣٩٤ : حَدَّثَنَا خَلَّادٌ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ- قَالَ مِسْعَرٌ: أُرَاهُ قَالَ ضُحًى- فَقَالَ : صَلِّ رَكْعَتَيْنِ. وَكَانَ لِي عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَضَانِيْ وَزَادَنِيْ.

۲۳۹۴: خلّاد (بن یحیٰ) نے ہم سے بیان کیا کہ مِسعر نے ہمیں بتایا۔ محارب بن دثار نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نبی ﷺ کے پاس آیا۔ اُس وقت آپؐ مسجد میں تھے۔ مِسعر نے کہا: میں سمجھتا ہوں (محارب نے) کہا: چاشت کا وقت تھا۔ آپؐ نے فرمایا: دو رکعتیں نماز پڑھ لو اور میرا آپؐ کے ذمے کچھ قرض تھا اور آپؐ نے مجھے اَدا کیا اور زیادہ دیا۔

اطرافہ: ٤٤٣، ١٨٠١، ٢٠٩٧، ٢٣٠٩، ٢٣٨٥، ٢٤٠٦، ٢٤٧٠، ٢٦٠٣، ٢٦٠٤، ٢٧١٨، ٢٨٦١، ٢٩٦٧، ٣٠٨٧، ٣٠٨٩، ٣٠٩٠، ٤٠٥٢، ٥٠٧٩، ٥٠٨٠، ٥٢٤٣، ٥٢٤٤، ٥٢٤٥، ٥٢٤٦، ٥٢٤٧، ٥٣٦٧، ٦٣٨٧۔

تشریح: **حُسْنُ الْقَضَاءِ:** اس تعلق میں کتاب البیوع تشریح باب ۱۶، ۱۷، ۱۸ روایات نمبر ۲۰۷۶، ۲۰۷۷، ۲۰۷۸ دیکھئے، اور کتاب الاستقراض باب نمبر ۴ کی تشریح بھی دیکھئے، جہاں تقاضا قرض کے تعلق میں پسندیدہ اخلاق سے متصف ہونے کا ذکر ہے۔ سابقہ باب ۴ اور یہ تینوں باب (نمبر ۵، ۶، ۷) عین مناسبت سے ترتیب دیئے گئے ہیں اور ان میں قرض کی ادائیگی سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ پیش کیا گیا ہے۔ بغیر شرط اگر مقروض قرض خواہ کو زیادہ دے تو یہ سُود نہیں ہے بلکہ حسن سلوک پر شکریہ کا اظہار ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت کے لئے کتاب البیوع باب ۳۴ روایت نمبر ۲۰۹۷ اور کتاب الشروط روایت نمبر ۲۷۱۸ بھی دیکھئے۔

بَاب٨ : إِذَا قَضَى دُوْنَ حَقِّهِ أَوْ حَلَّلَهُ فَهُوَ جَائِزٌ

مقروض قرض خواہ کی رضامندی سے اس قرض سے کم اَدا کرے، جس کا اَدا کرنا اُس پر واجب ہے یا قرض خواہ اُس کو معاف کر دے تو یہ جائز ہوگا

٢٣٩٥ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَابِرَ

۲۳۹۵: عبدان نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی کہ یونس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: مجھ

ابْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ شَهِيْدًا وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَاشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِي حُقُوْقِهِمْ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُمْ أَنْ يَّقْبَلُوْا تَمْرَ حَائِطِيْ وَيُحَلِّلُوْا أَبِيْ فَأَبَوْا، فَلَمْ يُعْطِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَائِطِي وَقَالَ: سَنَغْدُوْ عَلَيْكَ، فَغَدَا عَلَيْنَا حِيْنَ أَصْبَحَ، فَطَافَ فِي النَّخْلِ وَدَعَا فِيْ ثَمَرِهَا بِالْبَرَكَةِ، فَجَدَدْتُهَا فَقَضَيْتُهُمْ وَبَقِيَ لَنَا مِنْ تَمْرِهَا.

سے (عبدالرحمٰن) بن کعب بن مالک نے بیان کیا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے انہیں بتایا کہ اُن کے باپ اُحد کی جنگ میں شریک ہوکر شہید ہوگئے اور اُن کے ذمے کچھ قرض تھا۔ قرض خواہوں نے اپنے اپنے حق لینے سے متعلق سخت تقاضا کیا۔ اس پر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپؐ نے قرض خواہوں سے کہا: وہ میرے باغ کی کھجوریں قبول کرلیں اور میرے والد کو قرض (کی ذمہ داری) سے آزاد کردیں۔ انہوں نے نہ مانا۔ اس پر نبی ﷺ نے اُن کو میرا باغ نہ دیا اور فرمایا: ہم صبح تمہارے پاس آئیں گے۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو آپؐ ہمارے پاس آئے اور کھجوروں میں آپؐ نے چکر لگایا۔ پھلوں کے لئے برکت کی دُعا کی۔ میں نے اُن کا پھل کاٹا اور اُن کا سب قرض اَدا کردیا اور اس باغ کی کھجوروں سے ہمارے لئے کچھ بچ بھی رہا۔

اطرافهُ: ۲۱۲۷، ۲۳۹۶، ۲۴۰۵، ۲۶۰۱، ۲۷۰۹، ۲۷۸۱، ۳۵۸۰، ۴۰۵۳، ۶۲۵۰۔

تشریح: **اِذَا قَضَى دُونَ حَقِّهِ اَوْ حَلَّلَهُ فَهُوَ جَائِزٌ:** قرض خواہ کی رضامندی سے قرض دار قابل ادا قرضہ سے کم دے سکتا ہے۔ قرضہ کی ادائیگی میں کمی بغیر اس کی رضامندی کے جائز نہیں۔ یہ استنباط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سفارش سے کیا گیا ہے جس کا ذکر روایت نمبر ۲۳۹۵ میں ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے والد بعض یہودیوں کے مقروض تھے اور وہ جنگ اُحد میں شہید ہوگئے تھے اور قرضہ قابل اَدا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرضخواہ سے سفارش کی کہ ان کے باغ کا پھل قرض کے عوض لے کر قرض کے بارے انہیں سبکدوش کردیا جائے۔ یہودی نہ مانے۔ آپؐ نے اپنی موجودگی میں اُن کے نخلستان کے پھل سے سارے قرض کی ادائیگی کرادی۔ اس واقعہ سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ قرض خواہ اگر راضی ہو تو قرض میں کمی کی جاسکتی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں چونکہ قرض خواہ یہودی تھے جو سُودی کاروبار کیا کرتے تھے اور قیاس یہ ہے کہ یہ قرضہ بھی سُود در سُود والا قرضہ تھا۔ اس تعلق میں کتاب البیوع باب ۵۱ روایت نمبر ۲۱۲۷ بھی دیکھئے۔

بَاب ٩ : إِذَا قَاصَّ أَوْ جَازَفَهُ فِي الدَّيْنِ تَمْرًا بِتَمْرٍ أَوْ غَيْرِهِ

اگر قرض کی اَدائیگی میں کھجور کے بدلے کھجور یا کسی اور چیز کے بدلے وہی چیز اَدا کرے یا قرضخواہ اسی چیز کا مقروض سے مطالبہ کرے

٢٣٩٦ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ عَلَيْهِ ثَلَاثِيْنَ وَسْقًا لِرَجُلٍ مِنَ الْيَهُوْدِ فَاسْتَنْظَرَهُ جَابِرٌ فَأَبَى أَنْ يُّنْظِرَهُ فَكَلَّمَ جَابِرٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَشْفَعَ لَهُ إِلَيْهِ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَ الْيَهُوْدِيَّ لِيَأْخُذَ تَمْرَ نَخْلِهِ بِالَّتِيْ لَهُ فَأَبَى فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخْلَ فَمَشَى فِيْهَا ثُمَّ قَالَ لِجَابِرٍ: جُدَّ لَهُ فَأَوْفِ لَهُ الَّذِيْ لَهُ فَجَدَّهُ بَعْدَمَا رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَوْفَاهُ ثَلَاثِيْنَ وَسْقًا وَفَضَلَتْ لَهُ سَبْعَةَ عَشَرَ وَسْقًا فَجَاءَ جَابِرٌ رَّسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَهُ بِالَّذِي كَانَ فَوَجَدَهُ يُصَلِّي

۲۳۹۶: ابراہیم بن منذر نے مجھ سے بیان کیا کہ انس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام (بن عروہ بن زبیر) نے وہب بن کیسان سے، وہب نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت جابرؓ نے انہیں بتایا کہ اُن کے باپ فوت ہوگئے اور ان کے ذمے تیس وسق ایک یہودی شخص کا قرض چھوڑا۔ حضرت جابرؓ نے اُس سے مہلت مانگی تو اُس نے مہلت دینے سے انکار کردیا۔ حضرت جابرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اس سے سفارش کریں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے۔ آپؐ نے اس یہودی سے کہا: اپنے قرضے کے بدلے ان کی کھجوریں لے لے۔ اس نے انکار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نخلستان میں گئے اور اس میں پھرے اور جابرؓ سے کہا: اس کے لئے کھجوریں کاٹو اور جو اس کا حق ہے اسے پورے کا پورا دو۔ چنانچہ حضرت جابرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے واپس جانے کے بعد کاٹا اور اس کو تیس وسق پورے کے پورے دے دیئے اور ان کے لئے سترہ وسق بچ رہے۔ پھر حضرت جابرؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے کہ جو ہوا ہے آپؐ کو بتائیں۔

الْعَصْرَ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَخْبَرَهُ بِالْفَضْلِ فَقَالَ: أَخْبِرْ ذَلِكَ ابْنَ الْخَطَّابِ فَذَهَبَ جَابِرٌ إِلَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: لَقَدْ عَلِمْتُ حِيْنَ مَشَى فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُبَارَكَنَّ فِيْهَا.

(حضرت جابرؓ نے) آپؐ کوعصر کی نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ جب آپؐ (نماز سے) فارغ ہوئے تو انہوں نے آپؐ کو اس بڑھوتی کی اطلاع دی۔ آپؐ نے فرمایا: (عمر) بن الخطابؓ کو یہ بتاؤ۔ تو حضرت جابرؓ حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور انہیں بتایا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا: جب رسول اللہ ﷺ باغ میں چلے تھے تو میں سمجھ گیا تھا کہ ضرور اس میں برکت ڈالی جائے گی۔

اطرافه: ۲۱۲۷، ۲۳۹۵، ۲۴۰۵، ۲۶۰۱، ۲۷۰۹، ۲۷۸۱، ۳۵۸۰، ۴۰۵۳، ۶۲۵۰.

تشریح: اِذَا قَاصَّ اَوْ جَازَفَهُ فِي الدَّيْنِ تَمْرًا بِتَمْرٍ اَوْ غَيْرِهِ: زَبَنَ يَزْبُنُ زَبْنًا کے لغوی معنی ہیں: دَفْعٌ. یعنی دھکیلنا۔ بائع اور مشتری میں سے ہر ایک دوسرے کو اس کے حق سے ہٹا کر نقصان کی طرف دھکیلتا ہے۔ امام مالکؒ نے مزابنہ کی یہ تعریف کی ہے: اَنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِنَ الْجِزَافِ لَا يُعْلَمُ كَيْلُهُ وَلَا وَزْنُهُ وَلَا عَدَدُهُ. (موطأ امام مالک، كتاب البيوع، باب ما جاء في المزابنة والمحاقلة) یعنی تجارتی کاروبار جس میں دھوکا فریب کا احتمال ہو اور جس میں اندازہ نہ ہو، بغیر ماپ تول اور شمار کے سودا چکایا جائے۔ ایسی بیع مزابنہ کہلاتی ہے۔ مزابنہ از قسم بیع غرر شمار کی گئی ہے جو بوجہ احتمالِ سود ممنوع ہے۔ درخت کے تازہ پھل کا اندازہ کر کے اُس کے عوض میں کھجوریں حاصل کرنا یہی صورت عرایا میں جائز ہے۔ دیکھئے کتاب البیوع، تشریح باب ۸۲،۸۴۔ اسی طرح قرضہ کی اَدائیگی میں بھی ایسا لین دین جائز ہے۔ مجازفہ کے معنے مقدارِ جنس کا صرف قیاس سے اندازہ کرنا اور قَاصَّ (باب مفاعلہ مُقَاصَصَة) قِصاص سے مشتق ہے یعنی بدلہ یا عوض دِلانا۔ فقہاء کے نزدیک مذکورہ بالا صورت میں قرضہ کی ادائیگی جائز ہے بشرطیکہ اس سے قرضہ میں تخفیف مدنظر نہ ہو اور قرض خواہ کو اس رعایت کا علم ہو اور وہ اس پر راضی ہو جائے ورنہ نہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۳۳)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو عنوان قائم کیا ہے اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ معنونہ مسئلہ کے استنباط میں مذکورہ واقعہ کو کافی نہیں سمجھتے۔

بَاب ۱۰: مَنِ اسْتَعَاذَ مِنَ الدَّيْنِ

جو قرض سے پناہ مانگے

۲۳۹۷: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وَ حَدَّثَنَا

۲۳۹۷: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی۔ نیز

إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ أَبِيْ عَتِيْقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْ فِي الصَّلَاةِ وَيَقُوْلُ: اللَّهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ: مَا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيْذُ يَا رَسُوْلَ اللهِ مِنَ الْمَغْرَمِ قَالَ: إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ.

اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے بھائی (عبدالحمید ابوبکر) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے سلیمان سے، سلیمان نے محمد بن ابی عتیق سے، انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ سے روایت کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دعا کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے: اے میرے اللہ! میں گناہ سے اور قرضداری سے تیری پناہ لیتا ہوں۔ کسی کہنے والے نے آپؐ سے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ قرض داری سے بہت ہی پناہ مانگتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: آدمی جب قرضدار ہوتا ہے؛ بات کہتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے۔

اطرافہ: ۸۳۲، ۸۳۳، ٦٣٦٨، ٦٣٧٥، ٦٣٧٦، ٦٣٧٧، ٧١٢٩۔

تشریح: **مَنِ اسْتَعَاذَ مِنَ الدَّيْنِ:** یہاں سے ایک نیا مضمون شروع ہوا ہے جس کا تعلق قرضہ لینے کی برائی سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرض سے پناہ مانگنے کی دُعا کیا کرتے تھے اور آپؐ نے اپنی امت کو بھی ہدایت فرمائی کہ وہ بھی اس سے پناہ مانگا کرے۔ چنانچہ ہماری روزمرہ کی نماز میں یہ دعا ان الفاظ میں شامل ہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْهَمِّ وَ الْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّةِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ.[۱] اَللّٰهُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ.[۲] اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں مشکلات کے فکر سے اور غم سے، اور تیری پناہ مانگتا ہوں بے سروسامانی اور سستی سے (کہ سامان ہوتے ہوئے اس سے کام نہ لیا جائے) اور تیری پناہ مانگتا ہوں بزدلی اور بخل سے۔ اور تیری پناہ مانگتا ہوں محتاجی اور مسکینی سے، اور تیری پناہ مانگتا ہوں غلبۂ قرض سے اور لوگوں کے دباؤ سے، اے میرے اللہ! اپنے حلال کے ذریعے حرام سے مجھے بچا اور مجھے اپنے فضل سے بے نیاز کردے اپنے سوا ہر شخص سے۔

قرضہ کی برائیوں میں سے سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ وقت پر اگر ادا نہ ہو تو وہ جھوٹ بولنے کے مترادف ہے

---

[۱] (سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب فی الاستعاذۃ)

[۲] (سنن الترمذی، کتاب الدعوات عن رسول اللہ باب فی دعاء النبیؐ)

جس سے ایک کبیرہ گناہ کا ارتکاب ہوتا ہے۔ اور دوسری برائی وعدہ خلافی ہے جو دراصل جھوٹ ہی کی قسم ہے۔ ابن منیرؒ نے یہاں سوال اٹھایا ہے کہ قرضہ سے پناہ مانگنے کی دُعا اور تلقین اور پھر قرضہ لینے کا جواز یہ دونوں باتیں متضاد ہیں۔ یہ سوال اُٹھا کرانہوں نے خود ہی اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اگر کوئی وعدہ خلافی سے بچ گیا تو اس نے جواز سے صحیح فائدہ اٹھایا۔ دراصل پناہ مانگنے کی دُعا کا تعلق وقت پر اَدا نہ کرنے، وعدہ خلافی اور جھوٹ سے ہے، نہ نفس قرض سے جو ایک اجتماعی ضرورت ہے۔ اس لئے اس کا عندالضرورت لینا جائز ہے۔ امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ قرضہ لینے کا اصل سبب محتاجی ہے اور دعائے مسنونہ میں اس سے بھی پناہ مانگی گئی ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۷۷) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: كَـادَ الْـفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا. (مسند الشهاب، كاد الفقر أن يكون كفرا، جزء اوّل صفحه ۳۴۲) قریب ہے کہ محتاجی کفر تک نوبت پہنچا دے۔ محتاجی اسی لئے کفر قرار دی گئی ہے کہ اس کی وجہ سے کئی قسم کی اخلاقی کمزوریاں سرزد ہوتی ہیں۔ جن میں سے مذکورہ بالا باب میں دو بیان ہوئی ہیں۔ عنوانِ باب بھی اسی لئے مطلق رکھا گیا ہے کہ مقروض سے کئی کمزوریاں صادر ہوتی ہیں جن کا ذکر بعد کے ابواب میں ہے۔ مذکورہ بالا حدیث دو سندوں سے مروی ہے۔ ابوالیمان کی روایت کے لیے کتاب الاذان باب ۱۴۹ روایت نمبر ۸۳۲ دیکھئے۔ جہاں سیاقِ کلام پورا بیان ہوا ہے اور مَأْثَم و مَغْرَم سے بھی پناہ مانگنے کا ذکر ہے۔ خواہ قرض سے ہو یا کسی نقصان سے بصورت تاوان اور جرمانہ وغیرہ۔ غَرِيْم کے معنے ہیں: مقروض۔

بَاب ۱۱: اَلصَّلَاةُ عَلَى مَنْ تَرَكَ دَيْنًا

جو قرضہ چھوڑ جائے اُس کی نمازِ جنازہ (کے بارے میں ارشاد)

۲۳۹۸: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا فَإِلَيْنَا.

۲۳۹۸: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عدی بن ثابت سے، عدی نے ابوحازم سے، ابوحازم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: جو مال چھوڑ جائے تو وہ اُس کے وارثوں کے لئے ہوگا اور جو قرض چھوڑ جائے اُس کی ذمہ داری ہم پر ہے۔

اطرافه: ۲۲۹۸، ۲۳۹۹، ۴۷۸۱، ۵۳۷۱، ۶۷۳۱، ۶۷۴۵، ۶۷۶۳۔

۲۳۹۹: حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ

۲۳۹۹: عبداللہ بن محمد نے مجھے بتایا۔ ابوعامر (عقدی) نے ہم سے بیان کیا کہ فلیح (بن سلیمان)

عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ مُّؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَى بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (الاحزاب:۷) فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ مَّاتَ وَتَرَكَ مَالًا فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوْا وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَلْيَأْتِنِي فَأَنَا مَوْلَاهُ.

نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہلال بن علی سے، ہلال نے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ سے، عبدالرحمٰن نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مومن ایسا نہیں جس سے میرا دنیا وآخرت میں سب سے زیادہ نزدیکی رشتہ نہ ہو۔ اگر چاہو تو تم یہ آیت پڑھ لو: نبی مومنوں پر خود اُن کے اپنے نفسوں سے بھی زیادہ شفقت کرنے والا ہے۔ جو مومن فوت ہو اور مال چھوڑ جائے تو اُس کی برادری اُس کی وارث ہوگی، جو بھی وہ ہوں۔ اور جو کوئی قرضہ یا بال بچہ چھوڑ جائے تو میرے پاس آئے۔ میں اُس کا ولی ہوں۔

اطرافهُ: ۲۲۹۸، ۲۳۹۸، ۴۷۸۱، ۵۳۷۱، ۶۷۳۱، ۶۷۴۵، ۶۷۶۳۔

تشریح: **اَلصَّلَاةُ عَلَى مَنْ تَرَكَ دَيْنًا:** روایات مندرجہ زیر باب سے ضمناً پایا جاتا ہے کہ نماز جنازہ پڑھنے کا حق اُس وقت تک ہوتا ہے جب مسلمان ایک دوسرے کے حقوق سے سبکدوش ہوں۔ اگر اُن میں سے کوئی مقروض ہونے کی حالت میں فوت ہوا ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کی نماز جنازہ نہ پڑھتے تاوقتیکہ اُس کا قرض اَدا نہ ہو جائے یا کوئی اور شخص اُس کی ادائیگی کی ذمہ داری نہ لے لے۔ اِس امر سے قرض ادا کرنے کی اہمیت واضح ہے اور اِسی اہمیت کی نسبت سے عدم ادائیگی کے گناہ کی عظمت بھی۔ غرض اس باب میں قرض ادا نہ کرنے کے گناہ کی نوعیت بتائی گئی ہے۔ اِس تعلق میں کتاب الكفالة باب۳ روایت نمبر ۲۲۹۵ دیکھئے۔ اور محولہ بالا آیت پوری یہ ہے: اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا (الاحزاب:۷) {نبی مومنوں پر اُن کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتا ہے اور اُس کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔ اور جہاں تک رِحمی رشتے والوں کا تعلق ہے تو ان میں سے بعض اللہ کی کتاب میں (مندرج احکام کے مطابق) بعض پر اوّلیت رکھتے ہیں بہ نسبت دوسرے مومنین اور مہاجرین کے۔ سوائے اس کے کہ تم اپنے دوستوں سے (بطور احسان) کوئی نیک سلوک کرو۔ یہ سب باتیں کتاب میں لکھی ہوئی موجود ہیں۔}

بَاب ۱۲ : مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ

دولت مند کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے

۲۴۰۰ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَخِي وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ.

۲۴۰۰: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالاعلیٰ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے معمر سے، معمر نے ہمام بن منبّہ سے جو کہ وہب بن منبّہ کے بھائی تھے۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دولت مند کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

اطرافہ: ۲۲۸۷، ۲۲۸۸۔

تشریح: **مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ:** سابقہ باب ہی کے تعلق میں یہ باب بھی ہے۔ اِس میں نمازِ جنازہ نہ پڑھنے کی وجہ بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ دولت مند بغیر ادائیگی قرض فوت ہو جائے تو اُس کی جائیداد اُس کے قرضے کی ذمّے وار ہوگی اور مفلوک الحال کے لئے بیت المال ذمہ وار ہوگا۔

بَاب ۱۳ : لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالٌ

حق دار کا حق ہے کہ وہ تقاضا کرے

وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عُقُوْبَتَهُ وَعِرْضَهُ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قول مروی ہے (کہ آپؐ نے فرمایا:) جو آسودہ حال ہو اُس کا (ادائیگی قرضہ میں) ٹال مٹول کرنا جائز قرار دیتا ہے کہ اس کی بے آبروئی کی جائے اور اُس کو سزا دی جائے۔

قَالَ سُفْيَانُ عِرْضُهُ: يَقُوْلُ مَطَلْتَنِي. وَعُقُوْبَتُهُ: اَلْحَبْسُ

سفیانؒ نے کہا: بے آبرو کرنے سے مراد یہ ہے کہ (قرض خواہ) کہے کہ تُو نے مجھ سے نادہندگی کی ہے اور اُس کی سزا یہ ہے کہ قید کیا جائے۔

۲۴۰۱ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ

۲۴۰۱: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰ (بن سعید قطان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ

أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يَّتَقَاضَاهُ فَأَغْلَظَ لَهُ فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ فَقَالَ: دَعُوْهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا.

نے سلمہ سے، سلمہ نے ابوسلمہ سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی ﷺ کے پاس ایک شخص آ کر آپؐ سے تقاضا کرنے لگا اور اُس نے آپؐ سے سخت کلامی کی۔ اس پر آپؐ کے صحابہؓ نے اُس کو مارنے کا ارادہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا: جانے دو کیونکہ حق دار ایسی باتیں کیا ہی کرتا ہے۔

اطرافہ: ۲۳۰۵، ۲۳۰۶، ۲۳۹۰، ۲۳۹۲، ۲۳۹۳، ۲۶۰۶، ۲۶۰۹۔

تشریح: **لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالٌ:** قرض کی عدم ادائیگی قابلِ تعزیر جرم ہے۔ یہ استنباط اس حدیث سے کیا گیا ہے جو باب ۴ روایت نمبر ۲۳۹۰ میں ابھی گزر چکی ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ......: مشارالیہ حدیث امام احمد بن حنبلؒ اور اسحق بن راہویہؒ [۱] اپنی اپنی مسندوں میں لائے ہیں۔ ابوداؤد، [۲] نسائی، [۳] ابن ماجہؒ [۴] اور طبرانی [۵] نے بھی یہ موصولاً نقل کی ہے اور ان کے نزدیک یہ روایت از قبیل حسن ہے۔ لفظ لَوَى يَلْوِىْ لَيًّا: بمعنی ٹال مٹول کرنا۔ اَلْوَاجِدُ، وُجد سے اسم فاعل ہے۔ وُجْدٌ کے معنے ہیں قدرت واستطاعت اور اَلْوَاجِد کے معنے ہیں: طاقت رکھنے والا۔

(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۷۸) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۲۳۶)

قَالَ سُفْيَانُ عِرْضُهُ: یعنی سفیان کے نزدیک نادہند کی بے عزتی کرنے سے مراد یہ ہے کہ قرض خواہ اسے کہے کہ تو ٹال مٹول کر رہا ہے، تیری نیت اچھی نہیں۔ یعنی قرض لیتے وقت تیرا رویہ کچھ اور تھا اور دینے کے وقت کچھ اور۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ گالی گلوچ کرے یا فحش بکے، اُس سے ہاتھا پائی کرے۔ اسلام نے ایسی نازیبا حرکات کی اجازت نہیں دی۔ اس کے لئے دارالقضاء کا راستہ کھلا ہے۔ جسے شریعت نے یہ اختیار دیا ہے کہ آسودہ حال ہونے کی حالت میں نادہند کو قید کی سزا دے اور جائیداد کی قُرقی کر کے حق دلوائے۔ مذکورہ بالا حدیث سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ تنگدست جو فی الواقع معذور ہو، وہ قید نہ کیا جائے۔ آج کل کے سِول لاء یعنی قانونِ مدنی میں جس مقروض کے خلاف ڈگری ہو چکی ہو اگر قُرقی سے قرض کی وصولی نہ ہو سکے تو اُس کے لئے ایک ماہ قید کی سزا ہے۔ لیکن شریعت اسلامیہ نے نادہند کے خلاف تعزیری کاروائی میں تہی دست معذور اور آسودہ حال نادہند جو ادائیگی پر قادر ہو، دونوں کے درمیان فرق ملحوظ رکھا ہے۔ تہی دست کا قرضہ بیت المال سے ادا کرنے کی ہدایت کی ہے اور آسودہ حال کے لئے یہ سفارش کی ہے: وَإِنْ كَانَ

---

۱ (مسند احمد بن حنبل. مسند الشاميين. حديث الشريد بن سويد الثقفي جزء ۴ صفحه ۲۲۲)

۲ (ابوداؤد، كتاب الاقضية، باب فى الحبس فى الدين) ۳ (سنن نسائى، كتاب البيوع، باب مطل الغنى)

۴ (ابن ماجه، كتاب الاحكام، باب الحبس فى الدين والملازمة)

۵ (المعجم الأوسط للطبرانى، باب من اسمه ابراهيم، جزء ۳ صفحه ۴۶)

ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (البقرة:۲۸۱) یعنی اگر مقروض تنگدست ہو تو اُسے آسودگی تک مہلت دی جائے اور تمہارا تنگ دست شخص کے لئے قرضہ بطور صدقہ چھوڑ دینا سب سے اچھا عمل ہے اگر تمہیں علم ہو۔

بَاب ١٤ : إِذَا وَجَدَ مَالَهُ عِنْدَ مُفْلِسٍ فِي الْبَيْعِ وَالْقَرْضِ وَالْوَدِيْعَةِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ

(یہ باب اس بارے میں ہے کہ) اگر کوئی شخص بیع یا قرض یا امانت کا مال بجنسہٖ دیوالیہ ہو جانے والے کے پاس پائے تو (جس کا وہ مال ہو) وہی اُس کا زیادہ حق دار ہے

وَقَالَ الْحَسَنُ: إِذَا أَفْلَسَ وَتَبَيَّنَ لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ وَلَا بَيْعُهُ وَلَا شِرَاؤُهُ. وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ: قَضَى عُثْمَانُ مَنِ اقْتَضَى مِنْ حَقِّهِ قَبْلَ أَنْ يُفْلِسَ فَهُوَ لَهُ وَمَنْ عَرَفَ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ.

اور حسن (بصری) نے کہا: جب کوئی دیوالیہ ہو جائے اور (اُس کا دیوالیہ پن) واضح ہو جائے تو نہ اس کا کسی غلام کو آزاد کرنا جائز ہوگا، نہ بیچنا، نہ خریدنا۔ اور سعید بن مسیّب نے کہا: حضرت عثمانؓ نے فیصلہ کیا کہ جس نے کسی کے دیوالیہ ہو جانے سے پہلے اپنا حق لے لیا تو وہ اُس کا ہو گیا اور جس نے اپنے مال کو بجنسہٖ پہچان لیا تو وہ اُس کا زیادہ حق دار ہے۔

٢٤٠٢ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ

۲۴۰۲: احمد بن یونس نے ہمیں بتایا۔ زہیر نے ہم سے بیان کیا کہ یحیٰ بن سعید نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے مجھے خبر دی کہ عمر بن عبدالعزیز نے انہیں بتایا۔ ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام نے ان سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپؐ

قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ أَدْرَكَ مَالَهُ بِعَيْنِهِ عِنْدَ رَجُلٍ أَوْ إِنْسَانٍ قَدْ أَفْلَسَ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنْ غَيْرِهِ.

فرماتے تھے: جو اپنا مال بجنسہٖ کسی شخص، یا (کہا:) انسان کے پاس پائے جو مفلس ہوگیا ہو تو وہ دوسرے (قرض خواہوں) کی نسبت اُس کا زیادہ حق دار ہوگا۔

تشریح: **اِذَا وَجَدَ مَالَهُ عِنْدَ مُفْلِسٍ فِي الْبَيْعِ وَالْقَرْضِ وَالْوَدِيْعَةِ فَهُوَ اَحَقُّ بِهِ:** یعنی اگر بائع یا قرض خواہ یا امانت والا اپنا سامان مفلس کے پاس پائے تو وہ اپنا سامان لینے کا حق دار ہوگا۔ مفلس سے مراد وہ شخص ہے جو قانوناً دیوالیہ قرار دے دیا جائے۔ عنوانِ باب حدیث کے الفاظ سے ماخوذ ہے جس میں مطلق اُس مال کا ذکر ہے جس کی قیمت مشتری نے اَدا نہ کی ہو اور عاریتاً لئے ہوئے سامان کا بھی اسی پر قیاس کیا گیا ہے۔ امانت کی واپسی کے بارے میں تو فقہاء کا اجماع ہے مگر قرض اور بیع کی اشیاء سے متعلق مالکی فرق کرتے ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۷۹) چونکہ مقروض اور مشتری دونوں کا عقد کے ذریعہ سے مالکانہ حق قائم ہو چکا ہے۔ جب تک وہ عقد بذریعہ دارالقضاء فسخ نہیں ہو جاتا، اُس وقت تک مقروض یا مشتری کے قبضہ کی اشیاء نہیں لی جاسکتیں۔ رائج الوقت قانون کی مدد سے بذریعہ قُرقی سامان پر قبضہ کیا جاسکتا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ موجودہ سامان قرض خواہ یا بائع میں سے کسی کا ہو یا خود مقروض کا۔ یہ سامان فروخت کر کے اس کی آمد قرض خواہوں کے درمیان بحصہ رَسدی تقسیم ہوگی۔

اِذَا اَفْلَسَ وَ تَبَيَّنَ لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ وَلَا بَيْعُهُ وَلَا شِرَاءُهُ: اگر کوئی شخص مفلس ہو جائے اور اُس کا افلاس بذریعہ شہادت و تحقیق قاضی پر واضح ہو اور وہ اُس کی مفلسی کا فیصلہ کر دے تو ایسے شخص کا غلام قرضے کی ادائیگی کے لئے فروخت یا آزاد نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کا خریدنا جائز ہوگا بلکہ وہ قانونی نگرانی میں رہے گا اور دارالقضاء اُس سے متعلق فیصلہ کرے گی۔ اس فتویٰ سے ظاہر ہے کہ اعلانِ افلاس سے قبل ہر قسم کا تصرف کیا جاسکتا ہے۔ لیکن فیصلہ دارالقضاء کے بعد مالک اپنی مملوکہ اشیاء غلام وغیرہ سے متعلق کسی قسم کے تصرف کا مجاز نہیں بلکہ غلام و دیگر مملوکہ اشیاء قانوناً عدالت کے تصرف میں رہیں گی۔ اس تعلق میں ابراہیم نخعیؒ کا فتویٰ مختلف ہے۔ ان کے نزدیک مجور پابند عدالت کو اپنی اشیاء فروخت کرنا جائز ہے لیکن جمہور اس فتوے سے متفق نہیں، بجز اِس کے کہ قرضہ ہی کی ادائیگی کے لئے فروخت کرے۔

(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۷۹) (عمدۃ القاری جلد ۱۲ صفحہ ۲۳۷)

مَنِ اقْتَضَى مِنْ حَقِّهِ قَبْلَ اَنْ يُّفْلِسَ فَهُوَ لَهُ: مذکورہ بالا مسئلہ کے تعلق میں سعید بن مسیّب کی سند سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک فیصلے کا حوالہ دیا گیا ہے کہ قاضی کے اعلانِ افلاس سے قبل جو تصرف کیا گیا ہو، وہ برقرار رہے گا۔ یہی جمہور کا مذہب ہے۔ سعید بن مسیّبؒ کی مشارالیہ روایت محمد بن ابی حرملہ سے منقول ہے کہ حضرت امّ حبیبہؓ کا آزاد کردہ غلام مفلس ہو گیا اور قرض خواہوں نے اپنا قضیہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا تو آپؓ نے اس بارے میں جو فیصلہ فرمایا، اس کے یہ الفاظ ہیں: اَنَّ مَنْ كَانَ اقْتَضَى مِنْ حَقِّهِ شَيْئًا قَبْلَ اَنْ يَّتَبَيَّنَ اِفْلَاسُهُ

فَهُوَ لَهُ وَمَنْ عَرَفَ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ لَهُ.[1] (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۲۳۷) یعنی قرض خواہوں میں سے جس نے اعلانِ افلاس سے قبل اپنا حق لے لیا، وہ اُس کا ہو چکا اور اگر کسی قرض خواہ کا کوئی سامان مقروض کے پاس بعینہٖ پایا جائے تو وہ سامان والے کا ہے اور اسے دیا جائے گا، بشرطیکہ اُس سامان کی قیمت سے کوئی ادائیگی نہ کی جا چکی ہو۔ قیمت میں سے ایک حصہ اَدا ہونے پر خرید کردہ سامان کی واپسی کا حق قائم نہیں رہتا بلکہ اُسے فروخت کیا جائے گا اور قرض خواہ کو باقی ماندہ حق ملے گا۔ اور اگر ایسے سامان کی صورت وشکل میں تبدیلی ہو چکی ہو۔ مثلاً سونا زیور میں تبدیل ہو، گھوڑا بیچ کر زمین خرید لی ہو تو ایسی صورت میں زیور اور زمین فروخت کر کے رقم قرض خواہوں میں بحصہ رسدی تقسیم ہوگی۔

اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد محولہ بالا اصولی ہے اور فروعات وجزئیات میں فیصلہ قاضی پر ہے۔ جیسا کہ محولہ بالا فتوے اور فیصلے سے ظاہر ہے۔ امام شافعیؒ کا فتویٰ جمہور کے خلاف ہے کہ سامان کی شکل تبدیل ہو یا نہ ہو۔ یا اس کی قیمت سے کچھ وصول ہو یا نہ ہو اس سے فرق نہیں پڑتا۔ جس کا سامان ہو، اسے بہر حال دلایا جائے سوائے اس کے کہ سامان والا اختیار دے دے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۲۳۸) (فتح الباری جزء۵صفحہ۸۰تا۸۲) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اُصولی فیصلہ عنوان باب میں نمایاں کر کے دونوں قسم کے فتوے درج کر دئے ہیں۔

بَاب ۱۵: مَنْ أَخَّرَ الْغَرِيْمَ إِلَى الْغَدِ أَوْ نَحْوِهِ وَلَمْ يَرَ ذَلِكَ مَطْلًا

اگر کوئی شخص (حاکم سے) قرض خواہ کو کل پرسوں تک اَدا کرنے کا وعدہ کرے اور وہ اُسے ٹال مٹول نہ سمجھے

وَقَالَ جَابِرٌ: اِشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِي حُقُوْقِهِمْ فِي دَيْنِ أَبِي فَسَأَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّقْبَلُوْا تَمْرَ[2] حَائِطِيْ فَأَبَوْا فَلَمْ يُعْطِهِم الْحَائِطَ وَلَمْ يَكْسِرْهُ لَهُمْ وَقَالَ: سَأَغْدُوْ عَلَيْكُمْ غَدًا فَغَدَا عَلَيْنَا حِيْنَ أَصْبَحَ فَدَعَا فِي ثَمَرِهَا بِالْبَرَكَةِ فَقَضَيْتُهُمْ.

اور حضرت جابرؓ نے کہا: میرے باپ کے قرض خواہوں نے اپنے اپنے حق کے متعلق قرضہ کا سخت تقاضا کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ میرے باغ کے میوے[2] کو (قرض میں) لے لیں تو انہوں نے انکار کیا۔ اِس لئے آپؐ نے نہ اُن کو باغ دیا، نہ اُن کے لئے پھل تڑوایا، اور فرمایا: میں کل صبح تمہارے پاس آؤں گا۔ جب صبح ہوئی تو آپؐ ہمارے پاس آئے اور آپؐ نے اس باغ کے پھلوں میں برکت کی دعا کی اور میں نے اُن لوگوں کا قرض ادا کر دیا۔

---

[1] (سنن الدار قطنی، کتاب البیوع، روایت نمبر۲۸۹۳)

[2] فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ "ثَمَرَ" کا لفظ ہے۔ (فتح الباری جزء۵حاشیہ صفحہ۸۲)

بَاب ١٦ : مَنْ بَاعَ مَالَ الْمُفْلِسِ أَوِ الْمُعْدِمِ فَقَسَمَهُ بَيْنَ الْغُرَمَاءِ أَوْ أَعْطَاهُ حَتَّى يُنْفِقَ عَلَى نَفْسِهِ

جو دیوالئے یا تہی دست کی ملکیت کو بیچ کر اس کے قرض خواہوں میں تقسیم کر دے

یا اُسی کو دیدے کہ وہ اپنی ذات پر خرچ کرے

٢٤٠٣: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَعْتَقَ رَجُلٌ غُلَامًا لَّهُ عَنْ دُبُرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يَشْتَرِيْهِ مِنِّي فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ فَأَخَذَ ثَمَنَهُ فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ.

۲۴۰۳: مسدد نے ہمیں بتایا کہ یزید بن زُریع نے ہمیں خبر دی کہ حسین معلّم نے ہمیں بتایا کہ عطاء بن ابی رباح نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ایک شخص نے یہ وصیت کی کہ اُس کے مرنے کے بعد اس کا غلام آزاد ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے کون اس (غلام) کو خرید ے گا تو اُس کو نُعَیم بن عبداللہ نے لے لیا۔ آنحضرتؐ نے غلام کی قیمت لی اور (آزادی کی وصیت کرنے والے کو) دے دی (تا کہ وہ اپنے قرض خواہوں کو دے اور اپنے اُوپر خرچ کرے۔)

اطرافہُ: ٢١٤١، ٢٢٣٠، ٢٢٣١، ٢٤١٥، ٢٥٣٤، ٦٧١٦، ٦٩٤٧، ٧١٨٦۔

تشریح: **مَـنْ اَخَّـرَ الْغَرِيْمَ اِلَى الْغَدِ اَوْ نَحْوِهِ وَلَمْ يَرَ ذٰلِكَ مَطْلًا:** ان دو ابواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ پیش کیا گیا ہے کہ آپؐ نے خود اپنی زیرنگرانی قرض خواہوں کو اُن کا قرضہ اَدا کرایا۔ فیصلے کی غرض سے اِلتواء کی صورت قابل اعتراض نہیں۔

وَقَالَ جَابِرٌ اشْتَدَّ الْغُرَمَآءُ......: باب ۱۵ کی روایت متعدد سندوں سے پہلے گزر چکی ہے اور یہاں واوٗ عاطفہ کے ساتھ بیان کر کے اس باب کے مضمون کا ربط سابقہ باب کے مضمون سے کیا ہے۔ اس روایت کے لئے کتاب البیوع باب ۵۱ روایت نمبر ۲۱۲۷، کتاب الاستقراض روایات نمبر ۲۳۹۵، ۲۳۹۶ دیکھئے۔

ان دونوں کا ماحصل یہ ہے کہ قاضی اپنی نگرانی میں قرض خواہوں کو بحصہ رسدی دلائے۔

بَاب ۱۷ : إِذَا أَقْرَضَهُ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى أَوْ أَجَّلَهُ فِي الْبَيْعِ

اگر کوئی شخص کسی کو معین میعاد کے لئے قرضہ دے یا بیع میں قیمت ادا کرنے کے لئے میعاد مقرر کرے

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فِي الْقَرْضِ إِلَى أَجَلٍ: لَا بَأْسَ بِهِ وَإِنْ أُعْطِيَ أَفْضَلَ مِنْ دَرَاهِمِهِ مَا لَمْ يَشْتَرِطْ.

حضرت ابن عمرؓ نے کہا: مقررہ میعاد پر قرض دینے میں کوئی حرج نہیں؛ خواہ اس کو اس کے اپنے درہموں سے زیادہ درہم ملیں، بحالیکہ اس نے شرط نہ کی ہو۔

وَقَالَ عَطَاءٌ وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ: هُوَ إِلَى أَجَلِهِ فِي الْقَرْضِ.

اور عطاء اور عمرو بن دینار نے کہا: (قرض دینے والا) قرض میں اپنی مقررہ معیاد کا پابند رہے گا۔

۲۴۰۴: وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيْلَ أَنْ يُّسْلِفَهُ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ.

۲۴۰۴: اور لیث (بن سعد) نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن ہرمز سے، عبدالرحمٰن نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا جس نے کسی دوسرے بنی اسرائیلی سے اپنے لئے قرض لیا اور اُس کو مقررہ معیاد پر اَدا کر دیا، اور (آخر تک) واقعہ بیان کیا۔

اطرافہٗ: ۱۴۹۸، ۲۰۶۳، ۲۲۹۱، ۲۴۳۰، ۲۷۳۴، ۶۲۶۱۔

تشریح: **اِذَا اَقْرَضَهُ اِلَى اَجَلٍ مُسَمًّى:** عنوانِ باب میں تین حوالے بیان کئے گئے ہیں اور اس کے تحت کوئی مستقل روایت درج نہیں کی گئی۔ حضرت ابن عمرؓ کے فتویٰ سے ظاہر ہے کہ اگر چہ قرض میں معیاد کا تعین ضروری نہیں لیکن اگر مقرر ہو تو کوئی حرج نہیں۔ یہ حوالہ ابن ابی شیبہؒ نے بسند وکیع نقل کیا ہے کہ انہوں نے عطاء بن یعقوبؒ سے ایک ہزار درہم قرض لئے اور بوقت ادائیگی کچھ زائد درہم دیئے اور کہا: مَا كَانَ فِيهَا مِنْ فَضْلٍ فَهُوَ نَائِلٌ مِّنِّيْ (مصنف ابن ابی شیبه، کتاب البیوع، باب الرجل یقرض الرجل الدراهم) یعنی جو زائد درہم ہیں وہ میری طرف سے عطیہ ہیں۔ یہ صورت جائز ہے بشرطیکہ قرض دیتے وقت اِس کی قید نہ لگائی گئی ہو۔ دوسرا حوالہ عطاء بن ابی رباح اور عمرو بن دینارؒ کا ہے جو مسند عبدالرزاق میں منقول ہے کہ وہ قرض میں معیاد کے قائل تھے☆ اور یہ امر امام مالکؒ اور

☆ (مصنف عبد الرزاق، کتاب البیوع، باب نمبر ۱ روایت نمبر ۱۴۰۵۷)

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۲۴۴) تیسرے حوالے کے لئے کتاب الکفالة، باب ا دیکھئے۔ جہاں ایک اسرائیلی شخص کا واقعہ بسند لیث مروی ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ وہ میعادی قرض تھا مگر یہ واقعہ شرعی مسئلہ مستنبط کرنے کے لئے کافی نہیں۔ امام بخاریؒ نے اپنی رائے اِس بارہ میں محفوظ رکھی ہے۔ غالباً اس لئے کہ میعادیا غیر میعاد کا مسئلہ شخصی حالات سے تعلق رکھتا ہے۔

بَاب۱۸ : اَلشَّفَاعَةُ فِي وَضْعِ الدَّيْنِ

قرض میں کمی کرنے کی سفارش کرنے کا بیان

۲٤۰٥ : حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مُغِيْرَةَ عَنْ عَامِرٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أُصِيْبَ عَبْدُ اللهِ وَتَرَكَ عِيَالًا وَدَيْنًا فَطَلَبْتُ إِلَى أَصْحَابِ الدَّيْنِ أَنْ يَّضَعُوْا بَعْضًا مِنْ دَيْنِهِ فَأَبَوْا فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَشْفَعْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا فَقَالَ: صَنِّفْ تَمْرَكَ كُلَّ شَيْءٍ مِنْهُ عَلَى حِدَتِهِ عِذْقَ ابْنِ زَيْدٍ عَلَى حِدَةٍ وَاللِّيْنَ عَلَى حِدَةٍ وَالْعَجْوَةَ عَلَى حِدَةٍ ثُمَّ أَحْضِرْهُمْ حَتَّى آتِيَكَ فَفَعَلْتُ ثُمَّ جَاءَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ عَلَيْهِ وَكَالَ لِكُلِّ رَجُلٍ حَتَّى اسْتَوْفَى وَبَقِيَ التَّمْرُ كَمَا هُوَ كَأَنَّهُ لَمْ يُمَسَّ.

۲۴۰۵: موسیٰ (بن اسماعیل) نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مغیرہ سے، مغیرہ نے عامر (شعبی) سے، عامر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہؓ شہید ہوئے اور بال بچے اور قرض چھوڑ گئے۔ میں نے قرض خواہوں سے چاہا کہ وہ اُن کے قرض سے کچھ چھوڑ دیں۔ وہ نہ مانے تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ سے چاہا کہ اُن کے پاس اس کی سفارش فرمائیں۔ وہ پھر بھی نہ مانے۔ آپؐ نے فرمایا: اپنی کھجوروں کو قسم وار ترتیب دو اور انہیں علیحدہ علیحدہ کر دو۔ عذق بن زید قسم کی کھجور الگ ہو اور لِین الگ ہو اور عجوہ الگ ہو۔ پھر میرے آنے تک قرض خواہوں کو لے آؤ۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور کھجوروں کے ڈھیر پر بیٹھ گئے اور ہر شخص کو ماپ کر دیتے گئے یہاں تک کہ ہر شخص نے اپنا حق پورا کا پورا پا لیا اور کھجور ویسی ہی رہی، گویا کہ اسے کسی نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔

اطرافہ: ۲۱۲۷، ۲۳۹۵، ۲۳۹٦، ۲٦۰۱، ۲۷۰۹، ۲۷۸۱، ۳٥۸۰، ٤۰٥۳، ٦۲٥۰۔

۲۴۰۶: وَغَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى نَاضِحٍ لَنَا فَأَزْحَفَ الْجَمَلُ فَتخَلَّفَ عَلَيَّ فَوَكَزَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَلْفِهِ قَالَ: بِعْنِيْهِ وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلَمَّا دَنَوْنَا اسْتَأْذَنْتُ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي حَدِيْثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَمَا تَزَوَّجْتَ بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا؟ قُلْتُ: ثَيِّبًا. أُصِيْبَ عَبْدُ اللّٰهِ وَتَرَكَ جَوَارِيَ صِغَارًا فَتَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا تُعَلِّمُهُنَّ وَتُؤَدِّبُهُنَّ ثُمَّ قَالَ: ائْتِ أَهْلَكَ فَقَدِمْتُ فَأَخْبَرْتُ خَالِي بِبَيْعِ الْجَمَلِ فَلَامَنِي فَأَخْبَرْتُهُ بِإِعْيَاءِ الْجَمَلِ وَبِالَّذِي كَانَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَكْزِهِ إِيَّاهُ فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَوْتُ إِلَيْهِ بِالْجَمَلِ فَأَعْطَانِي ثَمَنَ الْجَمَلِ وَالْجَمَلَ وَسَهْمِي مَعَ الْقَوْمِ.

۲۴۰۶: اور (ایک بار) میں نبی ﷺ کے ساتھ اپنے ایک پانی بھرنے کے لئے استعمال ہونے والے اُونٹ پر سوار ہوکر جنگ کے لئے نکلا۔ وہ اُونٹ تھک کر چلنے سے رہ گیا اور باوجود میری کوشش کے پیچھے ہی رہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پیچھے سے لکڑی کی چوک لگائی۔ آپؐ نے فرمایا: اسے میرے پاس بیچ دو اور مدینہ تک تم اسی پر سوار رہو۔ جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے؛ میں نے آپؐ سے اجازت چاہی۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے نئی شادی کی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کس سے شادی کی ہے؛ کنواری سے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا: بیوہ سے۔ عبداللہؓ شہید ہوگئے اور انہوں نے کم سن لڑکیاں چھوڑی ہیں۔ اس لئے میں نے بیوہ سے شادی کی ہے کہ وہ اُن کو تعلیم دے گی اور اُن کی تربیت کرے گی۔ آپؐ نے فرمایا: اپنی بیوی کے پاس جاؤ۔ میں آیا اور اپنے ماموں (ثعلب) کو بتایا کہ اُونٹ بیچ دیا ہے۔ انہوں نے مجھے ملامت کی۔ میں نے انہیں بتایا کہ اُونٹ چلنے سے رہ گیا تھا اور جو بات نبی ﷺ سے ہوئی اور جو آپؐ نے اُسے مارا تھا (یہ بھی انہیں بتایا۔) جب نبی ﷺ مدینہ میں آئے تو میں دوسرے دن صبح اُونٹ لے کر آپؐ کے پاس گیا۔ آپؐ نے مجھے اُونٹ کی قیمت دی اور وہ اُونٹ بھی دے دیا اور لوگوں کے ساتھ میرا حصہ بھی مجھے دیا۔

اطرافُهُ: ٤٤٣، ١٨٠١، ٢٠٩٧، ٢٣٠٩، ٢٣٨٥، ٢٣٩٤، ٢٤٧٠، ٢٦٠٣، ٢٦٠٤، ٢٧١٨، ٢٨٦١، ٢٩٦٧، ٣٠٨٧، ٣٠٨٩، ٣٠٩٠، ٤٠٥٢، ٥٠٧٩، ٥٠٨٠، ٥٢٤٣، ٥٢٤٤، ٥٢٤٥، ٥٢٤٦، ٥٢٤٧، ٥٣٦٧، ٦٣٨٧۔

تشریح: **اَلشَّفَاعَةُ فِی وَضْعِ الدَّیْنِ:** اِس باب کا مقصد ظاہر ہے اور مسئلہ بھی واضح ہے جس میں کسی کو اِختلاف نہیں۔ مگر یہاں جس تعلق میں حضرت جابرؓ کی دوسری روایت (نمبر ۲۴۰۶) نقل کی گئی ہے وہ واضح نہیں اور نہ شارحین نے اِس بارہ میں روشنی ڈالی ہے۔ اِس سے ماقبل باب میں زیادہ دینے اور قبول کرنے کے جواز کا ذکر ضمناً آیا ہے اور یہاں قابلِ وصول واجبی قرضہ میں تخفیف سے متعلق سفارش ہے۔ خواہ قرض کی صورت ہو یا دَین کی۔ اِسی لئے روایت نمبر ۲۴۰۶ میں حضرت جابرؓ کی دوسری روایت کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ جس میں نہ صرف قیمت اَدا کی گئی ہے بلکہ اُونٹ خرید کروہ بھی واپس دیا گیا۔ غالباً معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوفؒ نے سابقہ باب کے اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بَاب ۱۹ : مَا یُنْهَی عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ

مال ضائع کرنے سے جو ممانعت ہے اُس کا بیان

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى: وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ (البقرة:۲۰۶) وَلَا یُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ (یونس:۸۲) وَقَالَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا (هود:۸۸) وَقَالَ تَعَالَى: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ (النساء:٦) {وَالْحَجْرُ فِي ذَلِكَ☆} وَمَا یُنْهَی عَنِ الْخِدَاعِ.

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر کہ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ بگاڑنے والوں کے کام کو کارآمد نہیں بناتا اور اللہ تعالیٰ کا قول: کیا تمہاری نماز تمہیں کہتی ہے کہ ہم، جسے ہمارے باپ دادے پوجتے تھے؛ چھوڑ دیں۔ یا یہ کہ اپنے مالوں میں جیسا ہم چاہیں تصرف کریں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے مال ناسمجھوں کو نہ دو۔ اور (مالوں میں تصرف کرنے کے متعلق) حکماً پابندی عائد کرنا☆ اور دھوکہ دینے کی جو ممانعت کی گئی ہے اُس کا بیان۔

۲۴۰۷: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ

۲۴۰۷: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن دینار سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) میں نے

☆ الفاظ "وَالْحَجرُ فِیْ ذَلِکَ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ ۸۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أُخْدَعُ فِي الْبُيُوْعِ فَقَالَ: إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ: لَا خِلَابَةَ. فَكَانَ الرَّجُلُ يَقُوْلُهُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے کہا: میں خرید و فروخت میں ٹھگا جاتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: جب تم خرید و فروخت کرو تو یہ کہا کرو: اس میں دھوکہ فریب نہیں ہوگا۔ چنانچہ وہ شخص ایسا ہی کہا کرتا تھا۔

اطرافه: ٢١١٧، ٢٤١٤، ٦٩٦٤.

٢٤٠٨: حَدَّثَنِيْ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُورٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ وَرَّادٍ مَوْلَى الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْأُمَّهَاتِ، وَوَأْدَ الْبَنَاتِ، وَمَنَعَ وَهَاتِ. وَكَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ.

۲۴۰۸: عثمان (بن ابی شیبہ) نے مجھ سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے شعبی سے، شعبی نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے غلام ورّاد سے، ورّاد نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: ماؤں کی نافرمانی اور بیٹیوں کا زندہ گاڑنا اور خود تو نہ دینا لیکن دوسروں سے مانگنا؛ اِن سب باتوں کو اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کیا ہے۔ اِسی طرح سے فضول باتیں کرنے اور بہت سوال کرنے اور مال برباد کرنے کو تمہارے لئے ناپسند کیا ہے۔

اطرافه: ٨٤٤، ١٤٧٧، ٥٩٧٥، ٦٣٣٠، ٦٤٧٣، ٦٦١٥، ٧٢٩٢.

تشریح: **اَلْحَجْرُ فِیْ ذٰلِکَ**: حجر کے لغوی معنی ہیں روک دینا اور اصطلاحی معنے ہیں مالی تصرف کرنے میں کسی پر حکماً پابندی عائد کردینا۔ ایسی پابندی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک وہ جس میں مال والے کی بھلائی مقصود ہو کہ وہ اپنے مال کو ضائع نہ کر بیٹھے اور دوسری قسم کی پابندی میں غیر کی بھلائی۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۸۶) یہ پابندی چار صورتوں میں ہوسکتی ہے۔

اوّل: نابالغ جو رُشد کو نہ پہنچا ہو۔ دوم: ایسے کم عقل پر جو مالی تصرف میں نابلد ہو۔

سوم: شرابی مجنون اور فضول خرچ پر جو اپنا مال ضائع کر رہا ہو جبکہ مدیون یا مقروض یا مرتہن یا بحالتِ افلاس ہو اور ڈر ہو کہ اس کے اِسراف سے دوسروں کا حق ضائع ہو جائے گا۔

چہارم: اِسی طرح مریض پر جو قریب الموت ہو اور اندیشہ ہو کہ وہ مال میں ایسا تصرف کرنا چاہتا ہے کہ جس سے

وارث اپنے حق سے محروم رہ جائے گا۔ ایسا شخص ایک تہائی کی وصیت تو شرعاً کرسکتا ہے۔ باقی ورثہ پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے۔ بشرطیکہ اِس پابندی سے حقوق کی حفاظت مدنظر ہو۔

مذکورہ بالا حالات کے پیش نظر شریعتِ اسلامیہ نے جائز قرار دیا ہے کہ مالی تصرف میں کسی مال پر پابندی عائد کردی جائے کہ وہ نہ بیچا جائے اور ایسے ہی نہ ہبہ کیا جائے۔ اس پابندی کو شریعتِ اسلامیہ میں حجر کہتے ہیں۔
(عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۲۴۶) (بدایة المجتهد، کتاب الحجر، في أصناف المحجورين، جزء ثانی، صفحہ ۲۱۰، ۲۱۱)

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ......: عنوانِ باب میں چار آیتوں اور دو روایتوں کا حوالہ دیا گیا ہے جو تشریح طلب ہیں۔ پہلی آیت یہ ہے: وَ اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَ يُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ (البقرة : ۲۰۶) اور جب حاکم ہو جاتے ہیں تو اُن کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ فساد پیدا کریں اور کھیتی باڑی اور نسل کو تباہ کریں اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ دوسری آیت یہ ہے: فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ (یونس:۸۲) آیت کا ترجمہ یہ ہے: اور جب ساحروں نے جو کچھ ڈالنا تھا، ڈال دیا تو موسیٰؑ نے کہا: جو کچھ تم لوگوں نے پیش کیا ہے، سراسر فریب ہے۔ اللہ ضرور اِسے بے اثر کردے گا۔ کیونکہ اللہ مفسدوں کی کاروائیوں کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دیتا۔ تیسری آیت یہ ہے: قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ۝ (ھود:۸۸) اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت شعیبؑ کے مخالفوں نے کہا: اے شعیب! کیا تیری نماز تجھے حکم دیتی ہے کہ جس چیز کی ہمارے باپ دادے پرستش کرتے آئے ہیں، اُسے ہم چھوڑ دیں، یا اس بات کو ترک کردیں کہ اپنے مالوں سے متعلق جو چاہیں کریں۔ (اگر ایسا ہے) تو تُو یقیناً بڑا ہی عقل مند اور سمجھدار آدمی ہے۔ چوتھی آیت یہ ہے: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ (النساء:۶) اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ ناسمجھوں کو اپنے مال جنہیں اللہ نے تمہارے لئے سہارا بنایا ہے، نہ دو اور ان میں سے انہیں کھلاؤ اور پہناؤ اور اچھی باتوں کی انہیں تلقین کرتے رہو۔ ان چاروں آیتوں کا تعلق حجر سے ہے۔ پہلے دو حوالوں میں مشیتِ الٰہی پیش کی گئی ہے کہ وہ فساد کو پسند نہیں کرتا اور مفسد کے عمل کو باطل کردیتا ہے۔ چنانچہ یہود کے متعلق اپنی اِس مشیت اور سنت کا ذکر اِن الفاظ میں کرتا ہے: وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ؕ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَاۤ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ (المائدة:۶۵) یہودی کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں کہ وہ مومنوں کے لئے خرچ نہیں کرتا۔ انہی کے ہاتھ جکڑے ہوئے ہیں۔ یہ بسبب تمرد وکفر راندۂ رحمت الٰہی ہیں۔ اس کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ اور وہ جو تیری طرف تیرے ربّ کی طرف سے اُتارا گیا، ان میں سے بہتوں کو بغاوت اور انکار میں یقیناً بڑھادے گا اور ہم نے ان کے درمیان قیامت کے

دِن تک دشمنی اور بغض ڈال دیے ہیں۔ جب بھی وہ جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے۔ اور وہ زمین میں فساد پھیلانے کے لیے دوڑتے پھرتے ہیں۔ اور اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ دوسری آیتوں میں شریعتِ الٰہیہ کی طرف سے عائد کردہ احکام کی پابندی کا ذِکر ہے۔ شریعتِ اسلامیہ کی بنیاد اسی نقطہ پر قائم ہے کہ انسان اخلاقِ الٰہیہ کو اپنائے، جیسا کہ فرمایا: صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ○ (البقرۃ:۱۳۹) کہ انسان اخلاقِ الٰہیہ سے رنگین ہو اور ہر حرکت جو اُس سے صادر ہو مشیتِ الٰہیہ کا انعکاس ہو کیونکہ صفات الٰہیہ کے رنگ سے زیادہ خوبصورت اور کونسا رنگ ہوسکتا ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے مسئلہ حجر کے بارے میں پہلے مشیتِ الٰہی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ پھر احکامِ الٰہیہ کا ذکر کیا ہے۔ ان آیات میں الٰہی سنت کا ذکر ہے جو اُس وقت ظاہر ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ اُس کے بندے حدود سے نکلتے ہیں اور سنوارنے کی بجائے بگاڑتے ہیں۔

دوسرے حوالے سے متعلقہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے ساحرانِ مصر کا جادو توڑا گیا اور باطل کا ازالہ کیا گیا کیونکہ وہ عملِ صالح نہ تھا۔ تیسرے حوالے سے متعلق آیت کا مفہوم یہ ہے کہ خلافِ عقل بات کا ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ جن مالوں کے ہم مالک ہیں اور ہمیں حق تصرف کی پوری آزادی ہے؛ ان کی بابت ہم پر پابندیاں عائد کی جائیں۔ حضرت شعیبؑ کی قوم کا یہ آزادانہ نظریۂ ملکیت قبول نہیں کیا گیا بلکہ ان سے مؤاخذہ ہوا۔ چوتھی آیت کے حوالہ سے پابندی کے تعلق میں نص صریح پیش کی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ نے کم عقلوں پر اُس وقت تک پابندی قائم کر رکھی ہے جب تک کہ وہ اپنے رُشد کو نہ پہنچیں یعنی نیک و بد کی تمیز نہ کرسکیں۔ یہ آیت مسئلہ حجر میں نص صریح ہے۔ جبکہ پہلے دو حوالوں سے متعلقہ آیات میں مشیت الٰہی اور سنت اللہ پیش کی گئی ہے۔

عنوانِ باب میں علاوہ محولہ بالا آیات کے دو اور حوالے بھی ہیں۔ ان میں سے پہلا وَالْحَجْرُ فِيْ ذٰلِكَ ہے۔ اس فقرے کا عطف جملہ مَا يُنْهَى عَنْ اِضَاعَةِ الْمَالِ پر ہے۔ یعنی مال ضائع کرنے کی جو ممانعت ہے اور اس کی وجہ سے جو پابندی عائد کی جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نجدہؒ نے دریافت کیا تھا کہ یتامیٰ کے اموال پر پابندی کس عمر تک ہے؟ تو انہوں نے جواب میں نجدہؒ کو لکھا: تَسْاَلُنِيْ مَتٰى يَنْقَضِيْ يُتْمُ الْيَتِيْمِ فَلَعَمْرِيْ اِنَّ الرَّجُلَ لَتَنْبُتُ لِحْيَتُهٗ وَاِنَّهٗ لَضَعِيْفُ الْاَخْذِ لِنَفْسِهٖ ضَعِيْفُ الْعَطَاءِ مِنْهَا فَاِذَا اَخَذَ لِنَفْسِهٖ مِنْ صَالِحِ مَا يَاْخُذُ النَّاسُ فَقَدْ ذَهَبَ عَنْهُ الْيُتْمُ. (مسلم. کتاب الجهاد والسير. باب النساء الغازيات يرضخ لهن ولا يسهم) یعنی تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ یتیمی کی حد کب ختم ہوتی ہے۔ ایک شخص لین دین میں کمزور ہوسکتا ہے بحالیکہ داڑھی نکل رہی ہو۔ جب اُس کے نفس میں لوگوں کا شعور پیدا ہو جائے کہ وہ اپنی بھلائی برائی میں تمیز کرسکے تو اُس کی یتیمی ختم ہو جائے گی۔ یہ روایت گو موقوف ہے لیکن باب کی روایت نمبر ۲۴۰۷ سے اِس کی تائید ہوتی ہے۔ دوسرے حوالے کے لئے دیکھئے کتاب البیوع باب ۴۸ روایت نمبر ۲۱۱۷۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۸۶)

امام بخاریؒ کو عنوانِ باب میں یہ تمام حوالے اِس لئے دینے پڑے ہیں کہ جمہور کی رائے کے خلاف امام ابوحنیفہؒ

اور بعض حنبلی بڑی عمر کے شخص پر اگر وہ ابلہ ہو، کسی قسم کی پابندی عائد کرنا جائز نہیں سمجھتے۔ امام زفرؒ، امام نخعیؒ اور امام محمد بن سیرین کی بھی یہی رائے ہے۔ اور اُن کا استدلال روایت نمبر ۲۴۰۷ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سادہ لوح کے لئے بھی پابندی عائد کرنا ضروری سمجھتے تو آپؐ حضرت حبان بن منقذؓ کو یہ مشورہ نہ دیتے کہ خرید تے وقت لَا خِلَابَةَ (روایت نمبر ۲۱۱۷) کہہ دیا کرو۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۸۶) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۲۴۶، ۲۴۷) لیکن اس سے اُن کا اِستدلال کمزور ہے کیونکہ اچھے بھلے سمجھدار تعلیم یافتہ لوگ بھی بیع وشراء میں دھوکا کھا سکتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا علاج بتا دیا ہے کہ کہہ دیا جائے اگر دھوکا ثابت ہوا تو خرید کردہ شے واپس ہوگی۔ ایسی حالت میں حَجر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ باقی صورتیں حَجر کی حکومت وقت سے متعلق ہیں۔ روایت نمبر ۲۴۰۸ کتاب الادب باب ۶ روایت نمبر ۵۹۷۵ میں بھی منقول ہے۔

بَاب ۲۰ : اَلْعَبْدُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَلَا يَعْمَلُ إِلَّا بِإِذْنِهِ

(یہ باب اس بارے میں ہے کہ) غلام اپنے آقا کے مال کا نگہبان ہے اور وہ اُس کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہ کرے

۲۴۰۹ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ فِي أَهْلِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ وَهُوَ

۲۴۰۹: ابوالیمان (حکم بن نافع) نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: سالم بن عبداللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: تم میں سے ہر ایک حکمران ہے اور اُس سے اپنی رعیت کے متعلق پرسش ہوگی۔ بادشاہ تو حاکم ہے اِس لئے اس سے اس کی رعیت کی نسبت پوچھا جائے گا اور ہر آدمی اپنے گھر والوں کا حاکم ہے۔ پس اس سے بھی اُس کی رعیت (خاندان) کی نسبت پوچھا جائے گا۔ اور عورت بھی اپنے خاوند کے گھر میں حکمران ہے۔ پس اس سے بھی اس کی

مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. قَالَ: فَسَمِعْتُ هَؤُلَاءِ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَحْسِبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَالرَّجُلُ فِي مَالِ أَبِيْهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

رعیت کی نسبت پوچھا جائے گا۔ اور نوکر بھی آقا کے مال کی حفاظت کا ذمہ وار ہے۔ پس اس سے بھی اس کی نسبت پوچھا جائے گا۔ (حضرت ابن عمرؓ نے) کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان لوگوں کا ذکر سنا اور میں سمجھتا ہوں کہ نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ آدمی اپنے باپ کے مال میں بھی ذمہ وار ہے۔ اور اس سے بھی اس کے مال کی نسبت پوچھا جائے گا۔ اِس لئے تم میں سے ہر ایک حکمران اور ذمہ وار ہے اور اس سے اپنی اپنی رعیت (زیرِ حفاظت چیزوں) کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

اطرافہُ: ۸۹۳، ۲۵۵٤، ۲۵۵۸، ۲۷۵۱، ۵۱۸۸، ۵۲۰۰، ۷۱۳۸۔

تشریح: **اَلْعَبْدُ رَاعٍ فِیْ مَالِ سَیِّدِہٖ وَلَا یَعْمَلُ اِلَّا بِاِذْنِہٖ:** روایت نمبر ۲۴۰۹ میں جو ارشادِ نبوی منقول ہے اُس کے ذریعہ سے نگرانی کی عام ذمہ واری ہر شخص پر عائد کی گئی ہے، جو اپنے دائرہ تصرف و عمل میں نگران ہے اور اپنے خالق کے سامنے جوابدہ۔ یہ اصولی جواب ہے مذکورہ بالا اختلاف کا کہ بڑا ہو یا چھوٹا اگر اُس کی نسبت اندیشہ ہو کہ وہ اپنا مال ضائع کر دے گا تو اُس کی نگرانی اور روک تھام کا تعلق اُن اشخاص سے ہے جن کے وہ ماتحت ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

٤٤- كِتَابُ الْخُصُومَاتِ

اِس کتاب کا نام کِتَابٌ فِی الْخُصُوْمَاتِ ہے یعنی یہ احکام جھگڑوں اور نالشوں سے متعلق ہیں اور ان میں ایسے مسائل کا بیان ہے جن کا تعلق خصومات کی نوعیت اور طریق تصفیہ وغیرہ سے ہے۔ خَصَمَ کے معنی جھگڑا کیا۔ اِسی سے اسم مصدر خُصُوْمَةٌ ہے یعنی جھگڑا۔ خَصَمَ سے باب مفاعلہ خَاصَمَهٗ، خِصَامًا آئے گا یعنی اُس سے جھگڑا کیا، اور خَصْمٌ کے معنی ہیں: جھگڑا کرنے والا۔ یہ لفظ مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر و مؤنث سب صیغوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ خَصِيْمٌ کے معنے ہیں جھگڑالو، اور اس کی جمع خُصَمَاء ہے۔ (لسان العرب-خصم) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۲۴۹) قرآن مجید میں ہے: اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ (الزخرف:۱۹) کیا وہ جو زیورات میں پلتی ہے اور جھگڑے میں اپنا مافی الضمیر ٹھیک طرح اَدا نہیں کرتی (وہ اللہ کے حصے میں آئی ہے اور مرد انسان کے حصے میں۔) اس آیت میں اُن مشرکین کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں تجویز کر کے اُن کی پوجا پاٹ کرتے تھے، فرماتا ہے: کیا تم اپنے لئے بیٹے تجویز کرتے ہو اور خالق کے لئے بیٹیاں؟

بَاب ١ : مَا يُذْكَرُ فِي الْإِشْخَاصِ وَالْخُصُوْمَةِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْيَهُوْدِ

مسلم اور یہودی کے درمیان جھگڑے اور کسی کو تصفیہ کی غرض سے حاکم کے پاس لے جانے کے بارے میں (جو روایتیں بیان کی جاتی ہیں) اُن کا بیان

٢٤١٠ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ أَخْبَرَنِي قَالَ: سَمِعْتُ النَّزَّالَ بْنَ سَبْرَةَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ آيَةً سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافَهَا فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ

۲۴۱۰: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا، کہا: عبدالملک بن میسرہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نزال بن سَبرہ سے سنا۔ (وہ کہتے تھے:) میں نے حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے ایک شخص کو سنا۔ اُس نے ایک آیت اس طرح پڑھی کہ میں نے وہ آیت

فَأَتَيْتُ بِهِ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ.

نبی ﷺ سے بالکل اور طرح سنی تھی۔ میں نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا۔ آپؐ نے فرمایا: تم دونوں ہی ٹھیک پڑھتے ہو۔

قَالَ شُعْبَةُ: أَظُنُّهُ قَالَ: لَا تَخْتَلِفُوْا فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوْا فَهَلَكُوْا.

شعبہ نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا: آپس میں اختلاف نہ کیا کرو کیونکہ تم سے جو پہلے تھے انہوں نے آپس میں اختلاف کیا اور وہ ہلاک ہو گئے۔

اطرافه: ٣٤٧٦، ٥٠٦٢.

٢٤١١: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اسْتَبَّ رَجُلَانِ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَرَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُحَمَّدًا عَلَى الْعَالَمِيْنَ. فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْعَالَمِيْنَ. فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهُ عِنْدَ ذَلِكَ فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُوْدِيِّ فَذَهَبَ الْيَهُوْدِيُّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرِهِ وَأَمْرِ الْمُسْلِمِ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمَ فَسَأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ

۲۴۱۱: یحیٰی بن قزعہ نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے ابوسلمہ اور عبدالرحمٰن اعرج سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ دو اشخاص نے آپس میں گالی گلوچ کی۔ ایک مسلمان تھا اور ایک یہودی۔ مسلمان نے کہا: اُس ذات کی قسم! جس نے حضرت محمد ﷺ کو تمام قوموں میں سے بہتر سمجھ کر منتخب کیا۔ تو یہودی نے کہا: اُس ذات کی قسم! جس نے حضرت موسیٰؑ کو تمام قوموں میں سے بہتر سمجھ کر منتخب کیا۔ اس پر مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور یہودی کے منہ پر تھپڑ لگایا۔ وہ یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور اُس نے جو واقعہ اُس کے اور مسلمان کے درمیان گزرا تھا، وہ بیان کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس مسلمان کو بلایا اور آپؐ نے اس سے اس (شکایت) کی بابت دریافت فرمایا۔ اُس نے آپؐ سے سارا

فَأَخْبَرَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُخَيِّرُوْنِي عَلَى مُوسَى فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَصْعَقُ مَعَهُمْ فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ يُّفِيْقُ فَإِذَا مُوسَى بَاطِشٌ جَنْبَ الْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي أَكَانَ فِيْمَنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللهُ.

ماجرا بیان کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: موسٰیؑ پر مجھے فضیلت نہ دو؛ کیونکہ لوگ قیامت کے روز بے ہوش ہو جائیں گے۔ میں بھی اُن کے ساتھ بے ہوش ہوں گا اور میں ہی پہلا ہوں گا جسے ہوش آئے گا۔ تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ موسٰیؑ عرشِ الٰہی کا پایہ پکڑے ہوئے ہیں۔ میں نہیں جانتا آیا وہ بھی اُن میں سے تھے جو بے ہوش ہوئے اور پھر انہوں نے مجھ سے پہلے ہوش سنبھالا، یا وہ اُن میں سے تھے جنہیں اللہ نے مستثنٰی کیا تھا۔

اطرافہ: ۳۴۰۸، ۳۴۱۴، ۴۸۱۳، ۶۵۱۷۔ ۶۵۱۸، ۷۴۲۸، ۷۴۷۲۔

۲۴۱۲: حَدَّثَنِيْ مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرُو ابْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ جَاءَ يَهُودِيٌّ فَقَالَ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ ضَرَبَ وَجْهِي رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِكَ فَقَالَ: مَنْ؟ قَالَ: رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ. قَالَ: ادْعُوْهُ. فَقَالَ: أَضَرَبْتَهُ؟ قَالَ: سَمِعْتُهُ بِالسُّوْقِ يَحْلِفُ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْبَشَرِ قُلْتُ: أَيْ خَبِيْثُ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَتْنِي غَضْبَةٌ

۲۴۱۲: موسٰی بن اسماعیل نے مجھے بتایا۔ وہیب نے ہم سے بیان کیا کہ عمرو بن یحيٰ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک یہودی آیا اور اُس نے کہا: اے ابوالقاسم! آپؐ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے میرے منہ پر تھپڑ مارا ہے۔ آپؐ نے پوچھا: کس نے؟ اُس نے کہا: انصار میں سے ایک شخص نے۔ آپؐ نے فرمایا: اُسے بلاؤ۔ (جب وہ آیا) آپؐ نے (اُس سے) پوچھا: کیا تم نے اسے مارا ہے؟ اُس نے جواب دیا: میں نے اس (یہودی) کو بازار میں یہ قسم کھاتے سنا تھا کہ اس ذات کی قسم! جس نے حضرت موسٰیؑ کو تمام لوگوں سے بہتر سمجھ کر چن لیا ہے۔ میں نے کہا: او خبیث! حضرت محمد ﷺ پر بھی۔ مجھے

ضَرَبْتُ وَجْهَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُخَيِّرُوْا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ فَإِذَا أَنَا بِمُوْسَى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي أَكَانَ فِيمَنْ صَعِقَ أَمْ حُوْسِبَ بِصَعْقَةِ الْأُوْلَى.

غصہ آیا اور میں نے اس کے منہ پر طمانچہ مارا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: انبیاء کو ایک دوسرے پر (اس طرح) فضیلت نہ دیا کرو کیونکہ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہو جائیں گے اور میں پہلا ہوں گا جو زمین پھٹنے پر باہر نکلوں گا اور میں کیا دیکھتا ہوں کہ موسیٰؑ عرش کے پایوں میں سے ایک پایہ پکڑے ہوئے ہیں۔ میں نہیں جانتا، آیا وہ اُن میں سے تھے جو بے ہوش ہوئے یا پہلے کی بے ہوشی ہی اُن کے لئے کافی سمجھی گئی۔

اطرافہُ: ۳۳۹۸، ۴۶۳۸، ۶۹۱۶، ۶۹۱۷، ۷۴۲۷۔

۲۴۱۳: حَدَّثَنَا مُوْسَى حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ يَهُوْدِيًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ قِيْلَ مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِكِ أَفُلَانٌ أَفُلَانٌ؟ حَتَّى سُمِّيَ الْيَهُوْدِيُّ فَأَوْمَأَتْ بِرَأْسِهَا فَأُخِذَ الْيَهُوْدِيُّ فَاعْتَرَفَ فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُضَّ رَأْسُهُ بَيْنَ حَجَرَيْنِ.

۲۴۱۳: موسیٰ (بن اسماعیل) نے ہم سے بیان کیا کہ ہمام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک یہودی نے کسی لڑکی کا سر دو پتھروں سے کُچلا۔ اُس (لڑکی) سے پوچھا گیا کہ تیرا سر کس نے کُچلا ہے؟ کیا فلاں نے یا فلاں نے؟ جب اُس یہودی کا نام لیا گیا تو اُس نے اپنے سر سے اشارہ کیا۔ وہ یہودی پکڑا گیا اور اُس نے اقرار کیا تو نبی ﷺ نے اس کے متعلق حکم دیا۔ تب اُس کا سر بھی دو پتھروں سے کُچلا گیا۔

اطرافہُ: ۲۷۴۶، ۵۲۹۵، ۶۸۷۶، ۶۸۷۷، ۶۸۷۹، ۶۸۸۴، ۶۸۸۵۔

تشریح: مَا يُذْكَرُ فِي الْإِشْخَاصِ وَالْخُصُوْمَةِ: پہلا باب مذہبی قسم کے اختلافات سے متعلق ہے۔ ایک صحابیؓ کے نزدیک دوسرے صحابیؓ نے کسی آیت کی تلاوت درست نہیں کی اور وہ اسے پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ آپؐ کے نزدیک خصومت کی نوعیت ایسی نہ تھی کہ اس پر ایک دوسرے سے اختلاف کیا جاتا۔ اس لئے آپؐ نے ان الفاظ میں نہایت ہی قیمتی نصیحت فرمائی: لَا تَخْتَلِفُوْا فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوْا فَهَلَكُوْا۔ (روایت نمبر ۲۴۱۰) آپس میں اختلاف نہ کرو کیونکہ تم سے پہلوں نے اختلاف کیا اور وہ برباد ہو گئے۔

امام مسلمؒ نے بھی انہی معنوں میں ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی اِن الفاظ میں نقل کی ہے:
قَالَ هَجَرْتُ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا قَالَ فَسُمِعَ اَصْوَاتُ رَجُلَيْنِ اخْتَلَفَا فِيْ اٰيَةٍ فَخَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعْرَفُ فِيْ وَجْهِهِ الْغَضَبُ فَقَالَ اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِاخْتِلَافِهِمْ فِي الْكِتَابِ. (مسلم، کتاب العلم، باب النهی عن اتباع متشابه القرآن) حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دن دوپہر کے وقت آیا تو دو آدمیوں کی آوازیں سنی گئیں جو ایک آیت کی قرأت سے متعلق جھگڑ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ آپؐ کے چہرے پر ناراضگی نمایاں تھی۔ آپؐ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگ اسی لئے ہلاک ہوگئے کہ انہوں نے اپنی کتاب کے بارے میں اختلاف کیا۔ اس قیمتی نصیحت کے باوجود مسلمانوں نے فقہی اختلافات کو جو دراصل نقطۂ نظر اور اندازِ فکر کا اِختلاف تھا، بجائے رحمت، مخاصمت کی صورت میں زحمت بنا دیا۔ ایک دوسرے کے کفر و اِلحاد تک نوبت پہنچا دی اور ان کی اس جہالت نے معصوموں پر وہ وہ ستم ڈھائے ہیں کہ اُن کی داستان پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

لَا تُخَيِّرُوْنِيْ عَلٰى مُوْسٰى: دوسرا واقعہ ایک مسلم اور یہودی کے مذہبی تعصب کا جھگڑا ہے جس کی بناء پر ایک دوسرے سے گالی گلوچ ہوئی۔ اوّل الذکر نے طیش میں آ کر دوسرے کو طمانچہ مارا۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کی فضیلت ایک دوسرے پر ایسے طور پر نہ کرو کہ اُن میں سے کسی کی ہتک کا شبہ ہو اور ماننے والوں کے جذبات کو ٹھیس لگے۔ اہلِ مذاہب کی بڑی بیماری اُن کا یہی مذہبی تعصب ہے جس نے اُن کو ایک دوسرے کا گریباں گیر ہی نہیں بلکہ گلوگیر بنا رکھا ہے۔ اسلام نے تمام ادیان کے ہادیوں اور مذہبی پیشواؤں کا ادب واحترام لازمی قرار دے کر بہت سے جھگڑوں کی جڑھ پر تبر رکھ دیا ہے۔ شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدیث مذکورہ بالا میں یہی سبق متبعین کو سکھایا ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب ''دنیا کا محسن'' (انوار العلوم جلد ۱۰ صفحہ ۲۴۵ تا ۲۵۰)

رُضَّ رَاْسُهٗ بَيْنَ حَجَرَيْنِ: ایک مسلمان انصاری لڑکی کو زیور پہنے دیکھ کر ایک یہودی کا دل للچایا۔ زیور اُتارنے سے قبل اسے پتھر مار کر بے ہوش کر دیا۔ ہوش آنے پر وہ لڑکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی گئی۔ زیرالزام یہودی کی شناخت ہونے سے اور اُس کے اِقرار کرنے پر حسب دستورِ شریعتِ موسوی اُس سے انتقام لیا گیا۔ امام بخاریؒ نے یہ واقعہ بھی مذہبی تعصب ہی پر محمول کیا ہے، جیسا کہ عنوانِ باب میں الفاظ اَلْخُصُوْمَةُ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْيَهُوْدِ سے اس طرف اشارہ ہے۔

بَاب ٢ : مَنْ رَدَّ أَمْرَ السَّفِيْهِ وَالضَّعِيْفِ الْعَقْلِ وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ حَجرَ عَلَيْهِ الْإِمَامُ

جو شخص نادان اور کم عقل کا طے کردہ معاملہ ردّ کر دے خواہ حاکم نے اُس کے لئے پابندی کا حکم نہ بھی دیا ہو

وَيُذْكَرُ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَدَّ عَلَى الْمُتَصَدِّقِ قَبْلَ النَّهْيِ ثُمَّ نَهَاهُ. وَقَالَ مَالِكٌ إِذَا كَانَ لِرَجُلٍ {عَلَى رَجُلٍ[1]} مَالٌ وَلَهُ عَبْدٌ وَلَا شَيْءَ لَهُ غَيْرُهُ فَأَعْتَقَهُ لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ نے منع کرنے سے پہلے صدقہ دینے والے کو (اُس کا صدقہ) واپس کر دیا۔ پھر اس کے بعد اُس کو (صدقہ دینے سے) منع کیا۔ اور مالک نے کہا: اگر ایک شخص کا {کسی شخص کے ذمّہ[1]} کچھ مال ہو اور اس کے پاس ایک غلام ہو۔ اسکے سوا اُس کی کوئی چیز بھی نہیں اور وہ اس غلام کو آزاد کر دے تو اُس کا آزاد کرنا جائز نہ ہوگا۔

بَاب ٣ : مَنْ بَاعَ عَلَى الضَّعِيْفِ وَنَحْوِهِ فَدَفَعَ ثَمَنَهُ إِلَيْهِ وَأَمَرَهُ بِالْإِصْلَاحِ وَالْقِيَامِ بِشَأْنِهِ فَإِنْ أَفْسَدَ بَعْدُ مَنَعَهُ

(اور) جو کم عقل اور اس قسم کے لوگوں کا مال فروخت کرے اور مال کی قیمت اُن کو دیدے اور اُن سے کہے کہ برمحل خرچ کرنا اور اس سے کاروبار چلانا اور پھر اگر وہ اس کے بعد (روپیہ کو) برباد کر دیں تو (حاکم اس پر مال کے تصرف میں) پابندی لگا سکتا ہے

لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ وَقَالَ لِلَّذِي يُخْدَعُ فِي الْبَيْعِ: إِذَا بِعْتَ[2] فَقُلْ: لَا خِلَابَةَ وَلَمْ يَأْخُذِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَهُ.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے اور جو خرید و فروخت میں ٹھگا جاتا تھا، آپؐ نے اُس سے کہا: جب تم خرید و فروخت[2] کرو تو یہ کہہ دیا کرو: دھوکہ فریب کی بات نہ ہوگی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا مال نہیں لیا۔

---

[1] الفاظ "عَلَى رَجُلٍ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ ۹۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

[2] فتح الباری مطبوعہ بولاق میں یہاں "بَايَعْتَ" کا لفظ ہے۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ ۹۱)

٢٤١٤ : حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَجُلٌ يُخْدَعُ فِي الْبَيْعِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ: لَا خِلَابَةَ فَكَانَ يَقُوْلُهُ.

اطرافهُ: ٢١١٧، ٢٤٠٧، ٦٩٦٤۔

۲۴۱۴: موسیٰ بن اسماعیل نے ہمیں بتایا۔ عبدالعزیز بن مسلم نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) عبداللہ بن دینار نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: ایک شخص کو خرید وفروخت میں فریب دیا جاتا تھا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا: جب تم خرید وفروخت کرو تو یہ کہہ دیا کرو کہ دھوکہ فریب کی بات نہیں ہوگی۔ چنانچہ وہ یہ کہہ دیا کرتا تھا۔

٢٤١٥ : حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ عَبْدًا لَهُ لَيْسَ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ فَرَدَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَابْتَاعَهُ مِنْهُ نُعَيْمُ بْنُ النَّحَّامِ.

اطرافهُ: ٢١٤١، ٢٢٣٠، ٢٢٣١، ٢٤٠٣، ٢٥٣٤، ٦٧١٦، ٦٩٤٧، ٧١٨٦۔

۲۴۱۵: عاصم بن علی نے ہم سے بیان کیا کہ ابن ابی ذئب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن منکدر سے، انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا۔ اس کے سوا اُس کی کوئی جائیداد نہ تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے آزاد کرنے کو روا نہ رکھا اور پھر نُعیم بن نحام نے اُس سے وہ (غلام) خرید لیا۔

تشریح: مَنْ رَدَّ اَمْرَ السَّفِيْهِ وَضَعِيْفِ الْعَقْلِ: ان ابواب میں تنازعات کے مالی وجوہ کا ذکر ہے۔ عناوین ابواب میں چار حوالے ہیں اور باب نمبر ۳ کے تحت دو روایتیں ہیں جن کا خلاصہ ایک اصولی ہدایت پر مبنی ہے جس کی طرف آنحضرت ﷺ نے راہنمائی فرمائی ہے۔ اگر اس ہدایت کی پابندی کی جائے تو بہت سے مالی جھگڑوں کا سد باب ہو جاتا ہے۔ عنوان باب کے الفاظ کتاب الاستقراض و التفلیس باب ۱۹ روایت نمبر ۲۴۰۷ سے لئے گئے ہیں۔ اِس روایت میں جو واقعہ درج ہے، اُس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھائے گا تو اُس کا لین دین باطل اور قابل ردّ ہوگا، خواہ دار القضاء کی طرف سے پابندی عائد ہو یا نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ کی اس ہدایت کے پیشِ نظر جو آپؐ نے حضرت حبان بن منقذؓ کو دی، ہر ایسا معاملہ جس میں دھوکہ اور فریب ہو، قابلِ ردّ ہوگا۔ اس تعلق میں کتاب البیوع باب ۴۸ بھی دیکھئے۔ آپؐ کی یہ زرّیں ہدایت معاملات میں جھگڑے کی جڑ کاٹنے والی ہے۔

رَدَّ عَلَى الْمُتَصَدِّقِ قَبْلَ النَّهْيِ: حضرت جابرؓ کے حوالے کا تعلق بھی اُصولی قسم کا ہے۔قبیلہ بنی عذرہ کے ایک شخص نے اپنا غلام اپنی موت کے بعد آزاد قرار دے دیا تھا تو آپؐ نے دریافت فرمایا: کیا اس کے علاوہ اس کی اور جائیداد بھی ہے؟ نفی میں جواب ملنے پر آپؐ نے فرمایا کہ یہ جائز نہیں۔ اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ فَلِأَهْلِكَ. یہ الفاظ نسائی[1] کی روایت کے ہیں اور اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اپنے نفس سے شروع کرو اور اس کے لئے صدقہ خرچ کرو۔ اگر کچھ بچ جائے تو اپنے اہل بیت کو دو۔ (فتح الباری جزء۵صفحہ۹۱)

کتاب البیوع باب ۵۹ کی روایت نمبر ۲۱۴۱ سے ظاہر ہے کہ غلام کو آزاد کرنے والا مفلس ہو گیا تھا اور قرض خواہوں کے مطالبات واجب الادا تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ نیلام آٹھ سو درہم پر وہ بیچ دیا، تا قرضے چکائے جائیں اور اِس طرح اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا کا نمونہ دکھایا گیا کہ آزاد کرنے کی نیکی سے بہتر یہ ہے کہ پہلے اپنے نفس کے حقوق ادا کئے جائیں۔ اس تعلق میں روایت نمبر ۶۷۱۷ بھی دیکھئے۔ امام مالکؒ کی روایت کا حوالہ بھی مدبر غلام ہی سے متعلق ہے جو مؤطا[2] میں منقول ہے۔ چوتھا حوالہ **کتاب الاستقراض** زیر باب ۱۸ دیکھئے۔ حوالہ جات کی تفصیل کے لیے فتح الباری (جزء۵صفحہ۹۰، ۹۱) نیز عمدۃ القاری (جزء۱۲صفحہ ۲۵۵، ۲۵۶) دیکھئے۔ محولہ روایات اور حدیث مندرجہ زیر باب سے مالی تنازعات کا اصل باعث افلاس بتایا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دراصل اقتصادی بدحالی قوم کے اخلاق کو بگاڑ دیتی ہے جس کی وجہ سے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ جو ملک فقر و فاقہ سے دوچار ہیں وہاں کی عدالتیں وکلاء اور مقدمہ بازوں سے معمور ہیں اور جن ملکوں کی اقتصادی حالت اچھی ہے وہاں جھگڑے کم ہیں۔

بَاب ٤ : كَلَامُ الْخُصُوْمِ بَعْضِهِمْ فِي بَعْضٍ

جھگڑنے والوں کا ایک دوسرے سے باتیں کرنا

٢٤١٦-٢٤١٧ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. قَالَ: فَقَالَ الْأَشْعَثُ: فِيَّ وَاللهِ كَانَ ذٰلِكَ. كَانَ

۲۴۱۶-۲۴۱۷: محمد (بن سلام) نے ہم سے بیان کیا کہ ابومعاویہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے شقیق سے، شقیق نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قسم کھائے اور وہ اُس میں جھوٹا ہو اور اس (قسم) کے ذریعے سے کسی مسلم کا مال مارلے تو وہ اللہ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ اُس سے ناراض ہوگا۔ کہا کہ حضرت اشعثؓ کہتے تھے:

[1] (نسائی، کتاب البیوع، باب بیع المدبّر)
[2] (موطأ امام مالک، کتاب المدبر، باب بیع المدبر)

بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ مِنَ الْيَهُوْدِ أَرْضٌ فَجَحَدَنِي فَقَدَّمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟ قُلْتُ: لَا قَالَ: فَقَالَ لِلْيَهُودِيِّ: احْلِفْ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِذَنْ يَحْلِفَ وَيَذْهَبَ بِمَالِي فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا (ال عمران:۷۸) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ.

بخدا یہ بات تو (آپؐ نے) میری ہی نسبت (فرمائی) تھی۔ (واقعہ یہ ہوا کہ) میری اور ایک یہودی کی مشترکہ زمین تھی تو اُس نے میرے حق کا انکار کردیا۔ میں نے نبی ﷺ کے سامنے اُسے پیش کیا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا: کیا تمہارے پاس شہادت ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ (حضرت اشعثؓ) کہتے تھے: آپؐ نے اس یہودی سے کہا: قسم کھاؤ۔ (حضرت اشعثؓ) کہتے تھے: میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ تو قسم کھالے گا اور میرا مال لے جائے گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: جولوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی پونجی لیتے ہیں۔

اطراف الحديث ۲۴۱۶: ٢٣٥٦، ٢٥١٥، ٢٦٦٦، ٢٦٦٩، ٢٦٧٣، ٢٦٧٦، ٤٥٤٩، ٦٦٥٩، ٦٦٧٦، ٧١٨٣، ٧٤٤٥۔

اطراف الحديث ۲۴۱۷: ٢٣٥٧، ٢٥١٦، ٢٦٦٧، ٢٦٧٠، ٢٦٧٧، ٤٥٥٠، ٦٦٦٠، ٦٦٧٧، ٧١٨٤۔

٢٤١٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهِ فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ فَنَادَى: يَا كَعْبُ قَالَ: لَبَّيْكَ

۲۴۱۸: عبداللہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ عثمان بن عمر نے ہمیں بتایا، (کہا:) یونس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عبداللہ بن کعب بن مالک سے، عبداللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے (حضرت عبداللہ) بن ابی حَدْرَدؓ سے مسجد میں اپنے قرض کا تقاضا کیا جو اُن کے ذمہ تھا۔ اُن دونوں کی آوازیں اِتنی بلند ہوئیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سنیں حالانکہ آپؐ اپنے گھر میں تھے۔ اس پر آپؐ اُن کی طرف آئے اور اپنے حجرے کا پردہ اُٹھا کر آواز دی: کعبؓ! انہوں نے کہا: یارسول اللہ! حاضر ہوں۔ آپؐ نے

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هَذَا وَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَيِ الشَّطْرَ قَالَ: لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: قُمْ فَاقْضِهِ.

اطرافُهُ: ٤٥٧، ٤٧١، ٢٤٢٤، ٢٧٠٦، ٢٧١٠.

فرمایا: اپنے اس قرضے سے اتنا چھوڑ دو، اور اُن کو اشارہ سے بتایا یعنی آدھا۔ حضرت کعبؓ نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے چھوڑ دیا۔ تب آپؐ نے (عبداللہؓ سے) فرمایا: اُٹھو اور اس کا قرضہ ادا کرو۔

٢٤١٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَؤُهَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَأَنِيْهَا وَكِدْتُّ أَنْ أَعْجَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَمْهَلْتُهُ حَتَّى انْصَرَفَ ثُمَّ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَجِئْتُ بِهِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: إِنِّي سَمِعْتُ هَذَا يَقْرَأُ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَأْتَنِيْهَا فَقَالَ لِي: أَرْسِلْهُ ثُمَّ قَالَ لَهُ: اقْرَأْ فَقَرَأَ قَالَ: هَكَذَا أُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ لِي: اقْرَأْ فَقَرَأْتُ فَقَالَ: هَكَذَا أُنْزِلَتْ. إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ

۲۴۱۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے حضرت ہشام بن حکیم بن حزامؓ کو سورۃ فرقان جیسے میں پڑھا کرتا تھا اس کے سوا دوسری طرح پڑھتے سنا۔ اور مجھے یہ (سورۃ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی تھی اور قریب تھا کہ میں اُن پر لپک پڑتا مگر میں نے انہیں اتنی مہلت دی کہ انہوں نے نماز پڑھ لی۔ اُس کے بعد میں نے اُن کی چادر سینے سے پکڑ کر انہیں کھینچا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا۔ میں نے کہا: (سورۃ فرقان) جس طرح آپؐ نے مجھے پڑھائی تھی اس کے خلاف (ہشام کو) اور طرح پڑھتے سنا ہے۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا: ان کو چھوڑ دو۔ پھر آپؐ نے اُن سے کہا: پڑھو۔ چنانچہ انہوں نے پڑھا۔ آپؐ نے فرمایا: اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے مجھ سے فرمایا: تم پڑھو اور میں نے پڑھی تو آپؐ

فَاقْرَءُوْا مِنْهُ مَا تَيَسَّرَ.

نے فرمایا: اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ (پھر فرمایا:) قرآن سات اُسلوب پر نازل ہوا ہے۔ تم اُس میں سے جو بھی آسان ہو پڑھو۔

اطرافهُ: ۴۹۹۲، ۵۰۴۱، ۶۹۳۶، ۷۵۵۰۔

تشریح: **كَلَامُ الْخُصُوْمِ بَعْضِهِمْ فِيْ بَعْضٍ:** اس باب کا تعلق بھی اصولی نوعیت کا ہے۔ اس کے تحت چار واقعات بیان ہوئے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قسم کی خصومتیں قابل تعزیر اور کس قسم کی قابلِ نظراندازی ہیں۔ ایک میں بتایا گیا ہے کہ جھگڑے کی ابتداء ایک معمولی سی بات سے ہوئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دخل دے کر جلدی سے ختم کردی۔ یہی صورت تقریباً ہر جھگڑے کی ہے۔ دانشمندی اور حکمت عملی سے وہ آسانی سے ختم کیا جاسکتا ہے اور سوئے تصرف سے اسے طول بھی دیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ آج کل کی عدالتوں کا حال ہے۔ پیشی کی تاریخوں سے اسے اتنا لمبا کیا جاتا ہے کہ اس اثناء میں شیطان کو مخاصمت کے بیسیوں دریچے کھولنے کا موقع مل جاتا ہے۔ جھوٹ اور فریب سے مال کھانے والے کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہ کا ذِکر کرنے کے بعد تین واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں آپؐ نے حکیمانہ دخل دے کر فوری طور پر جھگڑا ختم کردیا۔ روایت نمبر ۲۴۱۷ میں اصولی فیصلہ بیان ہوا ہے کہ تصفیہ تنازعات شہادت پر ہو۔ ورنہ مدعا علیہ سے قسم لی جائے۔

بَاب ۵ : إِخْرَاجُ أَهْلِ الْمَعَاصِي وَالْخُصُوْمِ مِنَ الْبُيُوْتِ بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ

واقعاتِ صحیحہ کے معلوم ہونے پر حکم الٰہی کی نافرمانی کرنے والوں اور (اس میں) جھگڑا کرنے والوں کو گھروں سے نکال دینا

وَقَدْ أَخْرَجَ عُمَرُ أُخْتَ أَبِي بَكْرٍ حِيْنَ نَاحَتْ.

اور حضرت عمرؓ نے بھی حضرت ابوبکرؓ کی بہن کو اُن کے بَین کرنے پر نکال دیا تھا۔

۲۴۲۰ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَقَدْ

۲۴۲۰: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن ابی عدی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے سعد بن ابراہیم سے، سعد نے حمید بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: میں

هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِالصَّلَاةِ فَتُقَامَ ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى مَنَازِلِ قَوْمٍ لَّا يَشْهَدُوْنَ الصَّلَاةَ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ.	یہ ارادہ کرنے لگا تھا کہ نماز پڑھنے کا حکم دوں اور وہ شروع کی جائے۔ پھر اس کے بعد ایسے لوگوں کے گھروں پر جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے۔ وہ اندر ہوں اور میں باہر سے اُن کے گھروں کو آگ لگادوں۔

اطرافُهُ: ٦٤٤، ٦٥٧، ٧٢٢٤۔

تشریح: اِخْرَاجُ اَهْلِ الْمَعَاصِيْ وَ الْخُصُوْمِ: اس باب کا تعلق تعزیری کاروائی سے ہے۔ جو لوگ احکامِ الٰہی کی خلاف ورزی کرتے ہیں اُس کا علم ہونے کے بعد اُن کی اصلاح کے بارے میں تساہل سے کام لینا درست نہیں ورنہ بدی کی بیخ کُنی نہ ہوگی بلکہ اُس کی جڑ مضبوط ہو کر اُس کی شاخیں پھیلیں گی اور قوم کو تباہ کر دے گی۔ مندرجہ بالا روایت میں باجماعت نماز میں شریک نہ ہونے والوں کا ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے متعلق سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اس واقعہ سے عام دستور العمل کا استدلال کیا گیا ہے کہ تنازعات کے استیصال میں بھی اِسی قسم کے شعورِ احساس سے کام لینا چاہیے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ. (آل عمران: ۱۱۱) کہ جماعت مسلمہ کے فرائض میں سے ہے کہ اس کا ہر فرد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو سرانجام دے۔

وَقَدْ أَخْرَجَ عُمَرُ اُخْتَ اَبِيْ بَكْرٍ حِيْنَ نَاحَتْ: عنوانِ باب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بہن کے نوحہ کرنے پر اُن پر اظہارِ ناراضگی کا واقعہ طبقات ابن سعدؒ☆ میں بروایت سعید بن مسیّب منقول ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات پر ان کے گھر میں رشتہ دار عورتیں جمع ہوگئیں اور نوحہ کرنا شروع کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے انہیں اس سے روکا۔ وہ نہ رُکیں۔ آخر انہوں نے ہشام بن ولید سے کہا کہ ان کو گھر سے نکال دیا جائے۔ اسحاق بن راہویہؒ کی مسند میں بھی یہی روایت منقول ہے۔ اس میں ذکر ہے کہ انہوں نے درّہ لے کر ایک ایک کر کے سب کو نکال دیا۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۹۳) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۲۵۹، ۲۶۰) روایت نمبر ۲۴۲۰ کتاب الاذان باب ۲۹ روایت نمبر ۶۴۴ میں بھی آچکی ہے۔

بَاب ٦: دَعْوَى الْوَصِيِّ لِلْمَيِّتِ

میت کے وصی کا دعویٰ کرنا

٢٤٢١: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ	۲۴۲۱: عبداللہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری

☆(الطبقات الكبرىٰ، الطبقة الأولى على السابقة في الإسلام ممن شهد بدرا، من بني تيم بن مرة بن كعب، ابوبكر الصديق، ذكر وصية أبي بكر، جزء۳ صفحہ۱۱۱)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ وَسَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ابْنِ أَمَةِ زَمْعَةَ فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَوْصَانِي أَخِي إِذَا قَدِمْتُ أَنِ انْظُرِ ابْنَ أَمَةِ زَمْعَةَ فَاقْبِضْهُ فَإِنَّهُ ابْنِي. وَقَالَ عَبْدُ ابْنُ زَمْعَةَ: أَخِي وَابْنُ أَمَةِ أَبِي وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِيْ فَرَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ فَقَالَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَاحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ.

نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ عبد بن زمعہ اور سعد بن ابی وقاص نبی ﷺ کے پاس زمعہ کی لونڈی کے لڑکے سے متعلق جھگڑا لے کر گئے۔ سعدؓ نے کہا: یا رسول اللہ! میرے بھائی نے مجھے وصیت کی تھی کہ جب میں (مکہ) پہنچوں تو ''زمعہ کی لونڈی کے لڑکے کو دیکھو اور اُسے قبضہ میں لے لو کیونکہ وہ میرا بیٹا ہے۔'' اور عبد بن زمعہ نے کہا: (وہ لڑکا) میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی کا بیٹا ہے جو میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا۔ نبی ﷺ نے عتبہ سے کھلے طور پر مشابہت دیکھی اور فرمایا: عبد بن زمعہ یہ لڑکا تجھے ہی ملے گا کیونکہ بچہ اُس کو ملتا ہے جو عورت کا خاوند یا مالک ہو اور (امّ المؤمنین) حضرت سودہؓ (بنت زمعہ) سے کہا: سودہؓ! تم اس سے پردہ کیا کرو۔

اطرافه: ۲۰۵۳، ۲۲۱۸، ۲۵۳۳، ۲۷۴۵، ۴۳۰۳، ۶۷۴۹، ۶۷۶۵، ۶۸۱۷، ۷۱۸۲۔

تشریح: **دَعْوَى الْوَصِيِّ لِلْمَيِّتِ:** شریعت اسلامیہ نے حقوق کا تحفظ جیسا زندہ انسانوں کے لئے کیا ہے ویسا ہی وفات یافتہ لوگوں کے لئے بھی۔ متوفی کا وصی یا وارث جسے اختیار دیا گیا ہو، دعویٰ کر سکتا ہے۔ اِس پر سب فقہاء کا اتفاق ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۹۴) مفصل دیکھئے کتاب الفرائض۔ نیز مذکورہ بالا جھگڑے کا واقعہ کتاب البیوع زیر باب ۳ روایت نمبر ۲۰۵۳ میں بھی گزر چکا ہے۔

بَاب ۷: اَلتَّوَثُّقُ مِمَّنْ تُخْشَى مَعَرَّتُهُ

جس کی شرارت کا ڈر ہو اُس کو باندھنا یا اُس سے مچلکہ لینا

وَقَيَّدَ ابْنُ عَبَّاسٍ عِكْرِمَةَ عَلَى تَعَلُّمِ الْقُرْآنِ وَالسُّنَنِ وَالْفَرَائِضِ.

اور حضرت ابن عباسؓ نے عکرمہ کو قید کیا تا اُسے قرآن اور سنن اور فرائض سکھائیں۔

۲۴۲۲: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ

۲۴۲۲: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعید بن ابی سعید سے روایت

أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ سَيِّدُ أَهْلِ الْيَمَامَةِ فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟ قَالَ: عِنْدِي يَا مُحَمَّدُ خَيْرٌ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ فَقَالَ: أَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ.

کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ نے نجد کی طرف کچھ سوار بھیجے اور وہ قبیلہ بنی حنیفہ کا ایک شخص لے آئے جسے ثمامہ بن اُثال کہتے تھے۔ وہ یمامہ والوں کا سردار تھا۔ صحابہؓ نے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون سے اُسے باندھ دیا۔ رسول اللہ ﷺ اُس کے پاس باہر آئے۔ آپؐ نے پوچھا: ثمامہ! تم نے کیا کہنا ہے۔ اُس نے کہا: محمدؐ بھلی بات ہی کہنی ہے اور پھر آخر تک واقعہ بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا: ثمامہ کو چھوڑ دو۔

اطرافہ: ٤٦٢، ٤٦٩، ٢٤٢٣، ٤٣٧٢۔

تشریح: **اَلتَّوَثُّقُ مِمَّنْ تُخْشَى مَعَرَّتُهُ:** مچلکہ تو ایک ضمانت ہی کی شکل ہے مگر جس واقعہ کا روایت زیرِ باب میں ذکر کیا گیا ہے اُس کا تعلق دارالحرب کے باشندے سے ہے جو ایک برسرِ پیکار قبیلے کا سردار تھا۔ وہ بطور یرغمال زیرِ نگرانی رکھا گیا۔ (دیکھئے کتاب الصلاۃ باب ۸۲ روایت نمبر ۴۶۹) ثمامہ بن اُثال کا واقعہ کتاب المغازی باب ۷۰ روایت نمبر ۴۳۷۲ میں بھی مذکور ہے۔ عنوانِ باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے جس واقعہ کا حوالہ دیا گیا ہے وہ طبقات ابن سعد[1] اور حلیہ ابونعیم[2] میں بروایت زبیر بن خریت عکرمہ سے منقول ہے کہ حضرت ابن عباسؓ تعلیم کی غرض سے اُن کا پاؤں باندھ دیا کرتے تھے کہ کہیں بھاگ نہ جائیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۹۴) اگلے باب میں پابند کرنے یا زیرِ حراست رکھنے کا مزید بیان ہے۔ یہ ابواب (از ۵ تا ۹) تعزیری کارروائی کی ضرورت ہی کے تعلق میں قائم کئے گئے ہیں۔

بَاب۸: اَلرَّبْطُ وَالْحَبْسُ فِي الْحَرَمِ

حرم میں باندھنا اور قید کرنا

وَاشْتَرَى نَافِعُ بْنُ عَبْدِ الْحَارِثِ دَارًا لِّلسِّجْنِ بِمَكَّةَ مِنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ

اور حضرت نافع بن عبدالحارثؓ نے مکہ میں حضرت صفوان بن امیہؓ سے ایک حویلی قید خانہ بنانے کے

[1] (الطبقات الكبرىٰ لابن سعد، الطبقة الثانية من أهل المدينة من التابعين من الموالى، عكرمة مولى عبد الله بن عباس، جزء ۵ صفحه ۱۴۱)

[2] (حلية الاولياء، ذكر عكرمة مولى ابن عباس، جزء۳ صفحه ۳۲۶)

عَلَى إِنْ رَضِيَ عُمَرُ فَالْبَيْعُ بَيْعُهُ وَإِنْ لَّمْ يَرْضَ عُمَرُ فَلِصَفْوَانَ أَرْبَعُ مِائَةِ دِيْنَارٍ. وَسَجَنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ.

لئے خریدی، اِس شرط پر کہ حضرت عمرؓ نے اگر پسند کیا تو یہ بیع ان کی بیع ہوگی اور اگر حضرت عمرؓ نے پسند نہ کیا تو (جواب آنے تک) حضرت صفوانؓ کو چار سو دینار ملیں گے اور حضرت (عبداللہ) بن زبیرؓ نے مکہ میں (لوگوں کو) قید کیا۔

۲۴۲۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ أَبِي سَعِيْدٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ.

۲۴۲۳: عبداللہ بن یوسف نے ہمیں بتایا کہ لیث نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے سعید بن ابی سعید نے بتایا۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف کچھ سوار بھیجے اور وہ بنی حنیفہ کا ایک شخص پکڑ لائے۔ اُسے ثمامہ بن اُثال کہتے تھے اور انہوں نے اُس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون سے باندھ دیا۔

اطرافه: ٤٦٢، ٤٦٩، ٢٤٢٢، ٤٣٧٢۔

تشریح: **اَلرَّبْطُ وَالْحَبْسُ فِي الْحَرَمِ**: امام ابن حجرؒ کی رائے میں یہ باب طاؤس کا فتویٰ ردّ کرنے کی غرض سے قائم کیا گیا ہے جس کے مطابق حرم میں قید و بند بیت اللہ کی حرمت کے منافی ہے اور وہاں قید خانہ بنانا ناجائز۔ عنوانِ باب میں بعض صحابہؓ کے عمل درآمد کا حوالہ دے کر مندرجہ بالا حدیث سے یہ خیال ردّ کیا گیا ہے۔ نافع بن حارث خزاعیؒ حضرت عمرؓ کی خلافت میں مکہ مکرمہ کے عامل تھے اور انہوں نے مشار الیہ مکان بطور قید خانہ استعمال کرنے کی غرض سے چار ہزار دینار پر خریدا اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے حکم سے حسن بن محمد ابن حنفیہؒ اسی قید خانہ میں زیر حراست رکھے گئے۔ اس کا ذکر خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ میں اور ابو الفرج اصبہانی نے اغانی ☆ میں کیا ہے۔ یہ قید خانہ دار الندوہ کی پشت پر واقع تھا۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۹۵)

مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف کے آزاد کردہ غلام عارم بھی وہاں قید کئے گئے تھے جس کی وجہ سے یہ قید خانہ سِجنِ عارم کے نام سے مشہور ہوا۔ عمرو بن زبیر اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف تھے اور عمرو بن سعید بن العاص کی مہم میں شریک ہوئے جو یزید کی طرف سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف بھیجی گئی تھی اور یہ عارم بھی اسی فوج میں تھے اور لڑائی کے دوران مصعب بن عبدالرحمٰن کے قابو میں آ گئے تھے۔ حسن بن محمد بن حنیفہ کا ذکر کثیر عزہ شاعر کے مندرجہ ذیل شعر میں ہے:-

☆ (كتاب الأغاني، ذكر اخبار كثير ونسبه، جزء ٩ صفحه ١٣)

تُخَبِّرُ مَنْ لَاقَيْتَ اَنَّکَ عَابِدٌ　　بَلِ الْعَابِدُ الْمَظْلُوْمُ فِيْ سِجْنِ عَارِمٍ[1]

یعنی تو جسے بھی ملتا ہے اسے بتاتا ہے کہ تو عبادت گزار ہے۔ نہیں بلکہ عبادت گزار تو وہ مظلوم ہے جو عارم کے قید خانہ میں ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۹۵)

خلاصہ یہ کہ تعزیری کاروائی کی غرض سے حرم بیت اللہ یا مسجد میں قید کرنا مکروہ نہیں سمجھا گیا۔ حرمت بیت اللہ کے تعلق میں کتاب العلم باب ۳۷ کی تشریح دیکھئے جہاں قاضی ابوشریح اور عمرو بن سعید کی اس بارہ میں گفتگو کا ذکر ہے۔

بَاب ٩ : فِي الْمُلَازَمَةِ

(قرض دار کے مقروض سے) لپٹنے اور ساتھ رہنے سے متعلق

٢٤٢٤ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ- وَقَالَ غَيْرُهُ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ لَهُ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي حَدْرَدٍ الْأَسْلَمِيِّ دَيْنٌ فَلَقِيَهُ فَلَزِمَهُ فَتَكَلَّمَا حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا فَمَرَّ بِهِمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا كَعْبُ- وَأَشَارَ بِيَدِهِ كَأَنَّهُ يَقُوْلُ: النِّصْفَ- فَأَخَذَ نِصْفَ مَا عَلَيْهِ

۲۴۲۴: یحییٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) جعفر بن ربیعہ سے روایت ہے اور یحییٰ کے سوا اور راویوں نے بھی کہا کہ لیث نے مجھے بتایا۔ وہ کہتے تھے: جعفر بن ربیعہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن[2] بن ہرمز سے، عبدالرحمٰن نے عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری سے، انہوں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن ابی حَدْرَدْ اسلمیؓ کے ذمّہ ان کا کچھ قرضہ تھا۔ وہ عبداللہؓ سے ملے اور ان سے چمٹ گئے اور آپس میں باتیں کرنے لگے، یہاں تک کہ اُن کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے۔ آپؐ نے فرمایا: کعبؓ! آپؐ نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ آپؐ فرماتے ہیں کہ آدھا چھوڑ

---

[1] (اخبار مکة، ذکر رباع بن جمح بن عمرو، جزء ۳ صفحہ ۳۴۱، ۳۴۲)

[2] عمدة القاری کے مطابق "عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ" کے الفاظ ہیں۔ (عمدة القاری جزء۱۲ صفحہ ۲۶۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

وَتَرَكَ نِصْفًا.

دو۔ چنانچہ حضرت عبداللہؓ کے ذمّہ جو قرضہ تھا۔ حضرت کعبؓ نے اُن سے آدھا لیا اور آدھا چھوڑ دیا۔

اطرافہُ: ٤٥٧، ٤٧١، ٢٤١٨، ٢٧٠٦، ٢٧١٠۔

تشریح: **فِي الْمُلَازَمَةِ:** روایت نمبر۲۴۲۴ اسی کتاب کے باب۴ روایت نمبر۲۴۱۸ میں بھی گزر چکی ہے اور کتاب الصلوٰۃ باب ۷۱ روایت نمبر ۴۵۷ و باب ۸۳ روایت نمبر ۴۷۱ میں بھی مذکور ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے قرض کے بارے میں یہ فتویٰ دیا ہے کہ مقروض سے قرضہ کی وصولی کے لئے اس کا پیچھا کرنا جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ اُس کی روزانہ کمائی میں سے کچھ نہ کچھ وصول کیا جائے، تاوقتیکہ قرضہ ادا ہو جائے۔ امامین (امام محمد اور ابویوسف) کے نزدیک اس اجازت کا تعلق صرف حکومت سے ہے کہ وہ مقروض کی کمائی وغیرہ سے وصول کر کے قرض خواہوں کو بحصہ رسدی تقسیم کرے۔ قرض خواہ کا مقروض سے لپٹنا اور دست بہ گریبان ہونا اور جھگڑا کرنا قطعاً جائز نہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۲۶۳) روایت نمبر۲۴۲۴ میں جس جھگڑے کا ذکر ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے ناپسند فرمایا اور اُس سے ایسا جواز ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے خلاف ثابت ہوتا ہے۔ امام بخاریؒ کی رائے بھی یہی ہے۔ چنانچہ باب کا عنوان بغیر جواب ہے اور نامکمل چھوڑا گیا ہے۔ حضرت کعب بن مالکؓ کے جھگڑنے پر اُن سے نصف قرضہ چھڑا دیا گیا۔

بَاب ١٠ : اَلتَّقَاضِي

قرضہ کا تقاضا کرنا

٢٤٢٥ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَّسْرُوقٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ: كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَرَاهِمُ فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ فَقَالَ: لَا أَقْضِيْكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ. فَقُلْتُ: لَا وَاللهِ لَا أَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يُمِيْتَكَ اللهُ ثُمَّ يَبْعَثَكَ.

۲۴۲۵: اسحاق (بن راہویہ) نے ہمیں بتایا کہ وہب بن جریر بن حازم نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابوضحیٰ سے، انہوں نے مسروق سے، مسروق نے حضرت خبابؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں زمانہ جاہلیت میں لوہار تھا اور عاص بن وائل کے ذمے میرے کچھ درہم قرضہ تھے۔ میں اس کے پاس آیا اور اس سے تقاضا کرنے لگا۔ اُس نے کہا: میں تجھے اُس وقت تک نہیں دوں گا جب تک کہ تو محمدؐ کا انکار نہ کرے۔ میں نے کہا: بخدا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اگر

قَالَ: فَدَعْنِي حَتَّى أَمُوْتَ ثُمَّ أُبْعَثَ فَأُوْتَى مَالًا وَّوَلَدًا ثُمَّ أَقْضِيَكَ. فَنَزَلَتْ: اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا (مریم:۷۸) اَلْآيَةَ.

اللہ تجھے مار کر پھر اُٹھا بھی دے تب بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہیں کر سکتا۔ اس نے کہا: مجھے پھر مرنے دو۔ دوبارہ زندہ ہو کر مال بھی ملے گا اور اولاد بھی۔ پھر تمہارا قرض چکاؤں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: کیا تو نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اللہ کے حکموں کا انکار کیا اور اُس نے کہا: مجھے مال اور اولاد ضرور دیئے جائیں گے۔

اطرافہ: ۲۰۹۱، ۲۲۷۵، ۴۷۳۲، ۴۷۳۳، ۴۷۳۴، ۴۷۳۵۔

تشریح: **اَلتَّقَاضِىُ:** فریقین میں سے اگر ایک مسلمان ہو اور دوسرا غیر مسلم ہو اور باقاعدہ حکومت بھی موجود نہ ہو تو وہاں دادرسی کی کیا صورت ہوگی؟ اس سوال کے جواب میں حضرت خبابؓ کے واقعہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ یعنی سوائے صبر اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے کوئی چارہ نہیں۔

غرض تنازعات کے متعلق ان ابواب میں دس اُصولی ہدایات ہیں۔ پہلی ہدایت کا تعلق مذہبی اَسباب نزاع سے۔ دوسری و تیسری ہدایت کا مالی نزاع سے۔ چوتھی کا تدارک کرنے میں طریق عمل سے۔ پانچویں کا تعزیری کارروائی سے۔ چھٹی کا حقوق کی حفاظت بذریعہ مچلکہ و پابندی سے۔ ساتویں کا قید و بند سے۔ آٹھویں کا لین دین میں ناپسندیدہ طریق نہ اختیار کرنے سے۔ نویں کا حکومت کے دخل اور نگرانی سے۔ دسویں کا تعلق صبر و توکل سے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

٤٥- كِتَابٌ فِي اللُّقَطَةِ

لُـقَـطَةٌ، لَـقَـطَ سے اسم ہے۔ ہر وہ شے جو گری پڑی ہو اور جسے اٹھانے کی خواہش پیدا ہو اُسے لُقطہ کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۲۶۳) قرآن مجید میں بھی یہ لفظ مختلف صیغوں میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ آتا ہے: فَالْتَقَطَهٗ اٰلُ فِرْعَوْنَ (القصص:۹) فرعون کے اہل بیت نے موسیٰؑ کو اُٹھالیا۔ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ. (یوسف:۱۱) قافلے کا کوئی شخص یوسفؑ کو لے گا۔ اِلْتَـقَـطَ يَـلْتَقِطُ ، لَقَطَ سے باب افتعال ہے۔ شرعی اصطلاح میں گری پڑی چیز جو ضائع ہونے سے بچا کر مالک کو پہنچائی جائے لُقطہ کہلاتی ہے۔ اس کے بارے میں فقہاء نے کئی بحثیں اُٹھائی ہیں۔ گری پڑی شے یا بھٹکے ہوئے جانور کا لے لینا اور سنبھالنا واجب ہے یا مستحب یا اس کا لینا منع ہے یا جس حالت میں ہو وہ اسی حالت میں رہنے دیا جائے اور اگر کوئی اسے لے لے تو یہ چیز اس کے پاس بطور امانت ہوگی یا بطور کسب؟ اور آیا امانت کے احکام اس پر عائد ہوں گے یا کسب کے؟ اور اگر وہ چیز ناقابل اعتبار شخص کے پاس پائی جائے تو کیا اس سے جبراً حاصل کرنا ضروری ہوگا، اس خیال سے کہ وہ خُرد بُرد نہ کردے؟ اور یہ بھی سوال اُٹھایا گیا ہے کہ ایسی شے کس جگہ پر گری پڑی ہو تو لُقطہ کہلائے گی؟ مثلاً مالک کے آنگن میں پڑی ہو تو وہ لُقطہ نہ ہوگی اور اس کا اٹھانا چوری میں داخل ہوگا۔ غرض اس قسم کے سوال اٹھا کر فقہاء میں سے ایک فریق نے رائے قائم کی ہے کہ چونکہ قرآن مجید نے مومنوں کو ایک دوسرے کا ولی، مددگار اور دوست قرار دیا ہے، اس لئے اُن پر لازم ہے کہ اگر کسی بھائی کو راستے وغیرہ میں کوئی شئے ایسی حالت میں ملے کہ اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ اسے محفوظ کرلے اور اس کا اعلان کرتا رہے اور شناخت ہو جانے پر وہ شئے مالک کے سپرد کردے۔
(بداية المجتهد، كتاب اللقطة، الجملة الأولى، جزء۲ صفحه۲۲۸)

قرآن مجید کی جن آیات سے اس فریق نے استدلال کیا ہے ان میں سے ایک آیت یہ ہے: وَالْـمُـؤْمِـنُـوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَـاْمُـرُوْنَ بِـالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الـزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ. (التوبة:۷۱) مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ وہ نیک باتوں کی تلقین کرتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ضرور ان پر رحم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔ ذیل کے ابواب میں لُقطہ سے متعلق بعض تفصیلی مسائل کا ذکر آئے گا۔

بَاب ١ : إِذَا أَخْبَرَهُ رَبُّ اللُّقَطَةِ بِالْعَلَامَةِ دَفَعَ إِلَيْهِ

اور جب گری پڑی چیز کا مالک اُس کو نشانی بتادے تو وہ اُس کے حوالے کر دے

٢٤٢٦ : حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفَلَةَ قَالَ: لَقِيتُ أُبَيَّ ابْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: أَصَبْتُ صُرَّةً فِيهَا مِائَةُ دِينَارٍ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا فَلَمْ أَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهَا ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا فَعَرَّفْتُهَا فَلَمْ أَجِدْ ثُمَّ أَتَيْتُهُ ثَلَاثًا فَقَالَ: احْفَظْ وِعَاءَهَا وَعَدَدَهَا وَوِكَاءَهَا فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَاسْتَمْتِعْ بِهَا فَاسْتَمْتَعْتُ فَلَقِيتُهُ بَعْدُ بِمَكَّةَ فَقَالَ: لَا أَدْرِي ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ أَوْ حَوْلًا وَاحِدًا.

۲۴۲۶: آدم نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ (دوسری سند) اور محمد بن بشار نے بھی مجھے بتایا۔ غندر (محمد بن جعفر) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے سلمہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ (کہتے تھے) کہ میں نے سُوید بن غفلہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ملا تو انہوں نے کہا: میں نے ایک تھیلی پائی جس میں ایک سو اشرفیاں تھیں۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپؐ نے فرمایا: سال بھر (لوگوں میں) اس کا اعلان کرتے رہو۔ چنانچہ میں سال بھر تک اُس کی شناخت کراتا رہا۔ میں نے کوئی نہ پایا جو اُسے پہچانتا ہو۔ پھر میں آپؐ کے پاس آیا۔ آپؐ نے فرمایا: ایک سال اور اسے شناخت کراؤ۔ چنانچہ میں نے اس کو شناخت کرایا تو بھی نہ پایا۔ پھر میں آپؐ کے پاس تیسری بار آیا۔ آپؐ نے فرمایا: اس کی تھیلی اور اس کا بندھن محفوظ رکھو اور اس کی رقم کی گنتی بھی یاد رکھو۔ اگر اس کا مالک آ جائے تو بہتر ورنہ اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ چنانچہ میں نے (اس سے) فائدہ اٹھایا۔ پھر بعد میں مکہ میں اس کا مالک مجھے مل گیا۔ کہتے تھے: مجھے پتہ نہیں کہ (حضرت اُبیؓ نے) تین سال بتائے یا ایک سال۔

طرفہ: ۲۴۳۷۔

تشریح: **اِذَآ اَخبَرَهُ رَبُّ اللُّقَطَةِ بِالْعَلَامَةِ دَفَعَ اِلَيْه:** حضرت ابی بن کعبؓ کی روایت سے ظاہر ہے کہ اگر گری پڑی شئے نقدی کی صورت میں ملے تو وہ چونکہ محفوظ رکھی جا سکتی ہے اس لئے اٹھانے والے کے پاس بطور امانت رہے گی جب تک اس کا مالک نہ مل جائے۔ چنانچہ دو سال کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

کو جو ہدایت دی، وہ یہ تھی کہ اشرفیوں کا تھیلہ اور بندھن محفوظ رکھے جائیں اور وہ گن لی جائیں تا جب بھی مالک ملے، تھیلہ اور بندھن شناخت ہونے پر اتنی ہی اشرفیاں اسے دے دی جائیں۔ اس اثناء میں ان اشرفیوں سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ لُقطہ کی یہ صورت امانت کی ہے۔ آپؐ نے استعمال کی عارضی اجازت بھی دو سال کے بعد دی۔ جبکہ اعلان پر اعلان کروائے گئے اور مالک کا پتہ نہ چلا۔ امام ابوحنیفہؒ کا فتویٰ یہ ہے کہ صرف محتاج ایسی چیز سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ مگر چونکہ حضرت ابی بن کعبؓ امیر تھے اس لئے جمہور کے نزدیک غریب یا محتاج کی کوئی تخصیص نہیں۔ امیر و غریب دونوں فائدہ اٹھا سکتے ہیں جبکہ بار بار اعلان کرنے کے باوجود مالک نہ ملے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۶۷)

بَاب ٢ : ضَالَّةُ الْإِبِلِ

بھولے بھٹکے اُونٹ کے بارے میں حکم

٢٤٢٧ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ رَبِيْعَةَ حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَمَّا يَلْتَقِطُهُ فَقَالَ: عَرِّفْهَا سَنَةً ثُمَّ اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا فَإِنْ جَاءَ أَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِهَا وَإِلَّا فَاسْتَنْفِقْهَا. قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: لَكَ أَوْ لِأَخِيْكَ أَوْ لِلذِّئْبِ قَالَ: ضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ.

اطرافہ: ٩١، ٢٣٧٢، ٢٤٢٨، ٢٤٢٩، ٢٤٣٦، ٢٤٣٨، ٥٢٩٢، ٦١١٢.

۲۴۲۷: عمرو بن عباس نے مجھے بتایا۔ عبدالرحمٰن (بن مہدی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ربیعہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) منبعث کے غلام یزید نے مجھے بتایا کہ حضرت زید بن خالد جُہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک بدوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ سے ان چیزوں کی نسبت پوچھا جو وہ گری پڑی اٹھا لیتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ایک سال تک اسے شناخت کراؤ اور اس کی تھیلی اور بندھن محفوظ رکھو۔ اگر (مالک) آجائے اور وہ تمہیں اس کا صحیح صحیح پتہ بتائے تو اس کے سپرد کر دو، ورنہ اس کو اپنے کام میں لاؤ۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! بھولی بھٹکی بکری ہو (تو اس کے متعلق کیا ارشاد ہے؟) آپؐ نے فرمایا: وہ تیری یا تیرے بھائی کی یا بھیڑیئے کی ہے۔ اُس نے کہا: بھولا بھٹکا اونٹ ہو؟ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ بدلا۔ آپؐ نے فرمایا: تجھے اس سے کیا غرض؟ اس کے پاس پاؤں ہیں اور اس کی مشک ہے۔ پانی پی لیتا ہے اور درختوں سے کھا لیتا ہے۔

بَاب٣: ضَالَّةُ الْغَنَمِ

بھولی بھٹکی بکری کے متعلق حکم

٢٤٢٨: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِاللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ أَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ فَزَعَمَ أَنَّهُ قَالَ: اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً. (يَقُوْلُ يَزِيْدُ: إِنْ لَّمْ تُعْرَفِ اسْتَنْفَقَ بِهَا صَاحِبُهَا وَكَانَتْ وَدِيْعَةً عِنْدَهُ. قَالَ يَحْيَى: فَهٰذَا الَّذِي لَا أَدْرِي أَفِيْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ أَمْ شَيْءٌ مِّنْ عِنْدِهِ) ثُمَّ قَالَ: كَيْفَ تَرَى فِي ضَالَّةِ الْغَنَمِ؟ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيْكَ أَوْ لِلذِّئْبِ. (قَالَ يَزِيْدُ: وَهِيَ تُعَرَّفُ أَيْضًا.) ثُمَّ قَالَ: كَيْفَ تَرَى فِي ضَالَّةِ الْإِبِلِ؟ قَالَ: فَقَالَ: دَعْهَا فَإِنَّ مَعَهَا حِذَاءَهَا وَسِقَاءَهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَجِدَهَا رَبُّهَا.

۲۴۲۸: اسماعیل بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: سلیمان بن بلال (تیمی) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے یحییٰ (بن سعید انصاری) سے، یحییٰ نے منبعث کے آزاد کردہ غلام یزید سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گری پڑی چیز کی نسبت پوچھا گیا تو ان کا خیال تھا کہ آپؐ نے فرمایا: اس کی تھیلی اور بندھن پہچان رکھو۔ پھر اس کو سال بھر شناخت کراتے رہو۔ یزید کہتے تھے: اگر وہ پہچانی نہ جائے تو جس نے وہ اٹھائی ہو، وہ اس کو کام میں لائے اور وہ چیز اس کے پاس امانت ہوگی۔ یحییٰ نے کہا: یہ (فقرہ) میں نہیں جانتا کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہے یا ایسی ہی بات ہے جو یزید کی طرف سے (بڑھائی ہوئی) ہے۔ پھر اس نے پوچھا: بھولی بھٹکی بکری سے متعلق آپؐ کا کیا خیال ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُسے بھی لے لو کیونکہ وہ تیری ہے یا تیرے بھائی کی یا بھیڑیئے کی۔ یزید نے کہا: اور وہ بھی شناخت کرائی جائے۔ پھر اس شخص نے کہا: بھولے بھٹکے اونٹ سے متعلق آپؐ کا کیا خیال ہے؟ (یزید نے) کہا: آپؐ نے فرمایا: اسے رہنے دو کیونکہ اس کے ساتھ پاؤں ہیں اور مشک ہے۔ پانی پی لیتا ہے اور درختوں سے کھاتا ہے، یہاں تک کہ اس کا مالک اسے پالیتا ہے۔

اطرافہ: ۹۱، ۲۳۷۲، ۲۴۲۷، ۲۴۲۹، ۲۴۳۶، ۲۴۳۸، ۵۲۹۲، ۶۱۱۲۔

تشریح: ضَالَّةُ الْإِبِلِ وَضَالَّةُ الْغَنَمِ: یہ دو باب یکے بعد دیگرے قائم کر کے مذکورہ بالا جانوروں کو لُقطہ میں شمار کیا ہے جن میں سے بکری ایسا جانور ہے جس کے ضائع ہونے کا زیادہ اندیشہ ہے اور وہ اس غرض سے اپنے قبضے میں لی جاسکتی ہے کہ اس کے مالک کو پہنچا دی جائے۔ روایت نمبر ۲۴۲۸ میں وارد شدہ الفاظ وَكَانَتْ وَدِيعَةً عِنْدَهُ سے ظاہر ہے کہ بھٹکی ہوئی بکری لینے والے کے پاس ایک سال تک بطور امانت رہے گی۔ یہ بھی بحث ہوئی ہے کہ آیا یہ الفاظ یزید راوی کے اپنے ہیں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے؟ از روئے تحقیق امام بخاریؒ مذکورہ بالا الفاظ ارشاد نبویؐ کا ہی حصہ ہیں۔ چنانچہ باب ۹ کے عنوان میں اسی امر کی صراحت ہے اور امام مسلمؒ نے بھی سلیمان بن بلال کی یہی روایت یحیٰ بن سعید انصاری سے نقل کی ہے۔ اس میں بھی جہاں استفادہ کی اجازت کا ذکر ہے وہاں یہ الفاظ ہیں: وَلْتَكُنْ وَدِيعَةً عِنْدَكَ (صحیح مسلم، کتاب اللقطه. باب ۱) اور چاہیے کہ وہ تیرے پاس بطور امانت رہے۔

بَاب ٤ : إِذَا لَمْ يُوجَدْ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ فَهِيَ لِمَنْ وَجَدَهَا

اگر ایک سال کے بعد بھی گری پڑی چیز کا مالک نہ ملے تو وہ اُس کی ہوگی جس نے وہ پائی ہے

٢٤٢٩ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ: اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَشَأْنَكَ بِهَا. قَالَ: فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ. قَالَ: فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا.

۲۴۲۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے، ربیعہ نے منبعث کے آزاد کردہ غلام یزید سے، یزید نے حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اُس نے آپؐ سے گری پڑی چیز کی نسبت پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: اس کی تھیلی اور اس کا بندھن پہچان رکھو اور پھر سال بھر تک اس کا اعلان کرتے رہو۔ اگر اُس کا مالک آ گیا تو بہتر ورنہ جو چاہو کرو۔ اس نے پوچھا: بھولی بھٹکی بکری ہو تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی یا بھیڑیئے کی۔ اس نے پوچھا: بھولا بھٹکا اُونٹ ہو تو اُس کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تجھے اس سے کیا غرض؟ اس کے ساتھ اس کی مشک ہے اور اس کے پاؤں ہیں۔ پانی پی لیتا ہے اور درختوں سے کھاتا ہے، یہاں تک کہ اس کا مالک اس سے آ ملتا ہے۔

اطرافہ: ۹۱، ۲۳۷۲، ۲۴۲۷، ۲۴۲۸، ۲۴۳۶، ۲۴۳۸، ۵۲۹۲، ۶۱۱۲۔

تشریح: **اِذَا لَمْ یُوجَدْ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ فَهِیَ لِمَنْ وَّجَدَهَا:** اس باب کا مضمون پہلے باب کے مضمون سے قدرے مختلف ہے کہ اس میں تھیلی کے بارے میں یہ صراحت ہے کہ وہ ایک سال تک محفوظ رکھی جائے اور اس کے بعد جس کو وہ شئے ملی ہو، اس کی ہوگی۔ اس روایت کی بناء پر عنوانِ باب میں ان الفاظ سے صراحت کی گئی ہے: فَهِیَ لِمَنْ وَّجَدَهَا. ان الفاظ سے فقہاء کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ آیا پانے والا ایک سال کے بعد اس شئے میں تصرف بطور مالک کرے گا یا بحیثیت امین ومحافظ؟ اس بارے میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اسے یہ اجازت بحیثیت امین ومحافظ کے دی گئی ہے نہ کہ بطور مالک۔ اور اگر ایک سال کے بعد اصل مالک آ جائے اور وہ شئے موجود ہو تو وہی دیدے گا اور اگر موجود نہ ہو تو اس کی مثل یا قیمت۔ شافعیوں کے نزدیک ضروری ہے کہ سال گزرنے کے بعد وہ ان الفاظ میں اعلان کرے کہ چونکہ اس کا کوئی مالک نہیں ملا اس لئے اب میں اسے اپنے استعمال میں لاتا ہوں۔ جمہور کے نزدیک لفظی اعلان کی ضرورت نہیں؛ نیت کافی ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۰۵، ۱۰۶) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۲۷۲)

اس اختلاف کے پیش نظر امام بخاریؒ نے فَهِیَ لِمَنْ وَّجَدَهَا سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ ارشادِ نبوی کے بموجب وہ اس کا مالک ہوگا کیونکہ فقرہ فَشَأْنَکَ بِهَا تصرف کرنے کے اختیار پر دلالت کرتا ہے۔ شوافع اور داؤد ظاہریؒ نے سعید بن منصورؒ کی روایت سے بھی یہی اِستدلال کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: وَاِلَّا فَتَصْنَعُ بِهَا مَا تَصْنَعُ بِمَالِکَ یعنی تو اس سے وہی کام لے جو اپنے مال سے لیتا ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۰۵) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۲۷۲)

یہ الفاظ امام بخاریؒ کی تحقیق کی رُو سے مستند حدیث میں نہیں۔ بعض فقہاء کا یہ بھی فتویٰ ہے کہ سال کے بعد مالک اگر مل جائے تو اسے واپس کرنا ضروری نہیں اور اُن کا یہ استدلال بھی فَهِیَ لِمَنْ وَجَدَهَا کے الفاظ سے ہے۔ امام بخاریؒ نے ترتیب میں یہ باب سابقہ تین ابواب کے بعد قائم کیا ہے۔ اس ترتیب سے ان کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ شَأْنَکَ بِهَا کا مفہوم سابقہ روایتوں کے مطابق ہی لیا جائے گا کہ ان چیزوں میں تصرف کی اجازت بصورتِ اباحت ہے نہ ملکیت۔ اس سے جمہور کے مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۰۵، ۱۰۶)

بَاب ٥: إِذَا وَجَدَ خَشَبَةً فِي الْبَحْرِ أَوْ سَوْطًا أَوْ نَحْوَهُ

اگر کوئی سمندر میں لکڑی یا کوڑا یا اس قسم کی کوئی چیز پائے

٢٤٣٠: وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۴۳۰: اور لیث نے کہا: جعفر بن ربیعہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن ہرمز سے، عبدالرحمٰن نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ

أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ فَخَرَجَ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهِ فَإِذَا هُوَ بِالْخَشَبَةِ فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيْفَةَ.

نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذِکر کیا اور پھر ساری بات بیان کی (اور فرمایا:) پھر وہ شخص نکلا کہ شاید کوئی جہاز ہو جو اس کا مال لایا ہو۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک لکڑی ہے تو وہ اسے اپنے گھر والوں کے لئے ایندھن کے طور پر اُٹھا لایا۔ جب اس نے اس کو چیرا تو اس میں مال اور خط پایا۔

اطرافُهُ: ١٤٩٨، ٢٠٦٣، ٢٢٩١، ٢٤٠٤، ٢٧٣٤، ٦٢٦١۔

بَاب ٦ : إِذَا وَجَدَ تَمْرَةً فِي الطَّرِيْقِ

اگر راستے میں کھجور گری پڑی پائے تو اس کے متعلق ارشاد

٢٤٣١ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَةٍ فِي الطَّرِيْقِ قَالَ: لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُوْنَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا.

۲۴۳۱: محمد بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور (بن معتمر) سے، منصور نے طلحہ (بن مصرف) سے، طلحہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم راستے میں گری پڑی کھجور کے پاس سے گزرے۔ آپؐ نے فرمایا: اگر مجھے خوف نہ ہوتا کہ کہیں صدقے کی نہ ہو تو میں اسے کھا لیتا۔

طرفهُ: ٢٠٥٥۔

٢٤٣٢ : وَقَالَ يَحْيَى: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي مَنْصُوْرٌ. وَقَالَ زَائِدَةُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ طَلْحَةَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ.

۲۴۳۲: اور یحيٰ (بن سعید قطان) نے کہا: سفیان (ثوری) نے ہم سے بیان کیا کہ منصور نے مجھے بتایا اور زائدہ (بن قدامہ) نے (بھی) منصور سے روایت کرتے ہوئے کہا، منصور نے طلحہ سے۔ (طلحہ نے کہا) کہ حضرت انسؓ نے ہمیں بتایا۔

وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ

(دوسری سند) اور محمد بن مقاتل نے بھی ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی کہ معمر

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنِّي لَأَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِي فَأَجِدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي فَأَرْفَعُهَا لِآكُلَهَا ثُمَّ أَخْشَى أَنْ تَكُوْنَ صَدَقَةً فَأُلْقِيْهَا.

نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہمام بن منبّہ سے، ہمام نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: میں اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جاتا ہوں اور کبھی اپنے بستر پر کھجور گری ہوئی پاتا ہوں تو میں اُسے کھانے کے لئے اُٹھا لیتا ہوں۔ پھر ڈرتا ہوں کہ کہیں صدقے کی نہ ہو اور اُسے چھوڑ دیتا ہوں۔

تشریح: **اِذَا وَجَدَ تَمْرَةً فِي الطَّرِيْقِ:** یہ دو ابواب (نمبر ۵، ۶) بھی باب ۴ ہی کے تسلسل میں ہیں۔ روایت نمبر ۲۴۳۰ میں ایک اِسرائیلی کا واقعہ اِختصار سے دہرایا گیا ہے جو کتاب الکفالۃ باب ۱، روایت نمبر ۲۲۹۱ میں مفصل مذکور ہے۔ جس میں کمال دیانت و امانت کا ذِکر ہے اور دوسرے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غایت درجہ تقویٰ کا۔ دونوں روایتوں سے اعلیٰ درجے کے نمونہ خُلق کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ باب ۵ کے عنوان میں کوڑے وغیرہ کا جو ذکر کیا گیا ہے، اس سے بھی بعض فقہاء کے اس خیال کی طرف اشارہ ہے کہ چھوٹی موٹی شئے استعمال کر لینے میں کوئی حرج نہیں اور لمبا عرصہ تک اعلان کرنے کرانے کی بھی چنداں ضرورت نہیں۔ شافعیوں کے نزدیک شئے خواہ چھوٹی ہو یا بڑی، وہ لُقطہ کی تعریف میں شامل ہے اور اُس پر لُقطہ کے احکام برابر حاوی ہوں گے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک اگر چیز تلف ہونے کا ڈر ہو تو وہ اِستعمال میں لائی جاسکتی ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۰۶، ۱۰۷)

(بداية المجتهد، كتاب اللقطة، الجملة الثانية، الجزء الثانی صفحه ۲۳۱)

مگر کیا ضروری ہے کہ ایسی گری پڑی شئے اٹھا کر استعمال کی جائے۔ نفس کو استغناء اور بے نیازی کی صفات سے متصف رکھنا اس سے کہیں زیادہ ضروری اور زیبا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں ابواب کا عنوان اِذَا سے شروع کر کے جواب شرط حذف کیا ہے اور اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ پیش کیا ہے کہ آپؐ وہ دانہ کھجور جو اپنے ہی گھر میں پڑا ہوا ملتا، چھوڑ دیتے، اس خیال سے کہ مبادا صدقے کا ہو۔ یہ وہ احساس تقویٰ تھا جو غایت درجہ لطیف ہے اور اسی احساس کو اپنانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

وَقَالَ زَائِدَةُ......: حضرت انسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کتاب البیوع باب ۴ میں بھی دیکھئے۔ نیز زائدہ کی سند سے امام مسلم نے اسے نقل کیا ہے۔ (دیکھئے مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب تحریم الزکوٰۃ علی رسول اللّٰہ وعلی آلہ)

بَاب ٧ : كَيْفَ تُعَرَّفُ لُقَطَةُ أَهْلِ مَكَّةَ؟

اہل مکہ کی گری پڑی چیز کیسے شناخت کرائی جائے؟

وَقَالَ طَاوُسٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهَا إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا.

اور طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اس (مکہ) کی گری پڑی چیز کو وہی شخص اُٹھائے جو اُس کو شناخت کرائے۔

وَقَالَ خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَلْتَقِطُهَا إِلَّا مُعَرِّفٌ.

اور خالد نے عکرمہ سے نقل کیا۔ عکرمہ نے حضرت ابن عباسؓ سے، حضرت ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپؐ نے فرمایا: اس (مکہ) کی گری پڑی چیز صرف وہی اٹھائے جو اس کو شناخت کروائے۔

٢٤٣٣ : وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يُعْضَدُ عِضَاهُهَا وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهَا فَقَالَ عَبَّاسٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِلَّا الْإِذْخِرَ. فَقَالَ: إِلَّا الْإِذْخِرَ.

۲۴۳۳: اور احمد بن سعید (رباطی) نے کہا: روح نے ہمیں بتایا کہ زکریا نے ہم سے ذکر کیا۔ (انہوں نے کہا:) عمرو بن دینار نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس (مکہ) کا درخت نہ کاٹا جائے، اور نہ وہاں کا شکار بھگایا جائے، اور نہ وہاں کی گری پڑی چیز اُٹھانی جائز ہے مگر صرف اُسی شخص کو گری پڑی چیز اُٹھانے کی اجازت ہے جو اعلان کر کے اُس کو شناخت کروائے، اور نہ وہاں کی گھاس کاٹی جائے۔ اس پر حضرت عباسؓ نے کہا: یارسول اللہ! اذخر گھاس کو مستثنیٰ کر دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا اذخر گھاس کاٹ سکتے ہو۔

اطرافہ: ١٣٤٩، ١٥٨٧، ١٨٣٣، ١٨٣٤، ٢٠٩٠، ٢٧٨٣، ٢٨٢٥، ٣٠٧٧، ٣١٨٩، ٤٣١٣.

٢٤٣٤ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا

۲۴۳۴: یحيٰ بن موسیٰ نے ہمیں بتایا۔ ولید بن مسلم نے ہم سے بیان کیا کہ اوزاعی نے ہمیں بتایا۔

الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَى رَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَامَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَّكَّةَ الْفِيْلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُوْلَهُ وَالْمُؤْمِنِيْنَ فَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ كَانَ قَبْلِي وَإِنَّهَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَّهَارٍ وَإِنَّهَا لَنْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي فَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا يُخْتَلَى شَوْكُهَا وَلَا تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيْلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ إِمَّا أَنْ يُّفْدَى وَإِمَّا أَنْ يُّقِيْدَ فَقَالَ الْعَبَّاسُ: إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّا نَجْعَلُهُ لِقُبُوْرِنَا وَبُيُوْتِنَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِلَّا الْإِذْخِرَ. فَقَامَ أَبُو شَاهٍ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ: اكْتُبُوْا لِي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اكْتُبُوْا لِأَبِي شَاهٍ.

انہوں نے کہا: یحيٰ بن ابی کثیر نے مجھ سے بیان کیا، کہا: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھ سے بیان کیا۔ کہتے تھے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: جب اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے لیے مکہ کو فتح کرادیا تو آپؐ لوگوں میں تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثنا کی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اللہ نے مکہ کو اَصحاب فیل کے حملہ سے محفوظ رکھا تھا اور اپنے رسول کو اور مومنوں کو اُس پر غلبہ دے دیا۔ مجھ سے پہلے کسی کے لئے وہ جائز نہ تھا اور میرے لئے بھی دن کی ایک گھڑی ہی جائز کیا گیا اور اب میرے بعد کسی کے لئے بھی جائز نہ ہوگا۔ اس لئے اس کا شکار نہ بھگایا جائے، اور نہ اس کے کانٹے توڑے جائیں، اور نہ اس کی گری پڑی چیز اُٹھانی جائز ہوگی مگر ایسے شخص کے لئے جو اس کی شناخت کرانے کے لئے اعلان کرے۔ اور جس کا کوئی عزیز مارا جائے تو اُسے دو باتوں کا اختیار ہے۔ یا تو دیت لے یا قصاص۔ حضرت عباسؓ نے کہا: اذخر کو مستثنیٰ فرمادیجئے کیونکہ ہم اس کو اپنی قبروں اور اپنے گھروں (کی چھتوں) پر ڈالتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِذخر گھاس مستثنیٰ کی جاتی ہے۔ پھر ابوشاہؓ کھڑے ہوئے جو اہل یمن میں سے تھے۔ وہ کہنے لگے: یارسول اللہ! (یہ خطبہ) مجھے لکھوادیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوشاہؓ کو (یہ) لکھ دو۔

قُلْتُ لِلْأَوْزَاعِيِّ: مَا قَوْلُهُ اكْتُبُوْا لِي يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: هَذِهِ الْخُطْبَةَ الَّتِي سَمِعَهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

میں نے اوزاعی سے پوچھا: ان کی اس بات کا کیا مطلب تھا کہ یا رسول اللہ! مجھے لکھوا دیں۔ انہوں نے کہا: یہ خطبہ جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔

اطرافہ: ۱۱۲، ۶۸۸۰۔

تشریح: كَيْفَ تُعَرَّفُ لُقَطَةُ اَهْلِ مَكَّةَ: عنوانِ باب میں وَقَالَ کہہ کر تین روایتیں واوِ عاطفہ کے ساتھ نقل کی ہیں جو حضرت ابن عباسؓ سے ایک ہی مفہوم میں مروی ہیں کہ شناخت کروانے والا ہی گری پڑی چیز اُٹھا سکتا ہے۔ اگر شناخت کروانے کا ارادہ نہیں تو اُس کے لئے ایسی چیز کا اُٹھانا جائز نہیں۔ واوِ عاطفہ سے اس باب کا مضمون سابقہ باب کے مضمون سے وابستہ کر دیا گیا ہے جس میں فقہاء کے اختلاف کا ذکر ہے کہ معمولی شئے ہو تو اُٹھانے والا اُسے اپنے استعمال میں لا سکتا ہے۔ امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے حوالے سے لُقطہ کے بارے میں نقطہ نظر ہی بدل دیا ہے کہ گری پڑی چیز کے اُٹھانے کا جو ارشاد ہے اُس کی غرض و غایت ہی یہ ہے کہ وہ مالک کو بحفاظت پہنچائی جائے۔ اس غرض و غایت کے پیشِ نظر یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کس قسم کی شئے استعمال کی جائے اور کونسی محفوظ رکھی جائے۔ سوال مندرجہ عنوانِ باب كَيْفَ تُعَرَّفُ لُقَطَةُ اَهْلِ مَكَّةَ کا جواب مذکورہ بالا روایت سے دیا ہے کہ بیت اللہ کے حرم میں گری پڑی شئے اُٹھانے کی اجازت محدود ہے۔ صرف وہی شخص اُٹھا سکتا ہے جو شناخت کرائے۔ اِتنے ہجوم اور انبوہ میں شناخت کرانا نہایت مشکل ہے۔ اس صورت میں ارشادِ نبویؐ ہے کہ جہاں وہ پڑی ہو، وہیں رہنے دی جائے تا اصل مالک کو جسے جگہ کا علم ہے، حاصل کر لینا آسان ہو۔ جو شخص شناخت کرانے کی غرض سے اُٹھاتا ہے اُس کے لئے یہ دقّت ہے کہ وہ مناسک حج اَدا کرے یا شناخت کرانے کی غرض سے مارا مارا پھرے۔ جملہ كَيْفَ تُعَرَّفُ استفہامِ انکاری ہے۔ علاوہ ازیں ہر شئے کے شناخت کروانے کا طریقہ مختلف ہوتا ہے جس کے لئے کوئی قاعدہ معین نہیں کیا جا سکتا۔

وَقَالَ طَاوُسٌ: یہ روایت کتاب جزاء الصید باب۱۰: لَا يَحِلُّ الْقِتَالُ بِمَكَّةَ. روایت نمبر ۱۸۳۴ میں دیکھئے۔

وَقَالَ خَالِدٌ: یہ روایت کتاب البیوع باب ۲۸ روایت نمبر ۲۰۹۰ میں دیکھئے۔

وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ...... : احمد بن سعید رباطیؒ مراد ہیں جیسا کہ ابن طاہرؒ نے تصریح کی ہے۔ لیکن بقول ابونعیم؛ احمد بن سعید دارمی ہیں۔ علامہ ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے حوالے سے اُن روایات کی طرف بھی اشارہ ہے جن میں حرم بیت اللہ کے اندر گری پڑی چیز اُٹھانے کی قطعی طور پر ممانعت ہے۔ امام مسلمؒ نے بھی عبدالرحمٰن بن عثمان تیمیؒ کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجیوں کی گری پڑی اشیاء اُٹھانے سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم، کتاب اللقطة، باب فی لقطة الحاجّ) فقہاء نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اِس

ممانعت سے یہ مراد ہے کہ تصرف ملکیت کی غرض سے اُٹھانا ممنوع ہے، نہ محفوظ رکھنے کی غرض سے۔
(فتح الباری جزء۵صفحہ۱۰۹)(عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۲۷۴)

یہ خیال بھی درست نہیں کیونکہ عنوانِ باب کا مقصد طریق شناخت کی کیفیت ہے نہ یہ کہ کس غرض سے اٹھائی جائے یا نہ اٹھائی جائے۔ اور حوالہ جات اور روایت مندرجہ بالا میں اس امر کی صراحت ہے کہ شناخت کرنے والے کے سوا کوئی مکہ مکرمہ میں گری پڑی شئے نہ اٹھائے۔

اِلَّا لِمُنْشِدٍ: لَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا اِلَّا لِمُنْشِدٍ میں اِلَّا لِمُنْشِدٍ کا بھی یہی مفہوم ہے کہ اگر کوئی اُٹھائے تو وہ صرف اس غرض سے اُٹھائے کہ مالک کو پہنچائی جائے جو حاجیوں کے ہجوم میں تقریباً ناممکن ہے۔ چنانچہ عنوانِ باب ہی میں مُنْشِد کا مفہوم مُعَرِّف سے واضح کیا گیا ہے۔ یعنی شناخت کروانے والے کے لئے بطور استثناء اجازت ہے۔

بَاب۸: لَا تُحْتَلَبُ مَاشِيَةُ أَحَدٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِ

کسی کے مویشی بغیر اس کی اجازت کے نہ دوہے جائیں

٢٤٣٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ امْرِئٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تُؤْتَى مَشْرُبَتُهُ فَتُكْسَرَ خِزَانَتُهُ فَيُنْتَقَلَ طَعَامُهُ فَإِنَّمَا تَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوْعُ مَاشِيَتِهِمْ أَطْعِمَاتِهِمْ فَلَا يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ.

۲۴۳۵: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی کسی شخص کے مویشی بغیر اُس کی اجازت کے نہ دوہے۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ کوئی اُس کے گودام میں آئے اور اُس کے ذخیرہ کا تالہ توڑے اور اس کا اناج اُٹھا لے جائے۔ اسی طرح ان کے مواشی کے تھن ان کے لئے ان کے کھانے پینے کی چیزیں جمع رکھتے ہیں۔ اس لئے کوئی کسی کے مویشی بغیر اس کی اجازت کے نہ دوہے۔

تشریح: **لَا تُحْتَلَبُ مَاشِيَةُ اَحَدٍ بِغَيْرِ اِذْنِهٖ:** روایت ۲۴۳۵ مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ کسی میں ہے: مَاشِيَةَ رَجُلٍ[1] اور کسی میں ہے: مَاشِيَةَ اَخِيْهِ[2] اور کسی میں مَاشِيَةَ امْرِئٍ۔ عنوانِ باب میں الفاظ کی تحقیق وتصحیح مدنظر ہے۔ مستند روایت کے مطابق مذکورہ بالا نہی عام ہے۔ مرد، عورت، مسلم، غیر مسلم کی تخصیص نہیں۔ کوئی ہو یہ جائز نہیں کہ مالک کی اجازت کے بغیر دودھ والے جانور کو دوہے۔ (فتح الباری جزء۵صفحہ۱۱۱)(عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۲۷۷)

[1] (ابن ماجه، كتاب التجارات، باب النهى ان يصيب منها شيئا الّا باذن صاحبها)
[2] (معانى الآثار للطحاوى، كتاب الكراهة، باب الرجل يمر بالحائط أله أن يأكل منه أم لا، جزء۴صفحہ۲۴۱)

ابوداؤد[1] اور ترمذی[2] وغیرہ میں بعض روایتیں ایسی منقول ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ مسافر یا مُضطر کے لئے قحط سالی میں جائز ہے کہ مالک یا پاسبان کی اجازت کے بغیر دودھ دوہ لے۔ ایسا ہی جہاں بے تکلفی ہو وہاں بھی اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔ مگر بے تکلفی میں تو ایک قسم کی اجازت مقدر ہوتی ہے۔ مسند امام احمد بن حنبلؒ میں بھی ایک روایت حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ اتنے میں انہوں نے دودھ والی اُونٹنیاں دیکھیں جن کے تھنوں میں دودھ رُکا ہوا جمع تھا اور وہ دودھ دوہنے کے لئے لپکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو منع فرمایا اور کہا کہ ان کے دودھ سے خاندان کا گزارہ ہے۔[3] ابن ماجہ نے بھی یہ روایت درج کی ہے۔ اس روایت میں آپؐ کے یہ الفاظ ہیں: اَيَسُرُّكُمْ لَوْ رَجَعْتُمْ اِلَى مَزَاوِدِكُمْ فَوَجَدْتُمْ مَا فِيْهَا قَدْ ذُهِبَ بِهِ اَتَرَوْنَ ذَلِكَ عَدْلًا قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنَّ هَذَا كَذَلِكَ. (ابن ماجه، كتاب التجارات، باب النهي ان يصيب منها شيئا الّا باذن صاحبها) کیا تمہیں پسند ہوگا کہ تم اپنے توشہ خانوں کو لوٹو اور دیکھو کہ جو کچھ اُن میں تھا وہ غائب ہے؟ کیا تم اسے انصاف سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ بھی اسی طرح کی بات ہے۔ اس روایت سے بعض فقہاء نے استنباط کیا ہے کہ اگر جانور کے مالک کو ضرورت ہو تو دوہنا جائز نہیں؛ ورنہ جائز ہوگا۔ عام حکم یہی ہے کہ بغیر اجازت دوہنا جائز نہیں۔ باقی رہا دوستانہ بے تکلفی وغیرہ تو اس کا تعلق حالات سے ہے۔ ایک وقت تھا کہ پنجاب میں گنا، دودھ، بیر وغیرہ درختوں کے پھل کی کوئی قید نہ تھی۔ عموماً بغیر اجازت یہ چیزیں لے لی جاتی تھیں مگر اب حالات بدل گئے ہیں۔ ان اشیاء کی قیمت ہے اور بغیر اجازت انہیں لینا لڑائی جھگڑے کا موجب ہوتا ہے۔ استثنائی حالات سے متعلق حکم الگ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عنوان میں عام قانون کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو نمایاں کیا ہے۔

بَاب ٩ : إِذَا جَاءَ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ رَدَّهَا عَلَيْهِ لِأَنَّهَا وَدِيعَةٌ عِنْدَهُ

اگر گری پڑی چیز کا مالک ایک سال کے بعد آئے تو وہ اُس چیز کو اُسے واپس دیدے کیونکہ وہ اس کے پاس امانت تھی

٢٤٣٦: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ رَبِيْعَةَ ابْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ

۲۴۳۶: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے، ربیعہ نے منبعث کے غلام یزید سے، یزید نے حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ

---

[1] (ابو داؤد، كتاب الجهاد، باب فى ابن السبيل يأكل من التمر ويشرب من اللبن)

[2] (ترمذى، كتاب البيوع، باب ما جاء فى احتلاب المواشي بغير اذن الأرباب)

[3] (مسند احمد بن حنبل، مسند المكثرين، مسند أبى هريرة، جزء ۲ صفحہ ۴۰۵)

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ قَالَ: عَرِّفْهَا سَنَةً ثُمَّ اعْرِفْ وِكَاءَهَا وَعِفَاصَهَا ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ. فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيْكَ أَوْ لِلذِّئْبِ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ: فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ أَوِ احْمَرَّ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا.

سے روایت کی کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گری پڑی چیز کی نسبت پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: اسے ایک سال تک شناخت کراتے رہو۔ پھر اس کے بعد اس کا بندھن اور اس کا تھیلہ پہچان رکھو اور اسے اپنے مصرف میں لے آؤ۔ اگر اس کا مالک آجائے تو وہ چیز اس کے حوالے کر دو۔ اس نے کہا: یارسول اللہ! اور جو بھولی بھٹکی بکری ہو؟ آپؐ نے فرمایا: اسے لے لے کیونکہ وہ تیری ہے یا تیرے بھائی کی یا بھیڑیئے کی۔ اس شخص نے کہا: یارسول اللہ! اور بھولا بھٹکا اُونٹ ہو؟ (حضرت زیدؓ) کہتے تھے: اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا یہاں تک کہ آپؐ کے دونوں رخسار سرخ ہوگئے یا (کہا:) آپؐ کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ آپؐ نے فرمایا: تجھے اس سے کیا۔ اس کے ساتھ اس کے پاؤں ہیں اور اس کی مشک ہے۔ یہاں تک کہ اس کا مالک اس کو آملتا ہے۔

اطرافہ: ۹۱، ۲۳۷۲، ۲۴۲۷، ۲۴۲۸، ۲۴۲۹، ۲۴۳۸، ۵۲۹۲، ۶۱۱۲۔

تشریح: **اِذَا جَآءَ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ رَدَّهَا عَلَيْهِ:** بعض فقہاء نے ایک سال گزرنے پر گری پڑی شئے اُٹھانے والے کو اس کا مالک قرار دے کر یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر اصل مالک آ بھی جائے تو اُٹھا لینے والے پر مالک کو اس کا واپس کرنا یا معاوضہ دینا لازم نہیں۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۱۴) باب ۳ روایت نمبر ۲۴۲۸ میں ابھی گزر چکا ہے کہ بھولی بھٹکی بکری سے عارضی استفادہ تو جائز ہے اور وہ بطور امانت متصور ہوگی جو اصل مالک کو لوٹائی جائے گی۔

بَاب ۱۰: هَلْ يَأْخُذُ اللُّقَطَةَ وَلَا يَدَعُهَا تَضِيعُ حَتَّى لَا يَأْخُذَهَا مَنْ لَّا يَسْتَحِقُّ

کیا گری پڑی چیز کو اُٹھالیں اور اُسے ضائع نہ ہونے دیں کہ ایسا شخص اُس کو نہ لے لے جو حق نہیں رکھتا

۲۴۳۷: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ:

۲۴۳۷: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سلمہ بن کہیل سے روایت کی

سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفْلَةَ قَالَ: كُنْتُ مَعَ سَلْمَانَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَزَيْدِ بْنِ صُوْحَانَ فِي غَزَاةٍ فَوَجَدْتُ سَوْطًا فَقَالَا لِي: أَلْقِهِ قُلْتُ: لَا وَلَكِنِّيْ إِنْ وَّجَدْتُ صَاحِبَهُ وَإِلَّا اسْتَمْتَعْتُ بِهِ فَلَمَّا رَجَعْنَا حَجَجْنَا فَمَرَرْتُ بِالْمَدِيْنَةِ فَسَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ: وَجَدْتُ صُرَّةً عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا مِائَةُ دِيْنَارٍ فَأَتَيْتُ بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا ثُمَّ أَتَيْتُ فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا ثُمَّ أَتَيْتُهُ الرَّابِعَةَ فَقَالَ: اعْرِفْ عِدَّتَهَا وَوِكَاءَهَا وَوِعَاءَهَا فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا اسْتَمْتِعْ بِهَا.

کہ انہوں نے کہا: میں نے سُوَید بن غفلہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں ایک غزوہ میں سلمان بن ربیعہؓ اور زید بن صوحانؓ کے ساتھ تھا۔ میں نے ایک کوڑا پایا۔ (اس کو اُٹھا لیا) اُن دونوں نے مجھے کہا: اسے پھینک دو۔ میں نے کہا: نہیں۔ اگر میں نے اس کا مالک پالیا تو اس کو دے دوں گا۔ ورنہ میں اس سے فائدہ اُٹھاؤں گا۔ جب ہم لوٹے تو ہم حج کو گئے پھر میں مدینہ سے گذرا اور میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کے زمانے میں ایک تھیلی پائی تھی جس میں ایک سو اشرفیاں تھیں۔ میں وہ نبی ﷺ کے پاس لایا۔ آپؐ نے فرمایا: ایک سال تک اس کا اعلان کرتے رہو۔ سو میں ایک سال تک اس کی شناخت کراتا رہا۔ پھر آیا تو آپؐ نے فرمایا: ایک اور سال اس کا اعلان کرو اور میں اس کا ایک اور سال اعلان کرتا رہا۔ پھر آپؐ کے پاس آیا تو آپؐ نے فرمایا: ایک اور سال اس کا اعلان کرو۔ چنانچہ میں نے ایک اور سال اس کا اعلان کیا۔ پھر چوتھی دفعہ آپؐ کے پاس آیا تو آپؐ نے فرمایا: اشرفیوں کی تعداد یاد رکھو اور تھیلی کا بندھن اور اُس کا ظرف پہچان رکھو۔ اگر اس کا مالک آجائے تو بہتر، ورنہ اشرفیوں سے فائدہ اُٹھاؤ۔

حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلَمَةَ بِهٰذَا قَالَ: فَلَقِيْتُهُ بَعْدُ بِمَكَّةَ فَقَالَ: لَا أَدْرِي أَثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ أَوْ حَوْلًا وَّاحِدًا.

طرفہ: ۲٤۲٦۔

عبدان نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میرے باپ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے سلمہ سے روایت کی اور یہی حدیث بتائی۔ (شعبہ نے) کہا: پھر اس کے بعد میں مکہ میں اُن سے ملا تو (سلمہ نے) کہا: میں نہیں جانتا کہ (سُوید نے) تین سال بتائے یا ایک سال۔

تشریح: **هَلْ يَأْخُذُ اللُّقَطَةَ وَلَا يَدَعُهَا تَضِيعُ:** یہ باب سابقہ باب کے مضمون کی تائید میں قائم کیا گیا ہے۔ اُٹھانے کی اجازت کا تعلق دراصل گری پڑی شئے کے محفوظ کرنے سے ہی ہے تا وہ ضائع نہ ہو جائے اور اصل مالک کو مل جائے۔ ایسی صورت میں ملکیت یا عدم ملکیت کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ یہی امر ذہن نشین کرانے کی غرض سے باب کا عنوان استفہامیہ قائم کر کے جواب حذف کیا ہے۔

بَاب ١١: مَنْ عَرَّفَ اللُّقَطَةَ وَلَمْ يَدْفَعْهَا إِلَى السُّلْطَانِ

جس نے گری پڑی چیز اُٹھا کر شناخت کرائی اور وہ حاکم کے سپرد نہ کی

٢٤٣٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ رَبِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ قَالَ: عَرِّفْهَا سَنَةً فَإِنْ جَاءَ أَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِعِفَاصِهَا وَوِكَائِهَا وَإِلَّا فَاسْتَنْفِقْ بِهَا. وَسَأَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الْإِبِلِ فَتَمَعَّرَ وَجْهُهُ وَقَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ دَعْهَا حَتَّى يَجِدَهَا رَبُّهَا. وَسَأَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الْغَنَمِ فَقَالَ: هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ.

۲۴۳۸: محمد بن یوسف (فریابی) نے ہمیں بتایا۔ سفیان (ثوری) نے ربیعہ سے، ربیعہ نے منبعث کے غلام یزید سے، یزید نے حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ ایک بدوی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گری پڑی چیز کی نسبت پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: اس کا ایک سال اعلان کرتے رہو۔ اگر کوئی ایسا آجائے جو تمہیں اس کے تھیلے اور اُس کے بندھن کا پتہ دے تو اسے دے دو۔ ورنہ اسے اپنے مصرف میں لے آؤ۔ اور اس نے آپؐ سے بھولے بھٹکے اُونٹ کی نسبت پوچھا۔ اس پر آپؐ کا چہرہ (غصہ سے) سرخ ہوگیا اور آپؐ نے فرمایا: تجھے اس سے کیا؟ اس کے ساتھ اس کی مشک ہے اور اس کے پاؤں۔ پانی پی لیتا ہے اور درختوں سے کھاتا ہے۔ اسے رہنے دو کہ اس کا مالک اسے تلاش کر لے۔ اور اس نے آپؐ سے بھولی بھٹکی بکری کی نسبت پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: وہ تیری ہے یا تیرے بھائی کی یا بھیڑیئے کی۔

اطرافه: ٩١، ٢٣٧٢، ٢٤٢٧، ٢٤٢٨، ٢٤٢٩، ٢٤٣٦، ٥٢٩٢، ٦١١٢۔

تشریح: **مَنْ عَرَّفَ اللُّقَطَةَ وَلَمْ يَدْفَعْهَا إِلَى السُّلْطَانِ:** یہ مسئلہ کہ آیا ایسی لاوارث اشیاء حکومت کا حق ہے یا نہیں؟ مالک کے نہ ملنے پر وہ سرکاری مال خانے میں داخل کی جائیں یا نہ کی جائیں؟

اس کا جواب اس باب میں یہ دیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں یہی فیصلہ فرمایا ہے کہ جس شخص کو کوئی شئے ملی ہو، وہی اسے محفوظ رکھنے اور شناخت کروانے کا ذمہ دار ہے۔ افرادِ قوم کے نفوس میں دیانت وامانت کا خلق پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اُن پر اعتماد کیا جائے اور اُن سے متعلق یہ سمجھا جائے کہ وہ دیانت دار ہیں۔ حسن ظن اور اعتماد؛ ذمہ داری کا احساس اور دیانت وامانت کی صفت پیدا کرنے میں بڑی قیمتی محرک ہیں اور اگر کسی قوم میں دیانت وامانت کی صفت پیدا ہو جائے تو یہ ایک نعمت عظمیٰ ہوگی اور اس سے نہ صرف دیانت وامانت ہی کا خلق اس میں پیدا ہوگا بلکہ کئی اخلاقی جوہر چمکیں گے اور اس کے برعکس بدظنی اور بے اعتمادی تو ایک اچھے بھلے شخص کو بھی چور بنا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لاوارث اشیاء کا ذمہ وار افراد کو گردانا ہے اور حکومت کو ان کا محافظ اور ذمہ دار نہیں بنایا اور نہ اس کے ذریعے سے ایسی چیزوں کی حفاظت آسان ہے اور نہ یہ ممکن ہے کہ ان کے مالکوں کو آسانی سے پہنچائی جاسکیں اور اسی حکمت کے پیشِ نظر عنوان باب میں نفی کا پہلو نمایاں کیا گیا ہے۔

باب ۱۲

٢٤٣٩: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ أَخْبَرَنِي الْبَرَاءُ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ح.

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: انْطَلَقْتُ فَإِذَا أَنَا بِرَاعِي غَنَمٍ يَسُوْقُ غَنَمَهُ فَقُلْتُ: لِمَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: لِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ - فَسَمَّاهُ فَعَرَفْتُهُ فَقُلْتُ: هَلْ فِي غَنَمِكَ مِنْ لَّبَنٍ؟ فَقَالَ: نَعَمْ فَقُلْتُ: هَلْ أَنْتَ حَالِبٌ لِي؟ قَالَ: نَعَمْ

۲۴۳۹: اسحاق بن ابراہیم نے مجھ سے بیان کیا کہ نضر نے ہمیں خبر دی۔ اسرائیل نے ابواسحاق سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: حضرت براء (بن عازبؓ) نے مجھے بتایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

عبداللہ بن رجاء نے بھی ہم سے بیان کیا کہ اسرائیل نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابواسحاق سے، ابواسحاق نے حضرت براءؓ سے، حضرت براءؓ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں چل پڑا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ بکریوں کا ایک چرواہا ہے جو اپنی بکریوں کو ہانک رہا ہے۔ میں نے کہا: تم کس کے چرواہے ہو؟ اس نے کہا: قریش کے ایک شخص کا۔ اس نے اس کا نام لیا۔ میں نے اس کو پہچان لیا۔ میں نے

فَأَمَرْتُهُ فَاعْتَقَلَ شَاةً مِّنْ غَنَمِهِ ثُمَّ أَمَرْتُهُ أَنْ يَّنْفُضَ ضَرْعَهَا مِنَ الْغُبَارِ ثُمَّ أَمَرْتُهُ أَنْ يَّنْفُضَ كَفَّيْهِ فَقَالَ: هٰكَذَا ضَرَبَ إِحْدَى كَفَّيْهِ بِالْأُخْرَى فَحَلَبَ كُثْبَةً مِنْ لَّبَنٍ وَقَدْ جَعَلْتُ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِدَاوَةً عَلَى فِيْهَا خِرْقَةٌ فَصَبَبْتُ عَلَى اللَّبَنِ حَتَّى بَرَدَ أَسْفَلُهُ فَانْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: اشْرَبْ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَشَرِبَ حَتَّى رَضِيْتُ.

پوچھا: کیا تمہاری بکریوں کا کچھ دودھ ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: کیا تو میرے لئے دودھ دوہے گا؟ اُس نے کہا: ہاں۔ چنانچہ میں نے اس سے فرمائش کی۔ اس پر اس نے اپنے ریوڑ سے ایک بکری پکڑی۔ میں نے کہا: اس کے تھن کو غبار سے جھاڑ کر صاف کرلے۔ پھر میں نے کہا: اپنے دونوں ہاتھوں کو بھی جھاڑ لے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا۔ پھر ایک پیالہ بھر دودھ دوہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پانی کی ایک چھاگل رکھ لی تھی۔ اس کے منہ پر کپڑا تھا۔ میں نے دودھ پر پانی ڈالا۔ یہاں تک کہ اس کے نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور میں نے کہا: یارسول اللہ! پیجئے۔ آپؐ نے پیا اور میں خوش ہو گیا۔

اطرافهُ: ٣٦١٥، ٣٦٥٢، ٣٩٠٨، ٣٩١٧، ٥٦٠٧۔

تشریح: یہ باب بلاعنوان ہے اور شارحین کو اس کی توجیہہ اور سابقہ ابواب کے مضمون سے اس کا تعلق بیان کرنے میں مشکل پیش آئی ہے۔ ابن منیرؒ وغیرہ نے یہ تاویل کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جنگل میں دودھ حاصل کرنا بھی لُقطہ ہی کی ایک قسم تھی۔ امام ابن حجرؒ نے اِس تاویل کو تکلف پر محمول کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۱۷)

ایسے اشکال کی مثالیں پہلے بھی گزر چکی ہیں۔ (دیکھئے کتاب الحج باب ۱۴: اَلصَّلَاةُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ جو بخاریؒ کے اکثر نسخوں میں متروک ہے۔) اگر یہ باب؛ باب ۸ کے بعد ہوتا تو اس کا تعلق اس لحاظ سے قابل فہم تھا کہ بکریوں کے چرواہے سے دودھ حاصل کرنے میں مضائقہ نہیں سمجھا جاتا تھا اور نہ مالک کی اجازت کی ضرورت تھی کہ عام رواج اسی طرح تھا۔ مگر یہ باب اس سے الگ اور خاتمہ پر قائم کیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا واقعہ سے ظاہر ہے کہ ریوڑ کے مالک کو اپنے چرواہے پر اور چرواہے کو اپنے مالک پر پورا اعتماد تھا اور یہی اعتماد راعی اور رعایا کے درمیان ہونا چاہیے۔ حضرت ابوبکرؓ کو بھی چرواہے اور مالک دونوں پر اعتماد تھا۔ اس جہت سے باب کا تعلق سابقہ ابواب سے خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

٤٦- كِتَابُ الْمَظَالِمِ

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

فِي الْمَظَالِمِ وَالْغَصْبِ

ظلم وغصب (کی شکایات) سے متعلق (احکام)

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى: وَلَا تَحْسَبَنَّ اللهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿٤٢﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ (ابراهيم: ٤٣-٤٤) رَافِعِي رُءُوْسِهِمْ الْمُقْنِعُ وَالْمُقْمِحُ وَاحِدٌ.

اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر: یہ نہ سمجھو کہ اللہ اُن کاموں سے غافل ہے جو یہ ظالم کر رہے ہیں۔ انہیں تو وہ اس مصیبت کے دن تک ڈھیل دے رہا ہے جس میں آنکھیں دہشت سے پتھرا جائیں گی۔ ٹکٹکی باندھے سر اُوپر اُٹھائے ہوئے گردنیں تانے ہوئے ہراساں افراتفری میں بھاگے چلے آئیں گے۔ مُقْنِعٌ اور مُقْمِحٌ کے الفاظ معناً ایک ہی ہیں۔

تشریح: فِي الْمَظَالِمِ وَالْغَصْبِ: مَظَالِم، مَظْلِمَةٌ کی جمع ہے جو مصدر میمی ہے۔ کہتے ہیں: ظَلَمَ يَظْلِمُ ظُلْمًا وَ مَظْلِمَةً ۔ یعنی اُس نے غیر کے مال میں ناجائز تصرف اور حق تلفی کی۔ اسی طرح کہتے ہیں: عِنْدَ فُلَانٍ مَظْلِمَتِيْ وَ ظَلَامَتِيْ. اُس کے پاس میرا حق ہے۔ ظُلْمٌ کے معنے ہیں: وَضْعُ الشَّيْءِ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعِهِ جہاں کسی شئے کی جگہ ہو؛ وہاں نہ رکھی جائے بلکہ کسی اور جگہ رکھی جائے۔ یہی مفہوم ناجائز تصرف اور حق تلفی میں پایا جاتا ہے۔ غصب کے معنی ہیں: زبردستی چھیننا یا قبضہ کرنا۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۸۳، ۲۸۴)

ابواب متعلقہ اصل موضوع شروع کرنے سے قبل سورۂ ابراہیم کی آخری آیات میں سے ایک ایسی آیت کا حوالہ دیا گیا ہے جس میں ظالم کا تین دفعہ ذکر وارد ہوا ہے اور اس سے الٰہی انتقام میں تاخیر والتواء کے بعد عبرتناک مؤاخذہ کرنے اور سزا دینے کے بارے میں سنت الٰہیہ بیان کی گئی ہے۔ اس آیت میں قریش مکہ کے جور و جفا کے بدانجام کی پیشگوئی ہے جس میں ظالموں کی سراسیمگی اور پریشان حالی کی تصویر لفظوں سے کھینچی گئی ہے: مُهْطِعِيْ، مُقْنِعِيْ اور هَوَآء. امام بخاریؒ نے آیت معہ تشریح الفاظ کا حوالہ دے کر ظلم کے انجام اور وبال کی طرف توجہ دلائی ہے جو رہتی دنیا تک ایک ابدی شہادت ہے کہ ظلم کبھی فروغ نہیں پاتا اور اس کا بدانجام نہایت ہی بھیانک منظر دِکھاتا ہے۔ محولہ بالا آیت ایسے سیاق میں وارد ہوئی ہے جس کا تعلق صرف وادئ مکہ کے واقعات ہی سے نہیں بلکہ قوم فرعون اور اس سے قبل کی اقوام عاد، ثمود اور

مابعد کی اقوام عالم سے بھی ہے۔(لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللّٰهُ) جن کے نشان مٹ گئے اور سوائے اللہ کے انہیں کوئی نہیں جانتا۔ ان میں سے ہر ظالم قوم کے بدانجام سے رسول کے ذریعے آگاہ کیا گیا تھا۔ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ. اُن کے ربّ نے اُن رسولوں کو وحی کی کہ ہم ضرور ظالموں کو ہلاک کریں گے اور اُن کے بعد تمہیں زمین میں آباد کریں گے۔(دیکھئے سورۃ ابراہیم: ۹ تا ۱۵) مشار الیہا اقوام کی تاریخ کم وبیش پانچ چھ ہزار سال کے زمانہ طویل پر پھیلی ہوئی ہے اور اس میں بار بار ظلم کا انجام ہلاکت وتباہی کی شکل میں ظاہر ہوا۔ امام بخاریؒ کا یہ انتخاب موضوع کتاب سے پوری مناسبت رکھتا ہے۔ ان آیات کی مزید تشریح کے لئے دیکھئے: تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۴۴۸ تا ۴۵۵۔

ذیل میں محولہ آیات کا مسلسل ترجمہ دیا جاتا ہے: یہ نہ سمجھو کہ جو کچھ یہ ظالم (قریش مکہ) کر رہے ہیں، اللہ اس سے غافل ہے۔ وہ تو انہیں صرف اس دن تک ڈھیل دے رہا ہے جس دن شدت خوف وحیرت کے مارے اُن کی ٹکٹکی بندھ جائے گی۔ خوفزدہ ہوکر سر اُٹھائے بے تحاشا اِدھر اُدھر بھاگیں گے۔ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور دل انتہائی مایوسی میں بیٹھے جا رہے ہوں گے۔ اور تو لوگوں کو اس حادثہ سے آگاہ کردے کہ جب یہ سزا آئے گی تو ظالم اُس وقت کہیں گے: اے ہمارے اللہ! اس سزا میں ہمیں کچھ مہلت دے کہ ہم تیری دعوت قبول کریں گے اور رسول کی پیروی کریں گے۔ (اب مہلت کا وقت کیسا) کیا تم نے ایسی قسمیں پہلے نہیں کھائی تھیں کہ تمہیں کسی قسم کا زوال نہیں آئے گا، بحالیکہ ظالموں کے مکانوں میں تم رہے، جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور تم پر روشن ہو گیا کہ ہم نے ان کے مکینوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا اور تمہارے لئے عبرتناک نمونے قائم کئے۔ یقیناً وہ اپنی ساری تدبیریں کر چکے ہیں اور ان کی ہر تدبیر اللہ کے پاس محفوظ ہے۔ ان کی تدبیریں ایسی تھیں کہ پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائیں (مگر وہ سب اکارت گئیں۔) سو تم مت سمجھو کہ اللہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی کرنے والا ہے۔ یقیناً وہ غالب اور سزا دینے والا ہے۔(ابراہیم: ۴۳ تا ۴۸)

اَقْنَعَ کے معنے ہیں: سر اُٹھایا اور سر جھکایا۔ یہ لفظ اضداد میں سے ہے۔ اَقْمَحَ بھی اسی مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ اور هَطَعَ کے معنے خوف کے مارے بھاگا آیا، ٹکٹکی لگا کر دیکھنے لگا۔ اسی طرح اس کے معنے ہیں: ذلت وندامت میں آنکھیں نیچی کرلیں۔ هَوَاءٌ کے معنی جُوْفًا ہیں جو اَجْوَف کی جمع ہے یعنی خالی، کھوکھلا۔ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ: دل اُمید سے خالی ہوں گے۔ اُن پر مایوسی اور اداسی چھا جائے گی، ہوائیاں اڑیں گی، حواس باختگی طاری ہوگی۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۸۴) تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ کی کیفیت مذکورہ بالا الفاظ سے بیان کی گئی ہے۔ قریش کے لئے فتح مکہ کی گھڑی سخت مصیبت خیز گھڑی تھی۔ ابوسفیان جو اسلام لانے سے قبل ان کے سرغنہ تھے۔ ان کا حال حضرت حسان بن ثابتؓ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

أَلَا أَبْلِغْ أَبَا سُفْيَانَ عَنِّي　　　فَأَنْتَ مُجَوَّفٌ نَخِبٌ هَوَاءٌ

ابوسفیان کو میری طرف سے پیغام پہنچا دو کہ تیری یہ حالت ہے کہ دل مارے خوف کے باہر ہے اور سینہ کھوکھلا ہے۔ جیسے شِکرا اپنے شکار کا دل باہر نکال لیتا ہے۔ پریشانی اور گھبراہٹ کی وجہ سے تم حواس باختہ سراسیمہ حال ہو۔ تمہاری عقل ٹھکانے نہیں۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۱۹)

بالکل یہی حال ابوسفیان اور اُس کے ساتھیوں کا تھا۔ ظالموں کا انجام بیان کرنے میں مذکورہ بالا آیات جامع ہیں اور ان میں آٹھ باتیں بیان ہوئی ہیں۔ آئندہ ابواب میں ظلم اور اس کا اِرتکاب کرنے والوں کے بارے میں انہی امور کا ذکر ہوگا۔

بَاب ۱ : قِصَاصُ الْمَظَالِمِ

ظلموں کا بدلہ

قَالَ مُجَاهِدٌ: مُهْطِعِيْنَ (ابراهيم:٤٤) **مُدِيْمِي النَّظَرِ وَقَالَ غَيْرُهُ: مُسْرِعِيْنَ. لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ** (ابراهيم: ٤٤) **يَعْنِي جُوْفًا لَا عُقُوْلَ لَهُمْ.**

اور مجاہد نے کہا: مُهْطِعِيْنَ کے معنے ہیں: ٹکٹکی باندھے بغیر پلک جھپکائے دیکھنے والے اور مجاہد کے علاوہ کسی نے یہ بھی کہا ہے: (اسے بھی مُهْطِعٌ کہتے ہیں جو خوف کی وجہ سے) جلدی جلدی چلنے والا ہو۔ (اللہ تعالیٰ اس کے بعد فرماتا ہے:) اُن کی نگاہیں اپنی طرف نہیں لوٹ سکیں گی اور حواس باختہ ہوں گے۔ (اَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ کے لفظی) معنے ہیں: ان کے دل خالی ہوں گے یعنی عقل و ہوش ٹھکانے نہ ہوں گے۔

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۙ﴿٤٥﴾ وَّسَكَنْتُمْ فِىْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿٤٦﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ

(اور فرماتا ہے:) اور لوگوں کو اُس دن سے آگاہ کردو جس دن ان پر موعود عذاب آئے گا تو وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا ہوگا، پکاریں گے: اے ہمارے ربّ! ہمیں تھوڑی سی مہلت دے کہ ہم تیری دعوت قبول کریں اور رسولوں کی پیروی کریں۔ انہیں جواب ملے گا: کیا تم ہی وہ نہ تھے جنہوں نے پہلے بھی قسمیں کھا کر کہا تھا کہ تمہیں کبھی زوال نہیں ہوگا اور تم ان لوگوں کے مکانوں میں بسے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تمہیں اچھی طرح معلوم ہو گیا تھا کہ ہم نے ان سے کیا کچھ کیا اور ہم نے عبرتناک نمونے بھی قائم کردئے تھے اور اب یہ لوگ بھی اپنے سارے حیلے

مِنۡهُ الۡجِبَالُ ﴿۴۷﴾
فَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰهَ مُخۡلِفَ وَعۡدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ ﴿۴۸﴾

(ابراهيم: ٤٥-٤٨)

کر چکے ہیں اور اُن کی سب تدابیر اللہ کے پاس محفوظ ہیں اور اُن کے حیلے ایسے تھے کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جائیں۔ سو ہرگز نہ سمجھو کہ اللہ اپنے اس وعدے کے خلاف کرنے والا ہے جو اپنے رسولوں سے کر چکا ہے۔ اللہ یقیناً غالب ہے اور سزا دینے والا ہے۔

٢٤٤٠: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ حُبِسُوْا بِقَنْطَرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَيَتَقَاصُّوْنَ مَظَالِمَ كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا حَتَّى إِذَا نُقُّوْا وَهُذِّبُوْا أُذِنَ لَهُمْ بِدُخُوْلِ الْجَنَّةِ فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَأَحَدُهُمْ بِمَسْكَنِهِ فِي الْجَنَّةِ أَدَلُّ بِمَنْزِلِهِ كَانَ فِي الدُّنْيَا.

۲۴۴۰: اسحاق بن ابراہیم نے ہمیں بتایا کہ معاذ بن ہشام نے ہمیں خبر دی (انہوں نے کہا:) میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے ابوالمتوکل ناجی سے، انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوسعیدؓ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جب مومن دوزخ سے نجات پائیں گے وہ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک دیئے جائیں گے۔ پھر وہ ایک دوسرے سے ان ظلموں کا بدلہ لیں گے جو دنیا میں ان کے درمیان ہوئے۔ یہاں تک کہ جب وہ ہر نقص سے پاک و صاف کر دیئے جائیں گے تو ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی۔ اُسی ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے؛ اُن میں سے ہر شخص جنت میں اپنے اپنے ٹھکانے سے متعلق زیادہ علم رکھنے والا ہوگا، بہ نسبت اس علم کے جو وہ اپنے دنیاوی مکان کا رکھتا تھا۔

وَقَالَ يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ.

اور یونس بن محمد نے بھی کہا کہ شیبان نے ہمیں بتایا کہ قتادہ سے روایت ہے کہ ابوالمتوکل نے ہمیں یہی بتایا۔

طرفهُ: ٦٥٣٥.

تشریح: **قِصَاصُ الْمَظَالِمِ:** قصاص کے معنے ہیں: انتقام لینا اور یہ شرعی احکام میں سے ایک اہم حکم ہے۔ یہ تین قسم کا ہے: **ایک قسم** کا انتقام تو اسی دنیا میں ضروری ہے۔ جیسا کہ فرمایا: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی ؕ فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِکَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرۃ:۱۷۹،۱۸۰) اے وہ جو ایمان لائے ہو! تم پر مقتولوں کے بارے میں برابر کا بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے۔ اگر قاتل آزاد مرد ہو تو وہی آزاد قاتل بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔ اگر غلام قاتل ہو تو وہی غلام قاتل بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔ اگر عورت قاتل ہو تو وہی قاتل عورت بدلہ میں قتل کی جائے گی۔ جس (قاتل) کو اُس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا جائے تو مقتول کے وارث کو بقیہ تاوان مناسب طور پر وصول کرنا چاہیے اور قاتل کو عمدگی سے تاوان اُس کو ادا کرنا چاہیے۔ یہ تمہارے ربّ کی طرف سے رعایت اور رحمت ہے۔ اس کے بعد جو شخص زیادتی کرے گا اُس کے لئے دردناک سزا مقدر ہے۔ اور اے عقل مندو! تمہارے لئے اس بدلہ لینے میں زندگی کی حفاظت ہے اور یہ حکم اس لئے ہے تا تم بچے رہو۔ ان آیات میں اس قصاص کا ذکر ہے جس کا نفاذ شرعی طور پر حکومت کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ **دوسری قسم** کا وہ الٰہی انتقام ہے جس کا ظہور اسی دنیا میں ہوتا ہے۔ **تیسری قسم** کا انتقام وہ ہے جس کا ظہور حیاتِ آخرت میں ہوگا۔ قرآن مجید میں تینوں قسم کے قصاص کا ذکر ہے۔

باب اوّل کے تحت جو روایت درج کی گئی ہے، اس سے پایا جاتا ہے کہ جنت میں اس وقت تک انسان داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا کامل تزکیہ نہ ہو جائے۔ وہ حقوق جن کے بارے میں اس نے دنیا میں ظلم سے کام لیا۔ اگر دنیا میں ان کا بدلہ نہ لیا گیا تو حیاتِ آخرت میں لیا جائے گا۔ مندرجہ بالا حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نفس بشری کا تنقیہ اور تزکیہ آگ کے ذریعہ سے ہوگا اور ہر نفس کامل تنقیہ کے بعد ہی اپنے جنتی مقام میں داخل ہو سکے گا۔ اس تعلق میں تشریح کتاب الایمان باب ۱، ۱۴ دیکھئے۔ اور کتاب الزکوٰۃ تشریح باب ۳ بھی دیکھئے۔

دنیا میں جو قصاص انسانوں کے ذریعہ سے جاری ہے وہ کیا بلحاظ تحقیق و تنقید اور کیا بلحاظ اثر و نتیجہ بہت ہی محدود اور ناقص صورت رکھتا ہے۔ اس لئے یہ خیال کرنا کہ وہ ظلم جو بلا قصاص ہیں یا جن کا بدلہ پورے طور پر نہیں لیا گیا اُن کا آئندہ کوئی محاسبہ نہیں ہوگا؛ اس تقدیرِ الٰہی کے خلاف ہے جو دنیا میں مشہود ہے اور اس منشاءِ الٰہی کے بھی خلاف ہے جس کا اظہار انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے ہوتا رہا ہے۔ اس لئے یہ خیال خالق کون و مکان کی اس صفت سبوحیت اور قدوسیت کے بھی مغایر ہے؛ عالم کا ذرّہ ذرّہ جس کی شہادت دے رہا ہے۔ اس بارے میں مذاہب عالم کا جو عقیدہ ہے کہ محاسبہ اعمال کی میزان مابعد الموت بھی قائم ہوگی، وہ اس لئے بھی معقول ہے کہ جب تک عقیدہ عملی جامہ نہ پہنے، انسانی پیدائش کی علّت غائی کمال پذیر نہیں ہو سکتی۔

اس تعلق میں دیکھئے: اسلامی اصول کی فلاسفی - دوسرے سوال کا جواب۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۶ تا ۴۱۴۔

بَاب ۲ : قَوْلُ اللهِ تَعَالَى: اَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (هود: ۱۹)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: ہوشیار رہو، ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوا کرتی ہے

۲٤٤١ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ: حَدَّثَنِيْ قَتَادَةُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ: بَيْنَمَا أَنَا أَمْشِي مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا آخِذٌ بِيَدِهِ إِذْ عَرَضَ رَجُلٌ فَقَالَ: كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّجْوَى؟ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ اللهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ وَيَسْتُرُهُ فَيَقُوْلُ: أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ أَيْ رَبِّ حَتَّى إِذَا قَرَّرَهُ بِذُنُوْبِهِ وَرَأَى فِي نَفْسِهِ أَنَّهُ هَلَكَ قَالَ: سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطَى كِتَابَ حَسَنَاتِهِ وَأَمَّا الْكَافِرُ☆ وَالْمُنَافِقُوْنَ فَيَقُوْلُ الْأَشْهَادُ: هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ

۲۴۴۱: موسیٰ بن اسماعیل نے ہمیں بتایا۔ ہمام نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا: قتادہ نے صفوان بن محرز مازنی سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ وہ کہتے تھے: ایک بار میں حضرت (عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ چلا جا رہا تھا اور ان کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا کہ ایک شخص سامنے سے آیا اور اس نے کہا: آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نجوی (سرگوشی) کی نسبت کیا سنا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: اللہ مومن کو اتنا قریب کرلے گا کہ اس پر وہ اپنا سایۂ رحمت ڈالے گا اور اس کی پردہ پوشی کرے گا اور پوچھے گا: کیا تجھے فلاں گناہ معلوم ہے؟ کیا تجھے فلاں گناہ معلوم ہے؟ وہ کہے گا: اے میرے ربّ! ہاں۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے سارے گناہوں کا اقرار کرالے گا اور وہ مومن اپنے دل میں سمجھے گا کہ وہ ہلاک ہوگیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں کی پردہ پوشی کی تھی اور میں آج بھی تیری پردہ پوشی کرتا ہوں۔ پھر اس کی نیکیوں کی کتاب اس کو دی جائے گی اور جو کافر☆ ومنافق ہوں گے تو سب

☆ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں "اَلْكَافِرُ" کی جگہ "اَلْكَافِرُوْن" کا لفظ ہے۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ۱۲۰)

كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۙ﴿١٩﴾ (هود:١٩)

گواہ کہیں گے: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ربّ پر جھوٹ باندھا۔ ہوشیار رہو، ظالموں پر اللہ کی لعنت ہوگی۔

اطرافہ: ٤٦٨٥، ٦٠٧٠، ٧٥١٤۔

تشریح: **اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ:** لَعْنَةٌ کے معنے رحمت سے دوری کے ہیں۔ قرآن مجید میں صراحت سے آیا ہے کہ خالق نے انسان کو اپنی رحمت کے لئے پیدا کیا ہے۔ فرماتا ہے: وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۙ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ O (ھود:۱۱۹، ۱۲۰) اور اگر تیرا ربّ اپنی ہی مشیت نافذ کرتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی جماعت بنا دیتا۔ چونکہ اس نے ایسا نہیں کیا (اور انہیں ان کی عقل اور اختیار پر چھوڑ دیا ہے) وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے؛ سوائے ان کے جن پر تیرے ربّ نے رحم کیا ہے اور اسی رحم کا مورد بنانے کے لئے اس نے انہیں پیدا کیا ہے اور تیرے ربّ کا یہ فرمودہ ضرور پورا ہوگا کہ میں جہنم کو یقیناً ان سب جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا جو اختلاف کا موجب بنتے ہیں۔

آیت زیرعنوان میں اسی رحمت سے دُوری کا ذکر ہے اور یہ بُعد عربی زبان میں لعنت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کا سبب ظلم ہے۔ تاوقتیکہ ظلم کا علاج نہ ہو؛ رحمت الٰہی کا کامل ظہور نہیں ہوسکتا۔ یہ آیت جس کا حوالہ دوسرے باب کے عنوان میں دیا گیا ہے اس میں اسی تنقیہ اور تزکیہ کی صورت بیان کی گئی ہے، جس کا ذکر سابقہ باب میں گزر چکا ہے۔ یہ تنقیہ بذریعہ قصاص کچھ تو اس دنیا میں ہوگا اور باقی آخرت میں۔ جب تک یہ نہ ہوگا جنت کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ O لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِيْنَ O (الاعراف:۴۱، ۴۲) وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے اور تکبر کر کے ان سے اعراض کیا ہے ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ اُونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو۔ اور ہم ان لوگوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں جو ہم سے تعلق قطع کرتے ہیں۔ ان کے لئے بچھونا بھی جہنم ہوگا اور اوڑھنے بھی جہنم ہی کے ہوں گے اور ہم ظالموں کو اِسی طرح جزا دیتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان آیات کا حوالہ دے کر سابقہ مضمون سے ربط پیدا کر دیا ہے کہ قصاصِ مظالم کی غرض و غایت دراصل تنقیہ اور تزکیہ ہے جو جنت میں داخل ہونے کی پہلی اور آخری شرط ہے اور یہ غرض وغایت قصاص اور مختلف قسم کے ابتلاؤں کے ذریعے پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہے۔ فرماتا ہے: وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِيْنَ O وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِيْنَ O اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِيْنَ O (آل عمران: ۱۴۱ تا ۱۴۳) اور یہ (فتح اور شکست کے) دن ایسے ہیں کہ ہم انہیں لوگوں کے درمیان

نوبت بہ نوبت چکر دیتے رہتے ہیں (تا کہ وہ عبرت حاصل کریں) اور تا کہ اللہ (امتحان کے ذریعے) ان لوگوں کو ظاہر کر دے جو ایمان لے آئے ہیں اور تم میں سے بعض کو شہید بنائے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور تا کہ جو مومن ہیں انہیں اللہ پاک وصاف کر کے نکھار دے اور کافروں کو ہلاک کر دے۔ کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو نمایاں نہیں کیا جو مجاہد ہیں اور نہ انہیں جو صابر ہیں۔ اور اسی تعلق میں فرماتا ہے: وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ O (آل عمران: ۱۵۵) تا کہ اللہ ابتلاؤں کے ذریعہ سے جو تمہارے سینوں میں ہے، اس کا امتحان لے۔ اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے پاک اور صاف کر کے کندن بنا دے۔ اور اللہ سینوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔ ظالموں کے ذریعے سے جو ابتلاء مومنوں کے لئے دنیا میں مقدر ہے۔ وہ ایک سنت اللہ ہے جو دو مقصد اپنے اندر رکھتی ہے۔ ایک مومنوں کی تنقیح وتمحیص (یعنی نکھارنا) اور دوسرا ظالموں کو سزا جو اُسی وقت نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہے جب ظلم انتہاء تک پہنچتا ہے اور اس کا ظہور ایسے رنگ سے ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کے لئے عبرت کا نمونہ بن جاتا ہے۔ غرض دنیا اور آخرت میں قصاصِ مظالم کا جو قانون جاری ہے وہ حق وحکمت پر مبنی ہے۔ مذکورہ بالا دونوں باب بطور تمہید ہیں اور روایت نمبر ۲۴۴۱ کے آخر میں ایک اور آیت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جو یہ ہے: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ط اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ج اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ O الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ط وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ O (ھود: ۱۹، ۲۰) اور اُس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ ایسے لوگ اپنے ربّ کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ اور گواہ کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ربّ پر جھوٹ باندھا۔ سو ان ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچنے والی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں اور اُس میں کجی پیدا کرنا چاہتے ہیں اور یہی لوگ آخرت کے منکر ہیں۔ اس آیت میں ظلم اپنے وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے اور بتایا گیا ہے کہ قیامت کے روز ظالموں سے پرسش ہوگی اور وہ سزا پائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں میں قصاص ہوگا۔ خدا تعالیٰ کی طرف ناحق باتوں کا منسوب کرنا بھی ظلم کہلاتا ہے کیونکہ ظلم کے معنے ہیں کہ کسی بات کو برمحل نہ رکھنا۔ محولہ بالا روایت دیکھئے: کتاب التوحید باب ۳۶ روایت نمبر ۷۵۱۴ و کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ ہود باب ۴ روایت نمبر ۴۶۸۵ و کتاب الادب باب ۶۰ روایت نمبر ۶۰۷۰۔

بَاب ۳: لَا يَظْلِمُ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ وَلَا يُسْلِمُهُ

مسلمان مسلمان پر ظلم نہ کرے اور نہ وہ اسے (کسی ظالم کے) سپرد کرے

۲۴۴۲: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ

۲۴۴۲: یحیٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عُقَیل سے، عُقَیل نے

شِهَابٍ أَنَّ سَالِمًا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لاَ يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيْهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُّسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ابن شہاب سے روایت کی کہ سالم نے انہیں خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ خود اُس پر ظلم کرے اور نہ اسے (ظالم کے) سپرد کرے۔ اور جو شخص اپنے بھائی کے کام میں مشغول ہوگا، اللہ بھی اس کے کام میں مشغول رہے گا۔ اور جس نے کسی مسلمان سے کوئی تکلیف دور کی اللہ یومِ قیامت کی تکالیف میں سے ایک تکلیف اُس سے دور کرے گا۔ اور جس نے ایک مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ بھی قیامت کے روز اُس کی پردہ پوشی کرے گا۔

طرفهُ: ٦٩٥١۔

تشریح: **لَا يَظْلِمُ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ وَلَا يُسْلِمُهُ:** معاشرہ اِسلامیہ سے تعلق رکھنے والے مسلم افراد کے ایک دوسرے پر پانچ حق ہیں۔ اول: وہ کسی کی حق تلفی نہ کریں یا کسی کا حق غصب نہ کریں۔ دوم: کسی ظالم کو اُن پر ظلم نہ کرنے دیں۔ سوم: ایک دوسرے کی حاجت روائی کرنے میں سرگرم عمل رہیں۔ اِس بارہ میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ. (مسلم، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر) اللہ اپنے بندے کا مددگار رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کا مددگار رہے۔ چہارم: مبتلائے مصیبت وغم کو رہائی دلائیں۔ پنجم: عیب کی پردہ پوشی کریں۔ یہ حقوق منفی ومثبت دونوں پہلوؤں سے معاشرہ کے تعلقات کی سلامتی اور استواری کے لئے ازبس ضروری ہیں۔ امام مسلمؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کی جو روایت اس بارہ میں نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: وَلَا يَحْقِرُهُ. (مسلم، كتاب البر والصلة والآداب. باب تحريم ظلم المسلم) کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر نہ سمجھے اور نہ اُس کی ہتک کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جو خطبہ منیٰ کے مقام پر دیا، اس میں صراحت ہے کہ مسلمانوں کی جانیں اور آبروئیں اور ان کے اموال اَبدالآباد تک اُن پر حرام یعنی قابل عزت ہیں۔ (كتاب الحج باب ۱۳۲، روایت نمبر ۱۷۳۹)

بَاب ٤ : أَعِنْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُوْمًا

اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم

٢٤٤٣ : حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ وَحُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ سَمِعَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُوْمًا.

اطرافهُ: ٢٤٤٤، ٦٩٥٢۔

۲۴۴۳: عثمان بن ابی شیبہ نے ہمیں بتایا۔ ہشیم نے ہم سے بیان کیا کہ عبیداللہ بن ابی بکر بن انس اور حمید طویل نے ہمیں بتایا۔ ان دونوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کر، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔

٢٤٤٤ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُوْمًا قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ هَذَا نَنْصُرُهُ مَظْلُوْمًا فَكَيْفَ نَنْصُرُهُ ظَالِمًا؟ قَالَ: تَأْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ.

اطرافهُ: ٢٤٤٣، ٦٩٥٢۔

۲۴۴۴: مسدّد نے ہم سے بیان کیا کہ معتمر (بن سلیمان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حمید سے، حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کر، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ (صحابہؓ نے) کہا: یا رسول اللہ! مظلوم کی تو ہم مدد کریں گے کیونکہ وہ مظلوم ہے، لیکن ظالم ہو تو اُس کی کیسے مدد کریں؟ آپؐ نے فرمایا: اُس کے ہاتھوں کو پکڑ لو۔

تشریح: اَعِنْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا: اس باب کے تحت دو روایتیں درج ہیں اور دونوں میں ہی الفاظ ”اُنْصُرْ اَخَاکَ“ ہیں یعنی اپنے بھائی کی نصرت کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ نصرت ایسی مدد کو کہتے ہیں جو تعدی کی حالت میں کی جاتی ہے مگر عنوان میں بجائے اُنْصُرْ کے اَعِنْ کا لفظ اختیار کیا گیا ہے۔ عَوْنٌ یا اِعَانَةٌ ہر قسم کی مدد پر اطلاق پاتا ہے۔ امام ابن حجرؒ کے نزدیک اس لفظی تصرف سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو حُدَیج بن معاویہ کی سند سے مرفوع نقل کی گئی ہے۔☆ اور اس میں لفظ اُنْصُرْ کی جگہ اَعِنْ ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۲۲)

☆ (الكامل فى ضعفاء الرجال، أسامى شتى ممن ابتداء أساميهم حاء، حديج بن معاويه، جزء۲ صفحہ۴۳۱)

ظالم کو ظلم سے روکنا درحقیقت ظالم ہی کی مدد ہے۔ قرآن مجید میں لفظ عَوْنٌ عام مدد اور نُصْرَةٌ خاص مدد کے مفہوم میں وارد ہوا ہے۔ جیسے فرمایا: تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ص وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. (المائدہ: ۳) نیکی وتقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ لفظ عَوْن سے ہی ہماری روزمرہ کی دعا اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہے۔ اسْتَعَان کے معنے مدد طلب کی اور نَسْتَعِيْنُ کے معنے ہیں: ہم مدد طلب کرتے ہیں۔ نصرت کے لفظ کا استعمال جس آیت سے واضح ہوتا ہے؛ وہ یہ ہے۔ فرماتا ہے: مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ط اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ O (البقرہ: ۲۱۵) مومن کہتے ہیں کہ اللہ کی نصرت کب آئے گی؟ سنو! اللہ کی نصرت یقیناً بہت نزدیک ہے۔ اِس سے قبل کی آیت یہ ہے: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ط مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ط (البقرہ: ۲۱۵) کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تک تم پر اُن لوگوں کی سی حالت نہیں آئی جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔ انہیں تنگی اور تکلیف پہنچی اور ان پر زلزلہ برپا کیا گیا؛ حتیٰ کہ رسول اور اس کے ساتھی مومن بھی پکار اُٹھے: اللہ کی نصرت کب آئے گی؟ اس آیت سے نصرت کا مفہوم واضح ہوتا ہے کہ وہ ایسی الٰہی مدد ہے جو تلخیوں کے وقت ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ط وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ O (الحج: ۴۰) وہ لوگ جن سے بلاوجہ جنگ کی جارہی ہے ان کو بھی جنگ کی اجازت دی گئی ہے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ یقیناً اُن کی مدد پر قادر ہے۔ اِن حوالوں سے عَوْنٌ اور نُصْرَةٌ کے معانی کا فرق معلوم ہو جاتا ہے۔ حدیث اُنْصُرْ اَخَاكَ میں دونوں قسم کی مدد مراد ہے۔

بَاب ٥: نَصْرُ الْمَظْلُوْمِ

مظلوم کی مدد کرنا

٢٤٤٥: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدٍ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ فَذَكَرَ عِيَادَةَ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعَ الْجَنَائِزِ وَتَشْمِيْتَ الْعَاطِسِ وَرَدَّ السَّلَامِ

۲۴۴۵: سعید بن ربیع نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اشعث بن سُلیم سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے معاویہ بن سُوَید سے سنا۔ (وہ کہتے تھے:) میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے سات باتیں کرنے کا حکم دیا اور سات باتوں سے منع فرمایا۔ پھر انہوں نے (اُن باتوں کا) ذکر کیا (جن کے کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ یعنی) بیمار کی

وَنَصْرَ الْمَظْلُوْمِ وَإِجَابَةَ الدَّاعِي وَإِبْرَارَ الْقَسَمِ.☆

عیادت اور جنازوں کے ساتھ جانا اور چھینک مارنے والے کا جواب دینا اور سلام کا جواب دینا اور مظلوم کی مدد کرنا اور دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرنا اور قسم دینے والے☆ کی قسم پورا کرنا۔

اطرافہُ: ۱۲۳۹، ۵۱۷۵، ۵۶۳۵، ۵۶۵۰، ۵۸۳۸، ۵۸۴۹، ۵۸۶۳، ۶۲۲۲، ۶۲۳۵، ۶۶۵۴۔

۲۴۴۶: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ.

۲۴۴۶: محمد بن علاء نے ہم سے بیان کیا کہ ابواسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے برید سے، برید نے ابوبردہ سے، ابوبردہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایسی عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط کرتا ہے اور (یہ کہہ کر وضاحت کے لئے) آپؐ نے ایک ہاتھ کی اُنگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی اُنگلیوں میں ڈالا۔

اطرافہُ: ۴۸۱، ۶۰۲۶۔

تشریح: **نَصْرُ الْمَظْلُوْمِ:** امام ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ کا خیال ہے کہ یہ باب اس غرض سے قائم کیا گیا ہے کہ مظلوم کی مدد واجب ہے اور اس وجوب کی کیا نوعیت ہے؟ فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟ ہر مسلمان کو یہ فرض ادا کرنا چاہیے یا اگر بعض افراد مظلوم کی مدد کریں تو یہ کافی ہے اور باقیوں سے یہ فرض ساقط ہو جائے گا؟ ابن سراقہ کے نزدیک جو شافعی المذہب ہیں، یہ حکم ایسا ہی واجب ہے جیسا سلام کا جواب دینا ہر مسلمان پر واجب ہے یا جیسے دعوتِ طعام قبول کرنا ہر مسلمان کے لئے واجب ہے، یا جائز بات میں اگر قسم کا مطالبہ کیا جائے تو پورا کرنا واجب ہے۔ وجوب کی یہ صورت مندوب ہے۔ یعنی جب مظلوم کی مدد کے لئے بلایا جائے تو اس کا انکار کرنا گناہ اور قابل مؤاخذہ ہے اور اس پر لبیک کہنا ضروری ہے۔ ابن بطالؒ کا بھی یہی خیال ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۲۹۰) امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے۔ اگرچہ سب مسلمان مخاطب ہیں لیکن اُس شخص پر جسے ازالہ ظلم کی قدرت حاصل ہو؛ اُس پر حکم کی تعمیل فرضِ واجب ہو جاتی ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۲۳) جیسے حاکم وقت ہے جو ازالۂ ظلم پر قدرت رکھتا ہے۔ اُس کا فرض ہے کہ وہ ازالۂ ظلم کرے۔ اور یہی بات معقول مذہب ہے۔

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ "اَلْمُقْسِم" کا لفظ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۲۹۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

امام بخاریؒ نے عنوان باب مطلق رکھا ہے۔ اس لئے کہ تعمیل حکم کا تعلق حالات سے ہے اور مخاطبین کی قدرت یا عدم قدرت مندرجہ بالا حدیث سے ظاہر ہے۔ کیونکہ نصرتِ مظلوم، عیادت، نماز جنازہ، تشمیت (یعنی چھینک کا جواب کلمۂ دعا سے دینا)، سلام کا جواب سلام سے دینا، دعوت قبول کرنا، قسم دینا، دلانا اور اُسے پورا کرنا یہ سب اُمور از قسم فرائض مندوب ہیں۔ باب کی دوسری روایت سے ظاہر ہے کہ یہ باتیں ان اُمور میں سے ہیں جو معاشرہ کی مضبوطی کے لئے ضروری ہیں۔ اِنہیں ترک کرنا یا ان میں سہل انگاری سے کام لینا معاشرہ کی کمزوری کا باعث ہے۔

بَاب ٦ : اَلِانْتِصَارُ مِنَ الظَّالِمِ

ظالم سے بدلہ لینا

لِقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا (النساء: ١٤٩) وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ (الشورى: ٤٠)

کیونکہ اللہ جل ذکرہٗ فرماتا ہے: اللہ تعالیٰ بری بات کا اعلان پسند نہیں کرتا مگر جو مظلوم ہو، وہ اظہار کرسکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سمیع وعلیم ہے۔ (اور یہ بھی فرماتا ہے:) وہ لوگ جب اُن پر ظلم ہوتا ہے تو وہ مناسب بدلہ لیتے ہیں۔

قَالَ إِبْرَاهِيْمُ: كَانُوْا يَكْرَهُوْنَ أَنْ يُّسْتَذَلُّوا فَإِذَا قَدَرُوْا عَفَوْا.

ابراہیم (نخعی) نے کہا: (صحابہؓ) بہت ناپسند کرتے تھے کہ وہ کمزور سمجھے جائیں۔ جب وہ قابو پاتے تو درگزر کرتے۔

تشریح: اَلْاِنْتِصَارُ مِنَ الظَّالِمِ: یہ باب بھی فقہاء کے مذکورہ بالا اختلاف فرضِ عین، فرضِ مندوب یا سنت مؤکدہ سے ہی متعلق ہے۔ چنانچہ اس کے تحت حسب معمول کوئی الگ روایت درج نہیں کی گئی۔

عنوان باب میں دو آیتیں اور ایک قول کا حوالہ دیا گیا ہے۔ پہلی آیت یہ ہے: لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا O (النساء:۱۴۹) اللہ بری بات کا اظہار پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو۔ (وہ ظلم کا اظہار کرسکتا ہے۔) اور اللہ بہت سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔ دوسری آیت یہ ہے: وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ O وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ O (الشوریٰ:۴۰، ۴۱) اور جب اُن پر ظلم ہوتا ہے تو وہ بدلہ لیتے ہیں اور بدی کا بدلہ اتنا ہی ہے اور جو معاف کرے اور اصلاح کرے تو اس کا بدلہ اللہ کے ذمّے ہے۔ وہ یقیناً ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ پہلی آیت میں ظلم کے خلاف اظہار اور احتجاج کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور دوسری آیت میں مومنوں کا وصف بیان ہوا ہے کہ جب ان پر ظلم

ہوتا ہے تو وہ انتقام لیتے ہیں، مدد طلب کرتے ہیں اور مدد دیتے ہیں۔ اِنْتَصَرَ کے چار معنے ہیں: اِمْتَنَعَ مِنْ ظَالِمِهِ: اپنے ظالم سے خود حفاظتی کی تدبیر کی۔ اِنْتَقَمَ مِنْ عَدُوِّهِ: اپنے دشمن سے انتقام لیا۔ اِسْتَظْهَرَ عَلَى خَصْمِهِ: اپنے مدمقابل کے خلاف مدد طلب کی۔ غَلَبَ وَفَازَ بِالنَّصْرِ: غالب ہوا اور مدد حاصل کی۔

محولہ بالا آیت بلحاظ سیاق وسباق قصاصِ مظالم کے مضمون سے تعلق رکھتی ہے۔ اس سے پہلے اور بعد مومنوں کے چند اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ اوّل: مومن اپنے ربّ پر توکل رکھتے ہیں۔ دوم: گناہوں اور بدیوں سے بچتے ہیں۔ سوم: اگر انہیں غصہ آئے تو اپنا غصہ دباتے ہیں اور پردہ پوشی سے کام لیتے ہیں۔ چہارم: اپنے ربّ کی آواز سنتے اور قبول کرتے ہیں اور باجماعت نماز ادا کرتے ہیں۔ پنجم: ان کے معاملات باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں۔ ششم: مال و دولت اور قوت سے جو انہیں عطا ہوئے ہیں خرچ کرتے ہیں۔ ہفتم: جب ان پر ظلم ہوتا ہے تو وہ مغلوب ہو کر بیٹھ نہیں جاتے بلکہ ظلم کا مقابلہ اور ازالہ کرتے ہیں۔ ہشتم: انتقام میں حد سے تجاوز نہیں کرتے بلکہ ظلم کے مطابق بدلہ لیتے ہیں۔ نہم: انتقام میں عفو اور اصلاح مدنظر رکھتے ہیں۔ ظالم سے انتقام لینے کے بعد اس سے کوئی سروکار نہیں رکھتے اور نہ اس پر سختی کرتے ہیں بلکہ غلبہ اور قدرت حاصل ہونے کے بعد عفو اور احسان سے کام لیتے ہیں تاکہ دوسروں کی اِصلاح ہو اور عداوت محبت میں تبدیل ہو کر كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ۝ (حم السجدہ: ۳۵) کے مطابق ان کا دشمن دوست بن جائے۔ یہ سب ایک مومن کے اوصافِ حمیدہ ہیں۔ ان کے پیش نظر مذکورہ بالا استفتاء وجوب یا عدم وجوب نصرت کا جواب آسان ہے۔

اس باب کی دوسری آیت کی تفسیر میں ابراہیم نخعی کا حوالہ عبد بن حمیدؒ اور سفیان بن عیینہؒ سے منقول ہے کہ سلف صالح ذلت کی زندگی برداشت کرنا نہیں چاہتے تھے۔ یعنی ظلم کا مقابلہ کرتے تھے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۲۴)

بَاب ۷: عَفْوُ الْمَظْلُوْمِ

مظلوم کا معاف کر دینا

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا (النساء: ۱۵۰)

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر تم نیکی کو کھلم کھلا کرو یا اس کو چھپاؤ یا تم برائی سے درگذر کرو تو اللہ بہت درگذر کرنے والا، بہت ہی قدرت رکھنے والا ہے۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝۴۱ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝۴۲ اِنَّمَا

(اور یہ فرمانا:) برائی کا بدلہ اتنا ہی ہے۔ اور جس نے درگذر کیا اور اصلاح کی تو اُس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے۔ یاد رکھو وہ ظالموں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اور جو مظلوم ہونے کے بعد اپنا بدلہ لے تو ایسے لوگوں پر کوئی

السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۳﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۴﴾ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۵﴾

(الشوریٰ: ۴۱-۴۵).

گرفت نہیں ہوگی۔ مؤاخذہ تو اُن لوگوں سے ہوگا جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق اپنے حدود سے تجاوز کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو دردناک سزا ہوگی۔ اور جس نے صبر کیا اور پردہ پوشی کرتے ہوئے درگزر کیا تو یہ بہت ہی بڑی خوبیوں میں سے ہے۔ {اور جسے اللہ گمراہ ٹھہرادے تو اُس کے لیے اس کے بعد کوئی مددگار نہیں۔} اور تم ظالموں کو دیکھو گے کہ جونہی وہ عذاب دیکھیں گے تو وہ چیخ اٹھیں گے۔ کیا (دنیا میں) واپس لوٹنے کی کوئی راہ ہے؟

تشریح: عَفْوُ الْمَظْلُوْمِ: سورۃ النساء اور سورۃ الشوریٰ کی محولہ بالا آیات کا وہ حصہ جو عفو، درگذر اور چشم پوشی سے متعلق ہے، اِس باب کے عنوان میں درج کر کے دونوں حکموں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اسلام کی تعلیم افراط وتفریط سے پاک اور حدِّ وسط اور اعتدال پر واقع ہے۔ تورات نے گردن کش بنی اسرائیل کی اصلاح میں انتقام پر زور دیا ہے۔ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت اور ہاتھ کے بدلے ہاتھ، پاؤں کے بدلے پاؤں، جلانے کے بدلے جلانا، زخم کے بدلے زخم اور چوٹ کے بدلے چوٹ۔ (خروج باب ۲۱ آیات ۲۴، ۲۵) اور انجیل نے سنگ دل اور کینہ توز بنی اسرائیل کی اِصلاح کی غرض سے انتہائی حد تک صبر کی تلقین کی ہے کہ ''تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا؛ بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے، دوسرا بھی اُس کی طرف پھیر دے۔'' (متی باب ۵ آیات ۳۸، ۳۹) لیکن اسلام نے اس کے برعکس موقع ومحل کی رعایت سے دونوں تعلیموں کو جمع کر کے شریعت کی کامل صورت پیش کی ہے۔ اس تعلق میں اسلامی اصول کی فلاسفی- روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۰ تا ۳۵۸ نیز احمدیت یعنی حقیقی اسلام- انوار العلوم جلد ۸ صفحہ ۲۲۰ تا ۲۴۰ بھی دیکھئے۔ امام بخاریؒ نے یہ دو ابواب (باب ۶، ۷) قصاص وانتقام اور عفو ودرگذر کے تعلق میں قائم کر کے قرآن مجید کی آیات کے حوالے سے اصولی احکام کی طرف توجہ دلائی ہے جو بطور قاعدہ کلیہ ہیں۔

بَاب ۸ : الظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے

۲۴۴۷ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ الْمَاجِشُوْنُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

۲۴۴۷: احمد بن یونس نے ہمیں بتایا۔ عبدالعزیز ماجشون نے ہم سے بیان کیا۔ عبداللہ بن دینار نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت عبداللہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے۔

تشریح: **الظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ:** گناہ نتیجہ ہے جہالت کا۔ قرآن مجید میں علم کی نور سے اور جہالت کی ظلمت سے تمثیل دی گئی ہے کہ معرفت کے ساتھ حق و باطل، شائستہ و ناشائستہ، کرنی اور نا کردنی کے درمیان فرق کرنے کی قابلیت اسی طرح پیدا ہوتی ہے جس طرح روشنی میں انسان مختلف اشیاء میں تمیز کرتا ہے مگر اندھیرے میں تمیز و شناخت کی یہ قدرت نہیں رہتی۔ قیامت کے دن یہی اعمال نور اور ظلمت کی شکل میں متمثل ہوں گے۔ اس تعلق میں اسلامی اصول کی فلاسفی ''پہلا دقیقہ معرفت'' - روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۰۴ تا ۴۰۶ بھی دیکھئے۔ جہاں نورانی اور ظلمانی جسموں کے تعلق میں ذاتی مشاہدہ کا بیان ہے۔ عربی الفاظ اپنے ساتھ معانی کا فلسفہ رکھتے ہیں۔ لفظ ظُلْمٌ کو ظُلْمَةٌ سے مماثلت ہے کہ ظلم کرنے والا نورِ بصیرت کھو بیٹھتا ہے اور اندھا ہو جاتا ہے۔ اپنے پرائے میں فرق نہیں کرتا۔ اس لئے ظلم کی پاداش بھی اس کے مماثل ہوگی۔

بَاب ۹ : اَلِاتِّقَاءُ وَالْحَذَرُ مِنْ دَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ

مظلوم کی فریاد سے ڈرنا اور بچنا

۲۴۴۸ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسَى حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمَكِّيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ

۲۴۴۸: یحيٰ بن موسیٰ نے ہمیں بتایا۔ وکیع نے ہم سے بیان کیا کہ زکریا بن اسحاق مکی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ بن عبداللہ بن صیفی سے، یحيٰ نے حضرت ابن عباسؓ کے غلام ابومعبد سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ: اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف بھیجا اور آپؐ نے فرمایا: مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ اُس کے اور اللہ کے درمیان کوئی روک نہیں۔

اطرافهُ: ١٣٩٥، ١٤٥٨، ١٤٩٦، ٤٣٤٧، ٧٣٧١، ٧٣٧٢۔

تشریح: **اَلْاِتِّقَاءُ وَالْحَذَرُ مِنْ دَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ:** امام بخاریؒ نے مظالم کے تعلق میں یہ ابواب بطور تمہید عمدہ ترتیب میں قائم کئے ہیں۔ مظلوم کی دعا قبول ہونے کے تعلق میں ابن ابی شیبہؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے جو روایت نقل کی ہے اُس کے یہ الفاظ ہیں: دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ مُسْتَجَابَةٌ وَاِنْ كَانَ فَاجِرًا فَفُجُوْرُهُ عَلَى نَفْسِهِ. (مصنف ابن ابی شيبة. كتاب الدعاء، باب في دعوة المظلوم، جزء۶ صفحہ۴۸) مظلوم کی دعا مقبول ہوتی ہے خواہ وہ بدکار ہی ہو۔ اُس کی بدکاری کا وبال اس کی جان پر ہوگا۔ اگر وہ مظلوم ہو تو اس کی بدی اس کی دعا میں حائل نہیں ہوگی۔ امام بخاریؒ کی روایت میں یہ الفاظ نہیں۔

بَاب ١٠: مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ عِنْدَ الرَّجُلِ فَحَلَّلَهَا لَهُ هَلْ يُبَيِّنُ مَظْلَمَتَهُ؟

جس شخص کو کسی شخص کے ظلم کا شکوہ ہے اور ظالم اپنے ظلم کی معافی لے لے تو کیا مظلوم اس کے ظلم کو بیان کرسکتا ہے؟

٢٤٤٩: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيْهِ☆ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَّا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَّهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ

۲۴۴۹: آدم بن ابی ایاس نے ہمیں بتایا۔ ابن ابی ذئب نے ہم سے بیان کیا کہ سعید مقبری نے ہمیں بتایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے دوسرے☆ کی بے عزتی کی ہو یا کوئی اور ظلم کیا ہو تو چاہیے کہ ظلم کرنے والا اُس سے آج دنیا میں معاف کرالے، پیشتر اس کے کہ جب نہ دینار ہوگا نہ درہم۔ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو جس قدر مظلوم پر ظلم ہوگا، اس کے مطابق اس کے نیک اعمال سے

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ ''لِاَحَدٍ'' کا لفظ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۲۹۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ.

لے لیا جائے گا اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کی برائیاں لے کر اس ظالم پر ڈال دی جائیں گی۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ قَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ: إِنَّمَا سُمِّيَ الْمَقْبُرِيَّ لِأَنَّهُ كَانَ يَنْزِلُ نَاحِيَةَ الْمَقَابِرِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَسَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ هُوَ مَوْلَى بَنِي لَيْثٍ وَهُوَ سَعِيْدُ بْنُ أَبِي سَعِيْدٍ وَاسْمُ أَبِي سَعِيْدٍ كَيْسَانُ.

ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: اسماعیل بن ابی اُویس کہتے تھے: (سعید کا) نام مقبری اس لئے ہوا کہ انہوں نے مقبرہ کے پاس ڈیرہ لگا لیا تھا۔ ابوعبداللہ نے کہا: اور سعید مقبری بنی لیث کے آزاد کردہ غلام تھے اور وہ وہی سعید ہیں جو ابوسعید کے بیٹے تھے اور ابوسعید کا نام کیسان ہے۔

طرفہ: ٦٥٣٤۔

تشریح: **مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ عِنْدَ الرَّجُلِ فَحَلَّلَهَا لَهُ هَلْ يُبَيِّنُ مَظْلَمَتَهُ:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پہلی نصیحت فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ ظالم خود اپنے ظلم کا ازالہ کرے؛ خواہ تلافی کے ذریعہ یا معافی مانگ کر پیشتر اس کے کہ مظلوم اللہ سے جو احکم الحاکمین ہے، فریاد کرے۔ یا کسی دنیوی واسطے سے دادرسی چاہے۔ ورنہ موت کے بعد محاسبہ مذکورہ بالا صورت میں ہوگا کہ ظالم کی نیکیاں مظلوم کے حق میں محسوب ہوکر اس کے گناہوں کا کفارہ ہوں گی اور ظالم اپنی پاداش بھگتے گا۔ لیکن اگر ظالم کے نیک عمل نہ ہوں تو مظلوم کے گناہ کم کر کے اُن کا بار ظالم پر ڈال دیا جائے گا کیونکہ اس نے دنیا میں دوسرے کا حق غصب کیا تھا۔ اِس لئے ظلم کی پاداش میں اس کا حق غصب کیا جائے گا۔ اِس باب کا عنوان حرف استفہام هَلْ سے قائم کیا گیا ہے کہ آیا مظلوم کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی حق تلفی کی صراحت کر کے ظالم کو معافی دے یا مبہم صورت میں معاف کرے اور ایک دفعہ معافی دینے کے بعد ظالم کے خلاف پھر دعویٰ کرسکتا ہے یا نہیں؟ یا اس کے خلاف ظلم کا ذکر یا طعن وتشنیع جائز ہے یا نہیں؟ بعض فقہاء کے نزدیک مظلوم کے لیے جائز نہیں کہ تلافی ہونے یا معافی دینے کے بعد ظلم کا ذکر کرے اور بعض کے نزدیک جائز ہے اور اس تعلق میں انہوں نے ظلم کی نوعیت میں فرق کیا ہے۔ ظلم مالی بھی ہوسکتا ہے، بدنی بھی اور ہتک عزت کی صورت میں بھی۔ اور اُن کی رائے میں جہاں مالی ظلم ہو، وہاں تلافی کے وقت اُس کی معین صورت ہونی چاہیے تا غصب کیا ہوا مال واپس دلایا جاسکے یا کوئی مالی حق روکا ہوا ہو تو اُس کی تلافی ہو سکے اور اگر غصب کردہ شئے تلف ہوگئی ہو تو جس صورت میں بھی ممکن ہو دِلائی جائے تا ظالم اپنے ظلم کے نتیجہ سے بری الذمہ ہو سکے۔

سعید بن مسیّبؒ استحلال واستبراء کے قائل نہیں تھے۔ اِسْتِحْلَالٌ کے معنے ہیں: ظلم کو حلال قرار دینا یعنی یہ کہنا کہ میری طرف سے غصب کردہ مال حلال ہے۔ اور اِسْتِبْرَآءٌ کے معنے بریت کا اظہار کرنا۔ عطاء بن یسار ہتک عزت، غیبت

وغیرہ اُمور سے بذریعہ معافی استحلال اور استبراء کے قائل تھے۔ اُن کے نزدیک مالی نقصان کی تلافی جب تک نہ ہو ظالم زیر بار رہے گا۔ امام مالکؒ کے نزدیک مالی ظلم کا تدارک تو ہوسکتا ہے کیونکہ قرآن مجید فرماتا ہے: وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ○ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط اُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ وَلَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○ (الشوریٰ:۴۲ تا ۴۴) اور جو لوگ اپنی ذات پر ظلم کئے جانے کے بعد مناسب بدلہ لے لیتے ہیں تو ان پر کوئی الزام نہیں۔ الزام تو صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے اور زمین میں بغیر کسی حق کے زیادتی کرنے لگ جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو دردناک سزا ہوگی اور جس نے صبر کیا اور معاف کیا تو اُس کا یہ کام بڑی ہمت والے کاموں میں سے ہے؛ جو اس کی مضبوطی کا باعث ہوگا۔ اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ ہتک عزت کرنے والے ظالم کے وارث کے لئے اس کے ظلم کے تدارک کی کوئی صورت نہیں۔ سوائے اس کے کہ مظلوم ظالم کو خود معاف کردے۔ خطابی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر غیبت وغیرہ کا علم اُس شخص کو ہوجائے جس کی نسبت غیبت کی گئی ہے تو غیبت کرنے والا اس سے معافی مانگے، ورنہ استغفار کرے۔ قاسم بن محمدؒ تو جس سے شکایت پیدا ہوتی خود بخود اُس کو معاف کردیتے۔ یہ انتظار نہ کرتے کہ ان کی غیبت کرنے والا آئے اور معافی طلب کرے۔ علامہ عینیؒ نے محمد بن سیرینؒ سے متعلق واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص نے ان کی غیبت کی اور پھر وہ ان کے پاس آیا اور معافی طلب کی اور ان سے عرض کیا کہ وہ اس گناہ سے اس کو سبکدوش کردیں۔ انہوں نے جواب دیا: اِنِّيْ لَا اُحِلُّ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلٰكِنْ مَّا كَانَ مِنْ قِبَلِنَا فَاَنْتَ فِيْ حِلٍّ یعنی جو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، میں اُسے حلال نہیں کرسکتا لیکن جو بات ہمارے متعلق ہوئی ہے؛ تم اُس میں آزاد ہو۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۹۴)

غرض اس قسم کے اختلاف کی وجہ سے عنوان باب میں استفتاء کی صورت پیش کرکے اس کا جواب محذوف کردیا ہے کہ کوئی معین فتویٰ اس بارے میں صادر نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا تعلق مختلف حالات سے ہے۔

بَاب ۱۱ : إِذَا حَلَّلَهُ مِنْ ظُلْمِهِ فَلَا رُجُوْعَ فِيْهِ

مظلوم ظالم کو اس کے ظلم کی معافی دیدے تو پھر وہ اس (بیان) سے رجوع نہیں کرسکتا

۲۴۵۰ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا (النساء: ۱۲۹) قَالَتِ: الرَّجُلُ

۲۴۵۰: محمد (بن مقاتل) نے ہمیں بتایا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ (انہوں نے کہا:) ہشام بن عروہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ آیت وَاِنِ امْرَاَةٌ...... سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے سختی، بدمعاملگی اور عدم توجہی (یا بے رغبتی) کا اندیشہ ہو تو

تَكُوْنُ عِنْدَهُ الْمَرْأَةُ لَيْسَ بِمُسْتَكْثِرٍ مِنْهَا يُرِيْدُ أَنْ يُّفَارِقَهَا فَتَقُوْلُ: أَجْعَلُكَ مِنْ شَأْنِي فِي حِلٍّ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي ذَلِكَ.

وہ اپنا حق چھوڑ سکتی ہے۔ (حضرت عائشہؓ) کہتی تھیں: کوئی شخص ایسا ہو کہ جس کے نکاح میں ایسی عورت ہے جس سے وہ فائدہ اٹھانے کی امید نہیں رکھتا اور چاہتا ہے کہ اس سے علیحدہ ہو جائے اور وہ عورت اسے کہہ دے: میں تجھے اپنا حق معاف کرتی ہوں تو یہ آیت اس بارے میں نازل ہوئی تھی۔

اطرافه: ٢٦٩٤، ٤٦٠١، ٥٢٠٦۔

تشریح: اِذَا حَلَّلَهُ مِنْ ظُلْمِهِ فَلَا رُجُوْعَ فِيْهِ: خُلع بھی ایک عقد لازم ہے۔ ازدواجی زندگی کے حقوق اوران کی ذمّہ داری سے اگر کوئی عورت آزادی حاصل کرنا چاہے یا اپنے حقوق سے دستبردار ہونا چاہے یا خانگی زندگی میں سلجھاؤ کی صورت پیدا کرنے کی غرض سے خاوند کو اپنی باری معاف کر دے یا حق مہر چھوڑ کر خُلع حاصل کر لے تو پھر وہ اپنے ازدواجی حقوق کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔ حقوق مظالم کے بارے میں امام بخاریؒ کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر ظلم کرنے والا مظلوم سے کوئی حق معاف کرالے تو پھر مظلوم کا رجوع جائز نہیں اور انہوں نے اس کے لئے اس آیت سے استدلال کیا ہے جو روایت زیر باب میں وارد ہوئی ہے۔ پوری آیت یہ ہے: وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ط وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ط وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ط وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا○ (النساء:۱۲۹) اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے بدمعاملگی یا بےتوجہی کا اندیشہ ہو تو اُن دونوں پر گناہ نہیں کہ وہ کسی طریق پر آپس میں صلح کر لیں۔ اور صلح سب سے بہتر ہے۔ اور لوگوں کے نفسوں میں بخل کا خیال پیدا کر دیا گیا ہے اور اگر تم نیک کام کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو (یاد رکھو) جو تم کرتے ہو، اس سے اللہ یقیناً آگاہ ہے۔ یہ ارشاد باری تعالیٰ تدریجی صورت رکھتا ہے۔ اس میں ادنیٰ نیکی سے اعلیٰ نیکی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور ازدواجی تعلقات کی خرابی کا اصل سبب بیان کر کے اس سبب کے دور کرنے کا علاج لطیف پیرایہ میں سمجھایا گیا ہے۔ لفظ نُشُوْزٌ کے معنے ہیں نفرت، بات بات پر بگڑنا اور جھگڑنا۔ اِعْرَاضٌ کے معنے ہیں بے رُخی سے پیش آنا۔ دونوں صورتوں میں سے جب کوئی صورت پیدا ہو تو فرماتا ہے کہ اس کی اصلاح کی جائے اور صلح کوئی گناہ کی بات نہیں کہ اس سے احتراز کیا جائے بلکہ تعلقات کی خوشگواری ایک نہایت اچھی چیز ہے۔ تعلقات بگڑنے کا بڑا سبب شُحِّ نفس ہے۔ شُحّ کے معنے بخل کئے جاتے ہیں جو پورے مفہوم پر حاوی نہیں۔ شُحّ کے معنے ہیں: حرص مال اور خرچ کرنے میں انتہائی تنگی، نہ کھلانا نہ کھانا۔ عورت کا مطالبہ مرد کی قدرت سے زیادہ ہو یا مرد کنجوس ہو اور عورت کی خانگی اور ذاتی ضروریات پوری کرنے میں بخل سے کام لے تو تعلقات میں کھچاؤ پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے اور بڑھتے بڑھتے نشوز و اعراض کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ (النساء:۱۲۹) جب نفوس کا طلب و خواہش اور حرص و کنجوسی کے لحاظ سے آمنا سامنا ہوتا ہے تو اِس تصادم کا نتیجہ فساد ہے۔ جونہی ضرورت پورا کرنے کا سوال پیدا ہوتا ہے؛ شحّ نفس

اُبھرتی اور ابھر کر روک بن جاتی اور فساد پھیلاتی ہے۔ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا (النساء:۱۲۹) اگر تم حسن سلوک سے کام لو اور روک پیدا کرنے والے اسباب سے بچو تو نہ جھگڑا پیدا ہو اور نہ تعلقات بگڑیں۔ نہ میاں بیوی کی حق تلفی کرے، نہ بیوی میاں کی، بلکہ صلح و آشتی کی خاطر کسی کو اپنا حق بھی ترک کرنا پڑے تو کر دے۔ آیت کا یہ مفہوم مدنظر رکھنے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استدلال کی نوعیت واضح ہو جاتی ہے کہ معاشرت منزلی کی بہتری کے لئے مسئلہ کا ایک اخلاقی پہلو بھی ہے جو فقہی پہلو پر مقدم رہنا چاہیے۔

امام بخاریؒ کے اِستدلال پر بعض شارحین نے اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے ظلم سے سبکدوشی حاصل کرنے کا قیاس جو خلع پر کیا ہے، اُن کا یہ قیاس مع الفارق ہے۔ ابن منیرؒ نے یہ اعتراض ردّ کیا اور کہا ہے کہ یہ استدلال لطیف ہے اور اصلاح ذات البَین کی خاطر اگر کوئی حق چھوڑا جاتا ہے تو پھر ایک دفعہ چھوڑنے کے بعد اس کا مطالبہ اخلاقاً مناسب نہیں۔ امام بخاریؒ کے قیاس کا دارومدار تعلقات کی اصلاح ہے جو بہر حال مقدم ہونی چاہیے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تفسیر آیت سے واضح ہے۔ امام ابن حجرؒ نے بھی ان کے استدلالِ لطیف کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۲۷) مزید دیکھئے کتاب الصّلح باب ۴ روایت نمبر ۲۶۹۴۔

بَاب ۱۲ : إِذَا أَذِنَ لَهُ أَوْ أَحَلَّهُ وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ هُوَ

اگر کوئی مظلوم ظالم کو اجازت دے یا معاف کر دے اور یہ نہ بیان کرے کہ وہ (اجازت یا معافی) کتنی ہے؟

۲۴۵۱ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِيْنِهِ غُلَامٌ وَعَنْ يَّسَارِهِ الْأَشْيَاخُ فَقَالَ لِلْغُلَامِ: أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هَؤُلَاءِ؟ فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا وَاللهِ يَا رَسُوْلَ اللهِ لَا أُوْثِرُ بِنَصِيْبِي مِنْكَ أَحَدًا قَالَ: فَتَلَّهُ رَسُوْلُ اللهِ

۲۴۵۱: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا۔ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوحازم بن دینار سے، ابوحازم نے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی پینے کی چیز دی گئی تو آپؐ نے اس میں سے پیا اور آپؐ کے داہنی طرف ایک لڑکا اور آپؐ کے بائیں طرف عمر رسیدہ لوگ تھے۔ تو آپؐ نے اس لڑکے سے پوچھا: کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں یہ ان کو دے دوں؟ اس لڑکے نے کہا: اللہ کی قسم! نہیں۔ یارسول اللہ! آپؐ سے جو حصہ مجھے ملا ہے وہ تو میں اپنے آپ کو

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَدِهِ.

چھوڑ کر کسی اور کو دینے کا نہیں۔ کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ نے اس کے ہاتھ میں وہ (پیالہ) رکھ دیا۔

اطرافه: ٢٣٥١، ٢٣٦٦، ٢٦٠٢، ٢٦٠٥، ٥٦٢٠.

تشریح: **اِذَآ اَذِنَ لَهُ اَوْ اَحَلَّهُ وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ هُوَ:** مسئلہ معنونہ کا تعلق باب ۱۰ کے عنوان سے ہے جو استفتاء کی صورت میں قائم کیا گیا ہے۔ امام بخاریؒ نے عنوان قائم کرتے ہوئے جملہ شرطیہ کی صورت میں عنوان رکھا ہے اور عنوان میں اَذِنَ لَهُ اور اَحَلَّهُ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ یعنی ایک حق جو اخلاقاً قائم ہو چکا ہو؛ اس میں یہ ضروری نہیں کہ مقدار بھی بیان کی جائے۔ جس روایت سے مسئلہ معنونہ کے تعلق میں استدلال کیا گیا ہے؛ وہ کتاب المساقات باب ۱ روایت نمبر ۲۳۵۱ میں گزر چکی ہے جہاں شارع علیہ السلام کی ہدایت کے تحت ایک اخلاقی حق کا ذکر وارد ہوا ہے اور جس کی آپؐ نے خود بھی پابندی فرمائی ہے۔ اس اخلاقی حق سے متعلق اجازت دینا نہ دینا حق والے کے اختیار میں ہے اور ایسے امور میں یہ بتانا ضروری نہیں کہ اس حد تک اجازت ہے۔ اس باب میں دراصل ان فقہاء کا جواب دیا گیا ہے جو استبراء یا استحلال کا مسئلہ بطور قاعدہ کلیہ حل کرنا چاہتے ہیں۔ اس تعلق میں کتاب العتق تشریح باب ۱۱ روایت نمبر ۲۵۴۷ بھی دیکھئے۔

بَاب ۱۳: إِثْمُ مَنْ ظَلَمَ شَيْئًا مِنَ الْأَرْضِ

اس شخص کا گناہ جو کسی زمین سے ناجائز طور پر کچھ لے لے

٢٤٥٢: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي طَلْحَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَمْرِو بْنِ سَهْلٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ ظَلَمَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِيْنَ.

۲۴۵۲: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: طلحہ بن عبداللہ نے مجھ سے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن عمرو بن سہل نے ان کو بتایا کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: جس شخص نے کسی زمین سے ناجائز طور پر کچھ لے لیا تو وہ سات زمینیں بن کر اس کے گلے کا طوق ہوگا۔

طرفه: ٣١٩٨.

٢٤٥٣: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا

۲۴۵۳: ہم سے ابومعمر نے بیان کیا (ابومعمر نے کہا:)

عَبْدُ الوَارِثِ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ يَّحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أُنَاسٍ خُصُوْمَةٌ فَذَكَرَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقَالَتْ: يَا أَبَا سَلَمَةَ اجْتَنِبِ الْأَرْضَ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ ظَلَمَ قِيْدَ شِبْرٍ مِنَ الْأَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِيْنَ.

طرفہُ: ۳۱۹۵۔

ہمیں عبدالوارث نے بتایا کہ ہمیں حسین نے یحيٰ بن ابی کثیر سے روایت کرتے ہوئے بتایا۔ انہوں نے کہا: مجھ سے محمد بن ابراہیم نے بیان کیا کہ انہیں ابوسلمہ نے بتایا کہ اُن کے درمیان اور بعض لوگوں کے درمیان ایک زمین کا جھگڑا تھا۔ انہوں نے اُس کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: اے ابوسلمہ! زمین (ناحق لینے) سے بچے رہنا کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: جو شخص بالشت برابر زمین پر ظلم سے قبضہ کرے گا اس کو قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔

۲۴۵۴: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَخَذَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى سَبْعِ أَرَضِيْنَ.

۲۴۵۴: مسلم بن ابراہیم نے ہمیں بتایا۔ عبداللہ بن مبارک نے ہم سے بیان کیا کہ موسیٰ بن عقبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سالم سے، سالم نے اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی زمین سے اپنے حق کے بغیر کچھ لیا وہ قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنستا چلا جائے گا۔

قَالَ الْفِرَبْرِيُّ: قَالَ اَبُوْ جَعْفَرِ بْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ: قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللهِ: هَذَا الْحَدِيْثُ لَيْسَ بِخُرَاسَانَ فِيْ كُتُبِ ابْنِ الْمُبَارَكِ اَمْلَى عَلَيْهِمْ بِالْبَصْرَةِ.

فربری نے کہا کہ ابوجعفر بن ابی حاتم (ورّاق) نے کہا کہ ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: یہ حدیث خراسان میں (عبداللہ) بن مبارک کی کتب میں نہیں ہے۔ انہوں نے بصرہ میں ان کو (یہ حدیث) لکھوائی۔

طرفہُ: ۳۱۹۶۔

تشریح: اِثْمُ مَنْ ظَلَمَ شَيْئًا مِنَ الْاَرْضِ: سابقہ ابواب بطور تمہید ہیں۔ اب مظالم کی نوعیت سے متعلقہ مسائل شروع ہیں۔ تنازعات ظلم و تعدی کا بیشتر حصہ غصب اراضی سے تعلق رکھتا ہے۔ زیر باب تین حدیثیں منقول ہیں۔ ان میں سے دو کا تعلق اس ظلم کی شدت سے ہے جس کا اظہار سات زمینوں کا طوق ڈالے جانے سے کیا گیا ہے۔ یہ تمثیلی اسلوب بیان ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب الزکوٰۃ باب ۳ روایت نمبر ۱۴۰۳، کتاب بدء الخلق باب ۲ روایات نمبر ۳۱۹۵۔ زمین بہت سی خیرات و برکات کا مخزن ہے اور ضروریاتِ زندگی کا ایسا کفیل جو نہ ختم ہونے والا ہے۔ اس کے چھین لینے کے یہ معنی ہیں کہ ایک کنبے کے کئی افراد کو غیر محدود عرصہ کے لئے ایک نہ ختم ہونے والے ذریعہ معاش سے محروم کردیا جائے۔ اس لئے اس ظلم کی شدت ذہن نشین کرنے کی غرض سے اس کی پاداش تمثیلاً بیان کی گئی ہے۔ علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: يَكُوْنُ كَالطَّوْقِ فِيْ عُنُقِهٖ لَا اَنَّهٗ طُوِّقَ حَقِيْقَةً. یعنی طوق گردن ایک مثال ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ فی الواقع زمینیں گردن میں ڈالی جائیں گی۔ اس مفہوم کی تائید تیسری روایت (نمبر ۲۴۵۴) کرتی ہے۔ جس میں لفظ طوق کی جگہ خَسْف ہے۔ خَسْف کے معنے ہیں: زمین میں دھنسنا، ہلاکت و ذلت۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۳۰)

أَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ......: باب کی پہلی روایت سے متعلق شارحین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل قریشی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور وہ ابتداء میں مسلمان ہوئے تھے اور مستجاب الدعوات تھے۔ مروان کے عہد امارت میں اروی بنت اویس نے شکایت کی کہ حضرت سعیدؓ نے ان کا ایک قطعہ زمین جو عقیق وادی میں واقع ہے اپنی اراضی میں شامل کرلیا ہے۔ مروان نے قریش کے چند آدمی بھیجے کہ انہیں سمجھائیں۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے زمین اسے دے دی اور کہا کہ یہ راست گوئی سے کام نہیں لے رہی۔ اللہ تعالیٰ اسے اندھا کر کے ہلاک کرے گا اور اس کا انجام اچھا نہ ہوگا۔ چنانچہ آخر عمر میں اَروی کی بینائی جاتی رہی اور وہ اپنے ہی کنوئیں میں گر کر مرگئی۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے وہ حدیث بھی بیان کی جس کا ذکر روایت نمبر ۲۴۵۲ میں ہے۔ عبدالرحمٰن بن عمرو بن سہل بھی ان لوگوں میں سے تھے جنہیں مروان نے اَروی کا جھگڑا چکانے کے لئے بھیجا تھا۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰) (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۹۸) مذکورہ بالا تمثیل کے تعلق میں کتاب الزکوٰۃ تشریح باب ۲۸ روایت نمبر ۱۴۴۳ بھی دیکھئے۔

لَيْسَ بِخُرَاسَانَ فِيْ كُتُبِ ابْنِ الْمُبَارَكِ: عبداللہ بن مبارک شیخ بخاریؒ نے جو کتابیں خراسان میں تالیف کیں اُن میں مذکورہ بالا حدیث نہ تھی۔ بصرہ میں انہوں نے اپنے شاگردوں کو لکھائی۔ صحیح بخاریؒ کے بعض نسخوں میں قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ سے پہلے کے یہ الفاظ نہیں ہیں: قَالَ الْفَرَبْرِيُّ قَالَ اَبُوْ جَعْفَرِ بْنُ أَبِي حَاتِمٍ...... فربری کا قول ہے کہ ابوجعفر محمد بن ابی حاتم وراق نے انہیں بتایا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے مذکورہ بالا حدیث بیان کی۔ (دیکھئے صحیح البخاری مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، زیر باب ھذا) یہ ابوجعفر امام موصوفؒ کے کاتب تھے اور ان کا پیشہ کاغذوں کی صنعت اور تجارت تھی۔ جس کی وجہ سے وہ ورّاق کے نام سے مشہور ہوئے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۳۱)

شارحین نے مذکورہ بالا باب قائم کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اکثر احناف اشیائے منقولہ پر جو چھینی جا سکتی ہیں، غصب کا اطلاق کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک غیر منقولہ پر اس لفظ کا اطلاق نہیں ہوتا جو درست نہیں۔

(عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۹۸، ۲۹۹) (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۳۰)

بَاب ١٤ : إِذَا أَذِنَ إِنْسَانٌ لِآخَرَ شَيْئًا جَازَ

جب کوئی انسان دوسرے کو کسی امر کی اجازت دے تو وہ کر سکتا ہے

٢٤٥٥ : حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَبَلَةَ: كُنَّا بِالْمَدِينَةِ فِي بَعْضِ أَهْلِ الْعِرَاقِ فَأَصَابَنَا سَنَةٌ فَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَرْزُقُنَا التَّمْرَ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَمُرُّ بِنَا فَيَقُوْلُ: إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْإِقْرَانِ إِلَّا أَنْ يَّسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ أَخَاهُ.

اطرافه: ٢٤٨٩، ٢٤٩٠، ٥٤٤٦.

۲۴۵۵: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ جبلہ (بن سُحَیم) سے روایت ہے کہ (انہوں نے کہا:) مدینہ میں ہم عراقیوں میں شمار ہوتے تھے۔ ہم پر قحط آیا۔ ابن زبیر ہمیں کھجوریں کھانے کو دیا کرتے تھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس سے گذرتے تو کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو کھجوریں اکٹھی کھانے سے منع فرمایا ہے۔ البتہ اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے اجازت لے لے۔

٢٤٥٦ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ: أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ أَبُو شُعَيْبٍ كَانَ لَهُ غُلَامٌ لَحَّامٌ فَقَالَ لَهُ أَبُوْ شُعَيْبٍ: اصْنَعْ لِي طَعَامَ خَمْسَةٍ لَّعَلِّي أَدْعُو النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ وَأَبْصَرَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

۲۴۵۶: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابووائل سے، ابووائل نے حضرت ابومسعودؓ سے روایت کی کہ کسی انصاری شخص کا، جسے ابوشعیبؓ کہتے تھے ایک غلام تھا جو قصّاب تھا۔ ابوشعیبؓ نے اُسے کہا: میرے لئے پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کرو۔ شاید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دوں۔ آپؐ سمیت پانچ آدمی ہوں گے اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ الْجُوْعَ فَدَعَاهُ فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ لَّمْ يُدْعَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ هَذَا قَدِ اتَّبَعَنَا أَتَأْذَنُ لَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ.

کے چہرے سے معلوم کیا کہ آپؐ کو بھوک ہے۔ چنانچہ اُس نے آپؐ کو کھانے کے لئے بلایا اوران کے ساتھ ایک اور آدمی ہولیا جو بلایا نہ گیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بھی ہمارے ساتھ آ گئے ہیں۔ کیا تم انہیں اجازت دیتے ہو؟ اُس نے کہا: ہاں۔

اطرافہُ: ۲۰۸۱، ۵۴۳۴، ۵۴۶۱۔

تشریح: **اِذَآ اَذِنَ اِنْسَانٌ لِّاٰخَرَ شَيْئًا جَازَ:** ظلم کا ایک ادنیٰ سا شائبہ بھی انسان کے عمل میں نہ ہونا چاہیے تا کہ اس کا عمل ظلم کی ہر قسم کی آمیزش سے پاک وصاف ہو۔ یہی مفہوم ہے تزکیہ نفس کا۔ بعض باتیں بظاہر معمولی معلوم ہوتی ہیں لیکن اگر وہ معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دی جائیں تو اُنہیں سے ظلم کا بیج نفس میں بویا جاتا ہے جو بڑھتا ہے اور بڑھ کر بڑی بڑی باتوں میں اپنا اثر نمایاں کرتا ہے۔ مثلاً چند آدمیوں کے سامنے پھل رکھے گئے ہیں۔ اگر کوئی بجائے ایک دانہ انگور یا کھجور اُٹھانے کے دو دو دانے اُٹھاتا ہے تو یہ حرکت گو معمولی ہے لیکن حرص کو ظاہر کرتی ہے اور اس میں دوسروں کی حق تلفی ہے اور ناشائستگی بھی۔ شارع اسلام نے یہ حرکت ناپسند کی اور ہدایت فرمائی کہ دوسروں سے اجازت لے لی جائے تو مضائقہ نہیں ورنہ یہ فعل ایک ظلم ہوگا جو دنایت اور حرص کو ظاہر کرنے والا ہے اور یہ حرص ہی بڑے بڑے مظالم کا باعث ہوتی ہے۔ باب کا یہی مفہوم واضح کرنے کی غرض سے دو روایتیں نقل کی گئی ہیں۔

بَاب ۱۵ : قَوْلُ اللهِ تَعَالَى: وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ (البقرة: ۲۰۵)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: وہ جھگڑالو ہے

۲۴۵۷ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَبْغَضَ الرِّجَالِ إِلَى اللهِ الْأَلَدُّ الْخَصِمُ.

۲۴۵۷: ابوعاصم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن جریج سے، ابن جریج نے ابن ابی ملیکہ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، حضرت عائشہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: آدمیوں میں سب سے زیادہ قابلِ نفرت اللہ کے نزدیک وہ آدمی ہے جو جھگڑالو ہو۔

اطرافہُ: ۴۵۲۳، ۷۱۸۸۔

تشریح: **قَوْلُ اللهِ تَعَالَى وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ:** عنوان باب آیت کریمہ سے قائم کیا گیا ہے۔ گویا یہاں سے نیا مضمون شروع ہوتا ہے جو بعد کے ابواب سے تعلق رکھتا ہے۔ پوری آیت یہ ہے: وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ۝ وَاِذَا تَوَلّٰى

سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ط وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَO وَاِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ط وَلَبِئْسَ الْمِهَادُO (البقرہ:۲۰۵تا۲۰۷) اور بعض آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی باتیں اس دنیا کی زندگی سے متعلق تجھے پسندیدہ معلوم ہوتی ہیں اور وہ بات کرتے وقت اللہ کو اس (اخلاص) پر جو ان کے دل میں ہے، گواہ ٹھہراتے جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ (درحقیقت) سب جھگڑالوؤں سے زیادہ جھگڑا کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور جب حاکم ہو جاتے ہیں تو فساد پیدا کرنے اور کھیتی باڑی اور مخلوق کو ہلاک کرنے کی غرض سے سارے ملک میں دوڑتے پھرتے ہیں اور اللہ فساد پسند نہیں کرتا۔ اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تو عزت کی پچ انہیں گناہ پر اُبھارتی ہے۔ ایسے شخص کے لئے جہنم کافی ہے اور وہ یقیناً بہت برا ٹھکانہ ہے۔ مظالم کے تعلق میں محولہ بالا آیت اس لحاظ سے اہمیت رکھتی ہے کہ ظلم کے بواعث میں سے دنیا کی حرص کے علاوہ حکمرانی کا غرور بھی ہے۔ پہلی آیت کا تعلق دنیا کی حرص سے اور دوسری آیت کا تعلق حکومت کے غرور سے ہے۔ دونوں انسان کو اندھا کر دیتے ہیں۔ جس سے وہ غیروں کے حقوق پامال کرنے پر دلیر ہو جاتا ہے اور یہ حرص اور غرور قوائے عطیہ اور جذبات نفسانیہ پر اس قدر غالب ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا خوف دل سے اٹھ جاتا ہے اور اگر سمجھایا جائے تو ظالم اسے اپنی عزت نفس کے خلاف سمجھ کر اور زیادہ بگڑتا ہے۔

اَلَدُّ الْخِصَامِ ۔ اَلَدُّ لِدٌّ یا لَدَدٌ سے ہے جس کے معنے ہیں سختی سے جھگڑنا۔ اَلَدُّ اَفْعَلُ کے وزن پر اسم تفضیل ہے؛ پرلے درجے کا جھگڑالو۔ لَدِیْدٌ کے معنے ہیں: کان سے نچلا گردن کا حصہ اور تَلَدَّدَ کے معنی ہوتے ہیں: گردن دائیں بائیں پھیری۔ جیسے ایک جھگڑالو جھگڑے کے وقت ادھر ادھر اپنی گردن پھیرتا ہے۔ جس جہت سے بھی دلائل دے کر اسے سمجھانے کی کوشش کی جائے۔ اسی جہت سے وہ اپنا مطلب نکالنا چاہتا ہے اور ہٹ نہیں چھوڑتا۔ (لسان العرب-لدد)

حدیث نبویؐ میں ایسا شخص نہایت ہی قابل نفرت قرار دیا گیا ہے۔ ایسے حریص مغرور اور ضدی شخص سے ظلم کے تعلق میں جس قسم کے افعال صادر ہوتے ہیں اُن کی تفصیل ابواب ذیل میں بیان کی گئی ہے۔ ان میں سے قابل ذکر دو نقص باب ۱۶، ۱۷ میں بیان کئے گئے ہیں۔

بَاب ۱۶ : إِثْمُ مَنْ خَاصَمَ فِي بَاطِلٍ وَهُوَ يَعْلَمُهُ

اُس شخص کا گناہ جو باطل سے متعلق جھگڑا کرے، وہ جانتا ہو کہ یہ باطل ہے

۲۴۵۸ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّهَا أُمَّ سَلَمَةَ

۲۴۵۸: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ابراہیم بن سعد نے مجھے بتایا۔ انہوں نے صالح (بن کیسان سے،) صالح نے ابن شہاب سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عروہ بن زبیر نے مجھے خبر دی۔ حضرت زینب بنت امّ سلمہ نے انہیں بتایا

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ سَمِعَ خُصُوْمَةً بِبَابِ حُجْرَتِهِ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّهُ يَأْتِيْنِي الْخَصْمُ فَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَّكُوْنَ أَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ فَأَحْسِبُ أَنَّهُ صَدَقَ فَأَقْضِيَ لَهُ بِذَلِكَ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَإِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ فَلْيَأْخُذْهَا أَوْ لِيَتْرُكْهَا.

کہ اُن کی ماں حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے جو نبی ﷺ کی زوجہ تھیں، رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ آپؐ نے اپنے حجرہ کے دروازے پر کچھ جھگڑا سنا۔ تو آپؐ اُن آدمیوں کے پاس آئے اور آپؐ نے فرمایا: میں ایک بشر ہی ہوں اور میرے پاس ایک فریق آتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ تم میں سے کوئی دوسرے سے اپنے مطلب کو زیادہ خوبی سے بیان کرنے والا ہو اور میں سمجھ لوں کہ اس نے سچ کہا ہے اور اس کے بیان پر اس کے حق میں فیصلہ کردوں۔ اس لئے اگر میں نے ایک شخص کو کسی مسلم کا حق (ناواجب طور پر) دِلانے کا فیصلہ کردیا تو یقین کرلو کہ وہ صرف آگ کا ہی ایک ٹکڑا ہے جو اُسے دیا جارہا ہے۔ چاہے اسے لے لے، چاہے اسے چھوڑ دے۔

اطرافہُ: ۲۶۸۰، ۶۹۶۷، ۷۱۶۹، ۷۱۸۱، ۷۱۸۵۔

تشریح: اِثْمُ مَنْ خَاصَمَ فِيْ بَاطِلٍ وَّهُوَ يَعْلَمُهُ: باب ۱۵ میں جس شخص کا ذکر تھا، اس باب میں ایسے ہی شخص کے متعلق ایک بات بتائی گئی ہے کہ وہ دوسروں کا حق مارنے کے لئے چرب زبانی سے کام لیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ایسا شخص جو اپنی چرب زبانی اور چالاکی سے کسی کا حق لیتا ہے تو گویا وہ آگ مول لیتا ہے یعنی فساد کی بنیاد ڈالتا ہے۔ جس کے بدنتائج آگ کی طرح تباہ کن ہوں گے۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس کے حق میں فیصلہ دے دینا بھی اُس کے لئے جواز کی صورت پیدا نہیں کرسکتا۔

بَاب ۱۷: إِذَا خَاصَمَ فَجَرَ

جب کوئی جھگڑے اور گالی دے

۲۴۵۹: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

۲۴۵۹: بشر بن خالد نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے سلیمان سے، سلیمان نے عبداللہ بن مرّہ سے، عبداللہ نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عبداللہ بن عمرو

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا أَوْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْ أَرْبَعٍ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ.

اطرافہ: ۳۴، ۳۱۷۸۔

رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جس میں چار خصلتیں ہوں وہ منافق ہے یا جس میں چار میں سے ایک خصلت پائی جاتی ہو تو اُس میں نفاق کی بھی ایک خصلت ہوگی، جب تک کہ وہ اُسے چھوڑ نہ دے۔ جب بات کرے گا تو جھوٹ بولے گا۔ جب وعدہ کرے گا تو خلاف ورزی کرے گا۔ اور جب عہد کرے گا تو دھوکا دے گا۔ اور جب جھگڑے گا تو بدزبانی کرے گا۔

تشریح: اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ: اس باب میں باب ۱۵ میں بیان شدہ شخص کے بارے میں مزید امر کا ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ایسے شخص کے اخلاق بگڑ جائیں گے؛ جس سے وہ ایک قیمتی سرمایہ زندگی گنوا دے گا۔ جھگڑا کرنے میں نہ صرف یہ کہ بدزبانی پر اُتر آئے گا بلکہ وہ نفاق جیسے مرض میں بھی مبتلا ہوگا جو گھن کی طرح اُس کے سارے اخلاق کو تباہ کر دے گا۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب الایمان باب ۲۴ روایت نمبر ۳۳، ۳۴۔

بَاب ۱۸ : قِصَاصُ الْمَظْلُوْمِ إِذَا وَجَدَ مَالَ ظَالِمِهِ

مظلوم کا بدلہ لینا جب وہ اپنے ظالم کا مال پائے

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ: يُقَاصُّهُ وَقَرَأَ: وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهِ (النحل: ۱۲۷)

اور (محمد) بن سیرین نے کہا: اس سے اپنا حق برابر لے لے۔ اور یہ آیت پڑھی: اگر تم سزا دو تو اتنی سزا دو جتنی کہ تم کو تکلیف دی گئی تھی۔

۲۴۶۰: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: جَاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِّسِّيْكٌ فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ أَنْ أُطْعِمَ مِنَ الَّذِي لَهُ

۲۴۶۰: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ زہری سے روایت ہے۔ (انہوں نے کہا:) عروہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: ہند بنت عتبہ بن ربیعہ آئیں۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ابوسفیان بہت بخیل آدمی ہے۔ تو کیا مجھ پر کوئی گناہ ہے اگر میں اُس کے مال

عِيَالَنَا؟ فَقَالَ: لَا حَرَجَ عَلَيْكِ أَنْ تُطْعِمِيْهِمْ بِالْمَعْرُوْفِ.

سے اپنے بچوں کو کھلاؤں؟ آپؐ نے فرمایا: یہ تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم انہیں دستور کے مطابق کھلاؤ۔

اطرافه: ۲۲۱۱، ۳۸۲۵، ۵۳۵۹، ۵۳٦٤، ۵۳۷۰، ٦٦٤١، ۷۱٦۱، ۷۱۸۰۔

۲٤٦۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيْدُ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قُلْنَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ لَّا يَقْرُوْنَنَا فَمَا تَرَى فِيْهِ فَقَالَ لَنَا: إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأُمِرَ لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوْا فَإِنْ لَّمْ يَفْعَلُوْا فَخُذُوْا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ.

۲۴۶۱: عبداللہ بن یوسف نے ہمیں بتایا کہ لیث نے ہم سے بیان کیا، کہا: یزید نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابوالخیر سے، ابوالخیر نے عقبہ بن عامر سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: ہم نے نبی ﷺ سے کہا: آپؐ ہمیں باہر بھیجتے ہیں اور ہم ایسے لوگوں کے پاس اترتے ہیں جو ہماری ضیافت نہیں کرتے۔ آپؐ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اگر تم کسی قوم کے پاس اُترو۔ پھر جو مہمان کیلئے چاہیے، اُتنا تمہارے لئے کردیں تو تم قبول کرو اور اگر نہ کریں تو پھر اُن سے مہمان کا حق لو۔

طرفه: ٦۱۳۷۔

تشریح: **قِصَاصُ الْمَظْلُوْمِ اِذَا وَجَدَ مَالَ ظَالِمِهٖ:** فقہاء نے قصاصِ مظالم کے متعلق یہ سوال اُٹھایا ہے کہ کیا مظلوم جب اُسے موقع ملے ظلم کا بدلہ خود بخود لے سکتا ہے یا نہیں؟ عنوانِ باب میں محمد بن سیرینؒ کا فتویٰ اثبات میں بحوالہ آیت نقل کیا ہے: وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ط وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ○ (النحل: ۱۲۷) اگر تم (زیادتی کرنے والوں کو) سزا دو تو جتنی تم پر زیادتی کی گئی ہے، اُتنی ہی سزا دو اور اگر تم صبر کروگے تو صبر کرنے والوں کے حق میں یہ امر بہتر ہوگا۔ اس حوالے سے افراد کو قصاص لے لینے کا حق ظاہر ہوتا ہے کہ موقع ملے تو جتنا کسی کا مال مویشی غصب ہوا ہو، ظالم کے مال مویشی سے لے لے۔ یہ فقہی مسئلہ اَلظَّفَرُ کے نام سے مشہور ہے۔ اس لفظ کے معنے ہیں: موقع پانا، قدرت حاصل ہونا۔ شارحین کا خیال ہے کہ امام بخاریؒ کا رجحان امام محمد بن سیرینؒ کے مذہب کی تائید میں ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۳۴) مگر یہ درست نہیں۔ عنوانِ باب شرطیہ ہے اور اس کا جواب محذوف۔ جس سے نہ امام موصوف کا قبول ثابت ہے نہ عدمِ قبول۔ باب کے تحت جو دو روایتیں نقل کی گئی ہیں اُن کا تعلق مظالم والے حقوق سے نہیں۔ ان کا تعلق ان حقوق سے ہے جو عرفِ عام سے متعلق ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ محمد بن سیرین کی رائے سے متفق نہیں۔ اس تعلق میں باب ۶ و باب ۱۰ ابھی دیکھئے۔

امام ترمذیؒ نے بھی اس بارہ میں روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض صحابہ کو زکوٰۃ وصول کرنے کی غرض سے قبائل کی طرف بھیجتے تو نہ وہ زکوٰۃ دیتے اور نہ مہمان نوازی کرتے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

اس امر کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا: اِنْ اَبَوْا اِلَّا أَنْ تَأْخُذُوْا كُرْهًا فَخُذُوْا.[1] اگر وہ انکار کریں تو حق ضیافت ان سے لے لو۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ۸) اس سے ظاہر ہے کہ مہمان نوازی کا حق ان حقوق میں سے ہے جو عرفِ عام کے مطابق واجب ہے۔ لیثؒ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اس حق کا تعلق اہل بادیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ سنت مؤکدہ ہے۔ غرض فقہاء نے اس حق پر قیاس کر کے حقوق مظالم کے تعلق میں مختلف فتوے دیئے ہیں۔ جن کا ملخص یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا حق غصب شدہ ہو تو وہ موقع پانے پر اپنا حق لے سکتا ہے۔ لیکن جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ حق ضیافت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے کیونکہ ان دونوں کی نوعیت میں فرق ہے۔ حق ضیافت سے متعلق بھی فقہاء متفق نہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اضطراری حالت میں ضیافت کا حق لیا جا سکتا ہے اور اُن میں سے ایک فریق کی یہ رائے ہے کہ ایسی صورت میں مہمان معاوضہ اَدا کرے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ اجازت اوائل اسلام میں دی گئی تھی جو فتوحات کے بعد منسوخ ہوئی۔ صحیح مسلم میں ابوشریح کی ایک روایت منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میزبان پر مہمان نوازی کا حق ایک دن رات کے لئے مقرر فرمایا ہے[2] مگر یہ حق واجب نہیں بلکہ بطور نوازش ہے۔ حضرت مقدام بن معدی کربؓ کی مرفوع روایت میں یہ الفاظ ہیں: اَيُّمَا رَجُلٍ اَضَافَ قَوْمًا فَاَصْبَحَ الضَّيْفُ مَحْرُوْمًا فَاِنَّ نَصْرَهُ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ حَتَّى يَاْخُذَ بِقِرَى لَيْلَةٍ مِنْ زَرْعِهِ وَمَالِهِ. (ابوداؤد. كتاب الاطعمة، باب ماجاء فی الضیافة) یعنی جو شخص کسی قوم کے ہاں مہمان ہو، اور وہ مہمانی سے محروم رہے تو ہر مسلم پر اُس کی مدد واجب ہے اور وہ ایک رات کی مہمان نوازی کا حق اس کی کھیتی یا اس کی جائیداد سے لے سکتا ہے۔ ایک دوسرے فریق کی یہ رائے ہے کہ مذکورہ بالا ارشاد کا تعلق محصّلین زکوٰۃ کے حق ضیافت سے خاص ہے عام نہیں۔ اُس وقت تک بیت المال کا انتظام نہ تھا۔ بیت المال کے قیام کے ساتھ وہ وقتی اِجازت موقوف ہوگئی۔ غرض جب حق ضیافت کے بارے میں اس قدر اختلاف ہے تو حقوق مظالم کے تعلق میں مدارِ قیاس نہیں بنایا جا سکتا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک حقوق مظالم کا تصفیہ صرف قاضی ہی کے ذریعہ سے کیا جا سکتا ہے۔ ائمہ وفقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مذکورہ بالا اجازت محدود ہے اور اس کا تعلق صرف مالی حقوق کے قصاص سے ہے، تعزیرات بدنی سے نہیں۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک صرف ایسے حقوق سے مشار الیہ اجازت کا تعلق ہے جو عرفِ عام کے تحت آتے ہیں۔ (فتح الباری جزء۵صفحہ۱۳۴، ۱۳۵) (عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ۸، ۹)

بَاب ۱۹ : مَا جَاءَ فِي السَّقَائِفِ

منڈوؤں (چوپال) کی نسبت جو مروی ہے

وَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ فِي سَقِيْفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ بنی ساعدہ کے سقیفہ (چوپال) میں بیٹھے۔

---

[1] (ترمذی، کتاب السیر عن رسول الله، باب ما یحل من أموال أهل الذمة)

[2] (مسلم کتاب اللقطة، باب الضیافة ونحوها)

۲٤٦٢ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ وَأَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ: عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ: حِيْنَ تَوَفَّى اللهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْأَنْصَارَ اجْتَمَعُوْا فِي سَقِيْفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ فَقُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ: انْطَلِقْ بِنَا فَجِئْنَاهُمْ فِي سَقِيْفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ.

۲۴۶۲: یحیٰ بن سلیمان نے ہمیں بتایا۔انہوں نے کہا: ابن وہب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہتے تھے: مالک نے مجھے بتایا۔اور یونس نے مجھے خبر دی۔ (ان دونوں نے) ابن شہاب سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا:) عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے مجھے بتایا کہ حضرت ابن عباسؓ نے انہیں خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: جب اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دی تو انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے۔ میں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا: ہمارے ساتھ چلیں اور ہم اُن کے پاس سقیفہ بنی ساعدہ میں گئے۔

اطرافهُ: ۳٤٤٥، ۳۹۲۸، ٤٠٢١، ٦٨٢٩، ٦٨٣٠، ۷۳۲۳۔

تشریح: **مَا جَآءَ فِي السَّقَآئِفِ:** سَقِيْفَة کے معنے ہیں چھتی ہوئی جگہ جو گھر میں بطور دالان، ڈیوڑھی یا چوپال استعمال ہو۔ جہاں ملاقاتی وغیرہ آئیں یا رہگذر شدت گرمی کی وجہ سے وہاں آرام کریں۔ عرب ممالک میں ایسے سقیفے (چوپال) اب بھی موجود ہیں۔ اس باب سے سابقہ مضمون ختم کیا گیا ہے اور اب خاص حقوق کا ذکر آئے گا۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ چونکہ ایسی جگہیں مکان سے ملحق شارع عام پر واقع ہوتی ہیں اور اس میں کسی کی حق تلفی نہیں بلکہ اُن کے بنانے کی غرض ہی یہی ہوتی ہے کہ لوگ وہاں آئیں اور ایک دوسرے سے ملیں جلیں۔ چوپال، بیٹھک، دیوان خانہ اور منڈوا ایسے مقام ہیں جن کا تعلق رفاہ عامہ سے ہے۔ شادی بیاہ کے موقع پر ان سے فائدہ اُٹھایا جاتا ہے۔ جھگڑے چکانے کے لئے پنچائت بھی ایسی جگہوں میں آ کر بیٹھتی ہے۔ ان جگہوں کی تعمیر میں کسی کی حق تلفی کا سوال پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس حقوق کی حفاظت ونگرانی میں ایسی جگہیں کارآمد ہوتی ہیں کہ وہاں آنے جانے والے لوگوں سے حالات معلوم ہوتے رہتے ہیں اور یہ واقفیت بھی تعلقات کی استواری میں مدد ہوتی ہے۔ سقیفہ بنی ساعدہ بھی اسی قسم کی ایک جگہ تھی؛ جہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتخاب خلافت عمل میں آیا۔

عنوان باب مَا جَآءَ فِي السَّقَآئِف کی ترکیب عمومیت پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے اس کا تعلق کسی خاص مسئلہ سے نہیں اور یہ باب بطور فصل ہے۔ اس کے بعد جو باب ہے اس کا تعلق خاص حقوق سے ہے جبکہ سقیفہ کا تعلق عام حقوق معاشرہ سے ہے۔ شارحین کی یہ رائے ہے کہ عنوان باب واؤ عاطفہ سے سابقہ ابواب کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے اور اس میں صرف ایک ہی روایت کا حوالہ ہے جس کا تعلق رفاہ عامّہ سے ہے۔ محولہ بالا روایت خود امام بخاریؒ نے کتاب الاشربة (باب الشرب

من قدح النبی و آنیته، روایت نمبر ۵۶۳۷) میں حضرت سہل بن سعد انصاریؓ سے مفصل نقل کی ہے۔ ساعدہ کعب بن خزرج انصاری کا خاندان تھا۔ عربی میں شیر کے بہت سے نام ہیں جن میں سے ایک ساعدہ بھی ہے۔ اس خاندان کے محلے میں جو منڈوا (چوپال) بنایا گیا تھا۔ ساعدہ نامی شخص کے نام سے مشہور ہوا اور بیٹھک کے لئے استعمال ہوتا تھا۔
(عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۹)

بَاب ٢٠ : لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَّغْرِزَ خَشَبَةً فِيْ جِدَارِهِ

کوئی پڑوسی، پڑوسی کو اپنی دِیوار میں لکڑیاں گاڑنے سے نہ روکے

٢٤٦٣ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَمْنَعْ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَّغْرِزَ خَشَبَهُ فِي جِدَارِهِ ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُو هُرَيْرَةَ: مَا لِي أَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ وَاللهِ لَأَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ أَكْتَافِكُمْ.

۲۴۶۳: عبداللہ بن مسلمہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی پڑوسی اپنے پڑوسی کو اپنی دِیوار میں لکڑیاں گاڑنے سے نہ روکے۔ اس کے بعد حضرت ابوہریرہؓ کہتے تھے: مجھے کیا ہے کہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم اس بات سے منہ پھیرتے ہو۔ اللہ کی قسم! میں ضرور اس حدیث کو تمہارے کندھوں کے درمیان پھینکتا رہوں گا۔

اطرافہ: ٥٦٢٧، ٥٦٢٨۔

تشریح: لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ اَنْ يَّغْرِزَ خَشَبَةً فِیْ جِدَارِهِ: اس باب میں ایک خاص حق کا ذکر کیا گیا ہے جو بسا اوقات جھگڑے کا باعث بنتا ہے۔ دو اشخاص کے مکانوں کے درمیان ایسی دیوار میں تصرف کرنا جس کے بنانے پر صرف ایک ہی پڑوسی کا خرچ ہوا ہو اور وہ اسی کی ملکیت ہو۔ اس بارے میں فقہاء نے یہ سوال اُٹھایا ہے۔ آیا پڑوسی کی دیوار پر بغیر مالک کی اجازت کے شہتیر رکھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح بغیر اجازت تختیاں یا کھونٹیاں نصب کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اگر مالک اجازت نہ دے تو کیا شریعت اس میں جبراً تصرف کرنے کا حق دیتی ہے یا نہیں؟ اِس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ اور اسحٰق (بن راہویہ) وغیرہ کا اس بارے میں فتویٰ مذکورہ بالا حدیث کے ظاہری الفاظ سے مطابق ہے مگر امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا مشہور مذہب اس بارے میں یہ ہے کہ مالک دیوار کی رضامندی ضروری ہے اور اگر وہ اجازت نہ دے تو وہ مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ یہی مذہب احناف کا ہے۔ اِرشاد لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ وجوب پر دلالت نہیں کرتا بلکہ مندوب ہے۔ مالک دیوار کو صرف تلقین کی گئی ہے کہ اسے ہمسایہ سے نیک تعلقات قائم کرنے میں سخاوت نفس سے کام لینا چاہیے۔ اس ارشاد سے ہمسائے کو دیوار میں جبراً تصرف کرنے کا حق نہیں پیدا ہوتا۔
(فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۳۷) (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۰، ۱۱)

موطأ اور سنن ابی داؤد وغیرہ کتب احادیث میں محولہ بالا حدیث مختلف الفاظ سے منقول ہے۔ کسی میں اَلْخَشَبُ ہے جو جمع کا صیغہ ہے اور کسی میں مفرد لفظ اَلْخَشَبَةُ [1] ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کی روایت میں لَا یَمْنَعَنَّ کا لفظ ہے [2] جو نفی تاکید کا صیغہ ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۳۶، ۱۳۷)

وَاللّٰهِ لَأَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ أَكْتَافِكُمْ: بعض روایتوں میں بجائے اکتاف (کندھوں) بَيْنَ أَكْنَافِكُمْ ہے۔ كَنَفٌ بمعنی پہلو اور لَأَرْمِيَنَّ بِهَا کی جگہ لَأُلْقِيَنَّهَا [3] یعنی بات بار بار ڈالتا رہوں گا تاکہ غفلت سے بیدار رہوں۔ جیسے ایک غافل انسان بار بار ہوشیار کیا جاتا ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: لَأَضْرِبَنَّ بِهَا بَيْنَ أَعْيُنِكُمْ وَإِنْ كَرِهْتُمْ [4] میں تمہاری آنکھوں کے سامنے یہ بات پھینکتا رہوں گا خواہ تم برا مانو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ والوں کو ان الفاظ سے ان دنوں مخاطب کیا جب مروان نے انہیں اپنی غیر حاضری میں امیر مدینہ مقرر کیا تھا۔ خطابیؒ کا قول ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کی مراد یہ ہے کہ مدینہ کے لوگوں میں سے اگر کوئی اپنے ہمسائے کو نیک سلوک سے محروم کرے گا تو وہ لکڑی جس کے دیوار پر رکھنے کی اجازت نہیں دی جاتی، مالک کے کندھوں پر رکھوں گا۔ گویا یہ تنبیہ میں مبالغہ کی صورت ہے۔
(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۳۷، ۱۳۸) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۱۰)

امام ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ نے حضرت عمرؓ کے بعض فیصلے نقل کئے ہیں۔ جن سے ظاہر ہے کہ انہوں نے شکایت کا علم ہونے پر ہمسایہ کو اسی قسم کا حق ہمسائیگی حکماً دِلوایا۔ اُن کے اس تعامل پر امام شافعیؒ کی پہلے یہی رائے تھی کہ یہ حق واجب ہے لیکن بعد میں انہوں نے یہ رائے تبدیل کی اور فتویٰ دیا کہ یہ حق واجب نہیں بلکہ مندوب ہے۔ یہی جمہور کا مذہب ہے۔ امام بخاریؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ قطع نظر اس بحث کے کہ یہ امر واجب ہے یا مندوب؛ اولوالامر کا فرض ہے کہ معاشرہ کے تعلقات کی استواری قائم رکھیں اور ان کی عمدہ تربیت کی نگرانی کرتے رہیں تا امن عامہ میں کسی قسم کا رخنہ پیدا نہ ہو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ضحاک بن خلیفہ رضی اللہ عنہ کی شکایت پر فیصلہ کیا کہ محمد بن سلمہؓ کی زمین سے پانی کی نالی حکماً نکلوائی جائے جبکہ انہوں نے انکار کیا۔ آپؓ نے فرمایا کہ ہمسائے کے کھیت میں پانی پہنچانے کی غرض سے نالی ضرور گزرے گی خواہ تمہارے پیٹ پر سے ہی گزارنی پڑے۔ آپؓ کے الفاظ یہ ہیں: وَاللّٰهِ لَيَمُرَّنَّ بِهِ وَلَوْ عَلَى بَطْنِكَ. (مؤطا امام مالک، کتاب الاقضیة، باب القضاء فی المرفق)

حقوق ہمسائیگی سے متعلق صرف یہی ایک حدیث نہیں بلکہ اور بھی ارشاداتِ نبویہ ہیں جن میں سے ایک ارشاد کے الفاظ یہ ہیں: مَا زَالَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ. (بخاری کتاب الادب، باب الوصاة بالجار، روایت نمبر ۲۰۱۵) جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام پڑوسی کے بارے میں مجھے تاکید کرتے

---

[1] (سنن ابی داؤد، کتاب الاقضیة، باب من القضاء)
[2] (مسند احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرة، جزء۲ صفحہ ۲۳۰)
[3] (سنن ابی داؤد، کتاب الاقضیة، باب من القضاء)
[4] (التمهيد لابن عبد البر، حديث ثالث لابن شهاب عن عبد الرحمن الأعرج، جزء۱۰ صفحہ ۲۲۹)

رہے یہاں تک کہ میں سمجھا کہ اب وہ اسے وارث قرار دینگے۔ اور یہ ارشاد بھی ہے: مَا يُؤْمِنُ مَنْ بَاتَ شَبْعَانَ وَجَارُهُ طَاوٍ. (مصنف ابن ابی شيبة، كتاب الايمان والرؤيا، باب ما ذكر فيما يطوى عليه المؤمن من الخلال) جس کا پڑوسی بھوکا رہا اور اُس نے خود سیر ہو کر رات گزاری، وہ مومن نہیں۔ ان ارشادات کے باوجود بعض پڑوسی ایسے بھی ہیں جو خود مالک کو اس کی اپنی دیوار پر بھی شہتیر رکھنے میں مانع ہوتے ہیں۔ بعض فقہاء کے نزدیک جِدَارُهُ کی ضمیر کا مرجع مالکِ دیوار سے متعلق ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۳۸) اس تاویل سے ہمسائے کے سلوک کی برائی اور بھی زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔ ضمیر خواہ پڑوسی کی طرف لوٹے خواہ مالکِ دیوار کی طرف، دونوں صورتوں میں ارشادِ نبوی کا مفہوم واضح ہے کہ پڑوسیوں کو ایک دوسرے کی ضرورت کا خیال رکھنا چاہیے۔ اگر ان میں سے کوئی دوسرے کی دِیوار سے ایسا فائدہ اٹھانا چاہتا ہو جو نقصان دِہ نہیں اور پڑوسی مانع ہو، تو اس کا یہ فعل ظلم ہوگا مگر قابل تعزیر نہیں۔

بَاب ٢١: صَبُّ الْخَمْرِ فِي الطَّرِيْقِ

راستے میں شراب کا بہانا

٢٤٦٤: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحِيْمِ أَبُو يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: كُنْتُ سَاقِيَ الْقَوْمِ فِي مَنْزِلِ أَبِي طَلْحَةَ وَكَانَ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ الْفَضِيْخَ فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُنَادِي أَلَا إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ قَالَ: فَقَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ: اخْرُجْ فَأَهْرِقْهَا فَخَرَجْتُ فَهَرَقْتُهَا فَجَرَتْ فِي سِكَكِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: قَدْ قُتِلَ قَوْمٌ وَهِيَ فِي بُطُوْنِهِمْ فَأَنْزَلَ اللهُ: لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا

۲۴۶۴: محمد بن عبد الرحیم ابو یحیٰی نے مجھ سے بیان کیا کہ عفان نے ہمیں خبر دی۔ حماد بن زید نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ثابت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ میں ابوطلحہؓ کے گھر (ایک مجلس میں) لوگوں کا ساقی تھا اور ان دنوں ان کی شراب کھجور سے تیار ہوتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مُنادی کو حکم دیا کہ وہ اعلان کرے۔ توجہ سے سنو! شراب حرام کی گئی ہے۔ (حضرت انسؓ) کہتے تھے: اس پر مجھے ابوطلحہؓ نے کہا: باہر نکلو اور اسے اُنڈیل دو۔ میں باہر گیا اور وہ اُنڈیل دی اور وہ مدینہ کی گلیوں میں بہنے لگی۔ بعض لوگ کہنے لگے: ایسے لوگ بھی قتل کئے گئے ہیں جن کے پیٹوں میں شراب تھی۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور صالح عمل بجالائے

طَعِمُوٓا (المائدة: ٩٤) اَلْآيَةَ. ہیں جو وہ کھا پی چکے ہیں اس کی وجہ سے ان پر کوئی گناہ نہیں۔

اطرافه: ٢٦١٧، ٤٦٢٠، ٥٥٨٠، ٥٥٨٢، ٥٥٨٣، ٥٥٨٤، ٥٦٠٠، ٥٦٢٢، ٧٢٥٣.

تشریح: **صَبُّ الْخَمْرِ فِي الطَّرِيْقِ:** گلی کوچے بھی رفاہ عامہ سے تعلق رکھتے ہیں جن میں سب باشندوں کا اشتراک ہے۔ آیا یہ اشتراک کسی کو حق دیتا ہے کہ ان میں ایسا تصرف کرے جو دوسروں کے لئے تکلیف دِہ ہو۔ مثلاً کوڑا کرکٹ، گندگی یا بدبودار پانی پھینکے۔ ظاہر ہے کہ ایسا تصرف جائز نہیں بجز اس کے کہ ایسی صورت پیش آئے جس میں اصلاح مقصود ہو جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے شراب کی حرمت کا اعلان سنتے ہی مٹکوں کی شراب گلی کوچوں میں بہادی۔ مہلب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے۔
(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۳۹) (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۱)

فَجَرَتْ فِيْ سِكَكِ الْمَدِيْنَةِ: ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوطلحہؓ اور حضرت انسؓ ہی نے نہیں بلکہ دوسرے صحابہ کرامؓ نے بھی اطاعت کا اعلیٰ نمونہ دِکھایا۔ معنونہ مسئلہ کی یہ صورت استثنائی ہے۔ اِس سے جواز پیدا نہیں ہوتا کہ گھر کی گندگی اٹھا کر گلیوں میں پھینک دی جائے کہ گھر صاف ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ عنوان باب مصدر یہ رکھا ہے۔ ابن تینؒ نے اس رائے کا بھی اظہار کیا ہے کہ مندرجہ بالا واقعہ ابتدائی زمانہ کا ہے؛ جب معاشرہ کی حالت غیر منتظم تھی اور قواعد تمدن وآداب مرتب نہیں ہوئے تھے۔ موجودہ صورت تنظیم میں اجازت نہیں کہ گلی کوچوں میں پانی وغیرہ پھینک کر دوسروں کے لئے تکلیف کی صورت پیدا کی جائے۔ سحنونؒ تو کنوئیں کے پانی کا نکاس کرنے میں بھی احتیاط کی ہدایت کرتے ہیں۔ جس سے گلی کوچے میں کیچڑ وغیرہ پیدا ہو کر رہ گزروں کے لئے چلنا مشکل ہو جائے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۱)
اس تعلق میں کتاب الأشربه، باب نزل تحریم الخمر بھی دیکھئے۔

قَدْ قُتِلَ قَوْمٌ وَهِيَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى......: یہ ایک طبعی سوال تھا جو شراب کی حرمت کا اعلان ہونے پر بعض لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوا کہ غزوہ بدر و اُحد میں بعض صحابہؓ شہید ہوئے اور ان کے پیٹ میں شراب جیسی حرام شئے تھی۔ وحی الٰہی نے اس شبہ کا ازالہ کیا اور فرمایا ہے: لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (المائدہ:۹۴) جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کئے ہیں اُن پر کوئی گناہ نہیں، اُس کی وجہ سے جو انہوں نے کھایا۔ اگر انہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور ایمان لائے اور عمل صالح بجالائے۔ پھر تقویٰ اختیار کیا اور ایمان لائے۔ پھر تقویٰ اختیار کیا اور اپنے ایمان اور عمل کو کمال تک پہنچایا۔ اور اللہ محسنین سے محبت رکھتا ہے۔ احسان حُسن سے مشتق ہے اور اس کے معنے اِتْقَان کے ہیں۔ یعنی کسی عمل کو ایسے عمدہ طریق سے کرنا کہ حسن کا رنمایاں ہو۔ تقویٰ کے معنے ہیں کمال احتیاط سے کام لینا۔ اس آیت میں تقویٰ کا لفظ تین دفعہ لایا گیا ہے جس سے تقویٰ کے مدارج کی طرف توجہ دلانا

مقصود ہے۔ محرمات اور مکروہات سے بچنے کے تین مدارج ہیں: ایک ادنیٰ، دوسرا متوسط، تیسرا اعلیٰ۔ تقویٰ کا آخری درجہ احسان کہلاتا ہے؛ جس سے اس کا ایمان اور کردار کمال پذیر ہوتا ہے اور اس کی روح کا حسن پنہاں نمایاں ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس درجے کا نام عربی زبان میں احسان ہے۔ اس درجہ پر مومن اور متقی انسان اپنے خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔ اسی طرف اشارہ ہے آیت کے آخری حصے میں۔ آیت کے اس مفہوم کے پیش نظر مسئلہ معنونہ از خود واضح ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عام گزرگاہوں پر بیٹھنا ضرورۃً جائز ہو تو ہو مگر تقویٰ کا تقاضا ہے کہ ایسی جگہوں کو بیٹھک نہ بنایا جائے کہ یہ اَمر بیٹھنے والوں کے وقار کے شایاں نہیں اور گزرنے والوں کے لئے بھی تکلیف کا موجب ہے۔

بَاب ٢٢: أَفْنِيَةُ الدُّوْرِ وَالْجُلُوْسُ فِيْهَا وَالْجُلُوْسُ عَلَى الصُّعُدَاتِ

گھروں کے صحن اور ان میں بیٹھنا اور راستوں پر بیٹھنا

قَالَتْ عَائِشَةُ: فَابْتَنَى أَبُو بَكْرٍ مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ يُصَلِّي فِيْهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ وَأَبْنَاؤُهُمْ يَعْجَبُوْنَ مِنْهُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ.

حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: حضرت ابوبکرؓ نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنائی۔ جس میں وہ نماز پڑھتے اور قرآن پڑھتے۔ مشرکوں کی عورتیں اور ان کے بچے اُن کے پاس جمع ہو جاتے، اُن سے تعجب کرتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں مکہ میں تھے۔

٢٤٦٥: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوْسَ عَلَى الطُّرُقَاتِ فَقَالُوْا: مَا لَنَا بُدٌّ إِنَّمَا هِيَ مَجَالِسُنَا نَتَحَدَّثُ فِيْهَا قَالَ: فَإِذَا أَتَيْتُمْ إِلَى

۲۴۶۵: معاذ بن فضالہ نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعمر حفص بن میسرہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زید بن اسلم سے، زید نے عطاء بن یسار سے، عطاء نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوسعیدؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: دیکھنا راستوں پر نہ بیٹھنا۔ صحابہؓ نے کہا: ہمیں تو اس سے چارہ ہی نہیں۔ وہی ہمارے بیٹھنے کی جگہیں ہیں جہاں ہم آپس میں بات چیت

الْمَجَالِسَ[1] فَأَعْطُوا الطَّرِيْقَ حَقَّهَا قَالُوْا: وَمَا حَقُّ الطَّرِيْقِ قَالَ: غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الْأَذَى وَرَدُّ السَّلَامِ وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ.

کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اگر انہیں بیٹھکیں ہی بنانا ہے[1] تو پھر راستے کو جو اس کا حق ہے، دو۔ انہوں نے پوچھا: راستے کا حق کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نگاہ نیچے رکھنا اور تکلیف دِہ شئے دور کرنا اور سلام کا جواب دینا، بھلی بات کا حکم دینا اور ناپسندیدہ بات سے روکنا۔

طرفہ: ٦٢٢٩۔

تشریح: **اَفْنِيَةُ الدُّوْرِ وَالْجُلُوْسُ فِيْهَا وَالْجُلُوْسُ عَلَى الصُّعُدَاتِ:** گھروں کے اندر اور باہر صحن جو چھوڑے جاتے ہیں ان میں بھی ایک قسم کا اشتراک ہوتا ہے۔ خاندان کے افراد اور دُور و نزدیک کے رشتہ دار اور متعلقین کو وہاں اکٹھے مل کر بیٹھنے اور باتیں کرنے کا موقع ملتا ہے۔ بچے کھیل کود سکتے ہیں۔ عربی زبان میں گھر کے اندرونی حصے میں کھلی جگہ کو صحن کہتے ہیں اور گھر کے باہر والے آنگن کو فِنَاء اور صُعُدَة گھر کے دروازے کے سامنے کھلی جگہ یا گذرگاہ ہے۔ اس کی جمع صُعُدَات اور صَعُدَات ہے۔ صَعِيْدٌ کے معنے کھلا میدان، کھلا راستہ۔ عنوان باب میں جو لفظ ہے وہ دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے اور اس سے مراد گھر کے سامنے کا میدان یا گذرگاہ ہے۔ ان جگہوں میں بھی بیٹھنا پسندیدہ نہیں کہ اس سے آنے جانے والوں کے لئے روک پیدا ہوتی ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۴۰) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۱۲) چنانچہ حدیث زیر باب میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ ایسے راستوں سے متعلقہ حقوق یہ ہیں: (غَضُّ الْبَصَرِ) نگاہیں نیچی رکھنا تا مستورات آسانی سے گزر سکیں۔ (كَفُّ الْاَذٰى) ایذا دہی اور فحش گوئی سے اجتناب، سلام کا جواب دینا، نیکی کی تلقین کرنا، ناپسندیدہ باتوں سے پرہیز۔

عنوان باب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا جو حوالہ دیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے کتاب الصلوٰۃ تشریح باب ۸۶ روایت نمبر ۴۷۶ دیکھئے۔ جہاں عنوان باب میں ان الفاظ میں صراحت ہے: مِنْ غَيْرِ ضَرَرٍ بِالنَّاسِ. ایسی جگہوں میں بیٹھنے کے لئے شرط ہے کہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ اس تعلق میں گذشتہ باب کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ۲۳: اَلْآبَارُ الَّتِيْ عَلَى الطَّرِيْقِ[2] إِذَا لَمْ يُتَأَذَّ بِهَا

راستوں[2] پر کنوئیں کھودنا اگر اُن سے تکلیف یا نقصان نہ ہو

٢٤٦٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ

۲۴۶۶: عبداللہ بن مسلمہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے حضرت ابوبکرؓ کے

---

[1] عمدۃ القاری میں یہاں "فَاِذَا اَبَيْتُمْ اِلَّا الْمَجَالِسَ" کے الفاظ ہیں (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۱۳)

[2] عمدۃ القاری میں یہاں "الطُّرُقِ" کا لفظ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۱۴)

عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ بِطَرِيْقٍ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيْهَا فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ. فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِي كَانَ بَلَغَ مِنِّي فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهُ مَاءً فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ. قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ لَأَجْرًا فَقَالَ: فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ.

آزاد کردہ غلام سُمَی سے، سُمَی نے ابوصالح سمان سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بار ایک شخص راستہ میں جارہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی۔ اس نے ایک کنواں پایا۔ اس میں اترا اور پانی پیا۔ پھر باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا ہے جو ہانپ رہا اور پیاس کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا ہے۔ اس شخص نے خیال کیا کہ اس کتے کو بھی پیاس سے وہی تکلیف ہے جو مجھے پہنچی تھی۔ وہ کنوئیں میں اُترا اور اپنا موزہ پانی سے بھرا اور اس کتے کو پانی پلایا۔ اللہ نے اس کی اس نیکی کی قدر کی اور اس کے گناہوں کی پردہ پوشی فرماتے ہوئے اس سے درگزر کیا۔ صحابہؓ نے کہا: یارسول اللہ! اور ہمیں ان بے زبان چوپایوں کی وجہ سے بھی ثواب ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا: ہر تازہ جگر (جاندار مخلوق) کی وجہ سے ثواب ہوگا۔

اطرافہ: ١٧٣، ٢٣٦٣، ٦٠٠٩۔

تشریح: اَلْآبَارُ الَّتِيْ عَلَى الطَّرِيْقِ إِذَا لَمْ يُتَأَذَّ بِهَا: عام گزرگاہوں سے متعلقہ حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ راہ گیروں کے لئے پانی کا انتظام ہو اور کنوئیں محفوظ جگہوں میں کھدوائے جائیں۔ مبادا کوئی ان میں ٹھوکر کھا کر گر جائے۔

فِيْ كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ: ہر تر وتازہ جگر والے یعنی جاندار میں ثواب ہے۔ اسلام کی تعلیم میں نیکی کا دائرہ عمل کتنا وسیع ہے کہ ہر ذی روح کو شامل رکھتا ہے اور اس میں ہر عمل نتیجہ خیز بتایا گیا ہے۔ ہر ذی روح کے ساتھ رحم اور شفقت کی تعلیم اس دور میں بھی پائی جاتی تھی جسے ہندو پراچین کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ چنانچہ اس تعلیم کا نیک اثر قدیم ترین اقوام میں اب تک پایا جاتا ہے کہ ان کے نزدیک پرند اور چرند کے لئے خوراک اور پانی مہیا کرنا بڑا کارِ ثواب

ہے۔قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ٥ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ٥ (البینة:۳،۴) اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وہ رسول ہے جو انہیں پاکیزہ صحیفے پڑھ کر سناتا ہے۔ جن میں قیمتی پائیدار، ابدی تعلیمیں ہیں اور قرآن مجید سے متعلق فرماتا ہے: وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ط لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ط اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (المائدة :۴۹) ہم نے تجھ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جو تمام سابقہ ہدایات کی مصدق اور جامع ہے اور اُن کی محافظ۔ پس ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کر جو اللہ نے اتارا ہے۔ اور جو تیرے پاس حق آیا ہے، اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کر۔ تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک مسلک اور ایک مذہب بنایا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور تمہیں ایک ہی امت بنا دیتا لیکن وہ اس کے ذریعہ جو اس نے تمہیں دیا تمہیں آزمانا چاہتا ہے۔ پس تم نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ۔ اللہ ہی کی طرف تم سب کا لَوٹ کر جانا ہے۔ پس وہ تمہیں ان باتوں کی حقیقت سے آگاہ کرے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔ اور فرماتا ہے: وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذاریات: ۲۰) یعنی مومنوں کے مالوں میں سائل اور محروم دونوں کا حق ہے۔ اَلْمَحْرُوْم کی تشریح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بے زبان جانور بھی مراد لئے ہیں جو قوت گویائی سے محروم ہیں اور یہ لفظ سائل کے مقابل میں واقع ہوا ہے جو زبان سے اپنی حاجت ظاہر کرنے کی قدرت نہیں رکھتا ہے۔ فرماتے ہیں:

''بے زبانوں سے مراد کتے، بلیاں، چڑیاں، بیل، گدھے، بکریاں اور دوسری چیزیں ہیں۔'' (اسلامی اصول کی فلاسفی ''ایصالِ خیر کی اقسام'' - روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۵۷)

خلاصہ باب یہ ہے کہ راہ گذروں اور بے زبان جانوروں کے حقوق نظر انداز کرنا بھی مظالم ہی کی ایک قسم ہے اور اس کا تدارک کرنا ضروری ہے اور ان سے غفلت برتنا قابل مؤاخذہ۔ اس تعلق میں اسلامی اصول کی فلاسفی زیر عنوان ''اخلاق متعلق ترک شر'' نیز ''ایصال خیر کی اقسام'' بھی دیکھئے۔

بَاب ٢٤: إِمَاطَةُ الْأَذَى

تکلیف دِہ چیز کو ہٹا دینا

وَقَالَ هَمَّامٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

ہمام نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے

يُمِيْطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ.

ہوئے کہا: اگر راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹائے تو یہ بھی صدقہ ہے۔

تشریح: **اِمَاطَةُ الْأَذَى:** مسلم کتاب الایمان میں علامات ایمان میں سے اعلیٰ درجہ توحید باری تعالیٰ کا اقرار اور ادنیٰ درجہ اِمَاطَةُ الْأَذَى یعنی راستے سے تکلیف دہ شئے کا دور کرنا بتایا گیا ہے۔ دیکھئے مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان ۔راستوں کا آرام دہ اور پرامن بنانا حکومت کے فرائض میں سے ہے جیسا کہ مصارف زکوٰۃ کے تعلق میں کتاب الزکاۃ ، باب ۴۹ کی تشریح میں بیان کیا جاچکا ہے کہ اسلام نے اس غرض کے لئے اموال زکوٰۃ میں گنجائش رکھی ہے۔ اگر یہ فرض ادا نہیں کیا جاتا؛ یا اس میں کوتاہی برتی جاتی ہے تو حکومت اس میں جواب دہ ہے اور اس فرض میں کوتاہی مظالم میں شمار کی گئی ہے۔ پبلک کا حق ہے کہ اس کوتاہی کے تدارک کا مطالبہ کرے۔

بَاب ٢٥ : اَلْغُرْفَةُ وَالْعُلِّيَّةُ الْمُشْرِفَةُ وَغَيْرُ الْمُشْرِفَةِ فِي السُّطُوْحِ وَغَيْرِهَا

قلعہ نما مکانات اور چھتوں وغیرہ پر بلند اور پست چوبارے (بنانا اور اُن میں رہنا)

٢٤٦٧ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِيْنَةِ ثُمَّ قَالَ: هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى إِنِّي أَرَى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوْتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ

۲۴۶۷: عبداللہ بن محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ ابن عیینہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عروہ سے، عروہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے بلند مکانوں میں سے ایک مکان پر چڑھے اور نیچے دیکھا اور فرمایا: کیا تم بھی (اپنے گھروں میں فتنوں کے واقع ہونے کی جگہوں کو) دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں، میں تمہارے گھروں میں فتنوں کو قطراتِ بارش کی مانند گرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

اطرافهُ: ١٨٧٨، ٣٥٩٧، ٧٠٦٠.

٢٤٦٨ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ

۲۴۶۸: یحیٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب

شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمْ أَزَلْ حَرِيْصًا عَلَى أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّتَيْنِ قَالَ اللهُ لَهُمَا: اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا (التحـــريم: ٤) فَحَجَجْتُ مَعَهُ فَعَدَلَ وَعَدَلْتُ مَعَهُ بِالْإِدَاوَةِ فَتَبَرَّزَ ثُمَّ جَاءَ فَسَكَبْتُ عَلَى يَدَيْهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ فَتَوَضَّأَ فَقُلْتُ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَنِ الْمَرْأَتَانِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّتَانِ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمَا: اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا (التحريم: ٤) فَقَالَ: وَاعَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ. ثُمَّ اسْتَقْبَلَ عُمَرُ الْحَدِيْثَ يَسُوْقُهُ فَقَالَ: إِنِّي كُنْتُ وَجَارٌ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِيْنَةِ وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُوْلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْزِلُ

سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عبیداللہ بن عبداللہ بن ابی ثور نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: مجھے ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھوں کہ نبی ﷺ کی ازواج میں سے وہ دو عورتیں کون ہیں جنہیں اللہ نے کہا: اگر تم دونوں اللہ کی طرف رجوع کرو اور اس سے اپنی غلطی کی معافی مانگو تو تمہارے دل تو اس طرف پہلے ہی سے مائل ہیں۔ (پھر ایسا ہوا کہ) میں اُن کے ساتھ حج کے لئے گیا۔ وہ راستہ چھوڑ کر ایک طرف گئے اور میں بھی چھاگل لے کر ان کے ساتھ ہی گیا۔ انہوں نے الگ جا کر قضاء حاجت کی۔ جب آئے تو میں نے ان کے ہاتھوں پر اس چھاگل سے پانی ڈالا اور انہوں نے وضو کیا۔ میں نے کہا: امیر المومنین! نبی ﷺ کی ازواج میں سے وہ دو عورتیں کون ہیں جن سے اللہ عزوجل نے فرمایا تھا: اگر تم اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اپنی غلطی کی معافی مانگو تو تمہارے دل تو اس طرف پہلے ہی سے مائل ہیں۔ انہوں نے کہا: ابن عباسؓ! تم پر بڑا ہی تعجب۔ عائشہؓ اور حفصہؓ ہی ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ اصل بات شروع سے بیان کرنے لگے۔ انہوں نے کہا: میں اور میرا ایک انصاری ہمسایہ بنی امیہ بن زید کی بستی میں رہتے تھے اور یہ بستی مدینہ کی ان بستیوں میں سے تھی جو بلندی پر واقع ہیں اور ہم باری باری نبی ﷺ کے پاس جایا کرتے تھے۔ ایک دن وہ جاتا اور ایک دن میں۔ جب میں جاتا تو اس دن کی خبر وحی وغیرہ اپنے اس ہمسائے کو سنا دیتا اور جب وہ

يَوْمًا وَأَنْزِلُ يَوْمًا فَإِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ مِنْ خَبَرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْأَمْرِ وَغَيْرِهِ وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَهُ وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى الْأَنْصَارِ إِذْ هُمْ قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَأْخُذْنَ مِنْ أَدَبِ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ فَصِحْتُ عَلَى امْرَأَتِي فَرَاجَعَتْنِي فَأَنْكَرْتُ أَنْ تُرَاجِعَنِي فَقَالَتْ: وَلِمَ تُنْكِرُ أَنْ أُرَاجِعَكَ فَوَاللهِ إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُرَاجِعْنَهُ وَإِنَّ إِحْدَاهُنَّ لَتَهْجُرُهُ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ فَأَفْزَعَتْنِي فَقُلْتُ: خَابَتْ مَنْ فَعَلَتْ مِنْهُنَّ بِعَظِيمٍ. ثُمَّ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقُلْتُ: أَيْ حَفْصَةُ أَتُغَاضِبُ إِحْدَاكُنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ فَقَالَتْ: نَعَمْ. فَقُلْتُ: خَابَتْ وَخَسِرَتْ أَفَتَأْمَنُ أَنْ يَّغْضَبَ اللهُ لِغَضَبِ رَسُوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَهْلِكِيْنَ لَا تَسْتَكْثِرِي عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جاتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتا۔ اور ہم قریش لوگ عورتوں پر غالب رہتے تھے۔ جب ہم (مدینہ) انصار کے پاس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کی عورتیں ان پر غالب رہتی ہیں۔ (یہ دیکھ کر) ہماری عورتیں بھی انصاری عورتوں کا وطیرہ اختیار کرنے لگیں۔ میں نے اپنی عورت کو ڈانٹا تو اس نے مجھے جواب دیا۔ میں نے برا منایا کہ وہ اس طرح مجھے جواب دے۔ کہنے لگی: میرے جواب دینے کو آپ کیوں برا مانتے ہیں۔ خدا کی قسم! نبی ﷺ کی ازواج بھی آپؐ کو جواب دیتی ہیں اور ان میں سے ایک تو آپؐ سے سارا دن رات تک الگ رہتی ہے۔ اس بات نے مجھے گھبرا دیا۔ میں نے کہا: بہت ہی نامراد ہے وہ جو ایسا کرتی ہے۔ اس کے بعد میں نے اپنے کپڑے جلدی سے پہنے اور حفصہؓ کے پاس گیا۔ میں نے کہا: اری حفصہؓ! تم میں سے کوئی (بیوی) رسول اللہ ﷺ کو دن رات ناراض رکھتی ہے۔ اس نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: نامراد رہے وہ برباد ہو۔ کیا وہ اللہ کی ناراضگی سے بچ رہے گی جو اُس کے رسول ﷺ کو ناراض کرتی ہے۔ تم رسول اللہ ﷺ سے بہت فرمائشیں نہ کیا کرو، ورنہ ہلاک ہو جاؤگی اور نہ کسی بات میں آپؐ کو جواب دیا کرو اور نہ ان سے علیحدگی اختیار کیا کرو اور تمہیں جو کوئی ضرورت پیش آئے مجھ سے کہا کرو اور تمہیں یہ بات دھوکہ نہ دے کہ تیری ہم جولی تجھ سے زیادہ خوبصورت ہے اور رسول اللہ ﷺ کو زیادہ پیاری ہے۔ اُن کی مراد حضرت عائشہؓ سے تھی۔ (حضرت عمرؓ نے کہا:) اور (ان دنوں) یہ

وَلَا تُرَاجِعِيْهِ فِي شَيْءٍ وَلَا تَهْجُرِيْهِ وَ سَلِيْنِيْ مَا بَدَا لَكِ وَلَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ أَوْضَأَ مِنْكِ وَأَحَبَّ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ عَائِشَةَ وَكُنَّا تَحَدَّثْنَا أَنَّ غَسَّانَ تُنْعِلُ النِّعَالَ لِغَزْوِنَا فَنَزَلَ صَاحِبِي يَوْمَ نَوْبَتِهِ فَرَجَعَ عِشَاءً فَضَرَبَ بَابِي ضَرْبًا شَدِيْدًا وَقَالَ: أَثَمَّ☆ هُوَ؟ فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِ وَقَالَ: حَدَثَ أَمْرٌ عَظِيْمٌ قُلْتُ: مَا هُوَ أَجَاءَتْ غَسَّانُ؟ قَالَ: لَا بَلْ أَعْظَمُ مِنْهُ وَأَطْوَلُ طَلَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءَهُ. قَالَ: قَدْ خَابَتْ حَفْصَةُ وَخَسِرَتْ. كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ هَذَا يُوْشِكُ أَنْ يَكُوْنَ فَجَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي فَصَلَّيْتُ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ مَشْرُبَةً لَهُ فَاعْتَزَلَ فِيْهَا فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَإِذَا هِيَ تَبْكِي قُلْتُ: مَا يُبْكِيْكِ أَوَلَمْ أَكُنْ حَذَّرْتُكِ أَطَلَّقَكُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: لَا

باتیں بھی ہو رہی تھیں کہ غسان ہم سے لڑنے کے لئے گھوڑوں کی نعل بندی کر رہے ہیں۔ پس میرا ساتھی اپنی باری کے دن نیچے گیا اور عشاء کے وقت واپس آیا اور میرے دروازے کو زور سے کھٹکھٹایا اور کہا: کیا وہ سویا☆ ہوا ہے؟ میں گھبرا کر اُس کے پاس باہر آیا اور اُس نے کہا: بہت ہی بڑا حادثہ ہوا ہے۔ میں نے پوچھا: وہ کیا؟ کیا غسان آپہنچے؟ اس نے کہا: نہیں بلکہ اُس سے بھی بہت بڑا اور بہت لمبا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: حفصہؓ سچ مچ نامراد ہی ہوئی اور برباد ہوگئی۔ میں بھی سمجھتا تھا کہ عنقریب ہی ایسا ہونے کو ہے۔ میں نے اپنے کپڑے جلدی سے پہنے اور صبح کی نماز نبی ﷺ کے ساتھ پڑھی۔ آپؐ اپنے ایک بالاخانہ میں چلے گئے تھے اور وہاں اکیلے بیٹھ رہے۔ میں حفصہؓ کے پاس اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ رو رہی ہے۔ میں نے پوچھا: تمہیں کونسی بات رلا رہی ہے؟ کیا میں نے تمہیں آگاہ نہیں کیا تھا؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں طلاق دے دی ہے؟ وہ کہنے لگی: مجھے پتہ نہیں۔ آپؐ اس بالاخانے میں ہیں۔ میں باہر نکل کر منبر کے پاس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے آس پاس کچھ لوگ ہیں۔ بعض ان میں سے رو رہے ہیں۔ میں ان کے پاس کچھ دیر بیٹھا پھر مجھ پر رنج کا غلبہ ہوا تو میں اس بالاخانہ کے پاس پہنچا جہاں نبی کریم ﷺ تھے۔ میں نے آپؐ کے ایک غلام سے جو سیاہ فام تھا، کہا: عمرؓ کیلئے اجازت مانگو۔ وہ اندر گیا

☆ فتح الباری نسخہ انصاریہ میں یہاں الفاظ ”اَنَائِمٌ هُوَ“ ہیں۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۴۳) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

أَدْرِي هُوَ ذَا فِي الْمَشْرُبَةِ فَخَرَجْتُ فَجِئْتُ الْمِنْبَرَ فَإِذَا حَوْلَهُ رَهْطٌ يَبْكِي بَعْضُهُمْ فَجَلَسْتُ مَعَهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ فَجِئْتُ الْمَشْرُبَةَ الَّتِي هُوَ فِيْهَا فَقُلْتُ لِغُلَامٍ لَهُ أَسْوَدَ: اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ فَدَخَلَ فَكَلَّمَ النَّبِيَّ ﷺ ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ: ذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ فَانْصَرَفْتُ حَتَّى جَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ فَجِئْتُ {فَقُلْتُ لِلْغُلَامِ☆}فَذَكَرَ مِثْلَهُ فَجَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ فَجِئْتُ الْغُلَامَ فَقُلْتُ: اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ فَلَمَّا وَلَّيْتُ مُنْصَرِفًا فَإِذَا الْغُلَامُ يَدْعُوْنِي قَالَ: أَذِنَ لَكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلَى رِمَالِ حَصِيْرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ قَدْ أَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهِ مُتَّكِئٌ عَلَى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ قُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ: طَلَّقْتَ نِسَاءَكَ؟ فَرَفَعَ

اور نبی ﷺ سے بات کی اور پھر چلا آیا۔ اس نے کہا: میں نے نبی کریم ﷺ سے آپؓ کا ذکر کیا۔ تو آپؐ خاموش رہے۔ (حضرت عمرؓ کہتے تھے:) میں لوٹ آیا اور ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا جو منبر کے پاس تھے۔ اس رنج نے جو میں محسوس کر رہا تھا، مجھے نڈھال کر دیا اور میں پھر (بالا خانہ کے پاس) گیا۔ {اور غلام کے ذریعہ اجازت چاہی☆} اس نے پھر ویسے ہی بیان کیا۔ اس پر میں ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا جو منبر کے پاس تھے۔ پھر مجھے اس رنج نے جو میں اپنے اندر محسوس کر رہا تھا، اتنا بے قرار کیا کہ مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں اس غلام کے پاس آیا اور میں نے کہا: عمرؓ کیلئے اجازت مانگو اور اس نے پھر ویسے ہی بیان کیا۔ جب میں پیٹھ موڑ کر واپس ہونے لگا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی غلام مجھے بلا رہا ہے۔ اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو اجازت دی ہے۔ چنانچہ میں آپؐ کے پاس اندر گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپؐ ایک بوریا پر لیٹے ہوئے ہیں۔ آپؐ کے اور بوریا کے درمیان کوئی بچھونا نہیں۔ اس لیے بوریئے نے آپؐ کے پہلو پر نشان ڈالے ہوئے ہیں۔ ایک چمڑے کے تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے ہیں جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی ہے۔ میں نے آپؐ کو سلام کیا۔ پھر میں نے پوچھا اور میں کھڑا ہی تھا: آپؐ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپؐ نے میری طرف اپنی نگاہ اُٹھائی اور فرمایا: نہیں۔ تو پھر میں نے کہا اور میں کھڑا ہی تھا۔ میرے دل کی گھبراہٹ دور ہو رہی تھی۔ یا رسول اللہ!

☆ یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ۵ حاشیہ صفحہ ۱۴۳)

بَصَرَهُ إِلَيَّ فَقَالَ: لَا. ثُمَّ قُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ أَسْتَأْنِسُ يَا رَسُوْلَ اللهِ لَوْ رَأَيْتَنِي وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى قَوْمٍ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ فَذَكَرَهُ فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قُلْتُ: لَوْ رَأَيْتَنِي وَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقُلْتُ: لَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ أَوْضَأَ مِنْكِ وَأَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ عَائِشَةَ فَتَبَسَّمَ أُخْرَى فَجَلَسْتُ حِيْنَ رَأَيْتُهُ تَبَسَّمَ ثُمَّ رَفَعْتُ بَصَرِي فِي بَيْتِهِ فَوَاللهِ مَا رَأَيْتُ فِيْهِ شَيْئًا يَرُدُّ الْبَصَرَ غَيْرَ أَهَبَةٍ ثَلَاثٍ فَقُلْتُ: ادْعُ اللهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلَى أُمَّتِكَ فَإِنَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَأُعْطُوا الدُّنْيَا وَهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ اللهَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ: أَوَفِي شَكٍّ أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ أُولَئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ اسْتَغْفِرْ لِي.

آپؐ دیکھیں کہ ہم قریش لوگ عورتوں سے زبردست تھے۔ انہیں قابو میں رکھتے۔ جب ایسی قوم کے پاس آئے جن کی عورتیں ان سے زبردست ہیں۔ یہ کہہ کر حضرت عمرؓ نے سارا واقعہ بیان کیا۔ نبی ﷺ مسکرائے۔ پھر میں نے کہا: (یارسول اللہ!) دیکھیں میں حفصہؓ کے پاس گیا۔ میں نے کہا: تمہیں یہ بات دھوکہ نہ دے کہ تمہاری یہ ہم جولی تم سے زیادہ خوبصورت ہے اور نبی ﷺ کو زیادہ پیاری ہے۔ اُن کی مراد حضرت عائشہؓ سے تھی۔ آپؐ پھر مسکرائے۔ جب میں نے دیکھا کہ آپؐ مسکرائے ہیں تو میں بیٹھ گیا۔ اِس کے بعد میں نے آپؐ کے گھر کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھا تو اللہ کی قسم! تین کچی کھالوں کے سوا وہاں کوئی شئے نہیں تھی جو مجھے نظر آئی ہو۔ میں نے (آپؐ سے) کہا: اللہ سے دعا کریں کہ وہ آپؐ کی امت کو کشائش دے کیونکہ فارس اور روم کو بہت دولت دی گئی ہے اور انہیں دنیا ملی ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ آپؐ تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: خطاب کے بیٹے! کیا ابھی تک تم شک میں ہو؟ وہ ایسے لوگ ہیں جن کو جلدی سے اس دنیا کی زندگی ہی میں ان کے جو مزے کی چیزیں تھیں دی گئی ہیں۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! میرے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ اور نبی ﷺ اپنی ازواج سے اس بات کی وجہ سے الگ ہوئے تھے جس کو حفصہؓ نے عائشہؓ سے بیان کر دیا تھا اور آپؐ یہ فرما چکے تھے کہ میں ان عورتوں کے پاس ایک مہینہ تک نہیں جاؤں گا اور یہ اس سخت ناراضگی کی وجہ سے تھا

فَاعْتَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ حِيْنَ أَفْشَتْهُ حَفْصَةُ إِلَى عَائِشَةَ وَكَانَ قَدْ قَالَ: مَا أَنَا بِدَاخِلٍ عَلَيْهِنَّ شَهْرًا مِنْ شِدَّةِ مَوْجِدَتِهِ عَلَيْهِنَّ حِيْنَ عَاتَبَهُ اللّٰهُ فَلَمَّا مَضَتْ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَبَدَأَ بِهَا فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ: إِنَّكَ أَقْسَمْتَ أَنْ لَّا تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا وَإِنَّا أَصْبَحْنَا بِتِسْعٍ وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً أَعُدُّهَا عَدًّا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ وَكَانَ ذٰلِكَ الشَّهْرُ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ قَالَتْ عَائِشَةُ: فَأُنْزِلَتْ آيَةُ التَّخْيِيْرِ فَبَدَأَ بِي أَوَّلَ امْرَأَةٍ فَقَالَ: إِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا وَلَا عَلَيْكِ أَنْ لَّا تَعْجَلِي حَتَّى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ قَالَتْ قَدْ أَعْلَمُ☆ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُوْنَا يَأْمُرَانِي بِفِرَاقِكَ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ قَالَ: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ إِلَى قَوْلِهِ عَظِيْمًا (الاحزاب: ۲۹-۳۰) قُلْتُ أَفِي هٰذَا

جو آپؐ کو ان پر اُس وقت ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تنبیہ کی۔ جب اُنتیس دن گزرے آپؐ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور ان سے باری شروع کی۔ حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے کہا: آپؐ نے تو قسم کھائی تھی کہ آپؐ ہمارے پاس ایک مہینہ تک نہیں آئیں گے اور آج ہمیں اُنتیسویں رات ہے۔ میں انہیں گنتی رہی ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: مہینہ اُنتیس دن کا بھی ہوتا ہے اور وہ مہینہ اُنتیس دن کا ہی تھا۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: وہ آیت نازل ہوئی جس میں ہمیں اختیار دیا گیا تھا (کہ خواہ ہم دنیا لے لیں یا رسول اللہ ﷺ کے پاس رہیں) میں پہلی عورت تھی جس سے نبی کریم ﷺ نے پوچھنا شروع کیا۔ آپؐ نے فرمایا: میں تم سے ایک بات بیان کرنے لگا ہوں اور تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم اس کا جلدی سے جواب نہ دو؛ جب تک کہ اپنے ماں باپ سے مشورہ نہ کرلو۔ کہتی تھیں: آپؐ خوب جانتے☆ تھے کہ میرے ماں باپ ایسے نہیں کہ مجھے آپؐ سے جدا ہونے کا مشورہ دیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے نبی! اپنی بیویوں سے کہو کہ اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دنیوی سامان دے دیتا ہوں اور تم کو نیک طریق سے رخصت کر دیتا ہوں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور اخروی زندگی کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے پوری طرح اسلام پر قائم رہنے والیوں کے لیے بہت بڑا اِنعام تجویز کر رکھا ہے۔ میں نے کہا: کیا میں اس کے

☆ صحیح البخاری مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی میں اس جگہ ''عَلِمَ'' کا لفظ ہے (صحیح البخاری جزء اول صفحہ ۳۳۵) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ فَإِنِّي أُرِيْدُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ ثُمَّ خَيَّرَ نِسَاءَهُ فَقُلْنَ مِثْلَ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ.

متعلق اپنے ماں باپ سے مشورہ لوں؟ میں تو اللہ اور اُس کے رسول اور دارِ آخرت کو چاہتی ہوں۔ اس کے بعد پھر آپؐ نے اپنی دوسری عورتوں کو بھی اختیار دیا اور انہوں نے بھی وہی کہا جو حضرت عائشہؓ نے کہا تھا۔

اطرافہ: ۸۹، ۴۹۱۳، ۴۹۱۵، ۵۱۹۱، ۵۲۱۸، ۵۸۴۳، ۷۲۵۶، ۷۲۶۳۔

۲۴۶۹: حَدَّثَنِي ابْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: آلَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِّسَائِهِ شَهْرًا وَكَانَتِ انْفَكَّتْ قَدَمُهُ فَجَلَسَ فِي عُلِّيَّةٍ لَّهُ فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ: أَطَلَّقْتَ نِسَاءَكَ؟ قَالَ: لَا وَلٰكِنِّي آلَيْتُ مِنْهُنَّ شَهْرًا. فَمَكَثَ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ ثُمَّ نَزَلَ فَدَخَلَ عَلَى نِسَائِهِ.

۲۴۶۹: (محمد) بن سلام (بیکندی) نے مجھ سے بیان کیا کہ (مروان بن معاویہ) فزاری نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حمید طویل سے، حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کے پاس ایک ماہ تک نہ جانے کی قسم کھائی اور آپؐ کے پاؤں میں موچ آگئی تھی اور آپؐ اپنے ایک بالا خانہ میں رہے۔ حضرت عمرؓ آئے اور انہوں نے پوچھا: کیا آپؐ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، بلکہ میں نے ایک ماہ تک ان کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی ہے۔ آپؐ اُنتیس دن بالا خانہ میں ٹھہرے۔ اس کے بعد اُترے اور اپنی ازواج کے پاس گئے۔

اطرافہ: ۳۷۸، ۶۸۹، ۷۳۲، ۷۳۳، ۸۰۵، ۱۱۱۴، ۱۹۱۱، ۵۲۰۱، ۵۲۸۹، ۶۶۸۴۔

تشریح: **اَلْغُرْفَةُ وَالْعُلِّيَّةُ الْمُشْرِفَةُ وَ غَيْرُ الْمُشْرِفَةِ فِي السُّطُوحِ وَغَيْرِهَا:** اس باب میں تین روایتیں ہیں۔ پہلی روایت سے صرف اس قدر بتانا مقصود ہے کہ اٰطَامِ مَدِيْنَة یعنی مدینہ کے قلعہ نما مکانات میں بالا خانے ہوتے تھے۔ دوسری اور تیسری روایت سے بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک دفعہ بالا خانے میں ایک مہینہ قیام فرمایا تھا۔ ان روایتوں سے بالا خانہ بنانے اور اس میں رہائش اختیار کرنے کا جواز ظاہر ہے۔ عنوان باب میں اگرچہ کوئی معین مسئلہ مذکور نہیں مگر ائمہ اسلام نے اس بارہ میں کچھ پابندیاں عائد کی ہیں کہ بالا خانے بنانے میں یہ احتیاط مدنظر رہے کہ کسی دور ونزدیک ہمسایہ کی بے پردگی نہ ہو اور سکونت کے دوران پوری احتیاط سے کام لے۔ مثلاً دوسرے کے مکان میں نہ جھانکے جو سخت معیوب اور قابل مؤاخذہ ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے احمدیت یعنی حقیقی اسلام- انوار العلوم جلد ۸ صفحہ ۲۸۰ تا ۲۸۸۔ جہاں شہریت کے اسلامی اصول کا بیان ہے۔

باب کی پہلی روایت ایک کشفی نظارے سے متعلق ہے جو بصورت پیشگوئی اس ہولناک فتنے کے ایام میں پوری ہوئی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری عہد خلافت میں اُٹھا اور حضرت علیؓ کی خلافت کے ایام میں نہایت شدید خونریزی کی صورت میں منتج ہوا۔ تفصیل کے لیے دیکھئے ''اسلام میں اختلافات کا آغاز'' - انوار العلوم جلد ۴ صفحہ ۱۹۸ تا ۲۷۳۔ اس تعلق میں کتاب فضائل المدینة باب ۵، ۶، ۷، ۸ بھی دیکھئے۔ واقعہ مذکورہ بالا کیلئے کتاب النکاح باب ۸۳ روایت نمبر ۵۱۹۱ بھی دیکھئے۔

بَاب ۲٦: مَنْ عَقَلَ بَعِيْرَهُ عَلَى الْبَلَاطِ أَوْ بَابِ الْمَسْجِدِ

(مسجد کے دروازے پر) جو پتھر بچھے ہوئے تھے جس نے وہاں یا مسجد کے دروازے پر اپنا اُونٹ باندھا

۲٤٧٠: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيْلٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيُّ قَالَ: أَتَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلْتُ إِلَيْهِ وَعَقَلْتُ الْجَمَلَ فِي نَاحِيَةِ الْبَلَاطِ فَقُلْتُ: هَذَا جَمَلُكَ فَخَرَجَ فَجَعَلَ يُطِيْفُ بِالْجَمَلِ قَالَ: الْجَمَلُ وَالثَّمَنُ لَكَ.☆

۲۴۷۰: مسلم (بن ابراہیم) نے ہمیں بتایا۔ ہم سے ابوعقیل نے بیان کیا، (کہا) کہ ہمیں ابوالمتوکل ناجی نے بتایا۔ وہ کہتے تھے: میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے پاس آیا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آئے اور میں بھی آپؐ کے پاس گیا اور (مسجد کے) پختہ فرش کے ایک کونے میں اُونٹ باندھ دیا۔ میں نے کہا: یہ آپؐ کا اُونٹ ہے۔ آپؐ باہر آئے اور اُونٹ کے آس پاس پھرنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا: یہ لو اس کی قیمت اور اُونٹ بھی تمہارا ہی ہے☆

اطرافہ: ٤٤٣، ١٨٠١، ٢٠٩٧، ٢٣٠٩، ٢٣٨٥، ٢٣٩٤، ٢٤٠٦، ٢٦٠٣، ٢٦٠٤، ٢٧١٨، ٢٨٦١، ٢٩٦٧، ٣٠٨٧، ٣٠٨٩، ٣٠٩٠، ٤٠٥٢، ٥٠٧٩، ٥٠٨٠، ٥٢٤٣، ٥٢٤٤، ٥٢٤٥، ٥٢٤٦، ٥٢٤٧، ٥٣٦٧، ٦٣٨٧.

تشریح: مَنْ عَقَلَ بَعِيْرَهُ عَلَى الْبَلَاطِ اَوْ بَابِ الْمَسْجِدِ: بلاط کے معنے ہیں پختہ فرش مکان کے اندر ہو یا پیش دروازہ۔ (لسان العرب- بلط) عنوان باب میں جس فرش کا ذکر ہے وہ مسجد نبویؐ کا تھا جو دروازے کے سامنے تھا۔ یہ فرش عام گزرگاہ کا حصہ تھا۔ آیا ایسی جگہیں بلا اجازت عارضی طور پر استعمال کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ عنوان باب مَنْ سے قائم کر کے جواب محذوف رکھا ہے۔ مندرجہ روایت سے ضمناً استدلال کیا جاسکتا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فروخت کردہ اُونٹ سپرد کرنے کی غرض سے وہاں لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُونٹ کے پاس چکر لگایا اور اس کی قیمت ادا کی۔ اس امر سے سمجھا گیا ہے کہ اُونٹ وہاں بٹھانے کی اجازت ضمناً موجود تھی۔

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اَلثَّمَنُ وَالْجَمَلُ لَکَ کے الفاظ ہیں (فتح الباری جزء ۵ حاشیہ صفحہ ۱۴۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بعض فقہاء نے یہاں اُونٹ کے نجس یا پاک ہونے کا سوال اُٹھایا ہے کہ مسجد اس کے داخل ہونے سے ناپاک ہوجائے گی۔ (دیکھئے عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ۲۲) یہ سوالات غیر متعلقہ ہیں۔ اِس لئے مذکورہ بالا عنوان قائم کرکے ان کا جواب نظرانداز کیا گیا ہے۔ مسجدِ نبویؐ کے اندر اور باہر کھلی جگہ تھی جو مسجد ہی کا حصہ تھی۔ اس قسم کا ایک عنوان کتاب الصلاۃ باب ۷۸ میں بھی قائم کیا گیا ہے۔ نیز اس تعلق میں ابواب متعلقہ آدابِ مسجد کے لیے کتاب الصلاۃ باب ۶۹، ۷۵، ۷۶، ۷۷ بھی دیکھئے۔

بَاب ٢٧: اَلْوُقُوْفُ وَالْبَوْلُ عِنْدَ سُبَاطَةِ قَوْمٍ

کسی قوم کے گُھورے کے پاس ٹھہرنا اور پیشاب کرنا

٢٤٧١: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ: لَقَدْ أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا.

۲۴۷۱: سلیمان بن حرب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے منصور سے، منصور نے ابووائل سے، ابووائل نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ یا یوں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے گھورے پر آئے اور وہاں کھڑے ہی پیشاب کیا۔

اطرافه: ٢٢٤، ٢٢٥، ٢٢٦.

تشریح: اَلْوُقُوْفُ وَالْبَوْلُ عِنْدَ سُبَاطَةِ قَوْمٍ: سُبَاطَةٌ گھورا یا روڑی۔ عربی میں اسے مَزْبَلَةٌ بھی کہتے ہیں۔ جہاں گھروں کا کوڑا کرکٹ اور گوبر وغیرہ پھینکا جاتا ہے۔
(عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ۲۲)(لسان العرب – سبط)

قدیم سے یہ چیز بطور کھاد استعمال ہوتی رہی ہے اور اس لحاظ سے قیمتی شئے ہے۔ شہر کے مزبلے کا تعلق آج کل مجالس بلدیہ یعنی شہری کمیٹیوں سے ہے۔ دیہات میں ہر شخص کی رُوڑی اس کی ملکیت ہوتی ہے۔ شاملات میں واقع ہونے کی وجہ سے ان سے اِستفادہ کا حق پبلک کو صرف محدود صورت میں ہوتا ہے۔ یہی مضمون عنوان باب کا ہے۔ اس محدود حق سے تجاوز کرنا ناجائز ہے اور یہ فعل مظالم کی فہرست میں شامل ہے۔ روایت زیرِ باب کتاب الوضو باب ۶۰ تا ۶۲ میں بھی گزر چکی ہے۔

بَاب ٢٨: مَنْ أَخَذَ الْغُصْنَ وَمَا يُؤْذِي النَّاسَ فِي الطَّرِيْقِ فَرَمَى بِهِ

جس نے کوئی ٹہنی یا وہ چیز جو راہگیر کو اِیذاء دینے والی ہو، اُٹھا کر پھینک دی

٢٤٧٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ

۲۴۷۲: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَّمْشِي بِطَرِيْقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيْقِ فَأَخَذَهُ فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ.

طرفهُ: ٦٥٢۔

کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سُمَی سے، سُمَی نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک بار کوئی شخص راستے میں چلا جارہا تھا۔ اُس نے کانٹوں والی شاخ راستہ میں پائی اور اٹھا کر دور پھینک دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس کی پردہ پوشی فرماتے ہوئے اس کے گناہوں سے درگذر کیا۔

تشریح: مَنْ اَخَذَ الْغُصْنَ وَمَا يُؤْذِي النَّاسَ فِي الطَّرِيْقِ فَرَمَى بِهِ: اس تعلق میں کتاب المظالم باب ۲۴ بھی دیکھئے۔ عنوان باب ایک وضاحت کی غرض سے قائم کیا گیا ہے۔ مندرجہ روایت میں صرف یہ ذکر ہے کہ راہگذر نے کانٹوں والی شاخ اٹھائی۔ الفاظ فَرَمَى بِهِ عنوان باب میں زائد کر کے بتایا ہے کہ محض اٹھالینا مراد نہیں بلکہ اس کا ایسی جگہ پھینکنا مراد ہے جہاں لوگوں کے لئے ایذاء رساں نہ ہو اور یہ فعل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قدر ہے۔ انسان کا بلند کردار چھوٹی چھوٹی باتوں ہی سے بنتا ہے جو شخص لوگوں کی بھلائی معمولی باتوں میں نظر انداز کرتا ہے۔ جن میں نہ اس کا کوئی وقت خرچ ہوتا ہے اور نہ کوفت اُٹھانی پڑتی ہے، وہ معاشرے کا مفید رکن نہیں۔ ایسے مواقع کی موجودگی میں جو انسان اپنے محلے داروں یا شہر والوں کے حقوق کا پاس رکھتا ہو اُس کے متعلق سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ اچھے کردار کا مالک ہے کہ باوجود روکیں پیدا ہونے کے وہ چھوٹی چھوٹی نیکیوں کے مواقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرہ اسلامیہ کے افراد کی تربیت میں چھوٹی چھوٹی بھلائیوں کی بھی تلقین فرمائی ہے۔ ایک شخص راستے سے تو فائدہ اٹھاتا ہے مگر اس کا ادنیٰ سا حق ادا نہیں کرتا۔ امام بخاریؒ نے اس کی یہ کوتاہی بھی مظالم میں شمار کی ہے۔

بَاب ٢٩: إِذَا اخْتَلَفُوْا فِي الطَّرِيْقِ الْمِيْتَاءِ وَهِيَ الرَّحْبَةُ تَكُوْنُ بَيْنَ الطَّرِيْقِ ثُمَّ يُرِيْدُ أَهْلُهَا الْبُنْيَانَ فَتُرِكَ مِنْهَا لِلطَّرِيْقِ سَبْعَةُ أَذْرُعٍ

اگر شارع عام میں اختلاف ہو اور وسیع جگہ ہو
اور وہاں کے رہنے والے عمارت بنانا چاہیں تو اس میں سے راستے کے لئے سات ہاتھ جگہ چھوڑ دیں

٢٤٧٣: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ خِرِّيتٍ عَنْ عِكْرِمَةَ سَمِعْتُ

۲۴۷۳: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ جریر بن حازم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زبیر بن خریت سے، زبیر نے عکرمہ سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا:)

أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَشَاجَرُوْا فِي الطَّرِيْقِ الْمِيْتَاءِ بِسَبْعَةِ أَذْرُعٍ.

میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہتے تھے کہ جب لوگ شارع عام سے متعلق آپس میں اختلاف کرتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سات ہاتھ چھوڑنے کا فیصلہ فرماتے۔

تشریح: اِذَا اخْتَلَفُوْا فِى الطَّرِيْقِ الْمِيْتَآءِ وَهِيَ الرَّحْبَةُ: راستے کا حق یہ بھی ہے کہ مکان بناتے وقت اتنی جگہ چھوڑ دی جائے کہ راستہ تنگ نہ ہو۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ لوگ اس کا خیال نہیں رکھتے بلکہ ان کا رجحان اس طرف ہوتا ہے کہ اپنی جگہ میں سے کچھ نہ چھوڑیں اور دوسرے کی جگہ لے لیں۔ اس سے ان کی فطرت کا میلان ظاہر ہے جو سارے کردار پر اثر انداز ہوتا ہے۔ عنوان باب میں مسند عبدالرزاق کی روایت کا حوالہ دے کر راستے کی کم از کم چوڑائی کی طرف توجہ مبذول کی ہے کہ سات ہاتھ ہو۔ یعنی تقریباً چودہ پندرہ فٹ ۔ یہ چوڑائی گلی کی ہے۔ روایت بالا حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اِذَا اخْتَلَفْتُمْ فِى الطَّرِيْقِ الْمِيْتَآءِ فَاجْعَلُوْهَا سَبْعَةَ اَذْرُعٍ. (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۴۷) یعنی اگر محلّہ یا بستی کے لوگ شارع عام یا گزرگاہ کے بارے میں اختلاف کریں تو کم از کم سات ہاتھ یعنی چودہ پندرہ فٹ گزرگاہ رکھی جائے۔

اَلرَّحْبَةُ کے معنے ہیں وسیع اور اَلْمِيْتَآءُ کے معنی چوراہا بھی کئے گئے ہیں۔ جہاں چاروں طرف کے راستے کھلتے ہوں۔ علامہ طبریؒ کی رائے میں مذکورہ بالا اندازہ کم از کم ہے اس سے زیادہ کی گنجائش ہو تو شارع عام زیادہ فراخ رکھی جائے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۲۴) آج کل کے حالات نقل و حرکت اس سے زیادہ وسعت کا تقاضا کرتے ہیں۔ اگر باشندگان میں سے کوئی شخص اس میں مزاحم ہو تو اس کا یہ فعل بھی مظالم میں شمار ہوگا کہ وہ گزرگاہ کا حق نظر انداز کرتا اور آمد و رفت میں تنگی کی وجہ سے جو مضر نتائج پیدا ہو سکتے ہیں، ان کی پرواہ نہیں کرتا۔ ایسا شخص شریعتِ اسلامیہ کی رُو سے ظالم ہے اور قابل مؤاخذہ۔

ذِرَاعٌ سے مراد بعض کے نزدیک متوسط قد و قامت والے آدمی کا ہاتھ کہنی سے لے کر درمیانی انگلی کے آخری سرے تک۔ اور بعض کے نزدیک پیمانہ تعمیر کی خاص اصطلاح ہے جو پچاس سے ستر سینٹی میٹر تک ہے۔ اسی پیمانے کے اندازے سے اوپر ذراع کا حساب کیا گیا ہے۔

بَاب ۳۰: النُّهْبَى بِغَيْرِ إِذْنِ صَاحِبِهِ

کوئی چیز بغیر مالک کی اجازت کے لُوٹنا

وَقَالَ عُبَادَةُ: بَايَعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَّا نَنْتَهِبَ.

اور حضرت عبادہ (بن صامتؓ) نے کہا: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی کہ ہم نہیں لُوٹیں گے۔

٢٤٧٤ : حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيْدَ الْأَنْصَارِيَّ وَهُوَ جَدُّهُ أَبُو أُمِّهِ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النُّهْبَى وَالْمُثْلَةِ.

طرفهُ: ٥٥١٦۔

۲۴۷۴: آدم بن ابی ایاس نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ عدی بن ثابت نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) میں نے حضرت عبداللہ بن یزید انصاریؓ سے سنا اور وہ عدی کے نانا تھے۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لُوٹ مار کرنے اور لڑائی میں مقتولین کے ناک اور کان کاٹنے سے منع فرمایا۔

٢٤٧٥ : حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنَا عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيْهَا أَبْصَارَهُمْ حِيْنَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ.

وَعَنْ سَعِيْدٍ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مِثْلَهُ إِلَّا النُّهْبَةَ. قَالَ الْفِرَبْرِيُّ وَجَدْتُ بِخَطِّ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ تَفْسِيْرُهُ أَنْ يُّنْزَعَ مِنْهُ يُرِيْدُ الْإِيْمَانَ.

اطرافهُ: ٥٥٧٨، ٦٧٧٢، ٦٨١٠۔

۲۴۷۵: سعید بن عفیر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: لیث (بن سعد) نے مجھ سے بیان کیا کہ عُقَیل نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زانی جب زنا کرتا ہے وہ مومن نہیں ہوتا اور جب وہ شراب پیتا ہے تو مومن ہونے کی حالت میں شراب نہیں پیتا، اور جب وہ چوری کرتا ہے تو مومن ہونے کی حالت میں چوری نہیں کرتا، اور جب وہ لُوٹتا ہے تو مومن ہونے کی حالت میں ایسی چیز بھی نہیں لُوٹتا جس کی طرف لوگوں کی (للچائی ہوئی) نظریں اٹھیں۔

اور سعید اور ابوسلمہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ لیکن ان کی روایت میں لُوٹ کا ذکر نہیں۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ فربری نے کہا: میں نے ابوجعفر (ابن ابی حاتم وراق) کی تحریر میں دیکھا کہ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ اس سے ایمان چھین لیا جاتا ہے۔

تشریح: **اَلنُّهْبَى بِغَيْرِ اِذْنِ صَاحِبِهِ:** اَلنُّهْبَى، نَهَبَ سے اسم مصدر ہے یعنی لوٹ کھسوٹ۔ لوٹنا تو بہرحال منع ہے۔ باب میں دو قسم کی لوٹ کا ذکر کیا گیا ہے ایک وہ جس کی مالک اجازت دے۔ مالک کی اجازت سے لوٹنا لٹوانا تو ایسا ہی ہے جیسے اعلان نکاح کے بعد چھوہارے، بادام، کشمش، الائچی دانے لٹوائے جاتے ہیں اور خوشی کے موقع پر بریانی وغیرہ کی دیگیں تیار کرا کر صلائے عام کیا جاتا ہے کہ جو چاہے جتنا چاہے کھائے۔ النُّهْبَى سے اسی قسم کی لوٹ مراد ہے۔ اور دوسری قسم کی لوٹ وہ ہے جس کی بابت بیعت میں اقرار لیا گیا تھا کہ لوٹ نہیں کی جائے گی۔ عنوان باب میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت کا حوالہ اس لُوٹ کی طرف توجہ دلانے کے لئے دِیا گیا ہے۔ یہ روایت کتاب الایمان باب ۱۱ روایت نمبر ۱۸ میں گزر چکی ہے۔ بدوؤں کی عادت تھی کہ وہ ڈاکے ڈالتے اور انتقام لینے میں ناک، کان اور مختلف اعضاء کاٹ ڈالتے تھے۔ اسلام میں ایسے مظالم کی قطعی طور پر ممانعت کی گئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو ان کی روک تھام کے لئے بہت بڑی جدوجہد کرنی پڑی ہے۔ اس باب کے تحت دو روایتیں ہیں۔ دوسری روایت میں لوٹ مار ایمان کے منافی قرار دی گئی ہے۔ کتاب الحدود میں حضرت ابن عباسؓ سے اس حدیث کا یہ مفہوم مروی ہے: يُنْزَعُ مِنْهُ نُوْرُ الْاِيْمَانِ (باب ۱) کہ اُس سے ایمان کا نور نکال لیا جاتا ہے۔ گویا اس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ شادی وغیرہ کے موقعوں پر لُوٹنے کی رَسمیں بھی بدی کا بیج بوتی ہیں اور ایسی باتیں پاکیزگی اور وقارِ نفس کے خلاف ہیں۔ ان سے پرہیز کرنا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ عنوان باب جملہ اسمیہ بلاخبر رکھا گیا ہے۔ جس سے پایا جاتا ہے کہ جن فقہاء نے مالک کی اجازت سے لوٹ کھسوٹ مباح قرار دی ہے؛ امام موصوفؒ کے نزدیک ان کی رائے قابل قبول نہیں۔ امام مالکؒ اور فقہاء کی ایک جماعت نے بھی ایسی رسم کو مکروہ گردانا ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۴۸) ابوداؤدؒ[۱] نے بسند ابن جریج وحضرت جابرؓ، ابن حبانؒ نے بسند حضرت عمران بن حصینؓ[۲] ترمذیؒ نے بسند حضرت انسؓ ایک حدیث نقل کی ہے۔ جس کے یہ الفاظ ہیں: مَنِ انْتَهَبَ فَلَيْسَ مِنَّا[۳] جس نے لُوٹ کھسوٹ کی اُس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ نے بھی بسند حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ ایک حدیث نقل کی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ النُّهْبَةِ. (مسند احمد بن حنبل، مسند الشاميين، بقية حديث زيد بن خالد الجهني، جزء ۴ صفحہ ۱۱۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لُوٹ سے روکا ہے اور ابن حبان سے بسند حضرت ثعلبہ بن حکمؓ مروی ہے: قَالَ اَصَبْنَا غَنَمًا لِلْعَدُوِّ فَانْتَهَبْنَاهَا فَنَصَبْنَا قُدُوْرَنَا فَمَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِالْقُدُوْرِ فَاَمَرَبِهَا فَاُكْفِئَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ النُّهْبَةَ لَا تَحِلُّ[۴] یعنی ہم نے دشمن کی بکریاں لوٹیں اور ہانڈیاں چڑھادیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہانڈیوں کے پاس سے گزرے اور اُن کی نسبت حکم دیا اور وہ اُنڈیل دی

---

۱ (ابو داؤد، كتاب الحدود، باب القطع في الخلسة والخيانة)

۲ (ترمذی، کتاب النكاح، باب ما جاء في النهي عن النكاح الشغار)
(صحيح ابن حبان، كتاب الغصب، ذكر الزجر عن انتهاب المرء مال أخيه المسلم، جزء ۱۱ صفحہ ۵۷۴)

۳ (ترمذی، كتاب السير عن رسول الله ﷺ باب ماجاء في كراهية النهبة)

۴ (سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب النهي عن النهبة)
(صحيح ابن حبان، كتاب الغصب، ذكر الزجر عن النهبة للأشياء التي لا يملكها المرء جزء ۱۱ صفحہ ۵۷۳)

گئیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: لوٹ کا مال جائز نہیں۔ ابن ابی شیبہؒ نے بھی ایک اور صحابی کی ہم معنی روایت بسند عاصم بن کلیب نقل کی ہے: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ غَزَاةٍ فَاَصَابَتْنَا مَجَاعَةٌ فَاَصَبْنَا غَنَمًا فَانْتَهَبْنَاهَا قَبْلَ اَنْ يُّقْسَمَ فِيْنَا فَاَتَانَا النَّبِيُّ ﷺ مُتَوَكِّئًا عَلَى قَوْسٍ فَاَكْفَأَ قُدُوْرَنَا بِقَوْسِهِ وَقَالَ لَيْسَتِ النُّهْبَةُ بِاَحَلَّ مِنَ الْمَيْتَةِ.☆ (عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ ۲۶) ایک غزوہ میں ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہمیں بھوک کی تکلیف ہوئی اور ہم نے بکریاں لُوٹ لیں، پیشتر اس کے کہ وہ تقسیم کی جائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کمان پر سہارا لیتے ہوئے ہمارے پاس آئے اور کمان سے ہماری ہانڈیاں اُلٹادیں اور فرمایا: لُوٹ کا مال ایسا ہی حرام ہے جیسے مردار۔ مذکورہ بالا روایتیں امام بخاریؒ کی روایت کی مؤید ہیں اور لُوٹ مار سے روکتی ہیں۔ آخری روایت سے ظاہر ہے کہ غنیمت کا مال بھی جو جائز ہے، اگر لُوٹا جائے تو وہ بھی لُوٹ کی وجہ سے ناجائز ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کی تربیت میں یہاں تک احتیاط برتی کہ انہیں بھوک کی حالت میں بھی ایسا مال استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی بلکہ ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

يَرْفَعُ النَّاسُ اِلَيْهِ فِيْهَا اَبْصَارَهُمْ: امام مسلمؒ نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے جبکہ ابن ابی شیبہؒ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً ذَاتَ شَرَفٍ يَرْفَعُ الْمُسْلِمُوْنَ اِلَيْهَا رُءُوْسَهُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ. (مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الإیمان والرؤیا، ما ذکر فیما یطوی علیه المؤمن، جزء۶ صفحہ۱۶۷) یعنی مومن ہونے کی حالت میں کوئی شخص وہ مال بھی نہیں لُوٹتا جو قابل قدر ہو۔ جس کی طرف مسلمان اپنے سر اُٹھائیں۔ یعنی ایسا مال جو قیمتی ہونے کی وجہ سے لوگوں کی توجہ کو کھینچنے والا ہو۔ ایسے مال کے غصب کرنے کی بھی ایمان اجازت نہیں دیتا، چہ جائیکہ معمولی معمولی چیزیں لُوٹی جائیں۔ اِشرافِ نفس کے بارے میں اسلام کی اعلیٰ تعلیم کا ایک حوالہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں کتاب الزکوٰۃ باب ۵۰ روایت نمبر ۱۴۷۲ وغیرہ میں گزر چکا ہے۔ جس شئے کے لئے نفس للچائے وہ انسان کے لئے مبارک نہیں ہوتی۔ خواہش نفس کی پیروی روحانیت کے اعلیٰ مدارج کے حصول میں بڑی روک ہے۔ صوفیائے کرام نے اشراف نفس کے مسئلہ کو بہت بڑی اہمیت دی ہے اور کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے پہلے حصے کا یہی مفہوم لیا ہے کہ انسان ہوائے نفس سے کلی طور پر منقطع ہو جائے اور نفس کی خواہشوں سے کوئی حرکت سرزد نہ ہو بلکہ اپنی خواہشیں مشیت الٰہی کے تحت کردی جائیں۔ اس تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

> ''بت پرستی اور انسان پرستی سے پرہیز تو ایک موٹی بات ہے۔ ہندو جو حقائق اور معارف نہیں جانتا وہ بھی اب تو بتوں سے پرہیز کرتا ہے۔ کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا مفہوم اس پر ختم نہیں ہو جاتا کہ بتوں کی پوجا سے تم پرہیز کرو بلکہ اس کے سوا اور بہت سے جھوٹے معبود ہیں اور اُن سب کا ترک کرنا لازمی امر ہے۔ جیسا کہ انسان کا ہوا وہوس

☆ (ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی النهی عن النهی)
(مصنف ابن ابی شیبة، کتاب البیوع، باب من کره النهبة ونهی عنها)

کے پیچھے چلنا اور اتباع شہوات کرنا اور طرح طرح کی بدیوں کی پیروی کرنا۔ یہ سب انسان کے واسطے بت ہیں۔ جن کی وہ پوجا کرتے ہیں اور کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں ان سب کی نفی کی گئی ہے۔ یہ کلمہ شریف ایک اللہ کے سوا تمام معبودوں کی نفی کرتا ہے۔ تمام اَنفسی اور آفاقی الٰہ باہر نکال کر اپنے دل کو ایک اللہ کے واسطے پاک صاف کرنا چاہیے۔ بعض بت ظاہر ہیں مگر بعض بت باریک ہیں۔ مثلاً خدا تعالیٰ کے سوا اَسباب پر توکل کرنا بھی ایک بت ہے مگر یہ ایک باریک بت ہے۔ پھر بعض بت جذبات نفسانی کے ہیں جو کہ انسان کو خدا تعالیٰ اور اپنے ہم جنسوں کی حق تلفی میں حد سے باہر لے جاتے ہیں۔ بہت سے پڑھے لکھے جو کہ عالم کہلاتے ہیں اور فاضل کہلاتے ہیں اور مولوی کہلاتے ہیں، حدیثیں پڑھتے ہیں۔ اپنے آپ میں ان بتوں کی شناخت نہیں کر سکتے اور اُن کی پوجا کرتے ہیں۔ ان بتوں سے بچنا بڑے بہادر آدمی کا کام ہے۔''

(ملفوظات ''کلمہ طیبہ کی حقیقت'' جلد ۵ صفحہ ۸۷تا۹۲)

مذکورہ بالا اسلام کی بنیادی تعلیم کے پیش نظر لُوٹ کھسوٹ سے متعلق فتویٰ جواز کی حقیقت از خود نمایاں ہو جاتی ہے۔ ایسے امور پاکیزگی نفس کے بالکل منافی ہیں۔

وَاِنْ زَنَی وَاِنْ سَرَقَ (کتاب الجنائز روایت نمبر ۱۲۳۷) کے الفاظ جو حضرت ابوذرؓ کی روایت میں وارد ہوئے ہیں وہ مذکورہ بالا روایت نمبر ۲۴۷۵ کے بظاہر خلاف ہیں کہ دونوں کا مفہوم متناقض ہے۔ ایک میں ہے کہ ایمان کی حالت میں ایسے افعال کا صادر ہونا ممکن نہیں اور دوسری میں ہے کہ ایسے افعال جنت میں داخل ہونے میں حائل نہیں۔ دراصل یہ تناقض صرف الفاظ کے لحاظ سے ظاہری تناقض ہے اور جملہ شرطیہ کی یہ ترکیب بھی درحقیقت اسی امر پر دلالت کرتی ہے کہ حقیقی ایمان تمام سابقہ غلطیوں کے برے اثر کو مٹا دیتا ہے۔ اس کا یہ مفہوم نہیں کہ توبہ اور ایمان کے بعد بھی ایسے افعال صادر ہو سکتے ہیں اور انسان ان برائیوں کے ارتکاب کے باوجود جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

بَاب ۳۱: كَسْرُ الصَّلِيْبِ وَقَتْلُ الْخِنْزِيْرِ

صلیب توڑنا اور سؤر کو مار ڈالنا

٢٤٧٦: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ سَمِعَ

۲۴۷۶: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ زہری نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: سعید بن مسیّب نے

أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى يَنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُّقْسِطًا فَيَكْسِرَ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ وَيَفِيْضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ.

مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا: وہ گھڑی قائم نہیں ہوگی جب تک کہ ابن مریم تم میں عادل حَکَم ہو کر نہ آئیں۔ وہ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو مار ڈالیں گے اور جزیہ موقوف کریں گے اور مال اس کثرت سے ہوگا کہ کوئی اُس کو قبول نہیں کرے گا۔

اطرافه: ۲۲۲۲، ۳٤٤۸، ۳٤٤۹۔

تشریح: **كَسْرُ الصَّلِيْبِ وَ قَتْلُ الْخِنْزِيْرِ**: روایت زیر باب ایک عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل ہے۔ اس سے صلیبیں توڑنے، خنزیر مارنے کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ اسی لئے عنوان باب جملہ اسمیہ سے قائم کر کے اسکی خبر محذوف ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب البیوع باب ۱۰۲ تشریح روایت نمبر ۲۲۲۲ و کتاب الانبیاء باب ۴۹ روایت نمبر ۳۴۴۸۔

بَاب ۳۲: هَلْ تُكْسَرُ الدِّنَانُ الَّتِي فِيْهَا خَمْرٌ أَوْ تُخَرَّقُ الزِّقَاقُ؟

کیا وہ مٹکے جن میں شراب ہو، توڑ دیئے جائیں اور مشکیں بھی پھاڑ ڈالی جائیں

فَإِنْ كَسَرَ صَنَمًا أَوْ صَلِيْبًا أَوْ طُنْبُوْرًا أَوْ مَا لَا يُنْتَفَعُ بِخَشَبِهِ. وَأُتِيَ شُرَيْحٌ فِي طُنْبُوْرٍ كُسِرَ فَلَمْ يَقْضِ فِيْهِ بِشَيْءٍ.

اور اگر کوئی شخص بت یا صلیب یا طنبور یا وہ چیز جس کی لکڑی سے فائدہ نہ اٹھایا جائے، توڑ دے (تو کیا اس پر تاوان ہوگا یا نہیں؟) اور شریح (قاضی) کے پاس طنبور سے متعلق مقدمہ لایا گیا جو توڑا گیا تھا۔ انہوں نے اس کا کچھ تاوان نہ دلایا۔

۲٤۷۷: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ ابْنُ مَخْلَدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نِيْرَانًا تُوْقَدُ يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ: عَلَامَ تُوْقَدُ هٰذِهِ النِّيْرَانُ؟ قَالَ: عَلَى الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ.

۲۴۷۷: ابوعاصم ضحاک بن مخلد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یزید بن ابی عبید سے، یزید نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی جنگ میں آگیں دیکھیں، جو جلائی جارہی تھیں۔ آپؐ نے پوچھا: یہ آگیں کس چیز کیلئے جلائی گئی ہیں؟ لوگوں نے کہا: پالتو گدھوں کا گوشت پکایا جارہا ہے۔

قَالَ: اكْسِرُوْهَا وَهَرِيْقُوْهَا. قَالُوْا: أَلَا نُهَرِيْقُهَا وَنَغْسِلُهَا؟قَالَ: اغْسِلُوْا.

آپؐ نے فرمایا: ان (ہانڈیوں) کو توڑ دو اور (جو اِن میں ہے) اس کو انڈیل دو۔ انہوں نے کہا: کیا ہم انہیں انڈیل کر دھو نہ لیں؟ آپؐ نے فرمایا: دھو لو۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: كَانَ ابْنُ أَبِي أُوَيْسٍ يَقُوْلُ: الْحُمُرِ الْأَنَسِيَّةِ بِنَصْبِ الْأَلِفِ وَالنُّوْنِ.

ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا کہ ابن ابی اویس (اَلْحُمُر الْاِنْسِيَّةِ کی بجائے) اَلْحُمُر الْاَنَسِيَّة (یعنی) الف اور نون کی زبر کے ساتھ کہا کرتے تھے۔

اطرافہ: ٤١٩٦، ٥٤٩٧، ٦١٤٨، ٦٣٣١، ٦٨٩١۔

٢٤٧٨: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ وَحَوْلَ الْكَعْبَةِ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَسِتُّوْنَ نُصُبًا فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بِعُوْدٍ فِي يَدِهِ وَجَعَلَ يَقُوْلُ: جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (الإسراء: ٨٢) اَلْآيَةَ.

۲۴۷۸: علی بن عبداللہ نے ہمیں بتایا۔ سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا کہ (عبداللہ) بن ابی نجیح نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مجاہد سے، مجاہد نے ابومعمر سے، ابومعمر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپؐ انہیں ایک چھڑی سے جو آپؐ کے ہاتھ میں تھی مارتے اور یہ کہتے جاتے تھے: حق آیا اور باطل بھاگ گیا۔

اطرافہ: ٤٢٨٧، ٤٧٢٠۔

٢٤٧٩: حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّهَا كَانَتِ اتَّخَذَتْ عَلَى سَهْوَةٍ لَّهَا سِتْرًا فِيْهِ تَمَاثِيْلُ

۲۴۷۹: ابراہیم بن منذر نے مجھ سے بیان کیا کہ انس بن عیاض نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ بن عمر سے، عبیداللہ نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے، انہوں نے اپنے باپ قاسم سے، قاسم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے اپنے (حجرے کے) دالان میں ایک پردہ لٹکایا جس میں تصاویر بنی ہوئی

فَهَتَكَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَّخَذَتْ مِنْهُ نُمْرُقَتَيْنِ فَكَانَتَا فِي الْبَيْتِ يَجْلِسُ عَلَيْهِمَا.

تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے پھاڑ ڈالا۔ پھر حضرت عائشہؓ نے اُس سے دو گدّے بنائے اور وہ گھر میں رہے۔ آپؐ ان پر بیٹھا کرتے تھے۔

اطرافهُ: ٥٩٥٤، ٥٩٥٥، ٦١٠٩.

تشریح: هَلْ تُكْسَرُ الدِّنَانُ الَّتِي فِيهَا خَمْرٌ اَوْ تُخَرَّقُ الزِّقَاقُ: عنوان باب استفتاء کی صورت میں ہے اوراس میں قاضی شریح کے فیصلے کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جس سے بظاہر پایا جاتا ہے کہ شراب کا برتن توڑنا جائز ہے کیونکہ شراب حرام ہے۔ مگر روایت نمبر ۲۴۷۷ سے اس کے خلاف ثابت ہے اوراسی پر شراب کے برتن کا بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔

فَاِنْ كَسَرَ صَنَمًا اَوْ صَلِيبًا اَوْ طُنْبُوْرًا اَوْ مَا لَا يُنْتَفَعُ بِخَشَبِهِ: اسی طرح صلیب اور ساز طرب وسماع کے توڑنے کا کسی کو حق نہیں کہ وہ گرجوں اور مندروں میں داخل ہو کر صلیبیں یا بت توڑے کیونکہ وہ عیسائیوں اور بت پرستوں کی ملکیت میں ہیں اور غیر کی ملکیت میں دخل دینا جائز نہیں اوراس امر کے جواز کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے استدلال کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں ایک جہاد کے بعد فاتحانہ شان سے داخل ہوئے تھے اور رائج الوقت دستور کے مطابق وہ دشمن کی ہر شئے کے مالک تھے اور بطور مالک اُن کے ساتھ جو سلوک کرنا چاہتے کر سکتے تھے۔ مگر آپؐ نے صرف طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (البقرۃ:۱۲۶) کے حکم کی تعمیل میں بتوں کو توڑ کر بیت اللہ کی تطہیر فرمائی اور جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (بنی اسرائیل:۸۲) کی عظیم الشان پیشگوئی پوری فرمائی۔ قریش مکہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ما بہ النزاع امر یہی تھا کہ بیت اللہ میں جو بت پرستی ہو رہی ہے وہ ملت ابراہیمی اور توحید خالص کے خلاف ہے اور انہوں نے تلوار کے ذریعے اس کا فیصلہ چاہا اور تلوار کے ذریعے جو فیصلہ ہوا اُس کے سامنے انہوں نے سر تسلیم خم کیا۔ دیکھئے آیت اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ط وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ O (الحج:۴۰)

باب کی تیسری روایت سے ظاہر ہے کہ ایک پردہ جس پر تصویریں تھیں؛ پھاڑ کر اُس سے بیٹھنے کا گدیلہ یا تکیہ بنایا گیا تھا اور یہ ایک ذاتی ملکیت تھی۔ ہر شخص اپنی ذاتی ملکیت میں جیسا چاہے تصرف کر سکتا ہے۔ سَهْوَةٌ کے معنے طاقچہ جس میں چیزیں رکھی جاتی ہیں اور آج کل ہمارے ہاں اس غرض کے لئے الماری ہے۔

ان تینوں روایتوں سے مذکورہ بالا استفتاء کا جواب اثبات میں نہیں بلکہ نفی میں ہے۔ حالت صلح وامن کا قانون شریعت یہ ہے کہ ہر شخص اپنے مذہبی امور میں آزاد ہے اوراس کو آزادی سے محروم کرنا حرام قرار دیا گیا ہے۔ مذہبی آزادی اور رواداری ایک مسلمہ قانون شریعت اسلامیہ ہے۔ قاضی شریح کے حوالے سے بھی صلیب وغیرہ توڑنے کا جواز ثابت نہیں

کیونکہ جن حالات میں سازطرب وسماع توڑنے پرتاوان نہ دلانے کا فیصلہ کیا گیا تھا وہ معلوم نہیں ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ طنبور والا ہی اس میں قصوروار ہو کہ وہ ایسے وقت میں اور ایسی جگہ اپنے ساز کو بجا رہا ہو جہاں اس کا بجانا مخل آرام ہو۔ مشارالیہ قضیہ ابن ابی شیبہ☆ نے نقل کیا ہے۔

باب کی پہلی روایت کے آخر میں اسماعیل (بن ابی اویس) کے حوالے سے جو امام بخاریؒ کے شیخ ہیں، تلفظ کی اصلاح کی گئی ہے۔ بعض سندوں میں اِنْسِيَّةٌ کا لفظ ہے یعنی وہ گدھے پالتو تھے۔ یہ لفظ اُنس سے مشتق ہے۔ جس کے معنے مانوس کے ہیں۔ بعض فقہاء نے سوال اُٹھایا ہے کہ گدھے کا گوشت کیوں حرام کیا گیا ہے؟ اس بارے میں مختلف آراء ہیں۔ بعض کی رائے ہے کہ ضروریاتِ بار برداری کی وجہ سے گدھے ذبح کرنے سے منع کیا گیا تھا ورنہ اس کا گوشت ایسا ہی حلال ہے جیسے گھوڑے وغیرہ کا۔ بعض نے کہا ہے: چونکہ شارع اسلام نے منع کیا ہے اس لئے یہی اس کی علت حرمت ہے۔ لیکن یہ بحث یہاں غیر متعلق ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۳۰، ۳۱۔

خلاصہ یہ کہ شراب وغیرہ کی حرمت کے سبب سے برتن یا صلیب یا بت توڑنا جائز نہیں جبکہ وہ دوسروں کے مملوکہ ہوں۔ سورۂ حج جس میں مظلوموں کو تلوار اُٹھانے کی اجازت دی گئی ہے۔ وہیں اس امر کی بھی تصریح ہے کہ گرجوں، معبدوں اور دَیر وکنیسہ کی حفاظت کیا جانا ضروری ہے کہ اُن میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَ صَلَوَاتٌ وَ مَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ط وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهُ ط اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○ (الحج: ۴۱) {اور اگر اللہ ان (یعنی کفار) میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ سے (شرارت سے) باز نہ رکھتا تو گرجے اور یہودیوں کی عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے برباد کر دیئے جاتے اور اللہ یقیناً اس کی مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کرے گا۔ اللہ یقیناً بہت طاقتور (اور) غالب ہے۔} حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی سے بھی جواز کا استدلال نہیں ہوسکتا کہ وہ بت خانہ بھی آپؑ کے خاندان کی ملکیت تھا۔ اُس کی تفصیل موقع پر آئے گی۔ ساز طرب وسرور توڑنا بھی جائز نہیں۔ اگر توڑے جائیں تو توڑنے والے کا فعل مظالم میں شمار ہوگا اور اُس کے خلاف مقدمہ چلایا جائے گا۔ مَظْلَمَةٌ کے معنے ہی ظلم کی شکایت کے ہیں اور قاضی حالات کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ امام بخاریؒ کو قاضی شریح کا فیصلہ معلوم تھا؛ مگر اس کے باوجود انہوں نے مشارالیہ فقہاء کے فتوے کے ساتھ اتفاق نہیں کیا کہ اسلام کی اصولی تعلیم اُن کے مدنظر تھی۔ ایسے فتوے فتنہ وفساد کا موجب ہیں اور بعض نادان ان فتووں سے متعلقہ حالات نظرانداز کرکے کافر کا مال حلال اور بتوں کا توڑنا پھوڑنا جائز سمجھتے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دفاعی جنگوں کا اصل منشاء یہی تھا کہ مذہبی اور شخصی آزادی قائم ہو اور امن عامہ بحال ہو اور ہر شخص اپنے مدنی حقوق سے بہرہ وَر ہو۔

☆ (مصنف ابن ابی شیبة، كتاب البيوع، باب في الرجل يكسر الطنبور، جزء ۵ صفحہ ۱۰)

بَاب ۳۳ : مَنْ قَاتَلَ دُوْنَ مَالِهِ

جو شخص اپنا مال بچانے کے لئے لڑے

۲۴۸۰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ هُوَ ابْنُ أَبِي أَيُّوْبَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ.

۲۴۸۰: عبداللہ بن یزید نے ہم سے بیان کیا کہ سعید نے جو کہ ابوایوب کے بیٹے ہیں، ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: ابوالاسود (محمد بن عبدالرحمٰن) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے کہ جو شخص اپنا مال بچاتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔

تشریح: **مَنْ قَاتَلَ دُوْنَ مَالِهِ:** اسلام نے بغیر استثناء مذہب وملت ہر شخص کو دفاع کا حق دیا ہے جب اُس کی جان و مال وعزت خطرے میں ہوں اور سوائے مقابلہ ودفاع کے اور کوئی چارہ نہ ہو۔ یہی مذہب امام شافعی کا ہے۔ جمہور نے حملہ ہونے کی حالت میں بغیر کسی قید وشرط کے دفاع کی اجازت دی ہے۔ امام اوزاعی کی رائے اس بارہ میں یہ ہے کہ حالات کی رعایت ضروری ہے۔ مثلاً اگر جماعت کا شیرازہ امام کی وجہ سے منظّم ہو تو اس کے ذریعے سے دفاع ہوگا ورنہ بصورت دیگر مضر۔ اُن کے نزدیک ایسی حالت میں صبر سے کام لینا چاہیے۔ ابن بطال کی رائے ہے کہ ابواب مظالم کے ضمن میں مذکورہ بالا حدیث کا ذکر کرنے سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ اگر دفاع سے حملہ آور زخمی یا قتل ہو جائے تو دفاع کرنے والے پر دیت وغیرہ عائد نہ ہوگی۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۵۳-۱۵۴)

عنوان باب مَنْ سے قائم کر کے جملہ ادھورا چھوڑا گیا ہے۔ امام ابن حجرؒ کے نزدیک فقرہ مَا حُكْمُهُ اور علامہ عینی کے نزدیک فقرہ فَقُتِلَ فَهُوَ شَهِيْدٌ یہاں مقدر ہے جس سے مبتداء کی خبر مکمل کی گئی ہے۔ عینی کا استنباط مندرجہ بالا مشہور حدیث سے ہے جو متعدد ثقہ راویوں سے منقول ہے۔ ایک روایت میں ہے: مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهِ مَظْلُوْمًا فَلَهُ الْجَنَّةُ۔[1] اور کسی روایت میں ہے: مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَظْلَمَتِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ۔[2] (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۵۲، ۱۵۳) (عمدۃ القاری، جزء۱۳ صفحہ ۳۳-۳۵) ان روایتوں کا مفہوم ایک ہی ہے کہ جو شخص مظلوم ہو اور ظلم کے دفاع میں مارا جائے تو وہ شہید اور جنت میں داخل ہوگا۔ لیکن امام بخاریؒ نے عنوان باب بجائے قُتِلَ کے قَاتَلَ اختیار کیا ہے اور جملہ شرطیہ کا جواب بھی محذوف کر دیا گیا ہے۔ جس کی جان ومال اور عزت خطرے میں ہو اور اُس پر حملہ کیا گیا ہو اور اس حق میں مشرک، عیسائی اور مسلم وغیرہ سب برابر ہیں اور بغیر

---

[1] (سنن النسائی، کتاب تحریم الدم، باب من قتل دون ماله)

[2] (سنن النسائی، کتاب تحریم الدم، باب من قاتل دون مظلمته)

کسی قید و شرط کے یہ حق ہر مذہب وملت کے تعلق رکھنے والے استعمال کر سکتے ہیں؛ اگر اُن کے مذہبی نشانات پر حملہ کیا جائے۔
عنوان کی ترکیب سے ظاہر ہے کہ وہ اُن معدودے چند فقہاء کے نظریے سے متفق نہیں جن کے فتووں کا ذکر سابقہ باب میں گزر چکا ہے۔ ان کے نزدیک مظالم کے سدباب میں اسلامی ضابطہ قواعد ملحوظ رہے گا۔ چنانچہ بعض ائمہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ شراب کا برتن یا صلیب توڑی جائے اور اس کا مالک ذمی یا مستأمن ہو تو توڑنے والے سے نقصان دِلایا جائے گا اور اگر حربی یا برسر پیکار ہو تو کوئی حرجانہ یا معاوضہ نہیں۔ (عمدۃ القاری شرح باب ۳۲، جزء ۱۳ صفحہ ۲۹) خلاصہ یہ کہ حالات سے قطع نظر کر کے علی الاطلاق فتویٰ دینا درست نہیں۔

بَاب ٣٤: إِذَا كَسَرَ قَصْعَةً أَوْ شَيْئًا لِّغَيْرِهِ

اگر کوئی کسی دوسرے کا پیالہ یا کوئی اور چیز توڑ ڈالے

٢٤٨١: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ فَأَرْسَلَتْ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ مَعَ خَادِمٍ بِقَصْعَةٍ فِيْهَا طَعَامٌ فَضَرَبَتْ بِيَدِهَا فَكَسَرَتِ الْقَصْعَةَ فَضَمَّهَا وَجَعَلَ فِيْهَا الطَّعَامَ وَقَالَ: كُلُوْا وَحَبَسَ الرَّسُوْلَ وَالْقَصْعَةَ حَتَّى فَرَغُوْا فَدَفَعَ الْقَصْعَةَ الصَّحِيْحَةَ وَحَبَسَ الْمَكْسُوْرَةَ.

وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

طرفهُ: ٥٢٢٥.

۲۴۸۱: مسدّد نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ بن سعید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حمید سے، حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ایک زوجہ کے پاس تھے تو امہات المؤمنین میں سے ایک نے خادم کے ہاتھ ایک پیالہ بھیجا جس میں کوئی کھانا تھا۔ اُس بیوی نے اپنا ہاتھ مارا اور پیالہ توڑ ڈالا۔ آپؐ نے اُس کو جوڑا اور اُس میں وہ کھانا رکھ دیا اور فرمایا: کھاؤ اور وہ جو پیالہ لے کر آیا تھا، اُسے اور اُس پیالہ کو روکے رکھا، یہاں تک کہ کھانے سے فارغ ہوئے۔ پھر آپؐ نے دوسرا سالم پیالہ دیا اور ٹوٹا ہوا پیالہ رکھ لیا۔

(سعید) بن ابی مریم کہتے تھے کہ یحییٰ بن ایوب نے ہمیں بتایا کہ حمید نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی حدیث بیان کی۔

تشریح: **اِذَا کَسَرَ قَصْعَةً اَوْ شَیْئًا لِّغَیْرِہٖ:** اس باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ پیش کیا گیا ہے کہ آپؐ نے نقصان پورا کیا اور اگر آپؐ تلافی نہ بھی کرتے تو وہ ایک گھریلو معاملہ تھا۔ مگر آپؐ نے یہ ایک معمولی سا نقصان بھی گوارا نہیں فرمایا۔ امام بیہقیؒ کے مطابق دونوں پیالے خود آنحضرت ﷺ کی ملکیت تھے۔ اس کے یہ الفاظ ہیں: بِاَنَّ الْقَصْعَتَیْنِ کَانَتَا لِلنَّبِیِّ ﷺ فِیْ بَیْتَیْ زَوْجَتَیْہِ. ☆ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۵۶) آپؐ نے ٹوٹا ہوا پیالہ جوڑ کر توڑنے والی بیوی کو دیا کہ وہ خود استعمال کرے اور اس کا سالم پیالہ دوسری بیوی کے گھر بھجوا دیا۔ جہاں سے کھانا بطور ہدیہ آیا تھا۔ روایت مندرجہ کیلئے کتاب النکاح باب ۱۰۷ روایت نمبر ۵۲۲۵ بھی دیکھئے۔

بَاب ۳۵: إِذَا هَدَمَ حَائِطًا فَلْيَبْنِ مِثْلَهُ

اگر کوئی دیوار گرا دے تو چاہیے کہ ویسی ہی بنا دے

۲۴۸۲: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ رَجُلٌ فِي بَنِي إِسْرَائِيْلَ يُقَالُ لَهُ جُرَيْجٌ يُصَلِّي فَجَاءَتْهُ أُمُّهُ فَدَعَتْهُ فَأَبَى أَنْ يُّجِيْبَهَا فَقَالَ: أُجِيْبُهَا أَوْ أُصَلِّي؟ ثُمَّ أَتَتْهُ فَقَالَتِ: اللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتَّى تُرِيَهُ وُجُوْهَ الْمُوْمِسَاتِ. وَكَانَ جُرَيْجٌ فِي صَوْمَعَتِهِ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ: لَأَفْتِنَنَّ جُرَيْجًا فَتَعَرَّضَتْ لَهُ فَكَلَّمَتْهُ فَأَبَى فَأَتَتْ رَاعِيًا فَأَمْكَنَتْهُ مِنْ نَّفْسِهَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا فَقَالَتْ: هُوَ مِنْ

۲۴۸۲: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ جریر بن حازم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن سیرین سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا۔ اُسے جریج کہتے تھے۔ وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں اُس کی ماں آئی اور اس نے اس کو بلایا۔ اس نے اس کو جواب نہ دیا اور کہنے لگا: میں اسے جواب دوں یا نماز پڑھوں۔ پھر وہ لوٹی اور اس نے کہا: اے میرے اللہ! اسے نہ ماریو جب تک کہ تو اسے کنچنیوں کا منہ نہ دکھا دے۔ اور جریج اپنے عبادت خانہ میں تھا۔ ایک عورت نے کہا: میں جریج کو ضرور بہکاؤں گی۔ چنانچہ اس نے اس سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور اُس سے باتیں کیں۔ وہ نہ مانا۔ وہ ایک چرواہے کے پاس گئی اور اُس سے بدفعلی کی اور وہ ایک لڑکا جنی۔

☆ (سنن الکبریٰ للبیہقي، کتاب الغصب، باب ردّ قیمته ان کان من ذوات القیم، جزء۶ صفحہ۹۶)

جُرَيْجٍ فَأَتَوْهُ وَكَسَرُوْا صَوْمَعَتَهُ وَأَنْزَلُوْهُ وَسَبُّوْهُ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى ثُمَّ أَتَى الْغُلَامَ فَقَالَ: مَنْ أَبُوْكَ يَا غُلَامُ؟ قَالَ: الرَّاعِي. قَالُوْا: نَبْنِي صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ. قَالَ: لَا إِلَّا مِنْ طِيْنٍ.

کہنے لگی: یہ جریج کا ہے۔ یہ سن کر لوگ اس کے پاس آئے اور اُس کا عبادت خانہ توڑ پھوڑ دیا۔ اُس کو نیچے اُتارا اور اُسے گالیاں دیں۔ اُس نے وضو کیا۔ نماز پڑھی اور اُس کے بعد اُس بچے کے پاس آیا اور اُس نے پوچھا: بچے! تیرا باپ کون ہے؟ اُس نے کہا: چرواہا۔ لوگوں نے کہا: ہم تمہارا عبادت خانہ سونے کا بنا دیتے ہیں۔ اُس نے کہا: نہیں؛ مٹی کا ہی بنا دو۔

اطرافہ: ۱۲۰۶، ۳۴۳۶، ۳۴۶۶۔

تشریح: **اِذَا هَدَمَ حَائِطًا فَلْيَبْنِ مِثْلَهُ:** مسئلہ معنونہ کے بارے میں امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ دیوار وغیرہ گرانے کی یہی سزا کافی ہے کہ اس کے بنوانے کے اخراجات گرانے والا ادا کرے۔ اگر وہ خود اُس کے بنوانے کی ذمہ داری لے تو یہ جائز نہیں ہوگا۔ اِس فتویٰ کے یہ الفاظ ہیں: لَا يَجُوْزُ لِاَنَّهُ فَسْخٌ لِمَا وَجَبَ نَاجِزًا وَهُوَ الْقِيمَةُ اِلَى مَا يَتَاَخَّرُ وَهُوَ الْبُنْيَانُ. یعنی گرانے والے کو اجازت دینا درست نہیں کیونکہ یہ اجازت اس واجب الاداء تاوان کو فسخ کردے گی؛ جس کی نقد ادائیگی کا فیصلہ ہوا ہے، ایسے امر کے لئے جو بعد کو کیا جاتا ہے؛ یعنی تعمیر جس کی نسبت یقینی بات نہیں کہ وہ کب ہوگی یا اگر ہو تو کس صورت میں ہوگی؛ ناقص یا مکمل۔ جمہور کے نزدیک دیوار کو اگر گرانے والا ویسی بنا دے جیسی کہ وہ تھی تو جائز ہوگا۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۵۷) امام مالکؒ کے مذہب کی رو سے احتیاط کا پہلو غالب ہے اور جمہور کے مذہب میں ازالہ ظلم کے لئے سہولت کا پہلو مدنظر ہے۔ لیکن جو واقعہ مذکورہ بالا روایت میں بیان ہوا ہے اس میں گرانے والے لوگ سونے کا گرجا بنانے کے لئے تیار تھے اور جریج نے کہا: نہیں (مِنْ طِيْنٍ) گارے مٹی کا ہی بنے گا جیسا کہ پہلے تھا۔

یہاں بعض شارحین نے سوال اٹھایا ہے کہ واقعہ مذکورہ اسرائیلی قوم سے تعلق رکھتا ہے جو ہمارے لئے حجت نہیں اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ بنظر استحسان بیان فرمایا ہے؛ اس لئے جو اچھا سبق اس سے حاصل ہوتا ہے وہ ہمارے لئے قابل قبول اور قابل عمل ہے۔ امام بخاریؒ نے ان ابواب میں ایسے مظالم کی صورتیں بیان کی ہیں جن کا تدارک انسان خود کرسکتا ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۵۷) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۳۹)

کتاب المظالم کے خاتمہ پر یہ امر خصوصیت سے قابل توجہ ہے کہ ظلم کی تعریف جو اسلام نے کی ہے وہ اتنی لطیف اور وسیع تعریف ہے کہ حیاتِ انسانی کے تمام پہلوؤں اور معاشرہ بشریہ کے سارے تعلقات پر حاوی ہے۔ ظلم کی اسلامی تعریف، اس کا تصور انفرادی اور اجتماعی دونوں قسم کے حقوق پر مشتمل ہے اور معاشرہ بشریہ کے داخلی وخارجی امن کی ضامن وکفیل ہیں۔ حقوق میں ایک ادنیٰ سا خلل بھی اس تعریف سے باہر نہیں رہتا اور نہ کوئی رخنہ جو روابط اجتماعیہ میں سے کسی رابطہ

میں عقلاً تصور کیا جاسکتا ہے۔ وہ ظلم کے اس تصور سے خارج ہے جو مذکورہ بالا کتاب میں پیش کیا گیا ہے۔ عدل وانصاف کی میزان میں ایک خفیف سا جھکاؤ بھی ظلم کے معنی میں شامل ہے اور ذہن انسانی کی ہر شائبہ ظلم سے بکلی تطہیر ملحوظ رکھی گئی ہے۔ نفس بشریہ اور انسانی دل و دماغ کا گوشہ گوشہ ظلم کے سمجھنے میں روشن کیا گیا ہے اور بصیرت افروز کامل رہنمائی سے ماحول بشری کا کونہ کونہ منور کیا گیا ہے کہ ظلم کی خفیف سی آہٹ بھی نفس کے باطن و خارج میں گوارا نہیں کی گئی۔ کیونکہ خفیف سا ظلم بھی نورِ قلب زائل کرنے کا باعث ہوسکتا ہے۔ ظلم کی تعریف میں جس طرح بڑے سے بڑے موجبات مثل تعصب دینی اور جنبہ داری قومی طمع وحرص وغیرہ کو اہمیت دی گئی ہے اسی طرح ادنیٰ سے ادنیٰ بواعث واحتمالات ظلم تک بھی نظر سے اوجھل نہیں ہونے دیئے گئے اور ان کے علاج وازالہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ لفظ ظلم وظالم اور مظلمہ اور مظالم کا اشتقاق ظلمت یعنی تاریکی سے ہے اور بتایا گیا ہے کہ جہالت اپنے وسیع معنوں میں ایسی تاریکی ہے جو اپنے اور بیگانہ کی تمیز مٹا دیتی ہے۔ جس طرح اندھیرا چھا جانے پر قوت شناخت کام نہیں دیتی اور تاریکی کی شدت میں نورِ نظر غائب ہو جاتا ہے۔ یہی حال ظالم کا ہے کہ وہ اپنے اور بیگانہ، حق وناحق کی تمیز کھو بیٹھتا ہے۔ ظلم کی تعریف اور اس کی حقیقت خود اس کے اس نام میں مضمر اور پنہاں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس بشری کے اندر اور باہر ان تمام جگہوں اور موقعوں سے ہمیں روشناس کرایا ہے جن میں خفیف سی تاریکی پیدا ہونے کا بھی احتمال ہے اور آپؐ کے مبارک ہاتھوں سے ایسا چراغ روشن کیا گیا ہے؛ جس نے کسی قسم کی تاریکی باقی نہیں چھوڑی بلکہ سورۂ نور کی آیات میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود ہی چراغ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ فرماتا ہے: كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ. (النور: ۳۶) گویا وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے جو مبارک درخت کے تیل سے روشن ہوتا رہے گا۔ وہ تیل نہ شرقی ہے نہ غربی۔ قریب ہے اس کا تیل خواہ اسے آگ نہ بھی چھوئے خود بخود دھڑک اُٹھے۔ نور ہی نور ہے۔ اللہ جسے چاہے گا اس کے ذریعہ سے اپنے نور کی طرف راہنمائی کرے گا۔ فقرہ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ سے زمانہ بعثت نبویہ سے قبل آپؐ کے نورِ فطرت کی طبعی حالت مراد ہے اور زمانہ بعثت کے بعد جب آپؐ کو شدید ابتلاؤں کا سامنا ہوا تو آپؐ کا نورِ فطرت زیادہ سے زیادہ چمکا اور روشن تر ہوتا چلا گیا؛ یہاں تک کہ آپؐ میں انوارِ الٰہیہ کی شان بکمال ظاہر ہو کر دوسروں کی ہدایت کا باعث ہوئی۔ چنانچہ اس آیت کے بعد صحابہ کرامؓ کے انوارِ محمدیہؐ سے منور ہونے کا ذکر کر کے بتایا گیا ہے کہ یہ چراغ اپنے اندر کن انوارِ قدسیہ کی تاثیر رکھتا ہے اور اس کے بعد زمانے کی حالت بیان کی گئی ہے۔ پہلے تمثیلاً ان قوموں کا ذکر فرمایا ہے جن کے پاس شریعت تھی کہ وہ سراب بن کر رہ گئی۔ چنانچہ فرمایا: يَحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا ؕ (النور: ۴۰) کہ پیاسا خیال کرتا تھا کہ وہاں پانی سے اپنی پیاس بجھائے گا مگر اس کا یہ خیال فریب نظر سے زیادہ کچھ نہ تھا۔ ایک طرف بیت المقدس کے ہیکل میں سوختنی قربانیوں کا نرا ڈھانچہ جو نورِ ایمان اور صحت عقیدہ سے قطعاً خالی، رسومات کی تاریکیاں جگہ جگہ ماتم کناں تھیں۔ اور دوسری طرف عیسائی کلیساؤں میں لاہوت وناسوت کے فرسودہ مناقشات سے مسیحی دنیا پارہ پارہ۔ اور تیسری

جانب ایرانی آتش کدہ میں بوالہوسی شعلہ زن ۔ یہی حال ہندوستان کے براہمہ اور چین کے بھکشوؤں کا تھا۔ صنم پرستی اور اباپرستی ان کا مَت، عقل وخرد سے کورے، جہالت وتوہمات کے پجاری، خداپرستی بے نام ونشان، ہر جگہ ہوس وشہوات نفس نے اشرف المخلوقات کو بام شرافت وانسانیت سے گرا کر شودر اور بھکشو بنادیا تھا۔ زمانہ جاہلیت کی سیاسی دنیا کا حال اس سے بھی ابتر، ہر جگہ لاقانونیت اور ظلم وجور کا دوردورہ، رومانی حکومت کے پاس ایک قانونچہ تو تھا لیکن جس کی وقعت دفتر پارینہ اور گم کردہ استقامت جو اپنی معنوی اور تنقیدی طاقت سے محروم بلکہ قیاصر اور امرائے سلطنت کے ہاتھوں میں ظلم وتعدی کا شاہکار اور اس پر مستزاد یہ کہ ساری سلطنت تختگی اور بوسیدگی کے کنارے پر ڈگمگا رہی تھی۔ وہ شرقی اور غربی دو بڑے حصوں میں منقسم تھی۔ خانہ جنگیوں کی وجہ سے ایک دوسرے سے برسر پیکار اور پادریوں اور جاگیرداروں کے ہاتھوں بازیچۂ ظلم وستم مذہبی اور ہوس پرست عیار ایک سلطنت کو دوسری سلطنت کے خلاف چمکانے اور بھڑکانے میں مصروف اور رعایا کے مظلوم جہالت وضلالت سے پامال اور ظلم وستم سے نڈھال بلکہ اس سے بدتر حال اکاسرہ اور دھاقین کے ہاتھوں باجگزار ایرانی رعایا کا تھا اور ارض حجاز کی چوتھی طرف حبشہ کا ملک جس میں نسبتاً امن وامان تھا مگر اس کی دنیا بالکل نرالی۔ جہاں جادوگری کا زور اور صلیب پرستی کے اوہام اور رہبانیت کا دور دورہ ۔قوم احباش ان دونوں کے تحت مجبور وناچار۔ غرض حجاز کی سرزمین جو خود امیت اور جہالت میں شہرہ آفاق تھی اس کے چاروں اطراف دورونزدیک میں ظلم وجور کی تاریکیاں ہی تاریکیاں تھیں۔ جس کا نقشہ مختصر مگر نہایت فصیح اور بلیغ الفاظ سے سورۂ نور کی محولہ بالا آیات میں کھینچا گیا ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝ (النور:۴۱) اُن کی حالت ان تاریکیوں جیسی ہے جو ایک گہرے سمندر پر چھائی ہوں۔ جس پر لہریں اٹھ رہی ہوں اور ان لہروں پر اور لہریں اٹھ رہی ہوں اور ان سب پر گہرا بادل ہو۔ ایسی تاریکیاں کہ ایک دوسرے کے اُوپر تہ بہ تہ ہیں۔ جب انسان اپنا ہاتھ نکالے تو باوجود کوشش کے اپنا ہاتھ بھی نہ دیکھ سکے اور جس کے لئے اللہ نور نہ پیدا کرے، اس کو کہیں سے نور نہیں ملتا۔ ایسی تاریک دنیا میں جہاں سابقہ شریعتوں کی راہنمائی بے نور اور جس کے ساتھ عقل وشعور کا نور مفقود۔ جہاں شہوات نفسانیہ اَمواجِ متلاطم کی طرح نوعِ بشر کو چاروں طرف سے اپنے نرغہ میں لئے ہوئے ایسی تیرہ وتار دنیا اور ارضِ حجاز جیسے ظلمت کدہ میں ایک چراغ جلایا گیا جو کوکب دری کی طرح فاران کی چوٹی سے سابقہ پیشگوئی کے مطابق جلوہ گر ہوا۔ وہاں وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اُس کے داہنے ہاتھ میں بنی نوع انسان کے لئے ایک آتشی شریعت جو ظلم اور مظالم کو خس وخاشاک کی طرح جلا دینے والی۔ (استثناء: باب ۳۳ آیت ۲) جیسا کہ نوشتہ میں فرمایا گیا تھا پورا ہوا۔ ''اندھوں کو اُس راہ سے جسے وہ نہیں جانتے، لے جاؤں گا۔ میں ان کو ان راستوں پر جن سے وہ آگاہ نہیں، لے چلوں گا۔ میں ان کے آگے تاریکی کو روشنی اور اونچی نیچی جگہوں کو ہموار کر دوں گا۔'' (یسعیاہ باب ۴۲ آیت ۱۶)

مذکورہ بالا حالات کے پیش نظر کتاب المظالم میں جو بنیادی احکام متعلق ظلم و جور بیان ہوئے ہیں، ان پر اگر نظر غائر کی جائے تو ان کی اہمیت روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔ ایک مجمل فہرست مضامین کی درج ذیل ہے:-

(۱) ظلم کی تعریف وتمہید۔ (باب ۱ و باب ۸)

(۲) محاسبہ الٰہیہ اور ظلم کے بدنتائج۔ (باب ۱،۲، ۱۳)

(۳) قصاص اور اُس کی مشروعیت اور اُس کے اقسام۔ (باب ۶، ۷، ۱۸)

(۴) ظالم اور مظلوم دونوں کی مدد سے متعلق اسلامی تصور۔ (باب ۴)

(۵) مظلوم کی مدد کا وجوب۔ (باب ۵)

(۶) مواقع عفو اور درگزر۔ (باب ۷، ۸)

(۷) مظلوم کی آہ کا اثر۔ (باب ۹)

(۸) ظلم کے تدارک کی پہلی اور آخری ذمہ داری۔ (باب ۱۰)

(۹) ازدواجی زندگی کے حقوق کی نوعیت اور اس میں ظلم وتعدی کے اسباب اور ان کا انسداد۔ (باب ۱۱، ۳۴)

(۱۰) حقوق بلاتفریق درجہ ومرتبہ۔ (باب ۱۲، ۳۴)

(۱۱) مظالم کی نوعیت کا لطیف تصور۔ (باب ۱۴، ۱۵، ۱۷)

(۱۲) انتقام ظلم میں اُصولی ہدایت۔ (باب ۱۸، ۳۰)

(۱۳) رفاہِ عامہ کے مواقع متعلقہ آداب۔ (باب ۱۹، ۲۵، ۲۶)

(۱۴) حقوق ہمسائیگی۔ (باب ۲۰، ۲۵)

(۱۵) عام وخاص گزرگاہوں سے حقوق متعلقہ کی نگہداشت۔ (باب ۲۱ تا ۲۴، ۲۹)

(۱۶) مذہبی تعصّبات سے اجتناب۔ (باب ۳۱، ۳۲ و کتاب الخصومات باب ۱)

(۱۷) حق دفاع میں اُصولی ہدایات اور اس کی حدود۔ (باب ۳۳)

(۱۸) ادنیٰ سے ادنیٰ حقوق کی نگہداشت۔ (باب ۲۸، ۳۴)

(۱۹) آنحضرت ﷺ، صحابہؓ اور صحابیاتؓ کے لطیف شعورِ احساس کی مثالیں۔ (باب ۱۴، ۱۸، ۲۵، ۳۰، ۳۲، ۳۴)

(۲۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان استغناء۔ (باب ۲۵)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

٤٧- كِتَابُ الشَّرِكَةِ

تمہید: شَرِکَۃٌ کے لغوی معنے ہیں حصہ داری اور شرعی اصطلاح میں دو یا دو سے زائد اشخاص کا کسی شئے میں حق جو کسی وجہ سے پیدا ہوا ہو؛ وراثت یا ہمسائیگی یا باہمی سمجھوتے یا آپس میں اکٹھا فائدہ اُٹھاتے رہنے کی وجہ سے شَرِکَۃ کہلاتا ہے۔ اور ہر حصہ دار کو شریک بھی کہتے ہیں اور خلیط بھی۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۴۰) اوّل الذکر معنوں میں قرآن مجید فرماتا ہے: لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ۝ (سبا: ۲۳) معبودانِ باطلہ آسمانوں اور زمین میں ایک چھوٹی چیونٹی کے برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں اور نہ زمین و آسمان کی ملکیت میں اُن کی کوئی شراکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔ اور دوسرے معنوں میں فرماتا ہے: وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (ص: ۲۵) یقیناً بہت سے شرکاء ایسے ہوتے ہیں جو ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں سوائے ان کے جو مومن ہیں اور ایمان کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ شرکت و خلطت کے فرق کے لئے تشریح کتاب الزکوۃ باب ۳۵ دیکھئے۔

شرکت ایک عقد ہے جو دو طریق سے قائم ہوتا ہے۔ باہمی سمجھوتے سے اور بغیر سمجھوتے کے اور یہ شرکت دو قسم کی ہے۔ ایک شرکت مِلک یعنی کسی شئے پر دو سے زیادہ اشخاص کو مالکانہ تصرف حاصل ہو؛ ذاتی ملکیت سے یا بطور وراثت یا ازروئے بیع و ہبہ وغیرہ۔ ایسی شراکت میں حق استفادہ بقدرِ ملکیت شریک ہوگا۔ ایک شریک دوسرے کے حصے سے فائدہ اُٹھانے کا صرف اس بناء پر مجاز ہوگا کہ شراکت ہے۔ دوسری قسم شراکت عقد جو باہمی سمجھوتے سے قرار پائے۔ شرکت العنان بھی اسی قسم سے ہے؛ جس میں دونوں شریک بلحاظ تصرف و استفادہ و خسارہ اپنے اپنے حق کے مطابق حصہ دار ہوں گے اور انہیں اس شراکت کو فسخ کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ عنان کے معنے ہیں لگام۔ جس طرح لگام کے دو حصے ایک جیسے برابر ہوتے ہیں۔ اِسی طرح سمجھوتے کی شرکت میں شرکاء برابری کا حق رکھتے ہیں۔ ایک شرکت کا نام شِرْكَةُ الْمُفَاوَضَة بھی ہے۔ مُفَاوَضَة کے معنے ہیں ایک دوسرے سے بات چیت کرکے معین شرائط پر شرکت کرنا۔ مثلاً مویشوں میں شرکت اس سمجھوتے پر ہو کہ دودھ و نسل میں برابر کے حصے دار ہوں گے۔ ایک تیسری قسم وہ ہے جس کا تعلق ذمہ داری کی وجہ سے ہوتا ہے، نہ مال میں حصہ دار ہے نہ صنعت میں۔ محض ذمہ واری کی بناء پر کوئی شخص دوسرے کے کاروبار میں شریک ہو جائے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایسی شراکت باطل ہے۔ ان کے نزدیک شراکت کے لیے ضروری ہے کہ مال ہو یا عمل۔ ایسی شراکت جس میں نہ مال کا حصہ ہو نہ عمل کا، جائز نہیں، بلکہ اس میں غرر کی صورت ہے

کہ ایک نے دوسرے کو استفادہ میں شریک کیا ہے۔ جس میں نہ اس کی محنت کا تعلق ہے نہ مال کا۔ اور یہ بھی معلوم نہیں کہ کاروبار میں اُس کی ذمہ داری کا کتنا حصہ یا دخل ہے۔ چوتھی قسم شراکت الابدان ہے۔ شرکت الابدان امام شافعیؒ کے نزدیک قطعی طور پر باطل ہے۔ مثلاً پیشہ ور اور کاریگر یا مزدور پیشہ افراد سمجھوتہ کریں کہ ہم فلاں مشترکہ کام کریں گے اور جو آمد ہوگی وہ ان میں برابر تقسیم ہوگی۔ انہوں نے یہ شرکت اس لئے ناجائز قرار دی ہے کہ ہر شخص اپنے ذہنی اور بدنی قویٰ میں مختلف ہے اور اس لئے اُن کی محنت کا بدلہ برابر نہیں ہوسکتا۔ کوئی تھوڑا کام کرتا ہے کوئی بہت۔ کسی کے کام میں پختگی ہوتی ہے اور کسی کے کام میں خامی۔ جنگل سے ایندھن مہیا کرنے والا کوئی زیادہ ایندھن حاصل کرتا ہے اور کوئی کم۔ اس لئے ان کی شراکت کسی صحیح معیار پر قائم نہیں ہوسکتی اور یہ شرکت الابدان جائز نہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک صرف صنعت کے کاموں میں شرکت الابدان جائز ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے ایسی شرکت علی الاطلاق جائز قرار دی ہے۔ شرکۃ العنان کے بارے میں سب ائمہ کا اتفاق ہے کہ وہ جائز ہے۔ خواہ وہ اجناس کی شرکت ہو یا ان اشیاء کی، جو اَز قسم مُتقَوِّمَات ہوں۔ مُتقَوِّم کے معنے ہیں جس کی قیمت کا بآسانی اندازہ کیا جاسکے۔ اس کی جمع مُتَقَوِّمَات ہے۔ ایسے ہی وہ اشیاء جو ماپی اور تولی جاسکتی ہیں۔ ایسی اشیاء جو قیمت کے لحاظ سے ایک دوسرے سے قابل تمیز ہوں، ان میں شرکت کی صورت محفوظ ہوتی ہے اور جن اشیاء کی مخصوص صورت نہ ہو، اُن میں شرکت امام شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں۔

(كفاية الاخيار، كتاب البيوع، فصل في الشركة، جزء اوّل صفحہ ۲۷۱-۲۷۳)

ان اقسام کی تفصیل کیلئے بدایۃ المجتہد جزء ۲ صفحہ ۱۸۹ تا ۱۹۲ دیکھئے۔

بَاب ۱ : اَلشَّرِكَةُ فِي الطَّعَامِ وَالنَّهْدِ وَالْعُرُوْضِ

کھانے پینے اور زادِراہ اور مال واسباب میں شراکت

وَكَيْفَ قِسْمَةُ مَا يُكَالُ وَيُوْزَنُ مُجَازَفَةً أَوْ قَبْضَةً قَبْضَةً لِمَا لَمْ يَرَ الْمُسْلِمُوْنَ فِي النَّهْدِ بَأْسًا أَنْ يَّأْكُلَ هَذَا بَعْضًا وَهَذَا بَعْضًا وَكَذَلِكَ مُجَازَفَةُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْقِرَانُ فِي التَّمْرِ.

اور جو چیزیں ماپی اور تولی جائیں ان میں تقسیم کیسے ہو؛ یونہی اندازے سے ڈھیر لگا کر یا ہاتھ کی مٹھی سے؟ کیونکہ مسلمانوں نے زادِراہ کی شراکت میں کوئی حرج خیال نہیں کیا؛ اس طرح کہ کچھ یہ کھائے کچھ وہ کھائے۔ اسی طرح سونے کو چاندی کے بدلے اور چاندی کو سونے کے بدلے تولنے بانٹنے میں۔ نیز دو دو کھجوریں ملا کر کھانے میں بھی (کوئی حرج خیال نہیں کیا۔)

۲۴۸۳ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ وَّهْبِ بْنِ كَيْسَانَ

۲۴۸۳: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے وہب بن کیسان

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا قِبَلَ السَّاحِلِ فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ وَهُمْ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَأَنَا فِيْهِمْ فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا كُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ فَنِيَ الزَّادُ فَأَمَرَ أَبُوعُبَيْدَةَ بِأَزْوَادِ ذَلِكَ الْجَيْشِ فَجُمِعَ ذَلِكَ كُلُّهُ فَكَانَ مِزْوَدَيْ تَمْرٍ فَكَانَ يُقَوِّتُنَاهُ كُلَّ يَوْمٍ قَلِيْلًا قَلِيْلًا حَتَّى فَنِيَ فَلَمْ يَكُنْ يُصِيْبُنَا إِلَّا تَمْرَةٌ تَمْرَةٌ فَقُلْتُ: وَمَا يُغْنِي تَمْرَةٌ؟ فَقَالَ: لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِيْنَ فَنِيَتْ قَالَ: ثُمَّ انْتَهَيْنَا إِلَى الْبَحْرِ فَإِذَا حُوْتٌ مِثْلُ الظَّرِبِ فَأَكَلَ مِنْهُ ذَلِكَ الْجَيْشُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ أَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِضِلَعَيْنِ مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنُصِبَا ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُحِلَتْ ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا فَلَمْ تُصِبْهُمَا.

سے، وہب نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے سمندر کے کنارے کی طرف ایک لشکر بھیجا اور ان پر حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو امیر مقرر کیا اور وہ کل تین سو تھے اور میں بھی ان میں تھا۔ ہم چل پڑے۔ یہاں تک کہ ہم راستے ہی میں تھے کہ زادِراہ ختم ہوگیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے حکم دیا کہ لشکریوں کے توشے جمع کئے جائیں۔ چنانچہ سب جمع کئے گئے اور وہ دو تھیلے کھجوروں کے ہوئے اور ہمیں ہر روز تھوڑا تھوڑا کھانے کے لئے دیتے۔ حتیٰ کہ وہ بھی ختم ہوگیا۔ تب ہمیں صرف ایک ایک کھجور ہی ملتی رہی۔ (وہب کہتے تھے:) میں نے (حضرت جابرؓ سے) پوچھا: ایک کھجور بھوک کو کیا دُور کرسکتی ہے؟ تو انہوں نے کہا: جب وہ بھی نہ رہی تو ہمیں اس کی قدر ہوئی۔ (حضرت جابرؓ) کہتے تھے: اس کے بعد ہم سمندر پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ پہاڑی کی طرح ایک مچھلی ہے۔ تو لشکر نے اس سے اٹھارہ دن تک کھایا۔ پھر حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا: اس کی پسلیوں میں سے دو پسلیاں کھڑی کی جائیں اور وہ کھڑی کی گئیں۔ پھر فرمایا: ایک اُونٹنی گزاری جائے۔ اس پر کجاوا رکھا گیا اور وہ ان کے نیچے سے آسانی سے گزر گئی۔ اس نے انہیں چھوا تک نہیں۔

اطرافہُ: ۲۹۸۳، ۴۳۶۰، ۴۳۶۱، ۴۳۶۲، ۵۴۹۳، ۵۴۹۴۔

٢٤٨٤: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَرْحُوْمٍ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

۲۴۸۴: بشر بن مرحوم نے ہم سے بیان کیا کہ حاتم بن اسماعیل نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یزید بن ابی عبید سے، انہوں نے حضرت سلمہ (بن اکوع)

قَالَ: خَفَّتْ أَزْوَادُ الْقَوْمِ وَأَمْلَقُوْا فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَحْرِ إِبِلِهِمْ فَأَذِنَ لَهُمْ فَلَقِيَهُمْ عُمَرُ فَأَخْبَرُوْهُ فَقَالَ: مَا بَقَاؤُكُمْ بَعْدَ إِبِلِكُمْ فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا بَقَاؤُهُمْ بَعْدَ إِبِلِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَادِ فِي النَّاسِ يَأْتُوْنَ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ فَبُسِطَ لِذَلِكَ نِطَعٌ وَجَعَلُوْهُ عَلَى النِّطَعِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا وَبَرَّكَ عَلَيْهِ ثُمَّ دَعَاهُمْ بِأَوْعِيَتِهِمْ فَاحْتَثَى النَّاسُ حَتَّى فَرَغُوْا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُوْلُ اللهِ.

طرفهُ: ۲۹۸۲۔

رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: لوگوں کے توشے (غزوہ ہوازن میں) کم ہو گئے اور ان کے پاس کچھ نہ رہا۔ تب وہ نبی ﷺ کے پاس آئے کہ اپنے اُونٹ ذبح کرنے کی اجازت لیں۔ آپؐ نے ان کو اجازت دی۔ پھر حضرت عمرؓ ان سے ملے اور ان سے انہوں نے اپنا حال بیان کیا۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا: اپنے اُونٹوں کے بعد تم کیسے جیو گے؟ یہ کہہ کر وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ اپنے اُونٹ کھا لینے کے بعد کیسے جئیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں منادی کرو کہ وہ اپنے اپنے بچے ہوئے توشے لے کر آجائیں اور اس کے لئے ایک چمڑے کا دسترخوان بچھایا گیا اور انہوں نے اپنا اپنا توشہ دسترخوان پر رکھ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپؐ نے دعا کی اور اس کے لئے برکت چاہی۔ پھر ان سے کہا کہ اپنے تھیلے لے آؤ اور لوگوں نے لپ بھر بھر کر توشہ لینا شروع کیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنی ضرورت کے موافق لے لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

٢٤٨٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو النَّجَاشِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ

۲۴۸۵: محمد بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ اوزاعی نے ہمیں بتایا۔ ابونجاشی نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَنَنْحَرُ جَزُوْرًا فَتُقْسَمُ عَشْرَ قِسَمٍ فَنَأْكُلُ لَحْمًا نَّضِيْجًا قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ.

ساتھ عصر کی نماز پڑھتے اور پھر اُونٹ ذبح کرتے اور وہ دس حصوں میں تقسیم کیا جاتا اور ہم سورج غروب ہونے سے پہلے پکا ہوا گوشت کھاتے۔

٢٤٨٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسَى قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْأَشْعَرِيِّيْنَ إِذَا أَرْمَلُوْا فِي الْغَزْوِ أَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِيْنَةِ جَمَعُوْا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ ثُمَّ اقْتَسَمُوْهُ بَيْنَهُمْ فِي إِنَاءٍ وَّاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ فَهُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ.

۲۴۸۶: محمد بن علاء نے ہم سے بیان کیا، (کہا) کہ حماد بن اسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے برید سے، برید نے ابوبردہ سے، ابوبردہ نے حضرت ابوموسٰیؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اشعری قبیلہ کے لوگ جب لڑائی میں محتاج ہوجاتے یا مدینہ میں اُن کے بال بچوں کی خوراک کم ہوجاتی تو جو کچھ زاد اُن کے پاس ہوتا ایک ہی کپڑے میں اکٹھا کرلیتے۔ پھر وہ آپس میں ایک برتن سے اسے برابر برابر تقسیم کرلیتے ہیں۔ وہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔

تشریح: اَلشَّرِكَةُ فِي الطَّعَامِ وَالنَّهْدِ وَالْعُرُوْضِ: عنوان باب میں الفاظ طَعَام، نَهْد، عُرُوْض اور مَكِيْل وَمَوْزُوْن اور سونے چاندی کا ذکر کر کے شراکت کی ان قسموں کی طرف اشارہ کیا ہے جو مابہ النزاع ہیں۔ یعنی ان کے متعلق فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ نَهْدٌ یا نِهْدٌ اُس بحصہ رسدی اِمداد کو کہتے ہیں جو قبیلہ کے افراد دشمن کے مقابلہ کے لئے بصورتِ تعاون کرتے ہیں۔ مصالحت کے موقع پر بھی مشترکہ دعوت کی غرض سے جو امداد افراد کی طرف سے دی جائے، اُسے بھی نَهْدٌ کہتے ہیں۔ اس سے فعل نَهَدَ نَاهَدَ اور تَنَهَّدَ آتا ہے۔ اسی طرح کہتے ہیں: طَرَحَ نِهْدَهُ مَعَ الْقَوْمِ قوم کے ساتھ مدد میں اپنا حصہ ڈالا۔ نِهْد اس توشے کو بھی کہتے ہیں جو رفقائے سفر اکٹھا کھانا کھاتے وقت دسترخوان پر لائیں۔ (اقرب الموارد- نهد) امدادی چندے اور توشے والی شراکت شرکت کی ایک ادنیٰ صورت ہے۔ اس میں ضروری نہیں ہوتا کہ فلاں اس قدر لائے اور اس قدر کھائے اور بوقت تقسیم بھی ایک عام اندازہ ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اسی کی طرف عنوان باب میں جملہ كَيْفَ قِسْمَةُ مَا يُكَالُ وَيُوْزَنُ مُجَازَفَةً سے اشارہ کیا ہے۔ عُرُوْض جمع ہے عِرْض کی۔ جس کے معنے ہیں سامان یعنی نقدی کے مقابلہ میں سامان دے کر شراکت کرنا۔ وَكَذٰلِكَ مُجَازَفَةُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ. مُجَازَفَة کے معنے ہیں کسی چیز کا معین اندازہ نہ کرنا بلکہ عام اندازہ کرنا۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۴۰، ۴۱)

لِمَا لَمْ يَرَ الْمُسْلِمُوْنَ فِي النَّهْدِ بَأْسًا: جب شرکت تعاون کی صورت میں ہو تو تقسیم بھی ایک عام اندازے سے ہوگی۔ سونے یا چاندی اور درہم و دینار کی شرکت بصورتِ تعاون اکٹھی کی جاسکتی ہے اور ان کی تقسیم بھی دونوں طرح سے جائز ہے۔ عام اندازے یا معین حساب سے۔ مُجَازَفَة کی اس صورت کا تعلق تعاونی شرکت سے ہے۔ جو نِهْد کی تعریف کے تحت آتی ہے۔ اس میں نقدی اور سامان کی تقسیم بھی ضرورت کے مطابق کی جاسکتی ہے۔

وَالْقِرَانُ فِي التَّمْرِ: شرکاء کی اجازت سے کوئی شریک دو دو کھجوریں بھی کھا سکتا ہے؛ خواہ یہ اجازت صریح ہو یا مفہوماً جہاں آپس میں بے تکلفی ہو۔ اس تعلق میں باب ۴ بھی دیکھئے۔

اس باب کے تحت چار روایتیں ہیں۔ پہلی روایت کا تعلق غزوۃ الخبط کے واقعہ سے ہے۔ ۸ھ میں زیر قیادت حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ ایک مہم ساحل سمندر کی طرف بھیجی گئی۔ جس میں تین سو انصار و مہاجرین شریک ہوئے۔ سامان خوراک ختم ہوگیا۔ یہاں تک کہ انہیں جنگلی درختوں کے خشک پتے کھانے پڑے اور اسی وجہ سے اس کا نام غزوۃ الخبط مشہور ہوا۔ خَبَطَ کے معنے ہیں درخت کے پتے جو جھاڑے جائیں۔ اس جنگ کی تفصیل کتاب المغازی باب ۶۵ میں ملاحظہ ہو۔ قلت خوراک کے باعث نِهْد کے طریق پر پہلے انتظام کیا گیا تھا۔ دوسری روایت کا تعلق بھی ایک غزوہ سے ہے۔ جس میں قبیلہ ہوازن کی گوشمالی کے لئے ایک دستہ فوج بھیجا گیا۔ خوراک ختم ہونے پر حضرت سلمہ بن الاکوعؓ نے ارادہ کیا کہ اُونٹ ذبح کر کے خوراک کا انتظام کریں مگر حضرت عمرؓ کے مشورے پر نِهْد کے طریق سے زادِ راہ جمع کر کے خوراک تقسیم کی گئی اور جن صحابہؓ کے پاس کچھ نہیں تھا انہیں بھی دی گئی۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ: اس سے یہ مراد نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی وحدانیت پر ایمان اور اپنی رسالت کا یقین واقعۂ مذکور سے پہلے کچھ کم تھا اور اس کے بعد پورا ہوگیا اور اگر آپؐ کا ایمان اور یقین کامل نہ تھا تو مکی زندگی کی مصیبتیں کیوں جھیلیں۔ یہ امر نہیں بلکہ یہ فقرہ بطور اظہارِ شکر گزاری ہے کہ لوگوں کی تکلیف دور ہوئی اور طریق نِهْد میں ضرورت مندوں نے بقدرِ کفایت لیا اور اس پر قناعت کی اور کسی نے بخل و حرص سے کام نہیں لیا۔ صحابہ کرامؓ کے نفوس میں یہ تبدیلی توحید و رسالت کی برکت ہی سے ہوئی تھی۔ اور یہ بھی کہ ان نشانات کو دیکھ کر مجھے خدائی کا درجہ نہ دینا؛ خدا وہی ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور یہ برکت جو میرے ذریعہ ظاہر ہوئی ہے یہ خدا کا نمائندہ اور رسول ہونے کی وجہ سے ہے۔ بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے واقعات میں صحابہؓ نے اخوت و شفقت اور تعاون علی البر اور اعلیٰ اخلاق کا قابل رشک نمونہ دکھایا۔ انتہائی تکلیف کی حالت میں کسی سے مدد مہیا ہو جانا اور نیک خلق کا اظہار بھی بہت بڑی بات ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل عبد شکور کا دل تھا؛ جو اپنے معبود کی آن پر فدا ہونے والا تھا۔

فَهُمْ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُمْ: چوتھی روایت میں قبیلہ اشعری کے دستور کا ذکر ہے کہ انہیں اگر قلت خوراک کا اتفاق ہوتا تو وہ طریق نہد پر اپنی خوراک کا انتظام کرتے تھے۔ ان کی اس نیک خصلت نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت قریب کر دیا تھا اور آپؐ نے ان کا ذکر کر کے فرمایا: فَهُمْ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُمْ میں اور وہ ایک ہی ہیں۔ اس فقرے سے

بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے دل میں نیکی سے محبت پیدا کر دی اور اس محبت کی وجہ سے ہی یہ روایت ہم تک پہنچی اور اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نیک تعاون پر اپنی پسندیدگی کا اظہار ایسے طریق سے فرمایا کہ ان کا دل خوشی سے بھر گیا کہ وہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں ایسے مقبول ہیں کہ ان کی چھوٹی سی نیکی کو بھی بڑی قدر و منزلت سے دیکھا گیا ہے۔ کوئی شخص کامیاب راہنما نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو نہ اپنائے۔

بَاب ۲ : مَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ فِي الصَّدَقَةِ

جو مال دو شریکوں کا ہو وہ زکوٰۃ کا بھی آپس میں مساوی حساب کرلیں

۲٤۸۷ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ فَرِيْضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ.

۲۴۸۷: محمد بن عبداللہ بن مثنّٰی نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میرے باپ نے مجھے بتایا۔ (کہتے تھے:) ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت انسؓ نے اُن کو بتایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں وہ فریضۂ صدقہ لکھ کر دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: جو مال دو شریکوں کا ہو، وہ آپس میں مساوی طور پر صدقے کا حساب کرلیں۔

اطرافه: ۱٤٤۸، ۱٤۵۰، ۱٤۵۱، ۱٤۵۳، ۱٤۵٤، ۱٤۵۵، ۳۱۰٦، ۵۸۷۸، ٦۹۵۵۔

تشریح: مَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ فِي الصَّدَقَةِ: عنوان باب کو فقرہ فِي الصَّدَقَةِ سے مقید کر کے ارشادِ نبوی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو زکوٰۃ کے بارے میں کتاب الزکوٰۃ باب ۳۵ میں گزر چکا ہے کہ شرکتِ خلطت کی صورت میں زکوٰۃ کی وصولی ہر ایک شریک سے اس کے جانوروں کے حساب سے نہیں کی جائے گی بلکہ کل ریوڑ کے حساب سے اور وہ اپنے طور پر بحصہ رسدی حق زکوٰۃ کا حساب کریں گے۔

بَاب ۳ : قِسْمَةُ الْغَنَمِ

بکریوں کی تقسیم

۲٤۸۸ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سَعِيْدِ

۲۴۸۸: علی بن حکم انصاری نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعید بن مسروق سے،

ابْنِ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَأَصَابَ النَّاسَ جُوْعٌ فَأَصَابُوْا إِبِلًا وَّغَنَمًا قَالَ: وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ أُخْرَيَاتِ الْقَوْمِ فَعَجِلُوْا وَذَبَحُوْا وَنَصَبُوْا الْقُدُوْرَ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقُدُوْرِ فَأُكْفِئَتْ ثُمَّ قَسَمَ فَعَدَلَ عَشَرَةً مِّنَ الْغَنَمِ بِبَعِيْرٍ فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيْرٌ فَطَلَبُوْهُ فَأَعْيَاهُمْ وَكَانَ فِي الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيْرَةٌ فَأَهْوَى رَجُلٌ مِّنْهُمْ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللهُ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ لِهٰذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ فَمَا غَلَبَكُمْ مِّنْهَا فَاصْنَعُوْا بِهِ هٰكَذَا فَقَالَ جَدِّيْ: إِنَّا نَرْجُوْ أَوْ نَخَافُ الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَتْ مَعَنَا مُدًى أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ؟ قَالَ: مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ فَكُلُوْهُ لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ.

سعید نے عبایہ بن رفاعہ بن رافع بن خدیج سے، عبایہ نے اپنے دادا (حضرت رافعؓ) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ ذوالحلیفہ میں تھے۔ وہاں لوگوں کو بھوک لگی اور انہوں نے (غنیمت میں) کچھ اُونٹ اور بکریاں پائیں۔ کہتے تھے: اس وقت نبی ﷺ اخیر کے لوگوں میں تھے۔ لوگوں نے جلدی میں جانوروں کو ذبح کر لیا اور ہانڈیاں رکھ دیں۔ تو نبی ﷺ نے ہانڈیوں کی نسبت فرمایا تو وہ اُنڈیل دی گئیں۔ پھر آپؐ نے تقسیم کیں اور دس بکریوں کو ایک اُونٹ کے برابر رکھا۔ ان میں سے ایک اُونٹ بھاگ نکلا۔ لوگوں نے اس کا پیچھا کیا۔ اُس نے اُن کو تھکا دیا اور اس وقت لشکر میں گھوڑے کم تھے۔ اُن میں سے ایک شخص نے آگے بڑھ کر تیر مارا۔ تو اللہ نے اس کو وہیں ٹھہرا دیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: دیکھو! چوپایوں میں ایسے بھی جانور ہوتے ہیں جو سدھائے نہیں جا سکتے۔ وحشی جانوروں کی طرح ہوتے ہیں۔ اس لئے ان میں سے جو تمہیں تکلیف میں ڈال دیں تو تم ان سے اسی طرح برتاؤ کرو۔ میرے دادا نے عرض کیا۔ ہمیں امید ہے یا (کہا:) اندیشہ ہے کہ کل دشمن سے مٹھ بھیڑ ہوگی اور چھریاں ہمارے پاس نہیں۔ تو کیا ہم بانس کی کھپاچ سے کاٹ ڈالیں؟ آپؐ نے فرمایا: جو چیز خون بہا دے۔ اور جانور پر اللہ کا نام لیا جائے اُسے کھالو۔ دانت اور ناخن سے ذبح نہ کرنا۔ میں تم سے اس کی وجہ بیان کرتا ہوں۔ دانت جو ہے تو وہ ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھریاں ہیں۔

اطرافه: ۲۵۰۷، ۳۰۷۵، ۵۴۹۸، ۵۵۰۳، ۵۵۰۶، ۵۵۰۹، ۵۵۴۳، ۵۵۴۴۔

تشریح: قِسْمَةُ الْغَنَمِ: بکریوں کی تقسیم کا یہ واقعہ بھی ایک غزوہ سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ روایت نمبر ۲۴۸۸ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ کل ہمیں دشمن کے حملہ کا اندیشہ ہے۔ مقام ذوالحلیفہ جس کا یہاں ذکر ہے وہ جگہ نہیں جو مدینہ کے قریب واقع ہے اور اہل مدینہ کے لئے میقات حج ہے بلکہ وہ مقام ہے جو تہامہ میں ذاتِ عرق کے قریب واقع ہے۔ ابن التّینؒ کے نزدیک مشار الیہ واقعہ غزوہ حنین کے موقع پر ۸ھ کو پیش آیا تھا۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۴۶) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوازن قبائل کی تیاری کا علم ہوا تو آپؐ نے ایک دستہ فوج بطور ہراول بھیجا تھا۔ اس واقعہ میں بھی مجاہدین کو برابر حصہ دیا گیا سوائے ایک پلو ٹھے کے جو بچ رہا اور سپردِ کار تقسیم کنندہ کو دیا گیا۔ دیکھئے کتاب الوکالۃ روایت نمبر ۲۳۰۰۔ یہ شراکت از قسم ملکیت ہے جس کا حق شریعت نے تسلیم کیا ہے۔ سپہ سالار کی اجازت کے بغیر مجاہد کے لئے جائز نہیں کہ خود بخود اپنا یہ حق لے۔ مذکورہ بالا واقعہ باب ۱۶ روایت نمبر ۲۵۰۷ میں بھی مذکور ہے اور کتاب الذبائح اور کتاب الجہاد میں بھی اس کی بعض تفصیلات آئیں گی۔

فَأَصَابُوْا اِبِلًا وَّ غَنَمًا: ابن ماجہ کی ایک روایت میں "فَانْتَهَبْنَاهَا" کا لفظ ہے۔☆ بعض شارحین کا خیال ہے کہ اس لفظ سے پایا جاتا ہے کہ بکریاں وغیرہ لوٹی گئی تھیں جس کی وجہ سے ہانڈیاں اُلٹوائی گئیں۔ یہ استنباط درست نہیں بلکہ اصل وجہ یہ تھی کہ مالِ غنیمت تقسیم سے قبل استعمال میں لایا گیا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۴۶) اس تعلق میں کتاب المظالم باب ۳۰ کی تشریح بھی دیکھئے۔

اَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَّ اَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ: مُدَی، مُدْيَةٌ کی جمع ہے۔ جس کے معنے چُھری کے ہیں۔ حبشیوں کی تمدنی حالت بہت پست تھی۔ وہ چھری وغیرہ کے استعمال سے ناآشنا تھے۔ اس لیے اپنے ناخن بڑھا کر ان سے چھری کا کام لیتے تھے جس سے جانور کو تکلیف ہوتی۔ شہ رگ کو ناخن سے پھاڑ دیتے اور خون بہنے پر جانور مر جاتا اور پھر وہ اُسے کھاتے۔ اس طریق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ ناخنوں کی طرح دانتوں کو بطور چھری استعمال کرنا بھی ایسا ہی ہے جیسے ہڈی سے ذبح کیا جائے۔ عرب لوگ ایام جاہلیت میں ہڈیوں اور پتھروں سے چھری کا کام لیتے تھے۔ اس سے بھی آپؐ نے منع فرمایا کہ جانوروں کو تکلیف نہ ہو۔ یہ شفقت علیٰ خلق اللہ کا بہترین سبق ہے۔ اس تعلق میں عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۴۷ تا ۴۹ بھی دیکھئے۔

بَاب ٤ : اَلْقِرَانُ فِي التَّمْرِ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ حَتَّى يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهُ

شریکوں کے درمیان ہوتے ہوئے دو دو کھجوریں کھانا درست نہیں جب تک کہ اپنے ساتھیوں سے اجازت نہ لے لے

٢٤٨٩ : حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ

۲۴۸۹: خلّاد بن یحییٰ نے ہمیں بتایا کہ سفیان نے ہم سے بیان کیا کہ جبلہ بن سُحَیم نے ہمیں بتایا۔ انہوں

☆ (ابن ماجه، كتاب الفتن، باب النهى عن النهبة)

قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّقْرُنَ الرَّجُلُ بَيْنَ التَّمْرَتَيْنِ جَمِيْعًا حَتَّى يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهُ.

نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ آدمی دو دو کھجوریں ملا کر کھائے جب تک کہ وہ اپنے ساتھیوں سے اجازت نہ لے لے۔

اطرافہ: ۲۴۵۵، ۲۴۹۰، ۵۴۴۶۔

۲۴۹۰: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَبَلَةَ قَالَ: كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ فَأَصَابَتْنَا سَنَةٌ فَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَرْزُقُنَا التَّمْرَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمُرُّ بِنَا فَيَقُوْلُ: لَا تَقْرُنُوْا فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْقِرَانِ إِلَّا أَنْ يَّسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ أَخَاهُ.

۲۴۹۰: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے جبلہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم مدینہ میں تھے اور ہم پر قحط پڑ گیا۔ تو حضرت (عبداللہ) بن زبیرؓ ہمیں کھانے کے لئے کھجوریں دیا کرتے تھے اور حضرت (عبداللہ) ابن عمرؓ ہمارے پاس سے گزرے اور کہنے لگے: دو دو کھجوریں ملا کر مت کھاؤ کیونکہ نبی ﷺ نے ایک دفعہ میں دو دو کھجوریں ملا کر کھانے سے منع فرمایا ہے مگر یہ کہ تم میں سے کوئی آدمی اپنے بھائی سے اجازت لے لے۔

اطرافہ: ۲۴۵۵، ۲۴۸۹، ۵۴۴۶۔

تشریح: **اَلْقِرَانُ فِي التَّمْرِ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ حَتَّى يَسْتَأْذِنَ اَصْحَابَهُ:** جمہور کے نزدیک محولہ بالا ممانعت تحریمی نہیں؛ جیسا کہ اہل ظاہر کا خیال ہے بلکہ تنزیہی ہے۔ یعنی حسن آداب کے خلاف ہے کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھجور یا پھل یا کوئی اور شئے ایسے طریق سے کھائے جس میں حرص پائی جاتی ہو۔ اس تعلق میں کتاب المظالم باب ۱۴ روایت نمبر ۲۴۵۵ بھی دیکھئے۔ ایسے موقعوں پر شراکت ایسی نہیں کہ اس میں کھانے پینے کی مقدار میں مساوات ملحوظ رکھی جائے البتہ نزاہت نفس اور آداب مجلس متقاضی ہیں کہ انسان کھانے پینے میں وقار سے کام لے۔

بَاب ٥: تَقْوِيْمُ الْأَشْيَاءِ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ بِقِيْمَةِ عَدْلٍ

شریکوں کے درمیان مشترکہ اشیاء کا منصفانہ قیمت سے اندازہ کرنا

۲٤٩١: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ

۲۴۹۱: عمران بن میسرہ (ابوالحسن بصری) نے ہمیں بتایا۔ عبدالوارث (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا کہ ایوب

نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ مِنْ عَبْدٍ أَوْ شِرْكًا أَوْ قَالَ نَصِيْبًا - وَكَانَ لَهُ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَهُ بِقِيْمَةِ الْعَدْلِ فَهُوَ عَتِيْقٌ وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ.

نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی غلام میں اپنا تھوڑا سا حصہ یا (فرمایا:) اپنی شراکت یا فرمایا: اپنا حصہ (چھوڑ کر اُسے) آزاد کر دے اور اس کے پاس اتنا مال ہو جو منصفانہ قیمت کے لحاظ سے اس غلام کی ساری قیمت کے برابر ہو تو وہ پورا آزاد ہوگا۔ اگر اتنا مال نہ ہو تو وہ غلام اس قدر آزاد تو بہر حال ہو چکا جتنا اس نے آزاد کر دیا ہے۔

قَالَ: لَا أَدْرِي قَوْلُهُ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ قَوْلٌ مِنْ نَّافِعٍ أَوْ فِي الْحَدِيْثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(ایوب نے) کہا: میں نہیں جانتا کہ حدیث کا یہ فقرہ ''وہ غلام اس قدر آزاد تو بہر حال ہو چکا جتنا اس نے آزاد کر دیا ہے'' نافع کا قول ہے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہی ایسا ہے۔

اطرافه: ۲۵۰۳، ۲۵۲۱، ۲۵۲۲، ۲۵۲۳، ۲۵۲۴، ۲۵۲۵، ۲۵۵۳۔

۲۴۹۲: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ شَقِيْصًا مِنْ مَّمْلُوْكِهِ فَعَلَيْهِ خَلَاصُهُ فِي مَالِهِ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ مَالٌ قُوِّمَ الْمَمْلُوْكُ قِيْمَةَ عَدْلٍ ثُمَّ اسْتُسْعِيَ غَيْرَ مَشْقُوْقٍ عَلَيْهِ.

۲۴۹۲: بشر بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ سعید بن ابی عروبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے نضر بن انس سے، نضر نے بشیر بن نہیک سے، بشیر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جو شخص اپنے مشترکہ غلام سے اپنا حصہ آزاد کر دے تو اُس کے ذمہ ہے کہ وہ اپنے مال سے اسے پورے طور پر آزاد کرائے۔ اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو اس غلام کی منصفانہ قیمت لگائی جائے۔ پھر اس سے محنت مزدوری کروائی جائے لیکن ایسی نہ ہو جس کا وہ متحمل نہ ہو سکے۔ پھر وہ اس مزدوری سے اپنی باقی قیمت ادا کر دے اور آزاد ہو جائے۔

اطرافه: ۲۵۰۴، ۲۵۲۶، ۲۵۲۷۔

تشریح: **تَقْوِيمُ الْأَشْيَآءِ بَيْنَ الشُّرَكَآءِ بِقِيمَةِ عَدْلٍ:** ائمہ اور فقہاء کا اس امر پر تو اتفاق ہے کہ مال و اسباب کی قیمت کا اندازہ کرنے کے بعد شریکوں کے درمیان اس کی تقسیم جائز ہے مگر قیمت کا اندازہ کئے بغیر تقسیم کرنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ اکثر فقہاء کے نزدیک اگر شرکاء راضی ہوں تو بغیر اندازہ کئے تقسیم جائز ہوگی۔ مگر امام شافعیؒ کے نزدیک یہ رضامندی والی صورت تقسیم بھی جائز نہیں کیونکہ اس میں کمی بیشی کا احتمال ہے اور ان کا استدلال حضرت ابن عمرؓ کی مذکورہ بالا حدیث نبویہ سے ہے کہ غلام یا لونڈی میں شریک شخص اپنا متعلقہ حصہ واگذار کرنے کا مجاز ہے بشرطیکہ قیمت کا اندازہ کر کے باقی شریکوں کو ان کا حصہ دے کر پورے طور پر اسے آزاد کرائے۔ یہ حدیث نص صریح ہے۔ باقی اشیاء کا قیاس اسی امر پر کیا جا سکتا ہے کہ شریک بغیر اندازہ قیمت مشترکہ شئے میں تصرف کرنے کا مجاز نہیں، تاوقتیکہ اس کے باقی شریک رضامند نہ ہوں۔ یہ مضمون کتاب العتق میں زیر باب ۴: اِذَا اَعْتَقَ عَبْدًا بَيْنَ اثْنَيْنِ بھی آئے گا۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۶۳)

مَنْ اَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ مِنْ عَبْدٍ اَوْ شِرْكًا اَوْ قَالَ نَصِيبًا: مذکورہ بالا روایت بالمعنٰی ہے یعنی راوی کو یہ یاد نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حصہ کے لئے عربی لفظ شِقْص فرمایا تھا۔ یا شِرْک یا نَصِيب۔ شِقْص کے معنی حصہ کے ہیں خواہ کم ہو یا زیادہ۔ بعض اہل لغت کے نزدیک تھوڑے حصہ کو شِقْصٌ اور شَقِيصٌ کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۵۱) یعنی حصہ تھوڑا ہو یا بہت اس کی قیمت کا اندازہ کرنا ضروری ہے۔

بَاب ٦: هَلْ يُقْرَعُ فِي الْقِسْمَةِ وَالِاسْتِهَامِ فِيهِ

کیا تقسیم اور حصہ نکالنے میں قرعہ ڈالا جائے؟

٢٤٩٣: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ قَالَ: سَمِعْتُ عَامِرًا يَقُولُ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَثَلُ الْقَائِمِ عَلَى حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا عَلَى سَفِيْنَةٍ فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا فَكَانَ الَّذِيْنَ فِي أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا

۲۴۹۳: ابونعیم نے ہمیں بتایا کہ زکریا نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے عامر (شعبی) سے سنا۔ کہتے تھے: میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: جو شخص اللہ کی حدوں پر قائم ہوا اور وہ شخص جس نے ان حدوں سے تجاوز کیا ان کی مثال ان لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے ایک کشتی میں قرعہ ڈال کر جگہ بانٹ لی۔ ان میں سے بعض کو اوپر کا درجہ ملا اور بعض کو نیچے کا۔ تو وہ لوگ جو اس کشتی کے نچلے درجہ میں تھے جب پانی لینا چاہتے ان لوگوں کے پاس سے گزرتے جو اُوپر

عَلَى مَنْ فَوْقَهُمْ فَقَالُوْا: لَوْ أَنَّا خَرَقْنَا فِي نَصِيْبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا فَإِنْ يَتْرُكُوْهُمْ وَمَا أَرَادُوْا هَلَكُوْا جَمِيْعًا وَإِنْ أَخَذُوْا عَلَى أَيْدِيْهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيْعًا.

کے درجہ میں تھے۔ پھر انہوں نے کہا: اگر ہم اپنے ہی درجہ میں ایک سوراخ کر لیں اور جو اوپر کے درجہ میں ہیں اُن کو تکلیف نہ دیں (تو بہتر ہوگا۔) اب اگر اُوپر کے درجہ والے انہیں وہ بات جس کا انہوں نے ارادہ کیا ہے، کرنے دیں تو سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے اور اگر ان کے ہاتھ پکڑ لیں تو وہ بھی نجات پا جائیں اور دوسرے بھی سب نجات پا جائیں۔

طرفہُ: ٢٦٨٦۔

تشریح: **هَلْ يُقْرَعُ فِي الْقِسْمَةِ وَالِاسْتِهَامِ فِيْهِ:** مال واسباب جو اَز قسم عروض ہوں اُن کے حصص شرکت کی تقسیم بعض وقت قرعہ اندازی سے کرنی پڑتی ہے کیونکہ ان کی قیمت کا اندازہ مشکل ہوتا ہے یا ان میں سے بعض اشیاء قابل تقسیم نہیں ہوتیں اور قیمت کا اندازہ کرنا آسان ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں بذریعہ قرعہ جس شریک کا نام نکلے، اسے وہ دی جائیں اور ان کی قیمت کے اندازے پر اس سے دوسرے شرکاء کو بحصہ رسدی نقد قیمت دلائی جائے۔ قرعہ اندازی سے تنازعہ کا سد باب مقصود ہوتا ہے۔ جیسا کہ کشتی کی مثال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا ہے۔ یہ حدیث کتاب الشهادات باب ۳۰ روایت نمبر ۲۶۸۶ میں بھی منقول ہے۔

اَلسَّهْمُ کے معنی ہیں حصہ اور اِسْتَهَمَ کے معنی ہیں حصہ لیا۔ لفظ سَهْمٌ مشترکہ اشیاء میں حصہ پر دلالت کرتا ہے۔ عنوانِ باب بصورت استفتاء ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ قرعہ کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ بعض فقہاء کوفہ نے تیر کے ذریعے تقسیم والے قدیم طریق پر قیاس کر کے قرعہ اندازی ناجائز قرار دی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں مشرکین عرب بتوں کی قربانی، نذر و نیاز وغیرہ بذریعہ تیر تقسیم کرتے تھے۔ چند نشان شدہ تیر ترکش میں ہوتے۔ ہر نشان ایک معین اندازے کا ہوتا۔ حصہ دار کسی تیر پر ہاتھ لگاتے اور اسے نکال کر پھر اس نشان کے مطابق گوشت وغیرہ تقسیم کیا جاتا۔ اس تیر کا نام زلم رکھا گیا تھا۔ قرآن مجید نے یہ مشرکانہ طریق تقسیم ممنوع قرار دیا ہے۔ فرماتا ہے: وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ. (المائدہ:۴) یعنی (تم پر حرام کیا گیا ہے) وہ جانور بھی جو بت کدہ پر ذبح کیا جائے اور تیروں کے ذریعہ تقسیم بھی۔ یہ نافرمانی کی باتیں ہیں۔ دوسری جگہ فرماتا ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (المائدہ:۹۱) اے مومنو! شراب اور جوا اور بت اور قرعہ اندازی کے تیر محض ناپاک باتیں اور شیطانی کام ہیں؛ سو تم ان سے بچو تا تم کامیاب ہو۔ عربی میں سَهْمٌ کے معنی بھی تیر کے ہیں، مگر زلم خاص مشرکانہ تقسیم کا تیر تھا۔ عنوانِ باب میں کسی خاص شئے کی تقسیم کا ذکر نہیں کیا گیا بلکہ الفاظ فِی الْقِسْمَةِ سے مطلق تقسیم بذریعہ قرعہ کا سوال اُٹھا کر اس کے جواز کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اور دیگر ائمہ اور اکثر فقہاء نے تقسیم بذریعہ قرعہ اندازی جائز قرار دی ہے۔ یہ طریق قدیم سے رائج رہا ہے۔ قرآن مجید حضرت یونس علیہ السلام کے ذکر میں فرماتا ہے: فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ. (الصافات:۱۴۲) تب انہوں نے (کشتی کے باقی سواروں سے مل کر) قرعہ اندازی کی اور ان کے نام کا قرعہ نکلنے پر وہ بھی پھینکے گئے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ بوقت سفر قرعہ اندازی کرتے اور جس بیوی کے نام کا قرعہ نکلتا؛ وہ آپؐ کے ہم سفر ہوتی تھیں۔ (کتاب الشهادات باب۱۵روایت نمبر۲۶۶۱) اور حضرت امّ العلاءؓ سے مروی ہے کہ ہجرت کے بعد مدینہ میں انصار نے مہاجرین کو اپنے پاس ٹھہرانے کے لئے قرعے ڈالے تو حضرت عثمان بن مظعونؓ کا قرعہ نکلا کہ وہ ہمارے پاس رہیں گے۔ (روایت نمبر۲۶۸۷) اس ثابت شدہ سنت نبویؐ کے پیش نظر مشار الیہ فقہاء کا قیاس درست نہیں کہ قرعہ اندازی بذریعہ تیر کی رسم کا تعلق صرف مشرکانہ عقائد سے تھا، جس کی وجہ سے یہ بھی فسق اور رجس والی باتوں میں شمار کی جائے۔
(عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۵۶)

علامہ عینی نے قاضی اسماعیل کا قول بھی نقل کیا ہے کہ اگر زمین یا مکان میں چند شریک ہوں تو وہ اس کی قیمت کا اندازہ کریں اور پھر قرعہ ڈالیں۔ جس کے نام قرعہ نکلے، اسے وہ چیز دیں اور قیمت بحصہ رسدی باقی شرکاء میں تقسیم کریں۔ لَيْسَ فِي الْقُرْعَةِ إِبْطَالُ شَيْءٍ مِّنَ الْحَقِّ. قرعہ اندازی سے کوئی حق باطل نہیں ہوجاتا کہ یہ ممنوع قرار دی جائے بلکہ جھگڑا ختم ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۵۶)

بَاب ۷: شَرِكَةُ الْيَتِيمِ وَأَهْلِ الْمِيرَاثِ

یتیم کا ان لوگوں کے ساتھ شریک ہونا جو وراثت کے مستحق ہیں

۲٤۹٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْعَامِرِيُّ الْأُوَيْسِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا. وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنْ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: وَإِنْ خِفْتُمْ إِلَى وَرُبَاعَ

۲۴۹۴: عبدالعزیز بن عبداللہ عامری اُویسی نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے صالح سے، صالح نے ابن شہاب سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا:) عروہ نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔ اور لیث نے بھی کہا: یونس نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: عروہ بن زبیر نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ کے اِس قول کے بارے میں پوچھا: وَإِنْ خِفْتُمْ...... (حضرت عائشہؓ نے) کہا:

(النساء: ٤) فَقَالَتْ: يَا ابْنَ أُخْتِي هِيَ الْيَتِيْمَةُ تَكُوْنُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا تُشَارِكُهُ فِي مَالِهِ فَيُعْجِبُهُ مَالُهَا وَجَمَالُهَا فَيُرِيْدُ وَلِيُّهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ أَنْ يُقْسِطَ فِي صَدَاقِهَا فَيُعْطِيْهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيْهَا غَيْرُهُ فَنُهُوْا أَنْ يَنْكِحُوْهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوْا لَهُنَّ وَيَبْلُغُوْا بِهِنَّ أَعْلَى سُنَّتِهِنَّ مِنَ الصَّدَاقِ وَأُمِرُوْا أَنْ يَنْكِحُوْا مَا طَابَ لَهُمْ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ. قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هَذِهِ الْآيَةِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ إِلَى قَوْلِهِ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ (النساء: ١٢٨) وَالَّذِي ذَكَرَ اللّٰهُ أَنَّهُ يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ (النساء: ١٢٨) الْآيَةُ الْأُوْلَى الَّتِي قَالَ فِيْهَا وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ (النساء: ٤) قَالَتْ عَائِشَةُ وَقَوْلُ اللّٰهِ فِي الْآيَةِ

میری بہن کے بیٹے! اس آیت میں اس یتیم لڑکی کا ذکر ہے جو اپنے ولی کی نگرانی میں ہو اور وہ ولی اس کی جائیداد میں بھی شریک ہو۔ اس کے ولی کو اس کا مال اور اس کی خوبصورتی پسند ہو اور وہ ولی اس سے شادی کرنا چاہے مگر وہ اس کے مہر میں انصاف نہ کرے۔ اسے اتنا نہ دے جو دوسرا اُس کو دیتا ہو۔ اس لئے ایسے لوگوں کو اس سے نکاح کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ لیکن اگر لوگ ایسی یتیم لڑکیوں سے انصاف کریں اور جو عام رواج میں ان کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ مہر ہوسکتا ہو، اتنا انہیں دے دیں (تو وہ نکاح کرسکتے ہیں اور جو لوگ ایسا نہ کرسکیں) انہیں یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ وہ ان یتیم لڑکیوں کے سوا جو عورتیں انہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلیں۔ عروہ نے کہا: حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: پھر لوگوں نے یہ آیت نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ سے (ایسی لڑکیوں سے نکاح کرنے کی نسبت اس حکم کی) وضاحت چاہی تو اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل کی: اُن عورتوں سے متعلق حکم کی وضاحت چاہتے ہیں...... اور تم دل سے چاہتے ہو کہ تم انہی سے نکاح کرو اور اللہ تعالیٰ نے جو یہ ذکر فرمایا ہے: کہ تم پر کتاب میں پڑھا جا چکا ہے...... تو اس سے مراد وہ پہلی آیت ہے جس میں فرمایا ہے: اگر تم ڈرو کہ یتیم لڑکیوں کے حق میں تم انصاف نہیں کروگے تو پھر دوسری عورتوں میں سے

الْأُخْرَى: وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ يَعْنِي هِيَ رَغْبَةُ أَحَدِكُمْ لِيَتِيْمَتِه الَّتِي تَكُوْنُ فِي حَجْرِهِ حِيْنَ تَكُوْنُ قَلِيْلَةَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ فَنُهُوْا أَنْ يَّنْكِحُوْا مَا رَغِبُوْا فِي مَالِهَا {وَجَمَالِهَا ☆} مِنْ يَتَامَى النِّسَاءِ إِلَّا بِالْقِسْطِ مِنْ أَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ.

جو تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: تم دِلی خواہش رکھتے ہو کہ تم انہی سے نکاح کرو۔ اس سے مراد ایسی یتیم لڑکی سے شادی کرنے کی خواہش ہے جو تم میں سے کسی کی نگرانی میں ہو جبکہ وہ مال اور خوبصورتی کم رکھتی ہو تو چونکہ وہ انہیں پسند نہیں کرتے، اس لئے ان یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنے سے ان کو منع کیا گیا ہے، جن کے مال اور خوبصورتی☆ کی وجہ سے وہ نکاح کرنے کی خواہش کرتے ہیں، سوائے اس کے کہ ان سے انصاف کریں۔

اطرافہُ: ۲۷۶۳، ۴۵۷۳، ۴۵۷۴، ۴۶۰۰، ۵۰۶۴، ۵۰۹۲، ۵۰۹۸، ۵۱۲۸، ۵۱۳۱، ۵۱۴۰، ۶۹۶۵۔

تشریح: **شَرِكَةُ الْيَتِيْمِ وَأَهْلِ الْمِيْرَاثِ:** فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ یتیم کے سرمایہ وجائیداد وغیرہ اشیاء میں مشارکت جائز نہیں؛ بجز اس کے کہ اس سے فائدہ کی صورت یقینی ہو۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۶۴) اگر ضائع ہونے کا احتمال ہو تو ان میں مشارکت قرآن مجید کے نص صریح کے خلاف ہے۔ مندرجہ بالا روایت میں حضرت عائشہؓ نے جس آیت کا حوالہ دیا ہے، وہ یہ ہے: وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ص وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا۝ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَرُبٰعَ ج فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ط ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝ (النساء: ۳،۴) یتیموں کو ان کے مال دو اور عمدہ مال کے بدلے میں ردّی مال نہ لو اور ان کے مال اپنے مالوں سے ملا کر نہ کھاؤ۔ یہ یقیناً بہت بڑا گناہ ہے اور اگر تمہیں خوف ہو کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کرسکو گے تو عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئیں اُن سے نکاح کرو۔ (یعنی غیر یتیم عورتوں سے نکاح کرلو۔) دو دو، تین تین اور چار چار سے۔ اور اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ تم عدل نہ کرسکو گے تو ایک ہی عورت سے یا ان (لونڈیوں) سے جو تمہارے ہاتھوں میں ہیں۔ یہ طریق اس بات کے بہت قریب ہے کہ تم ظلم سے بچو۔

یہ آیت تفصیل طلب ہے۔ تَعُوْلُوْا۔ عَالَ، يَعُوْلُ، عَوْلًا وَعَيْلًا وَعِيَالًا وَعِيَالَةً سے فعل مضارع جمع مخاطب کا صیغہ ہے۔ لفظ عَالَ اضداد میں سے ہے اور اس کے تین معنی ہیں۔ (۱) عَالَ اَمْرُ الْقَوْمِ: اشْتَدَّ وَاضْطَرَبَ وَ تَفَاقَمَ یعنی قوم خستہ حال ہوگئی، اُس کے لئے تشویشناک صورت حالات پیدا ہوگئی اور وہ نہایت مضطرب ہوگئے۔ ان معنوں کی رُو

☆ لفظ "وَجَمَالِهَا" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ۱۶۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

سے آیت ذٰلِکَ اَدۡنٰۤی اَلَّاتَعُوۡلُوۡا کا مفہوم یہ ہے کہ ارشادِ الٰہی پر عمل کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قوم کی مصیبت کم ہو جائے گی اور وہ خستہ حالی اور پریشانی سے محفوظ رہے گی۔(۲) عَالَ یَعُوۡلُ عِیَالًا کے دوسرے معنی ہیں: کَثُرَ عِیَالُهٗ. اس کی عیال داری زیادہ ہوگئی اور عَالَ الۡمِیۡزَان کے معنی ہیں: نَقَصَ. وزن میں کم دیا۔خَانَ: خیانت کی۔ان معنوں کی رُو سے آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ کنبہ زیادہ ہو جائے اور بوجھ نہ سنبھالا جا سکے۔یعنی اگر عدل قائم نہ رکھ سکو فَوَاحِدَةً تو پھر ایک ہی بیوی سے عقد نکاح کرو۔ذٰلِکَ اَدۡنٰۤی اَلَّا تَعُوۡلُوۡا اَیۡ لَا تَخُوۡنُوۡا: یہ بات زیادہ قریب ہوگی کہ تم اپنی ذمہ داری پوری کرنے میں خیانت نہیں کروگے۔ (۳) عَالَ یَعُوۡلُ کے تیسرے معنی ہیں بیواؤں اور یتیموں کا کفیل ہونا اور ان کی محتاجی دُور کرنا (اقرب الموارد-عول) (لسان العرب-عول) ان کا بوجھ قوم کے افراد پر تقسیم ہونے سے نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری محتاجی دور ہوگی۔سورۃ النور آیت ۳۳ میں وعدہ فرماتا ہے: اِنۡ یَّکُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ یُغۡنِهِمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ. اگر وہ محتاج ہوں گے تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔غرض عَالَ کا لفظ جو اضداد میں سے ہے، ان سب معانی پر حاوی ہے۔

محولہ بالا آیت میں یتیم کے ساتھ شرکت فی المال کی ممانعت کی گئی ہے اور یتیم لڑکی کو بذریعہ نکاح رفیقۂ حیات بنانا بھی منع ہے لیکن ان دونوں قسم کی شرکتوں میں استثنائی صورت بھی موجود ہے۔زمانۂ جاہلیت کے حریص لوگ یتیموں کے مالوں میں مختلف حیلوں سے شراکت پیدا کر کے اسے خرد برد کر لیا کرتے تھے۔اگر یتیم لڑکی خوبصورت ہوتی تو اس پر چادر ڈال دی جاتی جس سے سمجھا جاتا کہ اپنے کفیل کی منکوحہ ہے اور اگر خوبصورت نہ ہوتی تو دوسری جگہ بھی اس کا نکاح نہ ہونے دیا جاتا کہ اس کا مال کسی اور (یعنی شوہر) کے قبضہ میں نہ چلا جائے۔شریعت اسلامیہ نے یتیموں کے حقوق کی حفاظت کے لئے ایسی شراکت کا راستہ بند کر دیا ہے اور ایسا نکاح بھی ناجائز قرار دیا ہے۔اسلامی حکومت جو رعایا کے حقوق کی نگران ہے، اس کا فرض ہے کہ شریعت اسلامی کے قانون کی پابندی کرائے۔قاضی کو اختیار ہے کہ جہاں ایسی ظالمانہ شراکت کی صورت ہو، اسے فسخ کر دے اور اگر نکاح ہو چکا ہو تو ایک آزاد خوبرو عورت کا زیادہ سے زیادہ جو حق مہر عرفِ عام میں ثابت ہو، اس کو وہ دلایا جائے۔

ثُمَّ اِنَّ النَّاسَ اسۡتَفۡتَوۡا: یہ روایت بھی مذکورہ بالا سند سے ہے۔اس میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ یہ ہے: وَیَسۡتَفۡتُوۡنَکَ فِی النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ یُفۡتِیۡکُمۡ فِیۡهِنَّ ۙ وَمَا یُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ فِی الۡکِتٰبِ فِیۡ یَتٰمَی النِّسَآءِ الّٰتِیۡ لَا تُؤۡتُوۡنَهُنَّ مَا کُتِبَ لَهُنَّ وَتَرۡغَبُوۡنَ اَنۡ تَنۡکِحُوۡهُنَّ وَالۡمُسۡتَضۡعَفِیۡنَ مِنَ الۡوِلۡدَانِ ۙ وَاَنۡ تَقُوۡمُوۡا لِلۡیَتٰمٰی بِالۡقِسۡطِ ؕ وَمَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِهٖ عَلِیۡمًا ○ (النساء :۱۲۸) اور لوگ تم سے ایک سے زیادہ عورتوں (سے نکاح) کے بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں۔تو (ان سے) کہہ دے کہ اللہ تمہیں ان کی بابت اجازت دیتا ہے اور جو حکم اس کتاب میں پڑھ کر سنایا جاتا ہے؛ وہی جو ان یتیم عورتوں سے متعلق ہے جنہیں تم ان کے مقرر کردہ حق نہیں دیتے مگر ان سے نکاح کرنا چاہتے ہو اور جو کمزور بچوں کی بابت بیان ہو چکا ہے اور تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ یتیموں سے متعلقہ معاملے میں انصاف کی پابندی کرو اور جو بھلائی بھی تم کرو تو یقیناً اللہ اس سے خوب واقف ہے۔اس آیت میں سابقہ آیت ہی کا حوالہ دیا گیا ہے اور دونوں کا مضمون ایک ہے۔

شراکت کی وجہ سے ضائع ہونے والے حقوق اور ان سے متعلقہ اَحکام بیان کرنے میں امام بخاریؒ نے یتامیٰ کے حقوق کا بیان مقدم کیا ہے؛ اس لئے کہ ان کے ضائع ہونے کا زیادہ اندیشہ ہے۔ عنوان باب میں وارثوں کا ذکر خصوصیت سے نمایاں کیا گیا ہے کہ اکثر وہی یہ حقوق شراکت کے بہانہ سے ضائع کرنے والے ہوتے ہیں۔ جس استثنائی اجازتِ شراکت کا ذکر مذکورہ بالا آیات میں ہے؛ اُس کے ضمن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ط قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ط وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ O (البقرہ :۲۲۱) اور یہ لوگ تجھ سے یتامیٰ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہو: ان کی اصلاح بہترین (عمل) ہے اور اگر تم ان سے مل جل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی ہی ہیں۔ اور اللہ اسے خوب جانتا ہے جو بگاڑنے والا ہے اور جو اصلاح کرنے والا ہے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا۔ اللہ یقیناً عزیز اور حکیم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی دو صفتیں بیان کر کے توجہ دلائی ہے کہ تمہارے لئے یتیموں سے سلوک مخالطت میں صفت عزیزیت اور صفت حکیمیت سے متصف ہونے کا بہترین موقع ہے۔ صفت عزیزیت غلبہ پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام کاموں میں حسن و احسان کا پہلو نمایاں ہے حتیٰ کہ غضب وانتقام کے افعال میں بھی رحمت غالب ہوتی ہے اور صفت حکیمیت برمحل فعل اور دُوررس نیک نتائج پر دالّ ہے اور حکیمیت کے معنوں میں اسباب وعلل سے کما حقہ واقفیت اور عمل میں استواری اور پختہ کاری کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ ان دو صفتوں سے سمجھایا گیا ہے کہ مخالطت کی صورت میں نیکی کا پہلو غالب ہے اور مخالطت بقدر ضرورت اور برمحل ہو اور یتیموں کے اموال میں جو تصرف بھی کیا جائے اس میں حسن و احسان اور رحمت کا پہلو غالب اور اچھا نتیجہ پیدا کرنے والا ہے۔ مندرجہ بالا حدیث میں آیت کی تشریح حضرت عائشہؓ کی ہے۔ اس سے شراکت مخالطت کی ناجائز صورت واضح ہے۔

بَاب ٨ : اَلشَّرِكَةُ فِي الْأَرَضِيْنَ وَغَيْرِهَا

زمینوں وغیرہ میں شراکت کا بیان

٢٤٩٥ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: إِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ

۲۴۹۵: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام (بن یوسف) نے ہمیں بتایا۔ معمر نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایسی چیز میں جس کی تقسیم نہ ہوئی ہو شفعہ کا حق رکھا ہے۔

وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ.

جب حدیں مقرر ہو جائیں اور راستے علیحدہ علیحدہ نکال دیئے جائیں تو پھر کوئی حق شفعہ نہیں رہتا۔

اطرافہُ: ٢٢١٣، ٢٢١٤، ٢٢٥٧، ٢٤٩٦، ٦٩٧٦۔

تشریح: اَلشَّرِكَةُ فِي الْأَرَضِيْنَ وَغَيْرِهَا: جمہور کے نزدیک مکان وزمین میں شراکت اوران کی تقسیم جائز ہے۔ بعض فقہاء چھوٹے مکان کی تقسیم درست نہیں سمجھتے کیونکہ چھوٹے مکان کی تقسیم سے اس کی افادیت ختم ہو جاتی ہے اور کوئی شریک بھی اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۶۵) ہاں اس کی قیمت کا اندازہ شرکاء کی باہمی رضامندی سے کرنے کے بعد بذریعہ قرعہ کسی ایک شریک کو دیا جا سکتا ہے۔ اس تعلق میں کتاب الشفعه باب ا، روایت نمبر ۲۲۵۷ کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ٩: إِذَا قَسَمَ الشُّرَكَاءُ الدُّوْرَ أَوْ غَيْرَهَا فَلَيْسَ لَهُمْ رُجُوْعٌ وَلَا شُفْعَةٌ

جب شریک گھروں وغیرہ کو تقسیم کر لیں تو پھر انہیں نہ اس تقسیم سے پھرنے کا حق ہوگا نہ شفعہ کا

٢٤٩٦: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ.

۲۴۹۶: مسدد نے ہمیں بتایا کہ عبدالواحد نے ہم سے بیان کیا کہ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایسی چیز میں جو تقسیم نہ کی گئی ہو حق شفعہ کا فیصلہ فرمایا ہے۔ مگر جب حدیں مقرر ہو جائیں اور راستے الگ الگ قائم کر دیئے جائیں تو پھر کوئی شفعہ نہیں۔

اطرافہُ: ٢٢١٣، ٢٢١٤، ٢٢٥٧، ٢٤٩٥، ٦٩٧٦۔

تشریح: اِذَا قَسَمَ الشُّرَكَآءُ الدُّوْرَ اَوْ غَيْرَهَا فَلَيْسَ لَهُمْ رُجُوْعٌ وَلَا شُفْعَةٌ: تمام فقہاء میں یہ امر مسلّم ہے کہ کسی مشترکہ جائیداد پر شفعہ کا حق اس کے تقسیم ہونے سے پہلے پہلے ہے۔ تقسیم ہو جانے کے بعد شفعہ کا کوئی حق نہیں۔ الفاظ فَلَا شُفْعَةَ سے عدم رجوع (یعنی تقسیم سے رُوگشی نہ کرنے) کا بھی ضمناً استدلال کیا گیا ہے۔ ورنہ جائیداد مشترکہ کو تقسیم کئے جانے کی غرض ہی باطل ہو جائے گی۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۶۰)

بَاب ١٠ : اَلاِشْتِرَاكُ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمَا يَكُوْنُ فِيْهِ الصَّرْفُ

سونے اور چاندی اور اُن چیزوں میں شراکت جن کا تعلق بیع صرف (یعنی نقد) سے ہو

٢٤٩٧-٢٤٩٨ : حَدَّثَنِيْ عَمْرُو ابْنَ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ عُثْمَانَ يَعْنِي ابْنَ الْأَسْوَدِ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِي مُسْلِمٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الْمِنْهَالِ عَنِ الصَّرْفِ يَدًا بِيَدٍ فَقَالَ اشْتَرَيْتُ أَنَا وَشَرِيْكٌ لِّي شَيْئًا يَدًا بِيَدٍ وَنَسِيْئَةً فَجَاءَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ: فَعَلْتُ أَنَا وَشَرِيْكِي زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ وَسَأَلْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَٰلِكَ فَقَالَ: مَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَخُذُوْهُ وَمَا كَانَ نَسِيْئَةً فَرُدُّوْهُ.☆

۲۴۹۷-۲۴۹۸: عمرو بن علی (فلاس) نے مجھ سے بیان کیا کہ ابوعاصم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عثمان یعنی ابن اَسود سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: سلیمان بن ابی مسلم نے مجھے بتایا۔ کہتے تھے: میں نے ابوالمنہال سے اس بیع صرف کے بارے میں پوچھا جو ہاتھوں ہاتھ ہو۔ انہوں نے کہا: میں نے اور میرے ایک شریک نے کوئی چیز کچھ نقد خریدی اور کچھ اُدھار۔ اتنے میں حضرت براء بن عازبؓ ہمارے پاس آئے۔ ہم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے اور میرے شریک زید بن ارقمؓ نے بھی ایسا کیا تھا اور ہم نے اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا: جو ہاتھوں ہاتھ ہو اسے تو تم لے لو اور جو اُدھار ہو اُسے چھوڑ دو۔☆

اطرافهُ: ٢٠٦٠-٢٠٦١، ٢١٨٠-٢١٨١، ٣٩٣٩-٣٩٤٠۔

تشریح: **اَلاِشْتِرَاکُ فِی الذَّھَبِ وَالْفِضَّةِ:** درہم و دینار کے ذریعہ سے شراکت یا خلطت فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔ نرخ مبادلہ کے حساب سے ہر شریک کا حصہ متعین ہو کر مشترکہ سرمایہ سے کاروبار کسی ایک شریک کے سپرد کیا جاسکتا ہے۔ لیکن امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور فقہائے کوفہ کے نزدیک شراکت و خلطت میں ایک ہی جنس (چاندی یا سونا) بطور معیار مبادلہ اختیار کرنا ضروری ہے۔ حتیٰ کہ امام شافعیؒ نے خوردہ کا اختلاف بھی پسند نہیں کیا تا شراکت میں کسی قسم کا تفاوت نہ ہو، تا کھوٹا کھرے سے نہ مل جائے۔ امام ثوریؒ کے نزدیک اختلافِ جنس سے بھی شراکت ہوسکتی ہے؛ اگر اندازۂ جنس درست ہو۔ علامہ ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ امام بخاریؒ کا رجحان بھی اسی رائے کی طرف ہے۔ اس لئے عنوانِ باب میں الفاظ اَلذَّھَبِ وَالْفِضَّةِ اختیار کئے گئے ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۶۶)

☆ عمدۃ القاری میں "فَرُدُّوْهُ" کی بجائے "فَذَرُوْهُ" کا لفظ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۶۱)

وَمَا يَكُوْنُ فِيْهِ الصَّرْفُ: یعنی ایسے سکوں کے ذریعے سے شراکت جو ذریعۂ مبادلہ ہوں۔ دینار کا درہم سے اور درہم کا دینار سے تبادلہ ہو لیکن خالص سونے اور کھوٹے دینار کی شراکت یا خلطت کے بارے میں اختلاف ہے۔ اکثر فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ شراکت کے لئے مماثل معیاری سکے چاہئیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۶۰) حضرت براء بن عازبؓ کی مذکورہ بالا روایت کے لئے کتاب البیوع باب ۸ روایت نمبر ۲۰۶۰-۲۰۶۱ دیکھئے۔

بَاب ١١: مُشَارَكَةُ الذِّمِّيِّ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِي الْمُزَارَعَةِ

کھیتی باڑی میں ذِمّیوں اور مشرکوں کو شریک کرنا

٢٤٩٩: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَعْطَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ أَنْ يَّعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا.

۲۴۹۹: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ جویریہ بن اسماء نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین یہودیوں کے حوالہ کر دی کہ وہ اس میں محنت کریں اور اس میں کاشت کریں اور جو اس سے پیدا ہو، اس کا آدھا ان کا ہوگا۔

اطرافه: ٢٢٨٥، ٢٣٢٨، ٢٣٢٩، ٢٣٣١، ٢٣٣٨، ٢٧٢٠، ٣١٥٢، ٤٢٤٨.

تشریح: مُشَارَكَةُ الذِّمِّيِّ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِي الْمُزَارَعَةِ: بعض فقہاء نے ذمّی اور مشرک کی شراکت کے بارے میں یہ پابندی عائد کی ہے کہ مشترکہ کاروبار میں مسلم کی موجودگی اور نگرانی ضروری ہے کہ کہیں ناجائز بات شراکت میں شامل نہ کر دی جائے۔ اسی وجہ سے امام ثوریؒ، امام لیثؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک ان کی شراکت جائز نہیں۔ مثلاً سُودی کاروبار غیر مسلموں کے نزدیک حرام نہیں۔ اب اگر کاروبار ان پر چھوڑا گیا تو اس کاروبار میں کئی ایسے طریق اختیار کئے جا سکتے ہیں، اسلام نے جن کی اجازت نہیں دی۔ عنوان باب اسی اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے فِي الْمُزَارَعَةِ سے محدود کیا گیا ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۶۷) اس تعلق میں تشریح روایات زیر باب ۹، ۱۰ بھی دیکھئے۔

بَاب ١٢: قَسْمُ الْغَنَمِ وَالْعَدْلُ فِيْهَا

بکریوں کی تقسیم اور اس میں انصاف (کا بیان)

٢٥٠٠: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ أَبِي حَبِيْبٍ

۲۵۰۰: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یزید بن ابی حبیب سے،

عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَّقْسِمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ ضَحَايَا فَبَقِيَ عَتُوْدٌ فَذَكَرَهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ضَحِّ بِهِ أَنْتَ.

اطرافہ: ٢٣٠٠، ٥٥٤٧، ٥٥٥٥۔

یزید نے ابوالخیر سے، ابوالخیر نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کچھ بکریاں دیں کہ آپؐ کے صحابہ میں ان کو تقسیم کر دیں۔ یہ بکریاں قربانیوں کے لئے تھیں تو ان میں سے ایک سال کا بچہ باقی رہ گیا۔ حضرت عقبہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا: اس کی قربانی تم کر لو۔

بَاب ١٣: اَلشَّرِكَةُ فِي الطَّعَامِ وَغَيْرِهِ

اناج وغیرہ میں شراکت

وَيُذْكَرُ أَنَّ رَجُلًا سَاوَمَ شَيْئًا فَغَمَزَهُ آخَرُ فَرَأَى عُمَرُ أَنَّ لَهُ شَرِكَةً.

اور بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے کسی چیز کا بھاؤ ٹھہرایا تو دوسرے نے اس کو آنکھ سے اشارہ کیا (کہ لے لو) حضرت عمرؓ سمجھ گئے کہ اس کی اس کے ساتھ شراکت ہے۔

٢٥٠١-٢٥٠٢: حَدَّثَنَا أَصْبَغُ ابْنُ الْفَرَجِ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيْدٌ عَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هِشَامٍ وَكَانَ قَدْ أَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَتْ بِهِ أُمُّهُ زَيْنَبُ بِنْتُ حُمَيْدٍ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَايِعْهُ فَقَالَ: هُوَ صَغِيْرٌ فَمَسَحَ رَأْسَهُ وَدَعَا لَهُ.

٢٥٠١-٢٥٠٢: اصبغ بن فرج نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عبداللہ بن وہب نے مجھے خبر دی، کہا: سعید (بن ابی ایوب) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے زہرہ بن معبد سے، زہرہ نے اپنے دادا عبداللہ بن ہشام سے روایت کی اور انہوں نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا تھا۔ ان کی ماں حضرت زینب بنت حمیدؓ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئی۔ (حضرت زینبؓ نے) کہا: یا رسول اللہ! اس بچے سے بیعت لیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: وہ چھوٹا ہے۔ آپؐ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے لئے دُعا کی۔

وَعَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ أَنَّهُ كَانَ يَخْرُجُ بِهِ جَدُّهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هِشَامٍ إِلَى السُّوْقِ

اور زہرہ بن معبد سے روایت ہے کہ ان کے دادا عبداللہ بن ہشام ان کو بازار لے کر جاتے اور

فَيَشْتَرِي الطَّعَامَ فَيَلْقَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ فَيَقُوْلَانِ لَهُ: أَشْرِكْنَا فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ فَيَشْرَكُهُمْ فَرُبَّمَا أَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِيَ فَيَبْعَثُ بِهَا إِلَى الْمَنْزِلِ.

اناج خریدتے اور حضرت (عبداللہ) بن عمر اور حضرت (عبد اللہ) بن زبیر رضی اللہ عنہم ان سے ملتے اور ان سے کہتے: ہمیں بھی شریک کرلیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو برکت کی دعا دی ہے۔ چنانچہ وہ ان کو بھی شریک کر لیتے۔ کبھی ایک پورا اُونٹ لدا لدایا ویسا کا ویسا نفع میں پاتے اور اسے گھر بھیج دیتے۔

{قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ أَشْرِكْنِيْ فَإِذَا سَكَتَ يَكُوْنُ شَرِيْكَهُ بِالنِّصْفِ ☆}

{ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: جب ایک شخص (دوسرے شخص سے کہے) کہ مجھے بھی شریک کرلو اور وہ خاموش رہے تو وہ نصف کا شریک ہوگا۔ ☆}

اطراف الحديث ۲۵۰۱: ۷۲۱۰۔
اطراف الحديث ۲۵۰۲: ٦٣٥٣۔

تشریح: **اَلشَّرِكَةُ فِي الطَّعَامِ وَغَيْرِهِ:** عنوان باب میں حضرت عمرؓ کے واقعہ کا حوالہ دے کر مسئلہ معنونہ کا مفہوم متعین کیا ہے۔ شراکت کے لئے ضروری نہیں کہ معین الفاظ میں اس کا اظہار کیا جائے۔ ایک شخص اشارہ سے بھی شریک سمجھا جاسکتا ہے۔ اجناس خوراک اور دیگر اشیاء میں بھی شراکت ہوسکتی ہے۔ جمہور کا یہ مذہب ہے کہ ہر شئے جو کسی کی ملکیت ہو، اس میں شراکت درست ہے۔ مگر شافعیوں کے نزدیک صرف مماثل اجناس میں جائز ہے اور باقی املاک میں جو اَز قسم عروض ہوں، ان میں شراکت درست نہیں۔ بطور قاعدہ کلیہ شراکت ان اشیاء میں جائز نہیں سمجھی گئی جو ماپ تول اور قیمت کے لحاظ سے مختلف ہوں مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے غلّہ جات میں بھی شراکت مکروہ قرار دی ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک سامان از قبیل عروض فروخت کر کے مشتری ضرورت کی شئے مثلاً گھوڑا خرید سکتا ہے اور گھوڑے کی خرید میں شراکت ہوسکتی ہے۔ اسی طرح امام شافعیؒ کہتے ہیں: لَا تَجُوْزُ الشَّرِكَةُ فِيْ كُلِّ مَا يَرْجِعُ فِيْ حَالِ الْمُفَاصَلَةِ اِلَى الْقِيْمَةِ اِلَّا اَنْ يَّبِيْعَ نِصْفَ عَرْضِهِ بِنِصْفِ عَرْضِ الْاٰخَرِ. یعنی سکہ ہائے مبادلہ چونکہ ہم مثل ہوتے ہیں اور کمی بیشی کا اندیشہ نہیں، اس لئے ان میں شراکت جائز ہے۔ اور جن کی قیمت میں کمی بیشی کا اندیشہ ہو اُن میں جائز نہیں۔

(فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۶۸) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۶۲)

فقہاء کی اصطلاح میں مثلیات سے مراد اجناس خوراک جو ایک دوسرے کا بدل ہوسکتی ہوں مثلاً گندم، جو، مکئی، باجرہ

☆ یہ عبارت فتح الباری مطبوعہ انصاریہ اور عمدۃ القاری کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ۱۶۷) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۶۴)

وغیرہ اور عروض یعنی اثاثہ وغیرہ۔ سامان سفر میں شرکت کی صورت بلحاظ اندازہ معین استفادہ و تقسیم محفوظ نہیں جیسا کہ اجناس میں ہے۔ اس لئے ان کی نسبت رائے کا اختلاف ہے۔ مسائل میں فقہاء کی غایت درجہ احتیاط دراصل نتیجہ ہے اس شعورِ تقویٰ کا جو اِسلامی تربیت کا لازمی نتیجہ ہے۔ بعض وقت تزکیۂ نفس کا وہم غالب آ جاتا ہے۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اس لئے امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے گندم اور میوہ جات کی متماثل اشیاء میں بھی شرکت جائز قرار دی ہے۔ اسی اختلافِ رائے کے پیش نظر یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۶۲)

وَيُذْكَرُ اَنَّ رَجُلًا سَاوَمَ شَيْئًا فَغَمَزَهُ آخَرُ: حضرت عمرؓ کا واقعہ سعید بن منصور سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ تجارت کی کسی شئے کا بھاؤ ٹھہرا رہا ہے۔ ایک اور شخص نے جو بوقتِ بیع وہاں موجود تھا، اُسے اشارہ کیا اور اس نے وہ خرید لی۔ حضرت عمرؓ اس اشارے سے سمجھ گئے کہ وہ شخص شریک تجارت ہے۔ امام مالکؒ کی بھی یہی رائے ہے کہ اگر دو شخص کسی سامان کی فروختگی کے وقت موجود ہوں اور ان میں سے ایک شخص بھاؤ ٹھہرا کر خرید لے تو دوسرا شخص جو بائع کا شریک ہو اور بیع کے وقت موجود رہا ہو، وہ نفع نقصان دونوں میں شریک ٹھہرے گا۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۶۸)

مندرجہ بالا روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی دعا کی وجہ سے زہرہ بن معبد کو ان کے دادا حضرت عبداللہ بن ہشامؓ اس غرض سے منڈی میں لے جاتے تھے کہ دعائے نبویؐ کی برکت سے ان کی خرید و فروخت میں برکت ہو۔ چنانچہ اس میں برکت ہوتی اور ایک اُونٹ کا بوجھ غلّہ بچ جاتا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی ان کے ساتھ برکت حاصل کرنے کے لئے تجارت میں شریک ہو جاتے تھے۔ مذکورہ بالا روایت کے دونوں حصے ایک ہی سند سے مروی ہیں۔

بَاب ١٤ : اَلشَّرِكَةُ فِي الرَّقِيْقِ

غلام یا لونڈی میں شرکت کا بیان

٢٥٠٣ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي مَمْلُوْكٍ وَجَبَ عَلَيْهِ أَنْ يُّعْتَقَ كُلُّهُ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ قَدْرُ ثَمَنِهِ يُقَامُ قِيْمَةَ عَدْلٍ وَيُعْطَى شُرَكَاؤُهُ حِصَّتَهُمْ وَيُخَلَّى سَبِيْلُ الْمُعْتَقِ.

۲۵۰۳: مسدّد نے ہم سے بیان کیا کہ جویریہ بن اسماء نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت (عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: جس نے کسی غلام میں اپنے حصہ کو آزاد کر دیا تو اس پر واجب ہے کہ اس کو پورے طور پر سارا آزاد کرائے۔ بشرطیکہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو اُس کی قیمت کے برابر ہو۔ اور غلام کی منصفانہ طور پر قیمت لگائی جائے اور اس میں جو شریک ہوں انہیں ان کا حصہ دے دیا جائے اور آزاد کردہ غلام کو جانے دیں۔

اطرافُهُ: ٢٤٩١، ٢٥٢١، ٢٥٢٢، ٢٥٢٣، ٢٥٢٤، ٢٥٢٥، ٢٥٥٣.

٢٥٠٤ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ ابْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ شِقْصًا لَّهُ فِي عَبْدٍ أُعْتِقَ كُلُّهُ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ وَإِلَّا يُسْتَسْعَ غَيْرَ مَشْقُوْقٍ عَلَيْهِ.

اطرافہ: ٢٤٩٢، ٢٥٢٦، ٢٥٢٧۔

۲۵۰۴: ابوالنعمان نے ہم سے بیان کیا کہ جریر بن حازم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے نضر بن انس سے، نضر نے بشیر بن نہیک سے، بشیر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اگر کسی شخص کا کسی غلام میں حصہ ہو اور وہ اپنا حصہ آزاد کر دے تو غلام سارے کا سارا آزاد کر دیا جائے۔ بشرطیکہ آزاد کرنے والے کے پاس اتنا مال ہو (جو باقی حصہ داروں کو ادا کیا جا سکتا ہو) ورنہ غلام سے اتنی محنت کرائی جائے جس کا وہ متحمل ہو سکے (اور اس سے بقیہ قیمت ادا ہو۔)

تشریح: **اَلشَّرِكَةُ فِي الرَّقِيْقِ:** روایت نمبر ۲۵۰۳، ۲۵۰۴ زیر باب ۵ گزر چکی ہیں۔ دیکھئے روایت نمبر ۲۴۹۱، ۲۴۹۲۔ جب تک ملکیت نہ ہو، کوئی شخص غلام آزاد کرنے کا مجاز نہیں۔ اسی اصل سے بطور لازمی نتیجہ مسئلہ معنونہ اخذ کیا گیا ہے۔ واقعہ مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے، غلام میں شرکت جائز ہے۔

بَاب ١٥ : اَلِاشْتِرَاكُ فِي الْهَدْيِ وَالْبُدْنِ

(یہ باب) قربانی کے جانوروں اور اُونٹوں میں شراکت (کے بارے میں ہے)

وَإِذَا أَشْرَكَ الرَّجُلُ رَجُلًا فِي هَدْيِهِ بَعْدَ مَا أَهْدَى.

نیز (اِس بات کا بیان کہ) اگر کوئی شخص (مکہ کی طرف) قربانی (بھیج) دینے کے بعد کسی اور کو اس میں شریک کرے (تو اس کا کیا حکم ہے۔)

٢٥٠٥-٢٥٠٦: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ وَّعَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا: قَدِمَ النَّبِيُّ

۲۵۰۵-۲۵۰۶: ابوالنعمان نے ہمیں بتایا کہ حماد بن زید نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالملک بن جریج نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عطاء سے، عطاء نے حضرت جابرؓ سے روایت کی۔ نیز طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ اُن دونوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ صُبْحَ رَابِعَةٍ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ لَا يَخْلِطُهُمْ شَيْءٌ فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَنَا فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً وَأَنْ نَّحِلَّ إِلَي نِسَائِنَا فَفَشَتْ فِي ذَلِكَ الْقَالَةُ قَالَ عَطَاءٌ: فَقَالَ جَابِرٌ فَيَرُوْحُ أَحَدُنَا إِلَى مِنًى وَذَكَرُهُ يَقْطُرُ مَنِيًّا فَقَالَ جَابِرٌ بِكَفِّهِ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ خَطِيْبًا فَقَالَ: بَلَغَنِي أَنَّ أَقْوَامًا يَقُوْلُوْنَ كَذَا وَكَذَا وَاللّٰهِ لَأَنَا أَبَرُّ وَأَتْقَى لِلَّهِ مِنْهُمْ وَلَوْ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ وَلَوْ لَا أَنَّ مَعِي الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ فَقَامَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هِيَ لَنَا أَوْ لِلْأَبَدِ؟ فَقَالَ: لَا بَلْ لِلْأَبَدِ. قَالَ: وَجَاءَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ أَحَدُهُمَا يَقُوْلُ: لَبَّيْكَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الْآخَرُ: لَبَّيْكَ بِحَجَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ النَّبِيُّ

کے صحابہ (مکہ میں) ذوالحج کی چوتھی رات کی صبح کو پہنچے۔ حج کا احرام باندھے ہوئے تھے اور ابھی عمرہ وغیرہ کی نیت نہیں کی تھی۔ جب ہم مکہ میں پہنچے تو آپؐ نے ہم سے فرمایا: ہم نے حج کو عمرہ کر دیا ہے۔ (یعنی تمتع کا ارادہ کر لیا ہے) اور ہم اپنی عورتوں کے پاس جا سکتے ہیں۔ اس کا چرچا ہونے لگا۔ عطاء کہتے تھے کہ حضرت جابرؓ نے کہا: (لوگ کہنے لگے:) کیا ہم میں سے کوئی منیٰ کو جائے اور حالت یہ ہو کہ اُس کا ذَکر منی سے ٹپک رہا ہو۔ حضرت جابرؓ نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ یہ بات نبی ﷺ تک پہنچی تو آپؐ کھڑے ہو کر ہم سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ ایسی ایسی باتیں کہتے ہیں۔ بخدا میں ان سے زیادہ نیک اور اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہوں اور اگر مجھے اپنی حالت کا پہلے علم ہوتا جو مجھے بعد کو معلوم ہوا تو میں قربانی (اپنے ساتھ) نہ لاتا اور اگر یہ نہ ہوتا کہ میرے ساتھ قربانی کے جانور ہیں تو میں بھی احرام کھول ڈالتا۔ اس پر سراقہؓ بن مالک بن جعشم کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بات ہمارے ہی لئے ہے یا ہمیشہ کیلئے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے۔ (حضرت جابرؓ) کہتے تھے کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ بھی (یمن سے) آ گئے تو اُن دونوں (عطاء اور طاؤس) میں سے ایک تو یہ کہتے تھے کہ (حضرت علیؓ) یوں کہتے ہوئے آئے: جس بات کا رسول اللہ ﷺ نے احرام باندھا ہے اس کا احرام باندھے ہوئے میں بھی حاضر ہوں اور دوسرے نے (یوں) کہا (کہ حضرت علیؓ احرام میں یہ کہتے ہوئے داخل ہوئے) کہ رسول اللہ ﷺ کے حج

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّقِيْمَ عَلَى إِحْرَامِهِ وَأَشْرَكَهُ فِي الْهَدْيِ.

کے ساتھ میں بھی حاضر ہوں۔ اس لئے نبی ﷺ نے (ان سے) فرمایا کہ وہ اپنے احرام میں ہی رہیں اور آپؐ نے ان کو قربانی کے جانوروں میں شریک کر لیا۔

اطراف الحديث ۲۵۰۵: ۱۰۸۵، ۱۵٦٤، ۳۸۳۲۔
اطراف الحديث ۲۵۰٦: ۱۵۵۷، ۱۵٦۸، ۱۵۷۰، ۱٦۵۱، ۱۷۸۵، ٤۳۵۲، ۷۲۳۰، ۷۳٦۷۔

تشریح: اَلْاِشْتِرَاکُ فِي الْهَدْيِ وَالْبُدْنِ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں قربانی کے ٦۳ اُونٹ لے گئے تھے اور حضرت علیؓ یمن سے ۳۷ اُونٹ لائے۔ یہ کل ایک سو اُونٹ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بھی اپنی قربانیوں میں شریک کیا۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۷۰)

بَاب ۱٦: مَنْ عَدَلَ عَشَرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِجَزُوْرٍ فِي الْقَسْمِ

جو تقسیم میں دس بکریوں کو ایک اُونٹ کے برابر سمجھے

۲۵۰۷: حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبَايَةَ ابْنِ رِفَاعَةَ عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ مِنْ تِهَامَةَ فَأَصَبْنَا غَنَمًا أَوْ إِبِلًا فَعَجِلَ الْقَوْمُ فَأَغْلَوْا بِهَا الْقُدُوْرَ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِهَا فَأُكْفِئَتْ ثُمَّ عَدَلَ عَشْرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِجَزُوْرٍ ثُمَّ إِنَّ بَعِيْرًا نَدَّ وَلَيْسَ فِي الْقَوْمِ إِلَّا خَيْلٌ يَسِيْرَةٌ {☆فَرَمَاهُ رَجُلٌ} فَحَبَسَهُ بِسَهْمٍ فَقَالَ

۲۵۰۷: محمد (بن سلام) نے مجھ سے بیان کیا کہ وکیع نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سفیان (ثوری) سے، سفیان نے اپنے باپ سے، انہوں نے عبایہ بن رفاعہ سے، عبایہ نے اپنے دادا حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم تہامہ کے علاقہ ذوالحلیفہ میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے۔ ہم نے کچھ بکریاں اور کچھ اُونٹ (غنیمت میں) پائے۔ لوگوں نے جلدی کی اور انہیں ہانڈیوں میں ڈال کر پکانا شروع کر دیا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ آ گئے۔ آپؐ نے ہانڈیوں کی نسبت حکم فرمایا تو وہ انڈیل دی گئیں۔ پھر آپؐ نے (تقسیم میں) دس بکریوں کو ایک اُونٹ کے برابر قرار دیا۔ پھر ایسا ہوا کہ ایک اُونٹ بھاگ نکلا اور لشکر میں گھوڑے تھوڑے ہی تھے تو ایک شخص نے اس کو تیر☆ مار کر وہیں ہلاک کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان چوپایوں میں بھی ایسے

☆ الفاظ "فَرَمَاهُ رَجُلٌ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں (فتح الباری جزء ۵ حاشیہ صفحہ ۱۷۱) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِهَذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوْا بِهِ هَكَذَا. قَالَ: قَالَ جَدِّي: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّا نَرْجُوْ أَوْ نَخَافُ أَنْ نَّلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَ مَعَنَا مُدًى اَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ؟ فَقَالَ اعْجَلْ أَوْ أَرْنِي مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ فَكُلُوْا لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذَلِكَ: أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ.

جانور ہوتے ہیں جو سدھائے نہیں جاسکتے جیسے جنگلی جانوروں میں ہوتے ہیں۔ اس لئے جو اُن میں سے تمہیں مجبور کردے تو اس سے اسی طرح کیا کرو۔ (یعنی تیر سے گرالو۔عبایہ) کہتے تھے: میرے دادا نے کہا: یا رسول اللہ! ہم امید کرتے ہیں یا (کہا:) ہمیں اندیشہ ہے کہ کل دشمن سے ہماری مٹھ بھیڑ ہوگی اور ہمارے پاس چھریاں نہیں (اور اگر تلواروں کو استعمال کیا تو وہ کُند ہوجائیں گی) تو کیا ہم بانس کے سرکنڈے وغیرہ سے جانور ذبح کرلیں؟ آپؐ نے فرمایا: (ذبح) جلدی سے کرو یا (فرمایا:) جو چیز بھی جلدی خون بہادے، اس سے ذبح کرلو اور جس پر اللہ کا نام لے لیا جائے، اسے کھالو۔ دانت اور ناخن سے نہیں اور میں تمہیں اس کی وجہ بتاتا ہوں۔ دانت جو ہے تو وہ ہڈی ہے اور ناخن جو ہیں وہ حبشیوں کی چھریاں ہیں۔

اطرافہٗ: ۲۴۸۸، ۳۰۷۵، ۵۴۹۸، ۵۵۰۳، ۵۵۰۶، ۵۵۰۹، ۵۵۴۳، ۵۵۴۴۔

تشریح: **مَنْ عَدَلَ عَشَرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِجَزُوْرٍ فِي الْقَسْمِ:** یہ حدیث کتاب الشرکۃ باب ۳ روایت نمبر ۲۴۸۸ میں گزر چکی ہے اور کتاب الذبائح میں بھی منقول ہے۔ دس بکریوں کا ایک ایک اُونٹ کے برابر اندازہ زمانۂ نبویؐ سے تعلق رکھتا ہے اور اب اندازہ آج کل کے نرخ سے ہوگا۔ اس لئے امام موصوفؒ نے جملہ شرطیہ کا جواب مقدر کردیا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

٤٨- كِتَابُ الرَّهْنِ

بَاب ١ : فِي الرَّهْنِ فِي الْحَضَرِ

بحالت اقامت رہن رکھنے کا بیان

وَقَوْلُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ﴾ (البقرة: ٢٨٤)

اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا ذکر: اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ تو رہن باقبضہ ہی کافی ہوگا۔

٢٥٠٨: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: وَلَقَدْ رَهَنَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعَهُ بِشَعِيْرٍ وَمَشَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيْرٍ وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ. وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: مَا أَصْبَحَ لِآلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا صَاعٌ وَلَا أَمْسَى وَإِنَّهُمْ لَتِسْعَةُ أَبْيَاتٍ.

۲۵۰۸: مسلم بن ابراہیم نے ہمیں بتایا۔ ہشام (دستوائی) نے ہم سے بیان کیا کہ قتادہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زِرہ جَو کے عوض گرو رکھی تھی اور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جَو کی روٹی اور بودار چربی لے کر گیا اور میں نے آپ کو یہ کہتے سنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے پاس صبح وشام کے لئے سوا ایک صاع (اناج) کے اور کچھ نہیں، بحالیکہ وہ نَو (۹) گھر ہیں (حیرت ہے۔)

طرفہ: ۲۰۶۹۔

تشریح: فِي الرَّهْنِ فِي الْحَضَرِ: رھن کے لغوی معنی ہیں: اَلْحَبْسُ کسی چیز کو روک رکھنا۔ قرآن مجید میں آتا ہے: كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ. (المدثر: ۳۹) ہر نفس رہن شدہ ہے اُس عمل کا جو اُس

نے کمایا ہے۔ یعنی جب تک اعمال کا نتیجہ نہیں بھگت لیتا چھٹکارا نہیں پاسکتا۔ رہن کا یہ لغوی مفہوم ہے۔ شرعی اصطلاح میں قرض کے عوض میں مال گرو رکھنا۔ جب تک قرض اَدا نہ ہو جائے، مال مرہونہ مرتہن کا رہے گا۔ گرو کردہ مال کو بھی رھن کہتے ہیں۔ اس کی جمع رُھُوْنٌ اور رِھَان ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۶۷) (لسان العرب - رھن)

فقہاء نے صحت رہن کی چند شرطیں تجویز کی ہیں:

اوّل: كُلُّ مَا جَازَ بَيْعُهُ جَازَ رَهْنُهُ. یعنی ہر شئے جو قابل فروخت ہو قابل رہن ہے۔ جس شئے کا فروخت کرنا ناجائز ہے اُس کا رہن بھی ناجائز ہے مثلاً ناپاک اور حرام اشیاء جیسے شراب و خنزیر وغیرہ ہیں۔ ان کا فروخت کرنا جائز نہیں۔ اس لئے یہ رہن بھی نہیں کی جاسکتیں۔ اسی طرح وقف شدہ جائیداد بھی رہن نہیں کی جاسکتی۔

دوم: قابل رہن شئے بعینہٖ موجود ہو۔ مثلاً قرض جو راہن (یعنی رہن کرنے والے) کو کسی سے لینا ہو، وہ رہن نہیں رکھا جاسکتا کیونکہ حاصل ہونے سے پہلے پہلے اس کا کوئی وجود نہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ مرہونہ شئے کا ایسا وجود ہو جو قرض کی واپسی تک محفوظ رکھا جاسکے۔

سوم: تیسری شرط راہن و مرتہن کی صلاحیت واہلیت اور ان کی رشد و بلوغت ہے۔ بچے اور مجنون کا رہن لینا دینا تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

عنوان باب میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں رہن بحالت سفر کا ذکر ہے۔ اس تعلق میں جو روایت زیر باب درج ہے اس میں ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقیم ہونے کی حالت میں زرہ رہن رکھ کر اناج ادھار پر لیا۔ بعض فقہاء مثل ضحاک اور مجاہد اور اہل ظاہر نے آیت محولہ بالا سے استنباط کیا ہے کہ رہن کی مشروعیت صرف سفر کی حالت میں کتابت سے مقید ہے۔ اس کے بغیر رہن جائز نہیں۔ جمہور کے نزدیک رہن بحالت سفر و حضر ہوسکتا ہے۔

(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۷۳، ۱۷۴) (بداية المجتهد، کتاب الرھون، جزء ثانی صفحہ ۲۰۴ تا ۲۰۶)

اس مشارالیہ استدلال کی کمزوری ظاہر کرنے کی غرض سے یہ باب قائم کیا ہے۔ محولہ بالا آیت احکام قرض کے تعلق میں وارد ہوئی ہے۔ جس کا اصل موضوع یہ ہے کہ معاملات لین دین میں تحریر، شہادت اور میعاد واپسی وغیرہ کی تعیین ضروری امور ہیں۔ اس ضمن میں فرمایا: وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ط فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ط وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ط وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ٥ (البقرة: ۲۸۴) اور اگر تم سفر میں ہو اور تمہیں کوئی لکھنے والا نہ ملے تو (اسکا قائم مقام) رہن باقبضہ ہے۔ پس اگر تم میں سے کوئی شخص کسی دوسرے کو امین جانے اور اسے کچھ رقم دے دے تو جسے امین سمجھا گیا ہو اسے چاہیے کہ امانت رکھنے والے کی امانت کو (عند الطلب) واپس کردے اور اپنی ربوبیت کرنے والے اللہ کا تقویٰ اختیار کرے اور تم گواہی کو کبھی مت چھپاؤ اور جو اسے چھپائے گا وہ یقیناً ایسا شخص ہے جس کا دل گنہگار ہے اور یاد رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ سفر سے متعلقہ حکم بطور استثناء ہے نہ کہ اصل حکم کہ اسے بطور قاعدہ کلیہ قرار دیا جائے اور اِس سے بحالت اقامت عدم جواز رہن کا استدلال کیا جائے۔ یہ غرض ہے اس باب کے قائم کرنے کی۔ جملہ اَلرَّھْنُ فِي الْحَضَرِ کی ترکیب اس امر پر دالّ ہے کہ رہن کا اصل تعلق تو دراصل اقامت سے ہے۔ کیونکہ روزمرہ کے لین دین کی عام ضرورت بودو باش میں ہی پیش آتی ہے۔ اس لئے رہن کی استثنائی اجازت کو سفر کی حالت سے مخصوص سمجھنا اور بحالت اقامت نظرانداز کرنا معقول استدلال نہیں۔

مَا اَصْبَحَ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ ﷺ اِلَّا صَاعٌ وَلَا اَمْسٰی وَاِنَّهُمْ لَتِسْعَةُ اَبْيَاتٍ: اس سے ظاہر ہے کہ ابتدائی زمانہ ہجرت میں اکثر اوقات فقروفاقہ ہی کی حالت رہتی تھی کہ صبح کھانے کو ملتا تو شام خالی پیٹ گزرتی اور شام کے وقت میسر ہوتا تو صبح کے لئے کچھ نہ ہوتا۔ یہی حال دوسرے مہاجرین کا تھا۔ اپنی تنگدستی کے حالات میں ادھار پر خوراک حاصل کرنے کی آسان راہ غلط استدلال سے بند کر دینا اس سہولت کے سراسر خلاف ہے جو آیت کا اصل مدعا اور موضوع ہے۔ اس تعلق میں کتاب البیوع باب ۱۴ بھی دیکھئے۔

بَاب ۲: مَنْ رَهَنَ دِرْعَهُ

جس نے اپنی زرہ رہن رکھی

۲۵۰۹: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيْمَ الرَّهْنَ وَالْقَبِيْلَ فِي السَّلَفِ فَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى مِنْ يَهُوْدِيٍّ طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ.

۲۵۰۹: مسدّد نے ہمیں بتایا کہ عبدالواحد (بن زیاد) نے ہمیں خبر دی کہ اعمش نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابراہیم (نخعی) کے پاس کوئی چیز ادھار خرید کر کوئی مملوکہ چیز گرو رکھنے اور ضمانت دینے کا ہم نے ذکر کیا تو ابراہیم نے کہا: اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے مقررہ معیاد تک کے لئے ادھار پر کچھ اناج لیا اور آپؐ نے اس کے پاس اپنی زِرہ رہن رکھی۔

اطرافهُ: ۲۰۶۸، ۲۰۹۶، ۲۲۰۰، ۲۲۵۱، ۲۲۵۲، ۲۳۸۶، ۲۵۱۳، ۲۹۱۶، ۴۴۶۷۔

تشریح: مَنْ رَهَنَ دِرْعَهُ: اس باب میں ایک اور سند سے سابقہ روایت ہی کا اعادہ کر کے شدتِ ضرورت کی طرف توجہ منعطف کی ہے۔ خود حفاظتی کے لئے ہتھیار نہایت ضروری ہیں جو شخص اپنی حفاظت کا سامان رہن رکھتا ہے اس کی انتہائی احتیاج اور مجبوری ظاہر ہے، خصوصاً جبکہ مخالفت کی وجہ سے حالات پُرخطر ہوں۔

بَاب٣: رَهْنُ السِّلَاحِ

ہتھیار رہن رکھنا

٢٥١٠ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ مَنْ لِّكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ؟ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللهَ وَرَسُوْلَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ: أَنَا. فَأَتَاهُ فَقَالَ: أَرَدْنَا أَنْ تُسْلِفَنَا وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ فَقَالَ: ارْهَنُوْنِي نِسَاءَكُمْ قَالُوْا: كَيْفَ نَرْهَنُكَ نِسَاءَنَا وَأَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ قَالَ: فَارْهَنُوْنِي أَبْنَاءَكُمْ قَالُوْا: كَيْفَ نَرْهَنُكَ أَبْنَاءَنَا فَيُسَبُّ أَحَدُهُمْ فَيُقَالُ: رُهِنَ بِوَسْقٍ أَوْ وَسْقَيْنِ؟ هَذَا عَارٌ عَلَيْنَا وَلَكِنَّا نَرْهَنُكَ اللَّأْمَةَ قَالَ سُفْيَانُ: يَعْنِي السِّلَاحَ فَوَعَدَهُ أَنْ يَّأْتِيَهُ فَقَتَلُوْهُ ثُمَّ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوْهُ.

اطرافهُ: ٣٠٣١، ٣٠٣٢، ٤٠٣٧۔

٢٥١٠: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ عمرو (بن دینار) نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا۔ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کعب بن اشرف سے کون نپٹے گا؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نسبت سخت گندہ دہنی کی ہے۔ اس پر محمد بن مسلمہؓ نے کہا: میں۔ چنانچہ وہ اس کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمیں ایک وسق (ایک من) یا دو وسق (دو من) غلّہ اُدھار دے دو۔ اس نے کہا: اپنی عورتیں میرے پاس گرو کر دو۔ انہوں نے کہا: ہم اپنی عورتیں تمہارے پاس کیسے گرو رکھیں جبکہ تم عربوں میں سب سے زیادہ خوبصورت ہو۔ اُس نے کہا: پھر تم اپنے بیٹوں کو ہی میرے پاس گرو کر دو۔ انہوں نے کہا: ہم تمہارے پاس اپنے بیٹے کیسے گرو رکھیں ان میں سے ایک کو طعنہ ملتا رہے گا۔ لوگ کہیں گے: ایک وسق یا دو وسق کے بدلے وہ گروی رکھا گیا تھا۔ یہ تو ہمارے لئے عار ہے۔ البتہ ہم تمہیں زرہ رہن کرتے ہیں۔ سفیان نے کہا: لَأْمَةٌ سے مراد ہتھیار ہیں۔ اس نے محمد بن مسلمہؓ سے وعدہ کیا کہ وہ پھر اس کے پاس آئے تو انہوں نے اس کو مار ڈالا اور اس کے بعد وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپؐ سے واقعہ بیان کیا۔

تشریح: **رَهْنُ السِّلَاحِ:** حضرت محمد بن مسلمہؓ کا واقعہ بھی بتاتا ہے کہ صحابہ کرامؓ بھی تہی دست تھے کہ وہ کعب بن اشرف کے پاس اپنی زرہیں رکھنے کے لئے تیار ہوگئے؛ جب اس نے ان سے عورتیں یا بچے بطور یرغمال رکھنے کا مطالبہ کیا۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اصل مقصود رہن رکھنا نہ تھا بلکہ باتوں میں مشغول کرکے اس کے قتل کا موقع پیدا کرنا تھا مگر کعب بن اشرف گردوپیش کے حالات فقر و فاقہ سے ناواقف نہ تھا۔ اگر قحط سالی اور تنگ حالی کا عذر فی الواقع درست نہ ہوتا تو وہ جھوٹے عذر سے فریب میں کبھی نہ آتا۔ واقعات مشہورہ کے پیش نظر اسے یقین تھا کہ زرہیں رکھنے پر ان کی آمادگی بناوٹی نہیں بلکہ سچی ہے۔ مذکورہ بالا واقعہ کی تفصیل کتاب المغازی باب ۱۵ روایت نمبر ۴۰۳۷ میں دیکھئے۔

دونوں باب (نمبر ۲، ۳) رہن کی ضرورت کے تعلق میں ہیں کہ انسان حضر میں بھی رہن کا محتاج ہوسکتا ہے اور سفر میں بھی۔ علاوہ ازیں مختلف حالات کی مجبوری سے رہن رکھ کر ضروریاتِ زندگی مہیا کی جاتی ہیں۔ غرض رہن کو صرف حالاتِ سفر سے ہی محدود کرنا درست نہیں۔

بَاب ٤ : اَلرَّهْنُ مَرْكُوْبٌ وَمَحْلُوْبٌ

کیا رہن شدہ سواری استعمال میں لائی جاسکتی ہے اور دوہی جاسکتی ہے؟

وَقَالَ مُغِيْرَةُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ: تُرْكَبُ الضَّالَّةُ بِقَدْرِ عَلَفِهَا وَتُحْلَبُ بِقَدْرِ عَلَفِهَا وَالرَّهْنُ مِثْلُهُ.

اور مغیرہ نے ابراہیم (نخعی) سے روایت کرتے ہوئے بتایا۔ بھولی بھٹکی سواری اسی اندازے کے مطابق استعمال میں لائی جائے جو چارہ دیا گیا ہو اور اسی کے مطابق وہ دوہی بھی جائے۔ اسی طرح رہن شدہ جانور بھی۔

٢٥١١ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ: الرَّهْنُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ وَيُشْرَبُ لَبَنُ الدَّرِّ إِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا.

۲۵۱۱: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ زکریا (بن ابی زائدہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عامر سے، عامر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ گروی شدہ جانور پر اس وجہ سے کہ اس پر خرچ کیا جاتا ہے سواری کی جائے اور جو دودھ دینے والا جانور ہو اس کا دودھ بھی پیا جائے جبکہ وہ رہن ہو۔

طرفہُ: ٢٥١٢۔

۲۵۱۲ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا وَعَلَى الَّذِي يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ.

طرفهُ: ۲۵۱۱۔

۲۵۱۲: محمد بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی کہ زکریا نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبی سے، شعبی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس جانور پر جو رہن ہو، سواری کی جائے کیونکہ اس کو چارہ دینے پر خرچ کیا جاتا ہے اور اسی طرح دودھ والا جانور بھی جو رہن ہو، دوہا جائے کیونکہ اس کے چارہ پر بھی خرچ کیا جاتا ہے اور جو شخص سواری کرے اور جو جانور کا دودھ پیئے، اس کے ذمہ اس کے چارے کا خرچ ہوگا۔

تشریح: اَلرَّهْنُ مَرْكُوْبٌ وَّ مَحْلُوْبٌ: عنوان باب کے الفاظ ایک حدیث کے ہیں جو حاکمؒ[1] نے حضرت ابو ہریرہؓ سے بسند اعمش مرفوعاً نقل کی ہے۔ اس باب کا موضوع متعین کرنے کی غرض سے ابراہیم نخعیؒ کے فتوے کا حوالہ دیا ہے جو سعید بن منصور سے منقول ہے اور حماد بن ابی سلیمان سے بھی ان الفاظ میں مروی ہے: اِذَا ارْتُهِنَ شَاةٌ شَرِبَ الْمُرْتَهِنُ مِنْ لَّبَنِهَا بِقَدَرِ ثَمَنِ عَلَفِهَا فَاِنِ اسْتَفْضَلَ مِنَ اللَّبَنِ بَعْدَ ثَمَنِ الْعَلَفِ فَهُوَ رِبًا. (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۷۸) یعنی اگر بکری بطور رہن لے تو چارہ اسے کھلائے اور اس کی قیمت کے اندازے سے اس کا دودھ استعمال کرے اور اس قیمت سے زائد دودھ اگر استعمال کرے تو یہ سُود ہوگا۔ ابن عدی نے الکامل[2] میں اور دار قطنی[3] اور بیہقی[4] نے اپنی سنن میں حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلرَّهْنُ مَحْلُوْبٌ وَمَرْكُوْبٌ. یعنی رہن شدہ جانور پر سواری بھی کی جائے اور اُس کا دودھ بھی دوہا جائے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۷)

رہن شدہ چیزوں سے استفادہ کے بارے میں جمہور کا فتویٰ ہے کہ اُس سے فائدہ نہ اُٹھایا جائے۔ چونکہ یہ رہن قرض کے مقابل میں قرض ہے۔ جو فائدہ اُٹھایا جائے گا وہ سُود ہوگا اور احادیث میں جو اِستفادہ کی اِجازت دی گئی ہے، وہ دراصل اُس خرچ کے عوض میں ہے جو مرتہن کو چارہ وغیرہ کھلانے پر کرنا پڑتا ہے۔ شریعت اِسلامیہ کا حکم حُرِّمَ كُلُّ قَرْضٍ

---

[1] (المستدرک علی الصحیحین، کتاب البیوع، الرھن محلوب و مرکوب، جزء۲ صفحہ ۶۷، روایت نمبر ۲۳۴۷)

[2] (الکامل فی ضعفاء الرجال، من اسمہ ابراھیم، ابراھیم بن مجشر بن معدان، جزء اول صفحہ ۲۷۴)

[3] سنن الدارقطنی، کتاب البیوع، جزء ۳ صفحہ ۳۴

[4] سنن الکبریٰ للبیھقی، کتاب الرھن، باب ماجاء فی زیادات الرھن، جزء ۶ صفحہ ۳۸

جَـرَّ مَنْفَعَةً.☆ یعنی ہر وہ قرض ممنوع ہے جو نفع کا موجب ہو؛ مرتہن کو اس رہن سے جو کسی قرضے کی ضمانت کے لئے دیا گیا ہو، فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں دیتا۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۷۸، ۱۷۹) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۷۳) اس سے مراد وہ قرضہ ہے جس کے نتیجہ میں سُود لیا جاتا ہے۔ شریعت اِسلامیہ نے درحقیقت اسلامی معاشرہ کے افراد کو تعاون علی البر کی تلقین کی ہے اور قرض حسنہ کا طریق پسند کیا ہے اور اس سے مودّت و تعاون کی روح پیدا ہوتی ہے اور اخوت کی گرہیں مضبوط ہوتی ہیں۔ رہن سے صرف اسی صورت میں فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے جہاں قرض واپس نہ ملنے کا احتمال ہو اور مرہونہ شئے محفوظ رہ سکتی ہو تا راہن اور مرتہن دونوں نقصان سے بچیں۔ اسلام کی ساری تعلیم محبت و احسان پر مبنی ہے۔ اسی وجہ سے سودی قرضے کو یکسر قلمزن کر دیا ہے کہ وہ محبت کے منافی ہے اور قرضہ حسنہ کا طریق کہ شفقت علیٰ خلق اللہ ہے اس کو جاری کیا ہے۔

امام اوزاعی، لیث اور ابی ثور رحمہم اللہ تعالیٰ نے محولہ بالا احادیث کو مشروط قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اگر راہن جانور کے چارہ وغیرہ کا خرچ نہ کرے تو مرتہن اس کے اخراجات برداشت کرے اور خرچ کے مطابق اس سے فائدہ اٹھائے۔ بعض فقہاء نے استفادہ کے لئے رہن کرنے والے کی اجازت ضروری قرار دی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لَا يَحْلُبَنَّ اَحَدٌ مَاشِيَةَ امْرِیءٍ بِغَيْرِ اِذْنِهِ. (بخاری، کتاب فی اللقطة، روایت نمبر ۲۴۳۵) یعنی کوئی کسی آدمی کا مویشی بغیر اُس کی اجازت نہ دوہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عام ہے لیکن رہن کی صورت اس سے مختلف ہے۔ مرتہن راہن کا اس کی مملوکہ شئے میں رہن کی حالت میں قائم مقام ہوتا ہے اس لئے وہ مرہون جانور کی دیکھ بھال کا ذمہ دار ہوگا۔ اور اگر تلف ہونے میں اس کی غفلت ثابت ہو تو راہن کا نقصان پورا کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔ اس لئے امام احمد بن حنبلؒ و اسحاقؒ وغیرہ نے فائدہ اُٹھانے کی اجازت اس شرط سے دی ہے: اِذَا قَامَ بِمَصْلِحَتِهٖ وَلَوْ لَمْ يَاْذَنْ لَهُ الْمَالِكُ کہ مرتہن مرہونہ شئے کی دیکھ بھال اور نگرانی کرے خواہ راہن اجازت دے یا نہ دے۔ امام ابن قیمؒ اور امام ابن تیمیہؒ کا بھی یہی مذہب ہے کہ اگر فائدہ اٹھانے کی اجازت نہ دی جائے تو گویا مرتہن پر صرف چٹی ہی ہوگی کہ قرض بھی دے اور جانور پر بھی خرچ کرے جو اس کے نیک سلوک کے منافی ہے اور آیت هَـلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (الرحمن:۶۱) کے بھی خلاف ہے۔ چنانچہ یہ امر مسلم ہے کہ اگر قرض خواہ کی خواہش کے بغیر قرضدار ادائیگی کرتے وقت اپنی خوشی سے اصل زر سے زیادہ دے تو یہ سود نہ ہوگا۔ (تشریح کتاب الاستقراض باب۴ و باب ۷) اسی طرح اگر راہن کی اجازت کے بغیر مرتہن رہن سے فائدہ اُٹھاتا ہو تو یہ جائز ہے کہ وہ اُس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ اس لئے ان فقہاء کے نزدیک ایسا استفادہ سُود نہ ہوگا۔ بعض فقہاء کا خیال ہے کہ سُود کی حرمت کے بعد اس قسم کا رہن منسوخ ہے لیکن یہ خیال صرف احتمال ہی ہے۔ تاریخ سے ثابت نہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۷۸، ۱۷۹)

غرض اس فقہی اختلاف کے پیش نظر یہ باب قائم کیا گیا ہے اور اس میں عامر شعبی کی روایت بسند حضرت ابوہریرہؓ پیش کی گئی ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے ان کی صرف یہی ایک روایت ہے یا اس کے علاوہ تفسیر سورۃ الزمر

☆ (شرح معانی الآثار، کتاب البیوع، باب استقراض الحیوان، جزء۴ صفحہ۶۰)

(باب ۴ روایت نمبر ۴۸۱۳) اور کتاب النکاح (باب ۲۷) میں بھی ان کا ایک حوالہ نقل کیا گیا ہے باوجود اس کے امام بخاریؒ نے اس کی صحت قبول کی ہے۔ کیونکہ اس کی تائید سنن وغیرہ کتب احادیث سے ہوتی ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۷۸)

بَاب ٥ : اَلرَّهْنُ عِنْدَ الْيَهُوْدِ وَغَيْرِهِمْ

یہود یا اور غیر مسلم لوگوں کے پاس رہن رکھنا

٢٥١٣ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتِ اشْتَرَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ.

۲۵۱۳: قتیبہ (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابراہیم سے، ابراہیم نے اسود سے، اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے اناج خریدا اور اس کے پاس اپنی زِرہ رہن رکھی۔

اطرافهُ: ٢٠٦٨، ٢٠٩٦، ٢٢٠٠، ٢٢٥١، ٢٢٥٢، ٢٣٨٦، ٢٥٠٩، ٢٩١٦، ٤٤٦٧۔

تشریح: **اَلرَّهْنُ عِنْدَ الْيَهُوْدِ وَغَيْرِهِمْ:** اس تعلق میں تشریح باب ۲ روایت نمبر ۲۵۰۹ بھی دیکھئے۔ اختلافِ مذہب وملت معاملات تمدنی میں روک نہیں ہے۔

بَاب ٦ : إِذَا اخْتَلَفَ الرَّاهِنُ وَالْمُرْتَهِنُ وَنَحْوُهُ فَالْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ

اگر راہن اور مرتہن اور اس قسم کے دوسرے لوگ آپس میں جھگڑا کریں تو مدعی کے ذمہ شہادت ہوگی اور مدعا علیہ کو قسم دی جائے گی

٢٥١٤ : حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَكَتَبَ إِلَيَّ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى أَنَّ الْيَمِيْنَ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ.

۲۵۱۴: خلّاد بن یحيٰی نے ہم سے بیان کیا کہ نافع بن عمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباسؓ کو (دو عورتوں کے مقدمہ میں) لکھا تو انہوں نے مجھے جواباً لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا ہے کہ قسم مدعا علیہ سے لی جائے گی۔

اطرافهُ: ٢٦٦٨، ٤٥٥٢۔

٢٥١٥-٢٥١٦: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ ثُمَّ أَنْزَلَ اللهُ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ فَقَرَأَ إِلَى ﴿عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (آل عمران: ۷۸) ثُمَّ إِنَّ الْأَشْعَثَ بْنَ قَيْسٍ خَرَجَ إِلَيْنَا فَقَالَ: مَا يُحَدِّثُكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ قَالَ: فَحَدَّثْنَاهُ قَالَ: فَقَالَ: صَدَقَ لَفِيَّ نَزَلَتْ☆ كَانَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ خُصُوْمَةٌ فِي بِئْرٍ فَاخْتَصَمْنَا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِيْنُهُ قُلْتُ: إِنَّهُ إِذًا يَحْلِفُ وَلَا يُبَالِي فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ.

۲۵۱۵-۲۵۱۶: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابووائل سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ کہتے تھے: جس شخص نے قسم کھائی کہ کسی مال کو اس قسم کے ذریعے سے اپنا بنا لے اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ اللہ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ وہ اس سے ناراض ہوگا۔ پھر اللہ نے اس قول کی تصدیق نازل کی: جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑا مول لیتے ہیں...... دردناک عذاب ہے۔ (اخیر آیت) تک پڑھی۔ اس کے بعد حضرت اشعث بن قیسؓ ہمارے پاس آئے تو انہوں نے پوچھا: ابوعبدالرحمٰن تم سے کیا باتیں کر رہے تھے؟ (ابووائل نے) کہا: ہم نے ان سے یہ حدیث بیان کی۔ کہتے تھے: انہوں نے کہا: ابوعبدالرحمٰن نے سچ کہا ہے۔ یہ آیت بخدا میرے متعلق ہی اتاری گئی☆۔ میرے اور کسی شخص کے درمیان ایک کنوئیں کے بارے میں جھگڑا تھا۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنا جھگڑا لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے گواہ لاؤ یا وہ قسم کھائے۔ میں نے کہا: وہ تو قسم کھا لے گا اور پروا نہیں کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ایسی قسم کھائے کہ وہ اس کے ذریعہ کسی مال کو اپنا بنانا چاہتا ہو حالانکہ وہ اس میں جھوٹا ہو تو وہ اللہ سے ایسی حالت میں ملے

☆ عمدۃ القاری میں "نَزَلَتْ" کی بجائے "وَاللّٰهِ اُنْزِلَتْ" ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۵۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

ثُمَّ أَنْزَلَ اللهُ تَصْدِيْقَ ذَلِكَ. ثُمَّ اقْتَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ إِلَى ﴿وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (آل عمران:۷۸)

گا کہ وہ اس سے ناراض ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق نازل کی۔ پھر (حضرت اشعثؓ نے) یہ آیت پڑھی: جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑا مول لیتے ہیں ...... اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔ تک۔

اطرافہ: ۲۳۵۶-۲۳۵۷۔

تشریح: **اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ:** تنازعات کا فیصلہ کرنے میں یہی اَصل سب کے نزدیک مسلّم ہے کہ دعویٰ کا بارِ ثبوت مدعی پر ہے اور عدم شہادت کی صورت میں قسم مدعا علیہ سے لی جائے گی۔ زیر باب تین حدیثیں مروی ہیں۔ اوّل حضرت ابن عباسؓ کی۔ دوسری اور تیسری روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت اشعث بن قیسؓ کی؛ جو کتاب المساقاۃ میں بھی گزر چکی ہے۔

(دیکھئے کتاب المساقاۃ باب ۴ روایت نمبر ۲۳۵۶-۲۳۵۷)

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

بسم الله الرحمن الرحيم

٤٩- كِتَابُ الْعِتْقِ

بَاب ١ : فِي الْعِتْقِ وَفَضْلِهِ

غلام آزاد کرنے اور اس کی فضیلت سے متعلق ارشادات

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿١٤﴾ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ﴿١٥﴾ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿١٦﴾ (البلد: ١٤-١٦)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر: گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک کے دن ایسے یتیم کو کھلانا جو قریبی ہو۔

٢٥١٧: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي وَاقِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ مَرْجَانَةَ صَاحِبُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ: قَالَ لِي أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا رَجُلٍ أَعْتَقَ امْرَأً مُسْلِمًا اسْتَنْقَذَ اللهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنْهُ مِنَ النَّارِ قَالَ سَعِيْدُ بْنُ مَرْجَانَةَ: فَانْطَلَقْتُ بِهِ إِلَى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ فَعَمَدَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِلَى عَبْدٍ لَهُ قَدْ أَعْطَاهُ بِهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَشَرَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ أَوْ أَلْفَ دِينَارٍ فَأَعْتَقَهُ.

طرفه: ٦٧١٥۔

۲۵۱۷: احمد بن یونس نے ہم سے بیان کیا کہ عاصم بن محمد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: واقد بن محمد نے مجھے بتایا۔ واقد نے کہا: سعید بن مرجانہ نے جو (امام زین العابدین) حضرت علی بن حسین کے مصاحب تھے، مجھ سے بیان کیا۔ وہ کہتے تھے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے بھی کسی مسلمان شخص کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر ایک عضو کے بدلے میں آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو آگ سے بچائے گا۔ سعید بن مرجانہ کہتے تھے: یہ سن کر میں حضرت علی بن حسین کے پاس گیا (اور انہیں یہ حدیث سنائی) تو حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے اپنا ایک غلام آزاد کر دیا جس کے عبداللہ بن جعفر انہیں دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار دیتے تھے۔

تشریح: **فِی الْعِتْقِ وَفَضْلِهِ:** عِتْق کے لغوی معنی ہیں قوت۔ کہتے ہیں: عَتِقَ الطَّائِرُ، قَوِیَ عَلٰی جَنَاحَیْهِ یعنی پرندہ اپنے بازوؤں کی مدد سے پرواز کے قابل ہوگیا اور شرعی اصطلاح میں بھی یہی مفہوم ہے۔ عَتِقَ مَمْلُوْکٌ کہ غلام یا لونڈی کو قدرت حاصل ہوگئی کہ وہ آزادی سے اپنی مرضی کے مطابق تصرف کر سکے۔ پابندی اٹھنے سے وہ قادر ہوگیا ہے کہ جو چاہے کاروبار کرلے، شادی کرے، عدالت میں چاہے شہادت دے یا نہ دے۔ لفظ عتق سے باب اَفْعَلَ اَعْتَقَ آتا ہے۔ یعنی آزاد کردیا اور اس کا مصدر اِعْتَاقٌ اور عِتَاقٌ ہے: آزاد کرنا۔
(عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۷۶)

فَکُّ رَقَبَةٍ اَوْ اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ......: شرعی اصطلاح کی رُو سے عتق کے مفہوم میں قربِ الٰہی کی غرض شامل ہے۔ اس طرف اشارہ کرنے کی غرض سے تمہید میں قرآن مجید کی آیت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ پوری آیت یہ ہے: وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ O فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ O وَمَا اَدْرٰکَ مَا الْعَقَبَةُ O فَکُّ رَقَبَةٍ O اَوْ اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ O یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ O اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ O ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ O (البلد: ۱۱ تا ۱۸) اور ہم نے انسان کو دو گھاٹیوں (یعنی خیر و شر) کی طرف رہنمائی کی ہے مگر اس نے پھر بھی چوٹی سر نہ کی اور تجھے کیا معلوم کہ وہ چوٹی کونسی ہے۔ گردن آزاد کرنا یا بھوک والے کو کھلانا یتیم کو جو قریبی ہو یا مسکین محتاج کو جو خاک آلودہ پڑا ہو۔ علاوہ ازیں پھر وہ ان لوگوں میں سے ہے جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی تلقین اور رحم کی تاکید کی ہے۔

ان آیات کریمہ میں غلاموں کی آزادی، بے کسوں کی اعانت، مصیبت زدوں کی دستگیری شمار کرتے ہوئے ایمان باللہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ نیک اعمال کی قبولیت کا انحصار ایمان پر ہے اور اسی تعلق میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کے بعد حضرت علی بن حسین کا واقعہ نقل کیا ہے کہ اِرشادِ نبوی سنتے ہی ایک عزیز ترین قابل قدر غلام مطرف نامی آزاد کردیا۔ جس کی قیمت اُن کے والد کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے انہیں دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار دینی چاہی تھی مگر انہوں نے یہ قیمت قبول نہیں کی تھی۔ مطرف ان کے قیمتی اور پسندیدہ غلام تھے۔ یہ واقعہ بھی مذکورہ بالا سند ہی سے مروی ہے اور امام احمد بن حنبلؒ نے بھی یہ واقعہ اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔☆ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۸۲، ۱۸۳)

اس تمہید میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تین باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اوّل: عتق کا وسیع مفہوم جس میں غلامی سے آزادی اور بنی نوع انسان کو فقر و فاقہ سے رہائی دینا شامل ہے۔ دوم: اس کی فضیلت جس کا نتیجہ بڑے ثواب کا موجب ہے۔ سوم: آزاد کرنے والے کا جز و بدن آگ سے بچتا ہے۔ کوئی عمل صالح تبھی کہلائے گا جب رضائے الٰہی کے لئے کیا جائے۔ سورۃ البلد کی جن آیات کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ان کے سیاقِ کلام میں ضمناً یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ مشکل ترین کام جس میں پہاڑوں جیسی روکیں ہیں، اسلام کے ذریعے انجام پائے گا۔ غلام آزاد ہوں گے، یتامیٰ کی سرپرستی اور تربیت کا انتظام اعلیٰ درجہ کا ہوگا، مسکینوں کی بھوک کا علاج ہوگا اور رضائے الٰہی کے لئے اعمال صالحہ بجالائے جائیں گے اور جب تک اسلام کی دعوت قبول نہ کی جائے گی؛ دنیا بنی نوع انسان کے لئے جہنم بنی رہے گی۔ یہ سیاق کلام ہے سورۃ البلد کا۔ اس

☆ (مسند احمد بن حنبل، مسند المکثرین، مسند ابی هریرة، جزء ثانی صفحه ۴۲۲)

کی پہلی آیات میں قبل ہجرت جو آزادی کا فقدان اور ظلم کا دَور دورہ تھا، اس کا نقشہ مجمل مگر جامع الفاظ میں کھینچا گیا ہے۔ فرماتا ہے: لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ O وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ O وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ O لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ O اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ O يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا O (البلد:۲تا۷) میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی بحالیکہ تو اس شہر میں حِلّ کے طور پر ہے اور پیدا کرنے والے کی اور اس کی قسم جو اُس نے پیدا کیا۔ یقیناً ہم نے انسان کو رہین محنت بنایا ہے۔ کیا وہ گمان کرتا ہے کہ اس پر کوئی بھی قابو نہیں پائے گا؟ حِلٌّ و حرم دو اصطلاحیں ہیں۔ حِلّ وہ مقام ہے جہاں ہر قسم کی کھلی آزادی ہو اور حرم وہ جگہ جہاں عزت وآبرو، جان و مال حرام یعنی قابل عزت اور محفوظ ہو۔ اسی طرح حِلّ نشانہ کو بھی کہتے ہیں۔ اَلْغَرَضُ الَّذِيْ يُرْمَى اِلَيْهِ وہ چیز جس پر نشانہ بازی کی مشق کی جاتی ہے یعنی تختۂ مشق۔ اور حِلّ کے معنی نازل ہونے والا۔ دونوں ہی معنے یہاں مراد ہیں۔ تختۂ مشق اور نازل ہونے والا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے بسی اور بے کسی کی شہادت پیش کی گئی ہے۔ جبکہ آپؐ مظالم کا تختۂ مشق بنے ہوئے تھے اور آپؐ کے ساتھیوں پر ہر قسم کا ظلم وستم توڑنے کی کھلی اجازت تھی اور پھر اس حالت کی بھی قسم کھائی گئی ہے جب آپؐ بطور فاتح اور ظفر مند اس شہر میں نازل ہونے والے اور اس فتح وظفر کے جو نیک نتائج پیدا ہونے والے تھے وہ بھی بطور شہادت پیش کئے گئے ہیں۔ پہلے معنوں کی رُو سے وَالِدٌ وَّمَا وَلَدَ سے مراد باپ یعنی حضرت خلیل اللہ ابراہیمؑ اور ولد سے اُن کا موعود بیٹا مراد ہیں اور دوسرے معنوں کی رُو سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطور وَالِد اور مَا وَلَدَ سے آپؐ کی ذریت طیبہ اور نیک نتائج مراد ہیں جن کے ذریعہ سے ظلم وجور اور فقر وفاقہ کا خاتمہ ہوگا۔ بے کسوں اور مفلوک الحال لوگوں کی سنی جائے گی۔ جان و مال، عزت وآبرو سارے عرب میں محفوظ ہوں گے۔ سلامتی ہر جگہ ڈیرا ڈالے گی۔ امن کا پھریرا پائمال دنیا پر لہرائے گا اور بنی نوع انسان کامل آزادی کا سانس لیں گے۔

کتاب العتق کی تمہید محولہ آیات اور مندرجہ بالا حدیث کے بعد ایک اعلیٰ درجہ کے عملی نمونہ کا حوالہ دے کر وسیع معنوں میں اٹھائی گئی ہے۔ ان آیات کی تشریح کے لئے تفسیر کبیر جلد ۸- تفسیر سورۃ البلد- صفحہ ۶۲۱ تا ۶۲۳ دیکھئے۔ جس میں فَكُّ رَقَبَةٍ کا مضمون بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

بَاب ۲ : أَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ

گردنوں میں سے کون سی گردن آزاد کرنا افضل ہے

۲۵۱۸ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوْسَى عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي مُرَاوِحٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

۲۵۱۸: عبیداللہ بن موسیٰ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، انہوں نے ابی مراوح سے، انہوں نے حضرت ابوذر (غفاری) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: إِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَجِهَادٌ فِي سَبِيْلِهِ قُلْتُ: فَأَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: أَعْلَاهَا ثَمَنًا وَأَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا. قُلْتُ: فَإِنْ لَّمْ أَفْعَلْ؟ قَالَ: تُعِيْنُ ضَائِعًا☆ أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ قَالَ: فَإِنْ لَّمْ أَفْعَلْ؟ قَالَ: تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ تَصَدَّقُ بِهَا عَلَى نَفْسِكَ.

سے پوچھا: کونسا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔ میں نے کہا: گردنوں میں سے کون سی گردن آزاد کرنا بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ جو قیمت میں سب سے زیادہ ہو اور جو اپنے مالکوں کو زیادہ پسندیدہ ہو۔ میں نے کہا: اگر میں یہ نہ کرسکوں؟ تو آپؐ نے فرمایا: تو پھر کسی بے کار کی مدد کر کے اسے باکار بنائے یا بے ہنر کو جو کما نہ سکے، کما کر مدد دے۔ انہوں نے کہا: اگر میں یہ بھی نہ کرسکوں تو آپؐ نے فرمایا: تو پھر لوگوں کو شر پہنچانے سے علیحدہ رہ کیونکہ یہ صدقہ ہوگا جو تو اپنے نفس کے لئے کرے گا۔

تشریح: اَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ: مذکورۃ الصدر تمہید میں عتق کی فضیلت کا بیان من حیث العموم ہے اور اس باب میں بھی جہاں غلامی سے آزاد کرنے کی فضیلت کا مضمون خاص ہے۔ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے حصہ جواب میں عتق کا عام مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے۔ تُعِيْنُ صَانِعًا، تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ، تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِ. بے کار شخص کی مدد کر کے اسے باکار بنائے یا ابلہ جسے سُدھ بُدھ نہیں، اُس کی خاطر کاروبار کر کے اُس کا سہارا بنے یا کم از کم لوگوں کو شر سے محفوظ رکھے۔ غلاموں کی آزادی کے علاوہ لفظ عتق کا مفہوم مذکورہ بالا تین باتوں پر بھی حاوی ہے۔ کیا ہی جامع یہ مفہوم ہے!

بَاب۳: مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْعَتَاقَةِ فِي الْكُسُوْفِ أَوِ الْآيَاتِ

سورج گرہن یا دوسرے نشانات کے ظاہر ہونے پر غلام آزاد کرنا پسندیدہ ہے

۲۵۱۹: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ مَسْعُوْدٍ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۵۱۹: موسیٰ بن مسعود نے ہم سے بیان کیا کہ زائدہ بن قدامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے فاطمہ بنت منذر سے، فاطمہ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ کہتی تھیں: نبی ﷺ نے سورج گرہن کے وقت غلام

☆ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں لفظ "ضَائِعًا" کی بجائے "صَانِعًا" ہے۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ ۱۸۳)

بِالْعَتَاقَةِ فِي كُسُوْفِ الشَّمْسِ تَابَعَهُ عَلِيٌّ عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ عَنْ هِشَامٍ.

آزاد کرنے کا حکم دیا۔ موسیٰ کی طرح علی (بن مدینی) نے (عبدالعزیز بن محمد) دَرَاوَرْدِی سے، دَرَاوَرْدِی نے ہشام سے یہ حدیث نقل کی۔

اطرافه: ۸۶، ۱۸۴، ۹۲۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵٤، ۱۰٦۱، ۱۲۳۵، ۱۳۷۳، ۲۵۲۰، ۷۲۸۷۔

۲۵۲۰: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَثَّامٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: كُنَّا نُؤْمَرُ عِنْدَ الْخُسُوْفِ بِالْعَتَاقَةِ.

۲۵۲۰: محمد بن ابی بکر (مقدمی) نے ہمیں بتایا کہ عثام نے ہم سے بیان کیا۔ ہشام نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے فاطمہ بنت منذر سے، فاطمہ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کی۔ کہتی تھیں: سورج گرہن کے وقت غلام آزاد کرنے کا ہمیں حکم دیا جاتا تھا۔

اطرافه: ۸۶، ۱۸۴، ۹۲۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵٤، ۱۰٦۱، ۱۲۳۵، ۱۳۷۳، ۲۵۱۹، ۷۲۸۷۔

تشریح: **مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْعَتَاقَةِ فِي الْكُسُوفِ اَوِ الْآيَاتِ:** خسوف وکسوف، زلازل اور قحط وغیرہ حوادث کے موقعوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کی آزادی کے لئے جو تحریک فرمائی اس سے سینکڑوں غلام لونڈیاں آزاد ہوئیں۔ یہ ایسے مواقع ہیں جن سے انسان میں بالطبع خشیت الٰہی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ نیکی کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ جامع صحیح بخاری میں جابجا ایسے آزاد شدہ غلاموں کے نام راویوں کی فہرست میں آئے ہیں جنھوں نے آزاد ہونے کے بعد نہایت عالیشان علمی، ادبی اور ملی خدمات انجام دیں۔ اس تعلق میں کتاب الکسوف تشریح باب ۱۱ بھی دیکھئے۔ الفاظ **كُنَّا نُؤْمَرُ عِنْدَ الْخُسُوفِ بِالْعَتَاقَةِ** کا مفہوم عنوان باب سے واضح کیا ہے کہ یہ مستحب تھا جس کی تعمیل طوعی اور اختیاری تھی۔

روایت نمبر ۲۵۱۹ کے آخر میں علی بن مدینیؒ کی روایت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ علی بن مدینی امام بخاریؒ کے شیخ ہیں۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۸۶)

بَاب ٤: إِذَا أَعْتَقَ عَبْدًا بَيْنَ اثْنَيْنِ أَوْ أَمَةً بَيْنَ الشُّرَكَاءِ

اگر کوئی ایسے شخص کو جو دو شخصوں کا مشترکہ غلام ہو یا ایسی عورت کو جو کئی شریکوں کی مشترکہ لونڈی ہو آزاد کر دے

۲۵۲۱: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَالِمٍ عَنْ

۲۵۲۱: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو

أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ عَبْدًا بَيْنَ اثْنَيْنِ فَإِنْ كَانَ مُوْسِرًا قُوِّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ يُعْتَقُ.

(بن دینار) سے، عمرو نے سالم سے، سالم نے اپنے باپ (حضرت ابن عمر) رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جس نے ایسے شخص کو آزاد کیا جو دو شخصوں کا مشترکہ غلام ہو۔ اگر وہ آزاد کرنے والا مالدار ہو تو غلام کی قیمت کا اندازہ کر کے آزاد کرنے والے سے وہ رقم لے کر دوسرے حصہ داروں کو ادا کی جائے پھر وہ غلام آزاد کر دیا جائے۔

اطرافهُ: ۲٤۹۱، ۲۵۰۳، ۲۵۲۲، ۲۵۲۳، ۲۵۲٤، ۲۵۲۵، ۲۵۵۳۔

۲۵۲۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي عَبْدٍ فَكَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ قُوِّمَ الْعَبْدُ عَلَيْهِ قِيْمَةَ عَدْلٍ فَأَعْطَى شُرَكَاءَهُ حِصَصَهُمْ وَعَتَقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ.

۲۵۲۲: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا وہ حصہ آزاد کرے جو کسی غلام میں رکھتا ہو اور پھر اس کے پاس اتنا مال ہو کہ جو اس غلام کی قیمت پوری کرے تو اس غلام کی منصفانہ قیمت لگائی جائے اور وہ اپنے شریکوں کو ان کا حصہ دے دے اور غلام اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا ورنہ پھر اس کا جتنا حصہ آزاد ہوا، اتنا ہو گیا۔

اطرافهُ: ۲٤۹۱، ۲۵۰۳، ۲۵۲۱، ۲۵۲۳، ۲۵۲٤، ۲۵۲۵، ۲۵۵۳۔

۲۵۲۳: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَّهُ فِي مَمْلُوْكٍ

۲۵۲۳: عبید بن اسماعیل نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابواُسامہ سے، ابواُسامہ نے عبیداللہ سے، عبیداللہ نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا وہ حصہ جو کسی غلام میں ہے آزاد کرے تو اس کے ذمے ہے کہ وہ

فَعَلَيْهِ عِتْقُهُ كُلِّهِ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ يَّبْلُغُ ثَمَنَهُ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ مَالٌ يُقَوَّمُ عَلَيْهِ قِيْمَةَ عَدْلٍ عَلَى الْمُعْتِقِ فَأُعْتِقَ مِنْهُ مَا أَعْتَقَ.

اسے سارے کا سارا آزاد کرائے بشرطیکہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو غلام کی قیمت کے برابر ہو۔ اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو آزاد کرنے والے پر ہے کہ غلام کی منصفانہ قیمت لگائی جائے اور جو اس نے آزاد کیا وہ حصہ اس کا آزاد کر دیا جائے۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ اخْتَصَرَهُ.

مسدّد نے ہم سے بیان کیا کہ بشر نے بھی عبیداللہ سے یہی حدیث نقل کرتے ہوئے ہمیں بتائی۔ انہوں نے اس کو مختصر بیان کیا۔

اطرافه: ٢٤٩١، ٢٥٠٣، ٢٥٢١، ٢٥٢٢، ٢٥٢٤، ٢٥٢٥، ٢٥٥٣۔

٢٥٢٤: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ نَصِيْبًا لَّهُ فِي مَمْلُوْكٍ أَوْ شِرْكًا لَّهُ فِي عَبْدٍ فَكَانَ لَهُ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ قِيْمَتَهُ بِقِيْمَةِ الْعَدْلِ فَهُوَ عَتِيْقٌ. قَالَ نَافِعٌ: وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ. قَالَ أَيُّوْبُ: لَا أَدْرِي أَشَيْءٌ قَالَهُ نَافِعٌ أَوْ شَيْءٌ فِي الْحَدِيْثِ.

۲۵۲۴: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ حماد (بن زید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب (سختیانی) سے، ایوب نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جس نے اپنا حصہ کسی غلام میں آزاد کر دیا یا فرمایا اپنی شراکت کسی غلام میں آزاد کر دی اور اس کے پاس اتنا مال ہو جو غلام کی منصفانہ قیمت کے برابر ہو، (اس سے اتنی رقم لے کر حصہ داروں کو دے دی جائے گی) اور غلام آزاد ہوگا۔ نافع نے کہا: ورنہ پھر جو غلام کا حصہ آزاد ہو چکا وہ تو آزاد ہو ہی چکا۔ ایوب کہتے تھے: میں نہیں جانتا کہ یہ بات نافع نے خود کہی یا اس حدیث میں ہے۔

اطرافه: ٢٤٩١، ٢٥٠٣، ٢٥٢١، ٢٥٢٢، ٢٥٢٣، ٢٥٢٥، ٢٥٥٣۔

٢٥٢٥: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مِقْدَامٍ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ

۲۵۲۵: احمد بن مقدام نے ہمیں بتایا۔ فضیل بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا کہ موسیٰ بن عقبہ نے ہمیں بتایا۔ نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے

ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يُفْتِي فِي الْعَبْدِ أَوِ الْأَمَةِ يَكُوْنُ بَيْنَ شُرَكَاءَ فَيُعْتِقُ أَحَدُهُمْ نَصِيْبَهُ مِنْهُ يَقُوْلُ: قَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ عِتْقُهُ كُلِّهِ إِذَا كَانَ لِلَّذِي أَعْتَقَ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ يُقَوَّمُ مِنْ مَّالِهِ قِيْمَةَ الْعَدْلِ وَيُدْفَعُ إِلَى الشُّرَكَاءِ أَنْصِبَاؤُهُمْ وَيُخَلَّى سَبِيْلُ الْمُعْتَقِ يُخْبِرُ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

روایت کرتے ہوئے مجھے خبر دی کہ وہ اس غلام یا لونڈی سے متعلق جو شریکوں کی مشترکہ ہو اور پھر حصہ داروں میں سے ایک اپنا حصہ آزاد کردے، یہ فتویٰ دیتے تھے کہ اب ایک حصہ آزاد کرنے والے کے ذمہ ہے کہ اسے سارا آزاد کرادے بشرطیکہ جس نے آزاد کیا ہے اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس کی منصفانہ قیمت کے برابر ہو اور اس کے شریکوں کو ان کے حصے ادا کردیئے جائیں اور آزاد کردہ غلام چھوڑ دیا جائے۔ حضرت ابن عمرؓ اس فتوے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتے تھے۔

وَرَوَاهُ اللَّيْثُ وَابْنُ أَبِي ذِئْبٍ وَابْنُ إِسْحَاقَ وَجُوَيْرِيَةُ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَإِسْمَاعِيْلُ بْنُ أُمَيَّةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُخْتَصَرًا.

اور لیث اور ابن ابی ذئب اور ابن اسحاق اور جویریہ اور یحیٰ بن سعید اور اسماعیل بن امیہ نے بھی یہی روایت اختصار سے نقل کی ہے۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی۔

اطرافہ: ۲۴۹۱، ۲۵۰۳، ۲۵۲۱، ۲۵۲۲، ۲۵۲۳، ۲۵۲٤، ۲۵۵۳۔

تشریح: **اِذَا اَعْتَقَ عَبْدًا بَيْنَ اثْنَيْنِ اَوْ اَمَةً بَيْنَ الشُّرَكَآءِ:** لفظ العبد غلام اور لونڈی دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اس باب میں ایک ہی روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی جو چھ سندوں سے منقول ہے بیان کی گئی ہے۔ راویوں کا بیان ایک دوسرے کا مؤید ہے۔ سابقہ باب میں نیکی کی عام طبعی تحریک سے فائدہ اٹھانے کا ذکر ہے اور اس باب میں مسئلہ عتق اسلامی قانون کی شکل میں پیش کیا گیا ہے جہاں غلام لونڈی مشترکہ ہوں۔ اگر ایک شریک انہیں آزاد کرنا چاہے تو وہ اپنے حصہ سے متعلقہ اعلان کرسکتا ہے۔ پھر باقی ماندہ حصہ کی بابت قیمت کا اندازہ کرکے شریکوں کو ادا کرنے کی ہدایت ہے۔ آزاد کرنے والا شریک اگر خود ساری رقم ادا نہ کرسکتا ہو تو بذریعہ مکاتبت یا بذریعہ بیت المال اس کی باقی ماندہ قیمت شرکاء کو ادا کرکے پورے طور پر آزادی کا موقع بہم پہنچایا جائے۔ ارشاد فَكُّ رَقَبَةٍ کی تعمیل کا شوق صحابہؓ میں پیدا ہوا اور وہ غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کرنے لگے مگر مشترکہ ملکیت کی صورت میں جب دقّت پیدا ہوئی تو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دقّت دور کرنے کے لیے عتق کو قانونی شکل دی مگر اس قانون میں بھی جبر واکراہ سے کام نہیں لیا جیسا کہ روایت نمبر ۲۵۲۳ کے آخری الفاظ سے ظاہر ہے۔ جبر سے ملکیت کا مفہوم باطل ہوجاتا ہے۔ اس قانونِ عتق سے باقی شرکاء کو بھی کارِ خیر میں برضا ورغبت شریک ہونے کا موقع دیا گیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے جب دیکھا کہ ان میں سے ایک مالک اپنا حصہ آزاد کررہا ہے تو اس کا ساتھی بھی باقی حصہ کی قیمت لے کر انہیں آزاد کرنے میں شریک ہوگیا۔ اس حسن تدبیر سے بہت سے غلام اور لونڈیاں آزاد ہوگئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ.

مَنْ اَعْتَقَ عَبْدًا بَيْنَ اثْنَيْنِ: باب ۴ کی پہلی روایت کے الفاظ بَيْنَ اثْنَيْنِ سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ مذکورہ بالا قانون آزادی کا تعلق صرف دو مشترکہ مالکوں کے غلام سے ہے۔ یہ غلط فہمی دوسری روایت سے دُور کی گئی ہے۔ دو کی تخصیص نہیں بلکہ اس سے زیادہ شریکوں میں سے کوئی ایک شریک بھی اپنا حصہ آزاد کرے تو دوسرے شریک بھی اس آزادی کے ثواب میں مذکورہ بالا طریق سے شریک ہوسکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عنوانِ باب الفاظ بَيْنَ الشُّرَكَآءِ سے قائم کیا گیا ہے۔ محولہ بالا روایت متعلقہ حضرت ابن عمرؓ کتاب الشرکۃ باب ۵ روایت نمبر ۲۴۹۱ میں گزر چکی ہے۔ اس تعلق میں اس کی تشریح بھی دیکھئے۔ فقہاء ائمہ نے مسئلہ معنونہ کے تعلق میں قانونی نقطۂ نظر سے ہی بحث کی ہے۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے آزاد کرنے والے شریک پر باقی حصہ آزاد کرانے کی ذمہ داری عائد کی ہے بشرطیکہ صاحب استطاعت ہو۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کے شریک کو اس بارہ میں اختیار ہے، چاہے نقد لے کر یا مکاتبت کے ذریعہ سے آزاد کرے۔ جمہور بھی پوری آزادی دلانے کے حق میں ہیں۔ خواہ آزاد کرنے والا ادا کرے یا بذریعہ مکاتبت یا بیت المال جیسا کہ اگلے باب میں اس کی تصریح ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے بدایۃ المجتھد، کتاب العتق، جزء ثانی صفحہ ۲۷۶۔ نیز فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۹۲، ۱۹۳، عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۸۲، ۸۳۔

روایت نمبر ۲۵۲۵ کے آخر میں مذکورہ بالا روایت سے متعلق چھ اور سندوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ان سب میں اختصار سے یہی روایت نقل کی گئی ہے۔ آخری حصہ فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ ان میں نہیں ہے۔ جس سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ جو حصہ آزاد ہوچکا ہے وہ تو آزاد ہے۔ باقی حصہ غلامی ویسی حالت میں رہے۔ ایسا نہیں بلکہ اس کی مکمل آزادی ضروری ہے۔ لیث[1] کی روایت ابن حبان اور نسائی نے، ابن ابی ذئب[2] کی روایت بیہقی اور ابونعیم نے، یحيٰ بن سعید[3] کی روایت مسلم نے اور اسماعیل بن امیہ[4] کی روایت عبدالرزاق نے نقل کی ہے۔ اور ابن اسحاق[5] کی روایت ابوعوانہ نے نقل کی ہے اور روایت جویریہ بن اسماء کتاب الشرکۃ زیر باب ۱۴ روایت نمبر ۲۵۰۳ دیکھئے۔

(فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۹۲) (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۸۴، ۸۵)

---

[1] (صحیح ابن حبان، کتاب العتق، باب اعتاق الشریک، ذکر الحکم فیمن أعتق نصیبه بین الشرکاء جزء ۱۰ صفحہ ۱۵۴)
(سنن الکبریٰ للنسائی، کتاب العتق، ذکر العبد یکون بین اثنین فیعتق احدهما نصیبه، جزء ۳ صفحہ ۱۸۰)

[2] (سنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب العتق، باب من قال یکون حرا یوم تکلم بالعتق، جزء ۱۰ صفحہ ۲۷۷)

[3] (مسلم، کتاب العتق، باب ۱: من أعتق شرکاً له فی عبد)

[4] (مصنف عبد الرزاق، کتاب المدبر، باب من أعتق شرکا له فی عبد، جزء ۹ صفحہ ۱۵۱)

[5] (مسند أبی عوانة، کتاب العتق، باب الخبر الدال علی انّ المعتق نصیبه من عبد بینه و بین شرکائه، جزء ۵ صفحہ ۳۵۰)

بَاب ٥ : إِذَا أَعْتَقَ نَصِيبًا فِي عَبْدٍ وَلَيْسَ لَهُ مَالٌ اسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ عَلَى نَحْوِ الْكِتَابَةِ

اگر کوئی غلام میں اپنا حصہ آزاد کردے اور اس کے پاس مال نہ ہو تو غلام سے محنت کرائی جائے مگر محنت لینے میں اس پر تشدد نہ کیا جائے جیسے مکاتب سے سلوک کیا جاتا ہے ویسا ہی اس سے کیا جائے

٢٥٢٦ : حَدَّثَنِي أَحْمَدُ ابْنُ أَبِي رَجَاءٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ سَمِعْتُ قَتَادَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي النَّضْرُ بْنُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَعْتَقَ شَقِيْصًا مِنْ عَبْدٍ.

اطرافه: ٢٤٩٢، ٢٥٠٤، ٢٥٢٧۔

۲۵۲۶: احمد بن ابی رجاء نے مجھ سے بیان کیا کہ یحییٰ بن آدم نے ہمیں بتایا۔ جریر بن حازم نے ہم سے بیان کیا، کہتے تھے: میں نے قتادہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: نضر بن انس بن مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے بشیر بن نہیک سے، بشیر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے غلام کا ایک حصہ آزاد کردیا ہو......

٢٥٢٧ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ ابْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ نَصِيْبًا أَوْ شَقِيْصًا فِيْ مَمْلُوْكٍ فَخَلَاصُهُ عَلَيْهِ فِي مَالِهِ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ وَإِلَّا قُوِّمَ عَلَيْهِ فَاسْتُسْعِيَ بِهِ غَيْرَ مَشْقُوْقٍ عَلَيْهِ.

۲۵۲۷: مسدد نے (بھی) ہمیں بتایا۔ یزید بن زُرَیع نے ہم سے بیان کیا کہ سعید (بن ابی عروبہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے نضر بن انس سے، نضر نے بشیر بن نہیک سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی غلام میں حصہ یا فرمایا: تھوڑا سا ٹکڑا آزاد کردیا ہو تو پھر اپنے مال سے اس کو آزاد کروانا اس کے ذمہ ہو جاتا ہے اگر اُس کے پاس مال ہو ورنہ اس کی قیمت اندازہ کر کے اُس سے محنت کرائی جائے (تا وہ پورا آزاد ہو جائے) مگر اس پر محنت لینے میں تشدد نہ کیا جائے۔

تَابَعَهُ حَجَّاجُ بْنُ حَجَّاجٍ وَأَبَانُ

سعید کی طرح اس حدیث کو حجاج بن حجاج اور ابان اور

وَمُوْسَى بْنُ خَلَفٍ عَنْ قَتَادَةَ اخْتَصَرَهُ شُعْبَةُ.

موسیٰ بن خلف نے بھی قتادہ سے نقل کیا۔ شعبہ نے اسے مختصر بیان کیا۔

اطرافه: ۲۴۹۲، ۲۵۰۴، ۲۵۲۶۔

تشریح: **اِذَا اَعْتَقَ نَصِيبًا فِيْ عَبْدٍ وَّ لَيْسَ لَهُ مَالٌ اُسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ:** فقہاء وائمہ نے مذکورہ بالا مسئلہ کے تعلق میں سوال اٹھایا ہے کہ ایک حصہ آزاد ہونے پر غلام اسی وقت آزاد ہو جائے گا یا اس کی آزادی تاوقتیکہ شریک کو اس کے حصہ کی قیمت ادا نہ ہو جائے، معلّق رہے گی۔ مالکیوں کے نزدیک تو پوری قیمت ادا ہونے پر وہ آزاد ہوگا مگر جمہور کے نزدیک غلام اسی وقت آزاد ہو جائے گا اور اگر آزاد کرنے والے کے پاس قیمت ہو تو شریک کو دلائی جائے گی ورنہ بصورتِ مکاتبت ادا ہوگی۔ یہی رائے امام محمدؒ وابو یوسف کی بھی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک باقی شرکاء کے لئے تین راہیں ہیں جو وہ اختیار کر سکتے ہیں۔ اوّل: وہ بھی آزاد کریں اور اگر آزاد شدہ غلام کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کے ترکہ میں دونوں بحصہ رسدی شریک ہوں گے۔ اسی امر پر سب ائمہ متفق ہیں۔ دوم: وہ باقی حصہ کی قیمت کا اندازہ کر کے حصہ دار کو ادا کرے۔ سوم: اگر آزاد کرنے والے شریک کے پاس مال نہ ہو تو غلام سے بذریعہ مکاتبت وصول ہوگا۔ اس صورت میں بھی ورثہ کا حق مشترک ہوگا۔ (بداية المجتهد، كتاب العتق، جزء ثاني صفحه ۲۷۵)

بَاب ٦: اَلْخطَأُ وَالنِّسْيَانُ فِي الْعَتَاقَةِ وَالطَّلَاقِ وَنَحْوِهِ

(یہ باب اس بیان میں ہے کہ) اگر غلام آزاد کرنے اور طلاق دینے وغیرہ میں بھول چوک سے بات منہ سے نکل جائے

وَلَا عَتَاقَةَ إِلَّا لِوَجْهِ اللهِ تَعَالَى وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوَى. وَلَا نِيَّةَ لِلنَّاسِي وَالْمُخْطِئِ.

اور محض اللہ تعالیٰ ہی کی رضامندی کے لئے آزادی دی جائے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر شخص کو ویسا ہی ملے گا جیسی اس نے نیت کی ہے اور بھولنے اور چوکنے والے کی کوئی نیت ہی نہیں ہوتی۔

۲۵۲۸: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

۲۵۲۸: حُمیدی نے ہمیں بتایا۔ سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا کہ مِسعر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے زرارہ بن اوفیٰ سے، زرارہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ

إِنَّ اللهَ تَجَاوَزَ لِي عَنْ أُمَّتِي مَا وَسْوَسَتْ بِهِ صُدُوْرُهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَكَلَّمْ.

انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے میرے لئے میری امت کے ان وسوسوں کو جو اُن کے سینے میں پیدا ہوں نظر انداز کر دیا ہے، جب تک کہ کوئی ان پر عمل یا ان کا اظہار نہ کرے۔

اطرافہ: ٥٢٦٩، ٦٦٦٤۔

٢٥٢٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا يَحيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ ابْنِ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَلِامْرِئٍ مَّا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُوْلِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُوْلِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ.

٢٥٢٩: محمد بن کثیر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سفیان (ثوری) سے روایت کی کہ یحیٰ بن سعید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن ابراہیم تیمی سے، ابن تیمی نے علقمہ بن وقاص لیثی سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا: اعمال نیت کے مطابق ہوتے ہیں اور آدمی کو جو اس نے نیت کی ہے وہی ملتا ہے۔ سو جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہو، اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہوگی۔ اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کی غرض سے ہو تو اس کی ہجرت اسی امر کے لئے ہوگی جس کے لئے اس نے ہجرت کی۔

اطرافہ: ١، ٥٤، ٣٨٩٨، ٥٠٧٠، ٦٦٨٩، ٦٩٥٣

تشریح: **اَلْخَطَأُ وَالنِّسْيَانُ فِي الْعَتَاقَةِ وَالطَّلَاقِ وَنَحْوِهِ:** غلام آزاد کرنے اور طلاق دینے میں خطا و نسیان کا وقوع اس طرح ہوسکتا ہے کہ غصے کی حالت میں طلاق کی دھمکی دیدے یا آزاد کرنے کا وعدہ کر کے بھول جائے۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے کہ یہ باب اس روایت کا ردّ کرنے کی غرض سے قائم کیا گیا ہے جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کی گئی ہے کہ دھمکی یا وعدہ سے طلاق یا آزادی واقع ہوجاتی ہے۔ خواہ عمداً اس کا اظہار کرے یا غلطی سے یا بھول کر۔ اکثر مالکی بھی اس سے متفق ہیں اور احناف کا یہ مذہب ہے کہ طلاق یا آزادی بہر حال واقع ہوجائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی بتوں وغیرہ کے نام پر غلام آزاد کرے تو بھی آزادی واقع ہوجائے گی۔

(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۹۸) (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۸۶، ۸۷)

لَا عَتَاقَةَ اِلَّا لِوَجْهِ اللّٰهِ: یہ ایک حدیث کے الفاظ ہیں۔ جو طبرانی نے نقل کی ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۹۸) شریعت اسلامیہ کی رُو سے اعمال اسی وقت صالح کہلائیں گے جب رضائے الٰہی کے لئے صادر ہوں۔ یہ وہ اصل الاصول ہے جس پر تمام احکام کی صحیح تعمیل کا دارومدار ہے۔ اس باب کی دونوں حدیثیں خطاء ونسیان وغیرہ سے متعلقہ اختلاف کا حل شافی وکافی ہیں۔ اسلام میں خطاء ونسیان پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔ ہر عمل میں ارادہ وقصد معتبر ہیں۔

لَا نِيَّةَ لِلنَّاسِىْ وَالْمُخْطِئِ: بھولنے اور چوکنے والے کی کوئی نیت نہیں۔ اس سے اس قاعدہ کلیہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو فقہاء وائمہ کے مسلمات میں سے ہے۔ یہ قاعدہ مبنی ہے اس حدیث پر جو انہی معنوں میں ابن ماجہؒ نے نقل کی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنْ اُمَّتِي الْخَطَاَ وَالنِّسْيَانَ. (سنن ابن ماجه، كتاب الطلاق، باب طلاق المكره والناسى) اللہ تعالیٰ نے میری امت کو بھول چوک سے درگزر فرمائی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ، امام شافعیؒ اور محدثین کے نزدیک شبہ وغصہ اور بھول چوک کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی اور اس پر غلام آزاد کرنے کا مسئلہ بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۸۹) (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۹۹)

اس تعلق میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ احناف حقوق اللہ اور حقوق العباد میں فرق کرتے ہیں کہ خطاء ونسیان میں حقوق اللہ تو قابل عفو ہیں مگر حقوق العباد نظر انداز نہیں کئے جاسکتے۔ بھول کر کوئی کسی کو زخمی کردے یا کسی کا مالی نقصان کردے تو اس کی تلافی کی جائے گی۔ اسی طرح طلاق وعتاق حقوق العباد میں سے ہیں جو حالت خطا میں واقع شدہ تسلیم کئے جائیں گے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۸۷، ۸۸) اسی وجہ سے دونوں مسئلے ایک ہی عنوان میں اکٹھے درج کر کے اس کا یہ جواب دیا ہے؛ قابل دیت امور پر طلاق وعتاق کا قیاس کرنا اس لئے قیاس مع الفارق ہے کہ ان کے لئے الگ احکام ہیں۔ چنانچہ عتاق سے متعلق حدیث میں صراحت ہے کہ اس میں نیت ضروری ہے۔ وَلَا عَتَاقَةَ اِلَّا لِوَجْهِ اللّٰهِ. طبرانی نے یہ حدیث حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً نقل کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: لَا طَلَاقَ اِلَّا لِعِدَّةٍ وَلَا عَتَاقَ اِلَّا لِوَجْهِ اللّٰهِ. یعنی عدت کے بغیر طلاق نہیں اور رضائے الٰہی کی نیت کے بغیر غلام کی آزدی نہیں۔ اس لئے مذکورہ بالا نص صریح کے ہوتے ہوئے حنفی قیاس مذکورہ بالا ائمہ کے نزدیک درست نہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۹۸)

بَاب ۷: إِذَا قَالَ لِعَبْدِهِ هُوَ لِلَّهِ وَنَوَى الْعِتْقَ وَالْإِشْهَادُ فِي الْعِتْقِ

(یہ باب اس بارہ میں ہے کہ) جب کوئی (شخص) اپنے غلام سے یہ کہے کہ وہ اللہ کا ہے اور اُس نے آزاد کرنے کی نیت کی ہو (تو وہ آزاد ہو جائے گا) اور آزاد کرتے وقت گواہ ٹھہرانے کا بیان

۲۵۳۰: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ نُمَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

۲۵۳۰: محمد بن عبداللہ بن نمیر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن بشر سے، محمد بن بشر نے اسماعیل سے، اسماعیل نے قیس سے، قیس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ لَمَّا أَقْبَلَ يُرِيْدُ الْإِسْلَامَ وَمَعَهُ غُلَامُهُ ضَلَّ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِنْ صَاحِبِهِ فَأَقْبَلَ بَعْدَ ذَلِكَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ جَالِسٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ هَذَا غُلَامُكَ قَدْ أَتَاكَ فَقَالَ: أَمَا إِنِّي أُشْهِدُكَ أَنَّهُ حُرٌّ قَالَ فَهُوَ حِيْنَ يَقُوْلُ:

يَا لَيْلَةً مِّنْ طُوْلِهَا وَعَنَائِهَا
عَلَى أَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ

اطرافه: ٢٥٣١، ٢٥٣٢، ٤٣٩٣.

سے روایت کی کہ جب وہ مسلمان ہونے کے ارادہ سے آئے اور ان کے ساتھ ان کا غلام بھی تھا تو ان میں سے ہر ایک راستہ بھول کر اپنے ساتھی سے الگ ہوگیا۔ پھر وہ غلام اس کے بعد آ گیا اور حضرت ابو ہریرہؓ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوہریرہؓ یہ لو تمہارا غلام تمہارے پاس آ گیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: سن لیجئے! میں آپؐ کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ وہ آزاد ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے جب وہ (مدینہ) پہنچے تھے، یہ شعر کہے تھے:

ہائے وہ رات جو کتنی طوالانی اور کیسی ایذا رساں تھی
ہاں یہ بات ہے کہ اس نے کفر کے گھر سے نجات دلا دی

٢٥٣١: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ قَيْسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ فِي الطَّرِيْقِ:

يَا لَيْلَةً مِّنْ طُوْلِهَا وَعَنَائِهَا
عَلَى أَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ

قَالَ وَأَبَقَ مِنِّي غُلَامٌ لِي فِي الطَّرِيْقِ قَالَ: فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ

۲۵۳۱: عبیداللہ بن سعید نے ہمیں بتایا۔ (کہا:) ابواُسامہ نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قیس سے، قیس نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میں نے راستہ میں یہ شعر کہا تھا:

ہائے وہ رات جو کتنی طوالانی اور کیسی ایذا رساں تھی
ہاں یہ بات ہے کہ اس نے کفر کے گھر سے نجات دلا دی

کہتے تھے: اور میرا ایک غلام راستے میں مجھ سے بھاگ گیا۔ اسی طرح بیان کرتے تھے کہ جب میں

فَبَايَعْتُهُ فَبَيْنَا أَنَا عِنْدَهُ إِذْ طَلَعَ الْغُلَامُ فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ هَذَا غُلَامُكَ فَقُلْتُ: هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللهِ فَأَعْتَقْتُهُ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میں نے آپؐ سے بیعت کی۔ ابھی میں آپؐ کے پاس ہی تھا کہ وہ غلام بھی آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: ابوہریرہؓ! یہ ہے تمہارا غلام۔ میں نے کہا: وہ اللہ کے لئے آزاد ہے۔ چنانچہ میں نے اسے آزاد کردیا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: لَمْ يَقُلْ أَبُو كُرَيْبٍ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ حُرٌّ.

ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: ابوکریب نے ابواُسامہ سے جو روایت کی اس میں لفظ ''آزاد'' نہیں۔

اطرافہ: ۲۵۳۰، ۲۵۳۲، ۴۳۹۳۔

۲۵۳۲: حَدَّثَنِيْ شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ: لَمَّا أَقْبَلَ أَبُوهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَمَعَهُ غُلَامُهُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْإِسْلَامَ فَأَضَلَّ[1] أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ بِهَذَا وَقَالَ- أَمَا إِنِّي أُشْهِدُكَ أَنَّهُ لِلَّهِ.

۲۵۳۲: شہاب بن عباد نے مجھ سے بیان کیا کہ ابراہیم بن حمید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسماعیل سے، اسماعیل نے قیس سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آئے اور ان کے ساتھ ان کا غلام بھی تھا اور وہ مسلمان ہونا چاہتے تھے تو ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے راستہ بھول[1] کر الگ ہوگیا۔ پھر یہی حدیث بیان کی۔ اس میں یوں ہے کہ سنئے! میں آپ کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ وہ اللہ کیلئے ہے۔

اطرافہ: ۲۵۳۰، ۲۵۳۱، ۴۳۹۳۔

تشریح: **اِذَا قَالَ لِعَبْدِهِ هُوَ لِلّٰهِ وَنَوَى الْعِتْقَ**: یہ باب اس امر کو ذہن نشین کرنے کی غرض سے قائم کیا گیا ہے کہ الفاظ کی نسبت نیت کا زیادہ اعتبار ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ سے متعلقہ روایت کے الفاظ هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ (روایت نمبر ۲۵۳۱) اس پر دلالت کرتے ہیں۔ ابوکریب کی روایت میں جو ابواُسامہ سے مروی ہے صرف یہ الفاظ مروی ہیں: هُوَ لِوَجْهِ اللّٰهِ. (دیکھئے بخاری، کتاب المغازی باب ۷۵ روایت نمبر ۴۳۹۳) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ و محمد بن سعد وغیرہ نے بھی یہی الفاظ نقل کئے ہیں۔[2]

(فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۰۲) (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۹۱)

---

[1] عمدۃ القاری میں اس جگہ ''فَضَلَّ'' کا لفظ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۹۲)

[2] (مسند احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة، جزء ۲ صفحه ۲۸۶)

(الطبقات الكبرىٰ لابن سعد، من بنی مالک بن أفعی اخوة أسلم جزء ۴ صفحه ۳۲۶)

اَلاِشْهَادُ فِـی الْعِتْقِ: دوسرا مسئلہ بوقت عتق شہادت ہونے یا نہ ہونے کی ضرورت سے متعلق ہے۔اس بارے میں استدلال بھی حضرت ابوہریرہؓ کے ہی الفاظ سے کیا گیا ہے۔حضرت ابوہریرہؓ ۶ھ میں مسلمان ہوئے اور انہوں نے سفر میں بڑی کوفت برداشت کی اور اس خوشی میں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کفر سے نجات دی ہے،کوفت بھول گئے اور جذباتِ شکر کے اظہار میں اپنا غلام آزاد کردیا۔تکمیل شہادت ثانوی حیثیت رکھتی ہے،اصل دارومدار نیت پر ہے۔الفاظ خواہ کچھ ہوں جیسا کہ مہلب کی رائے ہے۔(فتح الباری جزء۵صفحہ۲۰۱)اسی طرح شعبی،میسّب بن رافع،حماد بن ابی سلیمان اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی فتویٰ ہے۔(عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ۹۱)

بَاب۸ : أُمُّ الْوَلَدِ

(یہ باب)امّ ولد(کے بارے میں ہے)یعنی وہ لونڈی جس کے بطن سے بچہ پیدا ہو اور وہ ماں بن جائے

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّهَا.

حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہا: اس گھڑی (یعنی مسلمانوں کے تنزل کا زمانہ شروع ہونے) کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے گی۔

۲۵۳۳ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنْ يَّقْبِضَ إِلَيْهِ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ قَالَ عُتْبَةُ: إِنَّهُ ابْنِيْ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْفَتْحِ أَخَذَ سَعْدٌ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ فَأَقْبَلَ بِهِ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَقْبَلَ مَعَهُ بِعَبْدِ ابْنِ زَمْعَةَ فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ هٰذَا

۲۵۳۳: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔زہری سے روایت ہے۔انہوں نے کہا: عروہ بن زبیر نے مجھے بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص کو وصیت کی کہ وہ زمعہ کی لونڈی کے لڑکے کو اپنے پاس لے لے۔عتبہ نے کہا: وہ میرا بیٹا ہے۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے وقت وہاں آئے تو سعد نے زمعہ کی لونڈی کے لڑکے کو لے لیا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور عبد بن زمعہ کو بھی اپنے ساتھ لائے۔سعد نے کہا: یا رسول اللہ! یہ میرے

ابْنُ أَخِي عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ فَقَالَ عَبْدُ ابْنُ زَمْعَةَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ هَذَا أَخِي ابْنُ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ابْنِ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ فَإِذَا هُوَ أَشْبَهُ النَّاسِ بِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِيْهِ. قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: احْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتَ زَمْعَةَ مِمَّا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ وَكَانَتْ سَوْدَةُ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

بھائی کا بیٹا ہے۔اس نے مجھے وصیت کی تھی کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔عبد بن زمعہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے جو (میرے باپ) زمعہ کی لونڈی کا بیٹا ہے۔انہی کے بستر پر پیدا ہوا۔رسول اللہ ﷺ نے زمعہ کی لونڈی کے بیٹے کی طرف غور سے دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ تمام لوگوں سے اس (عتبہ) کے بہت مشابہ ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبد بن زمعہ یہ لڑکا تمہارے پاس رہے گا۔(آپؐ نے یہ اس لئے فرمایا) کیونکہ یہ اپنے باپ کے بستر پر پیدا ہوا تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہؓ بنت زمعہ سے فرمایا: تم اس سے پردہ کیا کرو کیونکہ آپؐ نے دیکھا کہ وہ شکل میں عتبہ سے ہم مشابہ ہے اور حضرت سودہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ تھیں۔

اطرافہ: ۲۰۵۳، ۲۲۱۸، ۲۴۲۱، ۲۷۴۵، ۴۳۰۳، ۶۷۴۹، ۶۷۶۵، ۶۸۱۷، ۷۱۸۲۔

تشریح: **اُمُّ الْوَلَدِ:** امّ الولد وہ لونڈی ہے جس کے اپنے مالک سے مباشرت کے نتیجہ میں بچہ پیدا ہو۔آیا وہ آزاد ہوگی یا لونڈی ہی رہے گی جو بیچی جاسکتی ہے۔اس بارے میں فقہاء سلف وخلف کے درمیان بہت اختلاف رہا ہے۔حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز اور اکثر تابعین کا اور امام مالکؒ وشافعیؒ اور اوزاعیؒ وغیرہ کا فتویٰ یہی تھا کہ وہ آزاد ہو جائے گی اور لونڈی کا سا سلوک اس کے ساتھ نہیں ہوگا بلکہ بیوی کا سا سلوک ہوگا۔اس کا بیچنا اور ہبہ کرنا ناجائز ہوگا۔جمہور علماء کا بھی یہی مذہب ہے۔(عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۹۲) (بدایۃ المجتھد، کتاب امھات الأولاد، المسئلۃ الاولیٰ، جزء ثانی صفحہ ۲۹۴، ۲۹۵) اس تعلق میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت کردہ حدیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔جس کے یہ الفاظ ہیں: اَیُّمَا امْرَأَةٍ وَلَدَتْ مِنْ سَیِّدِھَا فَھِیَ حُرَّةٌ بَعْدَ مَوْتِهِ. ☆ یعنی جب لونڈی کے ہاں اپنے مالک سے بچہ پیدا ہو تو وہ آقا کی وفات کے بعد آزاد ہوگی۔بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش پر آزاد قرار دیا تھا۔☆ گویہ روایت

☆ (المستدرک علی الصحیحین، کتاب البیوع، جزء ۲ صفحہ ۲۳)

محدثین کے نزدیک قوی نہیں مگر یہ امر واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بطور غلام اپنے پاس نہیں رکھا جیسا کہ حضرت عمرو بن حارثؓ کی روایت میں ان الفاظ سے تصریح ہے: **مَا تَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عِنْدَ مَوْتِہٖ عَبْدًا وَّلَا اَمَۃً** (روایت نمبر ۲۷۳۹) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت کوئی لونڈی غلام نہیں چھوڑا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کسی معین رائے کا اظہار نہیں کیا کیونکہ الفاظ ھُوَ لَکَ میں نہ لونڈی کے امّ الولد ہونے کا ذکر ہے اور نہ اس کی آزادی کا۔ علامہ ابن حجرؒ نے اس خاموشی کی یہ توجیہہ بھی کی ہے کہ کچھ صحابہ کرامؓ مثل حضرت ابوبکر، حضرت علی اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں امّ الولد کو فروخت کرنا مروی ہے۔ لیکن اس امر کی وضاحت نہیں کہ ان کا یہ فعل کس وقت اور کن حالات میں تھا۔ حضرت عمرؓ وغیرہ کا قول و عمل امّ الولد کی آزادی کے بارے میں مثبت اور زیادہ قوی ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۰۴)

اَنْ تَلِدَ الْاَمَۃُ رَبَّھَا: عنوان باب میں حضرت ابوہریرہؓ کی جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے اس کی تشریح کے لیے کتاب الایمان زیر باب ۳۷ روایت نمبر ۵۰ دیکھئے۔ قومی تباہی کے علل و اسباب اور اس کی علامتوں میں سے لونڈیاں بھی ہیں۔ اَنْ تَلِدَ الْاَمَۃُ رَبَّھَا. لونڈی اپنے مالک کو جنے گی یعنی وہ لونڈی ہی رہے گی اور آزاد نہ کی جائے گی۔ اس سے ضمناً یہ استدلال کیا گیا ہے کہ امّ الولد آزاد کی جائے؛ ورنہ اس کا لونڈی کی حالت میں رہنا قومی زوال کا موجب ہوگا۔ اگرچہ امام بخاریؒ سے متعلق یہ خیال کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی کوئی رائے ظاہر نہیں کی لیکن میرے نزدیک معنونہ حوالہ نے ان کی رائے بالکل واضح کر دی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال حضرت جابرؓ کی روایت سے ہے۔ جس کے یہ الفاظ ہیں: **بِعْنَا اُمَّھَاتِ الْاَوْلَادِ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ ﷺ وَاَبِیْ بَکْرٍ فَلَمَّا کَانَ عُمَرُ نَھَانَا فَانْتَھَیْنَا.** نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں ہم اپنی کنیزیں جو بچوں کی مائیں ہوتیں بیچا کرتے تھے۔ جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ہمیں اس سے روکا اور ہم رک گئے۔ یہ آخری اجماع ہے جو مستند روایت سے ثابت ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۰۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت سودہؓ زمعہ کی بیٹی تھیں اور اس وجہ سے زمعہ کی لونڈی کا بیٹا ان کا بھائی سمجھا جاتا تھا مگر جب ثابت ہوگیا کہ وہ زمعہ کا بیٹا نہیں بلکہ عتبہ بن ابی وقاص کا ہے تو نامحرم ہونے کی وجہ سے آپؐ نے حضرت سودہؓ کو اس سے پردہ کرنے کا ارشاد فرمایا۔ زمعہ مسلمان نہیں تھے اور ان کی لونڈی آیت اِلَّا مَا مَلَکَتْ کے تحت ملک یمین نہیں تھی۔ اس واقعہ سے بعض احناف نے استدلال کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ فرما کر لفظ فِرَاش (بستر) سے لونڈی کو بچے کی پیدائش پر بستر والی قرار دیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ وہ مالک کی ہمسر اور آزاد ہے جیسے بستر مالک کا ہے، بچے والی لونڈی کا بھی ہے اور اس اشتراک اور مساوات کی وجہ سے گویا وہ آزاد ہے۔ یہ تاویل بہت دُور کی ہے اور اس باب میں ردّ کر دی گئی ہے۔ جمہور کے نزدیک مذکورہ بالا حدیث سے نہ تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ امّ الولد آزاد ہے اور نہ یہ کہ وہ آزاد نہیں ہے بجز اس کے کہ تکلف سے استدلال کیا جائے۔

(فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۰۳) (عمدۃ القاری جلد ۱۳ صفحہ ۹۲، ۹۳)

بَاب ۹ : بَيْعُ الْمُدَبَّرِ

اس غلام کو بیچنے کا بیان جسے اس کا مالک اپنے مرنے کے بعد آزاد قرار دے

٢٥٣٤ : حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَعْتَقَ رَجُلٌ مِنَّا عَبْدًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِ فَبَاعَهُ قَالَ جَابِرٌ: مَاتَ الْغُلَامُ عَامَ أَوَّلَ.

۲۵۳۴: آدم بن ابی ایاس نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ عمرو بن دینار نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: ہم میں سے ایک شخص نے اپنے غلام کو اپنے مرنے کے بعد آزاد قرار دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس غلام کو بلوا بھیجا اور بیچ دیا۔ حضرت جابرؓ کہتے تھے: وہ غلام پہلے سال ہی مر گیا۔

اطرافهُ: ٢١٤١، ٢٢٣٠، ٢٢٣١، ٢٤٠٣، ٢٤١٥، ٦٧١٦، ٦٩٤٧، ٧١٨٦۔

تشریح: **بَيْعُ الْمُدَبَّرِ**: عنوان باب بلاخبر ہے۔ یہ مضمون کتاب البیوع میں زیر باب ۱۱۰ روایت نمبر ۲۲۳۰ بھی دیکھئے۔ جہاں ایسے غلام اور لونڈی کے ضرورتاً بیچنے کا جواز بیان کیا گیا؛ جسے مالک نے اپنے مرنے کے بعد آزاد قرار دینے کا فیصلہ کر لیا ہو۔

آزادی کا اعلان کرنے والا شخص اس کے بعد مفلس ہو گیا اور اس کے پاس سوائے اس غلام کے کوئی مال نہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حالات میں اس کے غلام کو آٹھ سو درہم پر بیچا جسے حضرت نعیمؓ نے خریدا۔ (دیکھئے روایت نمبر ۶۷۱۶) ان کا پورا نام نعیم بن عبداللہ بن اُسید بن عبد بن عوف ہے۔ یہ قرشی عدوی ہیں۔ حضرت عمرؓ سے قبل مسلمان ہوئے تھے لیکن انہوں نے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھا۔ انہوں نے ہجرت کرنی چاہی تو خاندان کے لوگوں نے کہا: تم اپنے دین پر ہی رہو۔ ہمیں تمہارے عقیدے سے کوئی سروکار نہیں۔ یہ اپنے خاندان کے یتامیٰ اور بیوگان پر خرچ کرتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر انہوں نے ہجرت کی۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۰۵)

لونڈی اور غلام آزاد کرنے کی ایک صورت یہ بھی جائز ہے کہ کوئی شخص یہ کہہ دے کہ میرے مرنے کے بعد میرا غلام آزاد ہو گا۔ مذکورہ بالا واقعہ میں جو روک پیدا ہوئی وہ ایک عارضی سبب سے تھی۔ فقہاء نے اس صورت کو بھی قانونی شکل دی ہے کہ وارث ایسے آزاد کردہ غلام کی آزادی میں روک پیدا نہیں کر سکتے اور نہ وہ فروخت کیا جا سکتا ہے۔

بَاب ١٠ : بَيْعُ الْوَلاَءِ وَهِبَتُهُ

غلام اور لونڈی کا ترکہ بیچنا اور اس کا ہبہ کرنا

٢٥٣٥ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ دِيْنَارٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَلاَءِ وَعَنْ هِبَتِهِ.

طرفه: ٦٧٥٦.

۲۵۳۵: ابوالولید نے ہمیں بتایا کہ شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عبداللہ بن دینار نے مجھے بتایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام اور لونڈی کے ورثہ کو بیچنے اور اس کے ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

٢٥٣٦ : حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتِ اشْتَرَيْتُ بَرِيْرَةَ فَاشْتَرَطَ أَهْلُهَا وَلاَءَهَا فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَعْتِقِيْهَا فَإِنَّ الْوَلاَءَ لِمَنْ أَعْطَى الْوَرِقَ فَأَعْتَقْتُهَا فَدَعَاهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَيَّرَهَا مِنْ زَوْجِهَا فَقَالَتْ: لَوْ أَعْطَانِي كَذَا وَكَذَا مَا ثَبَتُّ عِنْدَهُ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا.

۲۵۳۶: عثمان بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ جریر (بن عبدالحمید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابراہیم سے، ابراہیم نے اَسود سے، اَسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ کہتی تھیں: میں نے بریرہؓ کو خریدا تو اس کے مالکوں نے اس کی وراثت لینے کی شرط کی۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: تم اس کو لے کر آزاد کر دو کیونکہ وراثت تو اسی کی ہوگی جس نے روپیہ خرچ کیا۔ تو میں نے اس کو آزاد کر دیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہؓ کو بلوایا اور آپؐ نے اس کو اس کے خاوند سے متعلق بھی اختیار دیا۔ وہ کہنے لگی کہ اگر وہ مجھے اتنا اتنا مال بھی دے تب بھی میں اس کے پاس نہیں رہوں گی پھر اس نے اپنی مرضی کے مطابق کیا۔

اطرافه: ٤٥٦، ١٤٩٣، ٢١٥٥، ٢١٦٨، ٢٥٦٠، ٢٥٦١، ٢٥٦٣، ٢٥٦٤، ٢٥٦٥، ٢٥٧٨، ٢٧١٧، ٢٧٢٦، ٢٧٢٩، ٢٧٣٥، ٥٠٩٧، ٥٢٧٩، ٥٢٨٤، ٥٤٣٠، ٦٧١٧، ٦٧٥١، ٦٧٥٤، ٦٧٥٨، ٦٧٦٠.

تشریح: **بَيْعُ الْوَلَاۗءِ وَ هِبَتُهُ:** آزادی کے تعلق میں یہاں ایک چوتھا قانون بیان ہوا ہے کہ لونڈی غلام بغیر شرط ولاء (حق وراثت) آزاد ہوں گے اور آزاد کرنے والے شخص کے ساتھ آزاد شدہ لونڈی غلام کا تعلق مددگاروں اور اعزہ اقارب سا ہوگا۔ ان کی اسی حیثیت کی وجہ سے ان کا لقب مولیٰ یا مولاۃ رکھا گیا ہے۔ مولا کے معنی ہیں دوست ومعاون۔ اسی سے لفظ موالاۃ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لفظ مولیٰ انہیں معنوں میں استعمال ہوتا تھا جن معنوں میں آج کل لفظ Ally استعمال ہوتا ہے جو دراصل عربی لفظ وِلَایَۃٌ اور وِلَا کی تبدیل شدہ شکل ہے۔ اسلامی قانون میں آزادی کے بعد غلام اور لونڈی کو لاوارث اور کسمپرسی کی حالت میں نہیں رہنے دیا گیا بلکہ آزاد کرنے والے خاندان کے ساتھ ان کے تعلقات مضبوطی سے قائم رکھے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ آزاد کرنے والا اگر لاوارث رہے تو آزاد شدہ لونڈی اور غلام اس کے وارث ہوں گے اور اگر لونڈی غلام لاوارث ہونے کی حالت میں مریں تو آزاد کرنے والا ان کا وارث ہوگا۔ یہ قانون بھی غلاموں کی بہبود اور معاشرہ کی مضبوطی کے لئے ہے۔

بَاب ۱۱: إِذَا أُسِرَ أَخُو الرَّجُلِ أَوْ عَمُّهُ هَلْ يُفَادَى إِذَا كَانَ مُشْرِكًا؟

جب کسی کا مشرک بھائی یا چچا جنگ میں قید کرلیا جائے تو کیا فدیہ دے کر اس کو چھڑا لیا جائے؟

وَقَالَ أَنَسٌ: قَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَادَيْتُ نَفْسِي وَفَادَيْتُ عَقِيلًا. وَكَانَ عَلِيٌّ لَهُ نَصِيبٌ مِنْ تِلْكَ الْغَنِيْمَةِ الَّتِي أَصَابَ مِنْ أَخِيْهِ عَقِيْلٍ وَعَمِّهِ عَبَّاسٍ.

اور حضرت انسؓ کہتے تھے کہ حضرت عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میں نے اپنا فدیہ ادا کیا اور عقیل کا بھی۔ اور حضرت علیؓ کا اس غنیمت میں حصہ تھا جو ان کو اپنے بھائی عقیلؓ اور چچا عباسؓ سے حاصل ہوئی تھی۔

۲۵۳۷: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْأَنْصَارِ اسْتَأْذَنُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا:

۲۵۳۷: اسماعیل بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے موسیٰ بن عقبہ سے، موسیٰ نے ابن شہاب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ چند انصار نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگی اور کہا: آپؐ ہمیں اجازت

ائْذَنْ لَنَا فَلْنَتْرُكْ لِابْنِ أُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَهُ فَقَالَ: لَا تَدَعُوْنَ مِنْهُ دِرْهَمًا.

دیں کہ ہم اپنی بہن کے بیٹے عباسؓ کو اس کا فدیہ چھوڑ دیں۔ آپؐ نے فرمایا: اس کا ایک درہم بھی نہ چھوڑنا۔

اطرافہ: ۳۰۴۸، ۴۰۱۸۔

تشریح: اِذَا اُسِرَ اَخُو الرَّجُلِ اَوْ عَمُّهُ هَلْ يُفَادَى اِذَا كَانَ مُشْرِكًا: سنن ابوداؤد وغیرہ میں اس مفہوم کی روایات وارد ہوئی ہیں کہ رشتہ دار اگر اسیر ہونے کی وجہ سے کسی کی مِلک میں ہو جائیں تو وہ بغیر فدیہ آزاد قرار پائیں گے۔ اس بارہ میں مشہور حدیث حضرت سمرہ بن جندبؓ کی ہے جو متعدد سندوں سے مروی ہے۔ حسن بصریؒ اور حمادؒ کی سند سے اس روایت کے یہ الفاظ ہیں: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ مَّلَکَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ. (ابوداؤد، کتاب العتق، باب فیمن ملک ذا رحم محرم) ترمذی[۱] اور ابن ماجہ[۲] نے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ نسائی[۳] کی روایت میں صرف ذَا مَحْرَمٍ ہے بجائے ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ کے۔ اس حدیث کا لفظی ترجمہ یہ ہے: جو شخص اپنے محرم رشتہ دار کا مالک ہوا تو وہ مملوک رشتہ دار آزاد ہے۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی کمزوری کی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے یہ باب قائم کیا ہے۔ علی بن مدینی نے یہ روایت مستنکر، ترمذی نے مرسل اور ابوداؤد نے منفرد قرار دی ہے کہ حماد بن سلمہ کے سوا اِس کا اور کوئی راوی نہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۰۷) علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابن حجرؒ کی رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ کیونکہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں امام احمد بن حنبلؒ کی یہی روایت دو واسطوں سے مرفوعاً نقل کی ہے۔ بسند حماد بن سلمہ عن عاصم الاحول وقتادہ عن الحسن عن سمرة اور عبداللہ بن دینار عن ابن عمرؓ. اور یہ کہنا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، علامہ عینی کے نزدیک مسلّم نہیں کیونکہ امام احمد بن حنبلؒ نے ان الفاظ سے تصریح کی ہے: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَالْمَحْفُوْظُ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ وَصَحَّحَهُ اَيْضًا ابْنُ حَزْمٍ وَابْنُ الْقَطَّانِ وَقَالَ ابْنُ حَزْمٍ هٰذَا خَبَرٌ صَحِيْحٌ تَقُوْمُ بِهِ الْحُجَّةُ كُلُّ مَنْ رَوَاهُ ثِقَاتٌ. یعنی یہ روایت امام بخاریؒ اور امام مسلم کی شروط صحت کے مطابق ہے اور ابن حزم اور ابن قطان نے بھی صحیح قرار دی ہے اور کہا ہے کہ اس کے راوی قابل اعتبار ہیں۔ ان کا حوالہ نقل کرنے کے بعد علامہ عینیؒ کہتے ہیں کہ اگر ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے تسلیم کی جائے تو ضمرة بن ربیعہ جیسے ثقہ راوی کی تکذیب لازم آئے گی جنہوں نے سفیان ثوری سے بھی یہی حدیث نقل کی ہے۔ اُن سے بڑھ کر ثقہ شام میں اور کوئی نہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ اور ابن سعد کی ضمرة بن ربیعہ سے متعلق یہ شہادت ہے: كَانَ ثِقَةً مَاْمُوْنًا لَمْ يَكُنْ هُنَاكَ اَفْضَلَ مِنْهُ. وہ قابل اعتماد و اطمینان تھے۔ ان سے افضل اور کوئی نہ تھا، اور ابن یونس کی رائے ہے: كَانَ

[۱] (ترمذی، کتاب الاحکام عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فیمن ملک ذا رحم محرم)

[۲] (ابن ماجہ، کتاب الاحکام، من ملک ذا رحم محرم فهو حرّ)

[۳] (السنن الکبریٰ للنسائی، من ملک ذا رحم محرم، جزء۳ صفحہ۱۷۳)

فَقِيهُ اَهْلِ فَلَسْطِيْنَ فِيْ زَمَانِهِ. کہ وہ اپنے زمانہ میں اہل فلسطین کے فقیہہ تھے۔ وَالْحَدِيْثُ اِذَا انْفَرَدَ بِهِ مِثْلُ هٰذَا كَانَ صَحِيْحًا وَلَا يَضُرُّهُ تَفَرُّدُهُ. اور اگر حدیث بیان کرنے میں وہ تنہا بھی ہوں؛ تب بھی ان کی روایت مخدوش نہیں۔

(عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۹۶، ۹۷)

مذکورہ بالا تفصیلی بحث مدنظر رکھ کر اگر عنوان باب کی ترکیب پر نظر ڈالی جائے تو مندرجہ ذیل اُمور امام بخاریؒ کی رائے پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اوّل: لفظ اسیر جنگی قیدی کے لئے ہے۔ دوم: الفاظ اَخُوا الرَّجُلِ اَوْ عَمُّهُ جو زیر باب روایت سے ماخوذ ہیں کہ عباسؓ اور عقیلؓ جو جنگ بدر میں قید ہوئے ان میں سے ایک چچا تھے اور دوسرے بھائی۔ سوم: الفاظ هَلْ يُفَادَى استفتاء کی صورت ہے کہ آیا فدیہ کے ذریعے آزاد کرائے جائیں۔ چہارم: الفاظ اِذَا كَانَ مُشْرِكًا جب ان میں سے کوئی قیدی مشرک ہو۔

یہ چاروں قرینے ایسے ہیں جن سے ظاہر ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی روایت بجائے ردّ کرنے کے درست تسلیم کی ہے اور صرف جنگی قیدیوں سے مخصوص سمجھی گئی ہے کہ ان سے فدیہ بصورتِ مبادلہ اسیر یا نقدی لے کر انہیں آزاد کیا جائے۔ روایت مندرجہ بالا بھی اسی مفہوم کی تائید کرتی ہے مگر سوال یہ ہے کہ فدیہ لے کر آزادی کا مسئلہ تو ہر اسیر سے متعلق ہے، اس میں رشتہ دار قیدی کی کیا تخصیص۔ اسیرانِ بدر چالیس اوقیہ سونا فی کس لے کر آزاد کئے گئے تھے اور حضرت عباسؓ کے ساتھ رشتہ داری کی وجہ سے رعایت نہیں کی گئی۔ غرض حضرت سمرہ بن جندبؓ والی روایت کا مفہوم اس واقعہ کے تحت محدود کرنا ہوگا کہ بذریعہ فدیہ اسیر آزاد کرانا ان کے رشتہ داروں پر واجب ہے۔ لونڈی غلام کی آزادی کے تعلق میں اسلامی شریعت کا یہ چوتھا قانون ہے اور اسی قانونی نقطۂ نظر سے فقہاء نے اس مسئلہ میں بحث اٹھائی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مذکورہ بالا ارشادِ نبوی کے تحت صرف وارث رشتہ دار آزاد کرائے جائیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے مگر انہوں نے بھائیوں کو مستثنیٰ کیا ہے کیونکہ عقیل جو حضرت علیؓ کے بھائی تھے بغیر فدیہ آزاد نہیں ہوئے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نسب میں ہر محرم رشتہ دار مملوک ہونے پر آزاد قرار پائے گا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے۔ جمہور کا مذہب بھی یہی ہے۔ مگر اس سے ظاہر ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک حضرت سمرہ بن جندبؓ کی یہ حدیث بلحاظ صحت سند درست ہے۔ تفصیل کیلئے عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۹۶، ۹۷ نیز بدایۃ المجتھد، کتاب العتق، جزء ثانی صفحہ ۲۷۸ دیکھئے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوانِ باب میں بھائی یا چچا کا ذکر خاص کر اسی فقہی اِختلاف ہی کی وجہ سے نمایاں کیا ہے۔ فقہاء نے اس تعلق میں یہ صراحت بھی کی ہے کہ رشتہ دار قیدی کی خرید وفروخت جائز نہیں۔

بَاب ۱۲ : عِتْقُ الْمُشْرِكِ

مشرک کا کسی غلام کو آزاد کرنا

۲۵۳۸ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ أَخْبَرَنِي أَبِي أَنَّ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَعْتَقَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِائَةَ رَقَبَةٍ وَحَمَلَ عَلَى مِائَةِ بَعِيْرٍ فَلَمَّا أَسْلَمَ حَمَلَ عَلَى مِائَةِ بَعِيْرٍ وَأَعْتَقَ مِائَةَ رَقَبَةٍ قَالَ: فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ أَرَأَيْتَ أَشْيَاءَ كُنْتُ أَصْنَعُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا يَعْنِي أَتَبَرَّرُ بِهَا قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ.

۲۵۳۸: عبید بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ابواُسامہ نے ہمیں بتایا کہ ہشام سے مروی ہے۔ (انہوں نے کہا:) مجھے میرے باپ نے بتایا کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے جاہلیت میں ایک سو گردنیں آزاد کی تھیں اور ایک سو اُونٹ لوگوں کو سواری کے لئے دیئے۔ جب وہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے پھر سو اُونٹ سواری کے لئے لوگوں کو دیئے اور ایک سو غلام آزاد کئے۔ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ کو علم ہی ہے جو کام میں جاہلیت میں کیا کرتا تھا۔ میں انہیں عبادت سمجھ کر کیا کرتا تھا یعنی نیکی سمجھ کر کیا کرتا تھا۔ (کیا اُن پر بھی مجھے ثواب ملے گا؟) کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو ان بھلائیوں کی وجہ سے ہی اسلام قبول کرنے کی توفیق ملی ہے جو تم سے پہلے ہوئیں۔

اطرافهُ: ١٤٣٦، ٢٢٢٠، ٥٩٩٢.

تشریح: **عِتْقُ الْمُشْرِكِ:** عِتْقُ الْمُشْرِكِ میں اضافت فاعل کی طرف بھی ہے اور مفعول کی طرف بھی۔ مشرک کا آزاد کرنا اور مشرک کو آزاد کرانا دونوں کام نیک ہیں؛ جن پر ثواب مرتب ہوتا ہے۔

اَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ: یہ مبنی بر حکمت فقرہ بھی جوامع الکلم میں سے ہے۔ نیکی کبھی ضائع نہیں ہوتی۔ اپنا نیک نتیجہ کسی نہ کسی وقت ضرور ظاہر کرتی ہے۔ یہی روایت کتاب الزکوٰۃ باب ۲۴ روایت نمبر ۱۴۳۶ میں مذکور ہے۔

بَاب ۱۳ : مَنْ مَّلَكَ مِنَ الْعَرَبِ رَقِيْقًا فَوَهَبَ وَبَاعَ وَجَامَعَ وَفَدَى وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ

(اس بات کا بیان کہ) جس نے عربوں میں سے کسی کو غلام بنایا اور پھر اس کو ہبہ کر دیا یا بیچ دیا یا (عربی لونڈی سے) تعلقات زوجیت قائم کئے یا (غلام کو) فدیہ لے کر چھوڑ دیا اور بچوں کو قید کر لیا (تو اس کا کیا حکم ہے؟)

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّ جَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (النحل: ٧٦)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر: اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے ایک شخص کی جو کسی کا غلام ہو جو کسی بات پر اختیار نہیں رکھتا اور اس شخص کی جس کو ہم نے اپنے پاس سے اچھا رزق دیا ہے اور وہ اس رزق سے پوشیدہ طور پر بھی اور کھلے طور پر بھی خرچ کرتا ہے۔ کیا یہ دونوں آپس میں برابر ہیں؟ سب خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں مگر ان میں سے بہت ہیں جو علم نہیں رکھتے۔

٢٥٣٩-٢٥٤٠: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ذَكَرَ عُرْوَةُ أَنَّ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ حِيْنَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ فَسَأَلُوْهُ أَنْ يَّرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ. فَقَالَ: إِنَّ مَعِي مَنْ تَرَوْنَ وَأَحَبُّ الْحَدِيْثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ فَاخْتَارُوْا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا الْمَالَ وَإِمَّا السَّبْيَ وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِهِمْ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۵۳۹-۲۵۴۰: ابن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے روایت کی کہ عروہ نے ذکر کیا۔ مروان اور مسور بن مخرمہ نے انہیں بتایا کہ نبی ﷺ کے پاس جب ہوازن کے نمائندے آئے اور انہوں نے آپؐ سے درخواست کی کہ انہیں ان کے اموال اور قیدی واپس کر دیئے جائیں تو آنحضرت ﷺ (خطبہ دینے کیلئے) کھڑے ہوئے اور فرمایا: تم دیکھتے ہو جو لوگ میرے ساتھ ہیں (یعنی میں اکیلا نہیں۔ اکیلا ہوتا تو تم کو تمہارے اموال اور قیدی واپس دے دیتا) اور نہایت پیاری بات مجھے وہ لگتی ہے جو سچی ہو۔ اس لئے تم دو باتوں میں سے ایک بات پسند کر لو۔ یا تو مال لے لو یا قیدی۔ اور میں نے تو ان قیدیوں کے تقسیم کرنے میں

انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِيْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوْا: فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ قَدْ جَاءُوْنَا تَائِبِيْنَ وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُّطَيِّبَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّكُوْنَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيْءُ اللهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ فَقَالَ النَّاسُ: طَيَّبْنَا لَكَ ذَلِكَ قَالَ: إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ مِمَّنْ لَّمْ يَأْذَنْ فَارْجِعُوْا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ ثُمَّ رَجَعُوْا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوْهُ أَنَّهُمْ طَيَّبُوْا وَأَذِنُوْا. فَهٰذَا الَّذِي بَلَغَنَا عَنْ سَبْيِ هَوَازِنَ.

اس لئے دیر کی تھی کہ تم آجاؤ۔ اور نبی ﷺ نے، جب آپؐ طائف سے واپس لوٹے، اس پر دس سے کچھ زائد راتیں ان کا انتظار کیا تھا۔ جب انہیں یہ اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ نبی ﷺ ان کو دو چیزوں میں سے ایک ہی چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا: پھر ہم اپنے قیدیوں کو لینا پسند کرتے ہیں۔ اس پر نبی ﷺ لوگوں کے درمیان خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور اللہ کی وہ تعریف کی جو اس کے شایانِ شان ہے۔ پھر آپؐ نے اس کے بعد فرمایا: دیکھو! تمہارے بھائی ہمارے پاس توبہ کر کے آئے ہیں اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کو ان کے قیدی واپس دے دوں۔ اس لئے جو تم میں سے بخوشی واپس کرنا چاہے تو چاہیے کہ وہ واپس کردے اور جو یہ چاہے کہ وہ اپنے حصے پر ہی قائم رہے تو چاہیے کہ وہ بھی واپس کردے اور اس وقت کا انتظار کرے جب اللہ تعالیٰ ہم کو (اس کے بعد) پہلا مالِ غنیمت دے تو ہم اس میں سے اس کو حصہ دے دیں گے۔ لوگوں نے کہا: ہم حضور کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ہم نہیں جانتے کہ تم میں سے کس نے اجازت دی اور کس نے اجازت نہیں دی۔ تم واپس جاؤ یہاں تک کہ تمہارے سربراہ ہمارے پاس تمہارا مشورہ پیش کریں۔ لوگ واپس چلے گئے اور ان کے سربراہوں نے ان سے گفتگو کی۔ اس کے بعد وہ نبی ﷺ کے پاس واپس آئے اور انہوں نے آپؐ کو بتایا کہ وہ لوگ خوش ہیں اور انہوں نے اجازت دے دی ہے۔ (زہری نے کہا:) سو یہ وہ خبر ہے جو ہمیں ہوازن کے قیدیوں سے متعلق پہنچی ہے۔

اطرافہ: ۲۳۰۷-۲۳۰۸، ۲۵۸۳-۲۵۸۴، ۲۶۰۷-۲۶۰۸، ۳۱۳۱-۳۱۳۲، ۴۳۱۸-۴۳۱۹، ۷۱۷۶-۷۱۷۷.

وَقَالَ أَنَسٌ: قَالَ عَبَّاسٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: {فَادَيْتُ☆ نَفْسِي} وَفَادَيْتُ عَقِيْلًا.

اور حضرت انسؓ کہتے تھے کہ حضرت عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میں نے اپنا☆ فدیہ بھی دے دیا ہے اور عقیل کا بھی۔

اطرافہ: ۴۲۱، ۳۰۴۹، ۳۱۶۵۔

۲۵۴۱: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى نَافِعٍ فَكَتَبَ إِلَيَّ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَغَارَ عَلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَهُمْ غَارُّوْنَ وَأَنْعَامُهُمْ تُسْقَى عَلَى الْمَاءِ فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَهُمْ وَسَبَى ذَرَارِيَّهُمْ وَأَصَابَ يَوْمَئِذٍ جُوَيْرِيَةَ. حَدَّثَنِي بِهِ ابْنُ عُمَرَ وَكَانَ فِي ذَلِكَ الْجَيْشِ.

۲۵۴۱: علی بن حسن نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا: عبداللہ) ابن عون نے ہمیں بتایا۔ کہتے تھے: میں نے نافع کو لکھا تو انہوں نے مجھے جواب میں یہ لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر حملہ کیا۔ وہ غفلت میں تھے اور ان کے مواشی کو پانی پلایا جا رہا تھا اور آپؐ نے ان میں سے لڑنے والوں کو جنگ میں قتل کر دیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا اور اسی جنگ میں حضرت جویریہؓ آپؐ کو (آپؐ کے) حصے میں ملیں۔ (نافع نے کہا:) یہ واقعہ حضرت (عبداللہ) بن عمرؓ نے مجھے بتایا تھا اور وہ اس لشکر میں شامل تھے۔

۲۵۴۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى ابْنِ حَبَّانَ عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيْزٍ قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ

۲۵۴۲: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے، ربیعہ نے محمد بن یحيٰ بن حبان سے، انہوں نے (عبداللہ) بن محیریز سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں حضرت ابوسعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے ملا۔ ان سے میں نے (عزل کا مسئلہ) پوچھا تو انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بنی مصطلق کی

☆ الفاظ "فَادَيْتُ نَفْسِي" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ۲۱۰) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

فَأَصَبْنَا سَبْيًا مِّنْ سَبْيِ الْعَرَبِ فَاشْتَهَيْنَا النِّسَاءَ فَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ وَأَحْبَبْنَا الْعَزْلَ فَسَأَلْنَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَّا تَفْعَلُوْا مَا مِنْ نَّسَمَةٍ كَائِنَةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا وَهِيَ كَائِنَةٌ.

جنگ میں نکلے تھے اور ہم نے عرب کے چند قیدی حصے میں پائے۔ ہمیں عورتوں کی خواہش ہوئی کیونکہ بے وطنی ہم پر بہت ہی شاق گزر رہی تھی اور ہم چاہتے تھے کہ مباشرت کے وقت حمل نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ سے ہم نے پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: عزل نہ بھی کرو تو مضائقہ نہیں۔ جو جان بھی قیامت تک ہونے والی ہے، وہ تو ضرور ہو کر رہے گی۔

اطرافه: ۲۲۲۹، ٤۱۳۸، ٥۲۱۰، ٦٦۰۳، ۷٤۰۹۔

٢٥٤٣: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَا أَزَالُ أُحِبُّ بَنِي تَمِيْمٍ.

۲۵۴۳: زہیر بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ جریر (بن عبدالحمید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمارہ بن قعقاع سے، عمارہ نے ابوزُرعہ سے، ابوزُرعہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: مجھے ہمیشہ ہی بنی تمیم سے محبت رہی ہے۔

وَ حَدَّثَنِي ابْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنِ الْمُغِيْرَةِ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

نیز (محمد) بن سلام نے بھی مجھ سے بیان کیا کہ جریر بن عبدالحمید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مغیرہ سے، مغیرہ نے حارث (بن یزید) سے، حارث نے ابوزُرعہ سے، ابوزُرعہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی۔

وَعَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: مَا زِلْتُ أُحِبُّ بَنِي تَمِيْمٍ مُنْذُ ثَلَاثٍ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْهِمْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: هُمْ أَشَدُّ أُمَّتِي عَلَى الدَّجَّالِ قَالَ: وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

اور (مغیرہ نے) عمارہ سے، عمارہ نے ابوزُرعہ سے، ابوزُرعہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے تین باتیں سنی ہیں جو آپؐ نے ان کے متعلق فرمائیں؛ بنی تمیم سے مجھے محبت رہتی ہے۔ میں نے آپؐ سے سنا، آپؐ فرماتے تھے کہ وہ میری امت میں سے سب سے بڑھ کر دجال کے مخالف ہوں گے۔ کہتے تھے: ان کی زکوٰۃ

هٰذِهِ صَدَقَاتُ قَوْمِنَا وَكَانَتْ سَبِيَّةٌ مِّنْهُمْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَ: أَعْتِقِيْهَا فَإِنَّهَا مِنْ وَّلَدِ إِسْمَاعِيْلَ.

کے اموال آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ ہماری قوم کے زکوۃ کے اموال ہیں اور اُن میں سے ایک قیدی عورت حضرت عائشہؓ کے پاس تھی تو آپؐ نے فرمایا: اسے آزاد کردو کیونکہ یہ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ہے۔

طرفہ: ٤٣٦٦۔

تشریح: مَنْ مَّلَکَ مِنَ الْعَرَبِ رَقِيْقًا فَوَهَبَ وَبَاعَ وَجَامَعَ وَفَدَى وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ: عنوان باب میں چھ مسئلوں کا ذکر ہے: ۱۔کسی عرب کو غلام بنانا ۲۔اُس کا ہبہ کرنا ۳۔یا بیچنا ۴۔فدیہ لے کر جنگی قیدی آزاد کرنا ۵۔بچوں کو قیدی بنانا ۶۔لونڈی کے بچے کی حیثیت۔ یہ مشہور فقہی مسئلے ہیں جن کے بارے میں فقہاء نے مختلف اعتبار سے الگ الگ نظریے قائم کئے ہیں۔ جمہور کے نزدیک غلام کے بارے میں خواہ وہ عرب کا ہو یا عجم کا کوئی فرق نہیں اور لونڈی سے شادی کے نتیجہ میں مولود حسب سمجھوتا غلام یا آزاد متصور ہوگا۔ امام اوزاعیؒ اور امام ثوریؒ وغیرہ کے نزدیک وہ آزاد قرار دیا جائے گا بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک ماں بھی آزاد متصور ہوگی۔ جمہور کا مذہب بھی یہی ہے کہ بچے آزادی یا غلامی میں ماں کے تابع ہیں۔ اگر ماں بحیثیت امّ الولد آزاد ہو تو بچے بھی آزاد ہوں گے اور اگر وہ آزاد نہ ہو تو یہ بھی آزاد نہ ہوں گے اور ایک شاذ رائے یہ بھی ہے کہ اگر باپ عربی النسل ہو تو بچے آزاد متصور ہوں گے ورنہ نہیں۔ تفصیل کیلئے بداية المجتهد- كتاب امهات الاولاد، المسئلة الاولىٰ، جزء ثانی، صفحہ ۲۹۴، ۲۹۵ نیز فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۱۱ نیز عمدۃ القاری جلد ۱۳ صفحہ ۱۰۰ دیکھئے۔ مذکورہ بالا فقہی مسائل کا حل احادیث زیرِ باب میں موجود ہے۔

جواز ہبہ کا حل پہلی روایت میں ہے۔ فدیہ دوسری روایت سے ثابت ہے جو حضرت انسؓ سے زیرِ باب ۱۱ گزر چکی ہے اور بچوں کے بطور قیدی رکھنے کا جواز تیسری روایت (نمبر ۲۵۴۱) سے اور مباشرت کا جواز چوتھی روایت (نمبر ۲۵۴۲) سے جس کے راوی حضرت ابوسعید خدریؓ ہیں جنہوں نے عزل کے بارے میں فتویٰ پوچھا تھا اور لونڈی غلام کو آزاد کرنے سے متعلق ارشادِ نبویؐ روایت (نمبر ۲۵۴۳) کی دوسری سند میں نقل کیا گیا ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا ......: عنوان باب میں مندرجہ آیت کے منشاء و مدعا کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو اصل موضوع ہے اس باب کا۔ پوری آیت یہ ہے: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (النحل: ۷۶) یعنی اللہ تمہارے سمجھانے کے لئے ایک ایسے بندے کی مثال بیان کرتا ہے جو غلام ہو اور کسی بات کی بھی قدرت نہ رکھتا ہو اور اس کے مقابلہ میں اس بندہ کی مثال بھی جسے ہم نے اپنے پاس سے اچھا رزق دیا ہو اور وہ اس میں سے پوشیدہ طریق سے بھی خرچ کرتا ہو اور اعلانیہ طور پر بھی۔ کیا یہ دونوں قسم کے انسان برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ہر خوبی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

قابل غور سوال یہ ہے کہ محولہ بالا آیت کا مسائل معنونہ کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ ابن منیرؒ کا خیال ہے کہ اس آیت میں

مطلق عبد کا ذکر ہے۔ عربی ہو یا عجمی، کسی غلام کی تخصیص نہیں، یعنی دونوں غلام بنائے جاسکتے ہیں۔ بقول ابن بطالؒ بعض شارحین کی رائے یہ ہے کہ اس آیت سے ظاہر ہے کہ کسی کو غلام بنانا مناسب نہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۱۱) یہ رائے زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ مذکورہ بالا مثال میں آزادی اور غلامی دونوں حالتیں بیان کر کے حالت غلامی جو ادنیٰ ہے، حمد باری تعالیٰ کے خلاف قرار دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ جہالت کا نتیجہ ہے۔ غلام بنانا، اس کو بیچنا، قید میں رکھنا، لونڈی سے عزل اور بچوں سے قیدی کا سلوک کرنا؛ یہ ایسی باتیں ہیں جن کا تعلق ادنیٰ حالات تمدّن بشری سے ہے۔ شریعت اسلامیہ کا مطمح نظر اس ادنیٰ حالت کو مٹانا اور اعلیٰ حالت کو پیدا کرنا ہے جو حمد باری تعالیٰ کے شایانِ شان ہو۔ اسلام کی ساری تعلیم کا منشاء اسی ایک مرکزی نقطہ کے اردگرد چکر لگاتا ہے کہ انسان صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہوکر ان قیود سے آزاد ہو؛ جن میں جکڑ کر وہ اپنی فطرت کے اعلیٰ تقاضے پورا کرنے سے محروم ہے۔ اس مرکزی نقطۂ تعلیم کی روشنی میں معنونہ مسائل کا جواب بالکل واضح ہے کہ ان حالات کا تعلق ادنیٰ حالات تمدن سے ہے۔ جن سے اسلام انسان کو رہائی دینا چاہتا ہے۔ چنانچہ مسئلہ عزل جس کا ذکر روایت نمبر ۲۵۴۲ میں ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ نے اس کے جواز سے متعلق فتویٰ پوچھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مروّجہ قوانین جنگ کے مطابق فتویٰ دیا ہے مگر بعد کو یہ طریق آپؐ کی طرف سے ممنوع قرار دیا گیا اور جنگی قیدیوں کی آزادی سے متعلق ایک معین ضابطۂ قانون بنایا گیا ہے کہ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً. (محمد:۵) یعنی قید کرنے کے بعد جنگی قیدیوں سے احسان سے پیش آؤ اور حسب حالات بغیر تاوان لئے یا فدیہ لے کر انہیں آزاد کردو اور اگر ان میں سے کسی قیدی کے پاس فدیہ کے لئے مال نہ ہو اور وہ بذریعہ معاہدہ (مکاتبت) آزادی حاصل کرنا چاہتا ہو تو اسے یہ سہولت دی جائے، جیسے فرمایا: فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّ اٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ؕ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا. (النور:۳۴) اس آیت سے ظاہر ہے کہ وہ لونڈیاں جو بذریعہ مکاتبت یا فدیہ یا ازراہِ احسان مندی آزاد نہیں ہوئیں، وہ نکاح کرنا چاہیں تو ان کا نکاح کیا جائے اور انہیں ایسی حالت میں نہ رہنے دو کہ غیر شریفانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں۔ اس آیت سے ماقبل غلام اور لونڈیوں دونوں کے نکاح کرنے سے متعلق واضح حکم ان الفاظ میں ہے: وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ O (النور:۳۳) {اور تمہارے درمیان جو بیوائیں ہیں ان کی بھی شادیاں کراؤ اور اسی طرح جو تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے نیک چلن ہوں ان کی بھی شادی کراؤ۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی بنادے گا اور اللہ بہت وسعت عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔} خلاصہ یہ کہ بعض قوانین اور تلقین وعظ ونصیحت اور عملی نمونہ سے اسلامی معاشرہ میں تدریجاً ایسی فضا پیدا کی گئی ہے کہ غلامی کی ادنیٰ حالت جو ازمنہ قدیمہ سے ہر ملک اور قوم میں پائی جاتی تھی آخر تبدیل ہوگئی۔ مذکورہ بالا احادیث کا تعلق ابتدائی حالات سے تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس تعلق میں فرماتے ہیں کہ

”اسلام اس بات کا حامی نہیں کہ کافروں کے قیدی غلام اور لونڈیاں بنائی جائیں بلکہ
غلام آزاد کرنے کے بارہ میں اس قدر قرآن شریف میں تاکید ہے کہ جس سے بڑھ کر

متصور نہیں۔ غرض ابتداء غلام لونڈی بنانے کی کافروں سے شروع ہوئی اور اسلام میں
بطور سزا کے یہ حکم جاری ہوا اور اس میں بھی آزاد کرنے کی ترغیب دی گئی۔"

(چشمۂ معرفت - روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۲۵۴، ۲۵۵)

مزید تفصیل کے لئے سیرت خاتم النبیین، جزء دوم، صفحہ ۳۷۸ تا ۴۲۲ بھی دیکھئے۔

غزوہ بنی مصطلق ۵ھ میں ہوا اور سورۂ نور بھی اسی سال نازل ہوئی؛ جب آنحضرت ﷺ اس غزوہ سے فارغ ہو کر مدینہ میں واپس تشریف لائے اور سورۃ محمد کا نزول بھی مدینہ میں اس وقت ہوا جب جنگی جھڑپیں شروع ہوئیں یعنی غزوہ بدر سے قبل۔ اس سے ظاہر ہے کہ احکام متعلقہ ممانعت غلامی کی تکمیل تدریجاً ہوئی ہے۔ باب کی روایت نمبر ۲۵۴۳ میں جو سب سے آخر میں درج کی گئی ہے بنوعنبر سے جو بنوتمیم کی شاخ ہے، جنگ کا ذکر ہے۔ یہ غزوہ فتح مکہ کے بعد ۹ھ میں ہوا۔ جس میں اکیس عورتیں اور تیس مرد بطور قیدی لائے گئے۔ یہ قبائل حضرت اسماعیلؑ کی طرف منسوب ہوتے تھے، خواہ قحطانی قبیلے ہوں یا عدنانی۔ ان کی آزادی پسندیدہ سمجھی جاتی تھی جس کے لئے نذریں مانی جاتی تھیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: عنبری قبیلہ کی عورت جو اُن کے حصہ غنیمت میں آئی ہے وہ آزاد کر دی جائے۔

اسلام کا نصب العین غلاموں کی آزادی ہے۔ اسرائیلی شریعت کی رُو سے تمام جنگی قیدی تہ تیغ ہونے کے قابل اور عورتیں اور بچے اور ان کے اموال سب غنیمت اور حق حلال قرار دیئے گئے ہیں۔ بلکہ حکم ہے کہ اپنے دُور و نزدیک دشمنوں میں سے کوئی ذی نفس جیتا نہ چھوڑا جائے۔ (استثناء باب ۲۰ آیات ۱۳ تا ۱۸) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہونے والوں نے بھی یہی راہ اختیار کی ہے۔ پولوس نے زیادہ سے زیادہ یہ تلقین تو کی ہے کہ غلام اپنے آقا کے فرمانبردار رہیں اور آقا اُن سے حسن سلوک کریں۔ (افسیوں کے نام خط باب ۶ آیات ۵ تا ۹) (تیمُتھیُس کے نام خط باب ۶ آیات ۱، ۲) (عبرانیوں کے نام خط باب ۱۳ آیت ۳) یہ نصیحت اس وقت کی ہے کہ جب پولوس خود قیدی اور ان کے ساتھی مغلوب اور ابتر حالت میں تھے اور اس حالت میں بھی وہ اپنی قوم کی ذہنیت مسموم کرنے سے نہیں رہ سکے کہ جب انہوں نے تمام عربوں کو ہاجرہ کی اولاد کہہ کر لونڈی زادے اور غلام قرار دیا اور کہا: پس اے بھائیو! ہم لونڈی کے فرزند نہیں بلکہ آزاد ہیں۔ (خط بنام گلتیوں باب ۴ آیت ۲۸ تا ۳۱ و باب ۵ آیت ۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس حقارت آمیز اسرائیلی نظریہ کا بخوبی علم تھا۔ اس لئے آپؐ نے اسماعیل زادوں کو غلامی کی حالت میں آزاد کرنے کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ تلقین فرمائی اور اس کے علاوہ دوسرے غلاموں کی آزادی سے متعلق بھی احکام صادر فرمائے۔ حضرت سلمانؓ اور حضرت صہیبؓ فارسی النسل اور رومی غلام تھے۔ سینکڑوں غلام لونڈیاں بغیر تمیز قوم و رنگ و نسل کے آزاد کئے گئے۔ صحابہ کرامؓ کو جنگ بدر کے قیدیوں سے بھی نیک سلوک کرنے کی تاکید فرمائی اور اس ارشاد کی تعمیل میں وہ اپنے آپ کو اچھی خوراک سے محروم رکھتے اور قیدیوں کو مقدم کرتے۔ (السيرة النبوية لابن هشام، ذكر أسرى قريش، مقتل النضر وعقبة جزء ۲ صفحہ ۲۰۹) روایت نمبر ۲۵۳۹-۲۵۴۰ میں بھی ہوازن کے جنگی قیدیوں سے نیک سلوک اور آزاد کرنے کا ذکر ہے۔

بَاب ١٤ : فَضْلُ مَنْ أَدَّبَ جَارِيَتَهُ وَعَلَّمَهَا

جس نے اپنی لونڈی کو آداب سکھائے اور اس کو تعلیم دی، اس کی فضیلت کا بیان

٢٥٤٤ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ فُضَيْلٍ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ جَارِيَةٌ فَعَلَّمَهَا☆ فَأَحْسَنَ إِلَيْهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا كَانَ لَهُ أَجْرَانِ.

۲۵۴۴: اسحاق بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے محمد بن فضیل سے سنا۔ انہوں نے مطرف سے، مطرف نے شعبی سے، شعبی نے ابی بردہ سے، ابوبردہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس کوئی لونڈی ہو اور وہ اس کی اچھی طرح پرورش☆ کرے۔ پھر اس کو آزاد کردے اور اس سے شادی کرلے تو اس کو دو ثواب ملیں گے۔

اطرافه: ٩٧، ٢٥٤٧، ٢٥٥١، ٣٠١١، ٣٤٤٦، ٥٠٨٣.

تشریح: **فَضْلُ مَنْ اَدَّبَ جَارِيَتَهُ وَعَلَّمَهَا:** روایت زیر باب کیلئے کتاب العلم تشریح باب۳۱ روایت ۹۷، کتاب النکاح باب۱۲ روایت نمبر۵۰۸۳ بھی دیکھئے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد اس بارہ میں واضح ہے کہ اسلام کا نصب العین لونڈی کی تعلیم وتربیت، آزادی اور اس کو ایک آزاد خاتون کا درجہ دلوانا ہے؛ نہ لونڈی بنا کر اس کا گھر میں رکھنا۔ اگر اس کے وارث کسی ذریعہ سے اسے آزاد نہیں کراتے، نہ مکاتبت سے وہ اپنی آزادی حاصل کرسکتی ہے تو پھر تیسری صورت اسلامی تعلیم کی رُو سے وہ ہے جس کا ذکر مذکورہ بالا روایت میں ہوا ہے۔ لونڈی کے بارے میں امام الوقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صریح فتویٰ ہے کہ

> ''یہ بہت خوشی کی بات ہے کہ ہمارے زمانہ میں اسلام کے مقابل پر جو کافر کہلاتے ہیں انہوں نے یہ تعدی اور زیادتی کا طریق چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے اب مسلمانوں کے لئے بھی روا نہیں کہ ان کے قیدیوں کو لونڈی غلام بناویں کیونکہ خدا قرآن شریف میں فرماتا ہے: جو تم جنگجو فرقہ کے مقابل پر صرف اسی قدر زیادتی کرو جس میں پہلے انہوں نے سبقت کی ہو۔ پس جبکہ اب وہ زمانہ نہیں ہے اور اب کافر لوگ جنگ کی حالت میں مسلمانوں کے ساتھ ایسی سختی اور زیادتی نہیں کرتے کہ ان کو اور ان کے مردوں اور عورتوں کو لونڈیاں اور غلام بناویں بلکہ وہ شاہی قیدی سمجھے جاتے ہیں۔ اس لئے اب اس زمانہ میں مسلمانوں کو بھی ایسا کرنا ناجائز اور حرام ہے۔''

(چشمہ معرفت- روحانی خزائن جلد۲۳ حاشیہ صفحہ۲۵۳)

☆ مستملی اور سرخسی کی روایت کے مطابق اس جگہ ''فَعَالَهَا'' کا لفظ ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۱۴) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

بَاب ۱۵ : قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْعَبِيْدُ إِخْوَانُكُمْ فَأَطْعِمُوْهُمْ مِمَّا تَأْكُلُوْنَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا ذکر کہ غلام تمہارے بھائی ہیں اس لئے تم ان کو اس کھانے سے کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ (النساء: ۳۷)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا ذکر: اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو بھی اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین سے عمدہ سلوک کرو۔ ایسا ہی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں اور مسکینوں، رشتہ دار پڑوسیوں سے اور ان پڑوسیوں سے جو کہ رشتہ دار نہ ہوں اور پاس بیٹھنے والوں اور مسافروں اور جو (تمہارے آپس کے معاہدات کی وجہ سے) تمہارے ماتحت ہوں، ان سب سے نیک سلوک کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو متکبر اور شیخی کرنے والے ہوں۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: ذِي الْقُرْبَى الْقَرِيْبُ. وَالْجُنُبُ الْغَرِيْبُ {الْجَارُ الْجُنُبُ يَعْنِي الصَّاحِبَ فِي السَّفَرِ.}

ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا: اس آیت میں ذی القربیٰ سے مراد رشتہ دار اور جنب کے معنی اجنبی کے ہیں، {اَلْجَارُ الْجُنُبِ یعنی وہ اجنبی پڑوسی جو سفر میں رفیق ہو۔☆}

۲۵۴۵ : حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ قَالَ: سَمِعْتُ الْمَعْرُوْرَ بْنَ سُوَيْدٍ قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا ذَرٍّ الْغِفَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلَى غُلَامِهِ حُلَّةٌ فَسَأَلْنَاهُ

۲۵۴۵: آدم بن ابی ایاس نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ واصل اَحدب نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے معرور بن سُوید سے سنا۔ کہتے تھے: میں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ وہ ایک نیا کپڑوں کا جوڑا پہنے تھے اور ان کا غلام بھی ویسا ہی نیا جوڑا پہنے ہوئے تھا، تو ہم نے اس کے متعلق ان سے پوچھا تو

☆ یہ عبارت عمدۃ القاری کے مطابق ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۰۷)

عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: إِنِّي سَابَبْتُ رَجُلًا فَشَكَانِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعَيَّرْتَهُ بِأُمِّهِ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ إِخْوَانَكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَّا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَأَعِينُوهُمْ.

انہوں نے کہا: میں نے ایک شخص کو گالی دی تھی تو اس نے نبی ﷺ سے میری شکایت کر دی۔ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا تم نے اس کو اس کی ماں کا طعنہ دیا ہے؟ پھر آپؐ نے فرمایا: تمہارے بھائی ہی تمہارے نوکر چاکر ہوتے ہیں جنہیں اللہ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ اس لئے جس کا بھائی اس کے ماتحت ہو تو چاہیے کہ وہ اس کو اسی کھانے سے کھلائے جو وہ خود کھاتا ہو اور اسی کپڑے سے پہنائے جو وہ خود پہنتا ہو اور تم ان کو ایسے کاموں کی تکلیف نہ دیا کرو جو انہیں نڈھال کر دیں اور اگر تم ان کو ایسے کاموں کی تکلیف دو جو اُن پر گراں ہوں تو ایسے کاموں میں ان کو مدد دیا کرو۔

اطرافہ: ۳۰، ۶۰۵۰۔

تشریح: **اَلْعَبِيْدُ اِخْوَانُكُمْ فَاَطْعِمُوْهُمْ مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ:** روایت نمبر ۲۵۴۵ کے لئے کتاب الایمان باب ۲۲ روایت نمبر ۳۰ دیکھئے۔ غلاموں سے بدسلوکی جاہلیت وکفر کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو غلام گھر میں بطور خادم ہوتے، ان کے ساتھ کھانے پینے اور پہننے میں مساوات کا سلوک کیا جاتا تھا۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا......: عنوان باب میں آیت کا حوالہ الفاظ اِحْسَان اور مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ احسان کے معنی ہیں اعلیٰ درجہ کا سلوک، جس میں حسن واحسان کا پہلو نمایاں ہو۔ عربی زبان میں یہ لفظ غایت درجہ نیک سلوک پر دلالت کرتا ہے اور آیت محولہ بالا میں تلقین کی گئی ہے کہ والدین، اقرباء و مساکین اور دُور ونزدیک کے تعلق رکھنے والے افرادِ معاشرہ سب کے ساتھ اعلیٰ درجہ کا نیک سلوک کیا جائے۔ محولہ بالا آیت معہ ترجمہ یہ ہے: وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ (النساء: ۳۷) تم اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ بہت احسان کرو۔ نیز رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور اسی طرح رشتہ دار ہمسایوں اور بے تعلق ہمسایوں اور پہلو میں بیٹھنے والے لوگوں اور مسافروں اور جن کے تم مالک ہو، ان کے ساتھ بھی، اور جو متکبر اور اترانے والے ہوں انہیں اللہ ہر گز پسند نہیں کرتا۔

افرادِ معاشرہ سے متعلق اسلام کی یہ بنیادی تعلیم ہے جس سے ظاہر ہے کہ شریعت اسلامیہ باہمی تعلقات کے لحاظ سے طبقاتی تقسیم وامتیازات کے سراسر خلاف ہے کہ ایک مالک فخور ہو اور دوسرا بندہ بے زبان۔ آیت کا آخری حصہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا اسی حالت مذمومہ کا ذکر کرتا ہے کہ یہ بات خالق بشر کو ناپسند ہے۔

لونڈی غلام کا درجہ آزاد ہونے کے بعد دیگر افراد خاندان کے ساتھ مساوات کا رہے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد شدہ غلام کو مولیٰ یعنی دوست و مددگار کا نام دیا ہے اور لونڈی کے لئے پسند فرمایا ہے کہ آزاد کئے جانے کے بعد اس سے نکاح کر لیا جائے۔ دونوں ابواب نمبر ۱۴، ۱۵ کا موضوع مذکورہ بالا آیت کے حوالہ سے واضح کیا گیا ہے اور روایت نمبر ۲۵۴۵ سے اسلامی معاشرہ کا نمونہ پیش کر کے بتایا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے شریعت اسلامیہ کو عملی جامہ پہنایا۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَعَلَى مُطَاعِهِمْ صَلَوَاةُ اللّٰهِ صَلَوَاةً بِغَيْرِ حِسَابٍ.

قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ......: محولہ بالا تفسیر ابوعبیدہ کی ہے جو انہوں نے کتاب المجاز میں بیان کی ہے۔ ان کی تفسیر کا حوالہ دینے سے امام موصوف کی غرض یہ سمجھانا ہے کہ اس آیت میں حسن سلوک جن لوگوں سے کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان میں لونڈی بھی شامل ہے۔ آیت محولہ بالا کا پہلا حکم وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ہے۔ اس حکم کی تعمیل سارے افراد معاشرہ پر یکساں عائد ہوتی ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۱۵)

بَاب ١٦ : اَلْعَبْدُ إِذَا أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَنَصَحَ سَيِّدَهُ

غلام جب اپنے ربّ کی عبادت کو اچھی طرح بجالائے اور اپنے مالک کا بھی خیر خواہ ہو (اس کا ثواب)

٢٥٤٦ : حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْعَبْدُ إِذَا نَصَحَ سَيِّدَهُ وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ كَانَ لَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ.

طرفہُ: ۲۵۵۰۔

۲۵۴۶: عبداللہ بن مسلمہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غلام اگر اپنے مالک سے خیر خواہی کرے اور اپنے ربّ کی عبادت اچھی طرح بجالائے تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا۔

٢٥٤٧ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ صَالِحٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسَى

۲۵۴۷: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے صالح سے، صالح نے شعبی سے، شعبی نے ابوبردہ سے، ابوبردہ

الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا رَجُلٍ كَانَتْ لَهُ جَارِيَةٌ أَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا☆ وَأَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ وَأَيُّمَا عَبْدٍ أَدَّى حَقَّ اللهِ وَحَقَّ مَوَالِيْهِ فَلَهُ أَجْرَانِ.

نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس لونڈی ہو اور وہ اس کو آداب سکھائے اور نہایت اچھے آداب☆ سکھائے اور پھر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کرلے تو اس کو دو ثواب ملیں گے اور جو غلام اللہ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے مالکوں کا حق بھی تو اس کو بھی دو ثواب ملیں گے۔

اطرافهُ: ٩٧، ٢٥٤٤، ٢٥٥١، ٣٠١١، ٣٤٤٦، ٥٠٨٣.

٢٥٤٨: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوْكِ الصَّالِحِ أَجْرَانِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللهِ وَالْحَجُّ وَبِرُّ أُمِّي لَأَحْبَبْتُ أَنْ أَمُوْتَ وَأَنَا مَمْلُوْكٌ.

۲۵۴۸: بشر بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) یونس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی (زہری نے کہا:) میں نے سعید بن مسیّب سے سنا۔ وہ کہتے تھے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ نیک بندہ جو کسی کی ملکیت میں ہو، اس کو دو ثواب ملیں گے۔ (اور حضرت ابوہریرہؓ نے کہا:) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا نہ ہوتا اور حج کرنا بھی نہ ہوتا اور اپنی ماں کی خدمت کرنی بھی نہ ہوتی تو میں ضرور ہی پسند کرتا کہ میں غلام ہونے کی حالت میں مروں۔

٢٥٤٩: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ حَدَّثَنَا أَبُوْ صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

۲۵۴۹: اسحاق بن نصر نے ہم سے بیان کیا کہ ابواُسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے روایت کی کہ ہمیں ابوصالح نے بتایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم

☆ عمدۃ القاری میں "فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا" کے الفاظ ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۰۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

نَعِمَّا لِأَحَدِهِمْ يُحْسِنُ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَيَنْصَحُ لِسَيِّدِهِ. نے فرمایا: ان (غلاموں) میں سے اس کے لئے کیا ہی اچھی بات ہے کہ وہ اپنے ربّ کی عبادت بھی اچھی طرح کرے اور اپنے آقا کی خیر خواہی بھی کرتا رہے۔

تشریح: اَلْعَبْدُ اِذَا اَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهٖ وَنَصَحَ سَيِّدَهٗ: جو شخص حقوق اللہ وحقوق العباد خیر وخوبی سے انجام دیتا ہو؛ وہ دوہرے ثواب کا مستحق ہے۔ سلسلہ مجازات نسبتی شئے ہے۔ اگر آقا عبادت الٰہی کے ساتھ خلق خدا کی خدمت بھی اعلیٰ صورت میں ادا کرتا ہو، یتامیٰ ومساکین کی پرورش اور تعلیم وتربیت میں اپنے مال کو بے دریغ خرچ کرتا ہو اور بنی نوع انسان کی بہبود اور رفاہِ عامہ کے کاموں میں اس کا وقت صَرف ہوتا ہو تو ایسا آقا بھی اپنے نیک اعمال کی وجہ سے کئی گنا ثواب کا مستحق ہوگا۔ مذکورہ بالا حدیث کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ وہ مملوک جو مالک کی نسبت دو فرض منصبی ادا کرتا ہو، دوہرے ثواب کا مستحق ہوگا۔ اسی قاعدۂ مجازات کے مطابق کہ اگر مالک مملوک کی نسبت کئی گُنا نیک اعمال بجالائے تو وہ بھی کئی گُنا ثواب کا مستحق ہوگا۔ چونکہ قانون مجازاۃ نسبتی امر ہے، اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوانِ باب شرطیہ قائم کر کے اس کا جواب حذف کر دیا ہے۔

اس باب کے تحت چار روایتیں ہیں جو بلحاظ مضمون ایک دوسرے کی مؤید ہیں۔ پہلی روایت میں خیر خواہ، فرض شناس مملوک کا اور دوسری روایت میں آقا ومربی کے دوہرے اجر کا ذکر ہے۔ تیسری روایت میں جہاد، حج، خدمت والدہ کی افضلیت کا ذکر ضمناً کیا گیا ہے۔ چوتھی روایت کے الفاظ نِعِمَّا لِاَحَدِهِمْ يُحْسِنُ عِبَادَةَ رَبِّهٖ وَ يُنْصَحُ لِسَيِّدِهٖ کے ہیں۔ یعنی وہ خوش نصیب شخص ہے جو اپنے ربّ کی عبادت خوبی سے کرتا اور اپنے آقا کا خیر خواہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہر حاکم ومحکوم، راعی ورعیت کے لیے عام ہے۔ تیسری روایت کے الفاظ لَوْ لَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْحَجُّ وَ بِرُّ اُمِّيْ کے ہیں۔ ازروئے تحقیق امام ابن حجرؒ یہ الفاظ حضرت ابو ہریرہؓ کے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر مجھے جہاد، حج اور اپنی ماں کی خدمت کا خیال نہ ہوتا تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مذکورہ بالا کے پیش نظر پسند کرتا کہ کسی مالک کا خادم بن کر اپنے ربّ کی عبادت اور مخدوم کی خدمت میں زندگی بسر کرتا۔ یہ اجتہاد حضرت ابو ہریرہؓ کا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۱۷) چاروں روایتوں سے نفس مضمون واضح ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محولہ بالا ارشاد میں ثواب کم وبیش ہونے کا مفہوم صرف نسبتی معنوں میں ہے۔

بَاب ۱۷ : كَرَاهِيَةُ التَّطَاوُلِ عَلَى الرَّقِيْقِ وَقَوْلِهِ عَبْدِي أَوْ أَمَتِي

لونڈی غلام پر دست درازی کرنے اور انہیں غلام یا لونڈی کہہ کر پکارنے کی کراہیت کا بیان

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى: وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ (النور: ۳۳) وَقَالَ: اور اس بات کا ذکر کہ اللہ تعالیٰ نے (قرآن مجید میں) فرمایا ہے: جو تمہارے غلام اور لونڈیوں میں سے نیک

عَبۡدًا مَّمۡلُوۡكًا (النحل:٧٦) وَّ اَلۡفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الۡبَابِ (يوسف:٢٦) وَقَالَ: مِّنۡ فَتَيٰتِكُمُ الۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ (النساء:٢٦) وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ قُوْمُوْا إِلَى سَيِّدِكُمْ. وَ اذۡكُرۡنِىۡ عِنۡدَ رَبِّكَ ۡ (يوسف:٤٣) سَيِّدِكَ. وَمَنْ سَيِّدُكُمْ.

ہیں۔ نیز یہ فرمایا ہے: جو بندہ کسی کی مِلک میں ہے۔ (اور فرمایا:) اُن دونوں نے اس عورت کے آقا کو دروازہ میں پایا۔ اسی طرح سے (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: تمہاری لونڈیوں میں سے جو مومن ہوں۔ اور نبی ﷺ نے (انصار سے) فرمایا: اپنے سردار کے استقبال کیلئے اُٹھو۔ اور (یہ جو قرآن مجید میں ذکر آیا ہے:) اذۡكُرۡنِىۡ عِنۡدَ رَبِّكَ اس میں رَبِّک کے لفظ سے مراد آقا ہے (اور آیت کا ترجمہ یہ ہے:) اپنے آقا سے میرا بھی ذکر کرنا۔ اور (آنحضرت ﷺ نے بنی سلمہ سے پوچھا:) تمہارا سردار کون ہے؟

٢٥٥٠: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا نَصَحَ الْعَبْدُ سَيِّدَهُ وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ كَانَ لَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ.

طرفهُ: ٢٥٤٦۔

۲۵۵۰: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ (قطان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ سے روایت کی کہ نافع نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہ سے، حضرت عبداللہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اگر غلام اپنے آقا سے خیر خواہی کرے اور اپنے ربّ کی عبادت اچھی طرح کرے، اس کا اس کو دوہرا ثواب ہوگا۔

٢٥٥١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لِلْمَمْلُوْكِ الَّذِي يُحْسِنُ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَيُؤَدِّي إِلَى سَيِّدِهِ الَّذِي لَهُ عَلَيْهِ مِنَ

۲۵۵۱: محمد بن علاء نے ہم سے بیان کیا کہ ابواُسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے برید (بن عبداللہ) سے، برید نے ابوبردہ سے، ابوبردہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوموسیٰؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: وہ غلام جو اپنے ربّ کی عبادت اچھی طرح کرتا ہو اور اپنے آقا کا حق اور

الْحَقِّ وَالنَّصِيْحَةِ وَالطَّاعَةِ أَجْرَانِ.

جو خیرخواہی اور فرمانبرداری اس کے ذمہ ہے اس کو ادا کرے تو اس کو دو ثواب ملیں گے۔

اطرافہٗ: ۹۷، ۲۵۴۴، ۲۵۴۷، ۳۰۱۱، ۳۴۴۶، ۵۰۸۳۔

۲۵۵۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ ابْنِ مُنَبِّهٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ أَطْعِمْ رَبَّكَ وَضِّئْ رَبَّكَ {اسْقِ رَبَّكَ ☆} وَلْيَقُلْ: سَيِّدِي مَوْلَايَ وَلَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ: عَبْدِي أَمَتِيْ وَلْيَقُلْ: فَتَايَ وَفَتَاتِي وَغُلَامِيْ.

۲۵۵۲: محمد (بن سلام) نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرزاق نے ہمیں بتایا۔ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہمام بن منبّہ سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے غلام سے یہ نہ کہے کہ اپنے ربّ کو کھانا کھلا اور اپنے ربّ کو وضو کرا { اور اپنے ربّ کو پانی پلا ☆ } بلکہ یوں کہے: سیدی، مولائی یعنی میرے آقا۔ اسی طرح تم میں سے کوئی اپنے غلام کو اے میرے غلام، اے میری لونڈی کہہ کر نہ پکارے بلکہ یہ کہے: اے نوجوان لڑکے یا اے نوجوان لڑکی یا کہے: اے میرے بچے۔

۲۵۵۳: حَدَّثَنِيْ أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَعْتَقَ نَصِيْبًا لَهُ مِنَ الْعَبْدِ فَكَانَ لَهُ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ قِيْمَتَهُ قُوِّمُ عَلَيْهِ قِيْمَةَ عَدْلٍ وَأُعْتِقَ مِنْ مَّالِهِ وَإِلَّا فَقَدْ أُعْتِقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ.

۲۵۵۳: ابونعمان نے مجھ سے بیان کیا کہ جریر بن حازم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی غلام میں اپنا حصہ آزاد کردے اور اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس کی قیمت کو پورا کرتا ہو تو غلام کی منصفانہ قیمت لگائی جائے اور پھر وہ قیمت (شریک کو) دے کر غلام کو آزاد کردیا جائے ورنہ وہ اتنا تو آزاد ہو چکا جتنا اسے کردیا گیا ہے۔

اطرافہٗ: ۲۴۹۱، ۲۵۰۳، ۲۵۲۱، ۲۵۲۲، ۲۵۲۳، ۲۵۲۴، ۲۵۲۵۔

۲۵۵۴: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا

۲۵۵۴: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰ (قطّان)

☆ الفاظ "اسْقِ رَبَّكَ"، فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ ۲۱۹) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: فَالْأَمِيْرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ فَهُوَ رَاعٍ عَلَيْهِمْ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُمْ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُمْ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُ. أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَّسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ (عمری) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نافع نے مجھے بتایا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک پاسبان ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارے میں جواب دِہ ہوگا۔ وہ حاکم بھی جو لوگوں پر مقرر ہے، اُن پر پاسبان ہے اور اس سے اپنے ماتحت لوگوں کے بارے میں باز پرس ہوگی، اور مرد بھی اپنے اہل بیت پر پاسبان ہے اور اس سے بھی ان کے بارے میں پوچھا جائے گا، اور عورت بھی اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد کی پاسبان ہے اور وہ بھی ان سے متعلق جوابدہ ہوگی اور غلام بھی اپنے آقا کے مال کا پاسبان ہے اور اس سے بھی اس کے لئے پوچھا جائے گا۔ اچھی طرح سن لو! تم میں سے ہر شخص پاسبان ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعیت کی نسبت پوچھا جائے گا۔

اطرافہُ: ۸۹۳، ۲۴۰۹، ۲۵۵۸، ۲۷۵۱، ۵۱۸۸، ۵۲۰۰، ۷۱۳۸۔

۲۵۵۵-۲۵۵۶: حَدَّثَنَا مَالِكُ ابْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَزَيْدَ بْنَ خَالِدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ فَاجْلِدُوْهَا ثُمَّ إِذَا زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا ثُمَّ إِذَا زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ فَبِيْعُوْهَا وَلَوْ بِضَفِيْرٍ.

۲۵۵۵-۲۵۵۶: مالک بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا:) عبیداللہ (بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود) نے مجھے بتایا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن خالدؓ سے سنا۔ یہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: جب لونڈی زنا کرے تو اس کو کوڑے لگاؤ۔ پھر اگر زنا کرے تو پھر اس کو کوڑے لگاؤ۔ پھر اگر زنا کرے تو پھر اس کو کوڑے لگاؤ۔ تیسری یا چوتھی بار فرمایا کہ ایسی لونڈی کو بیچ دو خواہ ایک رسی ہی کے بدلے۔

اطراف الحدیث ۲۵۵۵: ۲۱۵۲، ۲۱۵۳، ۲۲۳۳، ۲۲۳۴، ۶۸۳۷، ۶۸۳۹۔
اطراف الحدیث ۲۵۵۶: ۲۱۵۴، ۲۲۳۲، ۶۸۳۸۔

تشریح: **كَرَاهِيَةُ التَّطَاوُلِ عَلَى الرَّقِيْقِ وَقَوْلِهِ عَبْدِیْ أَوْ أَمَتِیْ:** بعض فقہاء نے مطلق میرے آقا، میرے غلام یا میری باندی کہہ کر کسی کو پکارنے کی ممانعت کی ہے اور اس ممانعت کے تعلق میں احادیث نبویہؐ نقل کی ہیں۔عنوان باب کا مفہوم یہ ہے کہ مشار الیہ ممانعت تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے اور اس کے لئے عنوان باب ہی میں بعض حوالہ جات قرآن مجید کی آیات، احادیث اور آثار میں سے نقل کئے گئے ہیں جن سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ ان الفاظ کا استعمال بھی ایک نسبتی امر ہے۔ بلانے میں تکبر وغرور کی صورت نہ ہو بلکہ ملاطفت ہو تو جائز ہے۔محبت و پیار کے لب ولہجہ میں غلام کہنا جائز ہے۔اسی طرح اگر بطور واقعہ بیان ہو تو جائے اعتراض نہیں۔ایسے الفاظ کے استعمال میں موقع ومحل دیکھا جائے گا۔

وَالصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ: عنوانِ باب کا پہلا حوالہ یہ آیت ہے: وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ط اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ O (النور:۳۳) یعنی قوم میں سے جو بیوہ عورتیں ہوں اور جو تمہارے غلام لونڈیاں نیک اور صالح ہوں ان کی شادیاں کر دیا کرو۔اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا اور اللہ بڑی وسعت والا اور بہت جاننے والا ہے۔

عَبْدًا مَّمْلُوْكًا: عنوان باب میں مذکورہ دوسری آیت یہ ہے: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ط هَلْ يَسْتَوٗنَ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ط بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ O (النحل:۷۶) {نیز اللہ مثال بیان کرتا ہے ایک بندے کی جو کسی کی ملکیت ہو اور وہ کسی چیز پر کوئی قدرت نہ رکھتا ہو اور اس کی بھی جسے ہم نے اپنی جناب سے اچھا رزق عطا کیا ہو اور وہ اس میں سے خفیہ طور پر بھی خرچ کرتا ہو اور اعلانیہ بھی۔کیا وہ برابر ہو سکتے ہیں؟ تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اکثر اُن میں سے نہیں جانتے۔}

وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ: تیسری آیت جس کا عنوان باب میں ذکر ہے، یہ ہے: وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ. (یوسف:۲۶) اور حضرت یوسفؑ اور زلیخا دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور اسی کشمکش میں زلیخا نے حضرت یوسفؑ کی قمیص پیچھے سے پھاڑ دی اور جب دروازے تک پہنچے تو انہوں نے دروازے کے پاس اس عورت کے خاوند کو پایا۔

مِنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ: چوتھی آیت یہ ہے: وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ. (النساء:۲۶) {اور تم میں سے جو کوئی مالی وسعت نہ رکھتے ہوں کہ آزاد مومن عورتوں سے نکاح کر سکیں تو وہ تمہاری مومن لونڈیوں میں سے جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے (کسی سے) نکاح کر لیں۔} اسی طرح مزید فرمایا: وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا. (النور:۳۴) تم اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔اگر وہ نکاح کرنا چاہیں تاکہ تم اس طریق سے دنیاوی زندگی کا سامان طلب کرو۔

وَاذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ: پانچویں آیت یہ ہے: وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ. (یوسف:۴۳) اس شخص سے جس کی نسبت وہ سمجھتے تھے کہ وہ قید خانہ میں سے نجات پائے گا، کہا: اپنے آقا سے میرا بھی ذکر کرنا۔ ان پانچوں آیتوں میں غلام، لونڈی اور آقا کے الفاظ بولے گئے ہیں۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو قول قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِكُمْ اور مَنْ سَیِّدُكُمْ کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ پہلا قول آپؐ کا حضرت سعد بن معاذؓ کے استقبال سے متعلق ہے جو آپؐ نے انصار سے فرمایا کہ اپنے سردار کا اُٹھ کر استقبال کرو۔ (کتاب المغازی باب ۳۰ روایت نمبر ۴۱۲۱) اور آپؐ کا دوسرا قول حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ بنی سلمہ کے وفد سے آپؐ نے پوچھا: تمہارا سردار کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: اَلْجَدُّ بْنُ قَيْسٍ. (الادب المفرد، باب البخل، جزء ا صفحہ ااا) (المستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفة الصحابة، ذکر مناقب بشر بن البراء بن معرور، جزء ۳ صفحہ ۲۴۲)

عنوان باب میں مذکورہ بالا حوالے نقل کرنے کے بعد چھ روایتیں نقل کی گئی ہیں؛ جن میں عبد وغیرہ الفاظ کے استعمال کے جواز اور عدم جواز کی صورتیں موقع و محل کے لحاظ سے واضح ہیں جو محتاج تشریح نہیں۔ روایت نمبر ۲۵۵۴ سے بتایا گیا ہے کہ لونڈی اور غلام سے یہ امر مخصوص نہیں کہ وہ اپنے مالک کی ملکیت میں ہیں بلکہ معاشرۂ بشری کا سارا نظام سلسلۂ تابعیت و متبوعیت سے وابستہ ہے۔ بیوی خاوند کی اور خاوند بیوی کا اپنے اپنے دائرۂ عمل میں تابع و متبوع ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے عندالضرورت منسوب کئے جاسکتے ہیں۔ روایت نمبر ۲۵۵۲ میں مذکورہ ممانعت کی صورت بھی واضح ہے کہ الفاظ میرے غلام، میری باندی نخوت و کبر سے استعمال نہ ہوں جس سے لوگوں میں احساس کہتری پیدا ہو۔

بَاب ۱۸: إِذَا أَتَى أَحَدَكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ

جب تم میں سے کسی ایک کے پاس اس کا خادم کھانا لے کر آئے

(تو چاہیے کہ اسے اپنے ساتھ دستر خوان پر بٹھائے)

۲۵۵۷: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَتَى أَحَدَكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ فَإِنْ لَّمْ يُجْلِسْهُ مَعَهُ فَلْيُنَاوِلْهُ لُقْمَةً أَوْ لُقْمَتَيْنِ

۲۵۵۷: حجاج بن منہال نے ہمیں بتایا کہ شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: محمد بن زیاد نے مجھے بتایا۔ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے تھے: جب تم میں سے کسی ایک کے پاس اس کا خادم کھانا لے کر آئے تو اگر اس کو اپنے ساتھ نہ بٹھائے تو چاہیے کہ وہ اس کو

أَوْ أُكْلَةً أَوْ أُكْلَتَيْنِ فَإِنَّهُ وَلِيَ عِلَاجَهُ. ایک نوالہ یا دو نوالے یا فرمایا ایک لقمہ یا دو لقمے دیدے، کیونکہ اس نے اس کو اپنی نگرانی میں پکایا ہے۔

طرفهُ: ٥٤٦٠۔

تشریح: **اِذَا اَتَى اَحَدَكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ:** باب ۱۵ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گزر چکا ہے کہ تمہارے غلام یا خادم تمہارے بھائی ہیں۔ انہیں وہ کھانا کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور وہی کپڑا پہناؤ جو تم پہنتے ہو۔ آیا یہ امر واجب ہے یا مندوب؟ اس تعلق میں یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ روایت نمبر ۲۵۵۷ سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ اگر وہ کھاتے وقت خادم کو اپنے دسترخوان پر نہیں بٹھاتا تو اسے اس کھانے سے کچھ نہ کچھ دے کیونکہ اس نے اسے تیار کیا ہے۔ یہ الفاظ **فَاِنْ لَّمْ يُجْلِسْهُ** وجوب پر دلالت نہیں کرتے بلکہ اس میں ترغیب پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عنوان باب شرطیہ رکھ کر اس کا جواب محذوف کر دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں **کتاب الاطعمہ** (باب ۵۵ روایت نمبر ۵۴۶۰) بھی دیکھئے۔

اس روایت میں لفظ **خادم** عام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں تلقین کی گئی ہے، غلام ہو یا کوئی دوسرا اس سے حسن سلوک سے پیش آنا اخلاقِ پسندیدہ میں سے ہے۔ اوّل تو خادم کو اپنے ساتھ بٹھانا چاہیے لیکن اگر کسی وجہ سے اسے اپنے ساتھ نہ بٹھا سکے تو چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے کچھ کھانا دیدے اور اس کی دل جوئی اور عزت افزائی کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے پیش نظر جن ممالک میں اسلامی تمدن کا غلبہ ہے وہاں اب تک یہی دستور ہے کہ کھانا تیار کرنے اور دسترخوان پر چننے کے بعد خدام بھی دسترخوان پر بیٹھ جاتے ہیں۔ خصوصاً عربی، افغانی اور کشمیری قبائل میں اب تک یہی دستور ہے۔ کھانے میں شریک ہوتے وقت ملازم اچھے خوش پوش ہوتے ہیں اور صفائی کا خاص خیال رکھتے ہیں، خصوصاً عام دعوتوں میں۔

مذکورہ بالا حدیث میں بھی خادم اپنے آقا کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ یہ نسبت اس اسلامی مساوات کے منافی نہیں جو اسلام معاشرے کے افراد میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔

بَاب ١٩ : اَلْعَبْدُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ

غلام اپنے آقا کے مال کا نگہبان ہے

وَنَسَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَالَ إِلَى السَّيِّدِ. اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کو آقا کی طرف منسوب کیا۔

٢٥٥٨ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي ۲۵۵۸: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ زہری سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: سالم

سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ فِي أَهْلِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ- قَالَ: فَسَمِعْتُ هَؤُلَاءِ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَحْسِبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَالرَّجُلُ فِي مَالِ أَبِيْهِ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

بن عبداللہ نے (اپنے باپ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: تم میں سے ہر ایک پاسبان ہے اور اس کو اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ امام بھی ایک پاسبان ہے اور اس سے بھی اس کی رعیت کی بابت پُرسش ہوگی اور ہر مرد بھی اپنے گھر والوں کا پاسبان ہے اور اس سے بھی اس کے اہل وعیال کے متعلق پُرسش ہوگی اور عورت بھی اپنے خاوند کے گھر کی پاسبان ہے اور اس سے بھی اس کی رعیت (یعنی اہل وعیال) کی نسبت پُرسش ہوگی اور نوکر بھی اپنے آقا کے مال کا پاسبان ہے اور اس سے بھی اس کی ذمہ داری کے متعلق پُرسش ہوگی۔ (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) کہتے تھے: یہ (نام) تو میں نے نبی ﷺ سے سنے اور میرا خیال ہے نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا: اور مرد بھی اپنے باپ کے مال کا پاسبان ہے اور اپنی ذمہ داری کے متعلق اس سے بھی پُرسش ہوگی۔ اس لئے تم میں سے ہر ایک پاسبان ہے اور تم میں سے ہر ایک کو اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔

اطرافہُ: ۸۹۳، ۲۴۰۹، ۲۵۵۴، ۲۷۵۱، ۵۱۸۸، ۵۲۰۰، ۷۱۳۸۔

تشریح: اَلْعَبْدُ رَاعٍ فِیْ مَالِ سَیِّدِہٖ وَ نَسَبَ النَّبِیُّ ﷺ الْمَالَ اِلَی السَّیِّدِ: اس باب کا تعلق بھی سابقہ ابواب کے مضمون سے ہے جس کی وجہ سے روایت نمبر ۲۵۵۴ دہرائی گئی ہے اور عنوان باب میں بھی اس امر کی تصریح کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کو آقا کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کے غلام کو مال کا نگران قرار دیا ہے، سو ایک جہت سے وہ امیر ہے اور دوسری جہت سے مامور۔ وعلیٰ ہذا القیاس معاشرے کے تمام افراد مختلف حیثیتوں میں حاکم بھی ہیں اور محکوم بھی اور ایک دوسرے کے سامنے جوابدہ بھی۔

بَاب ۲۰ : إِذَا ضَرَبَ الْعَبْدَ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ

اگرکوئی غلام (یالونڈی) کو مارے تو چاہیے کہ اس کے منہ پر مارنے سے اجتناب کرے

۲۵۵۹ : حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ.

۲۵۵۹: محمد بن عبید اللہ نے مجھے بتایا۔ (عبداللہ) ابن وہب نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک بن انس نے مجھ سے بیان کیا۔

قَالَ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ فُلَانٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور (ابن وہب نے) کہا: مجھے فلاں کے بیٹے (ابن سمعان) نے بھی بتایا کہ سعید مقبری سے روایت ہے۔ انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

وَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ.

(دوسری سند) عبداللہ بن محمد (مسندی) نے بھی مجھ سے بیان کیا کہ عبدالرزاق نے ہمیں بتایا کہ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہمام سے، ہمام نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی سزا دے تو چاہیے کہ منہ پر مارنے سے اجتناب کرے۔

تشریح: إِذَا ضَـرَبَ الْـعَبْدَ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ: غلام لونڈیوں کو ان کے قصور پر پیٹنے کا عام رواج تھا اور اس میں بڑی سختی کی جاتی تھی۔ اب بھی آقا اپنے خادم پر مار پیٹ میں بڑی سختی کرتے ہیں جو بعض وقت انتہائی شدت اختیار کر لیتی ہے۔ منہ پر مارنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مارنے کی تو اجازت ہے صرف منہ پر مارنے کی اجازت نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ مجبوری سے اگر مارنا ہی پڑے تو پھر منہ پر نہیں مارنا چاہیے۔ روایت زیر باب دو سندوں سے مروی ہے۔ ایک سند سعید مقبری کے باپ سے اور دوسری ہمام سے، اور اس میں غلام کو مارنے کا ذکر نہیں، بلکہ یہ الفاظ ہیں: اِذَا قَاتَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ. ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہدایت عام ہے کہ لڑائی میں چہرے پر نہ مارا جائے۔ شارحین کا خیال ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے مسئلہ معنونہ مستنبط کیا ہے کہ

لونڈی غلام یا نوکروں کی مار پیٹ میں بدرجہ اولیٰ اس ارشادِ نبویؐ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ لیکن جیسا کہ امام ابن حجر عسقلانیؒ نے تشریح کی ہے کہ غلام کے بارے میں مذکورہ بالا مفہوم کی روایات صحیح مسلم☆ وغیرہ میں منقول ہیں اور امام بخاریؒ نے بھی اپنی کتاب **الأدب المفرد** میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت بسند محمد بن عجلان نقل کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: **اِذَا ضَرَبَ اَحَدُكُمْ خَادِمَهُ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ.** (**الادب المفرد، الخدم والمماليک، باب ليجتنب الوجه فی الضرب، جزء ۱ صفحه ۱۷**) لیکن جیسا کہ علّامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا ہے کہ مشار الیہ روایت بلحاظ سند کمزور ہے۔ اس لئے دیگر محدثین کے الفاظ مدنظر رکھ کر عنوان قائم کیا گیا، جس میں غلام لونڈی کے چہرے پر نہ مارنے کا ذکر ہے اور مستند روایت باب کے تحت نقل کی ہے۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں مذکورہ بالا ارشاد نبویؐ کا یہی مطلب ہے۔
(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۲۵، ۲۲۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ سزا دیتے وقت چہرے پر نہیں مارنا چاہیے، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں اس کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے: میں نے آدم کو اپنی شکل پر پیدا کیا۔☆ اس لئے انسان کا چہرہ قابل عزت ہے۔ لیکن اس کی حکمت یہ ہے کہ چونکہ چہرہ نازک ہے اور آنکھ، ناک، کان جیسے نازک اعضاء کا محل۔ اس لئے آپؐ نے اس پر مارنے سے منع فرمایا ہے۔ جسم کے دوسرے حصے مار کو زیادہ برداشت کر سکتے ہیں اور اگر مار پیٹ سے کوئی نشان پڑے وہ پوشیدہ رہ سکتا ہے، مگر چہرے پر نشان پڑنے سے وہ ہمیشہ کے لئے بدصورت ہو جائے گا۔ عنوان باب سے ظاہر ہے کہ محولہ بالا ارشاد میں لونڈی غلام یا خدام کو مارنے کی تلقین نہیں کی گئی بلکہ ایک لحاظ سے ممانعت ہے۔ اگر غلطی کا ارتکاب اس کا تقاضا ہی کرے اور تادیب و تعزیر اور قصاص کی رُو سے سزا دینا ضروری ہو تو چہرہ سزا سے محفوظ رکھا جائے۔ امام ابن حجرؒ کی یہ رائے درست ہے اور انہوں نے اِس کی تائید میں حضرت ابوبکرہؓ کی روایات کا حوالہ دیا ہے جو ابوداؤد نے نقل کی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کے رجم کا فیصلہ کرتے وقت فرمایا کہ اُسے پتھراؤ تو کرو لیکن چہرے کو بچاؤ۔ (**سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب المراة التی امر النبیؐ برجمها من جهينة**)

☆ (**مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهی عن ضرب الوجه**)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۵۰- كِتَابُ الْمُكَاتَبِ

بَاب: اِثْمُ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَهُ

اس شخص کا گناہ جو اپنے مملوک پر (زنا کی) جھوٹی تہمت لگائے

تمہید: اس کتاب میں احکام مکاتبت کا بیان ہے۔ مکاتبت لفظ کَتَبَ سے باب مفاعلہ ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں تحریر کرانا اور شرعی معنی ہیں معاہدہ آزادی تحریر کرانا۔ غلام یا لونڈی جو اپنے مالک سے آزاد ہونا چاہے تو اس کا مالک احکام شریعت کی رُو سے انکار نہیں کرسکتا، بلکہ اس کا فرض ہے کہ وہ نقدی کی صورت میں دفعۃً یا اس کی قیمت کا فیصلہ کرکے بالاقساط اس سے وصول کرے اور اسے آزاد کردے۔ اس بارے میں تحریری معاہدہ کو مکاتبت کہتے ہیں۔ تحریر لکھوانے والا (مالک) مُکَاتِبٌ اور جس کے حق میں آزادی کی تحریر لکھی جائے وہ مُکَاتَبٌ کہلاتا ہے۔ لفظ اَلْمُکَاتب اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے۔

قرآن مجید میں مکاتبت کے بارے میں ان الفاظ میں حکم وارد ہوا ہے: **وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰكُمْ** ...... ○ (النور:۳۴) یعنی تمہارے غلاموں میں سے جو لوگ مکاتبت کا مطالبہ کریں۔ اگر تم ان میں بھلائی دیکھو تو تم ان سے مکاتبت کرو اور اگر ان کے پاس پورا مال نہ ہو تو جو اللہ نے تم کو مال دیا ہے اس میں سے کچھ دے کر ان کی آزادی ممکن بنادو۔ یہ حکم لونڈی اور غلام دونوں کی آزادی سے متعلق ہے اور بصیغۂ امر ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

اِثْمُ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْكَهُ: عنوان قائم کرکے اس باب کے تحت کوئی روایت درج نہیں کی گئی۔ امام ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ ابوعلی بن شبویہ کی روایت کے مطابق الفاظ کِتَابُ الْمُكَاتَبِ سے قبل لفظ **مقدمہ** تھا۔ جس کے بعد جگہ خالی چھوڑی گئی کہ بطور تمہید روایت یا حوالے درج کئے جائیں گے مگر مصنف ایسا نہیں کرسکے اور **کتاب الحدود** میں **قذف العبید** کا عنوان قائم کرکے اس میں متعلقہ روایت درج کی گئی۔ (دیکھئے روایت نمبر ۶۸۵۸) بعض نسخوں میں یہ عنوان باب نہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۲۷، ۲۲۸) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۱۱۶)

بَاب ١ : اَلْمُكَاتَبُ وَنُجُوْمُهُ فِي كُلِّ سَنَةٍ نَجْمٌ

وہ غلام جس نے آزادی حاصل کرنے کے لئے اپنے مالک سے معاہدہ کیا ہو
اوراس کی قسطوں کا بیان، ہر سال میں ایک قسط

وَقَوْلُهُ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۭ (النور: ٣٤) وَقَالَ رَوْحٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ: قُلْتُ لِعَطَاءٍ: أَوَاجِبٌ عَلَيَّ إِذَا عَلِمْتُ لَهُ مَالًا أَنْ أُكَاتِبَهُ؟ قَالَ: مَا أُرَاهُ إِلَّا وَاجِبًا. وَقَالَ عَمْرُو ابْنُ دِيْنَارٍ: قُلْتُ لِعَطَاءٍ: اَتَأْثُرُهُ عَنْ أَحَدٍ؟ قَالَ: لَا ثُمَّ أَخْبَرَنِي أَنَّ مُوْسَى ابْنَ أَنَسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ سِيْرِيْنَ سَأَلَ أَنَسًا الْمُكَاتَبَةَ- وَكَانَ كَثِيْرَ الْمَالِ- فَأَبَى فَانْطَلَقَ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ: كَاتِبْهُ فَأَبَى فَضَرَبَهُ بِالدِّرَّةِ وَيَتْلُوْ عُمَرُ: فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا فَكَاتَبَهُ.

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر: تمہارے مملوکہ غلاموں میں سے جو آزادی حاصل کرنا چاہتے ہوں، اگر تم ان میں بھلائی دیکھو تو ان سے مکاتبت کرلو اور (اگر ان کے پاس پورا مال نہ ہو تو) جو اللہ نے تم کو مال دیا ہے، اس میں سے کچھ مال دے کر ان کی آزادی ممکن بنا دو۔ اور روح (بن عبادہ) نے ابن جریج سے نقل کیا (کہ انہوں نے کہا:) میں نے عطاء (بن ابی رباح) سے پوچھا کہ اگر میں سمجھوں کہ میرے غلام کے پاس مال ہے تو کیا مجھ پر واجب ہے کہ میں اس کو مکاتبت کی بناء پر آزادی دے دوں؟ تو انہوں نے کہا: میں تو اسے واجب ہی سمجھتا ہوں۔ اور عمرو بن دینار نے کہا: میں نے عطاء سے پوچھا: کیا آپ کا یہ بیان کسی روایت کی بناء پر ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ پھر انہوں نے مجھے بتایا۔ موسیٰ بن انس نے انہیں خبر دی کہ سیرین نے حضرت انسؓ سے مکاتبت کے لئے درخواست کی، وہ بہت مالدار تھے۔ (حضرت انسؓ نے) قبول نہ کیا۔ اس پر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ (حضرت عمرؓ) نے فرمایا: اس کے ساتھ مکاتبت کرو۔ (حضرت انسؓ) نے نہ مانا تو حضرت عمرؓ نے اُن کو درّہ لگایا اور حضرت عمرؓ یہ آیت پڑھتے جاتے تھے: اگر تمہیں اُن میں بھلائی معلوم ہو تو اُن سے مکاتبت کرو۔ چنانچہ حضرت انسؓ نے سیرین سے مکاتبت کی، یعنی تحریر لکھوا کر آزاد کیا۔

۲۵۶۰: وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: إِنَّ بَرِيْرَةَ دَخَلَتْ عَلَيْهَا تَسْتَعِيْنُهَا فِي كِتَابَتِهَا وَعَلَيْهَا خَمْسُ أَوَاقِيَ نُجِّمَتْ عَلَيْهَا فِي خَمْسِ سِنِيْنَ فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ: وَنَفِسَتْ فِيْهَا أَرَأَيْتِ إِنْ عَدَدْتُ لَهُمْ عَدَّةً وَاحِدَةً أَيَبِيْعُكِ أَهْلُكِ فَأُعْتِقَكِ فَيَكُوْنَ وَلَاؤُكِ لِي فَذَهَبَتْ بَرِيْرَةُ إِلَى أَهْلِهَا فَعَرَضَتْ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوْا: لَا إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ لَنَا الْوَلَاءُ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اشْتَرِيْهَا فَأَعْتِقِيْهَا فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ. ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا بَالُ رِجَالٍ يَّشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللهِ؟ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، شَرْطُ اللهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ.

۲۵۶۰: اورلیث نے کہا کہ یونس نے مجھے بتایا۔ ابن شہاب سے روایت ہے کہ عروہ نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: بریرہؓ اُن کے پاس آئیں اور اپنی مکاتبت کے بارے میں مدد چاہتی تھیں اور انہیں پانچ اوقیہ چاندی ادا کرنا تھا، جو پانچ سال میں قسط وار دینا تھی اور حضرت عائشہؓ چاہتی تھیں کہ آزاد کرائیں۔ انہوں نے (بریرہؓ سے) کہا: اگر میں ان کو ایک ہی دفعہ گن کر دے دوں، تو کیا تمہارے مالک میرے ہاتھ فروخت کر دیں گے کہ میں تمہیں خرید کر آزاد کروں گی اور تمہارے ترکہ کا حق مجھے ہو گا۔ تو بریرہؓ اپنے مالکوں کے پاس گئیں اور ان کے سامنے یہ بات پیش کی۔ تو انہوں نے کہا: ہرگز نہیں، بلکہ یہ حق وراثت ہمارا ہوگا۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: یہ سن کر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی اور آپؐ سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اسے خرید لو اور اسے آزاد کر دو، کیونکہ حق وراثت تو اس کا ہوتا ہے جو آزاد کرے۔ اِس کے بعد رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپؐ نے فرمایا: ان لوگوں کی کیسی حالت ہے جو ایسی شرطیں کرتے ہیں، جو کتاب اللہ میں نہیں۔ جس نے کوئی ایسی شرط کی جو کتاب اللہ میں نہیں تو وہ شرط باطل ہوگئی۔ اللہ کی شرط ہی عمل کرنے کے زیادہ لائق ہے اور زیادہ پائیدار ہے۔

اطرافهُ: ٤٥٦، ١٤٩٣، ٢١٥٥، ٢١٦٨، ٢٥٣٦، ٢٥٦١، ٢٥٦٣، ٢٥٦٤، ٢٥٦٥، ٢٥٧٨، ٢٧١٧، ٢٧٢٦، ٢٧٢٩، ٢٧٣٥، ٥٠٩٧، ٥٢٧٩، ٥٢٨٤، ٥٤٣٠، ٦٧١٧، ٦٧٥١، ٦٧٥٤، ٦٧٥٨، ٦٧٦٠.

تشریح: **اَلْمُكَاتَبُ وَنُجُوْمُهُ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ نَّجْمٌ:** امام بخاریؒ نے اس باب میں مکاتبت سے متعلق کئی حوالے نقل کئے ہیں۔جن میں سورۂ نور کی آیت بھی ہے۔اس باب کے تحت بھی کوئی روایت درج نہیں کی؛ صرف حوالہ جات پر اِکتفاء کیا گیا ہے اور جو روایت ان کے بعد درج ہے وہ واوٴ عاطفہ سے معطوف کر کے عنوانِ باب ہی سے وابستہ کی گئی ہے۔اس سے بھی وجوب آزادی کا مسئلہ مستنبط ہوتا ہے۔یہ روایت کتاب الصلاة (باب ۷۰ روایت نمبر ۴۵۶) میں گزر چکی ہے۔اس میں اختصار ہے اور یہاں تفصیل کہ پانچ اوقیہ چاندی کی ادائیگی بطور معاوضہ آزادی قرار پائی تھی جو پانچ سال میں بالاقساط اَدا ہونی تھی۔

فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا: حوالہ جات مندرجہ باب پر نظر غائر ڈالنے سے ظاہر ہے کہ اس میں ان سہولتوں کا ذِکر کیا گیا ہے جو غلاموں کی آزادی کے تعلق میں شریعت اسلامیہ نے عطا کی ہیں۔ان میں سے اوّل یہی حکم ہے جو بصورتِ وجوب محولہ بالا آیت میں وارد ہوا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ فَكَاتِبُوْهُمْ میں كَاتِبُوْا صیغۂ اَمر ہے جو وجوب پر دَلالت کرتا ہے جیسا کہ داوٴد ظاہریؒ، امام ابن حزمؒ اور محمد بن جریرؒ کا مذہب ہے۔جمہور کے نزدیک یہ حکم مستحب ہے۔ عنوانِ باب کے حوالے جو عطاء بن ابی رباحؒ، سیرین، حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ وغیرہ سے منقول ہیں۔وہ بھی وجوب ہی پر دلالت کرتے ہیں۔غرض مذکورہ بالا اِرشادِ باری تعالیٰ بنیادی امر ہے جس سے غلاموں کی آزادی کا دروازہ کھولا گیا ہے کہ وہ بذریعہ مکاتبت اپنی آزادی کا مطالبہ کر سکتے ہیں اور مالک کا انکار قابل قبول نہیں۔دوسرا اَمر جو اس غرض کے لئے آسانی پیدا کرتا ہے وہ بالاقساط رقم کی اَدائیگی ہے۔سہولت سے متعلق تیسرا اَمر غلام کی مالی امداد ہے۔اگر مالک نقد لینے پر ہی مصر ہو تو نقد ادا کی جائے۔جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے بریرہؓ کی مالی مدد فرمائی اور یہ مالی امداد صیغۂ زکوۃ سے بھی دی جاسکتی ہے۔ مکاتبت سے متعلق عدم وجوب کے بارے میں جمہور کی بڑی دلیل یہ ہے کہ اس امر پر فقہاء کا اجماع ہے کہ کوئی مالک اپنی ملکیت کے بارے میں مجبور نہیں کیا جاسکتا اور قرآن مجید کا اِرشاد اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا جملہ شرطیہ ہے جس میں مالک کو حق دیا گیا ہے کہ اگر وہ مکاتبت کا مطالبہ کرنے والے لونڈی یا غلام میں بھلائی دیکھے تو مکاتبت کی درخواست قبول کرے۔ لیکن خَيْرٌ کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اگر غلام کمانے کے قابل ہو اور وہ مالک کو مطلوبہ رقم دے سکے تو مالک کو اس کی درخواست قبول کرلینی چاہیے۔ان معنوں کی رُو سے غلام اگر یقین دلاتا ہو کہ وہ مطلوبہ رقم اَدا کر سکتا ہے تو پھر مالک کو انکار کی گنجائش نہیں ہونی چاہیے۔یہی صورت سیرینؒ کی مکاتبت کے بارے میں پیش آئی۔وہ حضرت انسؓ کے غلام تھے اور انہوں نے مکاتبت کا مطالبہ کیا۔حضرت انسؓ نے ان سے بیس ہزار دراہم طلب کئے اور ان کی اَدائیگی کا سیرینؒ نے یقین دلایا مگر وہ نہ مانے اور آخر خلیفۂ وقت حضرت عمرؓ نے اُن کو مجبور کیا☆ یہ واقعہ بھی قائلین وجوب مکاتبت کی تائید کرتا ہے۔اسی طرح بریرہؓ کا مشہور واقعہ بھی ہے کہ اُن کے مالکوں کا عذر درخورِ اِعتنا نہیں سمجھا گیا۔امام شافعیؒ نے آیت اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا میں خَيْرٌ کے معنی مال کی قدرت اور دیانتداری کئے ہیں کیونکہ دونوں صفتیں غلام میں ہوں تو مالک کو رقم مقررہ کی اَدائیگی کا یقین ہوسکتا ہے۔جو کمانے کی قدرت نہیں رکھتا یا جو امین نہیں، وہ اَدا نہیں کرے گا بلکہ ایسے غلام اور لونڈی آزاد ہو کر

☆ (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب المكاتب، باب تعجيل الكتابة، جزء ۱۰ صفحہ ۳۳۴)

معاشرہ کے لئے مضرّ ہوں گے۔ اوّل الذکر بیکار ہوکر بھیک مانگے گا اور غیر دیانت دار چوری وغیرہ ناجائز ذرائع سے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوگا۔ اسی لئے ایسے غلاموں کی آزادی مذکورہ بالا شرائط سے مقید کی گئی ہے۔ لیکن جو غلام مکاتبت کا طالب ہے اگر کسب حلال پر قدرت رکھنے والا اور امین ہو تو اس کے حق میں امام شافعیؒ کے نزدیک کَاتِبُوْا کی تعمیل واجب ہوگی جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارہ میں فیصلہ فرمایا۔ آقا کے انکار پر حکومت وقت دخل دے گی اور ارشادِ باری تعالیٰ اٰتُوْهُمْ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْ اٰتٰكُمْ بھی اسی وجوب کی مزید تاکید کرتا ہے۔ اس ارشاد کے مخاطب جیسا کہ دولت مند ہیں؛ اربابِ حکومت زکوٰۃ بھی ہیں۔ اٰتُوْهُمْ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْ اٰتٰكُمْ کے وجوب یا عدم وجوب کی نسبت بھی فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ حکم واجب العمل ہے اور امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک مندوب ومستحب۔ تفصیل کیلئے دیکھئے فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۲۹ تا ۲۳۱۔ عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۱۱۷، ۱۱۸۔ بدایۃ المجتہد، کتاب الکتابۃ، القول فی مسائل العقد، القول فی المکاتب، جزء ثانی، صفحہ ۲۸۳، ۲۸۴۔

بَاب ۲ : مَا يَجُوْزُ مِنْ شُرُوْطِ الْمُكَاتَبِ وَمَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ

مکاتب سے جو شرطیں جائز ہیں ان کا بیان اور جس نے کوئی ایسی شرط کی ہو جو کتاب اللہ میں نہیں

فِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

۲۵۶۱ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ بَرِيْرَةَ جَاءَتْ تَسْتَعِيْنُهَا فِي كِتَابَتِهَا، وَلَمْ تَكُنْ قَضَتْ مِنْ كِتَابَتِهَا شَيْئًا قَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ: ارْجِعِي إِلَى أَهْلِكِ فَإِنْ أَحَبُّوْا أَنْ أَقْضِيَ عَنْكِ كِتَابَتَكِ وَيَكُوْنَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ. فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ بَرِيْرَةُ لِأَهْلِهَا فَأَبَوْا وَقَالُوْا: إِنْ

۲۵۶۱: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ سے روایت کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُن کو بتایا کہ بریرہؓ آئیں اور ان سے اپنی مکاتبت کے لئے مدد مانگی اور انہوں نے ابھی تک اپنی مکاتبت سے کچھ بھی ادا نہیں کیا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے ان سے کہا کہ اپنے مالکوں کے پاس لوٹ جاؤ، اگر وہ پسند کریں تو مَیں تمہاری طرف سے مکاتبت ادا کر دوں اور تمہاری وراثت کا حق میرا ہوگا، تو میں ادا کئے دیتی ہوں۔ بریرہؓ

شَاءَتْ أَنْ تَحْتَسِبَ عَلَيْكِ فَلْتَفْعَلْ وَيَكُوْنَ وَلَاؤُكِ لَنَا. فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ابْتَاعِي فَأَعْتِقِي فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ. قَالَ: ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا بَالُ أُنَاسٍ يَّشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللهِ؟ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَلَيْسَ لَهُ وَإِنْ شَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ شَرْطُ اللهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ.

نے اپنے مالکوں سے اس کا ذکر کیا تو وہ نہ مانے اور کہنے لگے کہ اگر حضرت عائشہؓ چاہیں کہ اللہ کی رضامندی کے لئے تم پر احسان کریں تو وہ کریں اور تمہارا حق وراثت ہمارا ہوگا۔ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: تم بریرہؓ کو خرید لو اور آزاد کردو، کیونکہ حق وراثت تو اس کا ہوتا ہے جس نے آزاد کیا ہو۔ انہوں نے کہا: اس کے بعد رسول اللہ ﷺ (خطبہ کے لئے) کھڑے ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا: لوگوں کی کیا حالت ہے کہ ایسی شرطیں کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں۔ جس نے کوئی ایسی شرط کی جو کتاب اللہ میں نہیں تو وہ اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا، اگرچہ وہ سو بار بھی شرط کرے۔ اللہ کی شرط ہی زیادہ لائق ہے (کہ اس پر عمل کیا جائے) اور وہ زیادہ مضبوط ہے۔

اطرافهُ: ٤٥٦، ١٤٩٣، ٢١٥٥، ٢١٦٨، ٢٥٣٦، ٢٥٦٠، ٢٥٦٣، ٢٥٦٤، ٢٥٦٥، ٢٥٧٨، ٢٧١٧، ٢٧٢٦، ٢٧٢٩، ٢٧٣٥، ٥٠٩٧، ٥٢٧٩، ٥٢٨٤، ٥٤٣٠، ٦٧١٧، ٦٧٥١، ٦٧٥٤، ٦٧٥٨، ٦٧٦٠۔

٢٥٦٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَرَادَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً لِتُعْتِقَهَا فَقَالَ أَهْلُهَا: عَلَى أَنَّ وَلَاءَهَا لَنَا. قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَمْنَعُكِ ذَلِكِ فَإِنَّمَا

۲۵۶۲: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارادہ کیا کہ ایک لونڈی کو (اس غرض سے) خریدیں کہ وہ اسے آزاد کریں؛ تو اس لونڈی کے مالکوں نے کہا: اس کا حق وراثت ہمارا ہی رہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ. نے (حضرت عائشہؓ سے) فرمایا: (ان کی) یہ بات تمہیں نہ روکے۔ کیونکہ حق وراثت تو اس کا ہوتا ہے جو آزاد کرے۔

اطرافہ: ۲۱۵۶، ۲۱۶۹، ۲۷۵۲، ۶۷۵۷، ۶۷۵۹۔

تشریح: **مَا يَجُوزُ مِنْ شُرُوطِ الْمُكَاتَبِ:** فقہاء نے صحت عتق ومکاتبت کے بارے میں کچھ شرطیں عائد کی ہیں۔ ان میں سے بعض کا تعلق مکاتِب یعنی مالک سے ہے اور بعض کا تعلق مکاتَب یعنی اس غلام اور لونڈی سے جو آزادی کے خواہاں ہوں اور بعض کا عقد مکاتبت کی صحت یا عدم صحت سے۔ مثلاً صحت مکاتبت کے لئے ضروری ہے کہ ملکیت صحیح ہو یعنی مالک تصرفِ ملکیت کے بارے میں پابندی سے بالکل آزاد ہو۔ اگر قرضہ وغیرہ کی عدم ادائیگی کی وجہ سے دارالقضاء نے اس پر پابندی عائد کی ہو کہ وہ مملوکہ اشیاء جن میں لونڈی غلام بھی شامل ہیں، بیع یا ہبہ نہیں کرسکتا تو اس کا ان سے مکاتبت کرنا بھی درست نہ ہوگا۔ یا وہ فاتر العقل یا نابالغ ہو تو اس کا عتق و ہبہ درست نہ ہوگا۔ اسی طرح مکاتَب کے لئے بھی صحت مکاتبت سے متعلق بعض شرطیں ہیں جن میں سے ایک شرط اہلیت و قابلیت اور امانت ودیانت ہے جس کا ذکر سابقہ باب کی تشریح میں گزر چکا ہے۔ نفس عقد مکاتبت کی صحت کے لئے بھی شرط ہے کہ اس میں رقم قابل ادا اور میعادِ ادائیگی معین ہو، ورنہ مکاتبت بلاتعیین صحیح قرار نہیں پائے گی بلکہ بیع مجہول کی ایک قسم ہوگی۔ اس تعلق میں دیکھئے بداية المجتهد، كتاب الكتابة، القول في مسائل العقد، وشروط الكتابة۔

مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ: باب کے عنوان میں جائز وناجائز شرائط کا مجمل ذکر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا حوالہ دیا گیا ہے کہ ہر ایسی شرط جو کتاب اللہ میں ہو وہ قبول اور جو اس میں نہ ہو وہ ردّ ہوگی۔ منشاء الٰہی کے مطابق ہی عقد مکاتبت صحیح ہوگا اور اس تعلق میں حضرت بریرہؓ کا واقعۂ عتق زیر باب دہرایا گیا ہے۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فقرہ فِي كِتَابِ اللّٰهِ سے ایسی شرط مراد لی ہے جو مقتضائے کتاب اللہ کے مطابق ہو۔ کتاب اللہ کے احکام سے ظاہر ہے کہ الٰہی منشاء غلاموں کی آزادی ہے نہ قیام غلامی۔ اس لئے اگر کوئی شرط اس میں روک یا مشکل پیدا کرتی ہو وہ ردّ کردی جائے گی۔ اس باب میں بھی سابقہ باب کے مضمون کی تائید ہے کہ فَكَاتِبُوهُمْ کا حکم واجب العمل ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی طرف ہے۔

لَا يَمْنَعُكِ ذَلِكِ: عنوانِ باب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ ان کی روایت کے ان الفاظ کی وجہ سے ہے: لَا يَمْنَعُكِ ذَلِكِ (روایت نمبر ۲۵۶۲) یعنی مالکوں کی طرف سے پیدا کردہ روک باطل ہے اور حق ملکیت کا سوءِ استعمال۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی محولہ بالا روایت کے لئے کتاب البیوع باب ۶۷ روایت نمبر ۲۱۵۶ بھی دیکھئے؛ جہاں لفظ اشتراط مروی ہے۔

عنوان باب میں مسئلہ مکاتبت کا ذکر مثبت ومنفی دونوں پہلوؤں سے کیا گیا ہے۔ باب کی پہلی روایت کے الفاظ فَاِنَّمَا الْوَلَآءُ لِمَنْ اَعْتَقَ کا تعلق مثبت پہلو سے ہے اور دوسری روایت کے الفاظ کا تعلق منفی پہلو سے ہے۔ عقد مکاتبت کے دونوں پہلو مندرجہ روایتوں سے واضح ہیں۔

بَاب ۳: اِسْتِعَانَةُ الْمُكَاتَبِ وَسُؤَالُهُ النَّاسَ

مکاتَب کا لوگوں سے مدد طلب کرنا اور سوال کرنا

۲۵۶۳ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: جَاءَتْ بَرِيْرَةُ فَقَالَتْ: إِنِّي كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ فِي كُلِّ عَامٍ اَوْقِيَةٌ فَأَعِيْنِيْنِي. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا لَهُمْ عَدَّةً وَّاحِدَةً وَأُعْتِقَكِ فَعَلْتُ فَيَكُوْنَ وَلَاؤُكِ لِيْ. فَذَهَبَتْ إِلَى أَهْلِهَا فَأَبَوْا ذَلِكَ عَلَيْهَا فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ عَرَضْتُ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ الْوَلَاءُ لَهُمْ. فَسَمِعَ بِذَلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَنِيْ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: خُذِيْهَا فَأَعْتِقِيْهَا وَاشْتَرِطِيْ لَهُمُ الْوَلَاءَ فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

۲۵۶۳: عبید بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ابواُسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام (بن عروہ) سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ بریرہؓ آئی اور اس نے کہا: میں نے اپنے مالکوں سے نو (۹) اوقیے چاندی پر مکاتبت کی ہے۔ ہر سال ایک اوقیہ مجھے ادا کرنا ہے۔ اس لئے آپؓ میری مدد کریں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: اگر تمہارے مالک چاہیں کہ میں ان کو ایک ہی دفعہ گن کر دے دوں اور تمہیں آزاد کردوں تو میں ادا کئے دیتی ہوں اور تمہارا حق وراثت میرا ہوگا۔ وہ اپنے مالکوں کے پاس گئی تو انہوں نے اس کی یہ بات نہ مانی۔ اس نے (حضرت عائشہؓ سے) کہا کہ میں نے تو یہ بات ان کے سامنے پیش کی تھی مگر انہوں نے انکار کردیا ہے، سوائے اس کے کہ حق وراثت انہی کا ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سنا اور مجھ سے دریافت فرمایا، تو میں نے آپؐ سے (سارا واقعہ) بیان کردیا۔ آپؐ نے فرمایا: اسے خرید لو اور آزاد کردو اور حق وراثت کی شرط ان سے ٹھہرا لو۔ حق وراثت تو اسی کا ہوگا جس

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَمَا بَالُ رِجَالٍ مِّنْكُمْ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ؟ فَأَيُّمَا شَرْطٍ كَانَ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ فَقَضَاءُ اللّٰهِ أَحَقُّ وَشَرْطُ اللّٰهِ أَوْثَقُ. مَا بَالُ رِجَالٍ مِّنْكُمْ يَقُوْلُ أَحَدُهُمْ: أَعْتِقْ يَا فُلَانُ وَلِيَ الْوَلَاءُ. إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ.

نے آزاد کیا ہو۔حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: پھر رسول اللہ ﷺ لوگوں میں (خطبہ کے لئے) کھڑے ہوئے اور آپؐ نے اللہ کی حمد بیان کی اور اس کی تعریف کی۔ پھر فرمایا: اما بعد، تم میں سے بعض مردوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی شرطیں کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔ جو شرط بھی کتاب اللہ میں نہیں وہ باطل ہے، اگرچہ سو شرطیں ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ کا حکم ہی زیادہ لائق ہے (کہ اس پر عمل کیا جائے) اور اللہ کی شرط ہی زیادہ مضبوط ہے۔ تم میں سے بعض لوگوں کی کیسی حالت ہے کہ ان میں سے ایک کہتا ہے کہ فلاں کو آزاد کر دو اور حق وراثت میرا ہوگا۔ حق وراثت تو اس کا ہوگا جو آزاد کرے۔

اطرافہ: ٤٥٦، ١٤٩٣، ٢١٥٥، ٢١٦٨، ٢٥٣٦، ٢٥٦٠، ٢٥٦١، ٢٥٦٤، ٢٥٦٥، ٢٥٧٨، ٢٧١٧، ٢٧٢٦، ٢٧٢٩، ٢٧٣٥، ٥٠٩٧، ٥٢٧٩، ٥٢٨٤، ٥٤٣٠، ٦٧١٧، ٦٧٥١، ٦٧٥٤، ٦٧٥٨، ٦٧٦٠۔

تشریح: **اِسْتِعَانَةُ الْمُكَاتَبِ وَسُؤَالُهُ النَّاسَ:** ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی مرسل روایات میں ایک روایت یحیٰ بن ابی کثیر کی ہے کہ آیت اِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا میں خَيْرًا سے صنعت وحرفت کا علم مراد ہے۔ یعنی غلاموں کو ایسی حالت میں آزاد نہ کرو کہ وہ لوگوں پر بار رہوں۔ یہ روایت مرسل ہے۔ (المراسيل لأبي داؤد، باب في المفلس، جزء اوّل صفحه ١٧٠) آیت مذکورہ بالا سے بعض فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ ایسے غلام جو اپنی صورتِ معاش پیدا نہیں کر سکتے ان کا آزاد کرنا مناسب نہیں کہ لوگوں سے مانگنے لگیں یا اور ناجائز ذرائع اختیار کرنے پر مجبور ہوں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۱۲۱) (بداية المجتهد، كتاب الكتابة، القول في مسائل العقد، جزء۲ صفحہ۲۸۳)

اس رائے کے پیش نظر مذکورہ بالا عنوان قائم کر کے استعانت اور سوال کی دو صورتیں نمایاں کی گئی ہیں اور ان دونوں میں کہا گیا ہے: بھیک مانگنا بے شک منع ہے مگر استعانت ممنوع نہیں، جیسا کہ بریرہؓ نے اپنی آزادی کے لئے حضرت عائشہؓ سے مالی مدد طلب کی اور وہ کی گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا بلکہ آپؐ نے اجازت دی اور بریرہؓ کی آزادی میں مالکوں نے جو روک پیدا کرنی چاہی آپؐ نے اسے ناپسند فرمایا۔ اس لئے نہ مشار الیہ روایت صحیح ہے اور نہ فقہاء کا مذکورہ بالا استنباط۔

بَاب ٤ : بَيْعُ الْمُكَاتَبِ إِذَا رَضِيَ

مکاتَب کو فروخت کرنے کا بیان، اگر وہ راضی ہو

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: هُوَ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: مَا بَقِيَ عَلَيْهِ دِرْهَمٌ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: هُوَ عَبْدٌ إِنْ عَاشَ وَإِنْ مَّاتَ وَإِنْ جَنَى مَا بَقِيَ عَلَيْهِ شَيْءٌ.

اور حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: غلام غلام ہی ہے جب تک اس کے ذمّے کچھ باقی ہو اور حضرت زید بن ثابتؓ نے کہا: جب تک ایک درہم بھی اُس کے ذمہ باقی ہو (وہ غلام ہی ہے۔) اور حضرت (عبداللہ) بن عمرؓ نے کہا: وہ غلام ہی ہے جب تک کہ اس کے ذمّہ کچھ باقی ہو، خواہ زندہ رہے، خواہ مرے، خواہ جرم کرے۔

٢٥٦٤ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ بَرِيْرَةَ جَاءَتْ تَسْتَعِيْنُ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقَالَتْ لَهَا: إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَصُبَّ لَهُمْ ثَمَنَكِ صَبَّةً وَّاحِدَةً وَأُعْتِقَكِ فَعَلْتُ فَذَكَرَتْ بَرِيْرَةُ ذٰلِكَ لِأَهْلِهَا فَقَالُوْا: لَا إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ الْوَلَاءُ لَنَا. قَالَ مَالِكٌ: قَالَ يَحْيَى: فَزَعَمَتْ عَمْرَةُ أَنَّ عَائِشَةَ ذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اشْتَرِيْهَا وَأَعْتِقِيْهَا فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ.

۲۵۶۴: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ بن سعید (انصاری) سے، یحيٰ نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ بریرہؓ آئی۔ حضرت عائشہ امّ المؤمنین رضی اللہ عنہا سے مدد طلب کرنے لگی تو حضرت عائشہؓ نے اس سے کہا: اگر تمہارے مالک چاہیں کہ میں ان کے سامنے تمہاری قیمت ایک ہی دفعہ ڈال دوں اور تمہیں آزاد کردوں تو یہ کئے دیتی ہوں۔ بریرہؓ نے اپنے مالکوں سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: نہیں، مگر اس شرط پر کہ (تمہارا) حق وراثت ہمارا ہوگا۔ مالک کہتے تھے کہ یحيٰ نے کہا: عمرہ کہتی تھیں کہ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: تم اسے خرید لو اور اس کو آزاد کردو۔ حق وراثت تو اسی کا ہے جس نے آزاد کیا۔

اطرافه: ٤٥٦، ١٤٩٣، ٢١٥٥، ٢١٦٨، ٢٥٣٦، ٢٥٦٠، ٢٥٦١، ٢٥٦٣، ٢٥٦٥، ٢٥٧٨، ٢٧١٧، ٢٧٢٦، ٢٧٢٩، ٢٧٣٥، ٥٠٩٧، ٥٢٧٩، ٥٢٨٤، ٥٤٣٠، ٦٧١٧، ٦٧٥١، ٦٧٥٤، ٦٧٥٨، ٦٧٦٠۔

تشریح: **بَيْعُ الْمُكَاتَبِ إِذَا رَضِيَ:** بَيْعُ الْمُكَاتَبِ کے معنی ہیں مکاتبت کا معاہدہ کرنے والا؛ غلام اور لونڈی کی بیع یا ان دونوں کی طرف سے بیع کا صادر ہونا۔ سابقہ باب میں بتایا جا چکا ہے کہ اگر غلام یا لونڈی کے پاس مال نہ ہو یا وہ کوئی ہنر نہ جانتے ہوں تو ان کی آزادی کے لئے بھی مکاتبت کا راستہ کھلا ہے۔ بعض فقہاء کا استدلال کہ غلام چونکہ اپنے مالک کا مملوکہ مال ہے وہ اپنے آپ کو بیع نہیں کرسکتا، یہ استدلال درست نہیں۔

فقہاء نے یہ سوال بھی اُٹھایا ہے کہ مقرر کردہ رقم کی اَدائیگی تک کیا لونڈی غلام آزاد ہوں گے یا اس وقت تک غلام ہی رہیں گے جب تک کہ ساری رقم ادا نہ ہو جائے۔ معنونہ مسئلہ کے ساتھ بعض حوالے دیئے گئے ہیں۔ پہلا حوالہ حضرت عائشہؓ کا ہے جس سے ثابت کیا گیا ہے کہ غلام غلامی کی حالت ہی میں رہتا ہے جب تک کہ اس کے ذمے کچھ رقم باقی ہے۔ یہ حوالہ ابن ابی شیبہ اور ابن سعدؒ نے موصولاً نقل کیا ہے کہ سلیمان بن یسار سے مروی ہے: **قَالَ اسْتَأْذَنْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ سُلَيْمَانُ فَقُلْتُ سُلَيْمَانُ فَقَالَتْ اَدَّيْتَ مَا بَقِيَ عَلَيْكَ مِنْ كِتَابَتِكَ وَقَاطَعْتَ عَلَيْهَا قَالَ قُلْتُ نَعَمْ اِلَّا شَيْئًا يَسِيرًا قَالَتِ ادْخُلْ فَإِنَّكَ عَبْدٌ مَّا بَقِيَ عَلَيْكَ شَيْءٌ.**[1] یعنی سلیمان بن یسار نے کہا: میں نے حضرت عائشہؓ سے (اندر آنے کی) اجازت مانگی تو انہوں نے پوچھا: سلیمان؟ میں نے کہا: سلیمان۔ فرمایا: تمہارا مکاتبت کا جو حصہ باقی تھا وہ ادا کر دیا ہے؟ اور اس کی قسطیں ادا کر دی ہیں؟ کہتے تھے: میں نے کہا: ہاں؛ سوائے تھوڑے سے حصہ کے۔ انہوں نے فرمایا: اندر آ جاؤ جب تک تمہارے ذمہ کچھ باقی ہے تم غلام ہو۔ امام طحاویؒ نے بھی اسی مفہوم کی ایک روایت نقل کی ہے کہ سالم نے جو بنو نضر کے آزاد کردہ غلام تھے، حضرت عائشہؓ سے کہا کہ اب تو آپؓ مجھ سے پردہ کریں گی۔ آپؓ نے پوچھا: کیوں؟ سالم نے کہا: میں نے مکاتبت کی ہے۔ تو آپؓ نے فرمایا: **اِنَّكَ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْكَ شَيْءٌ.**[2] جب تک تمہارے ذمہ کچھ باقی ہے تم غلام ہو۔ (غلاموں سے پردہ نہ تھا۔) دوسرا حوالہ حضرت زیدؓ بن ثابت کے فتویٰ کا ہے جو انہی معنوں میں ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور سعید بن منصور نے موصولاً نقل کیا ہے۔[3] تیسرا حوالہ حضرت ابن عمرؓ کے فتویٰ کا ہے جو امام مالکؒ نے بسند نافع مولیٰ عبداللہ بن عمرؓ نقل کیا ہے۔[4] ان کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ **اَلْمُكَاتَبُ عَبْدٌ مَّا بَقِيَ عَلَيْهِ دِرْهَمٌ.**[5] یعنی وہ غلام ہی ہے جب تک کہ اس پر ایک درہم بھی باقی ہو جیسے رہن کی صورت ہے۔ جب تک کہ رقم پوری ادا نہ ہو، فک رہن نہیں ہوسکتا۔ ابوداؤد،[6] نسائی نے بھی حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے ایسا ہی نقل کیا ہے۔ حاکمؒ سے بھی ان کا یہی فتویٰ منقول ہے۔[7] جمہور کا مذہب بھی یہی ہے۔ انہوں نے اس بارہ میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے استدلال کیا ہے۔ اس خاتون نے اپنی مکاتبت کی رقم سے کچھ بھی ادا نہیں کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

۱ (مصنف ابن ابی شیبه، کتاب البیوع والاقضیة، باب فی المکاتب عبد ما بقی علیه شیء جزء۴ صفحہ۳۱۷)
۲ (معانی الآثار للطحاوی، کتاب العتاق، باب المکاتب متی یعتق، جزء۳ صفحہ۱۱۲)
۳ (مسند الشافعی، کتاب العتق، الباب الثالث فی المکاتب)
۴ (مؤطا امام مالک، کتاب المکاتب، باب القضاء فی المکاتب)
۵ (مصنف ابن ابی شیبه، کتاب البیوع، باب فی المکاتب عبد ما بقی علیه شیء، جزء۴ صفحہ۳۱۶)
۶ (ابوداؤد، کتاب العتق، باب فی المکاتب یؤدی بعض کتابته فیعجز او یموت)
۷ (المستدرک حاکم، کتاب المکاتب، جزء۲ صفحہ۲۳۷)

اس کی مکاتبت اورحق وراثت کے بارے میں اعلان فرمادیا تھا۔ قیمت کی ادائیگی بعد میں ہوئی۔ پرانے بزرگوں نے بھی مسئلہ معنونہ کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر مکاتَب آدھی قیمت ادا کردے پھر بھی وہ ابھی قرضدار ہے۔ انہی سے ایک روایت یہ بھی آتی ہے کہ وہ جس قدر رقم ادا کر چکا، اتنا آزاد ہوگا۔ حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ اگر معاوضہ دوصد درہم ٹھہرایا گیا ہواور غلام کا اصل معاوضہ دراصل ایک صد درہم ہواور یہ ادا ہوجائے تو وہ آزاد ہوگا۔ عطاء بن ابی رباح کے نزدیک تین چوتھائی ادا ہونے پر وہ آزاد ہوگا۔ امام نسائی نے حضرت ابن عباسؓ کی مرفوع حدیث نقل کی ہے کے مکاتَب غلام بقدرِ ادائیگی آزاد ہوگا۔ جمہور کا استدلال حضرت عائشہؓ کی روایت زیر باب سے ہے جو مستند و متفق علیہ حدیث ہے کہ بریرہؓ مکاتبت کے بعد فروخت ہوئیں اور اگر وہ بغیر ادائیگی حقیقتاً آزاد ہوتیں تو ان کی بیع درست نہ ہوتی کیونکہ آزاد نہیں بیچا جاسکتا، مملوک بیچا جاتا ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۴۰، ۲۴۱)

اشْتَرِيهَا وَأَعْتِقِيهَا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: اِشْتَرِيهَا وَأَعْتِقِيهَا. اسے مالکوں سے خریدلو اور آزاد کردو۔ اس سے جہاں تک مکاتَب غلام کی بیع کا جواز ثابت ہوتا ہے وہاں یہ امر بھی ظاہر ہے کہ ازرُوئے معاہدہ مکاتبت کی حیثیت بین بین ہے۔ وہ ایک آزاد انسان کی طرح اپنی مرضی کا مالک ہے۔ عنوان باب میں الفاظ اِذَا رَضِيَ سے اس حیثیت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کیونکہ اگر بریرہؓ مکاتبت کے بعد لونڈی کی حیثیت میں ہی ہوتیں تو وہ اپنے ارادے سے اپنے متعلق فیصلہ کرنے کا حق نہیں رکھتی تھیں۔ انہوں نے اپنی رضا مندی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجویز پر عمل کیا۔ یہ ایک تدبیر تھی کہ ورثہ کا جھگڑا جو مالکوں نے اٹھایا ہے وہ ختم ہوجائے۔ بریرہؓ کی بیع کے بعد مالک حضرت عائشہؓ تھیں اور اسے آزاد کئے جانے کے بعد اس کے ورثے کا حق بھی حضرت عائشہؓ کا تھا، نہ ان کا جو اس کی مکاتبت کے بارے میں مُصرّ تھے کہ اس کے ورثہ کا حق انہیں حاصل ہوگا، جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے باطل قرار دیا کہ یہ شرط کتاب اللہ میں نہیں، نہ اس آیت میں جہاں مکاتبت کا ارشاد ہے، نہ اس آیت میں جہاں ورثہ کی تقسیم کے بارے میں احکام ہیں۔

بَاب ٥: إِذَا قَالَ الْمُكَاتَبُ اشْتَرِنِي وَأَعْتِقْنِي فَاشْتَرَاهُ لِذَلِكَ

اگر مکاتَب (کسی سے) کہے: مجھے خریدلو اور آزاد کردو، پھر وہ اس غرض کے لئے اسے خریدلے تو یہ جائز ہوگا

٢٥٦٥: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي أَيْمَنُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقُلْتُ: كُنْتُ غُلَامًا

۲۵۶۵: ابونعیم نے ہمیں بتایا کہ عبدالواحد بن ایمن نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میرے باپ ایمن نے مجھ سے بیان کیا، کہتے تھے: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور میں نے کہا: میں ابولہب

لِعُتْبَةَ بْنِ أَبِي لَهَبٍ وَمَاتَ وَوَرِثَنِي بَنُوْهُ وَإِنَّهُمْ بَاعُوْنِي مِنِ ابْنِ أَبِي عَمْرٍو {☆فَأَعْتَقَنِي ابْنُ أَبِي عَمْرٍو} وَاشْتَرَطَ بَنُو عُتْبَةَ الْوَلَاءَ فَقَالَتْ دَخَلَتْ بَرِيْرَةُ وَهِيَ مُكَاتَبَةٌ فَقَالَتِ اشْتَرِيْنِي وَأَعْتِقِيْنِي قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَتْ: لَا يَبِيْعُوْنِي حَتَّى يَشْتَرِطُوْا وَلَائِي. فَقَالَتْ: لَا حَاجَةَ لِي بِذَلِكَ. فَسَمِعَ بِذَلِكَ النَّبِيُّ ﷺ أَوْ بَلَغَهُ فَذَكَرَ لِعَائِشَةَ فَذَكَرَتْ عَائِشَةُ مَا قَالَتْ لَهَا. فَقَالَ: اشْتَرِيْهَا وَأَعْتِقِيْهَا وَدَعِيْهِمْ يَشْتَرِطُوْا مَا شَاءُوْا فَاشْتَرَتْهَا عَائِشَةُ فَأَعْتَقَتْهَا وَاشْتَرَطَ أَهْلُهَا الْوَلَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ وَإِنِ اشْتَرَطُوْا مِائَةَ شَرْطٍ.

کے بیٹے عتبہ کا غلام تھا اور وہ مرگیا۔ اس کے بیٹے میرے وارث ہوئے اور انہوں نے مجھے (عبداللہ) بن ابی عمرو کے پاس فروخت کر دیا۔ {پھر ابن ابی عمرو نے مجھے آزاد کر دیا☆} اور عتبہ کے بیٹوں نے حق وراثت کی شرط کر لی تھی۔ (حضرت عائشہؓ نے) کہا: بریرہؓ میرے پاس آئی اور وہ مکاتب تھی اور اس نے کہا: آپؐ مجھے خرید لیں اور مجھ کو آزاد کر دیں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: اچھا۔ بریرہؓ بولی: وہ مجھے نہیں بیچتے جب تک میرے حق وراثت کی شرط (اپنے لئے) منظور نہ کروالیں۔ (حضرت عائشہؓ نے) کہا: مجھے اس شرط پر خریدنے کی ضرورت نہیں۔ یہ بات نبی ﷺ نے سنی یا آپؐ کو پہنچی۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے ذکر کیا، تو حضرت عائشہؓ نے جو کچھ بریرہؓ نے کہا تھا، بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا: اسے خرید لو اور اسے آزاد کر دو اور جو وہ شرطیں چاہیں لگائیں۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے اسے خرید لیا اور آزاد کر دیا اور اس کے مالکوں نے حق وراثت کی شرط کی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق وراثت اسی کا ہوتا ہے جو آزاد کرے، اگرچہ مالک سو شرطیں ہی کیوں نہ کریں۔

اطرافہُ: ٤٥٦، ١٤٩٣، ٢١٥٥، ٢١٦٨، ٢٥٣٦، ٢٥٦٠، ٢٥٦١، ٢٥٦٣، ٢٥٦٤، ٢٥٧٨، ٢٧١٧، ٢٧٢٦، ٢٧٢٩، ٢٧٣٥، ٥٠٩٧، ٥٢٧٩، ٥٢٨٤، ٥٤٣٠، ٦٧١٧، ٦٧٥١، ٦٧٥٤، ٦٧٥٨، ٦٧٦٠۔

تشریح: **اِذَا قَالَ الْمُكَاتَبُ اشْتَرِنِي وَاَعْتِقْنِي فَاشْتَرَاهُ لِذَلِكَ:** پانچواں باب مسئلہ عتق ومکاتبت کے جواز یا عدم جواز کے لئے قائم نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ بعض شارحین کا خیال ہے اور جملہ شرطیہ کا جواب لفظ جَازَ مقدر سمجھتے ہیں بلکہ مکاتَب کی خرید میں اصل غرض وغایت کی طرف توجہ مبذول کرانا مقصود ہے اور اسی لئے

☆ الفاظ "فَاَعْتَقَنِي ابْنُ اَبِي عَمْرٍو" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ۵ حاشیہ صفحہ ۲۴۱) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

الفاظ فَاشْتَرَاهُ لِذٰلِکَ بجائے جَازَ اِختیار کئے گئے ہیں ورنہ مشروعیت مکاتبت بے فائدہ ہے کیونکہ مشروعیت کا مقصد ہی یہ ہے کہ غلام ولونڈی قید و بند سے آزاد ہو، نہ یہ کہ وہ ایک مالک سے دوسرے مالک کی طرف منتقل ہو جائے جو مطلق بیع سے بھی ہوسکتا ہے۔ مکاتبت بیع کی طرح عقد لازم ہے اور اس میں معین رقم کے عوض مالکانہ حقوق سے سبکدوشی بطور شرط مُضمر ہوتی ہے جس کے بعد مکاتَب آزاد ہوگا اور یہی سمجھوتہ اُس بیع وشراء میں بھی قائم رہتا ہے جو مکاتَب اپنے متعلق اپنی آزادی کے بارے میں دوسرے سے کرتا ہے۔ فقہاء نے مکاتَبت کو بیع کی طرح عقد قرار دیتے ہوئے یہ سوال اُٹھایا ہے کہ آیا یہ عقد مالک وغلام دونوں کے لئے لازم اور واجب العمل ہے یا اختیاری یا لزوم وخیار مکاتِب اور مکاتَب کے حق میں برابر ہیں یا ایک کے حق میں لازم ہے اور دوسرے کے حق میں غیر لازم۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک مکاتبت طرفین کے لئے ہی بطور عقد لازم ہے۔ یعنی جب غلام آقا سے اپنی آزادی کے لئے مکاتبت کا مطالبہ کرے تو لازماً اُس کا مطالبہ پورا کیا جائے گا۔ تحریر ہونے کے بعد دونوں میں سے کسی کو اُسے فسخ کرنے کا حق نہیں۔ مثلاً غلام معذرت کرتا ہے کہ وہ رقم اَدا نہیں کرسکتا اور عقد مکاتبت فسخ کرنا چاہتا ہے مگر آقا مکاتبت کے قائم رکھنے پر مُصرّ ہو تو غلام پر مکاتبت لازم ہے۔ وعلیٰ ھٰذا القیاس آقا بھی فسخ نہیں کرسکتا۔ ہاں قاضی کی طرف رجوع کرسکتا ہے اور مالک اُس کے فیصلے کا پابند ہوگا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک لونڈی اور غلام پر عقد مکاتبت لازم نہیں۔ اُن کے لئے جائز ہے کہ جب چاہیں فسخ کردیں۔ کیونکہ مکاتبت کا حکم اُن کی اصلاح و بہبود کے لئے جاری ہوا ہے اور یہ عقد رہن کی طرح ہے۔ راہن جب چاہے اپنا رہن فک کراسکتا ہے جبکہ مرتہن میعاد رہن کا پابند ہے اور رہن فسخ کرنے کا مجاز نہیں۔ اسی طرح آقا پر عقد مکاتبت لازم ہے کیونکہ اِسلام نے مکاتبت کا حکم آقا کی مصلحت کے لئے نہیں بلکہ غلاموں کی آزادی ہی کی غرض سے جاری کیا ہے۔ آقا کی حیثیت راہن کی سی ہے۔ (بدایة المجتهد، کتاب الکتابة، الجنس الثانی، جزء ثانی صفحہ ۲۸۵)

كُنْتُ غُلَامًا لِعُتْبَةَ بْنِ أَبِي لَهَبٍ: روایت میں اَیمن کا نام آتا ہے۔ اُس کے متعلق جاننا چاہیے کہ اَیمن حبشی مکی نام کے دو شخص ہیں۔ ایک عبدالواحد کے باپ جو مدینہ منورہ میں فروکش تھے اور دوسرے ایمن بن نایل جو عسقلان میں مقیم تھے۔ دونوں تابعی ہیں۔ عتبہ بن ابی لہب عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب فتح مکہ میں مسلمان ہوگئے تھے۔ عبداللہ بن ابی عمرو نے عتبہ کے بیٹوں سے عبدالواحد کو خرید کر آزاد کردیا تھا۔

(فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۴۱) (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۲۴)

خلاصہ ابواب مکاتبت یہ ہے کہ از رُوئے شریعت اسلامیہ لونڈی اور غلام کی آزادی بذریعہ مکاتبت جاری کرنے میں ان کی بہتری مدنظر ہے اور اس میں ان کے لئے ہر قسم کی سہولت پیدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس بارہ میں جو احکام جاری ہوئے ہیں وہ اسلامی دستور کے لئے بطور اصولِ اساسی کارفرما رہے ہیں۔ یہ کہنا کہ اسلامی دستور کا کوئی وجود ہی نہیں، حقائق سے لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ قرآن مجید تعلقاتِ معاشرہ اسلامیہ کی صحت واستواری کے لئے ایک ضابطۂ قوانین ہے جو

تحریر میں محفوظ ہے اور ائمہ وفقہاء نے استدلال واستنباط کی بنیاد اوّل قرآن مجید پر رکھی ہے۔ پھر ان عملی اور قولی تشریحات پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے ثابت ہیں۔ دارالافتاء اور دار القضاء نے ان کے بموجب فتوے اور فیصلے صادر کئے ہیں۔ ذہنی شکست خوردگی کی وجہ سے مسلمان نئی سے نئی اصطلاحوں سے مرعوب ہو کر سمجھنے لگا ہے کہ اس کے ہاں تو ویسا آئین نہیں جو ممالک غربیہ کے پاس ہے حالانکہ دنیا کے لئے شریعت اسلامیہ ایک آئین معروف اور ضابطۂ قواعد دیا گیا ہے۔ جس میں قیاسات کے لئے بھی اصول موجود ہیں اور ان کے لئے جیسا کہ اجتہاد کا دروازہ پہلے کھلا تھا، اب بھی کھلا ہے۔ اسی اجتہاد کی برکت سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نتائج حاصل کئے۔

ذیل میں غلاموں کی آزادی سے متعلق بطور نمونہ اعداد و شمار سیرت خاتم النبیین مصنفہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے سے نقل کئے جاتے ہیں، جن سے دیگر صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد کا بآسانی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ یہ سیرت بلحاظ تحقیق اور ضبط وصحت ایک ثقہ تاریخ ہے۔ جسے ہم عصر سیرت نگاروں نے بہت سراہا ہے اور یہ اعداد وشمار صرف آٹھ نفوس مطہرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

نام	تعداد آزاد شدگان
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	۶۳
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	۶۷
حضرت عباس رضی اللہ عنہ	۷۰
حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ (حضرت خدیجہؓ کے عم زاد بھائی)..	۱۰۰
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	۱۰۰۰
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ	۳۰۰۰
حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	۲۰۰۰۰
حضرت ذوالکلاع الحمیریؓ	۸۰۰۰
میزان	۳۲۳۰۰

(سیرت خاتم النبیین جلد دوم صفحہ ۳۹۷)

غلاموں کی آزادی سے متعلق مذکورہ بالا اعداد و شمار بطور نمونہ از خروارے ہیں۔ اس سے اس روح کا پتہ چلتا ہے جو اسلامی تعلیم کے نتیجہ میں مالکوں کے نفوس میں پیدا ہو چکی تھی۔ یہ نتیجہ اس طوعی شفقت کا ہے جو معاشرہ کے درماندہ و پست طبقہ کے ساتھ پیدا ہوئی اور یہ شفقت چند افراد کے ساتھ اور کسی مکان وزمان سے مخصوص نہ تھی بلکہ اس کا دامن وسیع تھا۔ اس طوعی شفقت کے علاوہ اسلامی قانون میں غلاموں کی آزادی کے لئے بہت بڑی گنجائش رکھی گئی ہے جیسا کہ

کتاب العتق کے ابواب سے ظاہر ہے۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ طائف میں اعلان فرمایا کہ جو غلام اسلام میں داخل ہوگا وہ آزاد ہوگا☆ اس اعلان سے پایا جاتا ہے کہ اسلام اور غلامی جمع نہیں ہو سکتے اور کتاب العتق کی تمہید میں بتایا جا چکا ہے کہ بنی نوع انسان کی خدمت سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کارہائے نمایاں میں سے ایک عظیم الشان کام غلامی کی لعنت کا قلع قمع کرنا ہے جس کے لئے علاوہ صحف قدیمہ کی پیشگوئیوں کے سورۃ البلد کی مہتم بالشان پیشگوئی ہے۔

یہ خدمت جلیلہ اپنی نوعیت میں ایسی نہ تھی جو کسی فوری حکم سے انجام پاتی کیونکہ ازمنہ قدیمہ میں معاشرہ بشریہ کا معتدبہ حصہ غلاموں کا طبقہ تھا جس کے ذریعہ سے اقتصادی نظام قائم تھا؛ وہ یکسر ختم نہیں کیا جاسکتا تھا کیونکہ فوری انقلاب سے توازن بگڑ جاتا ہے اور معاشرۂ انسان کی زیست خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ اسے سمجھنے کے لئے معاشرہ کی موجودہ حالت کا قیاس کریں جس کا اقتصادی نظام سرمایہ داری پر ہے۔ ابھی تک سرمایہ داری کا اندازہ سیم وزر کی صورت میں کیا جاتا ہے جو ذریعہ ہے مبادلہ اشیاء کا۔ اگر کوئی مصلح چاہے کہ زرِ مبادلہ کا طریق منسوخ ہونا چاہیے اور اس کی جگہ مبادلہ بالاشیاء کا پرانا طریق رائج کرنا بہتر ہے تو یہ منسوخی یکسر عمل میں لانے سے جو دقتیں سدراہ اور نتائج ناگوار ہو سکتے ہیں وہ تصور کئے جاسکتے ہیں۔ اِسی طرح غلام صرف مالکوں کے لئے سرمایہ دولت تھے جس سے پیداوار اور مبادلہ اشیاء میں کام لیا جاتا تھا۔ اس لئے شریعت اسلامیہ نے کسی فوری انقلاب کی جگہ تدریجی تبدیلی کے لئے حکمت وتدبیر سے کام لیا۔ مالکوں کے حقوقِ ملکیت فوراً کالعدم نہیں کئے بلکہ ذہنی تبدیلی کی راہ اختیار کی اور اس تبدیلی کے ساتھ قانون سازی سے بھی مدد لی جو اسلامی جمہوریت کی روح کے ساتھ موافقت رکھتی تھی۔ صرف ایک مسئلہ مکاتبت کے بارے میں ایک ہی واقعۂ مکاتبت سے کئی مسائل کا شرعی استنباط کیا گیا ہے اور ان کے لئے مختلف عنوان قائم کئے ہیں۔ مزید برآں ائمہ وفقہاء نے بھی اس مسئلہ مکاتبت کے تعلق میں بہت سی شقیں در شقیں مستنبط کر کے اپنے اپنے زمانے کی ضرورتیں پوری کی ہیں۔ نوع انسان آج کل بدترین قسم کی ذہنی اور اقتصادی غلامی میں جکڑی ہوئی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے اسلامی شریعت کی مدد سے اپنے زمانہ میں بہت بڑا اجہاد کر کے خاک اُفتادہ غلاموں کو آزاد اور خوشحال بنا دیا اور آج بھی جس امر کی ضرورت ہے وہ اسی قسم کے اجتہاد اور جہاد کی ہے۔ جس میں ذہنی پستی، اخلاقی فرومائگی اور اقتصادی زبوں حالی کا حقیقی علاج ہو۔ دقیق تشریحات کی اتنی ضرورت نہیں جتنا کہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ دقیق تشریحات کسی اچھی حالت کی آئینہ دار نہیں بلکہ اصل ضرورت ذہنی تربیت کی ہے جس کے ساتھ انسان کا قدم جادۂ استقامت پر قائم ہو اور معاشرۂ بشریہ میں ہر فرد اپنا مقام شناخت کرے اور بطیب خاطر حقوق کا ادا کرنے والا ہو۔ ایسا تربیت یافتہ ہر نوع کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے۔ وہ قوانین اور ارباب قوانین کی گرفت سے بے خوف وخطر ہو کر اپنے کردار کا آپ حاکم ومدبر ہوتا ہے۔ وسعت آئین سازی کوئی فخر کی بات نہیں بلکہ اس امر کی غمازی ہے کہ قوم ذہنی غلامی کی وجہ سے درماندہ اور پابہ زنجیر ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب العتق کی جو تمہید اٹھائی ہے، اس کا تعلق بعثت نبویہ کے ان اہم اغراض سے ہے جن کا ذکر قرآن مجید میں بالتکرار جا بجا ہے۔ ان میں سے سورۂ اعراف کی یہ آیت بھی

☆ سنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الجزية، باب ما جاء من عبيد أهل الحرب مسلما، جزء ۹ صفحه ۲۲۹

ہے: اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ ز یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ. (الاعراف:۱۵۸) یعنی وہ لوگ جو ہمارے اس رسول کی اتباع کرتے ہیں جو نبی ہے اور اُمی ہے جس کا ذکر توریت اور انجیل میں ان کے پاس لکھا ہوا موجود ہے۔ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں سے روکتا ہے اور سب پاک چیزیں ان پر حلال کرتا ہے اور سب بری چیزیں ان پر حرام کرتا ہے اور ان کے بوجھ جو اُن پر لادے ہوئے تھے اور طوق جو اُن کے گلوں میں ڈالے ہوئے تھے وہ ان سے دُور کرتا ہے۔

مسلمانوں کے مدنظر ہر وقت وہ اغراض رہنی چاہییں جن کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ہے۔ مغربی دنیا کے قانونچوں کی نقالی کا شوق انہیں اس مقدس غرض سے بے راہ نہ ہونے دے بلکہ اس ذہنی تربیت اور تزکیۂ نفس کی ضرورت ہے جس کے طفیل عہد نبوت میں صحابہ کرامؓ نے سیدھا سادہ آئین رکھتے ہوئے حیرت انگیز ذہنی تبدیلی کا نمونہ دکھایا اور دنیا میں یہ پہلی صحیح معنوں میں جمہوریت تھی جس کی بنیاد حریت ومساوات واخوت پر رکھی گئی ہے۔

اسلام سے قبل دنیا میں دو مملکتیں تھیں جو جمہوریت کے تصور سے ہم آہنگ ہوئیں۔ ایک مملکت یونان اور دوسری مملکت روما۔ یونان میں پرکلیز کا عہد دورِ زرّیں سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہ جمہوریت کا علمبردار تھا اور اس کے نظام حکومت میں تمام شہری برابر کے شریک تھے اور اس میں قانون کی برتری مسلّم تھی۔ نظم ونسق اور عدلیہ کا احترام تھا۔ ان خوبیوں کے باوجود طبقہ غلام شہری حقوق سے محروم تھا اور اسی طبقہ کی ریاست ہائے یونان میں اکثریت تھی۔ افلاطون، ارسطو اور زینوفون جیسے فلاسفروں نے ان کی حالت زار پر ترس کھایا اور اس کے بارے میں ہمدردی سے معمور اظہارِ خیال کیا اور غلامی ختم کرنے کی تحریک کی مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ ایک بڑے طبقہ کی شہری حقوق سے محرومی ایک بہت بڑا نقص تھا جس کا مداوا یونانی فلاسفروں سے نہ ہوسکا۔ اس کے بعد روما کی مملکت میں جمہوری نظام تقریباً یونانی اساس پر قائم ہوا۔ یونانی حکومت ابتداء میں ملوکیت تھی لیکن انتخابی صورت کی۔ حاکم اعلیٰ مجلس امراء کا مشورہ قبول کرنے کا پابند تھا۔ حاکم اور امراء کے درمیان کشمکش ہوئی جس سے رفتہ رفتہ جمہوریت کی بنیاد اٹھی۔ عوام کے منظّم ہونے پر امراء کا اقتدار ختم ہوا اور انہوں نے جمہوری اُصول پر اپنی حکومت کی تشکیل کی۔ ہر دورِ ارتقاء میں غلاموں کی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی اور وہ کھلے اکھاڑوں میں انتہائی وحشت کا تختۂ مشق بنائے گئے۔ تاریخ عالم سے واقف ان کی لرزہ خیز داستان ظلم وستم سے ناواقف نہیں۔ اہل روما تدوین قانون میں شہرۂ آفاق ہیں، مگر اس کے باوجود نہ صرف یہ کہ انہوں نے غلام طبقہ کی داد رسی نہیں کی بلکہ شکنجہ قانون میں انہیں مضبوطی سے جکڑا۔ روما والوں کا نظام غلامی یونانیوں کے نظام غلامی سے زیادہ وسیع اور زیادہ ظالمانہ تھا۔ رومی فتوحات کی وسعت نے غلاموں کی کثرت میں اضافہ کیا اور اس اضافے کے ساتھ انہوں نے غلاموں کے لئے قانونی شکنجہ زیادہ سخت کر دیا۔ اس لئے رومی جمہوریت زیادہ بدنام ہے۔ عیسائیت بھی محبت ورحم کا پیغام لے کر اُٹھی اور روم میں داخل ہوئی لیکن اس نے بھی مظلوم غلاموں کا کوئی علاج نہ کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے مسیح کے اس قول کا پاس رکھا۔ حکومت قیصر کا حق ہے

قیصر کو دو۔ روما کی حکومت کے زوال کے ساتھ قرونِ مظلمہ کا دور شروع ہوا اور ہر جگہ طبقہ مملوکہ کی شودروں کی سی حالت تھی۔ اسی دوران اسلام کی شمع حریت ومساوات واخوت فروزاں ہوئی۔ یہ شمع کوکب درّی کی شکل میں درخشاں ہوئی اور اس کی شریعت کے انوار سے قرونِ مظلمہ کی تاریکی دُور ہوئی اور غلاموں کی نجات کا دروازہ کھلا۔ بنی نوع انسان کو احساس ہوا کہ یہ طبقہ بشری بھی ہمارا برابر کا بھائی ہے۔ اِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ تمہارے بھائی ہی تمہارے نوکر چاکر ہیں۔ جو تم کھاتے ہو اس سے تم ان کو کھلاؤ۔ جو تم پہنتے ہو وہ انہیں پہناؤ اور ان کی طاقت سے بڑھ کر ان کو مشقت میں نہ ڈالو۔ اگر کوئی مشقت آمیز کام انہیں دو تو خود اس میں شریک ہو۔ (کتاب العتق باب ۱۵ روایت نمبر ۲۵۴۵)

یہ حریت ومساوات اور اخوت پر مبنی حقیقی جمہوریت ہے۔ جس کی بنیاد اسلام نے اٹھائی اور اس میں اس روحانی پیوند سے اس نے کام لیا جو خالق ومخلوق میں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین، اسوۂ حسنہ اور شریعت اسلامیہ پر مبنی تدوین قانون سے اسلامی جمہوریت کو بہت بڑی مدد ملی۔ اس کا نیک اثر ہر جگہ محسوس کیا گیا۔ گو ممالک عربیہ میں ملوکیت کے دوبارہ قائم ہونے پر سابقہ زمانوں کی لعنت پھر عود کر آئی اور اسلامی جمہوریت کے نقش ونگار مدھم ہونے شروع ہو گئے۔ لیکن باوجود اس کے اسلام نے جو ساتویں صدی کے تصورات میں تبدیلی پیدا کی تھی، وہ اپنی گہرائی اور پائیداری میں ایسی نہ تھی کہ خیر القرون کے حدود ختم ہونے کے ساتھ زوال پذیر ہو جاتی، یا مکان وزمان کی حدود میں سمٹ کر بے اثر ہو جاتی، بلکہ اس تبدیلی میں ابدی حقائق کارفرما تھے اور مدھم ہوتے ہوئے بھی اس سے ممالک یورپ کے مفکرین شدید طور پر متاثر ہوئے۔ ان کے خیالات میں انقلاب آیا۔ جس سے انیسویں اور بیسویں صدی میں ایک نیا دور شروع ہوا جو دراصل اسلامی تصورات حریت ومساوات کا مرہون منت ہے۔ لیکن یہ انقلاب اس روحانی نظریہ سے خالی ہے جو اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔ اس لئے موجودہ زمانہ کی حکومتیں جمہوریت کا ظاہری نشان تو رکھتی ہیں لیکن ہوس دولت وتملک اور دَولی کشمکش سے اس کی شکل مسخ شدہ ہے۔ موجودہ جمہوریتوں کے اصول سیاست بہت پیچیدہ ہیں اور نتیجہ صفر۔ عالمگیر فقر وفاقہ اور اخلاقی فرد مائیگی سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کتاب العتق کی تشریح کا یہ تاریخی حصہ بہت دلچسپ ہے اور تفصیلی موازنہ وبسط کا محتاج۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کے اصول حریت ومساوات واخوت اور قانونِ شریعت کے احترام کے لئے ذہنی فضا پیدا اور دل کی زمین ہموار اور مخلوق کا رابطہ خالق کے ساتھ استوار کیا جائے تا مخلوق کا حقیقی بھلا ہو۔

بسم الله الرحمن الرحيم

٥١- كِتَابُ الْهِبَةِ وَفَضْلِهَا وَالتَّحْرِيضِ عَلَيْهَا

باب ١ : اَلْهِبَةُ وَفَضْلُهَا وَالتَّحْرِيْضُ عَلَيْهَا

ہبہ اور اس کی فضیلت اور اس کی ترغیب دلانے سے متعلق مسائل

٢٥٦٦ : حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ.

۲۵٦٦: عاصم بن علی (ابوالحسین واسطی) نے ہم سے بیان کیا کہ ابن ابی ذئب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے (سعید) مقبری سے، (سعید) مقبری نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اے مسلم خواتین! غور سے سنو۔ کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے گو وہ بکری کا کھر ہی (بھیجے۔)

طرفهُ: ٦٠١٧۔

٢٥٦٧ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأُوَيْسِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ لِعُرْوَةَ: ابْنَ أُخْتِي إِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ إِلَى الْهِلَالِ ثُمَّ الْهِلَالِ ثُمَّ الْهِلَالِ ثَلَاثَةَ أَهِلَّةٍ فِي شَهْرَيْنِ وَمَا أُوْقِدَتْ فِي

۲۵٦۷: عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے ہم سے بیان کیا کہ (عبدالعزیز) بن ابی حازم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے یزید بن رومان سے، یزید نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے عروہ سے کہا: میری بہن کے بیٹے! ہماری کبھی یہ حالت تھی کہ ہم ایک چاند دیکھتے، پھر دوسرا چاند دیکھتے۔ پھر تیسرا چاند

أَبْيَاتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارٌ. فَقُلْتُ: يَا خَالَةُ مَا كَانَ يُعِيْشُكُمْ؟ قَالَتِ: الْأَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ. إِلَّا أَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِيْرَانٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ كَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ وَكَانُوْا يَمْنَحُوْنَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَلْبَانِهِمْ فَيَسْقِيْنَا.

دیکھتے؛ اس طرح دو مہینے گزر جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی۔ میں نے کہا: خالہ! آپؐ کا گزارہ کن چیزوں پر ہوتا تھا؟ انہوں نے کہا: دو سیاہ چیزیں: کھجور اور پانی، مگر یہ بات تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ انصاری ہمسائے تھے۔ ان کی دودھ دینے والی بکریاں تھیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دودھ سے بطور تحفہ بھیجا کرتے تھے اور آپؐ ہم کو بھی پلاتے۔

اطرافه: ٦٤٥٨، ٦٤٥٩۔

تشریح: **اَلْهِبَةُ وَفَضْلُهَا وَالتَّحْرِيْضُ عَلَيْهَا:** هِبَةٌ اسم مصدر ہے وَهَبَ يَهِبُ سے جیسے وَعَدَ يَعِدُ عِدَةً. هِبَةٌ کے لغوی معنی ہیں عطیہ، ہدیہ اور ایسی شئے کی بخشش جس سے نفع کمایا جاسکتا ہو اور اصطلاح شریعت وقانون میں تَمْلِيْكُ شَيْءٍ بِلَا عِوَضٍ. یعنی بغیر معاوضہ کوئی شئے دوسرے کی ملکیت میں اس نیت سے دے دینا کہ رضائے الٰہی اور ثواب حاصل ہو۔ لفظ ہبة کا ہدیہ پر اطلاق لغوی معنوں میں ہوتا ہے۔ ہدایا کے لینے دینے میں بھی اطاعت الٰہی مقصود ہوسکتی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تَهَادَوْا تَحَابُّوْا. ☆ ایک دوسرے کو ہدیہ دو اور آپس میں تعلقات پیدا کرو۔ ہدیہ میں نمایاں غرض تعلقات کی استواری ہی ہے۔ امام بخاریؒ نے کتاب الهبة میں ہبہ کی مختلف قسمیں ترتیب سے بیان کی ہیں جن میں سے ایک عام اور معروف قسم ہدیہ وتحفہ ہے۔ شروع میں بطور تمہید کھانے پینے کی اشیاء کا ذکر ہے جو ایک ہمسایہ اپنے ہمسائے کو بصورت ہدیہ یا تحفہ دیتا ہے۔ مندرجہ بالا دونوں روایتوں میں ایسے ہی ہدایا؛ ہبہ میں شمار کئے گئے ہیں جن کا رواج عرفِ عام میں ہے۔ فِرسن کھر کی آخری ہڈی کو کہتے ہیں جس پر گوشت کم ہوتا ہے۔ یہ لفظ اُونٹ کے پاؤں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور مجازاً بکری کے پاؤں کے لئے بھی مستعمل ہے اور لفظ حَافِر گھوڑے کے سُم کے لئے۔ مراد یہ ہے کہ حقیر شئے بھی ہدیہ میں قبول کی جائے۔ مَنَائِح، مَنِيْحَةٌ کی جمع ہے۔ اس کے معنی اس دودھیل جانور کے ہیں جو بطور عطیہ کسی کو دیا جائے۔ یہ لفظ اُونٹنی کے لئے خاص ہے اور بطور استعارہ بکری کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۴۴ تا ۲۴۶) مذکورہ بالا روایتیں مسائل ہبہ کے لئے بطور تمہید ہیں اور ان میں بتایا گیا ہے کہ ہبہ کا اصل ماخذ ومنبع فطرتِ بشریہ میں پایا جاتا ہے جو اصل بنیاد ہے اس مودّت کی جو بنی نوع انسان میں موجود ہے اور شریعت میں نیت کی وجہ سے عمل صالح کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

☆ (الأدب المفرد للبخاری، باب قبول الهدية روایت نمبر ۵۹۴)

بَاب ۲ : اَلْقَلِيْلُ مِنَ الْهِبَةِ

تھوڑی سی چیز ہبہ کرنا

۲۵۶۸ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ دُعِيتُ إِلَى ذِرَاعٍ أَوْ كُرَاعٍ لَأَجَبْتُ وَلَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ ذِرَاعٌ أَوْ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ.

۲۵۶۸: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا کہ ابن ابی عدی نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے سلیمان (اعمش) سے، سلیمان نے ابوحازم سے، ابوحازم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا کہ اگر مجھے بکری کی ایک دستی یا پایہ کھانے کی دعوت دی جائے تو میں (اس دعوت کو) ضرور قبول کروں اور اگر بکری کی دستی یا پایہ مجھے بطور ہدیہ بھیجا جائے تو میں اس کو ضرور لے لوں۔ راوی کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ ذِرَاعٌ فرمایا یا کُرَاعٌ.

طرفہ: ۵۱۷۸۔

تشریح: **لَوْ دُعِيتُ اِلَى ذِرَاعٍ اَوْ كُرَاعٍ لَّاَجَبْتُ:** ذِرَاعٌ ٹخنے سے اُوپر کا حصہ ہے اور کُرَاعٌ ٹخنے سے نیچے کا حصہ یعنی کھر (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۲۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ معمولی سی دعوت طعام یا ادنیٰ سا ہدیہ بھی میں ردّ نہ کروں گا۔ طبرانی نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت امّ حکیم الخزاعیہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا آپؐ ہدیہ ناپسند فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: مَا اَقْبَحَهُ لَوْ اُهْدِىَ اِلَيَّ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ.[۱] ہدیہ کا ردّ کرنا بہت ہی مکروہ بات ہے۔ اگر مجھے پائے یا کھر کی دعوت دی جائے تو میں وہ بھی قبول کرلوں۔ قرآن مجید نے ردّی شئے بطور ہدیہ قبول کرنا عمدہ اخلاق میں سے شمار فرمایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امّ حکیم خزاعیہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کرنا چاہتی تھیں اور وہ گھبراتی تھیں کہ نہ معلوم ان کا ہدیہ حضورؐ کی شان کے شایان ہے یا نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوابات سے راستہ کھل گیا کہ تحفہ دینے والا اور تحفہ لینے والا یہ خیال نہ کرے کہ حقیر شئے ہے جس کا لینا دینا خلافِ شان ہے۔ آپؐ کے مذکورہ بالا ارشاد میں احساسِ مہتری اور احساسِ کہتری دونوں کا علاج ہے جو ایک ایسی لعنت ہے جس سے معاشرہ میں طبقاتی تفاوت پیدا ہوجاتا ہے۔ ایک طبقہ اُونچا کہلاتا ہے اور دوسرا نیچا۔ اس تقسیم سے اجتماعی شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا ارشاد سے تفاوت دور کردینا چاہا ہے۔ تَهَادَوْا وَتَحَابُّوْا.[۲]

---

۱ (المعجم الکبیر للطبرانی، من یعرف من النساء بالکنی، ام حکیم بنت وداع الخزاعیة جزء ۲۵ صفحہ ۱۶۲)

۲ (موطأ امام مالک، کتاب الجامع، باب ما جاء فی المھاجرۃ)

بَاب٣: مَنِ اسْتَوْهَبَ مِنْ أَصْحَابِهِ شَيْئًا

(اس شخص کے بارہ میں بیان) جو اپنے ساتھیوں سے کوئی چیز یونہی مانگے

وَقَالَ أَبُو سَعِيْدٍ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اضْرِبُوْا لِي مَعَكُمْ سَهْمًا.

اور حضرت ابوسعیدؓ (خدری) نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا حصہ بھی اپنے ساتھ نکالو۔

٢٥٦٩: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَ إِلَى امْرَأَةٍ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَكَانَ لَهَا غُلَامٌ نَجَّارٌ قَالَ لَهَا: مُرِي عَبْدَكِ فَلْيَعْمَلْ لَّنَا أَعْوَادَ الْمِنْبَرِ فَأَمَرَتْ عَبْدَهَا فَذَهَبَ فَقَطَعَ مِنَ الطَّرْفَاءِ فَصَنَعَ لَهُ مِنْبَرًا فَلَمَّا قَضَاهُ أَرْسَلَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ قَدْ قَضَاهُ. قَالَ: أَرْسِلِي بِهِ إِلَيَّ فَجَاءُوْا بِهِ فَاحْتَمَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَهُ حَيْثُ تَرَوْنَ.

اطرافہ: ٣٧٧، ٤٤٨، ٩١٧، ٢٠٩٤۔

۲۵۶۹: (سعید) بن ابی مریم نے ہمیں بتایا کہ ہم سے ابوغسان (محمد بن مطرف) نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابوحازم نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین میں سے ایک عورت کو کہلا بھیجا اور اس کا ایک غلام تھا جو بڑھئی تھا۔ آپؐ نے اسے کہا: اپنے غلام سے کہو کہ وہ ہمارے لئے لکڑی کا منبر بنا دے۔ اس نے اپنے غلام کو حکم دیا۔ وہ گیا اور اس نے جھاؤ کی لکڑی کاٹی اور آپ کے لیے ایک منبر بنایا۔ جب اس نے وہ مکمل کرلیا تو اس عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلا بھیجا کہ اس غلام نے کام ختم کرلیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: وہ (منبر) میرے پاس بھیج دو اور لوگ اسے لے آئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اُٹھوا کر وہاں رکھا جہاں تم (اب) دیکھتے ہو۔

٢٥٧٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ

۲۵۷۰: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: محمد بن جعفر نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابوحازم سے، ابوحازم نے عبداللہ بن ابی قتادہ سلمی

السَّلَمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ يَوْمًا جَالِسًا مَعَ رِجَالٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَنْزِلٍ فِي طَرِيْقِ مَكَّةَ- وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَازِلٌ أَمَامَنَا- وَالْقَوْمُ مُحْرِمُوْنَ وَأَنَا غَيْرُ مُحْرِمٍ فَأَبْصَرُوْا حِمَارًا وَحْشِيًّا- وَأَنَا مَشْغُوْلٌ أَخْصِفُ نَعْلِي فَلَمْ يُؤْذِنُوْنِي بِهِ وَأَحَبُّوْا لَوْ أَنِّي أَبْصَرْتُهُ فَالْتَفَتُّ فَأَبْصَرْتُهُ فَقُمْتُ إِلَى الْفَرَسِ فَأَسْرَجْتُهُ ثُمَّ رَكِبْتُ وَنَسِيْتُ السَّوْطَ وَالرُّمْحَ فَقُلْتُ لَهُمْ: نَاوِلُوْنِي السَّوْطَ وَالرُّمْحَ فَقَالُوْا: لَا وَاللهِ لَا نُعِيْنُكَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ فَغَضِبْتُ فَنَزَلْتُ فَأَخَذْتُهُمَا ثُمَّ رَكِبْتُ فَشَدَدْتُ عَلَى الْحِمَارِ فَعَقَرْتُهُ ثُمَّ جِئْتُ بِهِ وَقَدْ مَاتَ فَوَقَعُوْا فِيْهِ يَأْكُلُوْنَهُ ثُمَّ إِنَّهُمْ شَكُّوْا فِي أَكْلِهِمْ إِيَّاهُ وَهُمْ حُرُمٌ فَرُحْنَا وَخَبَأْتُ الْعَضُدَ مَعِي فَأَدْرَكْنَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: مَعَكُمْ مِّنْهُ شَيْءٌ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ فَنَاوَلْتُهُ الْعَضُدَ

سے، انہوں نے اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: ایک دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ کے ساتھ مکہ کے راستہ پر ایک پڑاؤ میں بیٹھا ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے آگے ڈیرا لگایا ہوا تھا اور لوگ احرام باندھے ہوئے تھے اور میں نے احرام نہیں باندھا تھا۔ لوگوں نے ایک گورخر دیکھا اور میں مشغول تھا اور اپنی جوتی گانٹھ رہا تھا۔ انہوں نے مجھے اس کی خبر نہ دی، مگر وہ دل سے چاہتے تھے کہ کاش میں اسے دیکھ لوں۔ میں جو مڑا تو میں نے اس کو دیکھ لیا۔ میں گھوڑے کی طرف اُٹھ کر گیا اور اس پر زین لگائی اور سوار ہو گیا اور کوڑا اور برچھا لینا بھول گیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: مجھے کوڑا اور برچھا پکڑاؤ، تو کہنے لگے: نہیں۔ بخدا! ہم تو تمہیں اس پر حملہ کرنے کے لئے کسی چیز سے مدد نہیں دیں گے۔ مجھے غصہ آیا اور میں نے خود اُتر کر وہ دونوں چیزیں لے لیں اور پھر سوار ہو گیا اور اس گورخر پر زور سے حملہ کیا اور اسے زخمی کر دیا اور اسے لے آیا اور وہ مر چکا تھا۔ پھر میرے ساتھی اس پر آ پڑے، لگے اس کو (پکا کر) کھانے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے احرام کی حالت میں اس کے کھانے کے بارے میں شک کیا۔ ہم وہاں سے چل پڑے اور میں نے اپنے ساتھ اگلی ران چھپا رکھی اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے اور آپؐ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس اس میں سے کچھ ہے؟

فَأَكَلَهَا حَتَّى نَفَّدَهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ. فَحَدَّثَنِي بِهِ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

میں نے کہا: ہاں، اور میں نے وہ اگلی ران آپؐ کو دے دی۔ آپؐ نے اسے کھایا یہاں تک کہ اسے ختم کردیا، حالانکہ آپؐ احرام باندھے ہوئے تھے۔ یہ روایت زید بن اسلم نے مجھ سے بیان کی۔ انہوں نے عطاء بن یسار سے، عطاء نے ابوقتادہ سے، انہوں نے نبی ﷺ سے اسے نقل کیا۔

اطرافہ: ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۲۸۵٤، ۲۹۱٤، ٤۱٤۹، ٥٤۰٦، ٥٤۰۷، ٥٤۹۰، ٥٤۹۱، ٥٤۹۲۔

تشریح: **مَنِ اسْتَوْهَبَ مِنْ اَصْحَابِهٖ شَيْئًا:** عنوانِ باب کا مقصد واضح کرنے کے لئے حضرت ابوسعید (خدریؓ) کی روایت کا حوالہ دیا ہے۔ اس روایت کے لیے دیکھئے کتاب الإجارة باب ۱٦ روایت نمبر ۲۲۷٦۔ اس کے علاوہ اس باب کے تحت دو روایتیں نقل کی گئی ہیں۔

یہ باب بھی سابقہ باب کے مضمون ہی سے متعلق ہے۔ روایت نمبر ۲۵۷۰ سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حصہ طلب فرمایا، تا صحابہ کرامؓ کے دِلوں سے احساس مٹ جائے کہ ان سے کوئی ناجائز فعل صادر ہوا ہے اور تینوں واقعات سے ظاہر ہے کہ جہاں اخوت و مساوات کی رُوح کارفرما ہو؛ وہاں بے تکلفی کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ تعلقاتِ محبت میں تکلّفات اٹھ جاتے ہیں۔

بَاب ٤ : مَنِ اسْتَسْقَى

جس نے پینے کی چیز مانگی

وَقَالَ سَهْلٌ: قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْقِنِي.

اور حضرت سہلؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: مجھے پانی پلاؤ۔

۲۵۷۱: حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو طُوَالَةَ اسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ أَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي دَارِنَا هٰذِهِ

۲۵۷۱: مجھ سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، (کہا:) سلیمان بن بلال نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابوطوالہ نے مجھے بتایا۔ ان کا نام عبداللہ بن عبدالرحمٰن ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فَاسْتَسْقَى فَحَلَبْنَا لَهُ شَاةً لَّنَا ثُمَّ شُبْتُهُ مِنْ مَّاءِ بِئْرِنَا هَذِهِ فَأَعْطَيْتُهُ وَأَبُو بَكْرٍ عَنْ يَّسَارِهِ وَعُمَرُ تُجَاهَهُ وَأَعْرَابِيٌّ عَنْ يَّمِينِهِ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ عُمَرُ: هَذَا أَبُو بَكْرٍ فَأَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ فَضْلَهُ ثُمَّ قَالَ الْأَيْمَنُوْنَ الْأَيْمَنُوْنَ أَلَا فَيَمِّنُوْا قَالَ أَنَسٌ: فَهِيَ سُنَّةٌ فَهِيَ سُنَّةٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

ہمارے پاس اس گھر میں آئے اور آپؐ نے پانی مانگا۔ ہم نے آپؐ کے لئے اپنی ایک بکری دوہی۔ پھر میں نے اس (دودھ) میں اپنے اُس کنوئیں کا پانی ملایا اور آپؐ کو دیا اور حضرت ابوبکرؓ آپؐ کے بائیں طرف تھے اور حضرت عمرؓ آپؐ کے سامنے اور ایک بدوی آپؐ کے داہنی طرف۔ جب آپؐ پی چکے تو حضرت عمرؓ نے کہا: یہ ابوبکرؓ ہیں۔ آپؐ نے اپنا بچا ہوا اُس بدوی کو دیا اور اس کے بعد فرمایا: جو داہنی طرف ہے وہی مقدم ہوگا۔ تم لوگ داہنی طرف سے ہی شروع کیا کرو۔ حضرت انسؓ کہتے تھے: آپؐ کی سنت یہی ہے۔ تین بار کہا۔

اطرافہ: ۲۳۵۲، ۵۶۱۲، ۵۶۱۹۔

تشریح: مَنِ اسْتَسْقَى: یہ باب بھی سابقہ مضمون کے تسلسل ہی میں ہے۔ عنوانِ باب میں حضرت سہلؓ بن سعد انصاری کی روایت☆ کا حوالہ بھی اسی غرض سے دیا گیا ہے۔ سابقہ باب میں کھانے کی اشیاء طلب کرنے کا ذکر تھا اور اس میں پینے کی اشیاء کا۔ روایت نمبر ۲۵۷۱ کے لئے کتاب الأشربہ باب ۱۹ روایت نمبر ۵۶۱۹ بھی دیکھئے۔

بَاب ۵: قَبُوْلُ هَدِيَّةِ الصَّيْدِ

شکار کا ہدیہ قبول کرنا

وَقَبِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَبِي قَتَادَةَ عَضُدَ الصَّيْدِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوقتادہؓ سے شکار کی اگلی ران قبول فرمائی۔

۲۵۷۲: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَنْفَجْنَا أَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ فَسَعَى

۲۵۷۲: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن زید بن انس بن مالک سے، ہشام نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے مرّالظہران میں

☆ (مسلم، کتاب الأشربة، باب إباحة النبيذ الذى لم يشتد ولم يصر مسكرا)

الْقَوْمُ فَلَغَبُوْا فَأَدْرَكْتُهَا فَأَخَذْتُهَا فَأَتَيْتُ بِهَا أَبَا طَلْحَةَ فَذَبَحَهَا وَبَعَثَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَرِكِهَا- أَوْ فَخِذَيْهَا قَالَ: فَخِذَيْهَا لَا شَكَّ فِيْهِ- فَقَبِلَهُ. قُلْتُ: وَأَكَلَ مِنْهُ؟ قَالَ: وَأَكَلَ مِنْهُ. ثُمَّ قَالَ بَعْدُ: قَبِلَهُ.

ایک خرگوش کو (جھاڑی سے) نکالا۔ لوگ اس کے پیچھے دوڑے اور تھک گئے۔ میں نے اس کو جالیا اور اسے لے کر حضرت ابوطلحہؓ کے پاس آ گیا۔ انہوں نے اسے ذبح کیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کا پٹھہ یا اس کی رانیں بھجوائیں۔ (شعبہ نے) کہا: رانیں ہی بھیجی تھیں۔ اس میں شک نہیں۔ آپؐ نے اسے قبول کیا۔ (سلیمان کہتے تھے:) میں نے پوچھا اور آپؐ نے اس میں سے کھایا بھی۔ شعبہ نے کہا اور آپؐ نے اس میں سے کھایا۔ پھر انہوں نے کہا: آپؐ نے اس کو قبول کیا۔

اطرافہ: ۵۴۸۹، ۵۵۳۵۔

تشریح: **مَرُّ الظَّهْرَانِ:** مَرّ الظہران مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کی طرف جاتے ہوئے سولہ میل کے فاصلے پر ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۱۳۱)

باب ۶: قَبُوْلُ الْهَدِيَّةِ ☆

ہدیہ قبول کرنا

۲۵۷۳: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ: أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَحْشِيًّا- وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ- فَرَدَّ عَلَيْهِ. فَلَمَّا رَأَى مَا

۲۵۷۳: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: مجھے مالک نے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے، عبیداللہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے، حضرت عبداللہؓ نے حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک گورخر بطور تحفہ ہدیہ بھیجا اور آپؐ اُس وقت ابواء یا ودّان مقام میں تھے، آپؐ نے واپس کر دیا مگر جب آپؐ نے

☆ ابوذر کے نسخہ کے مطابق عنوان باب ۶، ۷ "قَبُوْلُ الْهَدِيَّةِ" مکرر مذکور ہے۔ جبکہ ان کے علاوہ دیگر نسخوں میں یہاں باب نہیں ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۵۱)

فِي وَجْهِهِ قَالَ: أَمَا إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلَّا أَنَّا حُرُمٌ.

اطرافہ: ۱۸۲۵، ۲۵۹۶۔

ان کے چہرہ پر اثر پایا تو آپؐ نے فرمایا: ہم نے تمہیں صرف اس لئے لوٹا دیا ہے کہ ہم احرام میں ہیں۔

تشریح: **اِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ اِلَّا اَنَّا حُرُمٌ:** حضرت صعب بن جثامہؓ کا واقعہ حضرت ابوقتادہؓ کے واقعہ سے الگ ہے۔ شارحین نے دونوں کے واقعات میں فرق نمایاں کیا ہے کہ اوّل الذکر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر شکار کیا تھا۔ جبکہ آپؐ بحالت احرام تھے اور ثانی الذکر نے اپنے لیے؛ جبکہ وہ حالت احرام میں نہ تھے۔ حضرت صعبؓ کے واقعہ سے متعلق روایت میں بڑا اختلاف ہوا ہے کہ آیا انہوں نے گوشت پیش کیا تھا یا زندہ جانور۔ امام بخاریؒ کی تحقیق کی رو سے وہ زندہ جانور تھا۔ (دیکھئے كتاب جزاء الصيد باب۶) یہ روایت باب ۱۷ میں بھی منقول ہے۔ گو آپؐ نے بوجہ احرام شکار قبول نہیں فرمایا اور عمداً معذرت کی کہ عدم قبولیت کا سبب حالت احرام ہے۔ اگر یہ بات مانع نہ ہوتی تو لے لیا جاتا۔

بَاب ۷: قَبُوْلُ الْهَدِيَّةِ

ہدیہ قبول کرنا

۲۵۷٤: حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى حَدَّثَنَا عَبْدَةُ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّاسَ كَانُوْا يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ يَبْتَغُوْنَ بِهَا– أَوْ يَبْتَغُوْنَ بِذَلِكَ مَرْضَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اطرافہ: ۲۵۸۰، ۲۵۸۱، ۳۷۷۵۔

۲۵۷۴: ابراہیم بن موسیٰ نے مجھے بتایا۔ عبدہ (بن سلیمان) نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام (بن عروہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ لوگ حضرت عائشہؓ کی باری میں اپنے ہدیئے بھیجنے کو ترجیح دیتے تھے۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی چاہتے تھے۔

۲۵۷۵: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ إِيَاسٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَهْدَتْ أُمُّ حُفَيْدٍ

۲۵۷۵: آدم (بن ابی ایاس) نے ہمیں بتایا کہ شعبہ نے ہم سے بیان کیا کہ جعفر بن ایاس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا۔ وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے

خَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ – إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقِطًا وَسَمْنًا وَأَضُبًّا فَأَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَقِطِ وَالسَّمْنِ وَتَرَكَ الْاَضُبَّ تَقَذُّرًا. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَأُكِلَ عَلَى مَائِدَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ كَانَ حَرَامًا مَا أُكِلَ عَلَى مَائِدَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اطرافہٗ: ۵۳۸۹، ۵۴۰۲، ۷۳۵۸۔

تھے۔ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباسؓ کی خالہ حضرت امّ حفیدؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پنیر اور گھی اور گوہ بطور ہدیہ بھیجی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پنیر اور گھی سے کچھ تناول فرمایا اور گوہ بوجہ کراہت چھوڑ دی۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے: مگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کھائی گئی اور اگر حرام ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر نہ کھائی جاتی۔

٢٥٧٦: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُتِيَ بِطَعَامٍ سَأَلَ عَنْهُ: أَهَدِيَّةٌ أَمْ صَدَقَةٌ؟ فَإِنْ قِيْلَ: صَدَقَةٌ. قَالَ لِأَصْحَابِهِ: كُلُوْا وَلَمْ يَأْكُلْ. وَإِنْ قِيْلَ: هَدِيَّةٌ ضَرَبَ بِيَدِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكَلَ مَعَهُمْ.

۲۵۷۶: ابراہیم بن منذر نے ہمیں بتایا۔ مَعْن (بن عیسیٰ) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابراہیم بن طہمان نے مجھے بتایا۔ انہوں نے محمد بن زیاد سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی کھانا لایا جاتا تو آپؐ اس کی بابت پوچھتے: آیا یہ ہدیہ ہے یا صدقہ؟ اگر کہا جاتا: صدقہ، تو آپؐ اپنے صحابہ سے فرماتے: کھاؤ اور خود نہ کھاتے اور اگر کہا جاتا کہ ہدیہ ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ بڑھاتے اور ان کے ساتھ کھاتے۔

٢٥٧٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:

۲۵۷۷: محمد بن بشار نے ہمیں بتایا۔ غندر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَقِيْلَ: تُصُدِّقَ عَلَى بَرِيْرَةَ قَالَ: هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ.

سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا اور کہا گیا کہ بریرہؓ کو صدقہ دیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ۔

طرفهُ: ١٤٩٥۔

٢٥٧٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ: سَمِعْتُهُ مِنْهُ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيْرَةَ وَأَنَّهُمُ اشْتَرَطُوْا وَلَاءَهَا فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اشْتَرِيْهَا فَأَعْتِقِيْهَا فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ. وَأُهْدِيَ لَهَا لَحْمٌ فَقِيْلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذَا تُصُدِّقَ عَلَى بَرِيْرَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ. وَخُيِّرَتْ. قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: زَوْجُهَا حُرٌّ أَوْ عَبْدٌ. قَالَ شُعْبَةُ: سَأَلْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ عَنْ زَوْجِهَا قَالَ: لَا أَدْرِيْ أَحُرٌّ أَمْ عَبْدٌ.

۲۵۷۸: محمد بن بشار نے ہمیں بتایا کہ غندر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے یہ حدیث عبدالرحمٰن سے سنی۔ عبدالرحمٰن نے قاسم سے، قاسم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے بریرہؓ کو خریدنا چاہا اور ان لوگوں نے اس کے حق وراثت کی اپنے لئے شرط پیش کی۔ اس کا نبی ﷺ سے ذکر کیا گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: اسے خرید لو اور آزاد کردو، کیونکہ حق وراثت تو اسی کا ہوگا جس نے آزاد کیا اور بریرہؓ کو کچھ گوشت دیا گیا تو نبی ﷺ سے کہا گیا: یہ تو بریرہؓ کو صدقہ دیا گیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ، اور بریرہؓ کو (اپنے خاوند کے بارے میں) اختیار دیا گیا تھا۔ عبدالرحمٰن نے پوچھا: اس کا خاوند (مغیث) آزاد تھا یا غلام؟ شعبہ نے کہا: میں نے عبدالرحمٰن سے اس کے خاوند کی نسبت پوچھا، تو انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا آیا وہ آزاد تھا یا غلام۔

اطرافهُ: ٤٥٦، ١٤٩٣، ٢١٥٥، ٢١٦٨، ٢٥٣٦، ٢٥٦٠، ٢٥٦١، ٢٥٦٣، ٢٥٦٤، ٢٥٦٥، ٢٧١٧، ٢٧٢٦، ٢٧٢٩، ٢٧٣٥، ٥٠٩٧، ٥٢٧٩، ٥٢٨٤، ٥٤٣٠، ٦٧١٧، ٦٧٥١، ٦٧٥٤، ٦٧٥٨، ٦٧٦٠۔

۲۵۷۹ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقَالَ: عِنْدَكُمْ شَيْءٌ؟ قَالَتْ: لَا إِلَّا شَيْءٌ بَعَثَتْ بِهِ أُمُّ عَطِيَّةَ مِنَ الشَّاةِ الَّتِي بَعَثْتَ إِلَيْهَا مِنَ الصَّدَقَةِ قَالَ: إِنَّهُ قَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا.

۲۵۷۹: محمد بن مقاتل ابوالحسن نے ہم سے بیان کیا کہ خالد بن عبداللہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے خالد حذاء سے، خالد نے حفصہ بنت سیرین سے، حفصہ نے حضرت امّ عطیہؓ سے روایت کی۔ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور آپؐ نے پوچھا: تمہارے پاس کچھ ہے؟ حضرت عائشہؓ نے کہا: نہیں، مگر یہ کچھ گوشت ہے جو امّ عطیہؓ نے بھیجا ہے، اس بکری کا ہے جو آپؐ نے اس کو اموال صدقہ سے دی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: وہ اپنے محل پر پہنچ چکا۔

اطرافہُ: ۱٤٤٦، ۱٤۹٤۔

تشریح: قَبُوْلُ الْهَدِيَّةِ: بعض شارحین کا خیال ہے کہ عنوان باب (نمبر ۶، ۷) کا یہ تکرار بلا فائدہ ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۵۱) لیکن روایات مندرجہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ہدایا کا لیا دیا جانا صحابہ کرامؓ میں عام دستور تھا اور اس میں اعلیٰ وادنیٰ کی کوئی تمیز نہ تھی۔ جس معاشرہ میں طبقاتی تقسیم کی رعونت آمیز روح غالب ہوتی ہے اس کا دستور جدا ہوتا ہے۔ امیر امیروں سے اور غریب غریبوں سے تحائف لیتے دیتے ہیں۔ اس باب کے تحت چھ روایتیں ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے تعامل سے ظاہر ہے کہ سب رشتے اخوت ومساوات کی لڑی میں پروئے ہوئے اور ایک دوسرے سے بے تکلف تھے۔ نسل ورنگ، حسب ونسب، ملک وپیشہ اور قومیت کے فرق ان کے درمیان حائل نہ تھے۔ متمدن امریکہ میں غلامی کو قانوناً منسوخ کرنے پر بڑا فخر وناز کیا جاتا ہے مگر سفید وسیاہ میں جو خلیج ہے وہ بجائے پر ہونے کے وسیع ہو رہی ہے۔ گورے لوگ جماعت احمدیہ کے مبلغین کی دعوت تبلیغ اسلام اس لئے قبول کرنے سے رُکتے ہیں کہ یہ لوگ مساوات کی تلقین کرتے ہیں۔ ایک قوم کو دوسری قوم سے اتنی شدید نفرت ہے کہ کالوں کی اولاد کو گوروں کے مدارس میں تعلیم حاصل کرنا مشکل ہو رہا ہے۔ مذکورہ بالا باب کی چھ روایات سے اسلامی مساوات کی کیفیت بالکل نمایاں ہے اور اس کا نیک اثر معاشرہ اسلامیہ میں اب تک باقی ہے۔ قطع نظر اس سے کہ مسلمانوں کی بود وباش اجنبی ممالک میں ہو یا وہ اپنے آبائی وطن میں ہوں، مرورِ زمانہ سے متغیر اور غیر قوموں کے تمدن سے متاثر ہونے کے باوجود اسلامی تعلیم اور اسوۂ نبوی کا نیک اثر ان میں کم وبیش اب تک پایا جاتا ہے۔

بَاب٨: مَنْ أَهْدَى إِلَى صَاحِبِهِ

جس نے اپنے دوست کو ہدیہ بھیجا

وَتَحَرَّى بَعْضَ نِسَائِهِ دُوْنَ بَعْضٍ

اور آنحضرت ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں سے ایک بیوی کی باری میں (ہدیہ بھیجنا) مناسب سمجھا۔

٢٥٨٠: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمِي. وَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: إِنَّ صَوَاحِبِي اجْتَمَعْنَ فَذَكَرت لَهُ فَأَعْرَضَ عَنْهَا.

اطرافهُ: ٢٥٧٤، ٢٥٨١، ٣٧٧٥۔

۲۵۸۰: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ کہتی تھیں: لوگ اپنے ہدیئے بھیجنے کے لئے میری باری کو زیادہ مناسب سمجھ کر انتظار کرتے تھے اور حضرت امّ سلمہؓ نے کہا: میری ساتھنیں سب میرے پاس اکٹھی ہوئیں (اور انہوں نے اس کے بارے میں کچھ کہا۔) میں نے آپؐ سے ذکر کیا تو آپؐ نے منہ پھیر لیا۔ (یعنی جواب نہیں دیا۔)

٢٥٨١: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ نِسَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ حِزْبَيْنِ فَحِزْبٌ فِيْهِ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ وَصَفِيَّةُ وَسَوْدَةُ وَالْحِزْبُ الْآخَرُ أُمُّ سَلَمَةَ وَسَائِرُ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ قَدْ عَلِمُوْا حُبَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۵۸۱: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میرے بھائی (عبدالحمید بن ابی اویس) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے سلیمان سے، سلیمان نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج دو ٹولیوں کی صورت میں تھیں۔ ایک میں عائشہؓ، حفصہؓ، صفیہؓ اور سودہؓ شامل تھیں اور دوسری میں امّ سلمہؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی ازواج۔ اور مسلمانوں کو یہ علم ہو چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کو زیادہ محبوب رکھتے ہیں، تو جب ان میں سے کسی کے پاس

عَائِشَةَ فَإِذَا كَانَتْ عِنْدَ أَحَدِهِمْ هَدِيَّةٌ يُرِيْدُ أَنْ يُّهْدِيَهَا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَّرَهَا حَتَّى إِذَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ بَعَثَ صَاحِبُ الْهَدِيَّةِ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ. فَكَلَّمَ حِزْبُ أُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْنَ لَهَا: كَلِّمِي رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَيَقُوْلُ مَنْ أَرَادَ أَنْ يُّهْدِيَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً فَلْيُهْدِهَا حَيْثُ كَانَ مِنْ بُيُوْتِ نِسَائِهِ فَكَلَّمَتْهُ أُمُّ سَلَمَةَ بِمَا قُلْنَ فَلَمْ يَقُلْ لَّهَا شَيْئًا فَسَأَلْنَهَا فَقَالَتْ: مَا قَالَ لِي شَيْئًا فَقُلْنَ لَهَا: فَكَلِّمِيْهِ قَالَتْ: فَكَلَّمَتْهُ حِيْنَ دَارَ إِلَيْهَا أَيْضًا فَلَمْ يَقُلْ لَّهَا شَيْئًا فَسَأَلْنَهَا فَقَالَتْ: مَا قَالَ لِي شَيْئًا فَقُلْنَ لَهَا: كَلِّمِيْهِ حَتَّى يُكَلِّمَكِ فَدَارَ إِلَيْهَا فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ لَهَا: لَا تُؤْذِيْنِي فِي عَائِشَةَ فَإِنَّ الْوَحْيَ لَمْ يَأْتِنِي وَأَنَا فِي ثَوْبِ امْرَأَةٍ إِلَّا عَائِشَةَ قَالَتْ {فَقُلْتُ☆}

کوئی ایسا ہدیہ ہوتا جسے وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا تھا تو وہ اسے پیش کرنے میں اس وقت کا انتظار کرتا جبکہ رسول اللہ ﷺ عائشہؓ کے گھر میں ہوتے۔ امّ سلمہؓ کے فریق نے (امّ سلمہؓ سے) باتیں کیں اور اُن سے کہا: رسول اللہ ﷺ سے کہو کہ لوگوں سے یہ فرمائیں کہ جو رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی ہدیہ بھیجنا چاہے تو آپؐ جس بیوی کے گھر میں بھی ہوں؛ وہ وہاں بھیج دیا کرے۔ جو انہوں نے کہا تھا امّ سلمہؓ نے وہ آپؐ سے کہہ دیا، تو آپؐ نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا اور ان ازواج نے (امّ سلمہؓ سے) پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ آپؐ نے مجھے کچھ جواب نہیں دیا۔ پھر انہوں نے امّ سلمہ سے کہا کہ تم آنحضرت (ﷺ) سے پھر کہو۔ امّ سلمہؓ کہتی تھیں: جب آپؐ میری باری پر میرے ہاں آئے تو میں نے آپؐ سے پھر کہا، تو آپؐ نے پھر انہیں جواب نہ دیا اور اُن ازواج نے امّ سلمہؓ سے پوچھا، تو انہوں نے کہا: آپؐ نے مجھے کچھ جواب نہیں دیا۔ تو ازواج نے پھر اُن سے کہا کہ تم آنحضرت (ﷺ) سے کہتی رہو، یہاں تک کہ آپؐ کچھ جواب دیں۔ جب آپؐ امّ سلمہؓ کے پاس باری پر آئے تو انہوں نے پھر کہا۔ آپؐ نے حضرت امّ سلمہؓ سے فرمایا: مجھے عائشہؓ کی وجہ سے تکلیف نہ دو کیونکہ وحی عائشہؓ کے سوا کسی اور بیوی کے بستر پر نہیں ہوئی۔ حضرت امّ سلمہؓ کہتی تھیں: {میں نے کہا:☆} یا رسول اللہ! آپؐ کو

☆ لفظ "فَقُلْتُ"، فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ حاشیہ صفحہ ۲۵۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

أَتُوْبُ إِلَى اللهِ مِنْ أَذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ثُمَّ إِنَّهُنَّ دَعَوْنَ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ: إِنَّ نِسَاءَكَ يَنْشُدْنَكَ الْعَدْلَ فِي بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ؟ يَا بُنَيَّةُ أَلَا تُحِبِّيْنَ مَا أُحِبُّ؟ قَالَتْ: بَلَى. فَرَجَعَتْ إِلَيْهِنَّ فَأَخْبَرَتْهُنَّ فَقُلْنَ ارْجِعِي إِلَيْهِ فَأَبَتْ أَنْ تَرْجِعَ. فَأَرْسَلْنَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ فَأَتَتْهُ فَأَغْلَظَتْ وَقَالَتْ: إِنَّ نِسَاءَكَ يَنْشُدْنَكَ اللهَ الْعَدْلَ فِي بِنْتِ ابْنِ أَبِي قُحَافَةَ فَرَفَعَتْ صَوْتَهَا حَتَّى تَنَاوَلَتْ عَائِشَةَ وَهِيَ قَاعِدَةٌ فَسَبَّتْهَا حَتَّى إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَنْظُرُ إِلَى عَائِشَةَ هَلْ تَكَلَّمُ قَالَ: فَتَكَلَّمَتْ عَائِشَةُ تَرُدُّ عَلَى زَيْنَبَ حَتَّى أَسْكَتَتْهَا. قَالَتْ: فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عَائِشَةَ وَقَالَ: إِنَّهَا بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ.

تکلیف دینے سے اللہ کے حضور توبہ کرتی ہوں۔ پھر اس کے بعد ان ازواج نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو بلایا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس انہیں بھیجا کہ آپؐ سے کہیں کہ آپؐ کی ازواج حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی سے متعلق انصاف کرنے کے لئے آپؐ کو (اللہ کی) قسم دیتی ہیں۔ چنانچہ حضرت فاطمہؓ نے آپؐ سے کہا۔ آپؐ نے فرمایا: اے میری بیٹی! کیا تم وہ بات پسند نہیں کرتی جو میں پسند کرتا ہوں؟ (حضرت فاطمہؓ نے) کہا: کیوں نہیں اور وہ ازواج کے پاس لَوٹ آئیں اور انہیں بتایا تو انہوں نے کہا: تم آنحضرتؐ کے پاس پھر جاؤ تو حضرت فاطمہؓ نے پھر جانے سے انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے حضرت زینب بنت جحشؓ کو بھیجا۔ وہ آپؐ کے پاس آئیں اور لب ولہجہ کچھ سخت تھا، یعنی انہوں نے کہا: آپؐ کی ازواج ابن ابی قحافہ کی لڑکی سے متعلق آپؐ کو انصاف کرنے کیلئے اللہ کی قسم دیتی ہیں اور اونچی آواز سے بولیں یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ کو بھی برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور حضرت عائشہؓ بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت زینبؓ حضرت عائشہؓ کو سخت سُست کہنے لگیں جس پر رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہؓ کی طرف دیکھنے لگے، آیا وہ بھی کچھ بولتی ہیں۔ (عروہ) کہتے تھے: آخر حضرت عائشہؓ حضرت زینبؓ کو ترکی بہ ترکی جواب دینے لگیں حتیٰ کہ حضرت زینبؓ کو چپ کرا دیا۔ (انہوں نے کہا:) نبی ﷺ نے حضرت عائشہؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا: آخر ابوبکرؓ کی بیٹی ہے۔

قَالَ الْبُخَارِيُّ: الْكَلَامُ الْأَخِيرُ قِصَّةُ فَاطِمَةَ يُذْكَرُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ. وَقَالَ أَبُو مَرْوَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ: كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ.

بخاری نے کہا: یہ آخری بات یعنی حضرت فاطمہؓ کا واقعہ ہشام بن عروہ سے بیان کیا جاتا ہے۔ ہشام نے ایک شخص سے، اس نے زہری سے، زہری نے محمد بن عبدالرحمٰن سے روایت کی اور ابومروان نے ہشام سے، ہشام نے عروہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔ لوگ ہدیئے دینے کے لئے حضرت عائشہؓ کی باری کو زیادہ مناسب سمجھا کرتے تھے۔

{وَعَنْ هِشَامٍ☆}عَنْ رَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ وَرَجُلٍ مِنَ الْمَوَالِي عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ هِشَامٍ: قَالَتْ عَائِشَةُ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَتْ فَاطِمَةُ.

{اور ہشام سے بھی مروی ہے۔☆} وہ ایک قریشی شخص سے اور ایک آزاد کردہ غلام سے بھی روایت کرتے تھے۔ ان دونوں نے زہری سے، زہری نے محمد بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام سے روایت کی کہ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی کہ فاطمہؓ نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔

اطرافهُ: ٢٥٧٤، ٢٥٨٠، ٣٧٧٥۔

تشریح: **مَنْ اَهْدَى اِلَى صَاحِبِهِ وَتَحَرَّى بَعْضَ نِسَآئِهِ دُوْنَ بَعْضٍ:** امام ابن حجرؒ نے اسی باب کی تشریح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کریم سے متعلق ایک لطیف تبصرہ کیا ہے کہ اَخلاقِ فاضلہ ہدایا وغیرہ بھجوانے کے متعلق کسی کو ہدایات دینے میں مانع ہیں۔ اگر حضورؐ صحابہ سے یہ فرماتے کہ ایک بیوی کی باری سے تخصیص نہ کی جائے جس بیوی کے ہاں حضورؐ تشریف فرما ہوں وہاں ہدیہ بھیج دیا جائے تو اس میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ بھیجے جانے کا اشارہ ہوتا۔ اس لئے حضور نے اسے بھی گوارا نہ فرمایا اور خاموشی اختیار کی۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۵۶) ہدیہ دینے یا نہ دینے میں ہر شخص آزاد ہے، جسے چاہے دے یا نہ دے۔ ایسی باتوں میں مداخلت یا فرمائش نزاہت نفس اور خلق عظیم کے منافی ہے۔

عورتوں کو عدل کے بارے میں بھی غلط فہمی تھی۔ عدل کا تعلق خاوند کی ذات سے ہے نہ دوسرے لوگوں کی مرضی سے۔ اس کے علاوہ اکل وشرب اور مسکن وماویٰ کا جو تعلق ہے اس میں شریعت نے مرد کو پابند کیا ہے کہ ایک سے زیادہ

☆ الفاظ "وَعَنْ هِشَامٍ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ۲۵۴) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

بیویاں ہوں تو ان کے ساتھ عادلانہ حسن سلوک سے کام لے۔ جذباتِ محبت کی کمی بیشی کا دارومدار ذاتی خوبیوں پر ہے۔ جس کی تقسیم اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں متفاوت طور پر کی ہے۔ کسی کا حق نہیں کہ ان میں مساوات کا مطالبہ کرے اور نہ یہ ممکن ہے۔ حضرت عائشہؓ کی باری میں وحی الٰہی کا نزول ان کی روحانی مناسبت سے تھا اور یہ خصوصیت معمولی نہ تھی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ایک خارق عادت اَمر تھا اور صحابہ کرامؓ بھی حضرت عائشہؓ کے ممتاز اوصاف حمیدہ کا پورا احساس رکھتے تھے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ازواجِ مطہرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ بالا خواہش کا بار بار اظہار کیوں کیا؟ اس کا سبب مذکورہ بالا غلط فہمی کے علاوہ یہ بھی ہے کہ ایک بیوی کے ساتھ صحابہ کرامؓ کا ہدایا پیش کرنے کے بارے میں جو انداز ہو وہ دُوسری بیویوں کے ساتھ نہ ہو تو ان کا اسے اپنی تحقیر سمجھنا ایک طبعی اَمر تھا☆

بَاب ٩ : مَا لَا يُرَدُّ مِنَ الْهَدِيَّةِ

جس ہدیہ کو واپس کرنا درست نہیں (اس کا بیان)

٢٥٨٢ : حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ. قَالَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَنَاوَلَنِي طِيبًا قَالَ: كَانَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ. قَالَ: وَزَعَمَ أَنَسٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ.

طرفہ: ٥٩٢٩۔

۲۵۸۲: ابومعمر نے ہمیں بتایا۔ عبدالوارث نے ہم سے بیان کیا کہ عزرہ بن ثابت انصاری نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: ثمامہ بن عبداللہ نے مجھ سے بیان کیا۔ (عزرہ) کہتے تھے: میں ثمامہ کے پاس گیا۔ انہوں نے مجھے خوشبو دی۔ کہنے لگے: حضرت انس رضی اللہ عنہ خوشبو کو ردّ نہیں کیا کرتے تھے۔ (ثمامہ نے) کہا اور حضرت انسؓ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کو ردّ نہیں کرتے تھے۔

تشریح: **مَا لَا يُرَدُّ مِنَ الْهَدِيَّةِ:** علامہ ابن حجرؒ کے نزدیک یہ باب ترمذیؒ کی مرفوع روایت مدنظر رکھ کر قائم کیا گیا ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ تین اشیاء کا ہدیہ ردّ نہ کیا جائے۔ اَلْوَسَائِدُ وَالدُّهْنُ وَاللَّبَنُ. (ترمذی، کتاب الأدب عن رسول الله، باب ما جاء فی کراهية ردّ الطيب) تکیہ، تیل، خوشبو اور دودھ۔ یہ روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط کے مطابق نہیں۔ اس لئے حضرت انسؓ کی مندرجہ بالا روایت پر اکتفا کیا گیا

☆ الفاظ قَالَ الْبُخَارِيُّ الْكَلَامُ الْاٰخِيرُ قِصَّةُ فَاطِمَةَ يُذْكَرُ...... مجہول کے صیغہ سے نیز بغیر نام عَنْ رَجُلٍ کہہ کر امام بخاریؒ نے اشارہ کیا ہے کہ یہ واقعہ اپنی صحت کے لحاظ سے بھی محل نظر ہے۔ (از مرتب)

ہے۔خوشبو کے بارے میں حضرت ابو ہریرہؓ کی مرفوع روایت بھی ہے جو ابوداؤد اور نسائی نے نقل کی ہے۔اس کے الفاظ یہ ہیں: مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ طِيْبٌ فَلَا يَرُدُّهُ فَإِنَّهُ طَيِّبُ الرِّيْحِ خَفِيْفُ الْمَحْمَلِ[1] جسے خوشبو پیش کی جائے۔ وہ اسے نہ لوٹائے کیونکہ خوشبو عمدہ ہے، وزن میں ہلکی ہے۔امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خوشبو کے بارے میں یہی روایت نقل کی ہے مگر اِس میں بجائے طِيْبٌ کے لفظ رَيْحَانٌ ہے۔[2] لیکن لفظ طِيْبٌ روایت کرنے والے زیادہ ہیں۔ اس لئے یہی لفظ صحت کے زیادہ قریب ہے۔(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۵۸)

درحقیقت مجلس میں بیٹھنے کے لئے گاؤتکیہ یا نمدہ اور بیٹھنے کی شئے اگر دی جائے، اسی طرح خوشبو وغیرہ جو ازراہِ خاطر و تواضع اور ملاطفت و موانست پیش کی جاتی ہیں، اُن کا ردّ کرنا مناسب نہیں۔

بَاب ١٠ : مَنْ رَّأَى الْهِبَةَ الْغَائِبَةَ جَائِزَةً

جس نے غیر موجود چیز کا ہبہ کرنا جائز سمجھا

٢٥٨٣-٢٥٨٤: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: ذَكَرَ عُرْوَةُ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَمَرْوَانَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ قَامَ فِي النَّاسِ فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ جَاءُوْنَا تَائِبِيْنَ وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُّطَيِّبَ ذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّكُوْنَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ

۲۵۸۳-۲۵۸۴: سعید بن ابی مریم نے ہمیں بتایا کہ لیث نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا: عُقَیل نے مجھے بتایا۔انہوں نے ابن شہاب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: عروہ نے بیان کیا کہ مِسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما اور مروان نے انہیں خبر دی کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوازن کے نمائندے آئے تو آپؐ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ کی وہ تعریف کی جس کا وہ اہل ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: دیکھو تمہارے بھائی ہمارے پاس توبہ کر کے آئے ہیں اور میں نے مناسب خیال کیا کہ اُن کے قیدی انہیں واپس کردوں۔ اس لئے جو تم میں سے اپنے دل کی خوشی سے ایسا کرنا چاہتا ہو چاہیے کہ وہ واپس کر دے

[1] (نسائی، كتاب الزينة، باب الطيب) (ابوداؤد، كتاب الترجل، باب في ردّ الطيب)

[2] (مسلم، كتاب الألفاظ من الأدب وغيرها، باب استعمال المسك)

أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللهُ عَلَيْنَا. فَقَالَ النَّاسُ: طَيَّبْنَا لَكَ.

اور جو اپنا حق (غلام کا فدیہ) لینا چاہے تو اس کا حصہ ہم اس پہلی غنیمت سے دیں گے جو اللہ ہمیں دے گا۔ لوگوں نے کہا: ہم نے آپؐ کا ارشاد خوشی سے قبول کیا۔

اطرافہُ: ۲۳۰۷-۲۳۰۸، ۲۵۳۹-۲۵۴۰، ۲۶۰۷-۲۶۰۸، ۳۱۳۱-۳۱۳۲، ۴۳۱۸-۴۳۱۹، ۷۱۷۶-۷۱۷۷۔

تشریح: مَنْ رَّاٰی الْهِبَةَ الْغَآئِبَةَ جَآئِزَةً: قبیلہ ہوازن کے جنگی قیدیوں اور اموال غنیمت کی واپسی کا واقعہ کتاب الوکالۃ باب ۷ روایت نمبر ۲۳۰۷-۲۳۰۸ میں دیکھئے۔ امام بخاریؒ نے اَموالِ غنیمت کی مشارٌ الیہ واپسی بھی ہبہ میں شمار کی ہے اور اس کا نام ہبہ غائب رکھا ہے کیونکہ اموالِ غنیمت میں جو قیدی انہیں حاصل ہوئے تھے قبل اس کے کہ وہ تقسیم کئے جاتے ان کا حق انہوں نے ترک کر دیا۔ گویا وہ اموالِ غائب کی حیثیت رکھتے تھے اور ان کا ان کو نہ لینا ایک ہبہ کا رنگ تھا۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۵۸، ۲۵۹)

بَاب ۱۱ : اَلْمُكَافَأَةُ فِي الْهِبَةِ

ہبہ کا معاوضہ

۲۵۸۵ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيْبُ عَلَيْهَا. لَمْ يَذْكُرْ وَكِيْعٌ وَمُحَاضِرٌ: عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ.

۲۵۸۵: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ عیسیٰ بن یونس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ آپؓ بیان کرتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے اور خود بھی ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔ وکیع (ابن جراح) اور محاضر (بن مورع) نے اپنی روایت میں یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ روایت ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔

تشریح: اَلْمُكَافَاَة ُ فِي الْهِبَةِ: ہبہ کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ وہ عطیہ جو بلا معاوضہ ہو۔ اگر معاوضہ مدنظر ہو تو وہ ہبہ نہیں۔ عنوانِ باب میں ہبہ عام معنوں میں استعمال ہوا ہے جو ہدایا وتحائف پر بھی اطلاق پاتا ہے گو ہدیہ دینے والے کی نیت حصول معاوضہ نہ ہو۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس بارہ میں یہی تھا کہ آپؐ مناسب موقع ومحل پر اس کا معاوضہ ضرور دیا کرتے تھے۔ قرآن مجید بھی یہی فرماتا ہے: وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ

مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا O (النساء:۸۷) جب تمہیں دعا دی جائے تو تم اس سے اچھی دعا دو یا کم ازکم ویسی ہی دو۔ اللہ یقیناً ہر امر کا حساب لینے والا ہے۔ لفظ تحیة حیاة سے مشتق ہے۔ تحیہ وہ دعائیہ الفاظ ہیں جن سے ایک بادشاہ مخاطب کیا جاتا ہے لیکن یہ لفظ تحفہ تحائف پر بھی اطلاق پاتا ہے کہ اس سے نیک تعلقات زندہ رہتے ہیں۔ رُدُّوْهَا کے معنے ہیں ویسا ہی تحفہ دو۔ یہ مراد نہیں کہ تحفہ واپس کردو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ ردّ کرنا مکروہ قرار دیا ہے۔ (باب ۶ روایت نمبر ۲۵۷۳) بلکہ قرآن مجید نے تو ردّی چیز کا ہدیہ قبول کرنا بھی عمدہ اخلاق میں شمار کیا ہے۔ فرماتا ہے: وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّا اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ O (البقرہ :۲۶۸) {اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے وقت اس میں سے ایسی ناپاک چیز کا قصد نہ کیا کرو کہ تم اسے ہرگز قبول کرنے والے نہ ہو سوائے اس کے کہ تم (سبکی کے خیال سے) اس سے صرف نظر کرو۔ اور جان لو کہ اللہ بے نیاز (اور) بہت قابل تعریف ہے۔} اس تعلق میں کتاب البیوع باب ۱۲ کی تشریح بھی دیکھئے۔

لَمْ يَذْكُرْ وَكِيْعٌ وَ مُحَاضِرٌ عَنْ هِشَامٍ.... : اس جملہ سے اشارہ کیا ہے کہ یہی روایت وکیع ومحاضر سے بھی بسند ہشام موصولاً نقل کی ہے، جو درست نہیں۔ بلکہ صرف عیسیٰ بن یونس بواسطہ ہشام اسے موصولاً نقل کیا ہے۔ جیسا کہ ترمذیؒ اور بزارؒ نے اس کی وضاحت کی ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۵۹)

بَاب ۱۲ : اَلْهِبَةُ لِلْوَلَدِ

اپنی اولاد کو ہبہ کرنے کا بیان

وَإِذَا أَعْطَى بَعْضَ وَلَدِهِ شَيْئًا لَمْ يَجُزْ حَتَّى يَعْدِلَ بَيْنَهُمْ وَيُعْطِيَ الْآخَرَ☆ مِثْلَهُ وَلَا يُشْهَدُ عَلَيْهِ. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اعْدِلُوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ.

نیز اگر کوئی شخص اپنے بیٹوں میں سے کسی کو کچھ دے تو یہ جائز نہیں، تاوقتیکہ سب اولاد کے درمیان انصاف نہ کرے اور دوسروں☆ کو بھی ویسا نہ دے اور ایسے غیر منصفانہ ہدیئے پر گواہ ہونا بھی درست نہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اولاد کے درمیان عطیہ کے معاملے میں عدل کیا کرو۔

وَهَلْ لِلْوَالِدِ أَنْ يَّرْجِعَ فِي عَطِيَّتِهِ؟ وَمَا يَأْكُلُ مِنْ مَّالِ وَلَدِهِ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا

نیز اس بات کا بیان کہ کیا والد کو حق ہے کہ اپنے بچوں کو عطیہ دے کر پھر رجوع کرے، اور جو اپنی اولاد کے

☆ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں اس جگہ "يُعْطِيَ الْاٰخَرِيْنَ" کے الفاظ ہیں۔ (فتح الباری جزء ۵ حاشیہ صفحہ ۲۶۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے

يَتعَدَّى؟ وَاشْتَرَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عُمَرَ بَعِيْرًا ثُمَّ أَعْطَاهُ ابْنَ عُمَرَ وَقَالَ: اصْنَعْ بِهِ مَا شِئْتَ.

مال سے دستور کے مطابق کھائے اور حد سے تجاوز نہ کرے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے ایک اُونٹ خریدا۔ پھر آپؐ نے وہ حضرت ابن عمرؓ کو دے دیا اور آپؐ نے فرمایا: تم اس سے جو چاہو، کرو۔

۲۵۸۶: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَمُحَمَّدِ ابْنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ: أَنَّ أَبَاهُ أَتَى بِهِ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هٰذَا غُلَامًا. فَقَالَ: أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهُ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: فَارْجِعْهُ.

اطرافهُ: ۲۵۸۷، ۲۶۵۰۔

۲۵۸۶: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حمید بن عبدالرحمٰن اور محمد بن نعمان بن بشیر سے روایت کی کہ ان دونوں نے نعمان بن بشیر سے روایت کی کہ ان کے باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کو لائے اور کہا: میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم نے اپنے سب بیٹوں کو اسی طرح دیا ہے جیسے اس کو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: اس کو واپس لے لو۔

تشریح: **اَلْهِبَةُ لِلْوَلَدِ:** عنوانِ باب میں تین حوالے ہیں۔ اوّل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اِعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ. اس حوالہ کے لئے روایت نمبر ۲۵۸۷ زیر باب ۱۳ دیکھئے۔ دوسرے حوالہ کا تعلق ایک فقہی اختلاف سے ہے جو روایت اَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيْكَ☆ کی بناء پر کیا گیا ہے کہ آیا کوئی اپنے بیٹے کو ہبہ کر کے اس وجہ سے اسے لوٹا سکتا ہے کہ بیٹا اور اس کا مال باپ ہی کا ہے۔ یہ روایت کمزور ہے اور اس سے فقہی استدلال بھی کمزور ہے۔ تیسرا حوالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمرؓ سے اونٹ خریدنے کے متعلق ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل کے لیے دیکھئے روایت نمبر ۲۶۱۰۔

بَاب ۱۳: اَلْإِشْهَادُ فِي الْهِبَةِ

ہبہ میں گواہ ٹھہرانا

۲۵۸۷: حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَامِرٍ

۲۵۸۷: حامد بن عمر نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حصین (بن عبدالرحمٰن) سے،

☆ (ابن ماجه، المقدمة، باب ما للرجل من مال ولده)

قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ: أَعْطَانِي أَبِي عَطِيَّةً فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ: لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي أَعْطَيْتُ ابْنِي مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً فَأَمَرَتْنِي أَنْ أُشْهِدَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ: أَعْطَيْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هٰذَا؟ قَالَ: لَا. قَالَ: فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ. قَالَ: فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِيَّتَهُ.

حصین نے عامر (شعبی) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا اور وہ منبر پر تھے، کہتے تھے: میرے باپ نے ایک عطیہ مجھے دیا تو عمرہ بنت رواحہؓ نے کہا: میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک تم رسول اللہ ﷺ کو گواہ نہ ٹھہراؤ۔ اس پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: میں نے اپنے اس بیٹے کو جو عمرہ بنت رواحہؓ سے ہے، ایک عطیہ دیا ہے اور اس نے مجھ سے کہا ہے کہ میں آپؐ کو یا رسول اللہ گواہ ٹھہراؤں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم نے اپنے باقی تمام بیٹوں کو اسی طرح دیا ہے۔ انہوں نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ کی ناراضگی سے بچو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔ انہوں نے کہا: اس پر وہ لوٹ آئے اور انہوں نے اپنا عطیہ واپس لے لیا۔

اطرافہ: ۲۵۸۶، ۲۶۵۰۔

تشریح: **اَلْاِشْهَادُ فِي الْهِبَةِ:** ہبہ بھی اگرچہ مثل دیگر عقود کے محتاج شہادت عقد ہے لیکن یہ اَمر صحت ہبہ کے لئے شرط نہیں بلکہ تکمیل عقد کی صورت ہے۔ واہب کی طرف سے اعلان ہی کافی ہے کہ اس نے فلاں کو فلاں چیز ہبہ کر دی ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک موہوب چیز پر قبضہ بھی شرط نہیں بلکہ یہ ہبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہے۔ ان کے نزدیک صرف اعلان سے ہی ہبہ صحیح قرار پا جائے گا۔ (بداية المجتهد، كتاب الهبات، شروطها، جزء ثانی صفحہ ۲۴۷، ۲۴۸) فقہاء نے مذکورہ بالا واقعہ سے دونوں قسم کی رائے کا استدلال کیا ہے: وجوب شہادت کا بھی اور عدم وجوب شہادت کا بھی۔ جنہوں نے شہادت واجب قرار دی ہے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کو اس اَمر پر محمول کیا ہے کہ چونکہ ہبہ میں غیر منصفانہ طریق اختیار کیا گیا تھا؛ آپؐ نے ایسے ناجائز ہبہ پر گواہ ہونا پسند نہیں کیا۔ بعض فقہاء کا خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ امام تھے اس لئے امام کا شاہد ٹھہرنا منصب امامت کے خلاف ہے اور بعض روایات میں آتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: **اَلَيْسَ يَسُرُّكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا فِي الْبِرِّ وَاللُّطْفِ سَوَآءً؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَأَشْهِدْ عَلٰى هٰذَا غَيْرِي.** (ابو داؤد، كتاب البيوع، باب في الرجل يفضل بعض ولده في النحل) کیا تمہیں پسند ہے کہ تمام

بچے تم سے حسن سلوک اور خدمت گزاری میں برابر ہوں، تو انہوں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: تو پھر کسی دوسرے کو گواہ ٹھہراؤ۔
عنوان باب سے جو مصدر یہ ہے ظاہر ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شہادت کی ضرورت یا عدم ضرورت کا مسئلہ حالات پر موقوف ہے۔ مزید کتاب الشہادات باب ۹ بھی دیکھئے۔

بَاب ١٤ : هِبَةُ الرَّجُلِ لِامْرَأَتِهِ وَالْمَرْأَةُ لِزَوْجِهَا

کسی مرد کا اپنی بیوی کو اور بیوی کا اپنے خاوند کو تحفہ دینا

قَالَ إِبْرَاهِيْمُ: جَائِزَةٌ. وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ: لَا يَرْجِعَانِ. وَاسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءَهُ فِي أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِي قَيْئِهِ. وَقَالَ الزُّهْرِيُّ– فِيمَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ: هَبِي لِي بَعْضَ صَدَاقِكِ أَوْ كُلَّهُ. ثُمَّ لَمْ يَمْكُثْ إِلَّا يَسِيْرًا حَتَّى طَلَّقَهَا فَرَجَعَتْ فِيْهِ– قَالَ: يَرُدُّ إِلَيْهَا إِنْ كَانَ خَلَبَهَا وَإِنْ كَانَتْ أَعْطَتْهُ عَنْ طِيْبِ نَفْسٍ لَيْسَ فِي شَيْءٍ مِّنْ أَمْرِهِ خَدِيْعَةٌ جَازَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ. (النساء: ٥)

ابراہیم (نخعی) نے کہا: ایسا ہبہ نافذ ہوگا اور عمر بن عبدالعزیز نے کہا: وہ دونوں اپنے ہبہ سے نہیں پھریں گے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے اجازت لی کہ عائشہؓ کے گھر میں آپؐ کی تیمارداری ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ہبہ میں لَوٹنے والا کتے کی طرح ہے جو قے کرکے پھر اپنی قے چاٹتا ہے۔ اور زہری نے کہا: اور ایسے شخص سے متعلق جو اپنی بیوی سے کہے: مجھے اپنے مہر سے کچھ حصہ یا سارا مہر معاف کردے۔ پھر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ اسے طلاق دے دے، وہ عورت بھی اپنے مہر کی معافی کو منسوخ کردے۔ (زہری نے) کہا: تو وہ شخص اس عورت کو حق مہر واپس دے گا۔ اگر اس نے حق مہر کی معافی فریب سے لی تھی اور اگر اس عورت نے اس کو اپنی خوشی سے معافی دی تھی اور اس کے خاوند کا یہ معاملہ فریب نہ تھا تو یہ جائز ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر وہ عورتیں تمہارے لئے اپنے مہر میں سے بطیب خاطر کچھ چھوڑ دیں۔......

٢٥٨٨ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ

۲۵۸۸: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے معمر سے، معمر نے

قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَّ لَهُ فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ الْأَرْضَ وَكَانَ بَيْنَ الْعَبَّاسِ وَبَيْنَ رَجُلٍ آخَرَ. فَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ: فَذَكَرْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ: وَهَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ؟ قُلْتُ: لَا. قَالَ: هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ.

زہری سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے بتایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپؐ کی بیماری سخت ہوگئی تو آپؐ نے اپنی ازواج سے اجازت لی کہ آپؐ بیماری کے دِنوں میں میرے گھر میں رہیں۔ انہوں نے آپؐ کو اجازت دی۔ آپؐ دو آدمیوں کے درمیان سہارا لئے ہوئے باہر نکلے۔ آپؐ کے پاؤں زمین پر لکیر ڈالتے جاتے تھے اور آپؐ حضرت عباسؓ کے درمیان اور ایک اور شخص کے درمیان تھے۔ اور عبیداللہ نے کہا: میں نے حضرت ابن عباسؓ سے جو حضرت عائشہؓ نے کہا تھا، ذکر کیا۔ تو انہوں نے (مجھ سے) کہا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ شخص کون تھا جس کا حضرت عائشہؓ نے نام نہیں لیا؟ میں نے کہا: نہیں۔ انہوں نے کہا: وہ حضرت علی بن ابی طالبؓ تھے۔

اطرافہُ: ۱۹۸، ٦٦٤، ٦٦٥، ٦٧٩، ٦٨٣، ٦٨٧، ٧١٢، ٧١٣، ٧١٦، ٣٠٩٩، ٣٣٨٤، ٤٤٤٢، ٤٤٤٥، ٥٧١٤، ٧٣٠٣۔

۲۵۸۹: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَقِيْءُ ثُمَّ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ.

۲۵۸۹: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ وہیب نے ہمیں بتایا (انہوں نے کہا: عبداللہ) بن طاؤس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ہبہ سے پھر جانے والا کتے کی طرح ہے جو قے کرتا ہے پھر اپنی قے واپس (کھا) لیتا ہے۔

اطرافہُ: ۲٦۲۱، ۲٦۲۲، ٦٩٧٥۔

تشریح: **هِبَةُ الرَّجُلِ لِامْرَأَتِهِ وَالْمَرْأَةِ لِزَوْجِهَا:** عنوان باب کے حوالہ سے ظاہر ہے کہ مسئلہ معنونہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ خاوند اور بیوی ہبہ سے رجوع کر سکتے ہیں۔

ابراہیم نخعیؒ رجوع کے خلاف ہیں۔ابراہیم نخعیؒ اور عمر بن عبداللہ کے فتویٰ کا حوالہ مسند عبدالرزاق میں موصولاً مروی ہے۔☆ دونوں کے نزدیک ہبہ سے رُجوع نہیں ہوسکتا۔امام ابن شہاب زہری کا فتویٰ ابن وہب نے بسند یونس بن یزید نقل کیا ہے اور مسند عبدالرزاق میں بھی اُن کا یہ فتویٰ مروی ہے کہ قاضی عورت کو تو رجوع کی اجازت دیتے ہیں مگر مرد کو نہیں۔☆ امام مالکؒ کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ اگر شہادت سے ثابت ہو کہ حق مہر وغیرہ معاف کرنے کرانے میں دھوکہ کی صورت ہے تو عورت کو رجوع کا حق ہے۔قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک مقدمہ میں خاوند سے شہادت طلب کی کہ اس کی بیوی نے بلا جبر و اکراہ اپنا حق مہر بخش دیا تھا۔بصورت عدم شہادت بیوی کی قسم کے مطابق فیصلہ ہوگا۔☆

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تیمارداری کا واقعہ بھی اسی قسم کے ہبہ میں شمار کر کے ضمناً اس کا حوالہ دیا ہے۔علاوہ ازیں عنوان باب ہی میں قے چاٹنے سے متعلق بھی حدیث نبویؐ کا حوالہ دیا گیا ہے۔یہ دونوں حوالے اسی باب کی دونوں روایتوں میں مفصل درج ہیں۔جس سے ظاہر ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ رجوع کے حق میں نہیں۔چنانچہ اسی بارہ میں قرآن مجید کی آیت فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ. (النساء:۵) نص صریح ہے کہ اگر عورتیں اپنے دل کی خوشی سے اپنا حق مہر خاوند کو معاف کر دیں تو ایسی حالت میں وہ ہبہ خوشگوار خوش انجام ہوگا۔اگر اکراہ کی صورت ہو تو جائز نہیں۔علامہ ابن حجرؒ نے حضرت عمرؓ کا ایک قول بھی بحوالہ عبدالرزاق نقل کیا ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: اَنَّ النِّسَآءَ يُعْطِيْنَ رَغْبَةً وَّ رَهْبَةً فَاَيُّمَا امْرَاَةٍ اَعْطَتْ زَوْجَهَا فَشَآءَتْ اَنْ تَّرْجِعَ رَجَعَتْ.☆ یعنی عورتیں برضا و رغبت یا خوف سے دیتی ہیں، جو عورت خاوند کو حق مہر دے کر اس سے پھرنا چاہے تو پھر سکتی ہے۔امام شافعیؒ کے نزدیک خلع کی صورت میں رجوع نہیں کر سکتی۔ان کے فتویٰ کی بنیاد قرآن مجید کی آیت فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ (البقرة:۲۳۰) پر ہے۔کتے کی مثال سے واضح ہے کہ ہبہ سے رجوع نہایت مکروہ ہے۔جہاں تک فتویٰ کا تعلق ہے وہ مذکورہ بالا حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ دھوکہ فریب کی صورت میں ہبہ سے بذریعہ دارالقضاء رجوع کیا جاسکتا ہے۔(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۶۶، ۲۶۷)

بَاب ۱۵ : هِبَةُ الْمَرْأَةِ لِغَيْرِ زَوْجِهَا وَعِتْقُهَا إِذَا كَانَ لَهَا زَوْجٌ فَهُوَ جَائِزٌ إِذَا لَمْ تَكُنْ سَفِيْهَةً فَإِذَا كَانَتْ سَفِيْهَةً لَمْ يَجُزْ

عورت کا اپنے خاوند کے سوا اور کسی کو ہبہ کرنا اور اس کا لونڈی غلام کو آزاد کرنا جب اس کا خاوند موجود ہو تو یہ جائز ہے، بشرطیکہ کم عقل نہ ہو، اگر کم عقل ہو تو جائز نہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمْ (النساء:٦)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: نادانوں کو مال نہ دو۔

☆ (مصنف عبد الرزاق، كتاب المواهب، باب هبة المرأة لزوجها، جزء۹ صفحہ ۱۱۴ تا ۱۱٦)

٢٥٩٠ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَبَّادِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا لِي مَالٌ إِلَّا مَا أَدْخَلَ عَلَيَّ الزُّبَيْرُ فَأَتَصَدَّقُ؟ قَالَ: تَصَدَّقِي وَلَا تُوْعِي فَيُوْعَى عَلَيْكِ.

اطرافه: ١٤٣٣، ١٤٣٤، ٢٥٩١۔

۲۵۹۰: ابوعاصم (ضحاک بن مخلد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن جریج سے، ابن جریج نے ابن ابی ملیکہ سے، انہوں نے عباد بن عبداللہ سے، عباد نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کی، کہتی تھیں: میں نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس اور تو کوئی مال نہیں مگر وہی جو زبیرؓ نے مجھے لا کر دیا ہے۔ کیا میں اس میں سے صدقہ دوں؟ آپؐ نے فرمایا: صدقہ دو، بند کر کے نہ رکھا کرو، ورنہ تم سے بھی بند کر کے رکھا جائے گا۔

٢٥٩١ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ ابْنُ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَنْفِقِي وَلَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللهُ عَلَيْكِ وَلَا تُوْعِي فَيُوْعِيَ اللهُ عَلَيْكِ.

اطرافه: ١٤٣٣، ١٤٣٤، ٢٥٩٠۔

۲۵۹۱: عبیداللہ بن سعید نے ہمیں بتایا۔ عبداللہ بن نمیر نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام بن عروہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے فاطمہ (بنت منذر) سے، فاطمہ نے (اپنی دادی) حضرت اسماءؓ (بنت ابی بکرؓ) سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان سے) فرمایا: خرچ کرو، گنتی نہ رہا کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر ہی دے گا۔ اور نہ روپیہ بند کر کے رکھا کرو، ورنہ اللہ بھی تم سے روک ہی رکھے گا۔

٢٥٩٢ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنِ اللَّيْثِ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ مَيْمُوْنَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا أَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً وَلَمْ تَسْتَأْذِنِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُهَا الَّذِي يَدُوْرُ عَلَيْهَا فِيهِ قَالَتْ: أَشَعَرْتَ

۲۵۹۲: یحییٰ بن بکیر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے لیث (بن سعد) سے، لیث نے یزید سے، یزید نے بکیر سے، بکیر نے حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام کریب سے روایت کی کہ حارث کی بیٹی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا (جو آنحضرت ﷺ کی زوجہ تھیں) نے انہیں بتایا کہ انہوں نے ایک لونڈی آزاد کر دی اور نبی ﷺ سے اجازت نہ لی۔ جب ان کی باری کا وہ دن آیا جس میں

يَا رَسُوْلَ اللهِ أَنِّي أَعْتَقْتُ وَلِيْدَتِي؟ قَالَ: أَوَفَعَلْتِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ: أَمَا إِنَّكِ لَوْ أَعْطَيْتِهَا أَخْوَالَكِ كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ.

آپؐ ان کے پاس آیا کرتے تھے، کہنے لگیں: یارسول اللہ! کیا آپؐ کو علم ہے کہ میں نے اپنی لونڈی آزاد کردی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم نے اسے آزاد کردیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: واہ اگر تم وہ لونڈی اپنے ننھیال والوں کو دے دیتیں تو یہ بات تمہارے ثواب کو زیادہ بڑھانے والی ہوتی۔

وَقَالَ بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ: إِنَّ مَيْمُوْنَةَ أَعْتَقَتْ....

طرفه: ٢٥٩٤.

اور بکر بن مضر نے عمرو (بن حارث) سے، عمرو نے بکیر سے، بکیر نے کریب سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت میمونہؓ نے اپنی لونڈی کو آزاد کردیا تھا۔

٢٥٩٣: حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِّنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا غَيْرَ أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْتَغِي بِذَلِكَ رِضَا رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۲۵۹۳: حبان بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ (انہوں نے کہا:) یونس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی، کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ پھر ان میں سے جس کا قرعہ نکلتا آپؐ اس کو اپنے ساتھ لے جاتے اور آپؐ ان میں سے ہر زوجہ کا دن اور اس کی رات مقرر کردیتے تھے۔ مگر حضرت سودہؓ بنت زمعہ نے اپنا دِن اور اپنی رات نبی ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہؓ کو دے دیا تھا۔ اس سے وہ رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی چاہتی تھیں۔

اطرافه: ٢٦٣٧، ٢٦٦١، ٢٦٨٨، ٦٨٧٩، ٤٠٢٥، ٤١٤١، ٤٦٩٠، ٤٧٤٩، ٤٧٥٠، ٤٧٥٧، ٥٢١٢، ٦٦٦٢، ٦٦٧٩، ٧٣٦٩، ٧٣٧٠، ٧٥٠٠، ٧٥٤٥.

تشریح: **هِبَةُ الْـمَرْاَةِ لِغَيْرِ زَوْجِهَا وَعِتْقُهَا اِذَا كَانَ لَهَا زَوْجٌ فَهُوَ جَآئِزٌ:** صحت ہبہ کی شرطوں میں سے ملکیت صحیحہ تامہ کے علاوہ یہ شرط بھی عائد کی گئی ہے کہ ہبہ کرنے والا عاقل و بالغ ہو۔ عورتیں جو اپنے والدین یا خاوندوں کی نگرانی کے تحت ہوتی ہیں، ان سے متعلق یہ سوال اُٹھایا گیا ہے کہ آیا وہ بغیر اجازت خاوند ہبہ کر سکتی ہیں یا نہیں۔ طاوسؒ کے نزدیک خاوند کے سوا کسی مرد کو قطعاً ہبہ نہیں کر سکتیں اور انہوں نے عمرو بن شعیب کی روایت سے تمسک کیا ہے جو انہوں نے اپنے دادا سے مرفوعاً نقل کی ہے۔☆ جبکہ امام مالک سے یہ الفاظ مروی ہیں: **لَا يَجُوْزُ لَهَا اَنْ تُعْطِيَ بِغَيْرِ اِذْنِ زَوْجِهَا وَلَوْ كَانَتْ رَشِيْدَةً اِلَّا مِنَ الثُّلُثِ.** (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۶۸) عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے مال میں سے بغیر اجازت خاوند عطیہ دے، خواہ رُشد کی حالت میں ہو اور وہ باجازت ایک تہائی مال سے غیر کو بھی دے سکتی ہے۔ جمہور کے نزدیک عورت اگر سفیہہ یعنی بیوقوف نہ ہو، اپنے مال میں تصرف کرنے کی مجاز ہے۔ خاوند کی اجازت سے اسے مقید کرنا خلاف منشاء کتاب وسنت ہے، سوا اس کے کہ وہ کم عقل ہو۔ محولہ بالا پوری آیت یہ ہے: **وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا.** (النساء:٦) اور ناسمجھوں کو اپنا مال نہ دو جو اللہ نے تمہارے لئے سہارا بنایا ہے اور ان میں سے ان کو کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے بھلی بات کہتے رہو (یہاں تک کہ سمجھ دار ہو جائیں) اس آیت سے فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ صرف ناسمجھی اور ناتجربہ کاری تصرف اموال سے مانع ہے ورنہ بحالت عقل وفہم ہر مالک اپنے مال میں تصرف کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ زیر باب چار روایتیں درج ہیں جو مسئلہ معنونہ کے بارے میں واضح ہیں۔ ابن بطّال رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ روایتیں بلحاظ صحت نہایت مستند ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۶۸)

بَاب ١٦ : بِمَنْ يُّبْدَأُ بِالْهَدِيَّةِ؟

ہدیہ پہلے کن کو دیا جائے؟

٢٥٩٤ : وَقَالَ بَكْرٌ عَنْ عَمْرٍو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ: اَنَّ مَيْمُوْنَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً لَّهَا فَقَالَ لَهَا: وَلَوْ وَصَلْتِ بَعْضَ أَخْوَالِكِ كَانَ

۲۵۹۴: اور بکر (بن مضر) نے عمرو (بن حارث) سے ہمیں بتایا۔ انہوں نے بکیر سے، بکیر نے حضرت ابن عباسؓ کے غلام کریب سے روایت کی کہ نبی ﷺ کی زوجہ حضرت میمونہؓ نے اپنی ایک لونڈی آزاد کر دی تو آپؐ نے ان سے فرمایا: اگر تم اپنے ننھیال والوں

☆ (سنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب عطیۃ المرأۃ بغیر إذن زوجها)
(سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی عطیۃ المرأۃ بغیر إذن زوجها)

أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ.

سے کسی کو دے کر صلہ رحمی کرتیں تو یہ بات تمہارے ثواب کو زیادہ کرنے کا موجب ہوتی۔

طرفهُ: ۲۵۹۲.

۲۵۹۵: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَجُلٍ مِّنْ بَنِي تَيْمِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ لِي جَارَيْنِ فَإِلَى أَيِّهِمَا أُهْدِي؟ قَالَ: إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا.

اطرافهُ: ۲۲۵۹، ۶۰۲۰.

۲۵۹۵: محمد بن بشار نے مجھے بتایا۔ محمد بن جعفر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے (عبدالمالک) ابوعمران جونی سے، انہوں نے طلحہ بن عبداللہ سے جو قبیلہ بنی تیم بن مرہ میں سے ایک شخص تھے۔ طلحہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: میں نے کہا: یارسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں؛ تو ان میں سے کس کو میں ہدیہ بھیجوں؟ آپؐ نے فرمایا: ان میں سے اس کو جس کا دروازہ تم سے زیادہ نزدیک ہو۔

تشریح: **بِمَنْ يُبْدَأُ بِالْهَدِيَّةِ**: عنوان باب کے تحت واؤ عاطفہ کے ساتھ بکر کی جو روایت بسند کریب نقل کی گئی ہے وہ زیر باب ۱۵ روایت نمبر ۲۵۹۲ میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث اور حضرت عائشہؓ کی حدیث (نمبر ۲۵۹۵) میں تعارض نہیں۔ صلہ رحمی میں رشتہ دار غیر رشتہ دار کے مقابل میں مقدم کئے جائیں گے اور حق ہمسائیگی میں ہدیہ کے لئے قریب ترین ہمسایہ مقدم ہوگا، اگر سب کو ہدیہ نہیں بھیجا جاسکتا۔ بکر کی یہ روایت واؤ عاطفہ کے ذریعہ اس غرض سے بھی جمع کردی گئی ہے تا اِن کا ظاہری تعارض دور ہوجائے۔

بَاب ۱۷: مَنْ لَّمْ يَقْبَلِ الْهَدِيَّةَ لِعِلَّةٍ

جو کسی عذر کی وجہ سے ہدیہ قبول نہ کرے

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ: كَانَتِ الْهَدِيَّةُ فِي زَمَنِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً وَالْيَوْمَ رِشْوَةٌ.

اور عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ ہدیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہدیہ تھا اور آج رشوت ہے۔

۲۵۹۶: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي

۲۵۹۶: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی کہ انہوں

عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيَّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يُخْبِرُ أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارَ وَحْشٍ وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ– أَوْ بِوَدَّانَ– وَهُوَ مُحْرِمٌ فَرَدَّهُ قَالَ صَعْبٌ: فَلَمَّا عَرَفَ فِي وَجْهِي رَدَّهُ هَدِيَّتِي قَالَ: لَيْسَ بِنَا رَدٌّ عَلَيْكَ وَلَكِنَّا حُرُمٌ.

اطرافهُ: ۱۸۲۵، ۲۵۷۳۔

نے کہا: عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے مجھے بتایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ انہوں نے حضرت صعبؓ بن جثامہ لیثی سے سنا۔ وہ نبی ﷺ کے صحابہ میں سے تھے، بتلاتے تھے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک گورخر ہدیہ پیش کیا اور آپؐ اس وقت ابواء یا ودّان میں تھے اور احرام باندھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے اسے لوٹا دیا۔ حضرت صعبؓ کہتے تھے: جب آپؐ نے میرے چہرے سے معلوم کیا کہ میں نے آپؐ کے ہدیہ قبول نہ کرنے کو محسوس کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا: یہ بات نہیں کہ ہم تمہارا ہدیہ واپس کر رہے ہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ ہم احرام میں ہیں۔

۲۵۹۷: حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْأَزْدِ يُقَالُ لَهُ ابْنُ اللُّتْبِيَّةِ☆ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ: هَذَا لَكُمْ وَهَذَا أُهْدِيَ لِي. قَالَ: فَهَلَّا جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ– أَوْ بَيْتِ أُمِّهِ– فَيَنْظُرَ أَيُهْدَى لَهُ أَمْ لَا؟ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا

۲۵۹۷: عبداللہ بن محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے قبیلہ ازد میں سے ایک شخص کو جسے ابن اُتبیہ☆ کہتے تھے، زکوٰۃ وصول کرنے پر (کارکن) مقرر فرمایا۔ جب وہ آیا تو اس نے کہا: یہ تو آپ کا ہے اور یہ مجھے تحفہ دیا گیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: تو پھر وہ اپنے باپ کے گھر یا اپنی ماں کے گھر ہی کیوں نہ بیٹھا رہا اور پھر دیکھتا اسے تحفہ دیا جاتا ہے یا نہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں "ابْنُ الْأُتْبِيَّةِ" ہے۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ ۲۷۱)

يَأْخُذُ أَحَدٌ مِّنْكُمْ شَيْئًا إِلَّا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُهُ عَلَى رَقَبَتِهِ إِنْ كَانَ بَعِيْرًا لَهُ رُغَاءٌ أَوْ بَقَرَةً لَهَا خُوَارٌ أَوْ شَاةً تَيْعَرُ- ثُمَّ رَفَعَ بِيَدِهِ حَتَّى رَأَيْنَا عُفْرَةَ إِبْطَيْهِ- اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ. ثَلَاثًا.

میں میری جان ہے، جوکوئی بھی تم میں سے (اس زکوٰۃ کے مال سے) کچھ لے گا تو وہ ضرور ہی قیامت کے دن اپنی گردن پر اس (مال) کو اٹھائے ہوئے آئے گا۔ اگر اُونٹ ہوگا تو وہ بڑبڑا رہا ہوگا، یا گائے ہوگی تو وہ بائیں بائیں کر رہی ہوگی، یا بکری ہوگی تو وہ مَیں مَیں کر رہی ہوگی۔ پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ اُٹھائے، یہاں تک کہ ہم نے آپؐ کی بغلوں کی سپیدی دیکھ لی۔ (آپؐ نے فرمایا:) اے میرے اللہ! کیا میں نے تیرے حکم کو پہنچا دیا ہے۔ اے میرے اللہ! کیا میں نے تیرے حکم کو پہنچا دیا ہے۔ یہ فقرہ تین دفعہ فرمایا۔

اطرافهُ: ۹۲۵، ۱۵۰۰، ٦٦٣٦، ٦٩٧٩، ٧١٧٤، ٧١٩٧۔

تشریح: مَنْ لَّمْ يَقْبَلِ الْهَدِيَّةَ لِعِلَّةٍ: عنوانِ باب میں عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت جو حوالہ دیا گیا ہے یہ ابن سعد نے بحوالہ فرات بن مسلم نقل کیا ہے کہ ایک دن ان کو سیب کی خواہش ہوئی لیکن گھر میں نقدی میسر نہ ہونے کی وجہ سے ارادہ ترک کر دیا۔ پھر سوار ہو کر جب باہر گئے تو ایک گرجے کے قریب ان کا گذر ہوا تو ان کو سیب طشتری میں لگے ہوئے پیش کئے گئے۔ ایک سیب لیا اور اسے سونگھا اور پھر طشتری میں اسے رکھ دیا اور سیب نہیں لئے۔ فرات بن مسلم نے جو اُن کے ہمرکاب تھے، تعجب سے دریافت کیا جس پر محولہ بالا جواب دیا گیا[1] آپ کے نیک نمونہ سے ظاہر ہے کہ حکامِ وقت کو ہدایا قبول کرنے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ روایت نمبر ۲۵۹۷ سے بھی ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بھی ایسے ہدایا ناپسند فرمائے۔ لفظ اَلْعِلَّةُ کے معنی ہیں ایسا سبب جس سے نقص لازم آتا ہو۔ باب کی پہلی روایت کا تعلق شرعی حکم کی خلاف ورزی سے ہے۔ دوسری روایت کا تعلق عہدے سے ناجائز فائدہ اُٹھانے سے ہے۔ پہلی روایت کے لیے كتاب جزاء الصيد باب ٦ روایت نمبر ۱۸۲۵ دیکھئے۔ اور دوسری کے لئے كتاب الزكوٰة باب ٦٧ روایت نمبر ۱۵۰۰۔ ابن العربیؒ نے رشوت کی یہ تعریف کی ہے: كُلُّ مَالٍ دُفِعَ لِيُبْتَاعَ بِهِ مِنْ ذِيْ جَاهٍ عَوْنًا عَلَى مَا لَا يَحِلُّ. (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۷۱) وہ مال جس کے ذریعہ سے ناجائز کو جائز کرنے میں مدد لی جائے۔ ترمذی نے اس بارہ میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ان الفاظ میں نقل کیا ہے: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ.[2] یہ جملہ انشائیہ بھی ہے اور خبریہ بھی۔ رسول اللہ ﷺ نے رِشوت دینے والے اور لینے والے پر لعنت فرمائی۔

[1] (الطبقات الكبرىٰ لابن سعد، الطبقة الثالثة من أهل المدينة من التابعين، جزء ۵ صفحہ ۳۷۷)
[2] (سنن الترمذی، كتاب الأحكام، باب ما جاء في الراشي والمرتشي)

بَاب ۱۸ : إِذَا وَهَبَ هِبَةً أَوْ وَعَدَ ثُمَّ مَاتَ قَبْلَ أَنْ تَصِلَ إِلَيْهِ

اگر کوئی ہبہ کرے یا ہبہ کا وعدہ کرے پھر ہبہ کی تکمیل سے پہلے مرجائے

وَقَالَ عَبِيْدَةُ: إِنْ مَّاتَا وَكَانَتْ فُصِلَتِ الْهَدِيَّةُ وَالْمُهْدَى لَهُ حَيٌّ فَهِيَ لِوَرَثَتِهِ وَإِنْ لَّمْ تَكُنْ فُصِلَتْ فَهِيَ لِوَرَثَةِ الَّذِي أَهْدَى. وَقَالَ الْحَسَنُ: أَيُّهُمَا مَاتَ قَبْلُ فَهِيَ لِوَرَثَةِ الْمُهْدَى لَهُ إِذَا قَبَضَهَا الرَّسُوْلُ.

اورعبیدہ نے کہا: اگر وہ دونوں مرجائیں اور ہدایا کو الگ کر دیا گیا ہو اور جس کو ہدیہ دیا جانا ہے وہ زندہ ہو (اور پھر وہ مرجائے) تو وہ ہدیہ اس کے وارثوں کا حق ہوگا اور اگر ہدیہ الگ نہیں کیا گیا تو وہ اس شخص کے وارثوں کا حق ہوگا جس نے ہدیہ دیا۔ اور امام حسن (بصری) کہتے ہیں کہ ہدیہ دینے والا اور جس کو ہدیہ دیا گیا ہو، اگر ان دونوں میں سے کوئی مرجائے تو ہدیہ موہوب لہٗ کے وارثوں کو ہی ملے گا بشرطیکہ اس کے ایلچی نے وہ ہدیہ قبضہ میں لے لیا ہو۔

۲۵۹۸: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَعْطَيْتُكَ هَكَذَا (ثَلَاثًا) فَلَمْ يَقْدَمْ حَتَّى تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ أَبُو بَكْرٍ مُنَادِيًا فَنَادَى: مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ أَوْ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَعَدَنِي. فَحَثَى لِي ثَلَاثًا.

۲۵۹۸: علی بن عبداللہ نے ہمیں بتایا۔ سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا کہ (محمد) بن منکدر نے ہمیں بتایا (انہوں نے کہا:) میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اگر بحرین کا مال آیا تو میں تمہیں اس طرح دوں گا۔ تین بار فرمایا۔ تو وہ مال اس وقت آیا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تھے اور حضرت ابوبکرؓ نے ایک مُنادی کو حکم دیا تو اس نے مُنادی کی کہ نبی ﷺ کے ذمہ جس کا کوئی وعدہ یا قرضہ ہو تو چاہیے کہ وہ ہمارے پاس آئے۔ چنانچہ میں ان کے پاس گیا اور میں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے مجھے تین لپ بھر کر دیئے۔

اطرافہ: ۲۲۹۶، ۲۶۸۳، ۳۱۳۷، ۳۱٦٤، ٤٣٨٣۔

بَاب ۱۹ : كَيْفَ يُقْبَضُ الْعَبْدُ وَالْمَتَاعُ

غلام اور سامان پر کس طرح قبضہ کیا جائے؟

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: كُنْتُ عَلَى بَكْرٍ صَعْبٍ فَاشْتَرَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللهِ.

اور حضرت (عبداللہ) بن عمرؓ نے کہا کہ میں ایک منہ زور اُونٹ پر سوار تھا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خرید لیا اور فرمایا: عبداللہؓ یہ (اُونٹ) تمہارا ہی ہے۔

۲۵۹۹: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: قَسَمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبِيَةً وَلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةَ مِنْهَا شَيْئًا فَقَالَ مَخْرَمَةُ: يَا بُنَيَّ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَقَالَ: ادْخُلْ فَادْعُهُ لِي قَالَ: فَدَعَوْتُهُ لَهُ فَخَرَجَ إِلَيْهِ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِّنْهَا فَقَالَ: خَبَأْنَا هَذَا لَكَ قَالَ: فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ: رَضِيَ مَخْرَمَةُ.

۲۵۹۹: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن ابی ملیکہ سے، انہوں نے حضرت مِسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے کچھ قبائیں تقسیم کیں اور مخرمہؓ کو ان میں سے کوئی قبا نہ دی۔ مخرمہؓ نے (اپنے لڑکے کو) کہا: بیٹا! تم میرے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلو۔ میں ان کے ساتھ چلا گیا تو انہوں نے کہا: اندر جاؤ اور آنحضرت ﷺ سے کہو کہ میں آپؐ کو بلاتا ہوں۔ (مِسور) کہتے تھے: میں نے آپؐ سے کہا کہ میرے والد آپؐ کو بلاتے ہیں۔ آپؐ ان کے پاس باہر آئے اور آپؐ کے کندھوں پر ان میں سے ایک قبا تھی۔ آپؐ نے فرمایا: میں نے تمہارے لئے یہ چھپا رکھی تھی۔ (مِسور) کہتے تھے: میرے والد نے اسے دیکھا اور کہا: مخرمہ اب تو خوش ہو گیا۔

اطرافہ: ۲۶۵۷، ۳۱۲۷، ۵۸۰۰، ۵۸۶۲، ۶۱۳۲۔

تشریح: كَيْفَ يُقْبَضُ الْعَبْدُ وَالْمَتَاعُ: آیا صحت ہبہ کے لئے قبضہ شرط ہے یا نہیں۔ اکثر فقہاء اور تابعین کے نزدیک قبضہ شرطِ صحت ہے۔ یہی مذہب امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا ہے۔ مؤخر الذکر امام نے ماپ تول کی اشیاء میں تو قبضہ کی شرط عائد کی ہے مگر ان کے نزدیک اشیائے عین میں قبضہ کی شرط نہیں۔ امام مالکؒ نے ہبہ کا عقد بیع پر قیاس کر کے قبضہ سے قبل ملکیت ہبہ کو صحیح قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ہبہ کرنے والے اور اس کے وارثوں کے انکار پر بذریعہ دار القضاء اس پر قبضہ حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن اگر واہب قبضہ دینے سے پہلے فوت ہو جائے تو

ہبہ ساقط ہوگا۔ جہاں تک وعدۂ ہبہ کا تعلق ہے؛ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام ثوریؒ کا یہ مذہب ہے کہ اگر قبضہ نہ ہو تو اس کے ورثاء پر وعدہ پورا کرنا لازم نہیں۔ (بداية المجتهد، كتاب الهبات، شروطها، جزء ثانی صفحہ ۲۴۷) یہ وہ اختلاف ہے جس کے پیش نظر باب ۱۹ قائم کیا گیا ہے اور اس تعلق میں جو حدیث نقل کی گئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا میلان اس طرف ہے کہ قبضہ شرط نہیں۔ ہبہ کا وعدہ صحیح قرار پائے گا اور وہ پورا کیا جائے گا۔ اس تعلق میں کتاب البیوع باب ۴۷ بھی دیکھئے۔

وَقَالَ عَبِيْدَةُ اِنْ مَّاتَا: عنوان باب (نمبر ۱۸) میں عبیدہ بن عمرو سلمانی اور حسن بصریؒ کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ یعنی واہب اور موہوب لہٗ دونوں مر جائیں اور ہدیہ (یا ہبہ) اموالِ مملوکہ سے الگ کر دیا گیا ہو تو وارث اس کا مستحق ہوگا۔ جمہور کے نزدیک ہبہ پانے والے کا وارث اس وقت مستحق ہوگا جب اس کو یا اس کے وکیل کو قبضہ حاصل ہو چکا ہو۔
(فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۷۳ شرح باب ۱۸)

قَالَ الْحَسَنُ اَيُّهُمَا مَاتَ قَبْلُ......: یعنی حسن بصری کا یہ فتویٰ وہی ہے جو امام مالک کا ہے یعنی دونوں میں سے اگر کوئی فوت ہو جائے تو ہدیہ یا ہبہ بہرحال وارثوں کا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ اور اسحٰق بن راہویہ نے اس میں ایک فرق ملحوظ رکھا ہے کہ وکیل اگر ہدیہ دینے والے کا ہو اور جسے ہدیہ بھیجا گیا ہے وہ فوت ہو گیا ہو تو ہدیہ دینے والے کو لوٹے گا، اور اس فرق کی تائید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے تمسک کیا ہے کہ آپؐ نے نجاشی کو ایک جوڑا اور مشک بطور تحفہ بھیجا اور فرمایا: اگر نجاشی کی موت کی وجہ سے یہ واپس ہو تو یہ تمہارا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مشارٌ الیہ روایت طبرانی وغیرہ نے نقل کی ہے۔☆
(فتح الباری شرح باب ۱۸ جزء ۵ صفحہ ۲۷۳) (عمدۃ القاری شرح باب ۱۸ جزء ۱۳ صفحہ ۱۵۷)

مذکورہ بالا حوالوں سے اس فقہی اختلاف کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے؛ جس کی وجہ سے یہ باب قائم کرنا پڑا۔ امام ابن حجرؒ نے حضرت جابرؓ کی مذکورہ بالا روایت سے استدلال کے بارے میں کہا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ ہدیہ جو کسی وجہ سے نہیں دیا جاسکا۔ وہ بصورتِ وعدہ قائم رہے گا اور بموجب ارشادِ باری تعالیٰ پورا کرنا ضروری ہے۔ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا. (بنی اسرائیل:۳۵) طبرانی کی روایت امام بخاریؒ کے نزدیک مستند نہیں۔
(فتح الباری شرح باب ۱۸ جزء ۵ صفحہ ۲۷۳)

قبضہ سے مراد کیا ہے؟ آیا شیئ موہوب کا اپنی تحویل میں لے لینا یا مطلق عقد ہبہ سے قبضہ حاصل ہو جاتا ہے۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ قبضہ اسی وقت صحیح متصور ہوگا جب ہاتھ میں آجائے۔ ابوثورؒ اور داؤدؒ عقد ہبہ کو کافی سمجھتے ہیں۔ امام احمدؒ نے شیئ معین اور شیئ غیر معین میں فرق کیا ہے کہ اوّل الذکر میں قبضہ کے بغیر ہی ہبہ صحیح قرار پائے گا۔ متاع سے مراد ایسی جائداد جس کا کوئی حصہ معین نہ ہو جیسے مشترکہ جائداد۔ عنوان باب كَيْفَ يُقْبَضُ سے مراد صرف کیفیت تخلیہ و دست برداری

☆ (مسند احمد بن حنبل، مسند القبائل، حديث ام كلثوم بنت عقبة ام حميد بن عبد الرحمن، جزء ۶ صفحہ ۴۰۴)
(المعجم الكبير للطبراني، مسند النساء، باب من يعرف من النساء بالكنى، ذكر أم كلثوم، جزء ۲۵ صفحہ ۸۱)

ہے نہ حقیقی قبضہ۔ مزید دیکھئے زیر باب ۲۳۔ فقہاء نے صورت استفادہ کی رو سے ہبہ کی دو بڑی قسمیں قرار دی ہیں: ہبہ عین اور ہبہ منفعت۔ یعنی معین شئے کا ہبہ کرنا یا صرف حاصلات سے استفادہ کا ہبہ۔ ہر قسم کے مطابق قبضہ کی صورت بھی جدا ہوگی۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۷۴) (بداية المجتهد، كتاب الهبات، القول في أنواع الهبات، جزء ثانی صفحہ ۲۴۸)

بَاب ۲۰: إِذَا وَهَبَ هِبَةً فَقَبَضَهَا الْآخَرُ وَلَمْ يَقُلْ: قَبِلْتُ

اگر کوئی ہبہ کرے اور دوسرا اُس کو قبضہ میں لے لے اور یہ نہ کہے: میں نے اسے قبول کیا

۲۶۰۰: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: هَلَكْتُ فَقَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ: وَقَعْتُ بِأَهْلِي فِي رَمَضَانَ. قَالَ: اَتَجِدُ رَقَبَةً؟ قَالَ: لَا. قَالَ: فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ أَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: فَتَسْتَطِيْعُ أَنْ تُطْعِمَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا؟ قَالَ: لَا. قَالَ: فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ بِعَرَقٍ وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ فِيْهِ تَمْرٌ فَقَالَ: اذْهَبْ بِهَذَا فَتَصَدَّقْ بِهِ. قَالَ: عَلَى أَحْوَجَ مِنَّا يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَحْوَجُ مِنَّا. ثُمَّ قَالَ: اذْهَبْ

۲۶۰۰: محمد بن محبوب نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد نے ہمیں بتایا (انہوں نے کہا:) معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے حمید بن عبدالرحمٰن سے، حمید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: میں ہلاک ہوگیا۔ آپؐ نے پوچھا: کیوں؟ اُس نے کہا: میں رمضان میں اپنی بیوی سے مباشرت کر بیٹھا۔ آپؐ نے فرمایا: ایک گردن آزاد کرنے کی طاقت رکھتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا دو ماہ لگاتار روزے رکھنے کی طاقت ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: آیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے تھے کہ اتنے میں ایک انصاری شخص کھجور کا ایک ٹوکرا لایا اور عرق یعنی یہ ٹوکرا پندرہ صاع کا ہوتا ہے۔ اس میں کھجوریں تھیں۔ آپؐ نے فرمایا: اسے لے جاؤ اور اسے صدقہ میں دے دو۔ اس نے پوچھا: یارسول اللہ! جو ہم سے زیادہ محتاج ہو اُس کو دوں؟ اُسی ذات کی قسم جس نے آپؐ کو سچائی کے ساتھ بھیجا ہے، مدینہ کے دونوں پتھریلے کناروں کے

فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ.

درمیان کوئی گھر والے ہم سے بڑھ کر محتاج نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: جاؤ اپنے گھر والوں کو ہی کھلاؤ۔

اطرافهُ: ١٩٣٦، ١٩٣٧، ٥٣٦٨، ٦٠٨٧، ٦١٦٤، ٦٧٠٩، ٦٧١٠، ٦٧١١، ٦٨٢١.

تشریح: **اِذَا وَهَبَ هِبَةً فَقَبَضَهَا الْاٰخَرُ وَلَمْ يَقُلْ قَبِلْتُ:** ہبہ کو بیع کی طرح ایک عقد قرار دیا گیا ہے، اس فرق کے ساتھ کہ ہبہ بلاعوض ہے۔ فقہاء نے یہ سوال بھی اٹھایا ہے کہ آیا اس میں ایجاب وقبول ضروری ہے۔ جسے ہبہ دیا جائے وہ کہے کہ میں نے یہ ہبہ قبول کرلیا ہے۔ اکثر فقہاء کے نزدیک یہ ایسا عقد نہیں کہ ایجاب وقبول کا محتاج ہو، موہوب لہ کا قبضہ کافی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیع اور اُن اشیاء کی طرح جن میں انتقالِ ملکیت ہوتا ہے، ہبہ میں بھی ایجاب وقبول ضروری ہے۔ ابن الصباغ کی رائے میں مطلق ہبہ کے لئے ایجاب وقبول کی ضرورت نہیں۔ مگر احناف اسے ضروری سمجھتے ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۷۴، ۲۷۵) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۱۵۹)

مذکورہ بالا فقہی اختلاف کے پیشِ نظر باب ۲۰ قائم کیا گیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوانِ باب شرطیہ قائم کرکے اس کا جواب حذف کردیا ہے اور اس تعلق میں جو روایت نقل کی ہے اس کا تعلق صدقہ سے ہے۔ امام ابن حجرؒ کی رائے ہے کہ امام بخاریؒ کا رجحان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ ایجاب وقبول کی ضرورت نہیں اور ان کے نزدیک صدقہ اور ہبہ میں فرق نہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۷۴، ۲۷۵)

بَاب ۲۱: إِذَا وَهَبَ دَيْنًا عَلَى رَجُلٍ

اگر کوئی شخص کسی شخص کو قرض ہبہ کردے

قَالَ شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ: هُوَ جَائِزٌ. وَوَهَبَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لِرَجُلٍ دَيْنَهُ. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ لَهُ عَلَيْهِ حَقٌّ فَلْيُعْطِهِ أَوْ لِيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ. فَقَالَ جَابِرٌ: قُتِلَ أَبِي وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَسَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُرَمَاءَهُ أَنْ يَقْبَلُوْا ثَمَرَ حَائِطِي وَيُحَلِّلُوْا أَبِي.

شعبہ نے حکم سے روایت کرتے ہوئے کہا: یہ جائز ہے۔ اور حضرت حسن بن علی علیہما السلام نے ایک شخص کو قرضہ معاف کردیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: جس کے ذمہ کسی کا کوئی حق ہو تو چاہیے کہ وہ اس کو دیدے یا اس سے معاف کرا کے آزاد ہو جائے۔ حضرت جابرؓ نے کہا: میرے والد شہید ہوگئے جبکہ ان کے ذمہ کچھ قرض تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قرض خواہوں سے چاہا کہ وہ میرے باغ کا میوہ قبول کرلیں اور میرے باپ کو قرضہ سے آزاد کردیں۔ (تو انہوں نے نہ مانا۔)

۲۶۰۱: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُس. وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُوْنُس عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ: أَنَّ أَبَاهُ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ شَهِيْدًا فَاشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِي حُقُوْقِهِمْ فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمْتُهُ فَسَأَلَهُمْ أَنْ يَّقْبَلُوْا ثَمَرَحَائِطِي وَيُحَلِّلُوْا أَبِي فَأَبَوْا فَلَمْ يُعْطِهِمْ {رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَائِطِي☆} وَلَمْ يَكْسِرْهُ لَهُمْ وَلَكِنْ قَالَ: سَأَغْدُوْ عَلَيْكَ إِنْ شَاءَ اللهُ. فَغَدَا عَلَيْنَا حِيْنَ أَصْبَحَ فَطَافَ فِي النَّخْلِ فَدَعَا فِي ثَمَرِهِ بِالْبَرَكَةِ فَجَدَدْتُهَا فَقَضَيْتُهُمْ حُقُوْقَهُمْ وَبَقِيَ لَنَا مِنْ ثَمَرِهَا بَقِيَّةٌ. ثُمَّ جِئْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فَأَخْبَرْتُهُ بِذَلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ: اسْمَعْ- وَهُوَ جَالِسٌ- يَا عُمَرُ. فَقَالَ: أَلَّا

۲۶۰۱: ہم سے عبدان نے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ہمیں عبداللہ نے بتایا۔ (انہوں نے کہا:) ہمیں یونس نے خبر دی۔ اور لیث (بن سعد) نے کہا: مجھ سے یونس نے بیان کیا کہ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے کہا: مجھے ابن کعب بن مالک نے بتایا۔ ان کو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ ان کے باپ حضرت عبداللہؓ جنگ اُحد میں شہید ہو گئے تو ان کے قرض خواہوں نے اپنے قرضوں کا سختی سے مطالبہ شروع کر دیا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور میں نے ساری بات آپؐ سے عرض کی۔ آپؐ نے قرض خواہوں سے کہا کہ وہ میرے باغ کا میوہ قبول کر لیں اور میرے باپ کو قرضہ سے آزاد کر دیں۔ انہوں نے یہ ماننے سے انکار کر دیا۔ اِس پر رسول اللہ ﷺ نے اُن کو میرا باغ ☆ نہ دیا اور نہ ان کے لئے میوہ تڑوایا بلکہ فرمایا: میں کل صبح انشاء اللہ تمہارے پاس آؤں گا۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو آپؐ ہمارے پاس آئے اور کھجور کے درختوں میں اِدھر اُدھر پھرے اور ان کے لئے پھلوں میں برکت کی دعا مانگی۔ پھر میں نے ان خوشوں کو کاٹا اور ان قرض خواہوں کو ان کے حقوق ادا کر دیئے اور ان کھجوروں کے پھلوں سے تھوڑی سی کھجوریں ہمارے لئے بھی بچ رہیں۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپؐ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے آپؐ سے واقعہ بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ

☆ الفاظ "رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حَائِطِيْ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ۵ حاشیہ صفحہ ۲۷۵)

يَكُوْنُ قَدْ عَلِمْنَا أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ وَاللّٰهِ إِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ.

نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: عمرؓ سنو! اور وہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: یہ کیوں نہ ہوتا۔ بخدا ہمیں تو علم ہے کہ آپؐ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔

اطرافُهُ: ٢١٢٧، ٢٣٩٥، ٢٣٩٦، ٢٤٠٥، ٢٧٠٩، ٢٧٨١، ٣٥٨٠، ٤٠٥٣، ٦٢٥٠۔

تشریح: **اِذَا وَهَبَ دَيْنًا عَلَى رَجُلٍ:** مسئلہ معنونہ کا تعلق بھی دراصل سابقہ مضمون سے ہے کہ آیا قبضہ عقد ہبہ کی صحت کے لیے شرط ہے۔ جن فقہاء نے ہبہ میں قبضہ شرط قرار نہیں دیا ان کے نزدیک یہ صورت جائز ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ قرضہ واپس لے کر ہبہ کرے گا یا صرف وثیقہ تحریر کیا جائے گا کہ قرضہ وصول ہو چکا ہے یا اس بارے میں کہ قرضہ وصول ہو چکا ہے، اعلان اور شہادت ہی کافی ہوگی۔ فقہاء کا اس اَمر میں تو اتفاق ہے کہ ہبہ کی یہ صورت جائز ہے بشرطیکہ مقروض قبول کرے۔ قرض سے سبکدوشی کے لئے قبضہ کی ضرورت نہیں، لیکن اگر مقروض کے علاوہ کسی اور شخص کے حق میں قرض ہبہ کیا جائے تو امام مالکؒ کے نزدیک اس میں قرضہ کا وثیقہ تحریر کر دینا ضروری ہے یا اعلان اور شہادت کہ فلاں قرضہ فلاں کے حق میں دیا گیا ہے۔ جن فقہاء کے نزدیک ہبہ بغیر قبضہ صحیح نہیں، انہوں نے قرضہ کا ہبہ جائز قرار نہیں دیا۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی یہی رائے ہے۔ امام غزالیؒ جائز سمجھتے ہیں۔

(عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۵۹، ۱۶۰) (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۷۵، ۲۷۶)

اس اختلاف کی اصل وجہ یہ ہے کہ اوّل الذکر امامین نے ہبہ کو عقدِ بیع پر قیاس کیا ہے۔ بیع میں تاوقتیکہ (اشیاء) زیرِ فروخت پر قبضہ نہ ہو، بیع صحیح قرار نہیں پاتی۔ (دیکھئے کتاب البیوع تشریح باب ۵۵) یہ وہ فقہی نظریہ کا اختلاف ہے جس کا حل باب ۲۱ میں مدنظر ہے۔ اس کے لئے عنوانِ باب میں چار حوالے دئے گئے ہیں۔ شعبہ کے فتوے کا حوالہ ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے کہ حَکَم نے مجھ سے ذکر کیا کہ محمد بن عبدالرحمٰن المعروف ابن ابی لیلیٰ نے مجھ سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو میں نے جواز کا فتویٰ دیا۔ پھر میں نے حماد سے پوچھا تو انہوں نے فتویٰ اس کے خلاف دیا۔☆ اس حوالے سے دونوں نقطہ ہائے نظر کی طرف اشارہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے حوالہ کے تعلق میں دیکھئے کتاب المظالم باب ۱۰ روایت نمبر ۲۴۴۹۔ اور حضرت جابرؓ کا حوالہ کتاب الإستقراض، باب ۸، روایت نمبر ۲۳۹۵ میں دیکھا جائے اور اِس تعلق میں کتاب البیوع تشریح باب ۵۱ بھی دیکھئے۔

☆ (مصنف ابن ابی شيبة، كتاب البيوع، الرجل يهب للرجل الذى يكون له عليه دين، جزء ۴ صفحہ ۴۸۷، ۴۸۸)

بَاب ٢٢: هِبَةُ الْوَاحِدِ لِلْجَمَاعَةِ

ایک ہی چیز کا کچھ آدمیوں کو جو اکٹھے ہوں ہبہ کرنا

وَقَالَتْ أَسْمَاءُ لِلْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَابْنِ أَبِي عَتِيْقٍ: وَرِثْتُ عَنْ أُخْتِي عَائِشَةَ بِالْغَابَةِ وَقَدْ أَعْطَانِي بِهِ مُعَاوِيَةُ مِائَةَ أَلْفٍ فَهُوَ لَكُمَا.

اور حضرت اسماءؓ نے قاسم بن محمد اور (عبداللہ) بن ابی عتیق سے کہا: میں نے اپنی بہن عائشہؓ سے غابہ میں ترکہ پایا اور معاویہؓ اس کے عوض مجھے ایک لاکھ درہم دیتے تھے تو یہ جائداد تم دونوں کے لئے ہے۔

٢٦٠٢: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ وَعَنْ يَمِيْنِهِ غُلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ الْأَشْيَاخُ فَقَالَ لِلْغُلَامِ: إِنْ أَذِنْتَ لِي أَعْطَيْتُ هٰؤُلَاءِ فَقَالَ: مَا كُنْتُ لِأُوْثِرَ بِنَصِيْبِي مِنْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَحَدًا. فَتَلَّهُ فِي يَدِهِ.

۲۶۰۲: یحییٰ بن قزعہ نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوحازم سے، ابوحازم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پینے کی کوئی شئے لائی گئی۔ آپؐ نے پی۔ آپؐ کے داہنی طرف ایک لڑکا تھا اور آپؐ کے بائیں طرف بڑی عمر والے تھے۔ آپؐ نے لڑکے سے پوچھا: تم مجھے اجازت دو کہ میں انہیں دیدوں۔ تو اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ سے جو حصہ مجھے ملا ہے میں تو اپنے سوا کسی کو نہ دوں گا۔ اس پر آپؐ نے اس کے ہاتھ میں پیالہ دے دیا۔

اطرافه: ٢٣٥١، ٢٣٦٦، ٢٤٥١، ٢٦٠٥، ٥٦٢٠.

بَاب ٢٣: اَلْهِبَةُ الْمَقْبُوْضَةُ وَغَيْرُ الْمَقْبُوْضَةِ وَالْمَقْسُوْمَةُ وَغَيْرُ الْمَقْسُوْمَةِ

وہ ہبہ جس پر قبضہ کرلیا گیا ہو اور وہ جس پر قبضہ نہ کیا گیا ہو اور وہ جو تقسیم شدہ ہو اور وہ جو تقسیم شدہ نہ ہو

وَقَدْ وَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ لِهَوَازِنَ مَا غَنِمُوْا مِنْهُمْ وَهُوَ غَيْرُ مَقْسُوْمٍ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ نے بھی ہوازن کے لوگوں کو جو غنیمت ان سے حاصل کی تھی، ہبہ کر دی؛ حالانکہ وہ ابھی تقسیم نہیں کی گئی تھی۔

٢٦٠٣: حَدَّثَنِي ثَابِتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ مُّحَارِبٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَضَانِي وَزَادَنِي.

۲۶۰۳: ثابت بن محمد نے مجھ سے بیان کیا: مِسعر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محارب سے، محارب نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں آیا اور آپؐ نے مجھے قیمت ادا کی اور زیادہ دیا۔

اطرافہ: ٤٤٣، ١٨٠١، ٢٠٩٧، ٢٣٠٩، ٢٣٨٥، ٢٣٩٤، ٢٤٠٦، ٢٤٧٠، ٢٦٠٤، ٢٧١٨، ٢٨٦١، ٢٩٦٧، ٣٠٨٧، ٣٠٨٩، ٣٠٩٠، ٤٠٥٢، ٥٠٧٩، ٥٠٨٠، ٥٢٤٣، ٥٢٤٤، ٥٢٤٥، ٥٢٤٦، ٥٢٤٧، ٥٣٦٧، ٦٣٨٧۔

٢٦٠٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُّحَارِبٍ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: بِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيْرًا فِي سَفَرٍ فَلَمَّا أَتَيْنَا الْمَدِيْنَةَ قَالَ: ائْتِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ فَوَزَنَ.

قَالَ شُعْبَةُ: أُرَاهُ: فَوَزَنَ لِي فَأَرْجَحَ فَمَا زَالَ مِنْهَا شَيْءٌ حَتَّى أَصَابَهَا أَهْلُ الشَّامِ يَوْمَ الْحَرَّةِ.

۲۶۰۴: محمد بن بشار نے ہمیں بتایا۔ غندر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محارب (بن دثار) سے روایت کی (محارب نے کہا:) میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، کہتے تھے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سفر میں ایک اُونٹ بیچا۔ جب ہم مدینہ میں آئے تو آپؐ نے فرمایا: مسجد میں آؤ اور دو رکعتیں پڑھو۔ پھر آپؐ نے قیمت تول کر دی۔

شعبہ نے کہا: میں سمجھتا ہوں۔ (حضرت جابرؓ نے یوں کہا:) مجھے تول کر دیا اور ترازو کو جھکا دیا۔ تو اس میں سے کچھ میرے پاس ہمیشہ ہی رہا؛ یہاں تک کہ حرہ کی جنگ میں شام والوں نے اس کو لے لیا۔

اطرافہ: ٤٤٣، ١٨٠١، ٢٠٩٧، ٢٣٠٩، ٢٣٨٥، ٢٣٩٤، ٢٤٠٦، ٢٤٧٠، ٢٦٠٣، ٢٧١٨، ٢٨٦١، ٢٩٦٧، ٣٠٨٧، ٣٠٨٩، ٣٠٩٠، ٤٠٥٢، ٥٠٧٩، ٥٠٨٠، ٥٢٤٣، ٥٢٤٤، ٥٢٤٥، ٥٢٤٦، ٥٢٤٧، ٥٣٦٧، ٦٣٨٧۔

٢٦٠٥: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

۲۶۰۵: قتیبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ابوحازم سے، ابوحازم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِشَرَابٍ وَعَنْ يَمِيْنِهِ غُلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ أَشْيَاخٌ. فَقَالَ لِلْغُلَامِ: أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هَؤُلَاءِ؟ فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا وَاللهِ لَا أُوْثِرُ بِنَصِيْبِي مِنْكَ أَحَدًا فَتَلَّهُ فِي يَدِهِ.

پینے کی کوئی چیز لائی گئی اور آپؐ کے دائیں طرف ایک لڑکا تھا اور بائیں طرف بڑی عمر والے۔ آپؐ نے اس لڑکے سے فرمایا: کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں ان کو دے دوں؟ تو اس لڑکے نے کہا: اللہ کی قسم! آپؐ سے جو حصہ مجھے ملے؛ میں تو اسے کسی کو بھی نہ دوں گا۔ اس پر آپؐ نے وہ پیالہ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

اطرافُهُ: ۲۳۵۱، ۲۳٦٦، ۲٤٥١، ۲٦۰۲، ٥٦۲۰۔

۲٦۰٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ ابْنِ جَبَلَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ فَقَالَ: دَعُوْهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا. وَقَالَ: اشْتَرُوْا لَهُ سِنًّا فَأَعْطُوْهَا إِيَّاهُ فَقَالُوْا: إِنَّا لَا نَجِدُ سِنًّا إِلَّا سِنًّا هِيَ أَفْضَلُ مِنْ سِنِّهِ. قَالَ: فَاشْتَرُوْهَا فَأَعْطُوْهَا إِيَّاهُ فَإِنَّ مِنْ خَيْرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ قَضَاءً.

۲٦۰٦: عبداللہ بن عثمان بن جبلہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میرے باپ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے سلمہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا، میں نے ابوسلمہ سے سنا۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کسی شخص کا کچھ قرضہ تھا۔ (اس نے سختی سے مطالبہ کیا۔) آپؐ کے صحابہؓ اس کو مارنے کے لئے لپکے۔ آپؐ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو کیونکہ حقدار کہتا ہی ہے اور فرمایا: اس کے لئے ایک سال کا اُونٹ خرید لو اور وہ اسے دے دو۔ صحابہؓ نے کہا: ہمیں یکسالہ اُونٹ نہیں ملتا، صرف وہ اُونٹ ہے جو اس کی عمر سے بڑھ کر ہے۔ آپؐ نے فرمایا: خرید لو اور وہی اس کو دے دو کیونکہ جو اپنے قرضہ کو اچھی طرح ادا کرتے ہیں وہی تم میں سے اچھے لوگ ہیں۔

اطرافُهُ: ۲۳۰٥، ۲۳۰٦، ۲۳۹۰، ۲۳۹۲، ۲۳۹۳، ۲٤۰۱، ۲٦۰۹۔

تشریح: **اَلْهِبَةُ الْمَقْبُوْضَةُ وَغَيْرُ الْمَقْبُوْضَةِ وَالْمَقْسُوْمَةُ وَغَيْرُ الْمَقْسُوْمَةِ:** بعض فقہاء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ جب تک کسی شئے پر قبضہ نہ ہو جائے وہ ہبہ نہیں کی جا سکتی۔ اس باب میں یہی اختلاف مدنظر ہے۔ مقبوض وغیر مقبوض اور مقسوم وغیر مقسوم کا ہبہ جمہور کے نزدیک جائز ہے اور جو اختلاف امام ابوحنیفہؒ

کو اس بارہ میں ہے۔ اس کی وضاحت سابقہ باب میں کی جا چکی ہے۔ عنوان باب میں وفد ہوازن کے واقعہ کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ اگلے باب میں دیکھئے اور حضرت جابرؓ کا واقعہ دیکھئے کتاب البیوع باب ۳۴ روایت نمبر ۲۰۹۷۔ دونوں سے مسئلہ معنونہ ثابت ہے۔ احناف کا استدلال اس بارہ میں کمزور ہے کیونکہ مذکورہ بالا واقعات میں شرعی ہبہ کی صورت نہ تھی۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۶۲) (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۷۸) شرعی ہبہ میں قبضہ حقیقی اور قبضہ تقدیری کی اصطلاحیں عہد نبویؐ کے بعد کی ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل معناً ہبہ کی صورت رکھتا ہے یا نہیں۔

بَاب ٢٤ : إِذَا وَهَبَ جَمَاعَةٌ لِقَوْمٍ

اگر ایک جماعت ایک قوم کو ہبہ کرے

٢٦٠٧-٢٦٠٨: حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حِيْنَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِيْنَ فَسَأَلُوْهُ أَنْ يَّرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ: مَعِي مَنْ تَرَوْنَ وَأَحَبُّ الْحَدِيْثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ فَاخْتَارُوْا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ- وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِيْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ- فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ

۲۶۰۷-۲۶۰۸: یحيٰی بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عُقَیل سے، عُقَیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ سے روایت کی کہ مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ نے ان کو بتایا کہ نبی ﷺ نے جب آپؐ کے پاس ہوازن کے نمائندے مسلمان ہو کر آئے اور انہوں نے آپؐ سے درخواست کی کہ ان کے مال اور قیدی انہیں واپس کر دیں۔ آپؐ نے ان سے فرمایا: میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جنہیں تم دیکھ رہے ہو اور مجھے سب سے پیاری بات وہ ہے جو سچی ہو۔ اس لئے دو باتوں میں سے ایک بات جو بہتر ہو پسند کر لو۔ قیدیوں کو یا مال کو اور میں نے اسی لئے تقسیم میں دیر کی تھی۔ اور نبی ﷺ جب طائف سے لوٹے تھے تو دس سے کچھ اوپر راتیں ان کا انتظار کرتے رہے۔ جب انہیں اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ نبی ﷺ انہیں واپس کرنے کے نہیں مگر دو چیزوں میں سے ایک چیز تو انہوں نے کہا: ہم اپنے قیدیوں کو ہی لینا پسند کرتے ہیں۔ اس پر آپؐ مسلمانوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ کی وہ تعریف

إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوْا: فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا فَقَامَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هَؤُلَاءِ جَاءُوْنَا تَائِبِيْنَ وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُّطَيِّبَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّكُوْنَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيْءُ اللهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ. فَقَالَ النَّاسُ: طَيَّبْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ لَهُمْ. فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِيْهِ مِمَّنْ لَّمْ يَأْذَنْ فَارْجِعُوْا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا {عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ☆} ثُمَّ رَجَعُوْا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوْهُ أَنَّهُمْ طَيَّبُوْا وَأَذِنُوْا.

کی جو اس کی شان کے شایان ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اما بعد- دیکھو یہ تمہارے بھائی ہمارے پاس توبہ کر کے آئے ہیں اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کو ان کے قیدی واپس کر دوں۔ اس لئے جو خوشی سے ایسا کرنا چاہے واپس کر دے اور جو یہ پسند کرے کہ اپنے حصے پر ہی رہے تو وہ بھی دے دے اور انتظار کرے، یہاں تک کہ اللہ اس کے بعد جو ہمیں پہلے مال غنیمت دے ہم اس میں سے اسے حصہ دے دیں۔ اس پر لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے ان کیلئے یہ بات خوشی سے منظور کر لی ہے۔ پھر آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا: ہم نہیں جانتے کہ تم میں سے کس نے اجازت دی ہے اور کس نے اجازت نہیں دی۔ اس لئے تم واپس جاؤ {اور تمہارے سربراہ ہمارے پاس تمہارے مشورہ کو پیش کریں۔ اس پر لوگ واپس چلے گئے اور ان کے سربراہوں نے ان سے گفتگو کی☆} اس کے بعد وہ نبی ﷺ کے پاس لوٹ آئے۔ انہوں نے آپؐ کو بتایا کہ لوگوں نے خوشی سے اسے قبول کر لیا ہے اور ہوازن کو (قیدی لے جانے کی) اجازت دے دی ہے۔

وَهَذَا الَّذِي بَلَغَنَا مِنْ سَبْيِ هَوَازِنَ. هَذَا آخِرُ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ. يَعْنِي فَهَذَا الَّذِي بَلَغَنَا.

اور یہ وہ خبر ہے جو ہوازن کے قیدیوں سے متعلق ہمیں پہنچی ہے۔ یہ الفاظ زہری کی بات کا آخری حصہ ہیں۔ یعنی یہ وہ خبر ہے جو ہمیں پہنچی ہے۔

اطرافہُ: ۲۳۰۷-۲۳۰۸، ۲۵۳۹-۲۵۴۰، ۲۵۸۳-۲۵۸۴، ۳۱۳۱-۳۱۳۲، ۴۳۱۸-۴۳۱۹، ۷۱۷۶-۷۱۷۷۔

☆ الفاظ ''عُرَفَآءُ کُمْ اَمْرَکُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ'' فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ ۲۷۹) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: اِذَا وَهَبَ جَمَاعَةٌ لِقَوْمٍ: اس باب کا تعلق بھی سابقہ مضمون سے ہے۔ مشترکہ جائیداد کے ہبہ سے متعلق امام ابوحنیفہؒ کا مذہب جن الفاظ میں نقل کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ غیر تقسیم شدہ مشترکہ اموال کا ہبہ جائز نہیں۔ وفد ہوازن کے اموالِ غنیمت بصورت مشاع غیر تقسیم شدہ تھے اور وہ ہبہ کئے گئے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۱۶۴) احناف کے استدلال کا جو جواب دیا گیا ہے وہ تشریح باب ۲۳ میں دیکھئے۔

کشمیہنی کے نسخہ صحیح بخاری میں معنونہ الفاظ یہ ہیں: اَوْ وَهَبَ رَجُلٌ جَمَاعَةً. یا ایک شخص جماعت کو ہبہ کرے۔ بعض شارحین کے نزدیک واقعہ ہوازن میں صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کیا تھا اور پھر آپؐ نے وہ ہوازن کو ہبہ کر دیئے۔ یہ توجیہہ تکلف ہے اور علامہ ابن حجرؒ کے نزدیک باب ۲۴ میں یہ مسئلہ مدنظر ہی نہیں۔ اس کا ذکر پہلے (زیر باب ۲۲) ہو چکا ہے۔ اس لئے کشمیہنی میں مذکورہ بالا حصہ زائد ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۷۹) واقعۂ ہوازن کے لئے کتاب الوکالۃ باب ۷ روایت نمبر ۲۳۰۷-۲۳۰۸ دیکھئے۔

بَاب ۲۵: مَنْ أُهْدِيَ لَهُ هَدِيَّةٌ وَعِنْدَهُ جُلَسَاؤُهُ فَهُوَ أَحَقُّ

ہدیہ جسے دیا جائے اور اس کے پاس اس کے ہم نشین ہوں تو وہ اس ہدیہ کا زیادہ حقدار ہے

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ جُلَسَاءَهُ شُرَكَاؤُهُ. وَلَمْ يَصِحَّ.

اور حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اس کے ہم نشین بھی شریک ہوں گے اور یہ روایت صحیح ثابت نہیں ہوتی۔

۲۶۰۹: حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَخَذَ سِنًّا فَجَاءَ صَاحِبُهُ يَتَقَاضَاهُ. فَقَالُوْا لَهُ فَقَالَ: إِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا ثُمَّ قَضَاهُ أَفْضَلَ مِنْ سِنِّهِ وَقَالَ: أَفْضَلُكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً.

۲۶۰۹: (محمد) بن مقاتل نے ہمیں بتایا کہ عبداللہ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) شعبہ نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے سلمہ بن کہیل سے، سلمہ نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے ایک اُونٹ قرض لیا تھا۔ پھر اُونٹ والا آپؐ کے پاس آیا، آپؐ سے تقاضا کرنے لگا۔ صحابہ نے اس سے (سختی سے) بات کی۔ آپؐ نے فرمایا: حقدار کہا ہی کرتا ہے۔ پھر آپؐ نے اسے اس کے اُونٹ کی عمر سے بڑھ کر عمر والا اُونٹ دیا اور فرمایا: تم میں بہتر وہی ہیں جو قرضے کو خوبی سے ادا کریں۔

اطرافہ: ۲۳۰۵، ۲۳۰۶، ۲۳۹۰، ۲۳۹۲، ۲۳۹۳، ۲۴۰۱، ۲۶۰۹۔

٢٦١٠: حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ وَكَانَ عَلَى بَكْرٍ لِعُمَرَ صَعْبٍ فَكَانَ يَتَقَدَّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُ أَبُوْهُ: يَا عَبْدَ اللهِ لَا يَتَقَدَّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِعْنِيْهِ فَقَالَ عُمَرُ: هُوَ لَكَ. فَاشْتَرَاهُ ثُمَّ قَالَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللهِ فَاصْنَعْ بِهِ مَا شِئْتَ.

۲۶۱۰: عبداللہ بن محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ ابن عیینہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو سے، عمرو نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھے اور حضرت عمرؓ کے ایک اُونٹ پر سوار تھے جو منہ زور تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھ جاتا اور ان کے والد انہیں کہتے: عبداللہؓ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی آگے نہ بڑھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: میرے پاس یہ فروخت کر دو۔ حضرت عمرؓ نے کہا: یہ تو آپؐ ہی کا ہے۔ آپؐ نے اسے خرید لیا۔ اس کے بعد فرمایا: عبداللہؓ! یہ اب تمہارا ہی ہے۔ اس سے تم جو چاہو کام لو۔

اطرافهُ: ٢١١٥، ٢٦١١۔

تشریح: مَنْ اُهْدِیَ لَهُ هَدِیَّةٌ وَّعِنْدَهُ جُلَسَآءُهُ فَهُوَ اَحَقُّ: عنوان باب کے تحت دو روایتیں ہیں۔ ایک حضرت ابو ہریرہؓ کی جس میں ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض کی ادائیگی میں قرض سے زیادہ دیا اور دوسری روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ہے جس میں آپؐ کے انہیں اُونٹ ہبہ کرنے کا ذکر ہے۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ اس باب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ مشاع وغیر مشاع اور قلیل اور کثیر کا فرق مسئلہ کی نوعیت نہیں بدلتا۔ ان میں فتویٰ یکساں ہے۔ یہ نہیں کہ کسی صورت میں ہبہ شرعی ہو اور دوسری صورت میں ہبہ غیر شرعی۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ اِس باب کی روایتوں سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ ہدیہ اور ہبہ میں فرق نہیں۔ دونوں قیاس درست معلوم ہوتے ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۸۰) احناف کے نزدیک ہدیہ اور ہبہ میں یہ فرق ہے کہ ثانی الذکر ایک عقد ہے جس میں ایجاب وقبول اور قبضہ ضروری سمجھا گیا ہے۔ اس تعریف کے لحاظ سے دونوں واقعات میں کوئی صورت معین نہیں۔ قرضدار کو جو زیادہ دیا گیا وہ ہدیہ تو کہلا سکتا ہے، لیکن عقد ہبہ نہیں۔ اور دوسرے واقعہ میں اُونٹ کا دیا جانا ہبہ بھی ہے اور ہدیہ بھی۔ دونوں صورتیں ملی جلی ہیں کیونکہ بغیر معاوضہ ہیں۔

عنوان باب میں جو حوالہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت کا دیا گیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: مَنْ اُهْدِیَتْ لَهُ هَدِیَّةٌ

وَّعِنْدَهُ نَاسٌ فَهُمْ شُرَكَآءُ هُ فِيهَا. ☆ جسے ہدیہ دیا جائے اور کچھ لوگ اس کے پاس ہوں تو وہ اس ہدیہ میں شریک ہوں گے۔ اس روایت کا ایک راوی مندل بن علی کمزور ہے۔ مسند عبدالرزاق میں بھی اسی مفہوم کی روایتیں منقول ہیں جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کمزور ہیں اور اسی کمزوری کے اظہار کی غرض سے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔

(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۸۰) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۱۶۴)

اسماعیلی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ عنوان باب سے روایت نمبر ۲۶۱۰ کا بظاہر کوئی تعلق نہیں۔ علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ فرد واحد کو دیا ہوا مال مشاع نہیں ہو جاتا۔ وہی فرد اس کا حقدار ہوتا ہے۔ وہ اگر چاہے تو ساتھیوں کو شریک کر سکتا ہے۔ علامہ عینی نے مذکورہ بالا قیاسات بھی صحیح تسلیم نہیں کئے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۱۶۵) روایت نمبر ۲۶۰۹ کے لئے کتاب الإستقراض باب ۴ روایت نمبر ۲۳۹۰ دیکھئے۔

بَاب ٢٦: إِذَا وَهَبَ بَعِيْرًا لِرَجُلٍ وَهُوَ رَاكِبُهُ فَهُوَ جَائِزٌ

اگر کوئی کسی شخص کو اُونٹ ہبہ کر دے جبکہ وہ اس پر سوار ہو تو یہ جائز ہے

٢٦١١: وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ وَكُنْتُ عَلَى بَكْرٍ صَعْبٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ: بِعْنِيهِ فَابْتَاعَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللهِ.

۲۶۱۱: اور حمیدی نے کہا: سفیان نے ہم سے بیان کیا کہ عمرو (بن دینار) نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم ایک سفر میں تھے اور میں ایک منہ زور اُونٹ پر تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے کہا: میرے پاس یہ بیچ دو۔ پھر آپؐ نے اسے خرید لیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبداللہؓ یہ تمہارا ہے۔

اطرافہ: ۲۱۱۵، ۲۶۱۰۔

تشریح: **اِذَا وَهَبَ بَعِيْرًا لِّرَجُلٍ وَهُوَ رَاكِبُهُ فَهُوَ جَآئِزٌ:** اس تعلق میں تشریح باب ۱۹ دیکھئے۔ (باب كَيْفَ يُقْبَضُ الْعَبْدُ وَالْمَتَاعُ) صحت ہبہ کے لئے تخلیہ و قبضہ فوراً ضروری نہیں جیسا کہ عقد بیع میں یہ باتیں ضروری ہیں۔ اس تعلق میں کتاب البیوع تشریح باب ۴۷ بھی دیکھئے۔

☆ (سنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الهبات، باب ذكر خبر الذى روى مَن أهديت له هدية، جزء۶ صفحہ ۱۸۳)

وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ...... : ابونعیم نے مستخرج میں موصولاً یہ قول روایت کیا ہے۔(فتح الباری جزء۵صفحہ ۲۸۰) دستبرداری سے دوسرے کا قبضہ ہوجانے کے تعلق میں حمیدی کی روایت کا حوالہ دیا گیا ہے۔

بَاب ۲۷ : هَدِيَّةُ مَا يُكْرَهُ لُبْسُهَا

جو کپڑا پہننا مکروہ ہو اُسے بطور تحفہ دینا

۲٦١٢ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَأَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ حُلَّةً سِيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ لَوِ اشْتَرَيْتَهَا فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ. قَالَ: إِنَّمَا يَلْبَسُهَا مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ. ثُمَّ جَاءَتْ حُلَلٌ فَأَعْطَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ مِنْهَا حُلَّةً فَقَالَ: أَكَسَوْتَنِيْهَا وَقُلْتَ فِي حُلَّةِ عُطَارِدَ مَا قُلْتَ؟ فَقَالَ: إِنِّي لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا. فَكَسَاهَا عُمَرُ أَخًا لَّهُ بِمَكَّةَ مُشْرِكًا.

۲۶۱۲: عبداللہ بن مسلمہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت عمر بن خطابؓ نے مسجد کے دروازے کے پاس ایک ریشمی دھاریدار جوڑا (بکتے) دیکھا تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپؐ اسے خرید لیں اور جمعہ کے دن اور نمائندوں سے ملنے کے وقت پہنا کریں تو مناسب ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا: اسے تو وہی پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اس کے بعد چند ریشمی جوڑے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے اُن میں سے ایک جوڑا حضرت عمرؓ کو بھی دیا اور حضرت عمرؓ نے کہا: کیا آپؐ نے یہ مجھے پہننے کو دیا ہے حالانکہ عطارد کے جوڑے سے متعلق آپؐ فرما چکے ہیں جو فرما چکے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: میں نے تمہیں یہ اس لئے نہیں دیا کہ تم اسے پہنو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنے ایک بھائی کو وہ پہننے کے لئے دے دیا جو مکہ میں مشرک تھا۔

اطرافه: ۸۸٦، ۹٤۸، ۲۱۰٤، ۲٦۱۹، ۳۰٥٤، ٥٨٤١، ٥٩٨١، ٦٠٨١.

۲٦١٣ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَبُو جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ

۲۶۱۳: محمد بن جعفر ابوجعفر نے ہم سے بیان کیا کہ ابن فضیل نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے،

{عَنْ نَّافِعٍ☆}عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ فَلَمْ يَدْخُلْ عَلَيْهَا وَجَاءَ عَلِيٌّ فَذَكَرَتْ لَهُ ذَلِكَ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ عَلَى بَابِهَا سِتْرًا مَّوْشِيًّا فَقَالَ: مَا لِي وَلِلدُّنْيَا فَأَتَاهَا عَلِيٌّ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهَا فَقَالَتْ: لِيَأْمُرْنِي فِيْهِ بِمَا شَاءَ. قَالَ: تُرْسِلِيْ بِهِ إِلَى فُلَانٍ أَهْلِ بَيْتٍ فِيْهِمْ حَاجَةٌ.

ان کے باپ نے نافع☆ سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر آئے۔ ان کے پاس اندر نہیں گئے (باہر سے ہی لوٹ گئے۔) حضرت علیؓ آئے تو حضرت فاطمہؓ نے اُن سے یہ ذکر کیا۔ حضرت علیؓ نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا، تو آپؐ نے فرمایا: میں نے اس کے دروازہ پر منقش پردہ دیکھا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے دنیا سے کیا واسطہ۔ یہ سن کر حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ کے پاس آئے اور ان سے یہ ماجرہ بیان کیا تو انہوں نے کہا: آنحضرت ﷺ سے عرض کریں آپؐ جو چاہیں مجھے اس کی نسبت فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا: فلاں گھر والوں کو وہ بھیج دو۔ انہیں اس کی ضرورت ہے۔

٢٦١٤: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَهْدَى إِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةً سِيَرَاءَ فَلَبِسْتُهَا فَرَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ فَشَقَقْتُهَا بَيْنَ نِسَائِي.

۲۶۱۴: حجاج بن منہال نے ہمیں بتایا۔ شعبہ نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا: مجھے عبدالملک بن میسرہ نے خبر دی کہ عبدالملک نے کہا: میں نے زید بن وہب سے سنا۔ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے مجھے ایک دھاریدار ریشمی جوڑا دیا۔ میں نے وہ پہن لیا۔ پھر میں نے آپؐ کے چہرے میں ناراضگی دیکھی۔ میں نے اسے پھاڑ کر اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیا۔

اطرافهُ: ٥٣٦٦، ٥٨٤٠۔

تشریح: **هَدِيَّةُ مَا يُكْرَهُ لُبْسُهَا:** جہاں تک مردوں اور عورتوں کے لباس پہننے کا تعلق ہے اس کا ذکر کتاب اللّباس میں آئے گا، لیکن یہاں ریشم وغیرہ کے لباس جن کا پہننا مرد کے لئے نامناسب ہے ان

☆ الفاظ ”عَنْ نَّافِعٍ“ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ ۲۸۱) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

کے بطور ہدیہ دیئے جانے کا ذکر ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک ایسے کپڑوں کا ہدیہ دیا جانا مکروہ ہے لیکن یہ کراہت تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی۔

مَالِيْ وَلِلدُّنيَا: مندرجہ روایات سے جواز کی صورت واضح ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت کے لئے پسند نہیں فرمایا کہ وہ ظاہری زینت اور نمائش کی طرف مائل ہوں۔ جیسا کہ الفاظ مَالِيْ وَلِلدُّنيَا سے ظاہر ہے۔ آپؐ کی بے رغبتی اور ظاہری آرائش سے پرہیز کا عملی نمونہ عدیم المثال ہے۔ یہی مقدس نمونہ آپؐ اپنے اہل بیت میں دیکھنا پسند فرماتے تھے۔ اس تعلق میں روایات زیر باب ۱۶، ۱۷ بھی دیکھئے۔

بَاب ۲۸ : قَبُوْلُ الْهَدِيَّةِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

مشرکوں سے ہدیہ قبول کرنا

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَاجَرَ إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِسَارَةَ فَدَخَلَ قَرْيَةً فِيْهَا مَلِكٌ أَوْ جَبَّارٌ فَقَالَ: أَعْطُوْهَا آجَرَ. وَأُهْدِيَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ فِيْهَا سُمٌّ.

اور حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہؑ کو لے کر وطن سے ہجرت کر گئے اور ایک ایسی بستی میں داخل ہوئے جس میں ایک بادشاہ یا فرمایا ایک ظالم شخص تھا۔ (اس نے حضرت سارہ کو بلا کر دست درازی کرنا چاہی لیکن اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے فوری گرفت ہوئی۔) اس نے کہا: ہاجرہ سارہ کو دے دو (اور اسے جلدی یہاں سے نکالو۔) اور نبی ﷺ کو ایک بکری تحفہ میں دی گئی جو زہر آمیز تھی۔

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ: أَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ وَكَسَاهُ بُرْدًا وَكَتَبَ اِلَيْهِ بِبَحْرِهِمْ.

اور ابوحُمَید نے کہا: ایلہ کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک سفید خچر بطور تحفہ بھیجا۔ آپؐ نے بھی اس کو ایک چادر بھیجی اور وہاں کے سمندر کی بابت ایک سند لکھ دی کہ وہ اس میں کاروبار کر سکتا ہے۔

٢٦١٥ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

۲۶۱۵: عبداللہ بن محمد نے ہمیں بتایا کہ یونس بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ شیبان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے روایت کی، (کہا:) حضرت انس

قَالَ: أُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُبَّةُ سُنْدُسٍ وَكَانَ يَنْهَى عَنِ الْحَرِيْرِ فَعَجِبَ النَّاسُ مِنْهَا فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ أَحْسَنُ مِنْ هَذَا.

اطرافہُ: ٢٦١٦، ٣٢٤٨۔

رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو باریک ریشمی کپڑے کا ایک چوغہ تحفہ دیا گیا اور آپؐ ریشمی کپڑے پہننے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ وہ کپڑا دیکھ کر لوگوں کو تعجب ہوا۔ آپؐ نے فرمایا: اُسی ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے سعدؓ بن معاذ کے تو رومال جنت میں اس سے زیادہ خوبصورت ہوں گے۔

٢٦١٦: وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ إِنَّ أُكَيْدِرَ دُوْمَةَ أَهْدَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اطرافہُ: ٢٦١٥، ٣٢٤٨۔

۲۶۱۶: اور سعید (بن ابی عروبہ) نے قتادہ سے، قتادہ نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ دومۃ الجندل کے اُکیدر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ بھیجا تھا۔

٢٦١٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ يَهُوْدِيَّةً أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مَّسْمُوْمَةٍ فَأَكَلَ مِنْهَا {فَجِيْءَ☆ بِهَا} فَقِيْلَ: أَلَا نَقْتُلُهَا؟ قَالَ: لَا. فَمَا زِلْتُ أَعْرِفُهَا فِي لَهَوَاتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۲۶۱۷: عبداللہ بن عبدالوہاب نے ہمیں بتایا کہ خالد بن حارث نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن زید سے، ہشام نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک یہودی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زہر آلودہ بکری لائی۔ آپؐ نے اس میں سے کچھ کھایا، {پھر اس عورت کو لایا گیا☆} (آپؐ سے) دریافت کیا گیا: کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ (حضرت انسؓ کہتے تھے:) میں نے ہمیشہ محسوس کیا کہ اس زہر کا اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تالوؤں میں ہے۔

☆ الفاظ "فَجِيْءَ بِهَا" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ ۲۸۳) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

٢٦١٨ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثِيْنَ وَمِائَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ مَعَ أَحَدٍ مِّنْكُمْ طَعَامٌ؟ فَإِذَا مَعَ رَجُلٍ صَاعٌ مِّنْ طَعَامٍ أَوْ نَحْوُهُ فَعُجِنَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُّشْرِكٌ مُّشْعَانٌّ طَوِيْلٌ بِغَنَمٍ يَّسُوْقُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَيْعًا أَمْ عَطِيَّةً؟ أَوْ قَالَ: أَمْ هِبَةً؟ قَالَ: لَا بَلْ بَيْعٌ. فَاشْتَرَى مِنْهُ شَاةً فَصُنِعَتْ وَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَوَادِ الْبَطْنِ أَنْ يُّشْوَى. وَأَيْمُ اللهِ مَا فِي الثَّلَاثِيْنَ وَالْمِائَةِ إِلَّا وَقَدْ حَزَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ حُزَّةً مِّنْ سَوَادِ بَطْنِهَا إِنْ كَانَ شَاهِدًا أَعْطَاهَا إِيَّاهُ وَإِنْ كَانَ غَائِبًا خَبَأَ لَهُ فَجَعَلَ مِنْهَا قَصْعَتَيْنِ فَأَكَلُوْا أَجْمَعُوْنَ وَشَبِعْنَا فَفَضَلَتِ الْقَصْعَتَانِ فَحَمَلْنَاهُ عَلَى الْبَعِيْرِ. أَوْ كَمَا قَالَ.

۲۶۱۸: ابوالنعمان نے ہم سے بیان کیا کہ معتمر بن سلیمان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے ابوعثمان سے، ابوعثمان نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سو تیس آدمی تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم میں سے کسی کے پاس کھانا ہے؟ دیکھا تو ایک شخص کے پاس ایک صاع یا اس کے قریب قریب کچھ آٹا ہے۔ وہ گوندھا گیا، اس کے بعد ایک مشرک شخص پراگندہ بال، دراز قامت بکریاں ہانکتا ہوا پہنچا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: بیچنی ہیں یا یونہی دینی ہیں۔ عطیہ کا لفظ فرمایا یا ہبہ کا۔ اس نے کہا: یونہی نہیں بلکہ بیچنی ہیں۔ تو آپؐ نے اس سے ایک بکری خریدی۔ وہ ذبح کر کے پکانے کے لئے تیار کی گئی۔ آپؐ نے فرمایا: کلیجی بھونی جائے اور بخدا ایک سو تیس آدمیوں میں ایک بھی نہ تھا جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بکری کی کلیجی سے ایک ٹکڑا کاٹ کر نہ دیا ہو۔ اگر کوئی موجود تھا تو اسے دے دیا اور اگر موجود نہ تھا تو آپؐ نے اس کے لئے محفوظ کر لیا اور اس کے گوشت سے دو بڑے بڑے پیالے تیار کئے گئے اور سب نے کھایا اور ہم سیر ہو گئے اور دونوں پیالوں میں گوشت بچ رہا۔ ہم نے اس کو اُونٹ پر رکھ لیا یا کچھ ایسے ہی الفاظ تھے جو راوی نے کہے۔

اطرافہ: ۲۲۱۶، ۵۳۸۲۔

تشریح: قَبُولُ الْهَدِيَّةِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ: عامر بن مالک المعروف ملاعب الأسنہ سے متعلق بعض روایتیں ہیں کہ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ پیش کیا جو آپؐ نے یہ کہتے ہوئے ردّ فرمایا: اِنِّیْ لَا اَقْبَلُ هَدِيَّةَ مُشْرِكٍ.[1] میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔ یہ روایت موسیٰ بن عقبہ نے کتاب المغازی میں نقل کی ہے جو مرسل اور غیر مستند ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۸۳) اسے ردّ کرنے کی غرض سے عنوان باب میں بعض اور روایتوں کا حوالہ دیا گیا ہے اور اس کے تحت مستند روایات درج کی گئی ہیں جو اپنے مفہوم میں واضح ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف غیر مسلموں کا ہدیہ ہی قبول فرمایا کرتے تھے بلکہ انہیں ہدیہ دیا بھی کرتے تھے۔ عنوانِ باب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت ہاجرہ بطور ہدیہ ملنے کا جو واقعہ مختصراً مذکور ہے وہ کتاب البیوع باب ۱۰۰ روایت نمبر ۲۲۱۷ میں دیکھئے۔ زہر آلود بکری کے ہدیہ کا واقعہ اسی باب کی روایت نمبر ۲۶۱۷ میں درج ہے اور ابوحمید کے قول کا حوالہ کتاب الزکوٰۃ باب ۵۴ روایت نمبر ۱۴۸۱ میں دیکھئے اور سعید بن ابی عروبہ کی محولہ بالا روایت (نمبر ۲۶۱۶) امام احمد بن حنبلؒ[2] نے نقل کی ہے۔ زیر باب روایت نمبر ۲۶۱۵ کے آخر میں ان کی روایت کا حوالہ دینے سے غرض دراصل حضرت انسؓ کی روایت کی وضاحت ہے جو مجمل ہے، یعنی سندسی ریشمی جوڑا اُکَیدِر دومۃ الجندل کی طرف سے پیش کیا گیا ہے۔ اُکَیدِر تصغیر ہے اَکدُر کی جو اسم عَلَم ہے۔ اُکیدر بن عبدالملک بن عبدالجن کندی دومۃ الجندل کا عیسائی سردار تھا اور دومۃ الجندل تبوک کے قریب مدینہ اور دمشق کے درمیان واقع ہے۔ مدینہ سے دس پڑاؤ اور دمشق سے آٹھ پڑاؤ۔ بہت سرسبز علاقہ تھا اور اب بھی سرسبز ہے۔ اُکیدر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جزیہ ادا کرنے پر صلح کی تھی۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۸۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی ریشمی کپڑا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا تھا۔ جس کا ذکر زیر باب ۲۷ روایت نمبر ۲۶۱۴ میں اوپر گزر چکا ہے۔

روایت نمبر ۲۶۱۷ جو عنوان باب میں بھی بطور حوالہ نقل کی ہے۔ اس سے یہ مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف مشرکوں، عیسائیوں اور یہودیوں سے ہدایا قبول فرمائے بلکہ دشمن برسرِپیکار قوم سے تعلق رکھنے والی عورت سے بھی ہدیہ قبول فرمایا ہے اور آپؐ نے غیر مسلموں کو بھی ہدایا بھیجے۔ (دیکھئے اگلا باب) اسی طرح معاشرۂ بشریہ کے افراد سے نیک تعلقات قائم رکھنے میں ایک عمدہ نمونہ پیش فرمایا ہے۔

بَاب ۲۹: اَلْهَدِيَّةُ لِلْمُشْرِكِيْنَ

مشرکوں کو تحفہ بھیجنا

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى: لَا يَنْهٰكُمُ اللهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ	اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا: اللہ تمہیں ان لوگوں سے نیکی کرنے اور ان کے ساتھ عدل کرنے سے نہیں روکتا

---

[1] (مصنف عبد الرزاق، كتاب أهل الكتابين، باب هدية المشرك، جزء۱۰ صفحہ ۴۴۶)

[2] (مسند احمد بن حنبل، مسند المكثرين من الصحابة، مسند أنس بن مالك، جزء۳ صفحہ ۲۰۶، ۲۳۴)

فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (الممتحنة: ٩)

جنہوں نے دین کی وجہ سے تم سے جنگ نہیں کی اور نہ انہوں نے تمہیں تمہارے وطنوں سے نکالا۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

٢٦١٩: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَأَى عُمَرُ حُلَّةً عَلَى رَجُلٍ تُبَاعُ فَقَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ابْتَعْ هَذِهِ الْحُلَّةَ تَلْبَسْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَإِذَا جَاءَكَ الْوَفْدُ فَقَالَ: إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذِهِ مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ فَأُتِيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا بِحُلَلٍ فَأَرْسَلَ إِلَى عُمَرَ مِنْهَا بِحُلَّةٍ فَقَالَ عُمَرُ: كَيْفَ أَلْبَسُهَا وَقَدْ قُلْتَ فِيْهَا مَا قُلْتَ؟ قَالَ: إِنِّي لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا تَبِيْعُهَا أَوْ تَكْسُوْهَا. فَأَرْسَلَ بِهَا عُمَرُ إِلَى أَخٍ لَّهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ قَبْلَ أَنْ يُّسْلِمَ.

۲۶۱۹: خالد بن مخلد نے ہم سے بیان کیا کہ سلیمان بن بلال نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ بن دینار نے مجھے بتایا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت عمرؓ نے ایک شخص (عطارد بن حاجب) کے پاس ایک ریشمی جوڑا دیکھا جو فروخت کیا جا رہا تھا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپؐ یہ ریشمی جوڑا خرید لیں، اسے جمعہ کے دن پہنا کریں اور اس وقت بھی جب آپؐ کے پاس نمائندے آئیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: یہ تو وہی پہنتا ہے جو آخرت میں بے نصیب ہو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ویسے ہی ریشمی جوڑے لائے گئے تو آپؐ نے اُن میں سے ایک جوڑا حضرت عمرؓ کو بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: میں اسے کیسے پہنوں؛ حالانکہ آپؐ اس کی نسبت فرما چکے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: میں نے یہ تمہیں اس لئے نہیں دیا کہ تم اسے پہنو۔ تم اسے بیچ لو یا کسی اور کو پہنا دو، تو حضرت عمرؓ نے اسے اپنے ایک بھائی کو بھیج دیا جو ابھی تک مکہ والوں میں ہی تھا، ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا۔

اطرافه: ٨٨٦، ٩٤٨، ٢١٠٤، ٢٦١٢، ٢٦١٩، ٣٠٥٤، ٥٨٤١، ٥٩٨١، ٦٠٨١.

٢٦٢٠: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ

۲۶۲۰: عبید بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ابواُسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام (بن عروہ)

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: اِنَّ اُمِّيْ قَدِمَتْ وَهِيَ رَاغِبَةٌ أَفَأَصِلُ أُمِّي؟ قَالَ: نَعَمْ صِلِي أُمَّكِ.

سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی، کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں میری والدہ میرے پاس آئیں اور وہ ابھی مشرک ہی تھیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ پوچھا۔ میں نے کہا: میری والدہ شوق سے میرے پاس آئی ہیں۔ کیا میں ان سے نیک سلوک کروں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اپنی والدہ سے نیک سلوک کرو۔

اطرافہ: ۳۱۸۳، ۵۹۷۸، ۵۹۷۹۔

تشریح: **اَلْهَدِيَّةُ لِلْمُشْرِكِيْنَ وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالَى لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ......:** آیت محولہ بالا یہ ہے: لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوْا عَلٰى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ. (الممتحنه:۹، ۱۰) اللہ تم کو ان لوگوں سے نیکی کرنے اور عدل کا معاملہ کرنے سے نہیں روکتا جو تم سے دینی اختلاف کی وجہ سے نہیں لڑے اور جنہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تم کو صرف ان لوگوں سے (دوستی کرنے سے) روکتا ہے جنہوں نے تم سے دینی اختلاف کی وجہ سے جنگ کی اور جنہوں نے تم کو گھروں سے نکالا یا تمہارے نکالنے پر تمہارے دوسرے دشمنوں کی مدد کی اور جو لوگ بھی ایسے لوگوں سے دوستی کریں وہ ظالم ہیں۔

اسی طرح فرماتا ہے: لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ. (المجادله:۲۳) تو ایسی کوئی قوم نہ پائے گا جو اللہ اور یوم آخر پر بھی ایمان لاتی ہو اور اللہ اور اس کے رسول کی شدید مخالفت کرنے والے سے بھی محبت رکھتی ہو خواہ ایسے لوگ ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا ان کے خاندان میں سے ہوں۔

علامہ ابن حجرؒ نے حَادَّ کے معنے قَاتَلَ کئے ہیں؛ یعنی لڑے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۸۷) اسی طرح یہ آیت بھی مخصوص دشمنوں سے متعلق ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ۔ (الممتحنة:۲) اے مومنو! میرے اور اپنے دشمنوں کو گہرا دوست نہ بنایا کرو۔ تم تو ان کی طرف محبت کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ وہ اس حق

کے منکر ہیں جوتمہاری طرف آیا ہے، وہ تم کو بھی اور رسول کو بھی صرف اس لئے کہ تم سب اللہ پر جوتمہارا رب ہے ایمان لائے ہو گھروں سے نکالتے ہیں۔

ان آیات پر یکجائی نظر ڈالنے سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام نے صرف مخصوص حالات عداوت و جنگ میں عدم موالات کا حکم دیا ہے۔ عام حالات میں غیر قوموں سے نیک تعلقات استوار کرنے کی ہدایت کی ہے اور غیر مسلم افراد از روئے تعلیم اسلامی معاشرۂ اسلامیہ کے قابل عزت واحترام افراد ہیں۔ ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا مقدس واجبات میں سے ہے۔ آنحضرت ﷺ، خلفائے راشدین، صحابہ کرامؓ اور بعد کے مسلمانوں کو غیر مسلم اقوام عیسائیوں اور یہودیوں اور زرتشتیوں وغیرہ سے تمدنی اُمور میں تعاون اور ان پر اعتماد رہا ہے اور اس کی مثالیں بکثرت تاریخ میں موجود ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مدینہ منورہ میں تشریف لانے پر بلا تمیز ملت و مذہب ایک معاہدہ لکھوایا؛ جس کے یہ الفاظ ہیں: وَاَنَّهُ مَنْ تَبِعَنَا مِنْ يَّهُوْدٍ فَاِنَّ لَهُ النَّصْرُ وَالْاُسْوَةُ (اَلْمُسَاوَاةُ) غَيْرُ مَظْلُوْمِيْنَ وَلَامُتَنَاصِرٍ عَلَيْهِمْ .... لِلْيَهُوْدِ دِيْنُهُمْ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ دِيْنُهُمْ مَوَالِيْهِمْ وَاَنْفُسُهُمْ اِلَّامَنْ ظَلَمَ وَاَثِمَ .... وَاَنَّ بَيْنَهُمُ النُّصْحَ وَالنَّصِيْحَةَ وَالْبِرَّ دُوْنَ الْاِثْمِ.☆ یعنی جو یہودی اس معاہدے میں ہمارے ساتھ شریک ہیں ان کی نصرت کی جائے گی اور ان سے مساوات کا سلوک ہوگا۔ ان پر ظلم نہ ہونے دیا جائے گا اور نہ ان کے خلاف کسی کی مدد کی جائے گی۔ ان کے دوست، رشتہ دار سب اسی نیک سلوک کے مستحق ہوں گے، بجز ان کے جنہوں نے ظلم اور گناہ کا ارتکاب کیا۔ سب سے خیر خواہی کا سلوک اور نیک برتاؤ ہوگا۔ مسلم اپنے مذہب پر اور یہود اپنے مذہب پر عمل کریں گے۔ یہ تاریخی میثاق ہے جو اَبدی شہادت ہے، اس اَمر پر کہ اسلامی معاشرہ وسیع بنیادوں پر قائم کیا گیا ہے۔ اس تعلق میں مزید کتاب البیوع باب ۲۸، باب ۱۰۰ بھی دیکھئے۔

جن لوگوں نے محولہ بالا آیت لَا يَنْهٰكُمُ وغیرہ سے استدلال کیا ہے کہ غیر مسلموں پر امور مملکت میں اعتماد کرنا خلاف منشاء شریعت ہے، حالانکہ نہ انہوں نے کلمۂ حصر اِنَّمَا پر نظر کی ہے اور نہ سیاقِ کلام پر غور، اور نہ ان کے سامنے دوسری آیات ہیں جن میں عدل وانصاف، تعاون اور نیک سلوک پر زور دیا گیا ہے اور نہ اُسوۂ نبویہ کا مطالعہ ہے اور نہ تاریخ اسلامی سے مَس۔ ایک عالم تاریخ ایسا استدلال کبھی نہیں کرسکتا کیونکہ وہ صریح البطلان ہے۔ حضرت عمرؓ کی مالیات سے متعلقہ کمیٹی کے ممبر عیسائی اور زرتشتی بھی تھے۔ (کتاب الخراج) اور حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں حمص کے عامل (گورنر) ابن اخطل عیسائی تھے۔

قرآن مجید نے عدل قائم رکھنے کی ان واضح الفاظ میں تاکید فرمائی ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ز وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ط اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ز وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ O (المائدة:۹) معاشرہ کے افراد کو عقیدہ کے اختلاف کی بناء پر معاملات تمدنی اور

☆ (السيرة النبوية لابن هشام، هجرة الرسول ؐ، كتابه ﷺ بين المهاجرين والأنصار وموادعة يهود، جزءاول صفحہ ۵۰۲)
(الروض الأنف، كتاب الموادعة لليهود، جزء ثاني صفحه ۳۴۵)

اُمورِ سلطنت میں شریک ہونے سے محروم رکھنا قطعی طور پر عدل وانصاف کے منافی ہے۔ رہے مذہبی اُمور تو ان میں ہر مذہب کو اسلامی تعلیم کی رو سے آزادی ہے۔ جیسا کسی کا مذہب ہو عمل کرے اور جو قانون اپنے لئے مناسب سمجھے، اختیار کرے۔ اس بارہ میں بھی قرآن مجید کا ارشاد واضح ہے، فرماتا ہے: وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ط وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ O (المائدہ:۴۸) اہل انجیل کو چاہیے کہ اللہ نے جو کچھ اِس میں نازل کیا ہے اس کے مطابق فیصلہ کریں اور جو لوگ اس کلام کے مطابق فیصلہ نہ کریں جو اللہ نے اتارا ہے تو وہی بدعہد اور نافرمان ہیں۔ سورۂ مائدہ کی اس آیت سے ماقبل آیت میں تورات کی تعلیم اور اس کے مابعد کی آیت میں قرآن مجید کی تعلیم سے متعلق بھی یہی ارشاد ہے کہ یہودیوں کو تورات کے مطابق فیصلے کرنے چاہییں۔ چنانچہ اسلامی حکومت میں عیسائیوں کے مقدمات کے فیصلہ جات خالص مذہبی عدالتیں صادر کرتی تھیں اور عثمانی حکومت انہیں اپنے فوجی ادارہ کے ذریعے نافذ کرتی تھی۔ مشہور جرمن مستشرق وٹڈن برگ نے اس اَمر کا اعتراف جن الفاظ میں کیا ہے ان کا ترجمہ یہ ہے کہ اسلام کی رو سے ہر قسم کی عمومی شخصی آزادی اور خاص کر مذہبی امور سے متعلق آزادی ذمیوں کا مقدس حق سمجھا جاتا تھا۔ اسی طرح ہاؤس لکھتے ہیں: ذمی لوگ اسلامی حکومت میں اپنے مذہبی قوانین کے مطابق فیصلہ کرنے کرانے میں پورے طور پر آزاد تھے۔ تنازعات میں اگر کوئی دوسرا فریق مسلمان نہ ہوتا تو ذمی اپنے خاص ضابطہ قانون کے مطابق فیصلہ کیا کرتے تھے۔ اسلامی حکومت انہی میں سے ایک شخص کو بطور نمائندہ مقرر کر دیا کرتی تھی جو اُن کے درمیان فیصلہ کیا کرتا تھا خواہ یہ تنازعات مدنی حقوق سے متعلق ہوں یا تعزیرات کی قسم سے۔ یہ آزادی ان کو یہاں تک دی گئی کہ ترکی سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ کے عہد سلطنت میں مذہبی سردارِ اعلیٰ کو اجازت دی گئی تھی کہ وہ اپنا محکمہ قائم کرے۔ اسے اپنے ضابطہ قوانین کے مطابق قید کرنے، جلاوطنی اور بدنی سزائیں جاری کرنے کا پورا پورا اختیار تھا، بلکہ اسلامی حکومت کے فوجی ادارے کا یہ فرض قرار دیا گیا تھا کہ اس کے فیصلہ جات کا نفاذ کرے۔

الغرض ماحصل ان آیات کا یہ ہے کہ ایسی دشمن قوم سے جو برسرِ پیکار ہو، دوستی کے تعلقات قائم کرنا نہایت مخدوش اَمر ہے۔ پہلی آیت غیر مسلموں کے ساتھ عمدہ تعلقات رکھنے، عدل وانصاف برتنے سے متعلق عام حکم پر مشتمل ہے اور دوسری کا تعلق جنگی حالات سے ہے، جو عام حکم کی ایک خاص استثنائی صورت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا عمل دونوں حکموں کے مطابق تھا اور یہی اَمر ذہن نشین کرانے کی غرض سے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔

وَهِيَ رَاغِبَةٌ: خواہش اور شوق سے آئی ہیں۔ بعض نے اس میں یہ اشارہ سمجھا ہے کہ وہ اسلام کی طرف رغبت رکھتی ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ قتیلہ بنت عبدالعزیٰ کو بوجہ اس کی مخالفت کے طلاق دے دی تھی اور بعد میں اس کا اسلام قبول کرنا ثابت نہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۸۷، ۲۸۸) ایام ہدنہ (عارضی صلح) میں وہ اپنی بیٹی حضرت اسماءؓ کو ملنے آئیں اور غالباً اسی وجہ سے حضرت اسماءؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے بطور مسئلہ دریافت کیا کہ آیا مشرک والدہ سے تعلق رکھنا درست ہے جبکہ اِرشادِ باری تعالیٰ میں صراحت ہے کہ مشرک عزیز واقارب سے بھی تعلقاتِ محبت درست نہیں جبکہ ان کی مذہبی مخالفت نے جنگ و قتال تک نوبت پہنچادی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی کی اجازت فرمائی۔ امام بخاریؒ نے اس واقعہ سے بھی اسلامی تعلیم اور اخلاقِ کریمہ کے بارے میں استدلال کیا ہے۔ امام مسلم[1]، طبرانی[2] اور ابن حبانؒ[3] نے بھی مذکورہ بالا واقعہ روایت کیا ہے۔ اوّل الذکر نے اسی روایت میں الفاظ رَاغِبَةٌ اَوْ رَاهِبَةٌ اور باقی دونوں نے رَاغِبَةٌ وَّ رَاهِبَةٌ نقل کیے ہیں اور ابوداؤد کی روایت میں لفظ رَاغِمَةٌ ہے[4] یعنی خوشی سے نہیں آئیں بلکہ ایسی حالت میں آئی ہیں کہ اسلام سے ویسی ہی روگردان ہیں جیسے پہلے تھیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۸۸) کتاب الجزية روایت نمبر۳۱۸۳ میں بھی یہ روایت مذکور ہے۔

بَاب ٣٠: لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَّرْجِعَ فِي هِبَتِهِ وَصَدَقَتِهِ

کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے ہبہ اور اپنے صدقہ سے پھر جائے

٢٦٢١: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَشُعْبَةُ قَالَا: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ.

اطرافہُ: ٢٥٨٩، ٢٦٢٢، ٦٩٧٥۔

۲۶۲۱: مسلم بن ابراہیم نے ہمیں بتایا۔ ہشام اور شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ اُن دونوں نے کہا: قتادہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں سعید بن مسیّب سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ہبہ میں لَوٹنے والا ایسا ہی ہے جیسا وہ جو اپنی قے چاٹتا ہے۔

٢٦٢٢: وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ

۲۶۲۲: اور عبدالرحمٰن بن مبارک نے مجھے بتایا کہ عبدالوارث نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ایوب (سختیانی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عکرمہ

---

[1] (مسلم، کتاب الزکوٰة، باب فضل النفقة والصدقة)

[2] (المعجم الكبير للطبراني، مسند النساء، باب الألف، أسماء بنت ابی بکرؓ، جلد۲۴ صفحہ۷۹)

[3] (صحيح ابن حبان، كتاب البر والإحسان، باب صلة الرحم وقطعها، ذكر الإباحة للمرء صلة قرابته من أهل الشرك، جزء۲ صفحہ۱۹۸)

[4] (ابو داؤد كتاب الزكاة، باب الصدقة على أهل الذمة)

عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ الَّذِي يَعُوْدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَرْجِعُ فِي قَيْئِهِ.

سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہماری مثال اُس بُرے شخص کی سی نہیں جو اپنے ہبہ سے پھرتا ہے، جیسے کتا قے کر کے چاٹتا ہے۔

اطرافهُ: ٢٥٨٩، ٢٦٢١، ٦٩٧٥۔

٢٦٢٣: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَأَضَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ مِنْهُ وَظَنَنْتُ أَنَّهُ بَائِعُهُ بِرُخْصٍ فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَا تَشْتَرِهِ وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ وَّاحِدٍ فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِي قَيْئِهِ.

۲۶۲۳: یحییٰ بن قزعہ نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زید بن اسلم سے، زید نے اپنے باپ سے روایت کی کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا، کہتے تھے: میں نے اللہ کی راہ میں ایک گھوڑا سواری کے لئے دیا تو جس کے پاس وہ تھا اس نے اس کو خراب کر دیا۔ اس لئے میں نے چاہا کہ اس سے وہ خرید لوں اور میں نے خیال کیا کہ وہ اس کو سستا ہی فروخت کرے گا۔ میں نے اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: اسے نہ خریدیں اگر چہ وہ تمہیں ایک درہم پر ہی کیوں نہ دے کیونکہ اپنے صدقہ میں لَوٹنے والا اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے چاٹتا ہے۔

اطرافهُ: ١٤٩٠، ٢٦٣٦، ٢٩٧٠، ٣٠٠٣۔

تشریح: لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَّرْجِعَ فِيْ هِبَتِهِ وَصَدَقَتِهِ: زیر باب مسئلہ سے متعلق فقہاء کے اختلاف کا ذکر گزر چکا ہے اور وہاں بتایا گیا ہے کہ قطع نظر اس سے کہ والد کا بیٹے پر کیا حق ہے، ہبہ سے رُجوع کرنا جائز نہیں۔ اس باب میں یہ مسئلہ من حیث الاطلاق بیان ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ کا واقعہ انتہائی احتیاط پر مبنی ہے۔ فتویٰ اور تقویٰ میں فرق ہے۔

بَاب ۳۱

۲۶۲۴: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ بَنِي صُهَيْبٍ مَوْلَى بَنِي☆ جُدْعَانَ ادَّعَوْا بَيْتَيْنِ وَحُجْرَةً أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَى ذَلِكَ صُهَيْبًا فَقَالَ مَرْوَانُ: مَنْ يَّشْهَدُ لَكُمَا عَلَى ذَلِكَ قَالُوْا: ابْنُ عُمَرَ. فَدَعَاهُ فَشَهِدَ لَأَعْطَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُهَيْبًا بَيْتَيْنِ وَحُجْرَةً فَقَضَى مَرْوَانُ بِشَهَادَتِهِ لَهُمْ.

۲۶۲۴: ابراہیم بن موسیٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ ہشام بن یوسف نے ہمیں خبر دی کہ ابن جریج نے انہیں بتایا۔ کہتے تھے: عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ نے مجھے بتایا کہ ابن☆ جدعان کے آزاد کردہ غلام صہیب کے بیٹوں نے خواب گاہ کے دو کمروں اور ایک کوٹھڑی کا دعویٰ کیا۔ اس بنا پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صہیب کو دیئے تھے تو مروان نے کہا: تمہارے لئے اس بات کی کوئی گواہی دے گا؟ انہوں نے کہا: (حضرت عبداللہ) بن عمرؓ۔ مروان نے ان کو بلایا اور انہوں نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صہیب کو یقیناً دو سونے کے کمرے اور ایک کوٹھڑی دی تھی۔ چنانچہ مروان نے حضرت عبداللہؓ کی شہادت کی بناء پر اُن کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

تشریح: یہ باب بلاعنوان ہے اور بطور فصل ہے اور سابقہ مضمون کے تسلسل میں ہے۔ ہبہ سے رجوع کے تعلق میں فقہاء نے یہ سوال بھی اٹھایا ہے کہ کیا موہوب لہ کی موت کے بعد ہبہ سے رجوع کیا جاسکتا ہے یا وہ علیٰ حالہ قائم رہے گا اور وارثوں کا حق ہوگا۔ فقہاء کا عدم رجوع پر اتفاق ہے۔ احناف نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ موت کے بعد رجوع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور دوسروں کے نزدیک اس لئے کہ زندگی میں بھی رجوع کا سوال مطلق قابل اعتناء نہیں، چہ جائیکہ موت کے بعد۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۷۶)

فَشَهِدَ لَأَعْطَى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ صُهَيْبًا بَيْتَيْنِ وَحُجْرَةً: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی اسیری وغلامی کا واقعہ کتاب البیوع باب ۱۰۰ روایت نمبر ۲۲۱۹ میں دیکھئے۔ عمر بن شبہ نے مدینہ کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ حضرت صہیبؓ کو حضرت امّ سلمہؓ کی طرف سے باجازت آنحضرت ﷺ ایک مکان بطور ہبہ دیا گیا تھا۔ ان کی وفات پر ان کے بیٹوں نے دعویٰ کیا اور مروان بن حکم نے جو امیر مدینہ تھے شہادت لے کر اُن کے حق میں فیصلہ کیا۔ اس واقعہ سے بھی ظاہر ہے کہ موت کے بعد ہبہ قائم رہتا ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۹۳) (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۷۷)

☆ عمدۃ القاری کے مطابق اس جگہ "ابْنِ جُدْعَانَ" کے الفاظ ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۷۶) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

بَاب ۳۲: مَا قِيْلَ فِي الْعُمْرَى وَالرُّقْبَى

عمریٰ اور رقبیٰ کے متعلق جو احادیث بیان کی گئی ہیں

أَعْمَرْتُهُ الدَّارَ فَهِيَ عُمْرَى: جَعَلْتُهَا لَهُ. اسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا (هود:٦٢) جَعَلَكُمْ عُمَّارًا.

(عرب کہتے ہیں:) میں نے اسے یہ گھر عمر بھر کے لئے دے دیا اور ایسے طور پر دیا ہوا گھر عمریٰ کہلاتا ہے، یعنی اس گھر کو اس کی مِلک میں کر دیا اور سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تمہیں اس زمین کو آباد کرنے والا بنایا۔

٢٦٢٥: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرَى أَنَّهَا لِمَنْ وُهِبَتْ لَهُ.

۲۶۲۵: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ شیبان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ (ابن ابی کثیر) سے، یحيٰ نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمریٰ سے متعلق فیصلہ فرمایا کہ وہ اسی کا ہے جسے دیا گیا تھا۔

٢٦٢٦: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي النَّضْرُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْعُمْرَى جَائِزَةٌ.

۲۶۲۶: حفص بن عمر نے ہمیں بتایا کہ ہمام نے ہم سے بیان کیا کہ قتادہ نے ہمیں بتایا، کہا: نضر بن انس نے بشیر بن نہیک سے، بشیر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: عمریٰ (یعنی عمر بھر کے لئے کسی کو گھر دینا) جائز ہے۔

وَقَالَ عَطَاءٌ: حَدَّثَنِي جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ... مِثْلَهُ.

اور عطاء (بن ابی رباح) نے بھی کہا کہ حضرت جابرؓ نے مجھے بتایا کہ نبی ﷺ سے اس طرح مروی ہے۔

تشریح: مَا قِيلَ فِي الْعُمْرَى وَالرُّقْبَى: صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں سابقہ تسلسل ہی میں عمریٰ کے باب قائم ہیں اور بعض میں الگ۔ امام ابن حجرؒ نے تسلسل قائم رکھا ہے اور اس شرح صحیح بخاری میں انہی کی

ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے۔عمریٰ ابن سیدہ لغوی کے نزدیک عَمَرَ سے مشتق ہے اور مصدر ہے۔(عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۱۷۸)
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ آیت کریمہ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا. (هود:۶۲) عُمْرَان (بمعنی آبادی) سے مشتق بتایا ہے۔دونوں کا اشتقاق کی رُو سے مفہوم یہی ہے کہ عمر بھر رہنے کے لئے کسی کو مکان وغیرہ دینا۔جمہور نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اگر اَعْمَرَهُ الدَّارَ کی جگہ اَسْكَنْتُ الدَّارَ کہا جائے تو لفظ اِسْکَان سے عمریٰ کا مفہوم پیدا نہیں ہوگا۔علامہ ابن رشدؒ نے یہ رائے قبول نہیں کی۔اُن کے نزدیک معناً مفہوم ایک ہی رہے گا۔اسی اختلاف کی وجہ سے عنوانِ باب میں آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ لفظ استعمار کا مفہوم بھی آباد کرنا ہے۔مشارٌ الیہ تفسیر ابوعبیدہ کی ہے۔(فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۹۳، ۲۹۴)(بداية المجتهد، كتاب الهبات، القول فى أنواع الهبات، جزء۲ صفحہ۲۴۹)
رقبیٰ کا مفہوم بھی یہی ہے۔عمریٰ اور رقبیٰ سے متعلق احکام میں فرق نہیں۔رقبیٰ کا اشتقاق مراقبہ سے ہے۔انتظار کرنا،نگرانی کرنا۔زمانہ جاہلیت میں کسی کو سکونت کے لئے تاحین حیات مکان دیا جاتا تو انتظار کیا جاتا کہ کب رہنے والا یا دینے والا مرے اور مکان پر قبضہ ہو۔روایات زیرِ باب میں رقبیٰ کا ذکر نہیں مگر عنوان باب میں دونوں لفظ جمع کر دیئے گئے ہیں۔گویا اس طرف اشارہ ہے کہ دونوں لفظ مفہوماً ایک ہی ہیں۔اس بارے میں جمہور کا مذہب تو یہی ہے کہ مکان یا جائداد جسے عمر بھر کے لئے دیا جائے،طول سکونت کی وجہ سے اس کی ملکیت ہو جاتا ہے اور دینے والے کو نہیں لَوٹتا سوائے اس صورت کے کہ دیتے وقت صراحت کر دی گئی ہو کہ موت کے بعد مکان مالک کا ہوگا۔(فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۹۳)

مَا قِيْلَ فِي الْعُمْرَى: ان الفاظ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود صحاح ستہ کی متضاد روایتوں کی طرف اشارہ کرنا ہے۔فقہاء میں سے ایک فریق وہ بھی ہے جو حدیث لَا عُمْرَى وَلَا رُقْبَى سے اس کے عدم جواز کے بارے میں استدلال کرتا ہے۔جیسا کہ امام ابن حجرؒ نے اس سے متعلق ابوالطیب اور ماوردی کا حوالہ دیا ہے۔امام داؤد الظاہری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہم خیال اس کی صحت تسلیم نہیں کرتے۔گو ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو فرقہ ظاہری کے امام مانے گئے ہیں،عمریٰ کی صحت مسلم ہے۔(فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۹۳) صحاح ستہ کی روایات کے لئے عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۱۷۹، ۱۸۰ دیکھی جائے۔ان میں سے صحیح مسلم کی ایک روایت قابل ذکر ہے جو بواسطہ ابوزبیر حضرت جابرؓ سے مرفوعاً مروی ہے:(قَالَ ﷺ) اَمْسِكُوْا عَلَيْكُمْ اَمْوَالَكُمْ وَلَا تُفْسِدُوْهَا فَاِنَّهُ مَنْ اَعْمَرَ عُمْرَى فَهِيَ لِلَّذِىْ اُعْمِرَهَا حَيًّا وَّ مَيِّتًا وَّ لِعَقِبِهِ. (صحيح مسلم، كتاب الهبات، باب العمرى) اپنے مالوں کو اپنے پاس رکھو،انہیں برباد نہ کرو کیونکہ جس نے انہیں بطور عمریٰ دیا تو وہ زندگی میں اور موت کے بعد اسی کا ہوگا،جس نے اسے آباد رکھا۔اسی وجہ سے عطاء بن ابی رباح،امام ابوحنیفہ،امام سفیان ثوری اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ نے عمریٰ کو ملکیت تامہ اور مواریث اموال قرار دے کر قابل وراثت کیا ہے۔جن روایتوں میں لَا عُمْرَى فَمَنْ اُعْمِرَ شَيْئًا فَهُوَ لَهُ.☆ وارد ہوا ہے۔اس ارشاد نبویؐ سے بھی مراد یہی ہے کہ آپؐ نے جب دیکھا کہ انصار مہاجرین کو عمریٰ اور رقبیٰ کے پرانے طریق پر جائیدادیں اس خیال سے دے رہے ہیں کہ ان سے رجوع کیا جا سکتا ہے تو آپؐ نے ان کو روک دیا اور فرمایا کہ عمریٰ میں مالک کا حق ملکیت نہیں

☆ (سنن النسائی، كتاب العمرىٰ، باب ذكر الاختلاف يحي بن أبى كثير ومحمد بن عمرو على أبى سلمة فيه)

رہتا۔ وہ ایک ہبہ ہے جس میں رجوع نہیں کیا جاسکتا۔ صحاح ستہ کی روایات گوان میں خفیف لفظی اختلاف ہے مگر مفہوماً اسی امر پر متفق ہیں اور امام ابن حجرؒ کے نزدیک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان بھی جمہور کے مذہب کی طرف ہے جس کی تائید میں زیر باب دو روایتیں نقل کی ہیں۔

وَقَالَ عَطَآءٌ......: روایت نمبر ۲۶۲۶ کے آخر میں عطاء ابن ابی رباح کے قول کا جو حوالہ دیا ہے یہ ابونعیم نے مستخرج میں نقل کیا ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۹۵) اور امام مسلمؒ نے بھی قتادہ کی روایت سے اسے درج کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں: **اَلْعُمْرَى مِيْرَاثٌ لِاَهْلِهَا.** (صحیح مسلم، کتاب الهبات، باب العمریٰ) عمریٰ (موہوب لہٗ) کے گھر والوں کے لیے بطور وراثت ہے۔

بَاب ۳۳: مَنِ اسْتَعَارَ مِنَ النَّاسِ الْفَرَسَ

جس نے لوگوں سے گھوڑا عاریۃً مانگا

۲۶۲۷: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَّقُوْلُ: كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِيْنَةِ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا مِنْ أَبِي طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ الْمَنْدُوْبُ فَرَكِبَهُ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ: مَا رَأَيْنَا مِنْ شَيْءٍ وَإِنْ وَّجَدْنَاهُ لَبَحْرًا.

۲۶۲۷: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انسؓ سے سنا، کہتے تھے: مدینہ میں گھبراہٹ ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہؓ سے ایک گھوڑا عاریۃً لیا جو مندوب کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ آپؐ اُس پر سوار ہوئے۔ جب واپس آئے تو آپؐ نے فرمایا: ہم نے تو کچھ نہیں دیکھا اور اس گھوڑے کو تو ایک دریا پایا۔

اطرافہُ: ۲۸۲۰، ۲۸۵۷، ۲۸۶۲، ۲۸۶۶، ۲۸۶۷، ۲۹۰۸، ۲۹۶۸، ۲۹۶۹، ۳۰۴۰، ۶۰۳۳، ۶۲۱۲۔

تشریح: مَنِ اسْتَعَارَ مِنَ النَّاسِ الْفَرَسَ: عَارِيَة عارضی استفادہ کی شئے پر اطلاق پاتا ہے۔ لفظ عَار سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں ذَهَبَ وَجَاءَ یعنی گیا اور آیا۔ اسی سے لفظ تَعَاوُرٌ (باب تفاعل) ہے: جس کے معنی تَنَاوُبٌ کے ہیں، یعنی باری باری سے آنا جانا اور تَنَاوَبَ کے معنی ہیں نوبت بنوبت چکر لگانا۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۹۶) مستعار شئے کبھی اس کے کام آتی ہے اور کبھی اس کے، اس لئے اُسے عاریۃ کہتے ہیں۔ یہ باب سابقہ باب ہی کے تعلق میں اس غرض سے قائم کیا گیا ہے کہ عمریٰ کے درمیان اور عاریۃ کے درمیان فرق کی طرف توجہ دلائی جائے کہ مستعار شئے مالک کو لَوٹتی ہے اور عمریٰ والی شئے نہیں لَوٹتی۔ ابوداؤد نے ابوامامہ کی روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے حجۃ الوداع

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: اَلْعَارِيَةُ مُؤَدَّاةٌ ...... وَالزَّعِيْمُ غَارِمٌ مستعار شئے واپس ہوگی اور ضامن نقصان کا ذمہ دار ہے۔ یہ حدیث ترمذی نے حسن اور ابن حبان نے صحیح قرار دی ہے[1] اسی کے ہم معنی صفوان بن امیہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے موقع پر ان سے کچھ زرہیں عاریتاً طلب فرمائیں، تو انہوں نے پوچھا کہ أَغَصْبٌ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ لَا بَلْ عَارِيَةٌ مَّضْمُوْنَةٌ. اے محمدؐ! کیا یہ جبراً لی جارہی ہیں؟ فرمایا: نہیں بلکہ عاریتاً اور (واپسی کی) ضمانت کے ساتھ۔ یہ روایت ابوداؤد اور نسائی نے نقل کی ہے۔ نیز انہوں نے ایک اور روایت بجائے صفوان بن امیہؓ، یعلیٰ بن امیہؓ سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: جب میرے ایلچی تمہارے پاس آئیں تو انہیں تیس زرہیں دے دی جائیں۔ میں نے کہا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَعَارِيَةً مَّضْمُوْنَةً أَوْ عَارِيَةً مُّؤَدَّاةً. کیا یہ باضمانت مستعار لی جارہی ہیں یا ویسے ہی واپس دی جائیں گی تو آپؐ نے فرمایا: بَلْ مُؤَدَّاةٌ۔ یعنی واپس دی جائیں گی۔[2]

مستعار کے متعلق جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ضائع ہونے پر نقصان پورا کیا جائے گا۔ مستعار لینے والا اس کا ضامن ہے۔ مالکیوں اور حنفیوں کے نزدیک ضامن اسی صورت میں ذمہ دار ہوگا اگر یہ ثابت ہو کہ اس کی غفلت سے مستعار شئے تلف ہوئی ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۸۲، ۱۸۳) (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۹۶)

مشارٌ الیہ روایات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط کے مطابق نہیں اور انہوں نے مذکورہ بالا روایت سے استدلال کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوطلحہؓ کا گھوڑا واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ دریا کی سی روانی رکھتا ہے۔ وہ زخمی ہوگیا تھا جس کی وجہ سے اُس کا نام مندوب (یعنی مجروح) رکھا گیا۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۸۱) یہ روایت کتاب الجہاد میں بھی آئے گی۔ شارحین نے یہاں مستعار شئے سے متعلق مفصل بحث کی ہے اور کہا ہے کہ اس کا قیاس امانت پر کیا جائے گا۔ امین کی غفلت سے امانت ضائع ہونے پر امین ذمہ دار ہوگا۔ مگر عنوان باب کے اسلوب سے ظاہر ہے کہ امام موصوفؒ نے یہ باب عمریٰ کی نوعیت واضح کرنے کی غرض سے قائم کیا ہے کہ وہ ایک عطیہ ہے نہ مستعار شئے یا امانت۔ اسی طرح اگلا باب بھی۔

---

[1] (ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی تضمین العاریة)
(ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء في أن العارية مؤدّاة)
(صحیح ابن حبان، کتاب العاریة، ذکر حکم العاریة والمنحة)

[2] (ابوداؤد، کتاب البیوع، باب فی تضمین العاریة)
(سنن الکبریٰ للنسائی، کتاب العاریة، باب تضمین العاریة، ذکر اختلاف شریک واسرائیل)

بَاب ٣٤: اَلاِسْتِعَارَةُ لِلْعَرُوْسِ عِنْدَ الْبِنَاءِ

دلہن کے لئے رخصت کے وقت کوئی چیز عاریتاً لینا

٢٦٢٨: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَعَلَيْهَا دِرْعُ قِطْرٍ ثَمَنُ خَمْسَةِ دَرَاهِمَ فَقَالَتْ: ارْفَعْ بَصَرَكَ إِلَى جَارِيَتِي انْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهَا تُزْهَى أَنْ تَلْبَسَهُ فِي الْبَيْتِ وَقَدْ كَانَ لِي مِنْهُنَّ دِرْعٌ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ تُقَيَّنُ بِالْمَدِيْنَةِ إِلَّا أَرْسَلَتْ إِلَيَّ تَسْتَعِيْرُهُ.

۲۶۲۸: ابونعیم نے ہمیں بتایا کہ عبدالواحد بن ایمن نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا۔ کہتے تھے: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اندر گیا اور وہ موٹے کپڑے کی ایک قمیض پہنے ہوئے تھیں جس کی پانچ درہم قیمت ہوگی۔ حضرت عائشہؓ نے (مجھ سے) کہا: میری لونڈی کی طرف دیکھو؛ وہ یہ قمیص گھر میں پہننے سے نخرہ کرتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی میرے پاس ایسی ایک قمیص تھی۔ مدینہ میں جس عورت کو بھی عروسی کے بناؤ سنگھار کی ضرورت ہوتی؛ وہ مجھ سے یہ قمیص عاریتاً منگواتی۔

تشریح: دِرْعُ قِطْرٍ: دِرْعٌ زنانہ قمیص کو کہتے ہیں اور قِطْر بحرین کے ساحل پر مشہور بندرگاہ ہے۔ یہاں سوتی موٹا کپڑا بُنا جاتا تھا۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۹۷)

بَاب ٣٥: فَضْلُ الْمَنِيْحَةِ

وہ دُودھیل جانور جو کسی کو عاریتًا دیا جائے، اس کے دینے کی فضیلت

٢٦٢٩: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نِعْمَ الْمَنِيْحَةُ اللِّقْحَةُ الصَّفِيُّ

۲۶۲۹: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوالزناد سے، ابوالزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دودھیل اُونٹنی جو خوب دودھ دے، اس کا دینا بھی کیا ہی اچھا عطیہ

مِنْحَةً وَالشَّاةُ الصَّفِيُّ تَغْدُوْ بِإِنَاءٍ وَتَرُوْحُ بِإِنَاءٍ.

ہے اور اسی طرح وہ بکری بھی جو خوب دودھ دے۔ صبح کو بھی باہر جاتے جاتے ایک برتن بھر کر دیتی ہو اور شام کو بھی واپس آ کر ایک برتن بھر کر دودھ دے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ وَإِسْمَاعِيْلُ عَنْ مَّالِكٍ قَالَ: نِعْمَ الصَّدَقَةُ....

عبداللہ بن یوسف اور اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہمیں بتایا۔ مالک سے یہی روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے (''کیا ہی اچھا عطیہ'' کی جگہ) یہ کہا: کیا ہی اچھا صدقہ ہے۔

طرفهُ: ٥٦٠٨

٢٦٣٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْمَدِيْنَةَ مِنْ مَّكَّةَ وَلَيْسَ بِأَيْدِيْهِمْ وَكَانَتِ الْأَنْصَارُ أَهْلَ الْأَرْضِ وَالْعَقَارِ فَقَاسَمَهُمُ الْأَنْصَارُ عَلَى أَنْ يُّعْطُوْهُمْ ثِمَارَ أَمْوَالِهِمْ كُلَّ عَامٍ وَيَكْفُوْهُمُ الْعَمَلَ وَالْمُؤْنَةَ. وَكَانَتْ أُمُّهُ أُمُّ أَنَسٍ أُمُّ سُلَيْمٍ كَانَتْ أُمَّ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ فَكَانَتْ أَعْطَتْ أُمُّ أَنَسٍ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِذَاقًا فَأَعْطَاهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ أَيْمَنَ مَوْلَاتَهُ أُمَّ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ:

۲۶۳۰: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا۔ ابن وہب نے ہمیں خبر دی۔ (انہوں نے کہا:) یونس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہا: جب مہاجر مکہ سے مدینہ آئے اور ان کے ہاتھ میں کچھ بھی نہ تھا اور انصار زمین اور جائیداد والے تھے تو انصار نے ان سے معاہدہ کیا کہ وہ ان کو اپنے باغوں کا میوہ ہر سال دیا کریں گے۔ لیکن ان میں کام کاج وہ خود ہی کریں گے۔ (مہاجرین کو نہیں کرنے دیں گے۔) حضرت انسؓ کی ماں حضرت امّ سلیمؓ تھیں جو حضرت عبداللہ بن ابی طلحہؓ کی بھی ماں تھیں تو حضرت انسؓ کی ماں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ کھجور کے درخت دیئے ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درخت اپنی کھلائی حضرت امّ ایمنؓ کو دے دیئے۔ جو حضرت اُسامہ بن زیدؓ کی

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا فَرَغَ مِنْ قِتَالِ أَهْلِ خَيْبَرَ فَانْصَرَفَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ رَدَّ الْمُهَاجِرُوْنَ إِلَى الْأَنْصَارِ مَنَائِحَهُمْ {الَّتِي كَانُوْا مَنَحُوْهُمْ☆} مِنْ ثِمَارِهِمْ فَرَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُمِّهِ عِذَاقَهَا فَأَعْطَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ أَيْمَنَ مَكَانَهُنَّ مِنْ حَائِطِهِ.

ماں تھیں۔ ابن شہاب کہتے تھے: مجھے حضرت انسؓ بن مالک نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اہل خیبر کی لڑائی سے فارغ ہوئے اور مدینہ کو لوٹ گئے، تو مہاجرین نے انصار کے وہ عطیے واپس کردیئے۔ یعنی وہ پھلدار درخت {جو انہوں نے ان کو اپنے باغوں سے دیئے تھے۔☆} نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت انسؓ کی ماں کو ان کی کھجوریں واپس کردیں اور ان کی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امّ ایمنؓ کو اپنے باغ سے کچھ درخت دیئے۔

وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبٍ أَخْبَرَنَا أَبِي عَنْ يُوْنُسَ بِهَذَا وَقَالَ: مَكَانَهُنَّ مِنْ خَالِصِهِ.

اور احمد بن شبیب کہتے تھے: میرے باپ نے بھی یونس سے روایت کرتے ہوئے مجھے یہی بات بتائی اور مِنْ حَائِطِهِ کی بجائے مِنْ خَالِصِهِ کے الفاظ کہے: یعنی اپنی خاص جائیداد سے۔

اطرافہ: ۳۱۲۸، ۴۰۳۰، ۴۱۲۰۔

۲۶۳۱: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي كَبْشَةَ السَّلُوْلِيِّ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْبَعُوْنَ خَصْلَةً - أَعْلَاهُنَّ مَنِيْحَةُ الْعَنْزِ - مَا مِنْ عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِّنْهَا رَجَاءَ

۲۶۳۱: مسدد نے ہمیں بتایا کہ عیسیٰ بن یونس نے ہم سے بیان کیا۔ اوزاعی نے ہمیں بتایا کہ حسان بن عطیہ نے ابوکبشہ سلولی سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھی خصلتیں چالیس ہیں۔ ان میں سے اعلیٰ خصلت دودھیل بکری کو عاریتاً دینا ہے۔ جو بھی عمل کرنے والا ان خصلتوں میں سے کسی خصلت پر بھی عمل کرتا ہے بحالیکہ

☆ الفاظ "الَّتِي كَانُوْا مَنَحُوْهُمْ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ۵ حاشیہ صفحہ ۲۹۸) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

ثَوَابِهَا وَتَصْدِيْقَ مَوْعُوْدِهَا إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ بِهَا الْجَنَّةَ.

اس کے ثواب کی اُمید اور اس وعدۂ ثواب کو سچا جانتا ہے جو اللہ کی طرف سے کیا گیا ہے تو اللہ اسے اس کے اس امید و یقین کی وجہ سے جنت میں داخل کرے گا۔

قَالَ حَسَّانُ: فَعَدَدْنَا مَا دُوْنَ مَنِيْحَةِ الْعَنْزِ مِنْ رَدِّ السَّلَامِ وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَإِمَاطَةِ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيْقِ وَنَحْوِهِ فَمَا اسْتَطَعْنَا أَنْ نَّبْلُغَ خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً.

حسان کہتے تھے: ہم نے دودھیل بکری کے عطیہ کے سوا دوسری خصلتوں کا شمار کیا۔ جیسے سلام کا جواب دینا اور چھینکنے پر دعا کرنا اور راستہ سے تکلیف دِہ چیز ہٹانا۔ اس طرح کی اور باتیں بھی۔ لیکن ہم سے پندرہ خصلتوں تک ہی گنتی پوری ہوسکی۔

٢٦٣٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَتْ لِرِجَالٍ مِنَّا فُضُوْلُ أَرَضِيْنَ فَقَالُوْا: نُؤَاجِرُهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالنِّصْفِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا أَخَاهُ فَإِنْ أَبَى فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ.

طرفہ: ٢٣٤٠۔

۲۶۳۲: محمد بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ اوزاعی نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عطاء نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم انصار میں بعض لوگوں کے پاس زمینیں ان کی ضرورت سے زیادہ تھیں۔ انہوں نے کہا: ہم ان زمینوں کو تہائی یا چوتھائی یا آدھوں آدھ بٹائی پر دے دیتے ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: جس کی زمین ہو تو چاہیے کہ وہ اس میں خود کھیتی باڑی کرے یا اسے اپنے بھائی کو یونہی دے دے۔ اگر ایسا نہ کرے تو پھر اپنی زمین کو یونہی رہنے دے۔

٢٦٣٣: وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيْدٍ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى

۲۶۳۳: اور محمد بن یوسف (امام بخاریؒ کے شیخ) نے کہا: اوزاعی نے ہم سے (اسی سند سے) کہا کہ زُہری نے مجھے بتایا۔ (انہوں نے کہا:) عطاء بن یزید نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ابوسعیدؓ (خدری) نے مجھے بتایا۔ انہوں

رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ: وَيْحَكَ إِنَّ الْهِجْرَةَ شَأْنُهَا شَدِيْدٌ فَهَلْ لَّكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَتُعْطِي صَدَقَتَهَا قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَهَلْ تَمْنَحُ مِنْهَا شَيْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَتَحْلُبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَاعْمَلْ مِنْ وَّرَاءِ الْبِحَارِ فَإِنَّ اللهَ لَنْ يَّتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا.

نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بدوی آیا۔ اس نے آپؐ سے ہجرت کی نسبت پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: ہجرت کا معاملہ تو بہت ہی مشکل ہے۔ کیا تمہارے پاس کچھ اُونٹ ہیں؟ اس نے کہا: ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ان کی زکوۃ دیتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں دیتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: کسی کو دودھ پینے کے لئے بھی جانور دیتے ہو؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ پھر آپؐ نے دریافت فرمایا: کیا ان اُونٹوں کو پانی پلاتے وقت دوہتے ہو (اور محتاجوں کو ان کا دودھ پلاتے ہو؟) اُس نے کہا: جی ہاں۔ تب آپؐ نے فرمایا: پھر تم سمندروں سے پار رہ کر بھی عمل کرتے رہو تو اللہ تعالیٰ تمہارے کسی عمل کا ثواب دینے میں تمہارے ساتھ کوئی کمی نہیں کرے گا۔

اطرافہ: ١٤٥٢، ٣٩٢٣، ٦١٦٥.

٢٦٣٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَعْلَمُهُمْ بِذَلِكَ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا- أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى أَرْضٍ تَهْتَزُّ زَرْعًا فَقَالَ: لِمَنْ هَذِهِ؟ فَقَالُوا: اكْتَرَاهَا فُلَانٌ. فَقَالَ: أَمَا إِنَّهُ لَوْ مَنَحَهَا إِيَّاهُ كَانَ خَيْرًا لَّهُ مِنْ أَنْ يَّأْخُذَ عَلَيْهَا أَجْرًا مَّعْلُوْمًا.

اطرافہ: ٢٣٣٠، ٢٣٤٢.

۲۶۳۴: محمد بن بشار نے ہمیں بتایا۔ عبدالوہاب نے ہم سے بیان کیا کہ ایوب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن دینار) سے، عمرو نے طاؤس سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: مجھ سے اس نے بیان کیا جو اس بات کو اُن تمام (صحابہؓ) میں سے بڑھ کر جاننے والا تھا یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی ﷺ ایسی زمین کی طرف گئے جس میں کھیتی لہلہا رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: کس کی ہے؟ تو لوگوں نے کہا: فلاں شخص نے یہ زمین پٹہ پر لی ہوئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اگر زمین کا مالک اس زمین کو اسے یونہی دے دیتا تو یہ اس کیلئے بہتر ہوتا بہ نسبت اس کے کہ وہ اس پر مقررہ لگان لیتا۔

تشریح: **فَضْلُ الْمَنِيْحَةِ:** اَلْمَنِيْحَةُ دودھیل جانور، جو عارضی استفادہ پر دیا جائے۔ آج کل یہ رواج موجود ہے۔ ایک دوست دوسرے دوست کو دودھیل جانور نیک تعلقات قائم رکھنے کی غرض سے دیتا ہے۔ روایات زیر باب سے ظاہر ہے کہ عربوں میں یہ دستور صرف دودھیل جانور سے مخصوص نہ تھا بلکہ پھلدار درخت بھی اسی نیت سے نامزد کر دیئے جاتے تھے۔

اس باب میں چھ روایتیں ہیں۔ پہلی روایت حضرت ابو ہریرہؓ کی جس میں لِقْحَة (حاملہ اُونٹنی) کا ذکر ہے جو بچہ جننے کے قریب ہو۔ یہی روایت امام مالکؒ نے بالفاظ نِعْمَ الصَّدَقَةُ نقل کی ہے۔ اَلصَّدَقَةُ ہر اس کارِ خیر کو کہتے ہیں جو خالص رضائے الٰہی کے لئے کیا جائے۔ ان کی اس روایت کیلئے دیکھئے بخاری، کتاب الأشربة، باب ۱۲، روایت نمبر ۵۶۰۸۔ دوسری حدیث حضرت انسؓ کی وہ ہے جس میں پھلدار درخت بطور منیحہ دیئے جانے کا ذکر ہے۔ حضرت امّ ایمنؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلائی تھیں۔ یہ عبید حبشی کی بیوی تھیں اور ایمن ان کی کنیت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی کنیز تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت آمنہ کے ہاں پیدا ہوئے تو حضرت امّ ایمنؓ آپؐ کی دایہ اور دودھ پلائی ماں ہوئیں۔ حضرت آمنہ جلد ہی فوت ہوگئی تھیں۔ تیسری روایت حسان بن عطیہ کی ہے کہ اچھی خصلتیں چالیس ہیں۔ ان میں سے ایک اعلیٰ خصلت دودھیل بکری کو عاریتاً دینا ہے۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بعض نے نیک خصلتیں شمار کی ہیں جو چالیس سے بھی بڑھ گئی ہیں۔ چالیس اور ساٹھ کا عدد کثرت پر دلالت کرتا ہے۔ اس تعلق میں کتاب الإيمان، باب ۲، ۱۶، ۲۰ کی متعلقہ روایات بھی دیکھئے۔ جہاں بعض نیک باتیں مذکور ہیں۔ ان کے علاوہ عیب پوشی، غیبت سے اجتناب، مظلوم کی نصرت، کسی قسم کی ہتک عزت کو روکنا، غمگین کی دلجوئی کرنا، ناواقف کاریگر کو ہنر سکھانا، کم عقل شخص کے کاروبار میں مدد دینا، خندہ پیشانی سے پیش آنا، شادی غمی میں شریک ہونا، خویش سے شیریں کلامی سے پیش آنا، بھلی بات کہنا، درخت لگانا، کملائے ہوئے پودے کو پانی دینا، پیاسے بھوکے جانور کو پلانا کھلانا، عیادت اور تیمار داری کرنا، باہم ملنا جلنا، ہر ایک کی خیر خواہی چاہنا، محلّہ کے کمزور لوگوں کی خبر گیری کرنا، ان کی ضروریات بہم پہنچانا جیسا کہ فرمایا جوتی کا تسمہ بھی تو اگر کسی کو دیتا ہے تو یہ بھی ایک صدقہ ہے، یہاں تک کہ چھینکنے والے کو دعا دینا، مجلس میں کھل کر بیٹھنا، آنے والے کے لئے جگہ چھوڑنا وغیرہ۔ ان نیک باتوں کا ذکر مستند احادیث میں وارد ہوا ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۳۰۲۔ چوتھی حدیث حضرت جابرؓ کی ہے؛ جس میں کھیتی باڑی کو مفت کاشتکاری کے لئے دینا بھی منیحہ شمار کیا گیا ہے۔ اس تعلق میں کتاب المزارعة باب ۱۸ بھی دیکھئے۔ پانچویں روایت حضرت ابو سعید خدریؓ کی ہے۔ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ کہہ کر سابقہ روایت پر عطف کیا گیا ہے کہ یہ بھی اوزاعی سے مروی ہے۔ اس کے لیے کتاب الزكاة باب ۳۶ دیکھئے۔ چھٹی روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ہے۔ اس کے لیے کتاب المزارعة باب ۱۸ بھی دیکھئے۔

بَاب ٣٦: إِذَا قَالَ: أَخْدَمْتُكَ هَذِهِ الْجَارِيَةَ عَلَى مَا يَتَعَارَفُ النَّاسُ فَهُوَ جَائِزٌ

اگر کوئی (کسی سے) کہے: میں نے یہ کنیز تمہیں تمہاری خدمت کے لئے دے دی جیسا کہ لوگوں کا آپس میں رواج ہے تو یہ جائز ہوگا

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: هَذِهِ عَارِيَّةٌ. وَإِنْ قَالَ: كَسَوْتُكَ هَذَا الثَّوْبَ فَهَذِهِ هِبَةٌ.

اور بعض لوگوں نے کہا: یہ عاریتاً ہی ہوگی۔ اگر یہ کہے: میں نے تجھے یہ کپڑا پہننے کے لئے دیا تو یہ ہبہ ہوگا۔

٢٦٣٥: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ بِسَارَةَ فَأَعْطَوْهَا آجَرَ فَرَجَعَتْ فَقَالَتْ: أَشَعَرْتَ أَنَّ اللهَ كَبَتَ الْكَافِرَ وَأَخْدَمَ وَلِيْدَةً؟ وَقَالَ ابْنُ سِيرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَأَخْدَمَهَا هَاجَرَ.

٢٦٣٥: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں خبر دی۔ ابوزناد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیمؑ حضرت سارہؑ کو لے کر اپنے وطن سے ہجرت کر گئے۔ (پھر ظالم بادشاہ کا قصہ بیان کیا یہاں تک کہ) آخر انہوں نے حضرت ہاجرہؑ حضرت سارہؑ کو دی اور وہ واپس آئیں اور انہوں نے (حضرت ابراہیمؑ سے) کہا کہ آپؑ کو معلوم ہے کہ اللہ نے اس کافر کو ذلیل وخوار کیا اور اس نے ایک لونڈی بھی خدمت کے لئے دی۔ اور ابن سیرین نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے یوں نقل کیا کہ اس نے حضرت ہاجرہؑ حضرت سارہؑ کو خدمت کے لئے دی۔

اطرافه: ٢٢١٧، ٣٣٥٧، ٣٣٥٨، ٥٠٨٤، ٦٩٥٠۔

تشریح: **اِذَا قَالَ اَخْدَمْتُکَ هَذِهِ الْجَارِيَةَ عَلَى مَا يَتَعَارَفُ النَّاسُ فَهُوَ جَآئِزٌ:** جس طرح سکونت کے لئے مکان دینے سے کوئی مالک نہیں بن جاتا اسی طرح عارضی خدمت کے لئے خادم یا خادمہ دیئے جانے سے کوئی اس کا مالک نہیں ہوجاتا۔ اَخْدَمْتُکَ هَذِهِ الْجَارِيَةَ کے بعد اَوْ هَذَا الْعَبْدَ مقدر ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۸۹) یعنی جب کوئی کہے کہ میں نے تجھے کنیز خدمت کے لئے دی تو اس کے بعد لفظ غلام مفہوماً مقدر ہوگا اور معنی یہ ہوں گے کہ تمہیں خدمت کے لئے لونڈی یا غلام دیا ہے۔ یہ دیئے گئے غلام اور لونڈی خدمت

کرنے کے بعد اپنے آقا کی طرف لوٹیں گے۔ مگر ہبہ یا عمریٰ میں یہ صورت نہیں ہوتی۔ فقہاء نے عمریٰ کے تعلق میں تملیک رقبہ اور تملیک فائدہ کا سوال اُٹھایا ہے۔ رقبة کے معنی ہیں گردن یعنی غلام۔ رقبہ کا اطلاق مجازاً ہر اس شئے پر ہوتا ہے جس پر مالکانہ قبضہ ہو۔ اسی سے الرقبٰی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ ایک شخص کسی کو مکان یا غلام استعمال کے لئے دیتا اور یہ شرط کرتا کہ اگر تو پہلے مرا تو یہ مجھے واپس لوٹے گا اور اگر میں مرا تو تیرا ہوگا۔ کہتے ہیں: وَرِثَ الْمَالَ عَنْ رَقَبَةٍ اَیْ عَنْ کَلَالَةٍ وَلَمْ یَرِثْهُ عَنْ اٰبَائِهٖ. یعنی اسے مال ورثہ میں جدّی وراثت سے نہیں ملا بلکہ بوجہ انقطاع نسلی وارث ملا ہے۔ عمریٰ میں عمر بھر کے لئے ایک شئے دی جاتی ہے۔ دینے والے کی عمر تک یا جسے دیا جائے اس کی عمر تک۔ لفظ اِسْکانٌ سے جب تک قرینہ نہ ہو؛ مذکورہ بالا مفہوم پیدا نہیں ہوتا۔ فقہاء نے عمریٰ اور رقبٰی کے تعلق میں یہ بحث اُٹھائی ہے کہ آیا عمریٰ اور رقبٰی ہبہ کی صورت ہے کہ موہوب لہٗ مکان وغیرہ کا مالک ہو جاتا ہے یا وہ از قبیل تملیک انتفاع واستفادہ ہے۔ آیا عمریٰ والا اسی طرح حق رکھتا ہے کہ لونڈی یا غلام کو فروخت یا آزاد کرے؛ جس طرح موہوب لہٗ ہبہ کردہ لونڈی یا غلام کو فروخت یا آزاد کرنے کا حق رکھتا ہے۔ فقہاء میں سے ایک فریق امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کی رائے ہے کہ عمریٰ و رقبٰی میں تملیک رقبہ کی صورت ہے اور وہ ایسا کرسکتا ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک تملیک منفعت ہے اور وہ گھر یا غلام نہ بیچ سکتا ہے نہ ہبہ کرسکتا ہے۔ فقہاء کے نظریہ کا یہ وہ اختلاف ہے جس کے لئے عمریٰ و رقبٰی کے ابواب قائم کئے گئے ہیں اور زیرِ تشریح باب بھی اسی تعلق میں ہے اور اس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ قرینہ صارفہ سے ہی مذکورہ بالا سوال کا جواب مل سکتا ہے۔ قرائن میں سے ایک عرف عام بھی ہے، دیکھا جائے گا کہ جو الفاظ عرف عام میں تملیک رقبہ یا تملیک منفعت کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ ان سے مستعار صورت مراد لینا ہے یا ہبہ یا عمریٰ کی صورت، اسی کے مطابق فیصلہ ہوگا۔

(بدایة المجتهد، کتاب الهبات، القول فی انواع الهبات، جزء ثانی صفحه ۲۴۸)

وَاَعْطُوْهَا اٰجَرَ سے مراد مصریوں کے عرف عام کے مطابق ہوگی کہ وہ بصورت ہدیہ تھی یا ہبہ۔ الفاظ اخدام، اعطاء اور اِسکان کا مفہوم قرینے سے متعین ہوگا۔

قَالَ بَعْضُ النَّاسِ...... سے مراد احناف ہیں جنہوں نے ان الفاظ سے عاریتاً دینا مراد لیا ہے نہ کہ تملیک رقبہ۔ جب چاہے وہ واپس لے سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۸۹)

بَاب ۳۷: إِذَا حَمَلَ رَجُلٌ عَلَى فَرَسٍ فَهُوَ كَالْعُمْرَى وَالصَّدَقَةِ

اگر کوئی شخص (کسی کو) سواری کے لئے گھوڑا دے تو یہ عمریٰ اور صدقہ ہی کی طرح ہوگا

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: لَهُ أَنْ يَرْجِعَ فِيهَا.

اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اسے واپس لینے کا بھی حق رکھتا ہے۔

۲٦٣٦: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكًا يَسْأَلُ زَيْدَ

۲۶۳۶: حمیدی نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے کہا: میں نے

ابْنَ أَسْلَمَ فَقَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيْلِ اللهِ فَرَأَيْتُهُ يُبَاعُ فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَا تَشْتَرِهِ وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ.

مالک سے سنا؛ وہ زید بن اسلم سے پوچھ رہے تھے۔ زید نے کہا: میں نے اپنے باپ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ایک گھوڑا اللہ کی راہ میں سواری کے لئے دیا۔ پھر میں نے اس کو بکتا ہوا دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: اسے نہ خریدو اور اپنے صدقہ سے نہ پلٹو۔

اطرافہ: ۱۴۹۰، ۲۶۲۳، ۲۹۷۰، ۳۰۰۳۔

تشریح: **اِذَا حَمَلَ رَجُلٌ عَلَى فَرَسٍ فَهُوَ كَالْعُمْرَى وَالصَّدَقَةِ:** اس خاتمہ سے ظاہر ہے کہ سابقہ ابواب زیر بحث مسئلہ کے متعلق ضمنی ہیں اور یہ امر سمجھانے کے لئے قائم کئے گئے ہیں کہ عمریٰ از قبیل تملیک رقبہ ہے، اس میں رجوع نہیں۔ عنوان باب میں گھوڑے کو سواری کے لئے دینے کا جو حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ زیر باب ۳۰ روایت نمبر ۲۶۲۳ میں گزر چکی ہے۔ نیز دیکھئے کتاب الزکوٰۃ باب ۵۹ روایت نمبر ۱۴۹۰۔ حضرت عمرؓ نے گھوڑا بطور صدقہ دیا تھا اور وہ از قبیل تملیک رقبہ اور ایک قسم کا وقف فی سبیل اللہ تھا، جس میں رجوع جائز نہیں تھا۔ بعض فقہاء ہبہ اور وقف میں بھی رجوع کے قائل ہیں۔ امام ابن حجرؒ کے نزدیک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فقہاء کے مذہب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۳۰۳)

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَهُ اَنْ يَّرْجِعَ فِيْهَا: اس سے مراد احناف ہیں۔ ان کے نزدیک اگر گھوڑا سواری کے لئے بطور صدقہ یا ہبہ دیا جائے تو اس سے رجوع نہیں کہ وہ از تملیک رقبہ ہے۔ لیکن اگر وہ بطور وقف فی سبیل اللہ ہے یعنی جہاد کی غرض سے مخصوص کیا گیا ہو تو ایسے وقف سے ہبہ کرنے والا رجوع کر سکتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں بعض مخصوص قسم کے اوقاف بھی قابل رجوع نہیں اور ان کے علاوہ باقی وقف اگر اغراضِ وقف پوری نہیں کرتے تو رجوع کیا جا سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۹۰)

جمہور کے نزدیک ہبہ، عمریٰ، وقف اور اسی طرح ہر قسم کے صدقہ سے رجوع جائز نہیں اور اسی مذہب کی تائید کے لئے اس باب میں حضرت عمرؓ کا واقعہ دہراتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا حوالہ دیا گیا ہے اور اس طرح یہ بحث ختم کی گئی ہے۔ حضرت عمرؓ گھوڑا خریدنا چاہتے تھے کہ اس کی نگہداشت کما حقہ نہیں ہو رہی تھی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت نہیں دی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۵۲- كِتَابُ الشَّهَادَاتِ

شہادت کے معنی ہیں: قطعی خبر۔ شَهِدَ يَشْهَدُ شُهُودًا سے شہادت اسم مصدر ہے جس کے معنی موجود ہونے اور آنکھ سے دیکھنے کے ہیں۔ قول اَلْغَنِيمَةُ لِمَنْ شَهِدَ الْوَقْعَةَ (كتاب فرض الخمس باب ۹) میں موجودگی اور شراکت مراد ہے۔ یعنی غنیمت کا حق اسی کا ہوتا ہے جو لڑائی میں شریک ہو۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۹۱) لفظ شہادت کے یہ لغوی معنی ہیں اور شرعی اصطلاح میں چشم دید واقعہ سے متعلق بیان دینا شہادت کہلاتا ہے۔ سنی سنائی بات یا قیاس کی بناء پر اطلاع ازروئے اصطلاح شریعت شہادت نہیں کہلائے گی، بلکہ آنکھوں دیکھی بات سے متعلق اطلاع شہادت ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شہادت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: تَرَى الشَّمْسَ. قَالَ: نَعَمْ. فَقَالَ: عَلَى مِثْلِهَا فَاشْهَدْ أَوْ دَعْ. (شعب الإيمان للبيهقي، الرابع والسبعون، باب في الجود والسخاء، جزء ۷ صفحہ ۴۵۵) سورج کو دیکھتے ہو؟ کہا: ہاں۔ تو آپؐ نے فرمایا: ایسی ہی شہادت جس طرح سورج کو دیکھ کر ورنہ رہنے دو۔ اسی واضح بیان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ اَلْبَيِّنَةُ سے تعبیر فرمایا ہے۔ جس کے معنی ہیں: واضح شہادت۔

بَاب ۱: مَا جَاءَ فِي الْبَيِّنَةِ عَلَى الْمُدَّعِي

مدعی کے ذمہ شہادت پیش کرنے کے بارے میں جو احکام آئے ہیں

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو جب تم کسی مقررہ معیاد تک کے لئے آپس میں لین دین کرو تو اُسے لکھ لیا کرو اور چاہیے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا انصاف سے (معاہدۂ لین دین) لکھے اور کوئی لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے (لکھنا) سکھایا ہے۔ پس چاہیے کہ وہ (ضرور) لکھے اور جس شخص کے ذمہ حق ہو وہ لکھوائے اور چاہیے کہ وہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرے جو اس کا ربّ ہے اور وہ کسی حق سے کچھ کم نہ کرے اور جس شخص کے ذمہ کوئی

لَا يَسْتَطِيعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ
وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ
مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا
رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ
تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ
اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى
وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا
تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا
اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ
لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ
تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ
فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ
وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۠ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ
وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ
بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ
وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (البقرة: ۲۸۲)
وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ
لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ
وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا
فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى
اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ

حق ہے اگر وہ نادان یا ناتواں ہو یا وہ خود لکھوا نہ سکتا ہو تو چاہیے کہ اس کا سرپرست انصاف سے لکھوائے اور تم اپنے مردوں سے دو گواہ ٹھہرالو۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں، ایسے لوگوں سے جن کو تم بطور گواہ پسند کرتے ہو۔ (دو عورتیں اس لئے) کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے تو ایک دوسری کو یاد دِلا دے۔ اور گواہ جب (گواہی کے لئے) بلائے جائیں، انکار نہ کریں اور لین دین کا معاملہ لکھنے میں سہل انگاری نہ کیا کرو۔ خواہ (لین دین) چھوٹا ہو یا بڑا؛ مع اس کی میعاد کے لکھا جائے۔ یہ اللہ کے نزدیک بہت منصفانہ اور شہادت کیلئے نہایت مضبوط بات ہے اور قریب ترین ذریعہ ہوگا کہ تم شک وشبہ نہیں کرو گے۔ البتہ یہ کہ تجارت نقد بہ نقد ہو؛ جسے تم اپنے درمیان ہاتھوں ہاتھ لے دے رہے ہو تو اس صورت میں تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اسے نہ لکھو اور تم گواہ ٹھہرا لیا کرو جب تم آپس میں خرید وفروخت کرو اور لکھنے والے کو نقصان نہ پہنچایا جائے، نہ گواہ کو۔ اور اگر تم ایسا کرو گے تو پھر یہ تمہاری نافرمانی ہوگی۔ اللہ کی ناراضگی سے بچتے رہو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے اور اللہ ہر ایک بات کو خوب جاننے والا ہے۔ اور اللہ عزوجل کا یہ فرمانا: اے ایماندارو! تم انصاف پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے اللہ کے لئے گواہ ہو جاؤ۔ گو تم کو خود اپنے برخلاف یا اپنے والدین کے برخلاف یا رشتہ داروں کے برخلاف ہی کیوں نہ شہادت دینی پڑے (قطع نظر اس کے) اگر کوئی غنی ہو یا محتاج تو اللہ ان دونوں کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے اور تم انصاف کرنے میں نفسانی خواہشات

اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا۝۱۳۶ (النساء: ۱۳۶)

کی پیروی نہ کرو۔ اگر تم لگی لپٹی باتیں کرو گے یا تم گواہی دینے سے پہلوتہی کرو گے تو اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے خوب آگاہ ہے۔

تشریح: **مَا جَآءَ فِي الْبَيِّنَةِ عَلَى الْمُدَّعِيْ:** پہلا باب ارشاد نبویؐ کے الفاظ اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ سے قائم کر کے اس کے تحت دو آیتوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ پہلی آیت یہ ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ...... وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ. (البقرة: ۲۸۳) اے ایماندارو! جب تم ایک دوسرے سے کسی مقررہ میعاد کے لئے قرض لو تو اسے لکھ لو اور چاہیے کہ کوئی لکھنے والا تمہارے درمیان (طے شدہ معاہدہ کو) انصاف کے ساتھ لکھ دے اور کوئی کاتب لکھنے سے انکار نہ کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے (لکھنا) سکھایا ہے۔ پس چاہیے کہ وہ (ضرور) لکھے اور تحریر وہ لکھوائے جس کے ذمہ حق ہو اور چاہیے کہ وہ (لکھواتے وقت) اللہ کا جو اس کا ربّ ہے، تقویٰ مدنظر رکھے اور اس میں سے کچھ (بھی) کم نہ کرے اور اگر وہ شخص جس کے ذمہ حق ہے، نادان ہو یا کمزور ہو یا خود لکھوانے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو چاہیے کہ (اس کی بجائے) اس کا کارپرداز انصاف کے ساتھ (تحریر) لکھوائے اور تم اپنے مردوں میں سے (اس موقع پر) دو گواہ مقرر کر لیا کرو۔ ہاں اگر دونوں (گواہ) مرد نہ ہوں تو (موقع کے) گواہوں سے جن لوگوں کو (بطور گواہ کے) تم پسند کرتے ہو؛ ان میں سے ایک مرد اور دو عورتیں (گواہ بنا لیا کرو۔ دو عورتوں کی شرط اس لئے ہے) تا ان میں ایک کے بھول جانے کی صورت میں دونوں میں سے (ہر) ایک دوسری کو (بات) یاد دِلائے اور جب گواہوں کو بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں اور (خواہ) چھوٹا (لین دین) ہو یا بڑا ہو تم اسے اس کی میعاد سمیت لکھنے میں سستی نہ کیا کرو۔ یہ بات اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والی ہے اور شہادت کو زیادہ درست رکھنے والی ہے۔ نیز (تمہارے لئے اس بات کو) قریب تر (کر دینے والی) ہے کہ تم شک میں نہ پڑو (پس لین دین کا لکھنا ضروری ہے) سوائے اس (صورت) کے کہ تجارت دست بدست ہو۔ جسے تم آپس میں (مال اور رقم) لے دے (کر اسی وقت قصہ ختم کر) لیتے ہو۔ اس صورت میں اس (لین دین) کے نہ لکھنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں اور جب باہم خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لیا کرو (اور یہ امر یاد رہے کہ) نہ کاتب کو تکلیف دی جائے اور نہ گواہ کو اور اگر تم (ایسا) کرو تو یہ (بات) تم میں نافرمانی کی علامت ہوگی اور چاہیے کہ (تم) اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور (اگر تم ایسا کرو گے تو) اللہ تمہیں علم دے گا اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

یہ آیت شہادت کے تعلق میں اصولی ہدایات پر حاوی ہے کہ وہ معاملات ضبط تحریر میں لائے جائیں جو عدل وانصاف پر مبنی ہوں۔ تحریر میں پوری صحت مدنظر رہے۔ کم از کم دو ایسے گواہوں کی موجودگی میں لکھی جائے جو پسندیدہ اخلاق ہوں۔ ایسی تحریر اَلْبَيِّنَةُ (واضح شہادت) کہلائے گی۔

دوسری آیت یہ ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ...... تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ (النساء: ۱۳۶) اے ایماندارو! تم پوری طرح انصاف پر قائم رہنے

والے اور اللہ کے لئے گواہی دینے والے بن جاؤ۔ گو (تمہاری گواہی) اپنے (خلاف) یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف پڑتی ہو۔ اگر وہ (جس کے متعلق گواہی دی گئی ہے) غنی ہے یا محتاج ہے تو (دونوں صورتوں میں) اللہ ان دونوں کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے۔ اِس لئے تم (کسی ذلیل) خواہش کی پیروی نہ کیا کرو، تا عدل کرسکو اور اگر تم (کسی شہادت کو) چھپاؤ گے یا (اظہار حق) سے پہلوتہی کرو گے تو (یاد رکھو کہ) جو کچھ تم کرتے ہو؛ اللہ اس سے یقیناً آگاہ ہے۔

یہ آیت بھی شہادت کے تعلق میں زرّیں ہدایتوں پر مشتمل ہے کہ عزیز ترین تعلقات قرابت، محبت اور درجے کی رُو رعایت رکھے بغیر اور ذاتی اغراض سے بلا خوف وخطر سچی شہادت دو؛ خواہ اس سے اپنی جانوں کو نقصان ہی پہنچنے کا اندیشہ کیوں نہ ہو۔ شہادت دیتے وقت پیچیدہ یا لگی لپٹی بات نہ ہو اور نہ اس سے پہلوتہی کی جائے تا زمرۂ قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ میں شمار کئے جاؤ۔

اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي: یہ ارشادِ نبویؐ کا حصہ ہے جو ترمذی میں مذکور ہے۔ (ترمذی، كتاب الأحكام، باب ما جاء أن البينة على المدعي) اس کا دوسرا حصہ وَالْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ آگے آئے گا۔ (دیکھئے روایت نمبر ۲۶۶۸) کتاب الرھن روایت نمبر ۲۵۱۴ میں بھی یہ حصہ گذر چکا ہے۔ یہاں اَلْبَيِّنَةُ (کھلی شہادت) کا وصف بیان کرنے کی غرض سے مذکورہ بالا آیات کی طرف توجہ مبذول کی گئی ہے کہ مدعی کو اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے واضح شہادت مبنی بر صداقت وعدل وانصاف پیش کرنی چاہیے۔

بَاب ۲ : إِذَا عَدَّلَ رَجُلٌ رَجُلًا فَقَالَ: لَا نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا أَوْ مَا عَلِمْتُ إِلَّا خَيْرًا

اگر کوئی شخص کسی شخص کو عادل قرار دے اور یہ کہے کہ ہم اسے اچھا ہی جانتے ہیں یا (کہے) میں نے اس کو اچھا ہی جانا ہے

وَسَاقَ حَدِيْثُ الْإِفْكِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُسَامَةَ حِيْنَ اسْتَشَارَهُ فَقَالَ: اَهْلُكَ وَلَا نَعْلَمُ اِلَّا خَيْرًا

اور واقعۂ افک کو بیان کیا ہے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہؓ سے مشورہ چاہا تو انہوں نے کہا: آپؐ کی زوجہ ہیں اور ہم بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتے۔

۲۶۳۷: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ حَدَّثَنَا ثَوْبَانُ، وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ

۲۶۳۷: حجاج (بن منہال) نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر نمیری نے ہمیں بتایا کہ ثوبان نے ہم سے بیان کیا۔ اور لیث (بن سعد) نے کہا: یونس نے مجھے بتایا کہ ابن شہاب سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا:

الزُّبَيْرِ وَابْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَبَعْضُ حَدِيْثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا - حِيْنَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوْا فَدَعَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَأُسَامَةَ حِيْنَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ يَسْتَأْمِرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ فَأَمَّا أُسَامَةُ فَقَالَ: أَهْلُكَ وَلَا نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا. وَقَالَتْ بَرِيْرَةُ: إِنْ رَأَيْتُ عَلَيْهَا أَمْرًا أَغْمِصُهُ أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنْ عَجِيْنِ أَهْلِهَا فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يَّعْذُرُنَا فِي رَجُلٍ بَلَغَنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي فَوَاللهِ مَا عَلِمْتُ مِنْ أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا وَلَقَدْ ذَكَرُوْا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا.

عروہ بن زبیر اور (سعید) بن مسیّب اور علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ بن عبد اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے متعلق مجھے بتایا اور ان کی روایت کی بعض باتیں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔ یعنی جب بہتان باندھنے والوں نے (حضرت عائشہؓ پر) بہتان باندھا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت اُسامہؓ کو بلایا۔ یہ اس وقت ہوا جب وحی رُک گئی تھی۔ آپؐ نے ان دونوں سے اپنی زوجہ کو چھوڑ دینے کے بارے میں مشورہ چاہا۔ حضرت اُسامہؓ نے تو یہ کہا: آپؐ کی زوجہ ہیں اور ہم بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ بریرہؓ نے کہا: میں نے ان میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس کو میں ان کے لیے معیوب سمجھوں۔ زیادہ سے زیادہ یہ بات ہے ایک کم عمر لڑکی ہیں۔ اپنے گھر والوں کا گُندھا آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہیں اور بکری آتی ہے اسے کھا جاتی ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو ایسے شخص کا الزام ہم سے دور کرے جس نے میری بیوی کی نسبت مجھے سخت تکلیف دی ہے؟ بخدا مجھے اپنی بیوی کے بارے میں سوائے بھلائی کے اور کسی بات کا علم نہیں۔ اور وہ لوگ ایسے شخص کا ذکر کرتے ہیں۔ جس کی نسبت بھی میں یہی جانتا ہوں کہ وہ اچھا (انسان) ہے۔

اطرافُهُ: ٢٥٩٣، ٢٦٦١، ٢٦٨٨، ٢٨٧٩، ٤٠٢٥، ٤١٤١، ٤٦٩٠، ٤٧٤٩، ٤٧٥٠، ٤٧٥٧، ٥٢١٢، ٦٦٦٢، ٦٦٧٩، ٧٣٦٩، ٧٣٧٠، ٧٥٠٠، ٧٥٤٥۔

تشریح: **اِذَا عَدَّلَ رَجُلٌ رَجُلًا فَقَالَ لَا نَعْلَمُ اِلَّا خَيْرًا اَوْ مَا عَلِمْتُ اِلَّا خَيْرًا:** امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شاہد عدول وہ شخص ہے جو شریعت کا پابند اور الزام سے خالی ہو۔ جمہور

کے نزدیک اس وصف کے علاوہ اس میں یہ صفت بھی ہو کہ وہ پسندیدہ اخلاق اور متقی یعنی محرمات ومکروہات سے بچنے والا ہو۔ (بداية المجتهد، كتاب الأقضية، الباب الثالث، الفصل الأوّل فى الشهادة، جزء ثانی صفحہ ۳۴۶) قرآن مجید کا ارشاد اس بارہ میں یہ ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡٓا اِنۡ جَآءَكُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوۡٓا اَنۡ تُصِيۡبُوۡا قَوۡمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصۡبِحُوۡا عَلٰى مَا فَعَلۡتُمۡ نٰدِمِيۡنَ O (الحجرات:۷) اے وہ لوگو! جو مومن ہوا گر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لائے تو پوری تحقیق کر لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم ناواقفی سے کسی قوم کو نقصان پہنچاؤ اور پھر نادم ہونا پڑے۔ اور فرماتا ہے کہ فاسق کی شہادت قطعاً قبول نہ کرو۔ وَلَا تَقۡبَلُوۡا لَهُمۡ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ O اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ وَاَصۡلَحُوۡا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ O (النور:۵،۶) {اور آئندہ کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور یہی لوگ ہیں جو بدکردار ہیں۔ فاسق اگر توبہ کریں اور اصلاح کر لیں تو اس صورت میں ان کی شہادت قابل قبول ہوگی۔ کیونکہ اللہ غفور رحیم ہے۔} فقہاء نے آخری جملہ سے متعلق جو استثنائیہ ہے اختلاف کیا ہے کہ آیا یہ استثناء بہتان لگانے والوں کی توبہ سے متعلق ہے یا مطلق فاسقوں کی شہادت سے ہے۔ جس کا ذکر قریب تر ہے کہ وہ قبول نہ کی جائے۔ یہ بحث مفصل آگے آئے گی۔ جہاں تک شاہد عدول کی تعریف سے ان آیات کا تعلق ہے وہ لفظ فاسق سے ظاہر ہے۔ فسق ایسا کردار ہوتا ہے جو تعلقات معاشرہ کی صحت استواری کو بگاڑنے والا ہو۔ فاسق کے معنی ہیں: ناپسندیدہ شخص جو حدود اللہ کو توڑنے والا ہو۔ امام بخاریؒ شاہد عدول کی تعریف واقعہ افک سے استدلال کرتے ہوئے یہ بیان کرتے ہیں کہ ایسا شخص جو کسی کی نسبت جتنا علم ہو، اتنا ہی بیان کرنے والا ہو۔ حضرت اُسامہؓ اور حضرت بریرہؓ نے اتنی ہی بات بیان کی جتنی انہیں معلوم تھی۔ خود آنحضرت ﷺ نے ان کی تصدیق فرمائی۔ قیاس سے کام لینے والے کا بیان شہادت نہیں کہلائے گا۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے ابن صیاد سے متعلق صرف قیاس کیا تھا اور نبی ﷺ نے ان کا قیاس قبول نہیں فرمایا اور انہیں روک دیا کہ صرف قیاس پر اس کا قتل جائز نہیں۔

بَاب ۳: شَهَادَةُ الْمُخْتَبِي

اس شخص کی شہادت جو اپنے آپ کو چھپائے رکھے

وَأَجَازَهُ عَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ: وَكَذٰلِكَ يُفْعَلُ بِالْكَاذِبِ الْفَاجِرِ. وَقَالَ الشَّعْبِيُّ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَعَطَاءٌ وَقَتَادَةُ: اَلسَّمْعُ شَهَادَةٌ.

اور حضرت عمرو بن حریثؓ نے اس کی شہادت جائز قرار دی۔ انہوں نے کہا: جھوٹے (بدکار) بدکردار کے ساتھ ایسا ہی کیا جائے اور شعبی، ابن سیرین، عطاء اور قتادہ نے کہا: سنی سنائی بھی شہادت ہوتی ہے۔

وَكَانَ☆ الْحَسَنُ يَقُوْلُ: لَمْ يُشْهِدُوْنِي

اور حسن (بصری) نے کہا☆: یوں کہے مجھے انہوں نے

☆ عمدۃ القاری میں ''وَقَالَ الْحَسَنُ يَقُوْلُ'' کے الفاظ ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۹۵) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

عَلَى شَيْءٍ وَإِنِّي سَمِعْتُ كَذَا وَكَذَا.

کسی بات پر گواہ نہیں بنایا مگر میں نے یہ ضرور سنا ہے۔

٢٦٣٨: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَالِمٌ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ الْأَنْصَارِيُّ يَؤُمَّانِ النَّخْلَ الَّتِي فِيهَا ابْنُ صَيَّادٍ حَتَّى إِذَا دَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّقِي بِجُذُوْعِ النَّخْلِ وَهُوَ يَخْتِلُ أَنْ يَّسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَّرَاهُ وَابْنُ صَيَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلَى فِرَاشِهِ فِي قَطِيْفَةٍ لَّهُ فِيهَا رَمْرَمَةٌ أَوْ زَمْزَمَةٌ فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَّقِي بِجُذُوْعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ: أَيْ صَافِ هَذَا مُحَمَّدٌ. فَتَنَاهَى ابْنُ صَيَّادٍ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ.

۲۶۳۸: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی کہ سالم نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابی بن کعبؓ انصاری چل پڑے۔ دونوں کا رخ اس نخلستان کی طرف تھا جس میں ابن صیاد رہتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے تو آپؐ کھجوروں کے تنوں کی آڑ میں اپنے آپ کو چھپائے ہوئے چلنے لگے اور آپؐ کی کوشش تھی کہ چپکے سے ابن صیاد سے کچھ سن لیں، پیشتر اس کے کہ وہ آپؐ کو دیکھ پائے اور ابن صیاد اپنے بستر پر اپنی چادر میں لپٹا ہوا تھا۔ چادر میں سے گنگناہٹ کی آواز آرہی تھی۔ ابن صیاد کی ماں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا جبکہ آپؐ کھجوروں کے تنوں کی آڑ میں بچتے بچاتے آرہے تھے۔ اس نے ابن صیاد سے کہا: یہ محمدؐ آگئے ہیں۔ ابن صیاد رک گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر (اس کی ماں) اسے رہنے دیتی تو وہ (اپنے آپ کو) ظاہر کر دیتا۔

اطرافه: ١٣٥٥، ٣٠٣٣، ٣٠٥٦، ٦١٧٤.

۲۶۳۹: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا جَاءَتِ امْرَأَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِي فَأَبَتَّ طَلَاقِي فَتَزَوَّجْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الزَّبِيْرِ وَإِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ. فَقَالَ: أَتُرِيْدِيْنَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ؟ لَا حَتَّى تَذُوْقِي عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوْقَ عُسَيْلَتَكِ. وَأَبُو بَكْرٍ جَالِسٌ عِنْدَهُ وَخَالِدُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ بِالْبَابِ يَنْتَظِرُ أَنْ يُّؤْذَنَ لَهُ. فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ أَلَا تَسْمَعُ إِلَى هَذِهِ مَا تَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۲۶۳۹: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے مجھ سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رفاعہ قرظی کی بیوی (تمیمہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا: میں رفاعہ کے پاس تھی تو اس نے مجھے طلاق دے دی ہے اور طلاق بھی قطعی۔ اس پر میں نے عبدالرحمٰن بن زبیرؓ سے نکاح کر لیا مگر اس کا تو کپڑے کے حاشیہ کی طرح ہے۔ آپؐ نے پوچھا: کیا تو رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا جب تک کہ تو اس سے فائدہ نہ اٹھائے اور وہ تجھ سے فائدہ نہ اٹھائے۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت خالد بن سعیدؓ بن عاص دروازے پر انتظار کر رہے تھے کہ ان کو اندر آنے کی اجازت دی جائے۔ (خالدؓ نے پُکار کر) کہا: ابوبکرؓ کیا آپؓ اس کی بات سن رہے ہیں جو یہ نبی ﷺ کے پاس کھلم کھلا بیان کر رہی ہے؟

اطرافہ: ۵۲۶۰، ۵۲۶۱، ۵۲۶۵، ۵۳۱۷، ۵۷۹۲، ۵۸۲۵، ۶۰۸۴۔

تشریح: شَهَادَةُ الْمُخْتَبِىْ: ارشادِ باری تعالیٰ وَأَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (الطلاق: ۳) مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ (البقرۃ: ۲۸۳) کی تعمیل میں شہادت سے متعلق پہلی شرط جو باب ۲ میں بیان ہوئی ہے وہ تعدیل ہے۔ تعدیل کے معنی ہیں عادل ثابت کرانا۔ قاضی کا فرض ہے کہ شاہد سے متعلق یقین کرے کہ شہادت کی شرطیں اس میں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ ان میں سے بڑی اور پہلی شرط عدل ہے۔ جمہور کے نزدیک ظاہری مسلمان ہونا کافی نہیں، بلکہ راست گوئی اور راست روی، دیانت اور امانت وغیرہ اخلاق پسندیدہ سے متصف ہونا ضروری ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف یہ کہنا کافی نہیں کہ وہ شاہد عادل ہے بلکہ مدعی سے یہ اقرار لینا بھی ضروری ہے کہ

یہ گواہ عادل ہے۔ دوسرے کے حق میں بھی عادل ہے اور میرے خلاف بھی۔ (فتح الباری شرح باب ۲ جزء ۵ صفحہ ۳۰۷)
(بدایۃ المجتھد، کتاب الأقضیۃ، الباب الثالث، الفصل الأول فی الشھادۃ، جزء ثانی صفحہ ۳۴۶)

صفت تعدیل کے پیش نظر ایک سوال یہ ہے کہ پوشیدہ شہادت دینے والے کی شہادت قابل وقعت ہے یا نہیں؟ حضرت عمرو بن حریثؓ (بن عمرو بن عثمان بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بچے تھے اور ان کا شمار صحابہ میں ہے۔ امام بیہقیؒ نے ان سے متعلق بسند سعید بن منصور روایت نقل کی ہے کہ وہ پوشیدہ شہادت کو جائز سمجھتے تھے۔[1] پوشیدہ رہ کر شہادت دینے والے کی شہادت قاضی شریحؒ، ابراہیم نخعیؒ اور شعبیؒ نے قبول نہیں کی۔ امام مالکؒ کے نزدیک بھی ایسی شہادت مجروح ہے کیونکہ ایسی شہادت دینے والے کی نسبت شبہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ شہادت دینے کا خواہشمند ہے۔ خواہش و رغبت شہادت کی قیمت کو کم کرنے والے ہیں اور ایسی شہادت اَلْبَیِّنَۃُ نہیں کہلا سکتی۔ اس میں فریب سے کام لیا جا سکتا ہے۔ جس سے شہادت مشتبہ ہو جاتی ہے اور اس سے ایسا دروازہ کھلتا ہے جو حقوق کو خطرہ میں ڈالتا ہے۔ عامر شعبیؒ[2]، ابن سیرینؒ[3]، عطاء بن ابی رباحؒ اور قتادہ کے حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ سماعی (شنیدہ) بات بھی بعض حالات میں بطور شہادت کام دے سکتی ہے۔ یہ حوالے علی الترتیب ابن ابی شیبہؒ[2]، امام بخاریؒ[3] اور کرابیسی سے بسند ابن جریج مروی ہیں۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۳۰۸، ۳۰۹) (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۹۵)

شہادت کی شرط اوّل (حقیقت تعدیل) کے متعلق یہ وہ فقہی اختلاف ہے جس کا حل اس باب میں مدنظر ہے۔ قابل اِصلاح حوالہ بھی دیا گیا ہے جو ابن ابی شیبہ سے بسند حاتم بن وردان منقول ہے کہ اگر کسی کو گواہ نہ ٹھہرایا گیا ہو اور وہ قاضی کے پاس جا کر سماعی امر سے متعلق اپنی معلومات دے تو یہ سماعی شہادت جائز ہوگی۔[2] یہ سماعی شہادت بھی دراصل پوشیدگی کی ہی شہادت ہے جسے امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ نے جائز قرار نہیں دیا۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۹۵)

وَكَذٰلِكَ يُفْعَلُ بِالْكَاذِبِ الْفَاجِرِ: حضرت عمرو بن حریثؓ کے فتویٰ کا تعلق قرضدار کے انکار اور کاذب اور فاجر کے کذب و فجور کی نسبت تحقیق کرنے سے ہے کہ اس کے کسی بے تکلف دوست کے ذریعے سے اقرار کروانے کا مخفی انتظام کیا جائے۔ تحقیق کی یہ صورت الگ ہے اور عدالتی کارروائی کے وقت اَلْبَیِّنَۃُ (واضح شہادت) ضروری ہے۔ اس کے بغیر تحقیق ناتمام ہے۔ امام بخاریؒ نے مسئلہ معنونہ کے تعلق میں جو دو روایتیں نقل کی ہیں ان کا تعلق بھی کسی عدالتی شہادت سے نہیں بلکہ عام سماعی امور سے ہے۔ بے شک انسان کی بہت سی معلومات کا ذریعہ کان بھی ہے مگر جہاں تک عدالتی کارروائی کا تعلق ہے۔ محض سماع کی بناء پر کوئی شہادت اَلْبَیِّنَۃُ نہیں کہلا سکتی پوشیدہ اور مشتبہ قسم کی شہادت کا راستہ کھولنا عدل و انصاف کی راہ میں خطرہ پیدا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عنوان باب نامکمل رکھا گیا ہے۔ پہلی روایت کے لئے کتاب الجنائز زیر باب ۷۹ روایت نمبر ۱۳۵۵ دیکھئے۔

---

[1] (سنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الشہادات، باب ما جاء فی شھادۃ المختبیء، جزء ۱۰ صفحہ ۲۵۱)
[2] (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب البیوع والاقضیۃ، باب فی شھادۃ السمع، جزء ۴ صفحہ ۴۲۷)
[3] (بخاری، کتاب الشہادات، باب ۱۱، شہادۃ الاعمیٰ)
(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب البیوع والأقضیۃ، باب فی شھادۃ الأعمیٰ، جزء ۴ صفحہ ۳۵۲)

بَاب ٤ : إِذَا شَهِدَ شَاهِدٌ أَوْ شُهُوْدٌ بِشَيْءٍ وَقَالَ آخَرُوْنَ مَا عَلِمْنَا بِذَلِكَ يُحْكَمُ بِقَوْلِ مَنْ شَهِدَ

اگر ایک گواہ یا کئی گواہ کسی بات کی شہادت دیں اور دوسرے کہیں ہمیں اس کا علم نہیں تو ان لوگوں کی بات پر فیصلہ کیا جائے گا جنہوں نے شہادت دی ہے

قَالَ الْحُمَيْدِيُّ: هَذَا كَمَا أَخْبَرَ بِلَالٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي الْكَعْبَةِ وَقَالَ الْفَضْلُ: لَمْ يُصَلِّ فَأَخَذَ النَّاسُ بِشَهَادَةِ بِلَالٍ. كَذَلِكَ إِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ أَنَّ لِفُلَانٍ عَلَى فُلَانٍ أَلْفَ دِرْهَمٍ وَشَهِدَ آخَرَانِ بِأَلْفٍ وَخَمْسِ مِائَةٍ يُقْضَى بِالزِّيَادَةِ.

حمیدی نے کہا: یہ ایسا ہی ہے جیسے حضرت بلالؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی اور حضرت فضل (بن عباسؓ) نے یہ روایت کی کہ آپؐ نے نہیں پڑھی تو لوگوں نے حضرت بلالؓ کی شہادت پر عمل کیا۔ اسی طرح دو گواہ یہ گواہی دیں کہ فلاں کا فلاں کے ذمہ ایک ہزار درہم ہے اور دوسرے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ ایک ہزار پانچ سو ہے تو جو زیادہ ہے، اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔

٢٦٤٠ : حَدَّثَنَا حِبَّانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِأَبِي إِهَابِ بْنِ عَزِيْزٍ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: قَدْ أَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِي تَزَوَّجَ. فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ: مَا أَعْلَمُ أَنَّكِ أَرْضَعْتِنِي وَلَا أَخْبَرْتِنِي. فَأَرْسَلَ إِلَى آلِ أَبِي إِهَابٍ يَسْأَلُهُمْ فَقَالُوْا: مَا عَلِمْنَاهُ أَرْضَعَتْ صَاحِبَتَنَا. فَرَكِبَ

۲۶۴۰: حبان (بن موسیٰ) نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی کہ عمر بن سعید بن ابی حسین نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: عبداللہ بن ابی ملیکہ نے حضرت عقبہ بن حارثؓ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ انہوں نے ابو اِہاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی تو ان کے پاس ایک عورت آئی تو اس نے کہا: میں نے عقبہؓ کو اور اسی عورت کو جس سے انہوں نے شادی کی ہے، دودھ پلایا تھا تو عقبہؓ نے اس سے کہا: میں نہیں جانتا کہ تم نے مجھے دودھ پلایا تھا اور نہ تم نے مجھے بتایا۔ پھر عقبہؓ نے ابو اِہاب کے خاندان سے

إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ؟ فَفَارَقَهَا وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ.

پچھوا بھیجا۔ انہوں نے کہا: ہم نہیں جانتے کہ اس عورت نے ہمارے ساتھی کو دودھ پلایا ہو۔ اس پر وہ سوار ہو کر نبی ﷺ کے پاس مدینہ پہنچے اور انہوں نے آپؐ سے پوچھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب کیا ہو جبکہ یہ بات کہی گئی ہے۔ اس پر عقبہؓ نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور ایک اور بیوی سے نکاح کیا۔

اطرافه: ٨٨، ٢٠٥٢، ٢٦٥٩، ٢٦٦٠، ٥١٠٤۔

تشریح: اِذَا شَهِدَ شَاهِدٌ اَوْ شُهُوْدٌ بِشَيْءٍ: شہادت میں مثبت پہلو کو منفی پہلو پر ترجیح ہے اور وہی قاعدہ عام طور پر مسلم ہے۔ شہادت کے تعلق میں عدم علم مقابل میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ عنوان باب میں حمیدی کے قول کا جو حوالہ دیا گیا ہے؛ کتاب الزکوٰۃ باب ۵۵ روایت ۱۴۸۳ میں بھی دیکھئے۔ یہ عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ بن عبداللہ بن زبیر بن عبید اللہ بن حمید ہیں۔ قاعدہ مذکورہ بالا اگرچہ اصولاً متفق علیہ ہے۔ لیکن بعض کے نزدیک تعارض کی صورت میں اثبات ونفی دونوں امور برابر ہوں گے اور ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کے لئے دلیل اور قرینے کی ضرورت ہوگی۔ جب تک کوئی دلیل یا قرینہ نہ ہو ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جائے گی۔ فقہاء حنفیہ نے اس تعلق میں یہ قاعدہ تجویز کیا ہے کہ اگر نفی کا پہلو اس نوعیت کا ہے کہ وہ دلیل کا متقاضی ہو تو اس صورت میں دلیل کی طرف رجوع کیا جائے گا بشرطیکہ مثبت ومنفی میں تعارض ہو ورنہ منفی پہلو نظر انداز ہوگا اور مثبت پر عمل کیا جائے گا۔ زیر باب جو روایت درج ہے اس میں ایک فریق نے رضاعت (دودھ پلانے) کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ دودھ پلانے والے نے اسے دودھ پلانے کی نسبت شہادت دی جو معتبر سمجھی گئی بمقابل ان کے جنہیں کچھ علم نہ تھا۔ یہ روایت کتاب العلم زیر باب ۲۶ روایت نمبر ۸۸ میں بھی دیکھئے۔

بَاب ٥ : اَلشُّهَدَاءُ الْعُدُوْلُ

عادل گواہ

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالَى وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ. (الطلاق:٣) وَ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ. (البقرة:٢٨٣)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: تم اپنے میں سے دو انصاف کرنے والے گواہ ٹھہراؤ (اور فرمایا:) اور وہ ایسے لوگوں سے ہوں جن کو تم پسند کرتے ہو۔

٢٦٤١: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ

۲۶۴۱: حکم بن نافع نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب

أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُتْبَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: إِنَّ أُنَاسًا كَانُوْا يُؤْخَذُوْنَ بِالْوَحْيِ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ وَإِنَّمَا نَأْخُذُكُمُ الْآنَ بِمَا ظَهَرَ لَنَا مِنْ أَعْمَالِكُمْ فَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا خَيْرًا أَمِنَّاهُ وَقَرَّبْنَاهُ وَلَيْسَ إِلَيْنَا مِنْ سَرِيْرَتِهِ شَيْءٌ اللهُ يُحَاسِبُ سَرِيْرَتَهُ. وَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا سُوْءًا لَمْ نَأْمَنْهُ وَلَمْ نُصَدِّقْهُ وَإِنْ قَالَ إِنَّ سَرِيْرَتَهُ حَسَنَةٌ.

نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف نے مجھ سے بیان کیا کہ عبداللہ بن عتبہ نے کہا: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض لوگوں سے وحی کی بناء پر مؤاخذہ کیا جاتا تھا اور اب وحی تو منقطع ہو چکی ہے اور ہم تم سے صرف تمہارے انہی عملوں کی بناء پر مواخذہ کریں گے جو ہم پر ظاہر ہوں۔ سو جس نے ہمیں بھلے کام دکھائے ہم اس سے مطمئن ہوں گے اور اس کو ہم اپنے قریب کریں گے اور اس کے اَندرُونے کا ہم سے کچھ واسطہ نہیں۔ اللہ اس کے اَندرُونے کا (اس سے) حساب لے گا۔ اور جس نے ہمیں بُرے کام دِکھلائے ہم اس سے مطمئن نہیں ہوں گے اور نہ اسے سچا سمجھیں گے، اگرچہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ اس کا اَندرُونہ اچھا ہے۔

تشریح: اَلشُّهَدَآءُ الْعُدُوْلُ: ان آیات میں شاہد عادل کے دو وصف بیان ہوئے ہیں۔ ایک وصف یہ ہے کہ وہ صفت عدل سے متصف ہو اور دوسرا یہ کہ پسندیدہ اخلاق ہو۔ حضرت عمرؓ نے صفات عادل کی وضاحت فرما دی ہے کہ اعمال صالحہ بجالانے والا امین اور قابل اعتماد ہو۔ ظاہر ہے کہ غیر صالح اعمال والا معتبر نہ ہوگا اور اس کا دعویٰ کہ باطن اس کا اچھا ہے تسلیم نہ کیا جائے گا۔

بَاب ٦ تَعْدِيْلُ كَمْ يَجُوْزُ؟

کتنے اشخاص کی شہادت کسی کو عادل ٹھہرا سکتی ہے؟

٢٦٤٢: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مُرَّ عَلَى

۲۶۴۲: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ثابت سے، ثابت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ: وَجَبَتْ. ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرَى فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا- أَوْ قَالَ غَيْرَ ذَلِكَ- فَقَالَ: وَجَبَتْ. فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ قُلْتَ لِهَذَا وَجَبَتْ وَلِهَذَا وَجَبَتْ. قَالَ: شَهَادَةُ الْقَوْمِ. اَلْمُؤْمِنُوْنَ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ.

طرفہُ: ١٣٦٧۔

انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ لے کر گزرے۔لوگوں نے اس کی اچھی تعریف کی۔آپؐ نے فرمایا: اس کے لئے (جنت) واجب ہوگئی۔پھر اس کے بعد ایک اور (جنازہ) لے کر آپؐ کے پاس سے گزرے اور لوگوں نے اس کی مذمت کی یا راوی نے اس کے علاوہ اور لفظ کہا: تو آپؐ نے فرمایا: اس کے لئے (دوزخ) واجب ہوگئی۔آپؐ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! آپؐ نے اس کے لئے بھی فرمایا کہ (جنت) واجب ہوگئی اور اس کے لئے بھی فرمایا (آگ) واجب ہوگئی۔آپؐ نے فرمایا: جماعت کی گواہی ہے۔مومن تو زمین میں اللہ کے گواہ ہیں۔

٢٦٤٣: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ: أَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ وَقَدْ وَقَعَ بِهَا مَرَضٌ وَهُمْ يَمُوْتُوْنَ مَوْتًا ذَرِيْعًا فَجَلَسْتُ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَمَرَّتْ جَنَازَةٌ فَأُثْنِيَ خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ. ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرَى فَأُثْنِيَ خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ. ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ فَأُثْنِيَ شَرًّا فَقَالَ: وَجَبَتْ. فَقُلْتُ: وَمَا وَجَبَتْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ قَالَ: قُلْتُ

۲۶۴۳: موسیٰ بن اسماعیل نے ہمیں بتایا کہ داؤد بن ابی الفرات نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ بن بریدہ نے ابوالاسود سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ انہوں نے کہا: میں مدینہ میں آیا اور اس میں وبا تھی اور لوگ بری موت مر رہے تھے۔میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گیا تو اتنے میں ایک جنازہ گزرا۔اس کی اچھی تعریف کی گئی اور حضرت عمرؓ نے کہا: واجب ہوگئی۔پھر دوسرا جنازہ گزرا اور اس کی بھی اچھی تعریف کی گئی اور حضرت عمرؓ نے کہا: واجب ہوگئی۔پھر تیسرا گزرا اور اس کی مذمت کی گئی، تو حضرت عمرؓ نے کہا: واجب ہوگئی۔میں نے پوچھا: امیر المؤمنین! یہ واجب ہوگئی کیا ہے؟

كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ. قُلْنَا: وَثَلَاثَةٌ؟ قَالَ: وَثَلَاثَةٌ. قُلْنَا: وَاثْنَانِ؟ قَالَ: وَاثْنَانِ. ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ.

انہوں نے کہا: میں نے وہی کہا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ جس مسلمان کے حق میں چار شخص بھلائی کی گواہی دیں اس کو اللہ جنت میں داخل کردے گا۔ ہم نے پوچھا: اور تین بھی۔ آپ نے فرمایا: تین بھی۔ ہم نے کہا: دو بھی۔ آپ نے فرمایا: دو بھی۔ پھر اس کے بعد ہم نے ایک کے متعلق نہیں پوچھا۔

طرفهُ: ۱۳۶۸۔

تشریح: **تَعْدِيلُ كَمْ يَجُوزُ:** شاہد عادل کیسے سمجھا جائے گا؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جس کے متعلق رائے عامہ اچھی ہو وہ اچھا سمجھا جائے گا۔ ہر شخص اپنے جیسے دوست رکھتا ہے۔ ان کا معاملہ آپس میں تو اچھا ہی ہوگا۔ مگر کسی کے تعلقات نیک و بد کی جانچ دراصل اس طرح ہوسکتی ہے کہ وہ غیروں کے ساتھ کیسا رویہ رکھتا ہے۔ اسی موازنہ ومقابلہ سے کسی شخص کے کردار کا تعین صحیح طور پر ہوسکتا ہے کہ وہ صالح ہے یا غیر صالح۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہاں یہ فقہی مسئلہ مدنظر ہے کہ آیا صرف ایک شاہد عادل کی شہادت بھی قابل قبول ہوسکتی ہے یا نہیں۔ یہ مسئلہ الگ آئے گا۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۱۱)

چونکہ **کتاب الشہادات** کا تعلق حکومت کے محکمہ عدلیہ وغیرہ سے ہے اور معاشرہ میں غیر مسلم افراد بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کتاب کے مسائل اسلام کی اصولی تعلیم کے تحت رکھے گئے ہیں اور باب کا تعلق بھی اُصول دین سے ہے۔ فقہاء اسلام نے صحت شہادت کے لئے اسلام، بلوغت، عقل، حریت اور عدالت ضروری شرطیں قرار دی ہیں۔ جہاں تک مسلمان کی مسلمان کے لئے شہادت کا تعلق ہے یہ شرطیں درست ہیں۔ مگر جہاں عدالت اور غیر مسلم کا تعلق ہے فقہاء کا اختلاف ہے اور عدالت کی شرط مسلم وغیر مسلم دونوں پر ہی اطلاق پاتی ہے۔ رائے عامہ ایک یہودی کے متعلق اچھی ہو تو وہ بھی شہادت کے اعتبار سے عادل ہوگا۔ یہی منشاء ہے باب کی روایتوں کا اور قرآن مجید کی آیت کا۔ **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ.** (المائدہ: ۱۰۷) یعنی اے مومنو! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آجائے تو وصیت کے وقت تمہاری آپس کی گواہی کا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ تم میں سے دو عدل والے گواہ مقرر ہوں یا دو گواہ جو تم مسلمانوں سے نہ ہوں بلکہ غیر لوگوں میں سے ہوں۔ یہ طریقہ اس حالت میں ہوگا جب تم ملک میں سفر کر رہے ہو اور تم پر موت کی مصیبت نازل ہوجائے۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ غیر مسلم بھی عدالت کی صفت سے متصف ہوسکتا ہے۔ اگر رائے عامہ اس کی نسبت اچھی ہو۔ اس تعلق میں **کتاب الجنائز باب ۴۹** بھی دیکھئے۔ نیز کتاب الشہادات باب ۲۹ بھی ملاحظہ ہو۔

بَاب٧ : اَلشَّهَادَةُ عَلَى الْأَنْسَابِ وَالرَّضَاعِ الْمُسْتَفِيْضِ وَالْمَوْتِ الْقَدِيْمِ

نسب اور رضاعت کی جو شہرت ہو وہی تسلیم کی جائے گی
اور پرانے متوفی کی وفات سے متعلق سماعی شہادت

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْضَعَتْنِي وَأَبَا سَلَمَةَ ثُوَيْبَةُ. وَالتَّثَبُّتُ فِيْهِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ثویبہ نے مجھے اور ابوسلمہ کو دودھ پلایا تھا۔ نیز رضاعت کے فیصلہ میں جلدی نہ کرنا۔

٢٦٤٤ : حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخبرَنَا الْحَكَمُ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتِ: اسْتَأْذَنَ عَلَيَّ أَفْلَحُ فَلَمْ آذَنْ لَهُ فَقَالَ: أَتَحْتَجِبِيْنَ مِنِّي وَأَنَا عَمُّكِ؟ فَقُلْتُ: وَكَيْفَ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: أَرْضَعَتْكِ امْرَأَةُ أَخِي بِلَبَنِ أَخِي. فَقَالَتْ: سَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: صَدَقَ أَفْلَحُ ائْذَنِي لَهُ.

۲۶۴۴: آدم نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا (کہ انہوں نے کہا:) حکم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عراک بن مالک سے، عراک نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی، کہتی تھیں: افلح نے مجھ سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ میں نے ان کو اجازت نہیں دی۔ انہوں نے کہا: کیا تم مجھ سے پردہ کرتی ہو بحالیکہ میں تمہارا چچا ہوں۔ میں نے کہا: یہ کیسے؟ تو انہوں نے کہا: میری بھاوج نے تم کو میرے بھائی کا دودھ پلایا ہے، کہتی تھیں: میں نے اس کی بابت رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: افلح نے سچ کہا ہے، اسے اندر آنے کی اجازت دو۔

اطرافهُ: ٤٧٩٦، ٥١٠٣، ٥١١١، ٥٢٣٩، ٦١٥٦۔

٢٦٤٥ : حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۶۴۵: مسلم بن ابراہیم نے ہمیں بتایا۔ ہمام نے ہم سے بیان کیا کہ قتادہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے جابر بن زید سے، جابر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم

فِي بِنْتِ حَمْزَةَ: لَا تَحِلُّ لِي يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ هِيَ ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ.

طرفهُ: ۵۱۰۰۔

نے حضرت حمزہؓ کی بیٹی سے متعلق فرمایا کہ وہ میرے لئے جائز نہیں۔ جو رشتہ نسب کی وجہ سے حرام ہوتا ہے وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہوتا ہے۔ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔

۲٦٤٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَهَا وَأَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ رَجُلٍ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِ حَفْصَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ أُرَاهُ فُلَانًا - لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ - فَقَالَتْ عَائِشَةُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ هَذَا رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِكَ. قَالَتْ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُرَاهُ فُلَانًا لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لَوْ كَانَ فُلَانٌ حَيًّا - لِعَمِّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ دَخَلَ عَلَيَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ إِنَّ الرَّضَاعَةَ يَحْرُمُ مَا مِنْهَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ.

اطرافهُ: ۳۱۰۵، ۵۰۹۹۔

۲٦۴٦: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن ابی بکر سے، عبداللہ نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے اور انہوں نے ایک شخص کی آواز سنی جو حضرت حفصہؓ کے گھر میں آنے کی اجازت مانگ رہا تھا۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: میں نے کہا: یارسول اللہ! میرا خیال ہے کہ یہ فلاں شخص ہے، حفصہؓ کا رضاعی چچا۔ (ایک نسخہ بخاری میں یوں ہے:) حضرت عائشہؓ نے کہا: یارسول اللہ! یہ مرد آپؐ کے گھر میں آنے کی اجازت مانگتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا خیال ہے یہ فلاں ہے جو حفصہؓ کا رضاعی چچا ہے، تو حضرت عائشہؓ نے کہا: اگر فلاں زندہ ہوتا یعنی اپنے رضاعی چچا کی نسبت کہا تو وہ بھی میرے پاس آتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ رضاعت بھی انہی رشتوں کو محرم بنا دیتی ہے جو پیدائش کی وجہ سے محرم ہوتے ہیں۔

۲۶۴۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي رَجُلٌ فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ مَنْ هَذَا؟ قُلْتُ: أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ قَالَ: يَا عَائِشَةُ انْظُرْنَ مَنْ إِخْوَانُكُنَّ فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ. تَابَعَهُ ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ.

۲۶۴۷: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اشعث بن ابی شعثاء سے، اشعث نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے مسروق سے روایت کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (میرے پاس) آئے اور اُس وقت میرے پاس ایک شخص تھا، فرمایا: عائشہؓ یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میرا رضاعی بھائی۔ آپؐ نے فرمایا: عائشہؓ! تم عورتیں دیکھ لیا کرو، کون تمہارا بھائی ہے؟ کیونکہ رضاعت (دراصل) وہی ہے جس میں دودھ کی مقدار اتنی ہو جس سے بچہ سیر ہو جائے۔ (محمد بن کثیر کی طرح عبدالرحمٰن) بن مہدی نے بھی سفیان (ثوری) سے نقل کرتے ہوئے یہی روایت بیان کی۔

طرفہٗ: ۵۱۰۲۔

تشریح: اَلشَّهَادَةُ عَلَى الْاَنْسَابِ وَالرَّضَاعِ الْمُسْتَفِيضِ وَالْمَوْتِ الْقَدِيمِ:

فقہاء نے سماعی شہادت سے متعلق سوال اُٹھایا ہے کہ وہ کون سے امور ہیں جن میں سماعی شہادت پر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ ان میں سے نسب، رضاعت (دودھ پلانا) اور موت کا ذکر عنوان باب میں کیا گیا ہے۔ انہی پر ولادت عتق و غیر عتق (غلامی یا آزادی) اور ولائت (حق وراثت) ملکیت مکان، نکاح، مباشرت، ولایت (سرپرستی) وغیرہ کا قیاس کیا گیا ہے۔ طلاق کی نسبت سماعی شہادت کافی نہیں سمجھی گئی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیس سے زائد باتیں اس فہرست میں شمار کی ہیں۔ جن میں سے بلوغت، عدت سے فراغت، عفو، قصاص، ایلاء و اظہار (بیوی سے قطع تعلق کی قسم) خلع، تدبیر، مکاتبت بھی ہیں۔ اس تعلق میں قابل اعتبار لوگوں کی سماعی شہادت کافی ہے کہ ہم عرصہ سے سن رہے ہیں کہ فلاں کو فلاں عورت نے دودھ پلایا ہے یا فلاں سے فلاں کا نکاح ہوا اور بطور بیوی اس کے گھر میں آباد رہی ہے اور دعوت ولیمہ میں شریک ہوئے ہیں۔ فلاں مکان یا غلام فلاں کا ہے اور فلاں فلاں کا بیٹا ہے۔ فلاں کو فلاں کی زمین بطور وقف دی گئی ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۱۴)

اَلرَّضَاعُ الْمُسْتَفِيضُ سے مراد وہ رضاعت ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ فلاں نے فلاں کو دودھ پلایا ہے۔ اَلْمَوْتُ الْقَدِيمُ سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص گواہی دے کہ فلاں مر چکا ہے۔ اس میں بھی سماعی شہادت معتبر ہوگی بشرطیکہ گواہی دینے والے قابل اعتبار لوگ ہوں۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس ضمن میں نہایت قابل قدر رائے ظاہر کی

ہے اور یہ رائے مسلّمۂ فقہاء ہے کہ سماعی شہادت کا درجہ استحسان کا ہے اور وہ فرماتے ہیں: **وَاِلَّا فَالْاَصْلُ اَنَّ الشَّهَادَةَ لَا بُدَّ فِيهَا مِنَ الْمُشَاهَدَةِ.** سماعی شہادت ایسے لوگوں کی قابل قبول ہوگی جنہوں نے معتبر لوگوں سے ان کی چشم دید بات سنی اور ان سننے والوں کو ان کی نسبت یہ اطمینان ہو کہ ان کا جھوٹ پر سمجھوتا کرنا بعید ہے اور بعض کے نزدیک ایسے چار معتبر شخصوں کی شہادت قابل قبول ہوگی اور بعض کے نزدیک دو معتبر شخص ہی کافی ہیں اور بعض نے ایک ہی کافی سمجھا ہے بشرطیکہ شاہد عادل ہو؛ جس کی دیانت وامانت کی نسبت پورا اطمینان ہو۔

(فتح الباری جزء۵ صفحہ۳۱۳) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۲۰۲)

یہ وہ فقہی مسئلہ ہے جس کے لیے باب ۷ باندھا گیا ہے۔ عنوان باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کا ذکر اسی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے کیا گیا ہے کہ رضاعت کے بارہ میں ایک شاہد عادل کی گواہی بھی کافی ہے۔ محولہ روایت کتاب النکاح میں موصولاً منقول ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۵۱۰۱)

باب ۷ میں چار روایتیں منقول ہیں۔ چاروں رضاعت سے متعلق ہیں۔ دوسری حدیث (نمبر ۲۶۴۵) میں ایک کے سوا جو صحابی ہیں باقی کے تمام راوی بصری ہیں۔ تیسری حدیث (نمبر ۲۶۴۶) کے راوی مدنی ہیں؛ سوائے شیخ عبداللہ بن یوسف کے جو امام بخاریؒ کے استاد ہیں۔ چوتھی حدیث (نمبر ۲۶۴۷) کے راوی سوائے حضرت عائشہؓ کے کوفی ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ رضاعت کے بارے میں صحابہ اور تابعین اور فقہاء مدینہ، بصرہ اور کوفہ متفق ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۳۱۳)

چوتھی روایت کے آخر میں عبدالرحمٰن بن مہدیؒ کی متابعت کا ذکر ہے۔ یعنی محمد بن کثیر کی طرح انہوں نے بھی حضرت عائشہؓ سے یہی روایت نقل کی ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی یہی روایت امّ المومنین حضرت عائشہؓ سے موصولاً منقول ہے۔☆ افلح سے متعلق یہ اختلاف ہے کہ آیا وہ ان کے رضاعی چچا تھے یا رضاعی باپ۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۳۱۳، ۳۱۴)

فَاِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ: یعنی رضاعت وہی ہے جو کمسن بچے کی بھوک دور کرنے کی غرض سے بچے کو اس کی خوراک کھانے کی عمر میں دودھ پلایا ہو ورنہ محض رضاعت کسی کو رضاعی رشتہ میں منسلک نہیں کر دیتی۔ **اُنْظُرْنَ.** اس لئے اس امر میں سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا جائے کہ کون فی الواقعہ رضاعی رشتہ دار ہے۔

بَاب ۸: شَهَادَةُ الْقَاذِفِ وَالسَّارِقِ وَالزَّانِي

زنا کی تہمت لگانے والے اور چور اور زانی کی شہادت

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا. (النور: ۵-۶)

اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد: ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ دراصل فاسق ہیں، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کر لی ہو۔

☆ (صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب انما الرضاعة من المجاعة)

وَجلَدَ عُمَرُ أَبَا بَكْرَةَ وَشِبْلَ بْنَ مَعْبَدٍ وَنَافِعًا بِقَذْفِ الْمُغِيْرَةِ ثُمَّ اسْتَتَابَهُمْ وَقَالَ: مَنْ تَابَ قَبِلْتُ شَهَادَتَهُ.

اور حضرت عمرؓ نے ابوبکرہؓ اور شبل بن معبد اور نافع (بن حارث) کو مغیرہؓ پر زنا کی تہمت لگانے کی وجہ سے کوڑے لگائے اور پھر انہوں نے انہیں توبہ کا موقع دیا اور فرمایا: جو توبہ کرلے میں اس کی شہادت مان لوں گا۔

وَأَجَازَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُتْبَةَ وَعُمَرُ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَسَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَطَاوُسٌ وَمُجَاهِدٌ وَالشَّعْبِيُّ وَعِكْرِمَةُ وَالزُّهْرِيُّ وَمُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ وَشُرَيْحٌ وَمُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ.

اور عبداللہ بن عتبہ اور عمر بن عبدالعزیز اور سعید بن جبیر اور طاؤس اور مجاہد اور شعبی اور عکرمہ (مولیٰ بن عباسؓ) اور زہری اور محارب بن دِثار اور شریح اور معاویہ بن قرۃ نے جائز قرار دیا۔

وَقَالَ أَبُو الزِّنَادِ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا بِالْمَدِيْنَةِ إِذَا رَجَعَ الْقَاذِفُ عَنْ قَوْلِهِ فَاسْتَغْفَرَ {رَبَّهُ☆}قُبِلَتْ شَهَادَتُهُ.

اور ابوزناد نے کہا: مدینہ میں ہمارے نزدیک تو دستور یہ تھا کہ اگر زنا کی تہمت لگانے والا اپنی بات سے پلٹ جاتا اور {اپنے ربّ☆ سے} مغفرت طلب کرتا تو اس کی شہادت قبول کرلی جاتی۔

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ وَقَتَادَةُ: إِذَا أَكْذَبَ نَفْسَهُ جُلِدَ وَقُبِلَتْ شَهَادَتُهُ.

اور شعبی اور قتادہ نے کہا: اگر وہ اپنے جھوٹ کو تسلیم کرلے تو اسے کوڑے لگائے جائیں اور اس کی شہادت قبول کرلی جائے۔

وَقَالَ الثَّوْرِيُّ: إِذَا جُلِدَ الْعَبْدُ ثُمَّ أُعْتِقَ جَازَتْ شَهَادَتُهُ وَإِنِ اسْتُقْضِيَ الْمَحْدُوْدُ فَقَضَايَاهُ جَائِزَةٌ.

اور (سفیان) ثوری نے کہا: جب غلام کو کوڑے لگائے جائیں اور اس کے بعد وہ آزاد کردیا جائے تو اس کی بھی شہادت جائز ہوگی۔ اگر وہ شخص جس کو سزا دی گئی ہو، قاضی بنا دیا جائے تو اس کے فیصلے نافذ ہوں گے۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ الْقَاذِفِ وَإِنْ تَابَ. ثُمَّ قَالَ: لَا يَجُوْزُ

اور بعض لوگوں نے کہا: تہمت لگانے والے کی شہادت جائز نہیں ہوگی، خواہ وہ توبہ ہی کیوں نہ کرلے۔ پھر یہ

☆ لفظ "رَبَّهُ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ حاشیہ صفحہ ۳۱۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

نِكَاحٌ بِغَيْرِ شَاهِدَيْنِ فَإِنْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ مَحْدُوْدَيْنِ جَازَ وَإِنْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ عَبْدَيْنِ لَمْ يَجُزْ. وَأَجَازَ شَهَادَةَ الْمَحْدُوْدِ وَالْعَبْدِ وَالْأَمَةِ لِرُؤْيَةِ هِلَالِ رَمَضَانَ. وَكَيْفَ تُعْرَفُ تَوْبَتُهُ. وَقَدْ نَفَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّانِيَ سَنَةً وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَلَامِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَصَاحِبَيْهِ حَتَّى مَضَى خَمْسُوْنَ لَيْلَةً.

بھی کہتے ہیں کہ دو گواہوں کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا اور اگر دو سزا یافتہ آدمیوں کی شہادت کے ساتھ نکاح کرے تو یہ جائز ہوگا اور اگر دو غلاموں کی شہادت سے نکاح کرے تو یہ جائز نہ ہوگا۔ اور رمضان کا چاند دیکھنے کے لئے سزا یافتہ اور غلام اور لونڈی کی شہادت جائز قرار دی ہے۔ اور زنا کی تہمت لگانے والے کی توبہ کیوں کر معلوم ہو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی کو ایک سال کے لئے شہر بدر کیا تھا اور حضرت کعب بن مالکؓ اور ان کے دونوں ساتھیوں سے مقاطعہ فرمایا (بات چیت کرنے سے منع کر دیا) یہاں تک کہ پچاس راتیں گزر گئیں۔

٢٦٤٨: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ.

۲۶۴۸: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: (عبداللہ) بن وہب نے مجھے بتایا۔ انہوں نے یونس سے روایت کی۔

وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ امْرَأَةً سَرَقَتْ فِي غَزْوَةِ الْفَتْحِ فَأُتِيَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَقُطِعَتْ يَدُهَا. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا وَتَزَوَّجَتْ وَكَانَتْ تَأْتِي بَعْدَ ذَلِكَ فَأَرْفَعُ حَاجَتَهَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور لیث نے کہا: یونس نے مجھے بتایا۔ ابن شہاب سے روایت ہے کہ عروہ بن زبیر نے مجھے بتایا۔ ایک عورت نے فتح مکہ کے دِنوں میں چوری کی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی گئی۔ آپؐ نے اس کے متعلق فیصلہ فرمایا اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: اس کی توبہ اچھی ہوئی اور اس نے شادی کی اور اس کے بعد جب بھی وہ آتی تو میں اس کی ضرورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کر دیتی۔

اطرافه: ٣٤٧٥، ٣٧٣٢، ٣٧٣٣، ٤٣٠٤، ٦٧٨٧، ٦٧٨٨، ٦٨٠٠۔

٢٦٤٩: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَمَرَ فِيْمَنْ زَنَى وَلَمْ يُحْصَنْ بِجَلْدِ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبِ عَامٍ.

۲۶۴۹: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ سے، عبیداللہ نے حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے، حضرت زیدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے اس شخص کو سو کوڑے لگائے اور ایک سال جلاوطن کئے جانے کا حکم دیا جس نے زنا کیا تھا اور وہ شادی شدہ نہ تھا۔

اطرافهُ: ٢٣١٤، ٢٦٩٦، ٢٧٢٥، ٦٦٣٤، ٦٨٢٨، ٦٨٣١، ٦٨٣٦، ٦٨٤٣، ٦٨٦٠، ٧١٩٤، ٧٢٥٩، ٧٢٧٩۔

تشریح: **شَهَادَةُ الْقَاذِفِ وَالسَّارِقِ وَالزَّانِيْ:** یہ سوال کہ اگر فاسق فسق وفجور سے تائب ہو تو اس کی شہادت قابل قبول ہوگی یا نہیں ہوگی؟ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صحت شہادت کے لئے علاوہ احکام اسلام کی پابندی کے یہ دیکھ لینا بھی ضروری ہے (اَنْ لَّا تُعْلَمَ مِنْهُ جُرْحَةً) کہ خلاف ورزی شریعت سے متہم تو نہیں ہوا۔ کیونکہ توبہ سے حدود ساقط نہیں ہوتیں اور جو سزا یافتہ ہو وہ از روئے شرائط عدالت مجروح ہے اور توبہ کرنے پر بھی بطور شاہد عادل شمار نہیں ہوگا۔ فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ فاسق کی شہادت بموجب نص صریح وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا (النور:۵) قابل قبول نہیں۔ (بداية المجتهد، كتاب الاقضية، الباب الثالث، الفصل الاول فى الشهادة، جزء ثانی صفحہ ۳۴۶) آخری حصہ آیت اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ (النور:۶) استثناء خاص ہے۔ اس کا تعلق ساری آیت سے نہیں بلکہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ سے ہے نہ کہ وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا سے۔

بہتان طرازی ایک شخص کو قطعی طور پر عدالت کی صفت سے محروم کر دیتی ہے۔ تفصیل کے لئے بداية المجتهد، كتاب الأقضية، الباب الثالث، الفصل الأوّل فى الشهادة، جزء ثانی صفحہ ۳۴۶ دیکھئے۔ اسلام نے شاہد عادل کے لئے نہایت کڑی شرائط مقرر کی ہیں جنہیں نظر انداز کرنے کا نتیجہ آج کل کی عدالتوں کے کوائف سے ظاہر ہے۔ كتاب الشهادات میں مسئلہ تعدیل کو دیگر مسائل شہادت پر مقدم اسی لئے رکھا گیا ہے کہ حقوق کی حفاظت وسلامتی کے لئے یہ بطور بنیاد کے ہے۔ قاضی کا پہلا فرض یہ ہے کہ گواہ کی نسبت کما حقہ تحقیق کرے کہ وہ عادل ہونے کی صفت سے متصف ہے یا نہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ زانی، شرابی، فریب شعار اور کذاب یہ قسم کھا کر کہ وہ سچ کہے گا، شہادت کے کٹہرے میں آ کھڑا ہوتا ہے۔ پھر پولیس اور وکلاء جو چاہتے ہیں اس سے کہلواتے ہیں۔ اس کی وجہ اسلام کی تجویز کردہ شرائط تعدیل سے غفلت اور سہل انگاری ہے۔ اسی وجہ سے آج عدالتوں سے صداقت اٹھ گئی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوان باب میں

قذف، سرقہ اور زنا کو اکٹھا رکھا ہے کہ یہ بدیاں ایک ہی نوعیت یعنی خیانت کی ہیں اور خائن پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا اور دوسری وجہ جیسا کہ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے، یہ ہے کہ بیہقی رحمہ اللہ علیہ نے بسند علی بن ابی طلحہ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر کے متعلق آیت وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا...... اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا نقل کر کے کہا ہے کہ اگر فاسق توبہ کرے تو اس کی شہادت قبول ہوگی[1]۔ یہی فتویٰ جمہور کا ہے۔ جسے احناف نے تسلیم نہیں کیا اور استثناء کو محدود معنوں میں لیا ہے جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے اور عنوان باب میں وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ سے احناف ہی کے مذہب کی طرف اشارہ ہے۔

(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۱۵، ۳۱۷)

عنوان باب میں جمہور کے فتویٰ کی تائید و مخالفت میں دونوں قسم کے حوالے دیئے گئے ہیں جو مختصراً ذیل میں درج ہیں۔

مَنْ تَابَ قَبِلْتُ شَهَادَتَهُ: حضرت عمرؓ کے فتویٰ کا تعلق صرف قذف یعنی بہتان زنا سے ہے۔ کیونکہ مشار الیہ واقعہ میں تہمت لگانے والوں کو موقع دیا گیا تھا اگر وہ اپنے جھوٹ کا اقرار کر لیں اور آئندہ کے لئے بہتان طرازی سے تائب ہوں تو ان کی شہادت قبول ہوگی۔ یہ مشہور واقعہ ہے جس میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ امیر بصرہ پر زنا کا الزام لگایا گیا تھا اور زیاد بن عبید نے بطور گواہ سلطانی تہمت لگانے والوں کے خلاف شہادت دی...... اور اتہام لگانے والوں کا جھوٹ ثابت ہونے پر انہیں کوڑوں کی سزا دی گئی اور پھر توبہ کا موقع دیئے جانے پر سوائے ابوبکرہ کے باقیوں نے سزا کے بعد اپنے جھوٹ کا اقرار کر لیا۔ اس قضیہ نامرضیہ کی تحقیق کے لئے مدینہ سے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بھیجے گئے تھے اور حضرت مغیرہؓ بغرض تحقیق امارت سے معزول کئے گئے تھے۔ امیر کے خلاف شریر طبقہ کا یہ منصوبہ تھا جیسا بعض اور امیروں کے خلاف بھی اسی قسم کی بہتان طرازی ہوئی۔ (کتاب الاذان باب ۹۵ روایت نمبر ۷۵۵)

حضرت عمرؓ اور جمہور کے فتویٰ کی تائید میں گیارہ فتوے نقل کئے گئے ہیں۔ فتویٰ دینے والے مفتیوں میں صحابی، مشہور تابعین اور تبع تابعین مدنی اور فقہائے شام و کوفہ و بصرہ شامل ہیں۔ ان میں امام شعبی کا فتویٰ طبری[2] نے اور طاؤس اور مجاہد کا فتویٰ سعید بن منصور نے نقل کیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا فتویٰ طبری[2] اور عبدالرزاق[3] نے نقل کیا ہے۔ معاویہ بن قرۃؒ قاضی بصرہ اور تابعی ہیں۔ مشارٌ الیہ اقوال کی تفصیل کے لئے فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۱۶، ۳۱۷ نیز عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۲۰۸ تا ۲۱۱ دیکھئے۔

مذکورہ بالا فتوے کے مقابل احناف کا فتویٰ ہے کہ قاذف کی شہادت توبہ کے باوجود بھی قبول نہ کیا جائے۔ علامہ شریح قاضی کوفہ کا عمل اسی فتوے کے مطابق تھا جیسا کہ اس بارے میں ان کا مذہب نقل کیا گیا ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۱۷)

عنوان باب میں احناف کے نقطہ نظر پر بعض اعتراضات کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ جن میں سے ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ ان کے فتوے میں تناقض ہے کہ تائب سزا یافتہ کی شہادت بعض صورتوں میں تو جائز ہوتی ہے مگر اس کی شہادت قذف

---

[1] (سنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الشهادات، باب شهادة القاذف، جزء۱۰ صفحہ ۱۵۳)

[2] (جامع البیان فی تأویل القرآن للطبری، تفسیر سورة النور، آیت ۵)

[3] (مصنف عبد الرزاق، کتاب الشهادات، باب شهادة القاذف جزء۸ صفحہ ۳۶۱)

کے تعلق میں جائز نہیں۔ علامہ عینی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ نکاح اور رؤیت ہلال کا معاملہ جدا نوعیت کا ہے۔ اس میں شہرت درکار ہے۔ لیکن عدالت کا جب معاملہ ہو تو صورت بدل جاتی ہے اور صرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کی رائے نہیں بلکہ ان سے قبل حضرت ابن عباسؓ بھی یہی فتویٰ دے چکے ہیں۔ جیسا کہ امام ابن حزمؒ نے معتبر سند سے ان کا فتویٰ نقل کیا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۲۰۹، ۲۱۰) دراصل دونوں فتوے ہی حالات کے ماتحت قابل عمل ہیں۔ بعض اوقات شہادت کی کمی قاذف کی شہادت سے پوری کی جاسکتی ہے۔ اسلامی فقہ میں جو وسعت نظر ہے وہ اسی لئے قابل قدر ہے کہ دارالقضاء کسی ایک فتوے سے جکڑ نہیں دیا گیا۔ قاضی بوقت تحقیق حق و باطل کی نسبت بہتر رائے قائم کرسکتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب تو عدالت کی شرائط کا منشاء پورا کرتا ہے اور دوسرے نقطہ ہائے نظر سہولت و وسعت کا پہلو لئے ہوئے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کے تحت صرف دو روایتیں نقل کی ہیں۔ ایک روایت سارقہ سزا یافتہ کی توبہ اور اس کے صالحہ ہو جانے کے متعلق ہے اور دوسری کا سزا یافتہ زانی شخص کے ایک سال کے لئے شہر بدر ہونے سے۔ فقہاء نے سزا یافتہ کی توبہ سے متعلق یقین حاصل کرنے کے لئے مدت کا سوال بھی اٹھایا ہے جو بعض فقہاء کے نزدیک ایک سال ہے۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ اس تعلق میں دوسری روایت نقل کی گئی ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۳۱۸)

وَإِنِ اسْتُقْضِيَ الْمَحْدُوْدُ فَقَضَايَاهُ جَآئِزَةٌ: عنوان باب میں بعض فقرے قابل تشریح ہیں۔ اس فقرہ کا تعلق سفیان ثوری کے فتویٰ سے ہے۔ ان کے نزدیک تائب سزا یافتہ کی شہادت تو قبول نہیں ہوتی☆ لیکن اگر ایسا شخص حکومت کی طرف سے قاضی بنایا جائے تو اس کے فیصلے نافذ ہوں گے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۲۱۰)

وَكَيْفَ تُعْرَفُ تَوْبَتُهُ: اس فقرے سے فقہاء کے اختلاف کی طرف اشارہ ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر سلف صالح کے نزدیک جرم کا اقرار کر لینے سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ اعتراف جرم کرنے والا نادم و تائب ہے۔ مگر امام مالک کے نزدیک آئندہ اس کے کردار صالح ہی سے علم ہوگا کہ وہ واقعی طور پر بھی تائب ہے۔ محض اقرارِ جرم تائب سمجھے جانے کے لئے کافی نہیں۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۳۱۷)

نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كَلَامِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ: یہ واقعہ مفصل کتاب التفسیر سورۃ البراءۃ زیر باب ۱۸ روایت نمبر ۴۶۷۷ اور کتاب المغازی زیر باب ۷۹ روایت نمبر ۴۴۱۸ دیکھئے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے چور کی شہادت اگر وہ واقعی توبہ کرلے، قابل قبول سمجھی ہے اور اس بارہ میں اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ فقہاء کا اس پر اجماع ہے جو امام ابن حجرؒ کے نزدیک درست ہے۔ امام بخاریؒ نے اس بارہ میں سکوت کی وجہ سے ان تینوں کو ایک زمرہ میں رکھا ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۳۱۸)

فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا سے یہ تو ظاہر ہے کہ فاطمہ بنت اسودؓ کی توبہ نہایت اچھی تھی مگر یہ کہ وہ شہادت کے لحاظ سے کیسی سمجھی گئی، اس بارہ میں کوئی صراحت موجود نہیں۔

☆ (مصنف عبد الرزاق، کتاب الطلاق، باب قوله ولا تقبلوا لهم شهادة أبدا)

بَاب ۹: لَا يَشْهَدُ عَلَى شَهَادَةِ جَوْرٍ إِذَا أُشْهِدَ

کوئی شخص جسے ظلم کی کسی بات پر گواہ ٹھہرایا جائے تو گواہ نہ بنے

۲۶۵۰: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا أَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَأَلَتْ أُمِّي أَبِي بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ لِي مِنْ مَّالِهِ ثُمَّ بَدَا لَهُ فَوَهَبَهَا لِي فَقَالَتْ: لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَخَذَ بِيَدِي وَأَنَا غُلَامٌ فَأَتَى بِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ أُمَّهُ بِنْتَ رَوَاحَةَ سَأَلَتْنِي بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ لِهَذَا. قَالَ: أَلَكَ وَلَدٌ سِوَاهُ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَأُرَاهُ قَالَ: لَا تُشْهِدْنِي عَلَى جَوْرٍ.

وَقَالَ أَبُو حَرِيْزٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ: لَا أَشْهَدُ عَلَى جَوْرٍ.

اطرافه: ۲۵۸۶، ۲۵۸۷۔

۲۶۵۰: عبدان نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ ابوحیان (یحیٰ بن سعید) تیمی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبی سے، شعبی نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی، کہتے تھے: میری ماں نے میرے باپ سے کہا کہ نعمان کیلئے اپنے مال سے کچھ ہبہ کردیں (وہ نہ مانے) پھر انہیں خیال آیا اور انہوں نے میرے لئے ہبہ کردیا۔ میری ماں نے کہا: میں خوش نہ ہوں گی جب تک تم نبی ﷺ کو گواہ نہ ٹھہراؤ گے تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں اُس وقت بچہ ہی تھا اور نبی ﷺ کے پاس مجھے لے گئے اور کہا: اس کی ماں نے جو رواحہ کی بیٹی ہیں مجھ سے مطالبہ کیا ہے کہ میں اس کے لئے ہبہ کردوں۔ آپؐ نے پوچھا: کیا اس کے سوا تمہاری اور اولاد بھی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ (نعمان) کہتے تھے: میں سمجھتا ہوں، آپؐ نے فرمایا: مجھے ظلم کی بات پر گواہ نہ ٹھہراؤ۔

اور ابوحریز نے شعبی سے یوں نقل کیا: میں ظلم کی بات پر گواہ نہیں بنتا۔

۲۶۵۱: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ زَهْدَمَ ابْنَ مُضَرِّبٍ قَالَ: سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ

۲۶۵۱: آدم نے ہمیں بتایا۔ شعبہ نے ہم سے بیان کیا کہ ابوجمرہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے زہدم بن مضرب سے سنا۔ زہدم نے کہا: میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے سنا۔ کہتے تھے:

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُكُمْ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ- قَالَ عِمْرَانُ: لَا أَدْرِي أَذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ قَرْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً- قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ وَيَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ وَيَنْذِرُوْنَ وَلَا يَفُوْنَ وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ.

اطرافهُ: ٣٦٥٠، ٦٤٢٨، ٦٦٩٥۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تم میں سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جو میرے زمانے کے ہیں۔ پھر وہ لوگ جو اُن کے بعد ہیں۔ پھر وہ جو اُن کے بعد ہوں گے۔ عمران کہتے تھے: میں نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد دو زمانوں کا ذکر کیا یا تین کا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو خیانتیں کریں گے اور ان پر اعتبار نہیں کیا جائے گا اور وہ خود بخود گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی طلب نہ کی جائے گی اور نذر مانیں گے اور پوری نہ کریں گے اور موٹا پا انہیں خوب ہوگا۔

٢٦٥٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبِيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَجِيْءُ أَقْوَامٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِيْنَهُ وَيَمِيْنُهُ شَهَادَتَهُ. قَالَ إِبْرَاهِيْمُ: وَكَانُوْا يَضْرِبُوْنَنَا عَلَى الشَّهَادَةِ وَالْعَهْدِ.

اطرافهُ: ٣٦٥١، ٦٤٢٩، ٦٦٥٨۔

٢٦٥٢: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابراہیم (نخعی) سے، ابراہیم نے عبیدہ (سلمانی) سے، عبیدہ نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو میرے زمانہ کے ہیں۔ پھر وہ جو اس کے بعد ہیں۔ پھر وہ جو اُن کے بعد ہوں گے۔ پھر ایسے لوگ آئیں گے کہ ان میں سے ایک حلفیہ شہادت سے پہلے ہی شہادت دینے لگے گا بحالیکہ دیکھا کچھ بھی نہیں ہوگا اور قسم طلب کئے جانے پر فوراً قسم کھالے گا۔ ابراہیم (نخعی) نے کہا: ہم تو (بچپن میں) گواہ بننے اور قول و پیمان کرنے کی وجہ سے پیٹے جاتے تھے۔

تشریح: **لَا يَشْهَدُ عَلَى شَهَادَةِ جَوْرٍ إِذَا أُشْهِدَ:** آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے مذکورہ بالا عنوان ماخوذ ہے۔ آپؐ نے حضرت نعمان بن بشیرؓ کے والد سے فرمایا تھا: **لَا تُشْهِدْنِيْ عَلَى جَوْرٍ**. گواہ کا گواہی کے لئے خود پیش ہونا اس کی شہادت کو مشتبہ کر دیتا ہے کہ وہ صاحب غرض ہے یا شہادت میں اس کو دلچسپی ہے۔ فقہاء کے نزدیک نہ صرف معصیت ہی شہادت کو مجروح کرنے والی ہے بلکہ اور باتیں بھی ہیں جو بظاہر معصیت تو نہیں لیکن شروط عدالت کے منافی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے اُسوۂ حسنہ سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے بے انصافی والی بات میں گواہ بننا پسند نہیں فرمایا اور آج کل جو کچھ ہو رہا ہے اس کا ذکر مخبر صادق علیہ السلام نے قبل از وقت بطور پیشگوئی فرما دیا تھا۔ شہادت عدالتی کاروائی کے لئے ایک مضبوط بنیاد ہے۔ جب شہادت کا مذکورہ بالا حال ہو تو عدل وانصاف کہاں قائم رہ سکتا ہے۔

قَالَ إِبْرَاهِيْمُ وَكَانُوْا يَضْرِبُوْنَنَا......: روایت نمبر ۲۶۵۲ کے آخر میں ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی مذکورہ بالا سند ہی سے مروی ہے۔ یہی روایت **کتاب فضائل الصحابة** روایت نمبر ۳۶۵۱ میں بھی مذکور ہے۔ اُس روایت میں ان کا بیان ہے کہ ہم بچے تھے اور ہمیں بلا ضرورت شہادت سے منع کیا جاتا، تا عادات نہ بگڑیں۔

بَاب ۱۰: مَا قِيْلَ فِي شَهَادَةِ الزُّوْرِ

جھوٹی شہادت سے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے

لِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ. (الفرقان: ۷۳) وَكِتْمَانِ الشَّهَادَةِ: وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَإِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۴﴾ (البقرة: ۲۸٤) تَلْوٗٓا (النساء: ۱۳٦) أَلْسِنَتَكُمْ بِالشَّهَادَةِ.

اللہ عزوجل فرماتا ہے: وہ جو جھوٹی شہادت نہیں دیتے۔ اور شہادت چھپانے کے متعلق جو کہا گیا ہے: (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:) شہادت کو نہ چھپاؤ اور جو اسے چھپائے گا تو وہ یقیناً ایسا ہے کہ اس کا دل گنہگار ہے اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ (اللہ فرماتا ہے:) اگر تم شہادت میں اپنی زبان کو پیچدار بناؤ گے تو اللہ اس سے یقیناً آگاہ ہے۔

۲٦٥٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ وَهْبَ بْنَ جَرِيْرٍ وَعَبْدَ الْمَلِكِ ابْنَ إِبْرَاهِيْمَ قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ

۲۶۵۳: عبداللہ بن منیر نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے وہب بن جریر اور عبدالملک بن ابراہیم سے سنا کہ ان دونوں نے کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ بن ابی بکر بن انس سے، عبیداللہ

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَبَائِرِ قَالَ: الْإِشْرَاكُ بِاللهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ.

نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ سے بڑے گناہوں کی نسبت دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اللہ کا شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی اور کسی نفس کا ناحق قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا (یہ سب سے بڑے گناہ ہیں۔)

تَابَعَهُ غُنْدَرٌ وَأَبُو عَامِرٍ وَبَهْزٌ وَعَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ شُعْبَةَ.

(وہب بن جریر کی طرح) غندر (محمد بن جعفر) اور ابوعامر (عقدی) اور بہز (بن اسد) اور عبدالصمد (بن عبدالوارث) نے بھی شعبہ سے یہی روایت نقل کی ہے۔

اطرافه: ٥٩٧٧، ٦٨٧١.

٢٦٥٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ ابْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ (ثَلَاثًا)؟ قَالُوْا: بَلَى يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: الْإِشْرَاكُ بِاللهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ - وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ:- أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ. قَالَ: فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتَّى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ.

۲۶۵۴: مسدد نے ہمیں بتایا۔ بشر بن مفضل نے ہم سے بیان کیا کہ جریری نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ سے، عبدالرحمٰن نے اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: کیا میں تمہیں بڑے گناہ نہ بتاؤں؟ صحابہ نے کہا: کیوں نہیں یارسول اللہ! فرمائیں؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ کا شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی اور آپؐ تکیہ لگائے تھے، اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: ہوشیار رہو جھوٹ بولنا بھی۔ کہتے تھے: آپؐ اسے اتنی بار دہراتے رہے کہ ہم نے کہا: کاش! آپؐ خاموش ہو جائیں۔

وَقَالَ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ: حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ.

اور اسماعیل بن ابراہیم نے یوں روایت کی: ہم سے جریری نے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن نے ہمیں بتایا۔

اطرافه: ٥٩٧٦، ٦٢٧٣، ٦٢٧٤، ٦٩١٩.

تشریح: **مَا قِيلَ فِي شَهَادَةِ الزُّوْرِ:** لفظ زُوْرٌ کے لغوی معنی ہیں: تَحْسِيْنُ الشَّيْءِ وَوَصْفُهُ بِخِلَافِ صِفَتِهِ. یعنی بات کو خوبصورت کر کے ایسی حالت میں پیش کرنا جو اصلی حالت کے خلاف ہو۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۳۲۲) قرآن مجید کی جس آیت کا حوالہ عنوان باب میں دیا گیا ہے، وہ یہ ہے: وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا. (الفرقان:۷۳) یعنی عباد الرحمٰن خلاف واقعہ گواہی نہیں دیتے اور جب لغویات کے قریب سے گزریں تو وہ باوقار گزرتے ہیں۔ یعنی اس میں شامل نہیں ہوتے۔ عباد الرحمٰن کے اخلاق واوصاف کے تعلق میں ان کا یہ وصف بھی بیان ہوا ہے: لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ کہ وہ ایسے باوقار لوگ ہیں کہ جھوٹی باتوں سے مجتنب اور لغویات سے کنارہ کش رہتے ہیں اور انہیں اپنی عزت وآبرو محفوظ رکھنے کا پورا پورا احساس ہے۔

اخفائے حق بھی گناہ ہے۔ جس کی ممانعت قرآن مجید میں ان الفاظ میں وارد ہوئی ہے: وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ط وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ O (البقرة:۲۸۴) اور شہادت نہ چھپاؤ اور جو اُسے چھپائے گا وہ یقیناً دل کا گنہگار ہے اور اللہ تمہارے باطن کا واقف حال ہے۔

تیسری آیت جس کا عنوان باب میں حوالہ دیا گیا ہے یہ ہے: فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰى اَنْ تَعْدِلُوْا ط وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا O (النساء:۱۳۶) یعنی خواہشات کی پیروی نہ کرو تا عدل کر سکو اور اگر تم (کسی شہادت میں) لگی لپٹی بات کرو گے اور شہادت سے پہلوتہی کرو گے تو اللہ یقیناً تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے۔

سورۃ البقرۃ اور سورۃ النساء کی یہ دونوں آیات ابتداءً کتاب الشهادات میں گزر چکی ہیں اور اب اسلامی تعلیم کے پہلو پیش کر کے قرآن مجید کا کامل ہدایت ہونا نمایاں کیا گیا ہے۔ مندرجہ بالا دونوں روایتوں سے ظاہر ہے کہ جھوٹی شہادت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔ مذکورہ بالا روایات کی سندیں متعدد حوالوں سے مضبوط ثابت کی گئی ہیں۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ شارحین نے صراحت کی ہے کہ اکبر الکبائر سے یہ مراد نہیں کہ صرف یہی چار باتیں گناہ کبیرہ ہیں بلکہ اور بھی ایسے اُمور ہیں جن میں سے (اَلسَّبْعُ الْمُوْبِقَاتِ) سات ہلاک کرنے والی باتیں وہ بھی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہیں۔ دیکھئے کتاب الوصایا باب ۲۳ روایت نمبر ۲۷۶۶۔

(فتح الباری جزء۵ صفحہ۳۲۳) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۲۱۶، ۲۱۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت الزور کو بار بار دہرایا ہے کیونکہ عام طور پر جھوٹ سے متعلق بہت سہل انگاری سے کام لیا گیا ہے۔

بَاب ١١ :شَهَادَةُ الْأَعْمَى وَأَمْرُهُ

نابینا کی شہادت اور اس کے معاملات

وَنِكَاحُهُ وَإِنْكَاحُهُ وَمُبَايَعَتُهُ وَقَبُوْلُهُ فِي التَّأْذِيْنِ وَغَيْرِهِ. وَمَا يُعْرَفُ بِالْأَصْوَاتِ. وَأَجَازَ شَهَادَتَهُ قَاسِمٌ وَالْحَسَنُ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَالزُّهْرِيُّ وَعَطَاءٌ. وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: تَجُوْزُ شَهَادَتُهُ إِذَا كَانَ عَاقِلًا. وَقَالَ الْحَكَمُ: رُبَّ شَيْءٍ تَجُوْزُ فِيْهِ. وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: أَرَأَيْتَ ابْنَ عَبَّاسٍ لَوْ شَهِدَ عَلَى شَهَادَةٍ أَكُنْتَ تَرُدُّهُ ؟ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَبْعَثُ رَجُلًا إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ أَفْطَرَ. وَيَسْأَلُ عَنِ الْفَجْرِ فَإِذَا قِيْلَ لَهُ طَلَعَ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ. وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ: اسْتَأْذَنْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَعَرَفَتْ صَوْتِي قَالَتْ: سُلَيْمَانُ؟ ادْخُلْ فَإِنَّكَ مَمْلُوْكٌ مَا بَقِيَ عَلَيْكَ شَيْءٌ. وَأَجَازَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ شَهَادَةَ امْرَأَةٍ مُنْتَقِبَةٍ.

اور اس کا اپنا نکاح کرنا اور دوسرے کا نکاح کرانا اور اس کا خرید وفروخت کرنا اور اس کا اذان دینا وغیرہ قبول کرنا اور اس کی شہادت ان باتوں میں جو آوازوں سے پہچانی جاتی ہیں۔ اور قاسم (بن محمد بن ابی بکر الصدیق) اور حسن (بصری) اور (محمد) بن سیرین اور (محمد بن مسلم) زہری اور عطاء (بن ابی رباح) نے اس کی شہادت جائز قرار دی ہے۔ اور شعبی (عامر بن شراحیل) نے کہا: اس کی شہادت درست ہے، بشرطیکہ عاقل ہو۔ اور حکم نے کہا: کئی باتیں ایسی ہیں کہ جن میں نابینا کی شہادت جائز ہوگی۔ اور زہری نے کہا: بھلا بتلاؤ کہ حضرت (عبداللہ) بن عباسؓ اگر کوئی شہادت دیں کیا تم ان کی شہادت ردّ کردو گے؟ اور حضرت ابن عباسؓ ایک آدمی کو بھیجتے جب وہ کہتا سورج غروب ہوگیا ہے تو افطار کرتے اور وہ پو پھٹنے سے متعلق پوچھتے: جب انہیں کہا جاتا کہ پو پھوٹ گئی ہے تو دو رکعتیں پڑھتے۔ اور سلیمان بن یسار کہتے تھے: میں نے حضرت عائشہؓ کے پاس اندر جانے کی اجازت مانگی تو انہوں نے میری آواز پہچان لی۔ انہوں نے پوچھا: سلیمان ہے اندر آجاؤ، کیونکہ ابھی غلام ہی ہو جب تک تمہارے ذمہ کچھ باقی ہے۔ اور حضرت سمرہ بن جندبؓ نے نقاب پہنے ہوئے عورت کی شہادت کو جائز قرار دیا ہے۔

٢٦٥٥ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُوْنٍ أَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَّقْرَأُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: رَحِمَهُ اللّٰهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا آيَةً أَسْقَطْتُهُنَّ مِنْ سُوْرَةِ كَذَا وَكَذَا وَزَادَ عَبَّادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَائِشَةَ: تَهَجَّدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي فَسَمِعَ صَوْتَ عَبَّادٍ يُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ أَصَوْتُ عَبَّادٍ هٰذَا؟ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: اللّٰهُمَّ ارْحَمْ عَبَّادًا.

۲۶۵۵: محمد بن عبید بن میمون نے ہم سے بیان کیا کہ عیسیٰ بن یونس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: نبی ﷺ نے ایک شخص کو مسجد میں (قرآن مجید) پڑھتے سنا تو آپؐ نے فرمایا: اللہ اس پر رحم کرے، اس نے تو مجھے فلاں فلاں آیت یاد دِلا دی ہے جنہیں میں فلاں فلاں سورۃ میں بھول گیا تھا۔ اور عباد بن عبداللہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہوئے اتنا اور بڑھایا کہ نبی ﷺ میرے گھر میں تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں آپؐ نے عباد (بن بشیرؓ) کی آواز سنی جو مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ تو آپؐ نے پوچھا۔ عائشہؓ! کیا یہ عباد کی آواز ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! عباد پر رحم کر۔

اطرافہ: ۵۰۳۷، ۵۰۳۸، ۵۰۴۲، ۶۳۳۵۔

٢٦٥٦ : حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتَّى يُؤَذِّنَ— أَوْ قَالَ حَتَّى

۲۶۵۶: مالک بن اسماعیل نے ہمیں بتایا کہ عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے ہم سے بیان کیا کہ ابن شہاب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سالم بن عبداللہ سے، سالم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھو بلالؓ رات کو اذان دیتے ہیں، تم کھاتے پیتے رہو، یہاں تک کہ ابن امّ مکتومؓ اذان دے یا فرمایا:

تَسْمَعُوْا أَذَانَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُوْمٍ- وَكَانَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ رَجُلًا أَعْمَى لَا يُؤَذِّنُ حَتَّى يَقُوْلَ لَهُ النَّاسُ: أَصْبَحْتَ.

یہاں تک کہ تم ابن امّ مکتومؓ کی اذان سنو۔ اور حضرت ابن امّ مکتومؓ نابینا شخص تھے وہ اذان نہیں دیا کرتے تھے جب تک کہ لوگ ان کو نہ کہتے کہ صبح ہوگئی ہے۔

اطرافهُ: ٦١٧، ٦٢٠، ٦٢٣، ١٩١٨، ٧٢٤٨۔

٢٦٥٧: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدِمَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبِيَةٌ فَقَالَ لِي أَبِي مَخْرَمَةُ: انْطَلِقْ بِنَا إِلَيْهِ عَسَى أَنْ يُعْطِيَنَا مِنْهَا شَيْئًا. فَقَامَ أَبِي عَلَى الْبَابِ فَتَكَلَّمَ فَعَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَهُ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ قَبَاءٌ وَهُوَ يُرِيْهِ مَحَاسِنَهُ وَهُوَ يَقُوْلُ: خَبَأْتُ هَذَا لَكَ خَبَأْتُ هَذَا لَكَ.

۲۶۵۷: زیاد بن یحییٰ نے ہمیں بتایا۔ حاتم بن وردان نے ہم سے بیان کیا کہ ایوب (سختیانی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن ابی ملیکہ سے، عبداللہ نے حضرت مِسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی، انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قبائیں آئیں تو میرے باپ مخرمہؓ نے مجھ سے کہا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس میرے ساتھ چلو، اُمید ہے کہ آپؐ ان میں سے ہمیں بھی دیں گے۔ میرے باپ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور باتیں کرنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز پہچانی اور باہر نکلے۔ آپؐ کے پاس ایک قبا تھی۔ آپؐ ان کو اس قبا کی خوبیاں دکھانے لگے اور آپؐ یہ بھی فرماتے تھے کہ یہ میں نے تمہارے لئے چھپا رکھی تھی۔ یہ میں نے تمہارے لیے چھپا رکھی تھی۔

اطرافهُ: ٢٥٩٩، ٣١٢٧، ٥٨٠٠، ٦١٣٢۔

تشریح: **شَهَادَةُ الْاَعْمٰى وَاَمْرُهُ:** یہ باب ایسی شہادت کے بارے میں ہے جس کا تعلق سماعی باتوں سے ہے۔ عنوان باب میں قاسم بن محمد بن ابوبکرؒ، حسن بصریؒ، ابن سیرینؒ، زہریؒ اور عطاء بن ابی رباحؒ کے فتاویٰ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ قاسم رحمۃ اللہ علیہ مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے ہیں اور باقی بھی مشہور و معروف فقیہ ہیں اور سب فتاویٰ کا تعلق صرف ایسے امور میں شہادت دینے سے ہے جو قانون سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً اوقات اذان کا علم نابینا

مؤذن کو سننے سے ہوتا ہے۔ خرید وفروخت کے متعلق بھی نابینا کی شہادت قبول ہے کہ فلاں شئے کے سودے میں فلاں فلاں بات طے پائی تھی۔ وعلیٰ ھٰذا القیاس نکاح میں بھی خواہ غیر کا ہو خواہ اس کا اپنا۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سماعیات میں نابینا کی شہادت شرائط عدالت کے اعتبار سے قابل قبول نہیں۔ فقہاء کے اس مسئلہ میں مختلف نظریئے ہیں۔ بعض تو مطلق جواز کے حق میں ہیں اور بعض علی الاطلاق خلاف ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ ایسی مسموعات جو صرف سماع سے ہی مخصوص ہیں، ان میں سماعی شہادت جائز ہے اور بعض نے اس میں یہ شرط عائد کی ہے کہ بینائی کھونے سے پہلے جن باتوں کا علم آنکھ، کان وغیرہ سے ہو چکا ہو ان میں نابینا کی شہادت قابل قبول ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ جو ایک ذکی فہیم انسان تھے بینائی جاتی رہنے کے بعد ان کی دیکھی سنی ہوئی باتوں میں شہادت قابل قبول سمجھی گئی ہے۔ بعض نے محدود باتوں میں شہادت کو محدود رکھا ہے اور بعض نے صرف نسب سے متعلق شہادت کی اجازت دی ہے کہ اس کا تعلق قوت حافظہ سے ہے۔ غرض یہ مختلف زاویہ ہائے نظر ہیں اور اس اختلاف میں دار القضاء کے لئے بڑی وسعت ہے۔ قاضی حالات کے مطابق ان کی تطبیق سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ کسی ایک نظریہ اور رائے سے وہ مقید نہیں۔ حوالہ جات کے لئے فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۲۶، عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۲۱۹ تا ۲۲۲ دیکھئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ معنونہ کے تعلق میں تین روایتیں نقل کی ہیں جن سے سماعی شہادت کے حدود کی وضاحت ہوتی ہے اور اس کو مطلق نظر انداز کرنا درست نہیں بلکہ آخری روایت سے ظاہر ہے کہ بعض اوقات نہ صرف سماع بلکہ قوت لامسہ سے وہ باتیں معلوم ہوتی ہیں جو آنکھ اور کان سے نہیں ہو سکتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مخرمہؓ کو قبا دیتے ہوئے (يُرِيهِ مَحَاسِنَهُ) اس کے ملائم وغیرہ ہونے کا ذکر فرمایا جس کا تعلق مس سے ہے اور حضرت مخرمہؓ کو معلوم ہو سکتا تھا۔ حضرت مخرمہؓ سے متعلق روایت کے لئے کتاب الھبہ باب ۱۹ روایت نمبر ۲۵۹۹ بھی دیکھئے۔

احناف میں سے بھی فقہاء نے نابینا کی شہادت ایک حد تک قبول کی ہے۔ امام بخاریؒ جمہور کے مذہب کی تائید میں ہیں۔ یعنی ان امور میں جن کا تعلق سماع سے ہے، نابینا کی شہادت قابل قبول ہے بشرطیکہ وہ صفات عدل سے متصف ہو۔

بَاب ۱۲ : شَهَادَةُ النِّسَاءِ

عورتوں کی گواہی

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: فَإِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ (البقرة: ۲۸۳)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا: اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں۔

۲۶۵۸: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي

۲۶۵۸: (سعید) بن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن جعفر نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے کہا:

زَيْدٌ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ؟ قُلْنَ: بَلَى. قَالَ: فَذَلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا.

زید (بن اسلم) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عیاض بن عبداللہ سے، عیاض نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: کیا عورت کی شہادت مرد کی شہادت کے نصف کے برابر نہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ اس کی عقل کی کمی کے سبب سے ہے۔

اطرافہٗ: ۳۰۴، ۱۴۶۲، ۱۹۵۱، ۹۵۶۔

تشریح: **شَهَادَةُ النِّسَآءِ:** فقہاء نے بالاتفاق محولہ بالا آیت کے پیش نظر عورتوں کی شہادت سے متعلق علی الاطلاق جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ مگر جمہور نے ان کی شہادت کو مالیات سے مخصوص رکھا ہے۔ حدود وقصاص میں ان کی شہادت قابل اعتماد نہیں سمجھی۔ اسی طرح نکاح، طلاق، ولاء ونسب میں بھی ان کا اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک تو جائز نہیں لیکن فقہاء کوفہ نے اجازت دی ہے کہ ایسے امور میں جن کا تعلق عورتوں ہی سے ہے انہی کی شہادت قابل لحاظ مانی ہے مثلاً حیض، پیدائش اور رضاعت وغیرہ۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۳۲۸)

مالیات سے متعلق ان کی شہادت کے بارے میں محولہ بالا آیت سے استدلال کیا گیا ہے، جس کا تعلق لین دین سے ہے: وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى. (البقرة:۲۸۳) {اور اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ ٹھہرا لیا کرو۔ اور اگر دو مرد میسر نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (ایسے) گواہوں میں سے جن پر تم راضی ہو۔ (یہ) اس لیے (ہے) کہ ان دو عورتوں میں سے اگر ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد کروادے۔} شہادت میں دو عورتوں کی تخصیص کا تعلق مساوات وعدم مساوات سے نہیں بلکہ احتمال نسیان سے ہے کہ عورت کو علاوہ مخصوص عوارض نسوانی حیض وحمل ورضاعت اور امور منزلی وتربیت اولاد میں مشغولی رات دن رہنے کی وجہ سے غیر معمولی ذہنی کوفت برداشت کرنی پڑتی ہے؛ جس سے قوت حافظہ کا متاثر ہونا لازمی ہے۔ حافظہ کی صحت ومضبوطی کا تعلق زیادہ تر توجہ قائم رکھنے سے ہے، اس لئے بطور احتیاط دو عورتوں کی شہادت کا ذکر کر کے اس کی یہی وجہ بیان کی گئی ہے کہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری سے اس کی تصحیح ہو جائے اور بوقت جرح وقدح اگر یہ ثابت ہو کہ کسی مرد کا حافظہ کمزور ہے تو اس کی شہادت بھی قابل اعتماد نہ ہوگی اور فیصلہ کے لئے تیسرے گواہ کی ضرورت ہوگی۔ فقہاء میں سے ایک فریق نے حدود میں بھی عورتوں کی شہادت قابل قبول قرار دی ہے اور اس بارہ میں اس آیت سے استدلال کیا ہے: وَاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ. (الطلاق:۳)

یعنی طلاق سے متعلق فیصلہ کرتے وقت اپنے میں سے دو منصف گواہ مقرر کرو اور خدا تعالیٰ کے لئے سچی گواہی دو۔ یہ آیت حدود ہی کے تعلق میں وارد ہوئی ہے۔ اسی طرح فرمایا ہے: لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ط وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ط وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ط لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا O (الطلاق:۲) عدت پوری ہونے سے قبل انہیں گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں ورنہ وہ کھلے گناہ کے مرتکب ہوں گے۔ یہ اللہ کی حدود ہیں جو ان حدود سے نکلا اُس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ تجھے معلوم نہیں کہ اللہ اس واقعہ کے بعد کچھ اور ظاہر کردے۔ اور فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ O (النور:۵) {وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ پیش نہیں کرتے تو انہیں اَسّی کوڑے لگاؤ اور آئندہ کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور یہی لوگ ہیں جو بدکردار ہیں۔} یہ آیت مرد اور عورت دونوں کو شہادت اور سزا میں شامل کرتی ہے۔ عنوان باب اور مندرجہ روایت سے ظاہر ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان فقہاء سے متفق ہیں جو حدود یا غیر حدود میں عورت کی شہادت جائز سمجھتے ہیں۔

الفاظ **فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا** عورت کو شہادت سے خارج نہیں کرتے بلکہ مردوں کے مقابل میں عورتوں کی نصف تعداد کی وجہ بیان کرتے ہیں۔ عقل کی کمی سے مراد ان کے ذہنی قویٰ کی کمزوری ہے جو شہادت میں شبہ کا احتمال پیدا کرنے کا موجب ہیں جیسے حافظ امام عامر شعبی کا قول سابقہ باب (نمبر ۱۱) کے عنوان میں نابینا کی شہادت کے متعلق گزر چکا ہے کہ تَجُوْزُ شَهَادَتُهٗ اِذَا كَانَ عَاقِلًا۔ یعنی مرد کی شہادت بھی قبول کرنے میں عقل کی شرط ہے۔ اس تعلق میں کتاب الحیض تشریح باب ۶ روایت نمبر ۳۰۴ بھی دیکھئے۔ مہلب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث سے یہ استنباط بھی کیا ہے کہ عادلانہ فیصلہ صادر کرنے کی غرض سے گواہ خواہ مرد ہوں یا عورتیں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ صحت عقل وعدالت کے لحاظ سے کون انسب وافضل ہے۔ مگر بعض نے آیت اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى (البقرۃ: ۲۸۳) کے پیش نظر قاضی کے لئے یہ موازنہ ومقابلہ بھی جائز قرار نہیں دیا کہ ان میں سے کون انسب وافضل ہے۔ ورنہ فیصلہ میں اس کی رائے کا دخل ہو جائے گا۔ اس آیت میں صراحت ہے کہ ایک عورت بھول جائے تو وہ دوسری کو یاد کرا سکتی ہے۔ قاضی کو اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ فیصلہ کرے کہ ان میں سے کونسی عورت شہادت کے لئے بہتر ہے۔ حدود وغیرہ سے متعلق جن امور میں صرف عورت کی شہادت ہی کام دے سکتی ہے، وہی قابل اعتبار ہوگی۔ جمہور کے نزدیک چار گواہوں کی تعداد ضروری ہے۔ امام مالکؒ اور ابن ابی لیلیٰ رحمہما اللہ نے دو گواہ کافی سمجھے ہیں۔ بلکہ شعبیؒ اور ثوریؒ کے نزدیک تو ایک بھی کافی ہے اگر گواہ عادل ہو۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۳۲۹) (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۲۲۲)

بَاب ۱۳ : شَهَادَةُ الْإِمَاءِ وَالْعَبِيْدِ

لونڈیوں اور غلاموں کی گواہی

وَقَالَ أَنَسٌ: شَهَادَةُ الْعَبْدِ جَائِزَةٌ إِذَا كَانَ عَدْلًا. وَأَجَازَهُ شُرَيْحٌ وَزُرَارَةُ بْنُ أَوْفَى.

اور حضرت انسؓ نے کہا: غلام کی شہادت جائز ہے بشرطیکہ وہ عادل ہو۔ اور شریح اور زرارہ بن اوفیٰ نے اس کی شہادت کو جائز قرار دیا۔

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ: شَهَادَتُهُ جَائِزَةٌ إِلَّا الْعَبْدَ لِسَيِّدِهِ. وَأَجَازَهُ الْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيْمُ فِي الشَّيْءِ التَّافِهِ.

اور ابن سیرین نے کہا: اس کی شہادت جائز ہے، مگر اس غلام کی شہادت جائز نہیں جو اپنے مالک کے لئے دے۔ اور حسن (بصری) اور ابراہیم (نخعی) نے عام باتوں میں اس کی شہادت جائز قرار دی ہے۔

وَقَالَ شُرَيْحٌ: كُلُّكُمْ بَنُو عَبِيْدٍ وَإِمَاءٍ.

اور شریح نے کہا: تم سب کے سب ہی غلاموں اور لونڈیوں کی اولاد ہو۔

۲۶۵۹ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ ح.

۲۶۵۹: ابوعاصم (ضحاک بن مخلد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن جریج سے، ابن جریج نے ابن ابی ملیکہ سے، انہوں نے عقبہ بن حارث سے روایت کی۔

وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ أَوْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ: أَنَّهُ تَزَوَّجَ أُمَّ يَحْيَى بِنْتَ أَبِي إِهَابٍ قَالَ: فَجَاءَتْ أَمَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَتْ: قَدْ أَرْضَعْتُكُمَا. فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ

اور علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا۔ یحيٰ بن سعید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن جریج سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا۔ کہتے تھے: حضرت عقبہ بن حارثؓ نے مجھ سے بیان کیا یا (کہا:) میں نے ان سے سنا کہ انہوں نے امّ یحيٰ بنت ابی اہاب (تمیمہ) سے شادی کی، کہتے تھے: پھر ایک کالی لونڈی آئی اور اس نے کہا: میں تم دونوں کو

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْرَضَ عَنِّي قَالَ: فَتَنَحَّيْتُ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ قَالَ: وَكَيْفَ وَقَدْ زَعَمَتْ أَنَّهَا قَدْ أَرْضَعَتْكُمَا. فَنَهَاهُ عَنْهَا.

دودھ پلا چکی ہوں۔ میں نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا تو آپؐ نے مجھ سے منہ پھرلیا۔ کہتے تھے: میں دوسری طرف سے آپؐ کے سامنے آیا۔ میں نے آپؐ سے یہ ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا: اب کیسے اکٹھے رہ سکتے ہو، جب وہ کہتی ہے کہ وہ تم دونوں کو دودھ پلا چکی ہے۔ تو آپؐ نے ان کو اس عورت سے روک دیا۔

اطرافه: ۸۸، ۲۰۵۲، ۲۶۴۰، ۲۶۶۰، ۵۱۰۴۔

تشریح: **شَهَادَةُ الْإِمَآءِ وَالْعَبِيْدِ:** فقہاء نے شروط عدالت میں حریت کی شرط بھی تجویز کی ہے کہ گواہ غلام نہ ہو کیونکہ وہ اپنے ارادے، رائے اور تصرف میں آزاد نہیں۔ عنوان باب کے حوالہ جات کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۳۲۹، ۳۳۰ نیز عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۲۲۲، ۲۲۳۔ البتہ بعض فقہاء نے لونڈی غلام کے لئے یہ شرط عائد کی ہے کہ ان کی شہادت اپنے آقا سے متعلق نہ ہو جیسا کہ قریبی کی شہادت قریبی کی نسبت قابل قبول نہیں۔

كُلُّكُمْ بَنُوْ عَبِيْدٍ وَّاِمَآءٍ: قاضی شریح کا حکیمانہ قول ابن ابی شیبہ☆ نے نقل کیا ہے۔ ابن سکن کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: كُلُّكُمْ عَبِيْدٌ وَّاِمَآءٌ. (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۳۳۰) ہر شخص کسی نہ کسی کے زیر تسخیر ہے۔ حقیقی آزادی اور شرف و عزت تو تقویٰ سے ہے۔ اِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ .(الحجرات: ۱۴) تقویٰ کی جامع صفت جس میں پائی جائے گی وہی شہادت دینے کا اہل سمجھا جائے گا۔

بَاب ١٤: شَهَادَةُ الْمُرْضِعَةِ

دودھ پلانے والی کی گواہی

٢٦٦٠: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُكُمَا فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: وَكَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ؟

۲۶۶۰: ابوعاصم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمر بن سعید سے، عمر نے ابن ابی ملیکہ سے، انہوں نے عقبہ بن حارث سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے ایک عورت سے شادی کی۔ پھر ایک عورت آئی اور کہنے لگی: میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپؐ نے فرمایا:

☆ (مصنف ابن ابی شيبة، كتاب البيوع والأقضية، باب من كان يجيز شهادة العبيد، جزء ۴ صفحہ ۲۹۲)

دَعْهَا عَنْكَ. أَوْ نَحْوَهُ.

اب کیسے ہو جبکہ یہ کہا گیا ہے، اسے چھوڑ دو یا آپؐ نے کچھ ایسا ہی فرمایا۔

اطرافہ: ۸۸، ۲۰۵۲، ۲۶۴۰، ۲۶۵۹، ۵۱۰۴۔

تشریح: شَهَادَةُ الْمُرْضِعَةِ: رضاعت کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے ایک لونڈی کی شہادت کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ حالات کے مطابق ایک گواہ بھی کافی ہے۔ اس میں دارالقضاء کو کسی ایک نظریہ سے مقید نہیں کیا گیا۔ اسلامی فقہ کی یہی وہ برکت ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اِخْتِلَافُ أُمَّتِي رَحْمَةٌ ☆ صادق آتا ہے۔ جمہور کے نزدیک رضاعت میں ایک شہادت کافی نہیں۔ امام مالکؒ کا بھی یہی مذہب ہے کہ فیصلہ کے لئے دوسری عورت کی شہادت چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ بالا فیصلہ صرف تنزیہی صورت رکھتا ہے کہ آپؐ نے حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کو صرف مشورہ دیا ہے نہ حکم۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ انہوں نے دودھ پلانے کی بات تسلیم نہیں کی اور کہا: اگر ایسی بات تھی تو پہلے کیوں نہ اطلاع دی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عنوان نا تمام رکھا ہے اور وہ جمہور کی رائے سے متفق معلوم ہوتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک (نِسْبَةُ الرَّضَاعَةِ بِمَا يَثْبُتُ بِهِ الْمَالُ) رضاعت میں بھی مالی شہادت کی سی صورت ہے۔ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں۔ حضرت عمرؓ نے بھی بَيِّنَة یعنی کھلی شہادت کے بغیر صرف ایک عورت کی شہادت پر فیصلہ صادر نہیں کیا بلکہ معاملہ خاوند بیوی کی رائے پر چھوڑا ہے اور فرمایا کہ اگر یہ دروازہ کھولا گیا تو ایک عورت ایک دوسرے سے جب اور جہاں چاہے گی شہادت دے کر زوجین کو ایک دوسرے سے جدا کر سکے گی۔ اس میں احتیاط کی ضرورت ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے رضاعت میں ایسی عورتوں کی شہادت نظر انداز کرنے کا فتویٰ دیا ہے جو ناصح اور خیر خواہ بن کر از خود گواہی کے لئے پیش ہوئی ہوں ان کی شہادت قطعاً قابل قبول نہیں۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۳۱، ۲۳۲)

بَاب ۱۵: تَعْدِيْلُ النِّسَاءِ بَعْضِهِنَّ بَعْضًا

عورتیں ایک دوسرے کے عادل ہونے کی شہادت دے سکتی ہیں

۲۶۶۱: حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيْعِ سُلَيْمَانُ ابْنُ دَاوُدَ وَأَفْهَمَنِي بَعْضَهُ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدِ

۲۶۶۱: ابوربیع سلیمان بن داؤد نے ہم سے بیان کیا اور احمد (بن یونس) نے بھی اس حدیث کا ایک حصہ مجھے سمجھایا۔ (انہوں نے کہا:) ہمیں فلیح بن سلیمان نے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب زہری سے، ابن شہاب نے

☆ (كشف الخفاء، الهمزة مع الخاء المعجمة، جزء اول صفحه ۶۴)

ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيّ وَعُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوْا فَبَرَّأَهَا اللّٰهُ مِنْهُ. قَالَ الزُّهْرِيُّ وَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنْ حَدِيْثِهَا - وَبَعْضُهُمْ أَوْعَى مِنْ بَعْضٍ وَأَثْبَتُ لَهُ اقْتِصَاصًا - وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمُ الْحَدِيْثَ الَّذِي حَدَّثَنِي عَنْ عَائِشَةَ وَبَعْضُ حَدِيْثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا. زَعَمُوْا أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّخْرُجَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ أَزْوَاجِهِ فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا أَخَرَجَ بِهَا مَعَهُ فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِي غَزَاةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ سَهْمِي فَخَرَجْتُ مَعَهُ بَعْدَ مَا أُنْزِلَ الْحِجَابُ فَأَنَا أُحْمَلُ فِي هَوْدَجٍ وَأُنْزَلُ فِيْهِ. فَسِرْنَا حَتَّى إِذَا فَرَغَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَتِهِ تِلْكَ وَقَفَلَ وَدَنَوْنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ آذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيْلِ فَقُمْتُ

عروہ بن زبیر اور سعید بن مسیّب اور علقمہ بن وقاص لیثی اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ جب تہمت لگانے والوں نے ان کی نسبت کہا جو کہا اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس تہمت سے بری کیا۔ زہری کہتے تھے کہ ان میں سے ہر ایک نے حضرت عائشہؓ کے واقعہ کا ایک ایک ٹکڑہ مجھ سے بیان کیا اور ان میں سے بعض دوسروں سے زیادہ یاد رکھنے والے تھے اور بیان کرنے میں زیادہ ثقہ۔ اور میں نے ان میں سے ہر ایک کی بات یاد رکھی ہے جو اس نے حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتائی اور ان کے بیان کا ایک حصہ دوسرے کی تصدیق کرتا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ حضرت عائشہؓ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر میں نکلنے کا ارادہ فرماتے تو آپؐ اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ پھر جس کا قرعہ نکلتا آپؐ اس کو اپنے ساتھ لے جاتے۔ چنانچہ آپؐ نے ایک حملے کے وقت جو آپؐ نے کیا، ہمارے درمیان قرعہ ڈالا، میرا قرعہ نکلا۔ میں آپؐ کے ساتھ گئی۔ اس وقت حجاب کا حکم اتر چکا تھا۔ میں ہودج میں بٹھائی جاتی اور ہودج سمیت اُتاری جاتی رہی۔ ہم اسی طرح سفر میں رہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس حملے سے فارغ ہوئے اور واپس آئے اور ہم مدینہ کے قریب ہی تھے کہ ایک رات آپؐ نے کوچ کا حکم دیا۔ جب لوگوں نے کوچ

حِيْنَ آذَنُوْا بِالرَّحِيْلِ فَمَشَيْتُ حَتَّى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ فَلَمَّا قَضَيْتُ شَأْنِي أَقْبَلْتُ إِلَى الرَّحْلِ فَلَمَسْتُ صَدْرِيْ فَإِذَا عِقْدٌ لِّي مِنْ جَزْعِ أَظْفَارٍ قَدِ انْقَطَعَ فَرَجَعْتُ فَالْتَمَسْتُ عِقْدِيْ فَحَبَسَنِي ابْتِغَاؤُهُ. فَأَقْبَلَ الَّذِيْنَ يَرْحَلُوْنَ لِي فَاحْتَمَلُوْا هَوْدَجِي فَرَحَلُوْهُ عَلَى بَعِيْرِيْ الَّذِي كُنْتُ أَرْكَبُ وَهُمْ يَحْسِبُوْنَ أَنِّي فِيْهِ وَكَانَ النِّسَاءُ إِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَّمْ يَثْقُلْنَ وَلَمْ يَغْشَهُنَّ اللَّحْمُ وَإِنَّمَا يَأْكُلْنَ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ حِيْنَ رَفَعُوْهُ ثِقَلَ الْهَوْدَجِ فَاحْتَمَلُوْهُ وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيْثَةَ السِّنِّ فَبَعَثُوا الْجَمَلَ وَسَارُوْا فَوَجَدْتُ عِقْدِيْ بَعْدَ مَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ فَجِئْتُ مَنْزِلَهُمْ وَلَيْسَ فِيْهِ أَحَدٌ فَأَمَمْتُ مَنْزِلِي الَّذِي كُنْتُ بِهِ فَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ سَيَفْقِدُوْنَنِي فَيَرْجِعُوْنَ إِلَيَّ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسَةٌ غَلَبَتْنِي عَيْنَايَ فَنِمْتُ وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَّرَاءِ الْجَيْشِ فَأَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِي فَرَأَى

کا اعلان کیا تو میں بھی چل پڑی اور فوج سے آگے نکل گئی۔ جب میں اپنی حاجت سے فارغ ہوئی تو اپنے ہودج کی طرف آئی اور میں نے اپنے سینہ کو ہاتھ لگایا تو کیا دیکھتی ہوں کہ ظفار کے کالے نگینوں کا ہار ٹوٹ کر گر گیا ہے۔ میں لوٹی اور اپنا ہار ڈھونڈنے لگی۔ اس کی تلاش نے مجھے روکے رکھا۔ اتنے میں وہ لوگ جو میرے اونٹ کو تیار کرتے تھے، آئے اور انہوں نے میرا ہودج اٹھا لیا اور وہ ہودج میرے اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار ہوا کرتی تھی اور وہ سمجھے کہ میں اسی میں ہوں اور عورتیں ان دنوں ہلکی پھلکی ہوا کرتی تھیں، بھاری بھرکم نہ تھیں۔ ان کے بدن پر زیادہ گوشت نہ ہوتا۔ وہ تھوڑا ہی سا تو کھانا کھایا کرتی تھیں۔ لوگوں نے جب ہودج کو اٹھایا تو اس کے بوجھ کو غیر معمولی نہ سمجھے۔ انہوں نے اس کو اٹھا لیا اور میں کم عمر لڑکی تھی۔ انہوں نے اونٹ کو اٹھا کر چلا دیا اور خود بھی چل پڑے۔ جب سارا لشکر گذر چکا۔ اس کے بعد میں نے اپنا ہار پا لیا۔ میں ان کے ڈیرے پر آئی اور اس میں کوئی نہ تھا۔ پھر میں اپنے اس ڈیرے کی طرف گئی جس میں مَیں تھی اور میں نے خیال کیا کہ وہ مجھے نہ پائیں گے اور میرے پاس لوٹ آئیں گے۔ میں بیٹھی ہوئی تھی کہ اسی اثناء میں میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گئی۔ صفوان بن معطلؓ سلمی ذکوانی فوج کے پیچھے رہا کرتے تھے۔ وہ صبح میرے ڈیرے پر آئے اور انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کا وجود دیکھا اور میرے پاس آئے اور حجاب کے حکم سے پہلے وہ مجھے دیکھا کرتے

سَوَادَ إِنْسَانٍ نَائِمٍ فَأَتَانِي وَكَانَ يَرَانِي قَبْلَ الْحِجَابِ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حَتَّى أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ فَوَطِئَ يَدَهَا فَرَكِبْتُهَا فَانْطَلَقَ يَقُوْدُ بِي الرَّاحِلَةَ حَتَّى أَتَيْنَا الْجَيْشَ بَعْدَ مَا نَزَلُوْا مُعَرِّسِيْنَ فِي نَحْرِ الظَّهِيْرَةِ فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ وَكَانَ الَّذِي تَوَلَّى الْإِفْكَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُوْلَ فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَاشْتَكَيْتُ بِهَا شَهْرًا وَالنَّاسُ يُفِيْضُوْنَ مِنْ قَوْلِ أَصْحَابِ الْإِفْكِ وَيَرِيْبُنِي فِي وَجَعِي أَنِّي لَا أَرَى مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللُّطْفَ الَّذِي كُنْتُ أَرَى مِنْهُ حِيْنَ أَمْرَضُ إِنَّمَا يَدْخُلُ فَيُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُوْلُ: كَيْفَ تِيْكُمْ؟ لَا أَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ حَتَّى نَقَهْتُ فَخَرَجْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ الْمَنَاصِعِ مُتَبَرَّزَنَا لَا نَخْرُجُ إِلَّا لَيْلًا إِلَى لَيْلٍ وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ نَتَّخِذَ الْكُنُفَ قَرِيْبًا مِنْ بُيُوْتِنَا وَأَمْرُنَا أَمْرُ الْعَرَبِ الْأُوَلِ فِي الْبَرِّيَّةِ أَوْ فِي التَّنَزُّهِ. فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ بِنْتُ أَبِي رُهْمٍ نَمْشِي فَعَثَرَتْ فِي مِرْطِهَا فَقَالَتْ:

تھے۔ان کے اِنا للہ پڑھنے پر میں جاگ اٹھی۔ جب انہوں نے اپنی اُونٹنی بٹھائی میں نے اپنا پاؤں ان کے ایک ہاتھ پر رکھا اور میں اس پر سوار ہوگئی اور وہ اُونٹنی کی نکیل پکڑ کر چل پڑے۔ یہاں تک کہ ہم فوج میں اس وقت پہنچے جبکہ لوگ ٹھیک دوپہر کے وقت آرام کرنے کے لئے ڈیروں میں تھے۔ پھر جس کو ہلاک ہونا تھا ہلاک ہوگیا اور اس تہمت کا بانی عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ ہم مدینہ پہنچے۔ میں وہاں ایک ماہ تک بیمار رہی۔ تہمت لگانے والوں کی باتوں کا لوگ چرچا کرتے رہے اور میری اس بیماری کے اثناء میں جو بات مجھے شک میں ڈالتی تھی وہ یہ تھی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ مہربانی نہ دیکھتی تھی جو میں آپؐ سے اپنی بیماری میں دیکھا کرتی تھی۔ آپؐ صرف اندر آتے اور السلام علیکم کہتے پھر پوچھتے اب وہ کیسی ہے۔ مجھے اس تہمت کا کچھ بھی علم نہ تھا۔ یہاں تک کہ جب میں نے بیماری سے شفا پائی، حالت نقاہت میں تھی کہ میں اور امّ مسطح مناصع کی طرف گئیں جو قضائے حاجت کی جگہ تھی۔ ہم رات ہی کو نکلا کرتے تھے اور یہ اس وقت سے پہلے کی بات ہے جب ہم نے اپنے گھروں کے قریب بیوت الخلاء بنائے اور اس سے قبل ہماری حالت پہلے عربوں کی سی تھی جو جنگل میں یا باہر الگ جا کر قضائے حاجت کیا کرتے تھے۔ میں اور امّ مسطح بنت ابی رہم دونوں جا رہی تھیں کہ اتنے میں وہ اپنی اَوڑھنی سے اٹکی اور ٹھوکر کھائی۔ تب بولی مسطح بدنصیب۔

تَعِسَ مِسْطَحٌ. فَقُلْتُ لَهَا: بِئْسَ مَا قُلْتِ أَتَسُبِّيْنَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا؟ فَقَالَتْ: يَا هَنْتَاهُ أَلَمْ تَسْمَعِي مَا قَالُوْا؟ فَأَخْبَرَتْنِي بِقَوْلِ أَهْلِ الْإِفْكِ فَازْدَدْتُ مَرَضًا عَلَى مَرَضِي. فَلَمَّا رَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ فَقَالَ: كَيْفَ تِيْكُمْ؟ فَقُلْتُ: ائْذَنْ لِّي إِلَى أَبَوَيَّ- قَالَتْ: وَأَنَا حِيْنَئِذٍ أُرِيْدُ أَنْ أَسْتَيْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا- فَأَذِنَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُ أَبَوَيَّ فَقُلْتُ لِأُمِّي: مَا يَتَحَدَّثُ بِهِ النَّاسُ؟ فَقَالَتْ: يَا بُنَيَّةُ هَوِّنِي عَلَى نَفْسِكِ الشَّأْنَ فَوَاللهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ قَطُّ وَضِيْئَةٌ عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا وَلَهَا ضَرَائِرُ إِلَّا أَكْثَرْنَ عَلَيْهَا فَقُلْتُ: سُبْحَانَ اللهِ وَلَقَدْ يَتَحَدَّثُ النَّاسُ بِهَذَا؟ قَالَتْ: فَبِتُّ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتَّى أَصْبَحْتُ لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ. ثُمَّ أَصْبَحْتُ فَدَعَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَأُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ حِيْنَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ يَسْتَشِيْرُهُمَا فِي

میں نے اس سے کہا: کیا ہی بری بات ہے جو تم نے کہی ہے۔ کیا تو ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہے جو جنگ بدر میں موجود تھا تو اس نے کہا: اری بھولی بھالی! کیا تم نے نہیں سنا جو لوگوں نے افتراء کیا ہے؟ تب اس نے مجھے تہمت لگانے والوں کی بات سنائی۔ اس پر میری بیماری بڑھ گئی۔ جب اپنے گھر کو لوٹی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور آپؐ نے السلام علیکم کہا اور آپؐ نے پوچھا: اب تم کیسی ہو؟ میں نے کہا: مجھے اپنے والدین کے پاس جانے کی اجازت دیں۔ کہتی تھیں: میں اس وقت یہ چاہتی تھی کہ میں ان کے پاس جا کر اس کی نسبت معلوم کرلوں۔ آپؐ نے مجھے اجازت دے دی۔ میں اپنے والدین کے پاس آئی تو میں نے اپنی ماں سے پوچھا: لوگ کیا باتیں کررہے ہیں؟ انہوں نے کہا: بیٹی، اس بات سے اپنی جان کو جنجال میں نہ ڈال۔ اطمینان سے رہو۔ اللہ کی قسم! کم ہی ایسا ہوا ہے کہ کبھی کسی شخص کے پاس کوئی خوبصورت عورت ہو، جس سے وہ محبت رکھے اور اس کی سوکنیں ہوں اور پھر اس کے برخلاف باتیں نہ کریں۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! لوگ ایسی بات کا چرچا کررہے ہیں۔ کہتی تھیں: میں نے وہ رات اس طرح کاٹی کہ صبح تک نہ میرے آنسو تھمے اور نہ مجھے نیند آئی۔ جب میں صبح اُٹھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالبؓ اور اُسامہ بن زیدؓ کو بلایا؛ اس وقت جب وحی کے آنے میں دیر ہوئی تا ان دونوں

فِرَاقِ أَهْلِهِ فَأَمَّا أُسَامَةُ فَأَشَارَ عَلَيْهِ بِالَّذِي يَعْلَمُ فِي نَفْسِهِ مِنَ الْوُدِّ لَهُمْ فَقَالَ أُسَامَةُ أَهْلُكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَلَا نَعْلَمُ وَاللهِ إِلَّا خَيْرًا. وَأَمَّا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ لَمْ يُضَيِّقِ اللهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيْرٌ وَسَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيْرَةَ فَقَالَ: يَا بَرِيْرَةُ هَلْ رَأَيْتِ فِيْهَا شَيْئًا يَرِيْبُكِ؟ فَقَالَتْ بَرِيْرَةُ: لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنْ رَأَيْتُ مِنْهَا أَمْرًا أَغْمِصُهُ عَلَيْهَا قَطُّ أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنِ الْعَجِيْنِ فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ. فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَوْمِهِ فَاسْتَعْذَرَ مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُبَيِّ ابْنِ سَلُوْلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يَعْذُرُنِي مِنْ رَجُلٍ بَلَغَنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِي فَوَاللهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا وَقَدْ ذَكَرُوْا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا وَمَا كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا مَعِي. فَقَامَ سَعْدُ ابْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ وَاللهِ أَنَا

سے اپنی بیوی کو چھوڑنے کے بارے میں مشورہ کریں۔ اُسامہؓ نے تو آپؐ کو اس محبت کی بناء پر مشورہ دیا، جو ان کو آپؐ کی بیویوں سے تھی۔ اُسامہؓ نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ کی بیوی ہیں اور ہم اللہ کی قسم! سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں جانتے۔ لیکن علی بن ابی طالبؓ نے کہا: یارسول اللہ! اللہ نے آپؐ پر کچھ تنگی نہیں رکھی اور اس کے سوا اور عورتیں بہت ہیں، اور اس خادمہ سے پوچھئے۔ وہ آپؐ سے سچ سچ کہہ دے گی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہؓ کو بلایا اور آپؐ نے کہا: بریرہؓ! کیا تم نے اس میں کوئی ایسی بات دیکھی جو تمہیں شبہ میں ڈالے۔ بریرہؓ نے کہا: ہرگز نہیں۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں نے حضرت عائشہؓ میں اس سے زیادہ کوئی اور بات نہیں دیکھی جس کو میں ان کے لئے معیوب سمجھوں کہ وہ کم عمر لڑکی ہے۔ آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہے۔ گھر کی بکری آتی ہے اور وہ اسے کھا جاتی ہے۔ یہ سن کر اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو مخاطب فرمایا اور عبداللہ بن ابی بن سلول کی شکایت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے شخص کو کون سنبھلے، جس نے میری بیوی کے بارے میں مجھے دُکھ دیا ہے۔ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اپنی بیوی میں سوائے بھلائی کے اور کوئی بات مجھے معلوم نہیں اور ان لوگوں نے ایسے شخص کا ذکر کیا ہے جس کی بابت بھی مجھے بھلائی کے سوا کوئی علم نہیں اور میرے

أَعْذُرُكَ مِنْهُ إِنْ كَانَ مِنَ الْأَوْسِ ضَرَبْنَا عُنُقَهُ وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ أَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا فِيْهِ أَمْرَكَ. فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ — وَكَانَ قَبْلَ ذَلِكَ رَجُلًا صَالِحًا وَلَكِنِ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ — فَقَالَ: كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللهِ وَاللهِ لَا تَقْتُلُهُ وَلَا تَقْدِرُ عَلَى ذَلِكَ. فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرُ فَقَالَ: كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللهِ وَاللهِ لَنَقْتُلَنَّهُ فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِيْنَ. فَثَارَ الْحَيَّانِ الْأَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتَّى هَمُّوْا وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَنَزَلَ فَخَفَّضَهُمْ حَتَّى سَكَتُوْا وَسَكَتَ. وَبَكَيْتُ يَوْمِي لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ فَأَصْبَحَ عِنْدِي أَبَوَايَ وَقَدْ بَكَيْتُ لَيْلَتَيْ وَيَوْمًا حَتَّى أَظُنُّ أَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِيْ. قَالَتْ: فَبَيْنَا هُمَا جَالِسَانِ عِنْدِي وَأَنَا أَبْكِي إِذِ اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَأَذِنْتُ لَهَا فَجَلَسَتْ تَبْكِي مَعِي فَبَيْنَا نَحْنُ كَذَلِكَ إِذْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ

گھر والوں کے پاس جب بھی وہ آیا کرتے میرے ساتھ ہی آتے۔ اس پر حضرت سعد بن معاذؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! بخدا میں اس سے آپؐ کا بدلہ لوں گا۔ اگر وہ اَوس کا ہوا تو میں اس کی گردن اُڑا دوں گا اور اگر وہ ہمارے بھائیوں خزرج سے ہوا تو جو بھی آپؐ ہمیں حکم دیں گے ہم آپؐ کا حکم بجا لائیں گے۔ اس پر حضرت سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوئے اور وہ خزرج کے سردار تھے اور اس سے پہلے وہ اچھے آدمی تھے لیکن قومی عزت نے انہیں بھڑکا دیا اور انہوں نے کہا: تم نے غلط کہا۔ اللہ کی قسم! تم اسے نہیں مارو گے اور نہ ایسا کر سکو گے۔ اس پر اسید بن حضیرؓ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا: تم نے غلط کہا ہے۔ اللہ کی قسم! اللہ کی قسم! ہم اسے ضرور مار ڈالیں گے۔ تو تو منافق ہے جو منافقوں کی طرف سے جھگڑتا ہے۔ اس پر دونوں قبیلے اَوس اور خزرج بھڑک اٹھے۔ یہاں تک کہ وہ لڑنے پر آمادہ ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے تھے۔ آپؐ اُترے اور ان کو ٹھنڈا کیا یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گئے اور آپؐ بھی خاموش ہو رہے۔ اور میں سارا دن روتی رہی نہ میرے آنسو تھمتے اور نہ مجھے نیند آتی۔ میرے ماں باپ میرے پاس آ گئے۔ میں دو راتیں اور ایک دن اتنا روئی کہ میں سمجھی کہ یہ رونا میرے جگر کو شق کر دے گا۔ کہتی تھیں کہ اس اثناء میں وہ دونوں میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی کہ اتنے میں ایک انصاری عورت نے اندر

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِي مِنْ يَوْمِ قِيْلَ فِيَّ مَا قِيْلَ قَبْلَهَا وَقَدْ مَكَثَ شَهْرًا لَّا يُوْحَى إِلَيْهِ فِي شَأْنِي شَيْءٌ. قَالَتْ: فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ: يَا عَائِشَةُ فَإِنَّهُ بَلَغَنِي عَنْكِ كَذَا وَكَذَا فَإِنْ كُنْتِ بَرِيْئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللهُ وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللهَ وَتُوْبِي إِلَيْهِ فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللهُ عَلَيْهِ. فَلَمَّا قَضَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ قَلَصَ دَمْعِي حَتَّى مَا أُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً وَقُلْتُ لِأَبِي: أَجِبْ عَنِّي رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: وَاللهِ لَا أَدْرِي مَا أَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقُلْتُ لِأُمِّي: أَجِيْبِي عَنِّي رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا قَالَ. قَالَتْ: وَاللهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَتْ: وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ لَا أَقْرَأُ كَثِيْرًا مِنَ الْقُرْآنِ فَقُلْتُ: إِنِّي وَاللهِ لَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ سَمِعْتُمْ مَا

آنے کی اجازت چاہی اور میں نے اسے اجازت دی۔ وہ بھی بیٹھ کر میرے ساتھ رونے لگی۔ ہم اسی حال میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر آئے اور بیٹھ گئے اور اس سے پہلے جس دن سے مجھ پر تہمت لگائی گئی آپؐ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے اور آپؐ ایک مہینہ منتظر رہے مگر میرے متعلق آپؐ کو کوئی وحی نہ ہوئی۔ کہتی تھیں: آپؐ نے تشہد پڑھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: عائشہؓ! مجھے تمہارے متعلق یہ بات پہنچی ہے سو اگر تم بری ہو تو ضرور اللہ تعالیٰ تمہیں بری فرمائے گا اور اگر تم سے کوئی کمزوری ہوگئی ہو تو اللہ سے مغفرت مانگو اور اس کے حضور توبہ کرو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور اس کے بعد توبہ کرتا ہے تو اللہ بھی اس پر رحم کرتا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات ختم کر چکے میرے آنسو خشک ہوگئے، یہاں تک کہ آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی محسوس نہ ہوا، اور میں نے اپنے باپ سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے جواب دیجئے۔ تو انہوں نے کہا: بخدا میں نہیں جانتا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں۔ پھر میں نے اپنی ماں سے کہا: آپ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آپؐ نے فرمایا ہے اس کا میری طرف سے جواب دیں۔ انہوں نے کہا: بخدا میں نہیں جانتی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: میں کم عمر لڑکی تھی۔ قرآن مجید زیادہ نہیں جانتی تھی، تو میں نے کہا: بخدا مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ لوگوں نے وہ بات

يَتحَدَّثُ بِهِ النَّاسُ وَوَقَرَ فِي أَنْفُسِكُمْ وَصَدَّقْتُم بِهِ وَإِنْ قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي بَرِيْئَةٌ وَاللهُ يَعْلَمُ إِنِّي بَرِيْئَةٌ لَا تُصَدِّقُوْنَنِي بِذَلِكَ وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِأَمْرٍ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَنِّي بَرِيْئَةٌ لَتُصَدِّقُنِّي. وَاللهِ مَا أَجِدُ لِي وَلَكُمْ مَثَلًا إِلَّا أَبَا يُوْسُفَ إِذْ قَالَ: فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (يوسف: ١٩) ثُمَّ تَحَوَّلْتُ عَلَى فِرَاشِي وَأَنَا أَرْجُوْ أَنْ يُبَرِّئَنِي اللهُ. وَلَكِنْ وَاللهِ مَا ظَنَنْتُ أَنْ يُّنْزِلَ فِي شَأْنِي وَحْيًا وَلَأَنَا أَحْقَرُ فِي نَفْسِي مِنْ أَنْ يُّتَكَلَّمَ بِالْقُرْآنِ فِي أَمْرِيْ وَلَكِنِّي كُنْتُ أَرْجُوْ أَنْ يَّرَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا تُبَرِّئُنِي☆ فَوَ اللهِ مَا رَامَ مَجْلِسَهُ وَلَا خَرَجَ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْبَيْتِ حَتَّى أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فَأَخَذَهُ مَا يَأْخُذُهُ مِنَ الْبُرَحَاءِ حَتَّى إِنَّهُ لَيَتحَدَّرُ مِنْهُ مِثْلُ الْجُمَانِ مِنَ الْعَرَقِ فِي يَوْمٍ شَاتٍ. فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْ

سنی ہے جس کا لوگ آپس میں تذکرہ کرتے ہیں اور آپ کے دِلوں میں وہ بات بیٹھ گئی ہے اور آپ نے اسے درست سمجھ لیا ہے اور اگر میں آپ سے کہوں کہ میں بری ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں فی الواقع بری ہوں آپ مجھے اس میں سچا نہیں سمجھیں گے اور اگر میں آپ کے پاس کسی بات کا اقرار کرلوں حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ میں بَری ہوں مگر آپ اس اقرار میں مجھے سچا سمجھ لیں گے۔ اللہ کی قسم! میں اپنی اور آپ کی کوئی مثال نہیں پاتی سوائے یوسف کے باپ کی۔ انہوں نے کہا تھا: صبر کرنا ہی اچھا ہے اور اللہ ہی سے مدد مانگنی چاہیے اس بات میں جو تم لوگ بیان کر رہے ہو۔ اس کے بعد میں ایک طرف ہٹ کر اپنے بستر پر آ گئی اور میں امید کرتی تھی کہ اللہ مجھے بَری کرے گا۔ لیکن بخدا! مجھے گمان بھی نہ تھا کہ میرے متعلق بھی کوئی وحی نازل ہوگی، بلکہ میں اپنے خیال میں اس سے بہت ادنیٰ تھی کہ میری نسبت قرآن میں بیان کیا جائے۔ لیکن مجھے یہ ضرور امید تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند میں کوئی ایسی خواب دیکھ لیں کہ اللہ مجھے بَری قرار دیتا ہے۔☆ اللہ کی قسم! آپ ابھی بیٹھنے کی جگہ سے الگ نہیں ہوئے تھے اور نہ اہل بیت میں سے کوئی باہر گیا تھا کہ اتنے میں آپ پر وحی نازل ہوئی اور سخت تکلیف آپ کو ہوا کرتی تھی وہ آپ کو ہونے لگی (اور آپ کو اتنا پسینہ آتا) کہ سردی کے دن میں بھی آپ سے پسینہ موتیوں کی طرح ٹپکتا۔ جب رسول اللہ

☆ عمدۃ القاری میں تُبَرِّئُنِیْ کی بجائے ''یُبَرِّئُنِی اللّٰہُ'' کے الفاظ ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۲۲۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَكَانَ أَوَّلَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا أَنْ قَالَ لِي: يَا عَائِشَةُ احْمَدِي اللهَ فَقَدْ بَرَّأَكِ اللهُ. قَالَتْ لِي أُمِّي: قُوْمِي إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقُلْتُ: لَا وَاللهِ لَا أَقُوْمُ إِلَيْهِ وَلَا أَحْمَدُ إِلَّا اللهَ. فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ (النور: ۱۲) الْآيَاتِ. فَلَمَّا أَنْزَلَ اللهُ هَذَا فِي بَرَاءَتِي قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ- وَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحِ بْنِ أُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهِ مِنْهُ- وَاللهِ لَا أُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحٍ بِشَيْءٍ أَبَدًا بَعْدَ أَنْ قَالَ لِعَائِشَةَ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا إِلَى قَوْلِهِ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (النور: ۲۳) فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: بَلَى وَاللهِ إِنِّي لَأُحِبُّ أَنْ يَّغْفِرَ اللهُ لِي فَرَجَعَ إِلَى مِسْطَحٍ الَّذِي كَانَ يُجْرِيْ عَلَيْهِ. وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ عَنْ أَمْرِيْ فَقَالَ: يَا زَيْنَبُ مَا عَلِمْتِ؟ مَا رَأَيْتِ؟

صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی کی حالت جاتی رہی تو آپؐ مسکرا رہے تھے اور پہلی بات جو آپؐ نے فرمائی، یہ تھی: عائشہؓ اللہ کا شکر بجالاؤ کیونکہ اللہ نے تمہاری بریت کردی ہے۔ میری ماں نے مجھ سے کہا: اُٹھو رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔ میں ان کے پاس اُٹھ کر نہیں جاؤں گی اور اللہ کے سوا کسی کا شکریہ ادا نہیں کروں گی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ وحی کی تھی: وہ لوگ جنہوں نے بہتان باندھا ہے وہ تمہیں میں سے ایک جتھا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے میری بریت میں یہ وحی نازل کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اور وہ مسطح بن اثاثہ کو بوجہ اس کے قریبی ہونے کے خرچ دیا کرتے تھے۔ اللہ کی قسم! جو مسطح نے عائشہؓ پر افتراء کیا ہے، میں اس کے بعد اس کو اَب کبھی خرچ نہیں دوں گا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور تم میں سے صاحب فضیلت اور صاحب توفیق اپنے قریبیوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہ دینے کی قسم نہ کھائیں۔ پس چاہیے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے} حضرت ابوبکرؓ کہنے لگے: کیوں نہیں۔ اللہ کی قسم! میں ضرور چاہتا ہوں کہ اللہ میرے گناہوں کی پردہ پوشی کرتے ہوئے مجھے بخش دے۔ مسطح کو جو خوراک وہ دیا کرتے تھے پھر ملنے لگی۔ اور رسول اللہ ﷺ حضرت زینبؓ بنت جحش سے بھی میرے معاملہ کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: زینبؓ! تم کیا

فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ أَحْمِي سَمْعِي وَبَصَرِي وَاللهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا إِلَّا خَيْرًا. قَالَتْ: وَهِيَ الَّتِي كَانَتْ تُسَامِيْنِي فَعَصَمَهَا اللهُ بِالْوَرَعِ. قَالَ: وَحَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ {عَنْ عُرْوَةَ☆}عَنْ عَائِشَةَ وَعَبْدِ اللهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ مِثْلَهُ. قَالَ وَحَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَيَحْيَى ابْنِ سَعِيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ مِثْلَهُ.

سمجھتی ہو جو تم نے دیکھا ہے؟ تو وہ کہتیں: یارسول اللہ! میں اپنی شنوائی اور بینائی محفوظ رکھوں گی۔ میں تو عائشہؓ کو پاک دامن ہی سمجھتی ہوں۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں اور یہی زینبؓ وہ تھیں جو (آنحضرت ﷺ کی ازواج میں سے) میری برابری کیا کرتی تھیں۔ اللہ نے انہیں پرہیزگاری کی وجہ سے بچائے رکھا۔ (ابوربیع سلیمان بن داؤد نے) کہا: فلیح نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، (انہوں نے عروہ سے☆) عروہ نے حضرت عائشہؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ سے اسی طرح روایت کی۔ (ابوربیع نے) کہا: اور فلیح نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن اور یحییٰ بن سعید سے اور ان دونوں نے قاسم بن محمد بن ابی بکر سے اسی طرح روایت کی۔

اطرافہُ: ۲۵۹۳، ۲۶۳۷، ۲۶۸۸، ۲۸۷۹، ۴۰۲۵، ۴۱۴۱، ۴۶۹۰، ۴۷۴۹، ۴۷۵۰، ۴۷۵۷، ۵۲۱۲، ۶۶۶۲، ۶۶۷۹، ۷۳۶۹، ۷۳۷۰، ۷۵۰۰، ۷۵۴۵۔

تشریح: **تَعْدِيْلُ النِّسَآءِ بَعْضِهِنَّ بَعْضًا:** مسئلہ معنونہ سے متعلق جمہور کا یہ مذہب ہے کہ عورتوں کی شہادت مردوں کی شہادت سے مل کر قابل وثوق ہے۔ لیکن اُس کی تنہا شہادت پایۂ اعتبار سے ساقط ہے اور یہ شہادت ان اُمور میں بھی قابل قبول ہوگی جن کا عورتوں سے خاص تعلق ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عورتوں کی شہادت آپس میں ایک دوسری کی نسبت معتبر ہے۔ ان کے شاگردوں میں سے امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی فتویٰ ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جمہور کے مذہب کی تائید میں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کی بریت کے بارے میں حضرت زینب بنت جحش اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہما کی شہادت پر خطبہ میں اس کا اعلان کیا اور اتہام لگانے والوں سے اپنی بیزاری کا اظہار فرمایا۔ عنوان باب میں الفاظ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا سے ایک تیسری رائے کی طرف بھی اِشارہ پایا جاتا ہے کہ عورتیں آپس میں ایک دوسری کی تعدیل کرسکتی ہیں لیکن مردوں کی نہیں۔

(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۳۶، ۳۳۷)

☆ الفاظ "عَنْ عُرْوَةَ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ ۳۳۵)

بَاب ١٦ : إِذَا زَكَّى رَجُلٌ رَجُلًا كَفَاهُ

جب ایک مرد کسی مرد کو الزام سے بَری قرار دے تو یہ اس کے لئے کافی ہے

وَقَالَ أَبُو جَمِيْلَةَ: وَجَدْتُ مَنْبُوْذًا فَلَمَّا رَآنِي عُمَرُ قَالَ: عَسَى الْغُوَيْرُ أَبْؤُسًا كَأَنَّهُ يَتَّهِمُنِي. قَالَ عَرِيْفِي: إِنَّهُ رَجُلٌ صَالِحٌ. قَالَ: كَذَلِكَ؟ اذْهَبْ وَعَلَيْنَا نَفَقَتُهُ.

اور حضرت ابوجمیلہؓ (سنین) نے کہا: میں نے ایک (لاوارث بچہ) پڑا ہوا پایا۔ جب حضرت عمرؓ نے مجھے دیکھا تو انہوں نے کہا: مبادا یہ آفت ہو۔ گویا وہ مجھے زیر الزام سمجھتے تھے۔ پھر میرے نقیب نے جو مجھے اچھی طرح جانتا تھا، کہا: یہ تو نیک آدمی ہے۔ (حضرت عمرؓ نے) کہا: اگر ایسا ہے تو بچہ لے جاؤ اور اس کا خرچ ہمارے ذمہ ہے۔

٢٦٦٢ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: أَثْنَى رَجُلٌ عَلَى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: وَيْلَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ (مِرَارًا). ثُمَّ قَالَ: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا أَخَاهُ لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ: أَحْسِبُ فُلَانًا. وَاللهُ حَسِيْبُهُ. وَلَا أُزَكِّي عَلَى اللهِ أَحَدًا. أَحْسِبُهُ كَذَا وَكَذَا. إِنْ كَانَ يَعْلَمُ ذَلِكَ مِنْهُ.

اطرافہ: ٦٠٦١، ٦١٦٢۔

۲۶۶۲: محمد بن سلام نے مجھ سے بیان کیا کہ عبدالوہاب نے ہمیں بتایا۔ خالد حذاء نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ سے، عبدالرحمٰن نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی شخص نے ایک شخص کی تعریف کی، تو آپؐ نے فرمایا: وائے تجھ پر، تو نے تو اپنے ساتھی کی گردن کاٹ ڈالی۔ تو نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ ڈالی۔ آپؐ نے کئی بار یہ فرمایا۔ پھر فرمایا: تم میں سے جس نے اپنے بھائی کی ضرور تعریف ہی کرنی ہو تو چاہیے کہ وہ یوں کہے کہ میں فلاں کو یوں سمجھتا ہوں اور اللہ ہی اس سے خوب واقف ہے۔ میں اللہ کے سامنے کسی کو بے عیب نہیں کہہ سکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایسا ایسا ہے۔ وہ بیان کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ اسے ویسا ہی جانتا ہو۔

تشریح: **اِذَا زَکَّی رَجُلٌ رَجُلًا کَفَاہُ:** صحت شہادت کے لئے ضروری ہے کہ جس شخص کے حق میں شہادت دی جاتی ہے، گواہ اس کے حالات سے بخوبی واقف ہو۔ اس غرض سے یہ باب قائم کیا گیا ہے اور عنوان باب میں حضرت ابوجمیلہؓ (سنین) کے حوالے سے بھی یہی مقصود ہے۔ انہوں نے کسی غزوہ سے واپسی پر ایک لاوارث بچہ پایا اور اسے مدینہ میں لے آئے۔ شکایت ہونے پر حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ کہیں یہ مصیبت کا باعث نہ بنے۔ تو حضرت ابوجمیلہؓ کے واقف حال شخص نے ان کے حق میں شہادت دی۔ حضرت عمرؓ نے مختلف قبائل پر نگران مقرر کر رکھے تھے جنہیں عریف کہتے تھے۔ جیسے آج کل کلاس مانیٹر کو عریف کہتے ہیں۔ عریف کی شہادت کا اعتبار کیا گیا تھا اور بیت المال سے اس بچے کا وظیفہ جاری ہوا۔ مالکی اور شافعی شہادت صفائی کے لئے کم از کم دو گواہ ضروری قرار دیتے ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۴۷) مشارالیہ واقعہ سے ظاہر ہے کہ واقف حال شخص ایک بھی صفائی کے لئے کافی ہے اور اس واقعہ میں استغاثہ کی صورت نہ تھی۔ ایک شخص کے متعلق صرف شبہ کا ازالہ تھا، عدالتی کارروائی نہ تھی جس میں کم از کم دو شاہد ضروری ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی موجودگی میں اس کی تعریف ناپسند فرمائی ہے۔ نہ صرف یہ کہ ایسی تعریف بے محل ہے بلکہ ممدوح کو خود پسندی میں مبتلا کرنے کا باعث ہوسکتی ہے۔ علاوہ ازیں عندالضرورت تعریفی الفاظ میں احتیاط ہونی چاہیے۔ ارشاد **فَلْيَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا وَاللّٰهُ حَسِيْبُهُ......** سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی سبق دیا ہے۔ اس ارشاد سے مسئلہ معنونہ کا استدلال کیا گیا ہے۔

عَسَی الْغُوَيْرُ اَبْؤُسًا: غُوَيْرٌ، غَارَ کی تصغیر ہے اور اَبْؤُسٌ، بُؤْسٌ کی جمع ہے۔ یہ ایک ضرب المثل ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ جس غار کی پناہ ڈھونڈنا چاہتے ہو کہیں اس میں ڈاکو چھپے نہ ہوں یا اس میں پناہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے کسی حادثہ کا شکار نہ ہو جاؤ۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۴۸)

ابوجمیلہ کنیت سے دو شخص معروف ہیں۔ ایک سنین بن فرقد سلمی قبیلہ بنی سلیم میں سے تھے جو صحابی ہیں۔ فتح مکہ میں شریک ہوئے۔ اس بات کا ذکر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام زہری کی روایت سے کیا ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۴۳۰۱) اور دوسرے میسرہ طُہَوی تابعی کوفی ہیں۔ علامہ ابن حجرؒ کے نزدیک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اوّل الذکر کا حوالہ دیا ہے جو صحابی ہیں اور روایت نمبر ۲۶۶۲ میں **مَادِحٌ** (مدح کرنے والے) اور ممدوح کا نام مذکور نہیں۔ شارحین نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ اوّل الذکر محجن بن الادرع (اسلمی) اور ثانی الذکر عبداللہ ذوالبجادین ہیں۔ اس تعلق میں **کتاب الأدب** باب ۵۴ روایت نمبر ۶۰۶۱ بھی دیکھئے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۴۸ تا ۳۴۰) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۲۳۶ تا ۲۳۸)

بَاب ١٧: مَا يُكْرَهُ مِنَ الْإِطْنَابِ فِي الْمَدْحِ وَلْيَقُلْ مَا يَعْلَمُ

تعریف میں جو مبالغہ کرنا ناپسندیدہ ہے اور چاہیے کہ اتنا ہی کہے جتنا جانتا ہو

٢٦٦٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنِي بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُثْنِي عَلَى رَجُلٍ وَيُطْرِيْهِ فِي مَدْحِهِ فَقَالَ: أَهْلَكْتُمْ- أَوْ قَطَعْتُمْ- ظَهْرَ الرَّجُلِ.

طرفہٗ: ٦٠٦٠۔

۲۶۶۳: محمد بن صباح نے ہمیں بتایا۔ اسماعیل بن زکریا نے ہم سے بیان کیا کہ برید بن عبداللہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابوبردہ سے، ابوبردہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کسی شخص کی تعریف کرتے سنا اور وہ اس کی تعریف میں مبالغہ کر رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا: تم نے اس شخص کو ہلاک کر دیا یا فرمایا: تم نے اس شخص کی پیٹھ توڑ ڈالی۔

تشریح: **مَا يُكْرَهُ مِنَ الْاِطْنَابِ فِي الْمَدْحِ:** اِطْنَابٌ، طَنَبٌ کے معنی خیمے کی رسی جس سے وہ کیل کے ساتھ باندھا جاتا ہے۔ خیمہ نصب کرتے وقت اس کے تناؤ اور مضبوط ہونے میں رسّے مدد دیتے ہیں۔ اسی لفظ سے اَفْعَلَ کے وزن پر اَطْنَبَ يُطْنِبُ اِطْنَابًا کا باب اِفْعَال ہے۔ اِطْنَاب کے معنی ہیں کسی بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا، کسی بات میں مبالغہ کرنا۔ (لسان العرب- طنب) شہادت میں نہ طوالت بیان جائز ہے نہ مبالغہ۔ لفظ اِطْنَابٌ مبالغہ کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ عربی میں مبالغہ سے تعریف کرنے کو اِطْرَآءٌ (مدح سرائی) کہتے ہیں، جو ممنوع ہے۔ باب کا مقصود یہی ہے کہ شہادت میں ضبط الفاظ اور اختصار بیان ملحوظ رکھنا ضروری ہے، ورنہ شہادت قابل اعتماد نہ رہے گی۔

وَلْيَقُلْ مَا يَعْلَمُ: حدیث زیر باب میں وَلْيَقُلْ مَا يَعْلَمُ کے الفاظ نہیں ہیں۔ لیکن سابقہ باب کی حدیث میں اس کے ہم معنی ارشاد نبویؐ بیان کیا جا چکا ہے۔ امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ یہی ارشاد عنوان باب میں الگ نمایاں کیا گیا ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۴۰)

بَاب ١٨: بُلُوْغُ الصِّبْيَانِ وَشَهَادَتُهُمْ

بچوں کی بلوغت اور ان کی شہادت

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا (النور: ٦٠)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو چاہیے کہ وہ اندر آنے کی اجازت لیں۔

وَقَالَ مُغِيْرَةُ: احْتَلَمْتُ وَأَنَا ابْنُ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً. وَبُلُوْغُ النِّسَاءِ إِلَى الْحَيْضِ لِقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ إِلَى قَوْلِهِ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق: ٥)

اور مغیرہ نے کہا: میں جب بارہ برس کا تھا، جوان ہوا۔ اور عورتوں کی بلوغت حیض آنے پر موقوف ہے۔ اس لئے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے ناامید ہو چکی ہوں۔

وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ: أَدْرَكْتُ جَارَةً لَّنَا جَدَّةً بِنْتَ إِحْدَى وَعِشْرِيْنَ سَنَةً.

اور حسن بن صالح نے کہا: مجھے یاد ہے کہ ہماری ایک ہمسایہ تھی جو اکیس برس کی عمر میں نانی تھی۔

٢٦٦٤: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ يُجِزْنِي ثُمَّ عَرَضَنِي يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ فَأَجَازَنِي. قَالَ نَافِعٌ: فَقَدِمْتُ عَلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَهُوَ خَلِيْفَةٌ فَحَدَّثْتُهُ الْحَدِيْثَ فَقَالَ: إِنَّ هَذَا لَحَدٌّ بَيْنَ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ وَكَتَبَ إِلَى عُمَّالِهِ أَنْ يَّفْرِضُوْا لِمَنْ بَلَغَ خَمْسَ عَشْرَةَ.

۲۶۶۴: عبیداللہ بن سعید نے ہمیں بتایا کہ ابواُسامہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عبیداللہ (بن عمر) نے مجھے بتایا، کہا: نافع نے مجھے بتایا، کہا: حضرت (عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اُحد کے دن ان کا جائزہ لیا۔ وہ اس وقت چودہ برس کے تھے تو آپؐ نے مجھے جنگ میں شریک ہونے کی اجازت نہ دی۔ پھر آپؐ نے غزوۂ خندق کے موقع میرا جائزہ لیا اور اس وقت مَیں پندرہ سال کا تھا تو آپؐ نے مجھے اجازت دی۔ نافع نے کہا: عمر بن عبدالعزیز کے پاس میں آیا اور وہ اس وقت خلیفہ تھے۔ میں نے ان سے یہی حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ چھوٹے اور بڑے کے درمیان یہی حد ہے اور اپنے عمال کو لکھا کہ جو پندرہ برس کے ہو چکے ہوں ان کے لئے بھی راشن مقرر کر دیں۔

طرفہ: ٤٠٩٧۔

۲٦٦٥ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ.

اطرافہ: ۸۵۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۹۵۔

۲٦٦۵: علی بن عبداللہ نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) ہم سے سفیان (بن عیینہ) نے بیان کیا کہ صفوان بن سلیم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عطاء بن یسار سے، عطاء نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ یہ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: جمعہ کے دن نہانا ہر ایک بالغ پر واجب ہے۔

تشریح: **بُلُوْغُ الصِّبْيَانِ وَشَهَادَتُهُمْ:** جمہور کے نزدیک بچوں کی شہادت عدالتی کاروائی کے لئے قابل اعتماد نہیں۔ امام مالکؒ نے جرح میں ان کا بیان قابل اعتبار گردانا ہے۔ ان کے منتشر ہو جانے سے قبل قلمبند کرلیا جائے۔ ان کو ایک دوسرے سے بات کرنے کا موقع نہ ملے۔ جمہور نے بھی ان کی اطلاعات کو اس صورت میں وقعت دی ہے کہ قرائن سے ان کے بیان کی تائید ہوتی ہے۔ فقہاء نے بچوں کو بلوغت پر مکلّف شریعت قرار دیا ہے۔ ان کا استدلال آیت محولہ بالا سے ہے۔ پوری آیت یہ ہے: وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيَاتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ٥(النور:٦٠) اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو اسی طرح وہ اندر آنے کی اجازت لیا کریں، جس طرح ان سے پہلوں (یعنی بڑے لوگوں) نے اجازت لی۔ اللہ تعالیٰ اپنے احکام تمہارے لئے کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ علیم حکیم ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۴۱)

بلوغت کی حد کیا ہے؟ عنوان باب میں مغیرہ بن مُقْسِم ضبّی کوفیؒ کے حوالہ سے ظاہر ہے کہ کم از کم عمر بارہ سال ہے اور حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے ظاہر ہے کہ زیادہ سے زیادہ پندرہ سال۔ حسن بن صالح ہمدانی (فقیہ کوفہ) نے ایک خاتون کے اکیس سال کی عمر میں دادی یا نانی بن جانے کا ذکر کیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک خاتون دادی ہونے کی حالت میں دیکھی جو نویں سال میں حائضہ ہوئی اور دسویں سال میں بچی پیدا ہوئی جو اسی طرح بالغ ہو کر ماں بنی اور اس کی ماں اکیسویں سال کی تھی۔ یہ مثالیں شاذ ہیں۔ بلوغت کی حد گرم وسرد علاقوں میں مختلف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مرد کے لئے ۱۸، ۱۹ سال اور عورت کے لئے ۱۷ سال حد بلوغت ہے اور جمہور کے نزدیک دونوں کی اوسط حد بلوغت پندرہ سال ہے جس میں وہ مکلّف شریعت ہو جاتے ہیں۔ اسی اختلاف کے پیش نظر قرآن مجید کی آیت وَالّٰٓئِیْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ کا حوالہ دے کر حیض بلوغت کی علامت قرار دیا ہے؛ خواہ عورت نو سال میں حائضہ ہو یا سترہ اٹھارہ سال میں۔ پوری آیت یہ ہے: وَالّٰٓئِیْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِیْ

لَمْ يَحِضْنَ ؕ (الطلاق:۵) یعنی وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں اگر ان کی عدت کی نسبت تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور اسی طرح ان کی بھی جنہیں (بوجہ بیماری) حیض نہ آئے۔ حوالہ جات کی تفصیل کے لئے فتح الباری جزء۵ صفحہ۳۴۱، ۳۴۲ نیز عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۲۳۹، ۲۴۰ دیکھئے۔

زیر باب دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی جس میں بلوغت کی حد پندرہ سال بتائی گئی ہے اور دوسری حضرت ابوسعید خدریؓ کی جس میں شرعی احکام پر عمل کرنے کے لئے حالت احتلام، بلوغت کی علامت قرار دی ہے۔ پہلی روایت میں بلوغت کی عمر جنگی قابلیت کے لحاظ سے کم از کم پندرہ سال مذکور ہے اور دوسری روایت میں احکام شریعت کی پابندی کا ذکر ہے۔ عنوان باب میں مردوں اور عورتوں کی بلوغت کا مسئلہ پیش کر کے معین عمر بلوغت کو سالوں کی قید و حد بندی سے آزاد رکھا ہے کہ اس کا تعلق مختلف ملکوں کے مخصوص اقلیمی اور قومی حالات سے ہے۔

بَاب ۱۹ : سُؤَالُ الْحَاكِمِ الْمُدَّعِيَ: هَلْ لَكَ بَيِّنَةٌ؟ قَبْلَ الْيَمِيْنِ

حاکم کا (مدعا علیہ کو) قسم دِلانے سے پہلے مدعی سے یہ پوچھنا کہ کیا تمہارے پاس کوئی شہادت ہے؟

٢٦٦٦-٢٦٦٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ قَالَ فَقَالَ الْأَشْعَثُ ابْنُ قَيْسٍ: فِيَّ وَاللهِ كَانَ ذٰلِكَ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ مِنَ الْيَهُوْدِ أَرْضٌ فَجَحَدَنِي فَقَدَّمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟ قَالَ: قُلْتُ:

۲۶۶۶-۲۶۶۷: محمد (بن سلام) نے ہم سے بیان کیا کہ ابومعاویہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے شقیق سے، شقیق نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس لئے قسم کھائی کہ وہ کسی مسلمان آدمی کے مال سے کچھ لے لے اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو اللہ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ اس سے ناخوش ہوگا۔ (شقیق) کہتے تھے کہ حضرت اشعث بن قیسؓ (یہ سن کر) بولے: یہ تو بخدا میرے ہی متعلق تھا۔ میرے اور ایک یہودی کے درمیان ایک مشترکہ زمین تھی۔ اس نے میرے حصہ کا انکار کر دیا۔ میں نے اُسے نبی ﷺ کے سامنے

لا. قَالَ: فَقَالَ لِلْيَهُوْدِيِّ: احْلِفْ. قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِذَنْ يَحْلِفُ وَيَذْهَبُ بِمَالِي. قَالَ: فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا (آل عمران:۷۸) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ.

پیش کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی شہادت ہے؟ کہتے تھے: میں نے کہا: نہیں۔ انہوں نے کہا: تب آپؐ نے اس یہودی سے کہا: قسم کھاؤ۔ کہتے تھے: میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ تو قسم کھا کر میرا مال اُڑا لے جائے گا۔ (حضرت اشعث) کہتے تھے: اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت وحی کی: وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی سی پونجی خریدتے ہیں......

اطراف الحدیث۲۶۶۶: ۲۳۵۶، ۲۴۱۶، ۲۵۱۵، ۲۶۶۹، ۲۶۷۳، ۲۶۷۶، ۴۵۴۹، ۶۶۵۹، ۶۶۷۶، ۷۱۸۳، ۷۴۴۵۔

اطراف الحدیث ۲۶۶۷: ۲۳۵۷، ۲۴۱۷، ۲۵۱۶، ۲۶۷۰، ۲۶۷۷، ۴۵۵۰، ۶۶۶۰، ۶۶۷۷، ۷۱۸۴۔

تشریح: **سُؤَالُ الْحَاكِمِ الْمُدَّعِيَ هَلْ لَكَ بَيِّنَةٌ قَبْلَ الْيَمِيْنِ:** دارالقضاء سے متعلقہ احکام تحقیق میں سے پہلا حکم یہی ہے کہ قاضی مدعی یا مستغیث سے شہادت کا مطالبہ کرے اور شہادت کی عدم موجودگی میں مدعاعلیہ کو قسم دی جائے۔ ایسی صورت میں مدعی کو شبہ پیدا ہونا طبعی امر ہے کہ مبادا مدعاعلیہ جھوٹی قسم کھالے جیسا کہ حضرت اشعث بن قیسؓ کو یہودی مدعاعلیہ کی نسبت پیدا ہوا۔ محض اسی شبہ سے قاضی قواعد عدالت کو نظرانداز نہیں کرسکتا۔ قواعد شریعت کی پابندی بہرحال ضروری ہے کیونکہ جزا سزا کا سلسلہ صرف حدود شریعت تک ہی ختم نہیں ہوجاتا بلکہ اس کے بعد قضاء وقدر کا سلسلہ بھی چلتا ہے جس کی طرف بحوالہ آیت اشارہ کیا گیا ہے، پوری آیت یہ ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ O (آل عمران:۷۸) جولوگ اپنے عہدوں اور قسموں کے بدلے میں تھوڑی قیمت لیتے ہیں ان لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا اور روز قیامت اللہ ان سے بات نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک ٹھہرائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب مقدر ہے۔

لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ: شدت ناراضگی میں انسان نہ ہم کلام ہوتا ہے اور نہ دیکھتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے الفاظ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ کی تشریح محولہ بالا آیت سے کی گئی ہے۔ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ سے یہ مراد بھی ہے کہ اس دنیا میں بھی انجام کار جھوٹ سے حاصل کیا ہوا مال نفع بخش نہیں ہوگا۔ ثَمَنًا قَلِيْلًا (تھوڑے مال) سے مراد ناپائدار اور انجام کار نقصان والا دنیاوی نفع ہے۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت ۱۷۵ میں ثَمَنًا قَلِيْلًا کی تشریح بالفاظ

اُولٰٓئِکَ مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا یُزَکِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ سے کی گئی ہے۔ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہیں ان کا کھانا گویا آگ نگلنا ہے۔ وہ نہ دنیا میں راحت کا موجب ہوگا نہ آخرت میں۔ یہ وہ تقدیر الٰہی ہے جو شریعت کی حدود توڑنے پر نازل ہوئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ کشتی نوح میں جماعت کو پابندیٔ شریعت سے متعلق نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''اگر شریعت کا قانون تمہارے لئے قابل برداشت نہیں تو بذریعہ دعا قضا وقدر کے قانون سے فائدہ اُٹھاؤ۔ کیونکہ قضا وقدر کا قانون شریعت کے قانون پر بھی غالب آجاتا ہے۔ تقویٰ اختیار کرو۔'' (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۸۱)

اگر جھوٹی قسم سے مدعا علیہ حرام کھاتا ہے تو تقدیر اپنا کام کرے گی۔

قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ...... فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سے مراد جیسا کہ بار بار بتایا جاچکا ہے تطبیق آیت ہے؛ نہ کہ مشار الیہ موقع پر نزول آیت۔

بَاب ۲۰ : الْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ فِي الْأَمْوَالِ وَالْحُدُوْدِ

مالی مقدمات اور اُن جرموں میں جن پر بدنی سزائیں عائد ہوتی ہیں قسم مدعا علیہ کے ذمہ ہے

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِيْنُهُ. وَقَالَ قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ شُبْرُمَةَ كَلَّمَنِي أَبُو الزِّنَادِ فِي شَهَادَةِ الشَّاهِدِ وَيَمِيْنِ الْمُدَّعِي فَقُلْتُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى (البقرة: ۲۸۳) قُلْتُ: إِذَا كَانَ يُكْتَفَى بِشَهَادَةِ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دو گواہ چاہییں یا اس سے قسم لی جائے گی۔ اور قتیبہ نے کہا: سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شُبرمہ سے روایت کی کہ ابوالزناد نے (جو مدینہ کے قاضی تھے) ایک گواہ کی گواہی اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنے کے بارے میں مجھ سے بات کی۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تم اپنے مردوں میں سے دو گواہ ٹھہرالو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں، ایسے لوگوں میں سے جنہیں تم بطور گواہ پسند کرتے ہو۔ دو عورتیں اس لئے کہ اگر اُن میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دِلا دے۔ میں

شَاهِدٍ وَيَمِيْنِ الْمُدَّعِي فَمَا تَحْتَاجُ أَنْ تُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى مَا كَانَ يَصْنَعُ بِذِكْرِ هَذِهِ الْأُخْرَى؟

نے کہا: اگر ایک گواہ کی گواہی اور مدعی کی قسم کافی سمجھی جاتی تو کیا ضرورت تھی کہ ایک دوسری کو یاد دِلا دے۔ ایک کا دوسری کو یاد دِلانے سے بنتا ہی کیا ہے؟

٢٦٦٨: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: كَتَبَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اِلَيَّ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِالْيَمِيْنِ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ.

اطرافہ: ٢٥١٤، ٤٥٥٢۔

۲۶۶۸: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ نافع بن عمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: (حضرت عبداللہ) بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعیٰ علیہ کو قسم دِلانے کا حکم دیا ہے۔

٢٦٦٩-٢٦٧٠: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ ثُمَّ أَنْزَلَ اللهُ تَصْدِيْقَ ذَلِكَ: اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللهِ وَاَيْمَانِهِمْ إِلَى عَذَابٌ اَلِيْمٌ (ال عمران:٧٨) ثُمَّ إِنَّ الْأَشْعَثَ بْنَ قَيْسٍ خَرَجَ إِلَيْنَا فَقَالَ: مَا يُحَدِّثُكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ؟ فَحَدَّثْنَاهُ بِمَا قَالَ فَقَالَ: صَدَقَ لَفِيَّ أُنْزِلَتْ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ خُصُوْمَةٌ فِي شَيْءٍ فَاخْتَصَمْنَا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ

۲۶۶۹-۲۶۷۰: عثمان بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابووائل سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت عبداللہؓ (بن مسعود) کہتے تھے: جس نے اس غرض سے قسم کھائی کہ مال اس کا ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس سے ناراض ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس بارہ میں یہ آیت نازل کی ہے: {یقیناً وہ لوگ جو اللہ کے عہدوں اور قسموں کو معمولی قیمت میں بیچ دیتے ہیں...... اور ان کے لیے دردناک عذاب (مقدر) ہے۔} پھر اس کے بعد حضرت اشعث بن قیسؓ (اپنے گھر سے) باہر ہمارے پاس آئے اور انہوں نے پوچھا: ابوعبدالرحمٰن (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ) تمہیں کیا بتا رہے تھے؟ ہم نے انہیں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِيْنُهُ فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّهُ إِذًا يَحْلِفُ وَلَا يُبَالِي. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ. ثُمَّ اقْتَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ.

جوانہوں نے کہا تھا، بتایا۔ انہوں نے کہا: سچ کہا ہے۔ میرے ہی متعلق یہ آیت نازل کی گئی تھی۔ میرے اور ایک شخص کے درمیان کسی چیز کی بابت جھگڑا تھا تو ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس فیصلہ کے لئے گئے۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا: تمہارے دو گواہ چاہئیں ورنہ اس سے قسم لی جائے گی۔ میں نے آپؐ سے کہا: تب تو یہ قسم کھالے گا اور کچھ پرواہ نہیں کرے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اس لئے قسم کھائی کہ وہ اس کے ذریعے کسی مال کو اپنا بنالے اور اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ اللہ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ وہ اس سے ناراض ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے کلام سے اس کی تصدیق ہوتی ہے اور انہوں نے یہ آیت پڑھی۔

اطراف الحدیث **۲۶۶۹**: ۲۳۵٦، ۲٤۱٦، ۲۵۱۵، ۲٦٦٦، ۲٦۷۳، ۲٦۷٦، ٤۵٤۹، ٦٦۵۹، ٦٦۷٦، ۷۱۸۳، ۷٤٤۵۔

اطراف الحدیث **۲۶۷۰**: ۲۳۵۷، ۲٤۱۷، ۲۵۱٦، ۲٦٦۷، ۲٦۷۷، ٤۵۵۰، ٦٦٦۰، ٦٦۷۷، ۷۱۸٤۔

تشریح: **اَلْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ فِي الْاَمْوَالِ وَالْحُدُوْدِ:** قانون دانوں نے خلاف ورزی احکام کی دو قسمیں تجویز کی ہیں۔ ایک قسم کا تعلق مالی حقوق کے نقصان سے ہے اور دوسری کا جسم و جان کے نقصان سے، اور اس اعتبار سے عدالتی کاروائی سے ضابطہ قواعد کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک کا نام قانون بدنی اور دوسرے کا نام قانون تعزیری۔ اسلامی فقہاء نے ان دونوں ضابطوں کے لئے حقوق اور حدود کی اصطلاحیں استعمال کی ہیں اور ان سے متعلقہ احکام کی خلاف ورزی پر جو دعوے اور قضیئے پیدا ہوں، ان میں قانون شہادت ایک ہی ہے۔ کم از کم دو گواہ لاؤ ورنہ مدعا علیہ کو قسم دی جائے گی۔ یہ مضمون ہے عنوان باب کا۔ الفاظ **شَاهِدَاکَ اَوْ يَمِيْنُهُ** کے لئے دیکھئے روایت نمبر ۲٦۷۰۔ جہاں حضرت اشعث بن قیسؓ کی روایت سے یہ الفاظ منقول ہیں۔ الزام زنا کے ثبوت میں شہادت کا قانون الگ ہے جو آگے بیان ہوگا۔

بَاب ۲۱ : إِذَا ادَّعَى أَوْ قَذَفَ فَلَهُ أَنْ يَّلْتَمِسَ الْبَيِّنَةَ وَيَنْطَلِقَ لِطَلَبِ الْبَيِّنَةِ

جب کوئی دعویٰ کرے یا زنا کی تہمت لگائے تو اسے چاہیے کہ گواہی کی جستجو کرے
اور گواہی کی تلاش کے لئے چلا جائے

۲۶۷۱ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيْكِ ابْنِ سَحْمَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْبَيِّنَةَ أَوْ حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِذَا رَأَى أَحَدُنَا عَلَى امْرَأَتِهِ رَجُلًا يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ؟ فَجَعَلَ يَقُوْلُ: الْبَيِّنَةَ وَإِلَّا حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ. فَذَكَرَ حَدِيْثَ اللِّعَانِ.

۲۶۷۱: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا کہ (محمد) بن ابی عدی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام (بن حسان) سے، انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ہلال بن امیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی بیوی پر تہمت لگائی کہ اس نے شریک بن سحماء سے زنا کیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہادت لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر کوڑے لگائے جائیں گے تو اس نے کہا: یا رسول اللہ! اگر ہم میں سے کوئی اپنی بیوی پر کسی شخص کو دیکھے تو وہ شہادت ڈھونڈنے کے لئے چل پڑے؟ تو آپؐ یہی فرماتے رہے: شہادت لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر کوڑے لگائے جائیں گے۔ پھر (حضرت ابن عباسؓ نے) لعان کی حدیث بیان کی۔

اطرافہ: ۴۷۴۷، ۵۳۰۷۔

تشریح: اِذَا ادَّعَى اَوْ قَذَفَ فَلَهُ اَنْ يَّلْتَمِسَ الْبَيِّنَةَ وَيَنْطَلِقَ لِطَلَبِ الْبَيِّنَةِ: مالی دعویٰ ہو یا تعزیری دونوں میں افراد کو حق نہیں دیا گیا کہ وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لیں بلکہ ان کا فرض ہے کہ دارالقضاء کی طرف رجوع کریں اور اس سے متعلق واضح شہادت بہم پہنچائیں۔ ان میں سے کسی فرد کا دعویٰ کہ اس نے اپنے گھر میں بچشم خود ارتکاب جرم دیکھا ہے، قطعاً قابل قبول نہیں بلکہ تہمت زنا کی صورت میں تو مستغیث قابل سزا ہو گا؛ اگر مطلوبہ شہادت پیش نہ کر سکے یا خود انتقام لے لے۔ مسئلہ معنونہ سے متعلق فقہاء کے درمیان دو اختلاف ہیں جس کی وجہ سے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک مالی اور تعزیری معاملات پر مذکورہ بالا قانون

شہادت اطلاق پائے گا لیکن فقہاء کوفہ کی رائے میں حدود میں قَسم کے ذریعے فیصلہ نہیں ہوگا۔ اسی طرح امام مالکؒ نے نکاح وطلاق اور عتاق میں اگر شہادت نہ ہو تو مدعی کی قسم پر فیصلہ جائز قرار نہیں دیا بلکہ اُن میں شہادت ضروری قرار دی ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ دو گواہوں کی عدم موجودگی میں مدعی سے قسم لینا جائز ہے۔ تہمت زنا پر چار گواہ مہیا نہ ہونے کی صورت میں مرد وعورت دونوں سے حلف لیا جائے گا۔ اس قَسم کو اصطلاح شریعت میں لِعَان کہتے ہیں اور اس کے بعد حد قذف جو مرد پر عدم شہادت کی صورت میں جاری ہونی تھی روک دی جائے گی۔ حوالہ جات کے لیے دیکھئے فتح الباری شرح باب ۲۰ و باب ۲۱ جزء ۵ صفحہ ۳۴۵ تا ۳۴۹

بَاب ۲۲ : اَلْيَمِيْنُ بَعْدَ الْعَصْرِ

عصر کے بعد قسم کھانا

۲۶۷۲ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ: رَجُلٌ عَلَى فَضْلِ مَاءٍ بِطَرِيْقٍ يَمْنَعُ مِنْهُ ابْنَ السَّبِيْلِ وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِلدُّنْيَا فَإِنْ أَعْطَاهُ مَا يُرِيْدُ وَفَى لَهُ وَإِلَّا لَمْ يَفِ لَهُ. وَرَجُلٌ سَاوَمَ رَجُلًا بِسِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَقَدْ أَعْطَى بِهَا كَذَا وَكَذَا فَأَخَذَهَا.

۲۶۷۲: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ جریر بن عبدالحمید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی ہیں جن سے اللہ بات نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا: ایک وہ شخص جس کے پاس ضرورت سے زیادہ پانی ہو اور وہ اس سے مسافروں کو محروم کرتا ہے اور وہ شخص جس نے کسی شخص کی بیعت کی اور صرف دنیا ہی کی خاطر بیعت کی۔ اگر اس نے اس کو جو وہ چاہتا ہے دے دیا تو اس کا وفادار رہا ورنہ اس نے وفاداری نہ کی اور وہ شخص جس نے عصر کے بعد کسی شخص سے کسی سامان کا بھاؤ کیا اور اللہ کی قسم کھائی کہ اس چیز کا اتنا معاوضہ ملتا تھا اور لینے والا اس چیز کو لے لے۔

اطرافہُ: ۲۳۵۸، ۲۳۶۹، ۷۲۱۲، ۷۴۴۶۔

تشریح: **اَلْيَمِيْنُ بَعْدَ الْعَصْرِ:** عصر کا وقت جو مقرر کیا گیا ہے اس کا زیادہ تر تعلق نفسیات سے ہے۔ زوال کا وقت جھوٹ اور اس کے بدعواقب سے معنوی مناسبت رکھتا ہے۔ پاکستان کے قیام سے پہلے کی بات ہے کہ قادیان میں ایک چوری کے الزام میں لالہ رام چند صاحب تھانیدار نے ملزمین کو مہلت دی اور مجھ سے بحیثیت ناظر اُمورِ عامہ امداد طلب کی۔ میں نے مولوی نذیر احمد صاحب کارکن نظارت اُمورِ عامہ سے کہا کہ رات کے بارہ بجے میرے مکان پر مشتبہین کو لے آئیں اور ایک بڑی طاقت کا بلب بھی بہم پہنچایا جائے۔ رات تاریک تھی۔ دراصل ملزم جو شدومد سے الزام کا انکار کرتے تھے، رات کی تاریکی اور یکدم روشنی سے ایسے متاثر ہوئے کہ اپنے جرم کا اقرار کر لیا اور مسروقہ زیورات بھی پیش کر دیئے، جس پر تھانیدار نے چالان مکمل کیا۔ غرض حلف کے لئے نماز عصر کے بعد کی تخصیص اسی حکمت پر مبنی ہے کہ وقت اور مقام کا تعلق نفسیات سے ہے۔

بَاب ۲۳: يَحْلِفُ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ حَيْثُمَا وَجَبَتْ عَلَيْهِ الْيَمِيْنُ وَلَا يُصْرَفُ مِنْ مَّوْضِعٍ إِلَى غَيْرِهِ

مدعا علیہ جہاں بھی اس پر قسم کھانا ضروری ہو، قسم کھائے اور وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ نہ لے جایا جائے

قَضَى مَرْوَانُ بِالْيَمِيْنِ عَلَى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: أَحْلِفُ لَهُ مَكَانِي فَجَعَلَ زَيْدٌ يَّحْلِفُ وَأَبَى أَنْ يَّحْلِفَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَجَعَلَ مَرْوَانُ يَعْجَبُ مِنْهُ.

مروان نے حضرت زیدؓ بن ثابت کو منبر پر جا کر قسم کھانے کا حکم دیا اور حضرت زیدؓ نے منبر پر جا کر قسم کھانے سے انکار کیا اور کہا کہ میں اپنی جگہ پر ہی قسم کھاؤں گا۔ اور مروان کو اس بات سے تعجب ہوا۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِيْنُهُ وَلَمْ يَخُصَّ مَكَانًا دُوْنَ مَكَانٍ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت اشعث سے) فرمایا: تمہارے دو گواہ چاہئیں ورنہ اس سے قسم لی جائے گی۔ آپؐ نے قسم کے لئے ایک جگہ کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ کی تخصیص نہیں فرمائی۔

۲۶۷۳: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۶۷۳: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد (بن زیاد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابووائل سے، ابووائل نے (حضرت عبداللہ) بن مسعود رضی اللہ عنہ سے، انہوں

قَالَ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالًا لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ.

نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جس نے اس غرض سے قسم کھائی کہ اس کے ذریعے کسی کا مال مارے تو وہ اللہ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ وہ اس سے ناراض ہوگا۔

اطرافہ: ۲۳۵۶، ۲٤۱٦، ۲۵۱۵، ۲٦٦٦، ۲٦٦۹، ۲٦۷٦، ٤۵٤۹، ٦٦۵۹، ٦٦۷٦، ۷۱۸۳، ۷٤٤۵۔

تشریح: **يَحْلِفُ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ حَيْثُمَا وَجَبَتْ عَلَيْهِ الْيَمِيْنُ وَلَا يُصْرَفُ مِنْ مَوْضِعٍ:** احناف اور حنابلہ کے نزدیک موقع ومحل سے متعلق شہادت میں حلف لینے کی ضرورت ہو تو وہ جائے وقوعہ پر لینی چاہیے۔ جمہور کا یہ مذہب ہے کہ مدینہ منورہ میں منبر نبویؐ کے پاس اور مکہ مکرمہ میں رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان قسم لی جائے کہ اُن مقامات کے تقدس کا خیال ممکن ہے کہ خوف الٰہی کا احساس پیدا کرنے کا باعث ہو۔ وعلیٰ ھٰذا القیاس، مساجد بھی ایسی جگہیں ہیں جہاں قسم کھانے والے سے اُمید کی جاتی ہے کہ خوف الٰہی سے کام لے گا۔ اس قسم کی احتیاطی تدبیر اختیار کرنے میں تو کوئی مانع نہیں۔ مگر یہ سوال کہ آیا مخصوص جگہ میں قسم اُٹھوانا واجب ہے یا غیر واجب؟ عنوان باب سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ، احناف اور حنابلہ کی رائے سے متفق ہیں کہ یہ طریق بطور وجوب ہے۔

(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۵۰)

حضرت زیدؓ بن ثابت کا واقعہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں نقل کیا ہے کہ اُن کا عبداللہ بن مطیعؒ سے کسی اَمر میں جھگڑا ہوا اور فیصلہ کے لئے مروان بن حکم امیر مدینہ کی طرف رجوع کیا گیا۔ انہوں نے چاہا کہ حضرت زیدؓ بن ثابت منبر نبویؐ پر جا کر قسم کھائیں۔ تو انہوں نے کہا کہ میں اپنی جگہ پر ہی قسم کھاؤں گا۔ مروان نے کہا: **لَا وَاللّٰهِ اِلَّا عِنْدَ مَقَاطِعِ الْحُقُوْقِ**☆ بارے خدایا! وہیں قسم ہوگی جہاں حقوق کا قطعی فیصلہ ہوسکتا ہے۔ مگر حضرت زیدؓ بن ثابت نے جہاں تھے، وہیں انہوں نے حلفیہ بیان دیا کہ وہ اپنے حق کے مطالبہ میں راستی پر ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت زیدؓ بن ثابت کے قول کو مروان بن حکم کے اجتہاد پر ترجیح دی ہے اور اس کی تائید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مندرجہ زیر باب ۲۰ روایت نمبر ۲٦٦۹-۲٦۷۰ کا حوالہ دیا ہے جس میں جگہ کی تخصیص نہیں۔ جھوٹی قسم جہاں بھی کوئی کھائے گا عذاب الٰہی کا سزاوار ہوگا۔

صحاح ستہ میں بعض روایات وارد ہوئی ہیں، جن میں قسم کے لئے جگہ کی تخصیص کا ذکر ہے۔ مگر یہ تخصیص وجوب کے معنوں میں نہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۵۱، عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۲۵۲، ۲۵۳، **بداية المجتهد، كتاب الأقضية، الباب الثالث، الفصل الثاني،** جزء ثانی صفحہ ۳٤۹، ۳۵۰۔ مشارالیہا روایات میں سے ایک روایت حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ کی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: **قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ حَلَفَ بِيَمِيْنٍ آثِمَةٍ عِنْدَ**

☆ (موطأ امام مالک، كتاب الأقضية، باب جامع ما جاء في اليمين على المنبر)

مِنبَرِی هٰذَا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.[1] اسی مفہوم میں ایک مرفوع روایت حضرت ابوامامہ بن ثعلبہ کی بھی ہے۔[2] انہی روایتوں سے بعض فقہاء نے وجوب کے بارے میں استدلال کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۵۱)

بَاب ٢٤ : إِذَا تَسَارَعَ قَوْمٌ فِي الْيَمِيْنِ

قسم کھانے میں جب کچھ لوگ ایک دوسرے سے پہل کرنا چاہیں (تو پہلے کس سے قسم لی جائے؟)

٢٦٧٤ : حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلَى قَوْمٍ الْيَمِيْنَ فَأَسْرَعُوْا فَأَمَرَ أَنْ يُّسْهَمَ بَيْنَهُمْ فِي الْيَمِيْنِ أَيُّهُمْ يَحْلِفُ.

۲۶۷۴: اسحاق بن نصر نے مجھے بتایا۔ عبدالرزاق نے ہم سے بیان کیا کہ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہمام سے، ہمام نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ آدمیوں کو قسم کھانے کے لئے فرمایا تو وہ جلدی کرنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا: ان کے درمیان قسم کھانے کے لئے قرعہ ڈالا جائے کہ کون ان میں سے قسم کھائے۔

تشریح: **اِذَا تَسَارَعَ قَوْمٌ فِي الْيَمِيْنِ:** یہ باب جھگڑے کی ایک خاص صورت سے متعلق ہے۔ ایک جائداد ہے جس کی نسبت دو شخص مدعی ہوں اور ان میں سے کسی فریق کے پاس شہادت نہ ہو اور حلف دونوں پر عائد ہوتا ہو اور ان میں سے ہر ایک کی خواہش ہو کہ وہ پہلے قسم کھا کر جائداد متنازعہ فیہ کا قبضہ حاصل کر لے۔ ایسی صورت میں بذریعہ قرعہ اندازی فیصلہ ہوگا۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۵۲)

بَاب ٢٥

قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالَى اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ
(آل عمران: ۷۸)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی سی پونجی لیتے ہیں۔ {یہی ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا اور اللہ نہ ان سے کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان پر نظر ڈالے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔ اور ان کے لیے دردناک عذاب (مقدر) ہے۔}

---

[1] (سنن ابن ماجه، كتاب الأحكام، باب اليمين عند مقاطع الحقوق)
[2] (سنن الكبرىٰ للنسائي، كتاب القضاء، باب اليمين على المنبر، جزء۳ صفحہ۴۹۲)

٢٦٧٥: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ أَبُو إِسْمَاعِيْلَ السَّكْسَكِيُّ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: أَقَامَ رَجُلٌ سِلْعَتَهُ فَحَلَفَ بِاللهِ لَقَدْ أُعْطِيَ بِهَا مَا لَمْ يُعْطِهَا. فَنَزَلَتْ: اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا. (آل عمران:٧٨) وَقَالَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى: النَّاجِشُ آكِلُ رِبًا خَائِنٌ.

اطرافہ: ٢٠٨٨، ٤٥٥١۔

۲۶۷۵: اسحاق نے مجھ سے بیان کیا کہ یزید بن ہارون نے ہمیں خبر دی کہ عوام (بن حوشب) نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) ابراہیم ابواسماعیل سکسکی نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: ایک شخص نے اپنا سامان بیچنے کے لئے رکھا اور اللہ کی قسم کھائی کہ اسے اس مال کے لئے اتنی قیمت دی جاتی رہی ہے، (مگر حقیقت میں اتنی قیمت پیش نہیں کی گئی تھی) اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی سی پونجی لیتے ہیں۔ ابن ابی اوفی نے کہا: نَاجِش سُود خور اور خیانت کرنے والا ہوتا ہے۔

٢٦٧٦-٢٦٧٧: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ كَاذِبًا لِيَقْتَطِعَ مَالَ الرَّجُلِ - أَوْ قَالَ أَخِيْهِ - لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. وَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ فِي الْقُرْآنِ: اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا إِلَى قَوْلِهِ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (آل عمران:٧٨)

۲۶۷۶-۲۶۷۷: بشر بن خالد نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے سلیمان سے، سلیمان نے ابووائل سے، ابووائل نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جو جھوٹا ہوکر اس غرض سے قسم کھائے کہ کسی شخص کا یا فرمایا کہ اپنے بھائی کا مال مارے تو وہ اللہ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ اس سے ناراض ہوگا اور اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں اس بارہ میں یہ آیت نازل کی ہے: وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی سی پونجی لیتے ہیں...... ان کے لیے دردناک عذاب (مقدر) ہے۔ پھر مجھ سے

فَلَقِيَنِي الْأَشْعَثُ فَقَالَ: مَا حَدَّثَكُمْ عَبْدُ اللهِ الْيَوْمَ؟ قُلْتُ: كَذَا وَكَذَا. قَالَ: فِيَّ أُنْزِلَتْ.

حضرت اشعثؓ ملے۔انہوں نے پوچھا: آج عبداللہؓ نے تمہیں کیا بتایا تھا۔میں نے کہا: یہ یہ باتیں۔تو انہوں نے کہا: میرے ہی متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی۔

اطراف الحدیث ۲۶۷۶: ۲۳۵۶، ۲۴۱۶، ۲۵۱۵، ۲۶۶۶، ۲۶۶۹، ۲۶۷۳، ۴۵۴۹، ۶۶۵۹، ۶۶۷۶، ۷۱۸۳، ۷۴۴۵۔

اطراف الحدیث ۲۶۷۷: ۲۳۵۷، ۲۴۱۷، ۲۵۱۶، ۲۶۶۷، ۲۶۷۰، ۴۵۵۰، ۶۶۶۰، ۶۶۷۷، ۷۱۸۴۔

تشریح: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ كَاذِبًا .....: جھوٹی شہادت اور جھوٹی قسم کے تعلق میں یہ باب بھی ہے۔ ابواب ۱۹، ۲۰ کی روایات میں حضرت اشعث بن قیسؓ کا بیان ہے کہ محولہ بالا آیت انہی کے حق میں نازل ہوئی تھی اور یہاں روایت نمبر ۲۶۷۶-۲۶۷۷ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ اس کے نزول کا تعلق کسی اور موقع سے ہے۔ان میں تعارض نہیں، کیونکہ نزول سے مراد تطبیق دینا ہے۔اس تعلق میں کتاب المساقاۃ تشریح باب ۴ و باب ۸ بھی دیکھئے۔

بَاب ۲۶: كَيْفَ يُسْتَحْلَفُ

قسم کیونکر لی جائے؟

قَالَ تَعَالَى يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ (التوبة: ٦٢) وَقَوْلُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا (النساء: ٦٣) يُقَالُ: بِاللهِ وَتَاللهِ وَوَاللهِ.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ (تمہارے لئے) اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں اور اللہ عزوجل کا یہ فرمانا: پھر وہ تمہارے پاس آنے لگے اللہ کی قسمیں کھانے کو کہ ہم تو صرف یہی چاہتے ہیں کہ بھلائی اور آپس میں ملاپ ہو۔قسم میں یوں کہا جائے: باللہ، تاللہ، واللہ۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَرَجُلٌ حَلَفَ بِاللهِ كَاذِبًا بَعْدَ الْعَصْرِ. وَلَا يُحْلَفُ بِغَيْرِ اللهِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک وہ شخص جو عصر کے بعد، جھوٹا ہوتے ہوئے اللہ کی قسم کھائے۔اور اللہ کے بغیر کسی اور کی قسم نہ کھائی جائے۔

۲۶۷۸: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَمِّهِ أَبِي

۲۶۷۸: اسماعیل بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا: مالک نے مجھے بتایا۔انہوں نے اپنے

سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُهُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ: لَا إِلَّا أَنْ تَطَّوَّعَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ. فَقَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ: لَا إِلَّا أَنْ تَطَّوَّعَ. قَالَ: وَذَكَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكَاةَ. قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ: لَا إِلَّا أَنْ تَطَّوَّعَ. فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ: وَاللهِ لَا أَزِيْدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُصُ. قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ.

اطرافہ: ٤٦، ١٨٩١، ٦٩٥٦۔

چچا ابوسہیل بن مالک سے، اُن کے چچا نے اپنے باپ (مالک بن ابی عامر) سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: ایک شخص (ضمام بن ثعلبہؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ آپؐ سے اسلام کی بابت پوچھ رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں رات دن میں پڑھنا۔ تو اس نے کہا: کیا میرے ذمہ ان کے علاوہ اور کوئی نماز بھی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، سوائے اس کے کہ اپنی مرضی سے کچھ پڑھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے مہینے کے روزے بھی رکھنا فرض ہے۔ تو اس نے کہا: کیا میرے لئے اس کے علاوہ کوئی اور روزے بھی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، سوائے اس کے کہ تو اپنی مرضی سے روزہ رکھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس سے زکوٰۃ کا ذکر کیا۔ اس نے کہا: کیا میرے ذمہ اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ سوائے اس کے کہ تو اپنی مرضی سے کچھ دے۔ (حضرت طلحہؓ نے) کہا: یہ سن کر وہ شخص پیٹھ موڑ کر چلا گیا اور یہ کہتا جا رہا تھا: اللہ کی قسم! میں نہ اس سے زیادہ کروں گا اور نہ کم۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ سچا ہے تو بامراد ہو گیا۔

٢٦٧٩: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ قَالَ: ذَكَرَ

۲۶۷۹: موسیٰ بن اسماعیل نے ہمیں بتایا۔ جویریہ (بن اسماء) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: نافع

نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ أَوْ لِيَصْمُتْ.

نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قسم کھانی ہو تو چاہیے کہ وہ اللہ کی قسم کھائے یا چُپ رہے۔

اطرافہ: ۳۸۳۶، ۶۱۰۸، ۶۶۴۶، ۶۶۴۸۔

تشریح: **كَيْفَ يُسْتَحْلَفُ:** الفاظِ قَسم کیا ہوں۔ اس کا جواب عنوان باب میں آیت کے حوالہ سے دیا گیا ہے۔ وَلَا يُحْلَفُ بِغَيْرِ اللّٰهِ کہ سوائے اللہ کی ذات کے اور کسی کی قسم نہ کھائی جائے۔ جیسا کہ عام عادت ہے کہ اپنی یا مخاطب وغیرہ کی جان یا عزت کی قسم کھائی جاتی ہے؛ یہ جائز نہیں۔ قرآن مجید کی محولہ بالا آیت یہ ہے: فَكَيْفَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا. (النساء: ۶۳) پھر یہ کیوں ہوتا ہے کہ جب ان کے افعال کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ (گھبرا کر) تیرے پاس آتے ہیں، قسمیں کھانے لگتے ہیں۔ کہتے ہیں: اللہ کی قسم ہم نے تو نیک سلوک اور مصالحت ہی کا ارادہ کیا تھا۔ عربی زبان میں قسم کے لئے حروف ب، ت، و استعمال ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں: بِاللّٰهِ، تَاللّٰهِ، وَاللّٰهِ۔ باب کی پہلی روایت میں وَاللّٰهِ کہہ کر بدوی نے عہد کیا ہے۔ اس روایت کے لئے کتاب الایمان باب ۳۴ روایت نمبر ۴۶ بھی دیکھئے۔

مندرجہ بالا دونوں روایتوں کا حاصل یہی ہے کہ غیر اللہ کی قسم نہ کھائی جائے اور الفاظ زیادہ نہ ہوں۔ صداقت میں طول کلام سے فرق نہیں پڑتا اور نہ لازم ہے کہ زیادہ الفاظ استعمال کر کے قسم کھانے والا جھوٹ نہ بولے۔

بَاب ۲۷: مَنْ أَقَامَ الْبَيِّنَةَ بَعْدَ الْيَمِيْنِ

جو شخص قسم کھائے جانے کے بعد شہادت پیش کرے

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَلْحَنُ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہوسکتا ہے کہ تم میں سے کوئی کسی سے اپنی دلیل بیان کرنے میں زیادہ فصیح ہو۔

وَقَالَ طَاوُسٌ وَإِبْرَاهِيْمُ وَشُرَيْحٌ: الْبَيِّنَةُ الْعَادِلَةُ أَحَقُّ مِنَ الْيَمِيْنِ الْفَاجِرَةِ.

اور طاؤس، ابراہیم اور شریح نے کہا: معتبر شہادت جھوٹی قسم کی نسبت زیادہ قابل قبول ہے۔

۲۶۸۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ

۲۶۸۰: عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ہشام بن عروہ سے،

عَنْ زَيْنَبَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَلْحَنُ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ أَخِيْهِ شَيْئًا بِقَوْلِهِ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ فَلَا يَأْخُذْهَا.

ہشام نے اپنے باپ سے، انہوں نے زینب سے، زینب نے حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دیکھو! تم میرے پاس جھگڑے کا فیصلہ کرانے آتے ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی دلیل بیان کرنے میں زیادہ فصیح ہو۔ سو جس شخص کے لئے میں اس کی بات سے متاثر ہو کر اس کے بھائی کے حق سے کچھ دِلانے کا فیصلہ کردوں تو وہ نہ لے، کیونکہ میں تو صرف اس کیلئے اس حالت میں ایک آگ کا ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں گا۔

اطرافہُ: ۲۴۵۸، ۶۹۶۷، ۷۱۶۹، ۷۱۸۱، ۷۱۸۵۔

تشریح: **مَنْ اَقَامَ الْبَيِّنَةَ بَعْدَ الْيَمِيْنِ:** ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مدعا علیہ کی قسم کے بعد مدعی کی شہادت قابل قبول نہیں کیونکہ قسم کھا کر مدعا علیہ آزاد ہوچکا ہے۔ لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور کہتے ہیں کہ فیصلہ کا دارومدار شہادت پر ہے۔ مدعی کو فیصلہ کے بعد اگر واضح شہادت مل جائے تو وہ پیش کی جاسکتی ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۵۴) حدیث زیر باب اس بارہ میں واضح ہے کہ فصاحت و بلاغت سے مدعی اپنے حق میں فیصلہ کراسکتا ہے۔ مگر اس سے حرام حلال اور ناجائز جائز نہیں ہوسکتا۔ ایسا فیصلہ تو آگ کا کام دے گا۔ اس تعلق میں کتاب الأحکام باب ۲۹ روایت نمبر ۷۱۸۱ بھی دیکھئے۔

بَاب ۲۸: مَنْ أَمَرَ بِإِنْجَازِ الْوَعْدِ

جس نے وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا

وَفَعَلَهُ الْحَسَنُ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِسْمٰعِيْلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ. (مریم:۵۵) وَقَضَى ابْنُ الْأَشْوَعِ بِالْوَعْدِ وَذَكَرَ ذٰلِكَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ.

اور حسن (بصری) نے بھی یہی فیصلہ کیا۔ (اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا) اور یاد کر کتاب میں اسماعیل کا ذکر کہ وہ وعدہ کے سچے تھے۔ اور ابن اشوع نے وعدہ پورا کرنے کا فیصلہ کیا اور حضرت سمرہ بن جندبؓ کی بابت روایت کرتے ہوئے ایسا ہی بیان کیا۔

وَقَالَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ صِهْرًا لَهُ فَقَالَ: وَعَدَنِي فَوَفَى لِي.

اور حضرت مِسوَر بن مخرمہؓ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ نے اپنے ایک داماد (ابوالعاصؓ) کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا: اس نے مجھ سے وعدہ کیا اور پورا کیا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: رَأَيْتُ إِسْحَاقَ بْنَ إِبْرَاهِيْمَ يَحْتَجُّ بِحَدِيْثِ ابْنِ أَشْوَعَ.

ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: میں نے اسحاق بن ابراہیم (بن راہویہ) کو دیکھا کہ وہ ابن اشوع کی حدیث سے استدلال کرتے تھے۔

٢٦٨١: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سُفْيَانَ أَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لَهُ: سَأَلْتُكَ مَاذَا يَأْمُرُكُمْ؟ فَزَعَمْتَ أَنَّهُ يَأْمُرُ بِالصَّلَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ قَالَ: وَهٰذِهِ صِفَةُ نَبِيٍّ.

۲۶۸۱: ابراہیم بن حمزہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے صالح (بن کیسان) سے، صالح نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی، کہا: مجھے ابوسفیان نے بتایا کہ ہرقل نے اس سے کہا: میں نے تم سے پوچھا تھا کہ وہ تمہیں کیا حکم دیتا ہے اور تم نے کہا ہے کہ وہ تمہیں نماز پڑھنے اور سچ بولنے اور بدکاری سے بچنے اور عہد پورا کرنے اور امانت ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ (ہرقل نے) کہا: اور یہی نبی کی صفت ہوتی ہے۔

اطرافہ: ۷، ۵۱، ۲۸۰٤، ۲۹٤۱، ۲۹۷۸، ۳۱۷٤، ٤۵۵۳، ۵۹۸۰، ٦۲٦۰، ۷۱۹٦، ۷۵٤۱۔

٢٦٨٢: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ نَافِعِ بْنِ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

۲۶۸۲: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوسہیل نافع بن مالک بن ابی عامر سے، نافع نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی نشانی

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ.

تین باتیں ہیں: جب وہ کوئی بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔ اور جب وہ وعدہ کرتا ہے تو پورا نہیں کرتا۔

اطرافہ: ۳۳، ۲۷۴۹، ۶۰۹۵۔

۲۶۸۳: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ: لَمَّا مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ أَبَا بَكْرٍ مَالٌ مِنْ قِبَلِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ أَوْ كَانَتْ لَهُ قِبَلَهُ عِدَةٌ فَلْيَأْتِنَا. قَالَ جَابِرٌ: فَقُلْتُ: وَعَدَنِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُعْطِيَنِي هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا. فَبَسَطَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. قَالَ جَابِرٌ: فَعَدَّ فِي يَدِي خَمْسَ مِائَةٍ ثُمَّ خَمْسَ مِائَةٍ ثُمَّ خَمْسَ مِائَةٍ.

۲۶۸۳: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن جریج سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عمرو بن دینار نے مجھے بتایا کہ محمد بن علی (باقر) سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ (انصاری) رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے تو حضرت ابوبکرؓ کے پاس حضرت علاء بن حضرمیؓ (بحرین کے حاکم) کی طرف سے مال آیا تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا: جس کسی کا نبی ﷺ کے ذمہ قرض ہو یا آپؐ نے اس سے کچھ وعدہ کیا ہو تو ہمارے پاس آئے۔ حضرت جابرؓ کہتے تھے: میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپؐ مجھے اتنا اتنا اتنا مال دیں گے اور انہوں نے اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر تین بار اس طرح فرمایا۔ حضرت جابرؓ کہتے تھے: چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے میرے ہاتھ میں پانچ سَو پھر پانچ سَو پھر پانچ سَو گن کر دیئے۔

اطرافہ: ۲۲۹۶، ۲۵۹۸، ۳۱۳۷، ۳۱۶۴، ۴۳۸۳۔

۲۶۸۴: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ أَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ

۲۶۸۴: محمد بن عبدالرحیم نے مجھ سے بیان کیا کہ سعید بن سلیمان نے ہمیں خبر دی۔ مروان بن

حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُجَاعٍ عَنْ سَالِمٍ الْأَفْطَسِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: سَأَلَنِي يَهُوْدِيٌّ مِنْ أَهْلِ الْحِيْرَةِ: أَيَّ الْأَجَلَيْنِ قَضَى مُوْسَى؟ قُلْتُ: لَا أَدْرِيْ حَتَّى أَقْدَمَ عَلَى حَبْرِ الْعَرَبِ فَأَسْأَلَهُ. فَقَدِمْتُ فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: قَضَى أَكْثَرَهُمَا وَأَطْيَبَهُمَا إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ فَعَلَ.

شجاع نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سالم (بن عجلان) افطس سے، سالم نے سعید بن جبیر سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: اہل حیرہ میں سے ایک یہودی نے مجھ سے پوچھا: حضرت موسیٰؑ نے ان دو میعادوں میں سے کون سی میعاد پوری کی تھی؟ میں نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔ میں عرب کے کسی عالم کے پاس جا کر جب تک پوچھ نہ لوں۔ چنانچہ میں آیا اور حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا تو انہوں نے کہا: حضرت موسیٰؑ نے ان میں سے جو زیادہ سے زیادہ اور نہایت پسندیدہ میعاد تھی، وہ پوری کی۔ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کہتا ہے، وہ پورا کرتا ہے۔

تشریح: مَنْ اَمَرَ بِاِنْجَازِ الْوَعْدِ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر وعدہ کسی معین سبب سے کیا گیا ہو تو اسے پورا کرنا واجب ہے ورنہ مطلق کا ایفاء حالات سے تعلق رکھتا ہے۔ ہر حالت میں ایفائے وعدہ واجب نہیں بلکہ مستحب ومندوب ہے۔ اگر کسی سے کہا جائے شادی کرو میں تمہیں مال دے دوں گا اور وہ شادی کر لیتا ہے تو ایسی صورت میں ایفائے وعدہ واجب ہے اور قرآن مجید کی آیت کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (الصف:۴) سے اس بارہ میں استدلال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی ناراضگی کا موجب ہے کہ جو بات کہی جائے اس کے مطابق عمل نہ ہو۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۵۶) ایفائے وعدہ کے وجوب وعدم وجوب کا اختلاف مدنظر رکھتے ہوئے یہ باب قائم کیا گیا ہے اور عنوان باب میں دو حوالے دیئے گئے ہیں۔ ایک حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا اور دوسرا سعید بن عمرو بن اشوع قاضی کوفہ کا۔ ان دونوں حوالوں کا تعلق قضائی فیصلہ سے ہے کہ ان کے پاس عدم ایفائے وعدہ کا مقدمہ پیش ہوا اور انہوں نے وعدہ پورا کرنے کا فیصلہ صادر کیا۔ ان دونوں حوالوں کے درمیان قرآن مجید کی آیت وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا (مریم:۵۵) کا حوالہ دیا گیا ہے جس میں صدق وعدہ کی بنا پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعریف کی گئی ہے۔

قاضی سعیدؒ نے اپنے فیصلہ میں حضرت سمرہ بن جندبؓ کے فتویٰ کا حوالہ دیا۔ اُن کا یہ فتویٰ اسحاق بن راہویہؒ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔ یہ مشہور قاضی ہیں جو خالد قسری کے عہد امارت میں تھے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۵۶، ۳۵۷) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۲۵۸) تیسرا حوالہ حضرت مسور بن مخرمہؓ کا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس داماد کا

یہاں ذکر ہوا ہے وہ ابوالعاص بن ربیع ہیں جو آپؐ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خاوند تھے۔ اس تعلق میں کتاب الشروط، باب ٦ بھی دیکھئے۔ امام بخاری نے مذکورہ بالا حوالہ جات کے آخر میں حضرت سمرہ بن جندبؓ کا فتویٰ نقل کر کے اپنی رائے کا اظہار کر دیا ہے کہ ایفائے وعدہ سے متعلق متنازعہ فیہ جھگڑے میں خود وعدہ بھی شہادت کا قائم مقام تھا اور اس وجہ سے کتاب الشهادات میں اس کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ خواہ مندوب ہو یا واجب ہو، دونوں صورتوں میں پورا کرنا ضروری ہے اور اس تعلق میں چار حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی کے لئے باب كيف بدء الوحي ، روایت نمبر ۷ دیکھئے؛ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق دشمن کی شہادت کا ذکر ہے کہ آپؐ صادق القول ہیں اور وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ دوسری روایت کے لئے کتاب الإيمان، باب ۲۴، روایت نمبر ۳۳ دیکھئے۔ تیسری کے لئے کتاب الكفالة باب ۳ روایت نمبر ۲۲۹۶ دیکھئے۔ چوتھی روایت حضرت ابن عباسؓ کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اختیار تھا کہ آٹھ یا دس سال خدمت کریں اور اپنے وعدہ سے سبکدوش ہو جائیں۔ مگر انہوں نے بہتر صورت اختیار کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سنت تھی۔ (دیکھئے روایت نمبر ۲۶۸۴) اور آپؐ کے اسی اہتمام کے پیش نظر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آپؐ کی وفات کے بعد اعلان کرنا پڑا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کسی سے کوئی وعدہ کیا ہو وہ ہمیں اطلاع دے، آپؐ کا وعدہ پورا کیا جائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ سورة القصص آیات ۲۴ تا ۳۰ میں دیکھئے۔

بَاب ۲۹ : لَا يُسْأَلُ أَهْلُ الشِّرْكِ عَنِ الشَّهَادَةِ وَغَيْرِهَا

شہادت وغیرہ کے بارے میں مشرکوں سے نہ پوچھا جائے

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ أَهْلِ الْمِلَلِ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ لِقَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ: فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ (المائدة: ١٥) وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : لَا تُصَدِّقُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا: اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ (البقرة: ١٣٧) الْآيَةَ

اور شعبی نے کہا: مذہب والوں کی گواہی ایک دوسرے کے خلاف درست نہیں۔ کیونکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ہم نے ان کے درمیان دشمنی اور نفرت ڈال دی ہے۔ اور حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی کہ (آپؐ نے فرمایا:) اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب، اور یوں کہو: ہم اللہ پر اور جو (اللہ کی طرف سے) اُتارا گیا ہے، اس پر ایمان لاتے ہیں۔

۲٦۸۵ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ

۲٦۸۵: یحيٰ بن بُکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس سے،

ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ {بْنِ عَبْدِ اللهِ☆} بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ كَيْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ الْكِتَابِ وَكِتَابُكُمُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْدَثُ الْأَخْبَارِ بِاللهِ تَقْرَءُوْنَهُ لَمْ يُشَبْ؟ وَقَدْ حَدَّثَكُمُ اللهُ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ بَدَّلُوْا مَا كَتَبَ اللهُ وَغَيَّرُوْا بِأَيْدِيْهِمُ الْكِتَابَ فَقَالُوْا: هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا (البقرة: ۸۰) أَفَلَا يَنْهَاكُمْ بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ مُسَاءَلَتِهِمْ؟ وَلَا وَاللهِ مَا رَأَيْنَا مِنْهُمْ رَجُلًا قَطُّ يَسْأَلُكُمْ عَنِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ.

یونس نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ (بن عبداللہ☆) بن عتبہ سے، انہوں نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: اے مسلمانوں کی جماعت! تم اہل کتاب سے کیسے پوچھتے ہو حالانکہ تمہاری وہ کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری ہے۔ اللہ کی نسبت خبر دینے والی جتنی کتابیں ہیں ان سب سے نئی کتاب ہے۔ تم اسے پڑھتے رہو۔ اس میں کچھ خلط ملط نہیں ہوا اور اللہ تمہیں بتلا چکا ہے کہ اہل کتاب نے جو اللہ نے فرض کیا تھا، اسے بدل دیا ہے اور انہوں نے اپنے ہاتھوں سے کتاب کو کچھ اور کا اور بنا دیا ہے۔ اور انہوں نے کہا کہ یہ بھی جو انہوں نے خود لکھا تھا اللہ ہی کی طرف سے ہے، تا اس کے ذریعہ سے تھوڑی سی قیمت حاصل کریں۔ کیا وہ علم جو تمہارے پاس آیا ہے پوچھنے کی تمہیں ممانعت نہیں کرتا۔ خبردار! ایسا نہ کرو۔ بخدا ہم نے تو ان میں سے کبھی کوئی شخص نہیں دیکھا کہ جو تم سے اس (وحی) کی بابت پوچھتا ہو جو تم پر نازل کی گئی ہے۔

اطرافہُ: ۷۳۶۳، ۷۵۲۲، ۷۵۲۳۔

تشریح: **لَا يُسْئَلُ اَهْلُ الشِّرْكِ عَنِ الشَّهَادَةِ:** آیا کفار کی شہادت قابل اعتبار ہے؟ اس بارہ میں تین قول ہیں۔ جمہور کے نزدیک تو مشرکین کی شہادت قطعی طور پر نا قابل اعتبار ہے۔ بعض فقہاء تابعین نے ان کی شہادت اگر شروط عدالت پوری کرتی ہو، علی الاطلاق قبول کرنے کا فتویٰ دیا ہے۔ ابراہیم نخعیؒ بھی اسی گروہ میں سے ہیں۔ ان کی رائے ہے کہ اگر مشرک یا اہل کتاب میں سے کوئی شخص مسلمان کے حق میں شہادت دے اور اپنے ہم مذہب لوگوں کی طرف داری نہ کرتا ہو تو اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ اسی طرح ان کی آپس میں شہادت بھی قابل قبول ہوگی۔ یہی مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ غیر مسلموں کی شہادت ایک دوسرے سے متعلق قابل قبول ہوگی۔ امام ابوحنیفہ،

☆ یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ۵ حاشیہ صفحہ ۳۵۸)

شریح، نخعی اور اوزاعی رحمۃ اللہ علیہم نے اس میں سفر کی حالت کا استثناء کیا ہے، جو بحالت مجبوری از روئے نص صریح جائز ہے۔ تیسرا مذہب حسن بصری، ابن ابی لیلیٰ، لیث اور اسحاق رحمہم اللہ علیہم کا ہے کہ اہل مذاہب کی ایک دوسرے کے خلاف شہادت قابل اعتماد نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ٥ (المائدہ:۱۵) اور ہم نے ان میں قیامت کے روز تک عداوت اور بغض ڈال دیا ہے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ انہیں اس پر جلدی آگاہ کرے گا۔ اہل مذاہب کا ایک دوسرے کے خلاف شدید تعصب ایک ظاہر بات ہے۔ اس لئے مؤخر الذکر فقہاء نے ایک مذہب سے تعلق رکھنے والوں کی آپس میں شہادت تو قابل قبول قرار دی ہے لیکن دوسرے مذہب والوں کے خلاف شہادت محفوظ نہیں قرار دی ہے کہ ایسی شہادت قبول نہ کی جائے۔ جیسا کہ رشتہ داروں کی شہادت ایک دوسرے کے حق میں قابل قبول نہیں ہوتی۔

(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۵۸، ۳۵۹) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۲۶۰)

(بداية المجتهد، كتاب الأقضية، الباب الثالث، الفصل الأوّل فی الشهادة، جزء ثانی صفحہ ۳۴۷)

عامر بن شراحیل شعبیؒ کا حوالہ ابن ابی شیبہ☆ نے نقل کیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی محولہ بالا روایت کیلئے كتاب التفسير، تفسير سورة البقرة، باب ۱۱، روایت نمبر ۴۴۸۵ دیکھئے۔ اہل کتاب کے بارے میں جمہور کے فتووں کی بناء حضرت ابوہریرہؓ کی یہی حدیث ہے کہ جن باتوں کے علم حاصل کرنے کا ذریعہ سوائے اقوال اہل کتاب کے اور کچھ نہ ہو تو خاموشی اختیار کرنا بہتر ہے۔ روایت زیر باب میں اہل کتاب کا بڑا نقص جو انہیں بحیثیت قوم ناقابل اعتماد بناتا ہے وہ تحریف کتب مقدسہ ہے۔ جو شخص کتاب الٰہی میں تغیر و تبدل کرتا ہے اس کے اقوال کا اعتبار کرنا احساسات کے خلاف ہے۔ عنوان باب سے ظاہر ہے کہ کسی مسئلہ کی تحقیق ایسے لوگوں سے کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اور ذرائع اختیار کرنے مناسب ہیں۔

بَاب ۳۰: اَلْقُرْعَةُ فِي الْمُشْكِلَاتِ

مشکلات میں قرعہ ڈالنا

وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ (آل عمران: ٤٥)

اور اللہ عزوجل کا یہ فرمانا: جب وہ اپنی قلمیں ڈال رہے تھے کہ اُن میں سے کون مریمؑ کا کفیل ہوگا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: اقْتَرَعُوْا فَجَرَتِ الْأَقْلَامُ مَعَ الْجِرْيَةِ وَعَالَ قَلَمُ زَكَرِيَّاءَ الْجِرْيَةَ فَكَفَلَهَا زَكَرِيَّاءُ.

اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: ان لوگوں نے قرعہ ڈالا تو قلمیں پانی کے بہاؤ پر بہنے لگیں اور زکریاؑ کا قلم اس بہاؤ سے اُوپر آ گیا۔ اس لئے زکریاؑ مریمؑ کے کفیل ہوئے۔

☆ (مصنف ابن ابی شيبة، كتاب البيوع والأقضية، باب من قال لا تجوز شهادة ملّة الّا على ملتها، جزء۴ صفحہ ۵۳۲)

وَقَوْلُهُ: (فَسَاهَمَ) أَقْرَعَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ (الصافات:١٤٢) مِنَ الْمَسْهُومِيْنَ.

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: انہوں نے قرعہ ڈالا تو وہ ان لوگوں میں تھے، جن پر قرعہ نکلا اور وہ سمندر میں پھینکے جانے والوں میں سے تھے۔

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: عَرَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَوْمٍ الْيَمِيْنَ فَأَسْرَعُوْا فَأَمَرَ أَنْ يُّسْهَمَ بَيْنَهُمْ: أَيُّهُمْ يَحْلِفُ.

اور حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں سے قسم کھانے کے لئے فرمایا اور وہ قسم کھانے میں جلدی کرنے لگے تو پھر آپؐ نے فرمایا کہ قرعہ ڈالا جائے کہ کون ان میں سے (پہلے) قسم کھائے۔

٢٦٨٦ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي الشَّعْبِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْمُدْهِنِ فِي حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا مَثَلُ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا سَفِيْنَةً فَصَارَ بَعْضُهُمْ فِي أَسْفَلِهَا وَصَارَ بَعْضُهُمْ فِي أَعْلَاهَا فَكَانَ الَّذِيْنَ فِي أَسْفَلِهَا يَمُرُّوْنَ بِالْمَاءِ عَلَى الَّذِيْنَ فِي أَعْلَاهَا فَتَأَذَّوْا بِهِ فَأَخَذَ فَأْسًا فَجَعَلَ يَنْقُرُ أَسْفَلَ السَّفِيْنَةِ فَأَتَوْهُ فَقَالُوْا: مَا لَكَ؟ قَالَ: تَأَذَّيْتُمْ بِي وَلَا بُدَّ لِي مِنَ الْمَاءِ فَإِنْ أَخَذُوْا عَلَى يَدَيْهِ أَنْجَوْهُ

۲۶۸۶: عمر بن حفص بن غیاث نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) اعمش نے ہمیں بتایا۔ کہتے تھے: شعبی نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی حدود کے بارے میں مداہنت سے کام لیتا ہو اور وہ جو اُن حدود میں پڑ جاتا ہے؛ اُن کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جنہوں نے ایک جہاز میں جگہ لینے کے لئے قرعہ ڈالا۔ ان میں سے کچھ لوگ اس کے حصہ زیریں میں رہے اور کچھ اس کے بالائی حصہ میں۔ پھر وہ لوگ جو اس کے حصہ زیریں میں تھے، پانی لینے کے لئے ان لوگوں کے پاس سے گزرتے جو جہاز کے بالائی حصہ میں تھے۔ اس سے ان کو تکلیف ہوتی تو ایک شخص نے کلہاڑی لی اور اس جہاز کے زیریں حصہ میں سوراخ کرنے لگا۔ یہ دیکھ کر وہ آئے اور انہوں نے کہا: تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ اس

وَنَجَّوْا أَنْفُسَهُمْ وَإِنْ تَرَكُوْهُ أَهْلَكُوْهُ وَأَهْلَكُوْا أَنْفُسَهُمْ.

طرفهُ: ٢٤٩٣.

نے کہا: تم کو میرے آنے جانے سے تکلیف پہنچی ہے اور پانی کے بغیر میرے لئے کوئی چارہ نہیں۔ اب اگر وہ اس کے ہاتھ پکڑیں تو اس کو بھی بچا لیں اور اپنے آپ کو بھی بچا لیں اور اگر اس کو چھوڑ دیں تو اس کو بھی ہلاک کریں گے اور اپنے آپ کو بھی۔

٢٦٨٧: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ امْرَأَةً مِّنْ نِّسَائِهِمْ قَدْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ طَارَ لَهُ سَهْمُهُ فِي السُّكْنَى حِيْنَ أَقْرَعَتِ الْأَنْصَارُ سُكْنَى الْمُهَاجِرِيْنَ قَالَتْ أُمُّ الْعَلَاءِ: فَسَكَنَ عِنْدَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ فَاشْتَكَى فَمَرَّضْنَاهُ حَتَّى إِذَا تُوُفِّيَ وَجَعَلْنَاهُ فِي ثِيَابِهِ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ أَبَا السَّائِبِ فَشَهَادَتِي عَلَيْكَ لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللّٰهُ. فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمَا يُدْرِيْكِ أَنَّ اللّٰهَ أَكْرَمَهُ؟ فَقُلْتُ: لَا

٢٦٨٧: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: خارجہ بن زید انصاری نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت امّ علاءؓ جو انصاری عورتوں میں سے ایک خاتون تھیں؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر چکی تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ جب انصار نے مہاجرین کے رہنے کے لئے قرعے ڈالے، حضرت عثمانؓ بن مظعون کا قرعہ سکونت کا ہمارے نام نکلا۔ حضرت امّ علاءؓ کہتی تھیں کہ حضرت عثمانؓ بن مظعون ہمارے پاس رہے۔ وہ بیمار ہوئے تو ہم نے ان کی خدمت کی اور جب وہ فوت ہو گئے اور ہم نے انہیں ان کے کپڑوں میں ہی کفنایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے۔ میں نے کہا: اللہ کی رحمت ہو تم پر ابوسائب۔ میری شہادت تو تمہارے متعلق یہی ہے کہ اللہ نے تجھے ضرور عزت بخشی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ضرور عزت بخشی ہے؟ میں نے کہا:

أَدْرِيْ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا عُثْمَانُ فَقَدْ جَاءَهُ وَاللهِ الْيَقِيْنُ وَإِنِّي لَأَرْجُوْ لَهُ الْخَيْرَ وَاللهِ مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُوْلُ اللهِ مَا يُفْعَلُ بِهِ. قَالَتْ: فَوَاللهِ لَا أُزَكِّي أَحَدًا بَعْدَهُ أَبَدًا وَأَحْزَنَنِي ذَلِكَ. قَالَتْ: فَنِمْتُ فَأُرِيْتُ لِعُثْمَانَ عَيْنًا تَجْرِي فَجِئْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: ذَلِكَ عَمَلُهُ

یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، مجھے معلوم نہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عثمانؓ جو ہیں وہ تو اب فوت ہو گئے اور میں ان کے لئے بہتری کی ہی اُمید رکھتا ہوں۔ لیکن اللہ کی قسم! میں بھی نہیں جانتا کہ عثمانؓ کے ساتھ کیا ہوگا۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔ یہ سن کر حضرت امّ علاءؓ نے کہا: بخدا اس کے بعد میں کسی کو بھی معصوم نہیں ٹھہراؤں گی اور مجھے اس بات نے غمگین کر دیا۔ کہتی تھیں: میں سو گئی اور مجھے خواب میں حضرت عثمانؓ کا ایک چشمہ دکھایا گیا جو بہہ رہا تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور میں نے آپؐ کو بتایا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ اُس کے عمل ہیں۔

اطرافه: ۱۲۴۳، ۳۹۲۹، ۷۰۰۳، ۷۰۰۴، ۷۰۱۸۔

٢٦٨٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ. وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا. غَيْرَ أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ زَوْجِ

٢٦٨٨: محمد بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ یونس نے ہمیں بتایا کہ زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ پھر ان میں سے جس کا قرعہ نکلتا، اسے آپؐ اپنے ہمراہ لے جاتے اور آپؐ نے اپنی بیویوں میں سے ہر ایک بیوی کے لئے اس کا دن اور رات باری سے مقرر کر دیا تھا۔ مگر حضرت سودہؓ

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْتَغِي بِذَلِكَ رِضَا رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

بنت زمعہ نے اپنی باری کا دن اور رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت عائشہؓ کو دے دیا تھا۔ اس سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی چاہتی تھیں۔

اطرافہُ: ۲۵۹۳، ۲۶۳۷، ۲۶۶۱، ۲۸۷۹، ۴۰۲۵، ۴۱۴۱، ۴۶۹۰، ۴۷۴۹، ۴۷۵۰، ۴۷۵۷، ۵۲۱۲، ۶۶۶۲، ۶۶۷۹، ۷۳۶۹، ۷۳۷۰، ۷۵۰۰، ۷۵۴۵۔

۲۶۸۹: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا إِلَّا أَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا إِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا.

۲۶۸۹: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابوبکر (بن عبدالرحمٰن) کے غلام سُمَی سے، سُمَی نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگ جانتے کہ اَذان اور پہلی صف میں کیا ثواب ہے تو پھر سوائے قرعہ ڈالنے کے انہیں کوئی جگہ بھی نہ ملتی، سو اس کے لئے قرعہ ڈالتے۔ اور اگر وہ جانتے کہ نماز میں اوّل وقت جانے کے لئے کیا ثواب ہے تو وہ اس کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہوئے لپکتے۔ اور اگر وہ جانتے کہ عشاء اور صبح کی باجماعت نماز میں کیا ثواب ہے تو ان دونوں میں آتے اگرچہ انہیں گھٹنوں کے بل آنا پڑتا۔

اطرافہُ: ۶۱۵، ۶۵۴، ۷۲۱۔

تشریح: اَلْقُرْعَةُ فِی الْمُشْکِلَاتِ: قرعہ اندازی کا طریق ازمنۂ قدیم سے رائج ہے۔ اس سے بہت سے جھگڑوں کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کا تعلق حقوق دانی سے ہے۔ حدود و تعزیرات میں قرعہ اندازی جائز نہیں۔ قرآن مجید کی آیات اور مندرجہ بالا احادیث سے ان اُمور کی نوعیت واضح کی گئی ہے جن میں قرعہ ڈالا جا سکتا ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت کا ذکر سورۂ آل عمران آیت ۴۵ میں ہے اور حضرت یونس علیہ السلام سے متعلق قرعہ اندازی کا ذکر سورۂ الصافات آیت ۱۴۲ میں ہے۔ باب کی پہلی حدیث کا مفہوم واضح ہے کہ حدود اللہ کے توڑنے میں قرعہ اندازی کا طریق معاشرہ کے سارے افراد کی سلامتی کو خطرہ میں ڈالنے والا ہے۔ دوسری اور تیسری روایتوں میں مدنی

نوعیت کی قرعہ اندازی کا ذکر ہے۔ جیسے تقسیم جائداد و اراضی میں سے کونسی زمین یا اشیاء میں سے کونسی شے کسی شریک کو ملے۔ اگر شرکاء قرعہ اندازی کے ذریعے فیصلہ کرنا پسند کریں تو قرعہ ڈالا جاسکتا ہے۔

مَثَلُ الْمُدْهِنِ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ......: اَدْهَنَ يُدْهِنُ اِدْهَانًا، دَاهَنَ يُدَاهِنُ مُدَاهَنَةً. دَهَنَ سے مشتق ہے۔ جس کے معنے روغن کے ہیں۔ روغن ملنے سے شئے ملائم ہوجاتی ہے۔ مداہنت سے مراد نرمی، چشم پوشی، چکنی چپڑی باتیں کرنا اور ریا کاری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا مثال میں حدود اللہ پر قائم ہونے والوں کے مقابلہ میں ان لوگوں کی مثال دی ہے جو حدود اللہ کو توڑتے یا خاموشی سے خلاف ورزی احکام دیکھتے ہیں اور حدود توڑنے والوں کو نہیں روکتے۔ آخر دونوں ہلاک ہوں گے۔ بلکہ کشتی کی طرح سارا معاشرہ غرق ہوگا اور بروں کے ساتھ بھلے بھی تباہ ہوں گے۔ معاشرے کی سلامتی حدود اللہ کے قیام ہی میں ہے۔ **کتاب الشهادات** کا یہ خاتمہ کہ سچی شہادت سے نہ صرف انفرادی حقوق ہی محفوظ رہتے ہیں بلکہ ساری قوم کی حفاظت ہوتی ہے۔ سچی شہادت دینے میں بے شک مشکلات پیش آتی ہیں۔ مگر مشکلات کا حل جھوٹ یا سچائی سے پہلو تہی نہیں بلکہ مشیت الٰہی اور نصرت ربانی میں ہے جو صادقوں کو آڑے وقتوں میں کام دیتی ہے۔ یہی نکتہ معرفت سمجھانے کے لئے مشکلات کا عنوان قائم کرکے دو آیتوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ پہلی آیت یہ ہے: **ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ** O (آل عمران: ۴۵) یہ غیب کی خبروں میں سے ایک خبر ہے جو ہم تجھ پر وحی کے ذریعہ سے ظاہر کرتے ہیں۔ جب وہ اپنے قلم ڈالتے تھے کہ ان میں سے کون حضرت مریم کی خبر گیری کرے تو تو اُن کے پاس موجود نہ تھا جب وہ جھگڑ رہے تھے۔ یعنی اس وقت ہم موجود تھے اور ہماری مرضی اور تدبیر ہی تھی جو مریمؑ کی پرورش کے بارے میں فیصلہ کرا رہی تھی اور آخر وہ حضرت زکریا علیہ السلام کے حصہ میں آئی جس سے ایک قوم کی نجات کا سامان پیدا ہوا۔ دوسری آیت یہ ہے: **وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ** O **اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ** O **فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ** O (الصافات: ۱۴۰-۱۴۲) اور یونسؑ بھی یقیناً رسولوں میں سے تھے۔ جب وہ بھاگ کر بار برداری سے بھری ہوئی کشتی میں سوار ہوئے (اور بوقت خطرہ غرقابی) قرعہ اندازی میں شامل ہوئے تو وہ ان سواریوں میں سے تھے جنہیں پھینکا گیا اور ایک بڑی مچھلی انہیں نگل گئی اور حالت یہ تھی کہ وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے۔ واقعہ کی تفصیل کے لئے تفسیر کبیر مصنفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ تشریح سورۂ یونس جلد ۳ صفحہ ۱۲۹ تا ۱۳۱ دیکھئے۔ حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ بھی اس امر کی راہنمائی کرتا ہے کہ مشکلات اور خطرے سے نجات دینے والا دراصل اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اسی پر توکل کرتے ہوئے سچائی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتابیات

قرآن کریم

قرآن کریم : ا۔تفسیر صغیر حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔
٢-اُردو ترجمہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ۔

تفسیر کبیر: حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔

جامع البیان فی تأویل القرآن: أبوجعفر محمد بن جریر الطبري (المتوفی ٣١٠ھ)
مؤسسة الرسالة – الطبعة الأولی۔ ١٤٢٠ھ/٢٠٠٠م

کتب لِمتون الحدیث

صحیح البخاری: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری–(المتوفی ٢٥٦ھ)

i. فتح الباری – احمد بن علی بن حجر العسقلانی (المتوفی ٨٥٢ھ)
مطبوعہ دار السلام الریاض– الطبعة الاولیٰ –٢٠٠٠ء

ii. **فتح الباری** –احمد بن علی بن حجر العسقلانی–
المطبعة الأمیریة ببولاق بمصر– ١٣٠١ھ

iii. **فتح الباری** –احمد بن علی بن حجر العسقلانی– المطبع الأنصاري دہلی– ١٣٠٥ھ

iv. **صحیح البخاری**–قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔١٣٥٧ھ

v. **عمدة القاری**- بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی (المتوفی ٨٥٥ھ)
داراحیاء التراث العربی۔ بیروت لبنان

صحیح مسلم: مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری – (المتوفی ٢٦١ھ)
دارالسلام۔ الریاض۔ الطبعة الاولیٰ۔١٩٩٨ء

جامع ترمذی: ابو عیسیٰ محمد بن عیسی بن سورة الترمذی– (المتوفی ٢٧٩ھ)
دار السلام۔ الریاض۔ الطبعة الاولیٰ۔ ١٩٩٩ء

سنن ابی داؤد: ابو داؤد سلیمان بن الأشعث السجستانی الأزدی - (المتوفی ٢٧٥ھ)
دار السلام - الریاض - الطبعة الاولیٰ - ١٩٩٩ء
سنن نسائی: ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی - (متوفی ٣٠٣ھ)
دارالسلام - الریاض - الطبعة الاولیٰ - ١٩٩٩ء
سنن ابن ماجہ: ابو عبد اللّٰہ محمد بن یزید القروینی - (المتوفی ٢٧٥ھ)
دار السلام - الریاض - الطبعة الاولیٰ - ١٩٩٩ء
مؤطا امام مالک: مالک بن انس - (المتوفی ١٧٩ھ)
دار إحیاء التراث العربی، ١٩٨٥ء
مسند احمد بن حنبل: احمد بن محمد بن حنبل ابو عبد اللّٰہ الشیبانی - (المتوفی ٢٤١ھ)
دار الفکر العربی، المکتب الاسلامی بیروت -
مسند أحمد مذیلة بأحکام شعیب الأرنؤوط، مؤسسة قرطبة - القاہرة -
صحیح ابن خزیمة: محمد بن إسحاق بن خزیمة ابو بکر السلمی النیسابوری (المتوفی ٣١١ھ)
المکتب الإسلامی بیروت - ١٣٩٠ھ/١٩٧٠ء
صحیح ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم التمیمی - (المتوفی ٣٥٤ھ)
بترتیب ابن بلبان **المسمی** الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان
مؤسسة الرسالة بیروت - الطبعة الثالثة - ١٤١٨ھ/ ١٩٩٧ء
المستدرک علی الصحیحین: ابو عبد اللّٰہ الحاکم النیسابوری - (المتوفی ٤٠٥ھ)
دارالمعرفة بیروت - لبنان - الطبعة الاولیٰ ١٩٨٦ء
مصنف ابن ابی شیبہ: ابو بکر عبد اللّٰہ بن محمد بن ابی شیبة الکوفی - (المتوفی ٢٣٥ھ)
مکتبة الرشید الریاض، الطبعة الاولیٰ، ١٤٠٩ھ
مصنف عبدالرزاق: ابو بکرعبد الرزاق بن ہمام الصنعانی - (المتوفی ٢١١ھ)
المکتب الاسلامی بیروت - الطبعة الثانیة، ١٤٠٣ھ
سنن الدارقطنی: علی بن عمر ابو الحسن الدار قطنی البغدادی - (متوفی ٣٨٥ھ)
(١) دار المحاسن القاہرة - (٢) دار المعرفة بیروت - ١٣٨٦ھ/١٩٦٦ء
السنن الکبریٰ: ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی - (متوفی ٣٠٣ھ)
دار الکتب العلمیة بیروت - الطبعة الأولیٰ - ١٤١١ھ/١٩٩١ء
سنن الکبریٰ: احمد بن الحسین بن علی بن موسی ابو بکر البیہقی - (متوفی ٤٥٨ھ)
مکتبة دارالباز مکة المکرمة، ١٩٩٤ء

شرح معانی الآثار: احمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك ابو جعفر الطحاوی-(متوفی٣٢١)
دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الاولیٰ، ١٣٩٩ھ

المعجم الکبیر: ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی- (متوفی ٣٦٠ھ)
مکتبة العلوم والحکم الموصل- الطبعة الثانیة- ١٤٠٤ھ/١٩٨٣ء

المعجم الأوسط: ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی- (متوفی ٣٦٠ھ)
دار الحرمین القاہرة- ١٤١٥ھ

المعجم الصغیر: ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی- (متوفی ٣٦٠ھ)
دار الکتب العلمیة بیروت لبنان- ١٤٠٣ھ/١٩٨٣م

مسند الشهاب: محمد بن سلامة بن جعفر ابو عبد اللّٰه القضائی- (متوفی ٤٥٤ھ)
مؤسسة الرسالة بیروت-الطبعة الثانیة - ١٤٠٧ھ/١٩٨٦ء

مسند الشافعي: محمد بن ادریس ابو عبداللّٰه الشافعي- (المتوفی ٢٠٤ھ)
دار الکتب العلمیة بیروت-

مسند أبی عوانة: یعقوب بن إسحاق أبو عوانة- (متوفی ٣١٦ھ)
دار المعرفة بیروت- الطبعة الأولیٰ-١٩٩٨م

مسند ابن الجعد: علي بن الجعد بن عبید أبو الحسن الجوهري البغدادي (متوفی٢٣٠ھ)
مؤسسة نادر - بیروت- الطبعة الأولیٰ- ١٤١٠ھ/١٩٩٠م

المنتقی لابن الجارود: عبد اللّٰه بن علی بن الجارود أبو محمد النیسابوری (متوفی٣٠٧ھ)
مؤسسة الکتاب الثقافیة بیروت- الطبعة الأولیٰ ١٤٠٨ھ/١٩٨٨م

المراسیل لأبي داؤد: سلیمان بن الأشعث السجستانی أبو داؤد (متوفی٢٧٥ھ)
مؤسسة الرسالة بیروت- الطبعة الأولیٰ ١٤٠٨ھ

الأدب المفرد للبخاري: محمد بن إسماعیل أبو عبد اللّٰه البخاري الجعفي (متوفی ٢٥٦ھ)
دار البشائر الإسلامیة بیروت- الطبعة الثالثة- ١٤٠٩ھ/١٩٨٩م

شعب الإیمان: احمد بن الحسین بن علی بن موسی ابو بکر البیهقی- (متوفی٤٥٨ھ)
دارالکتب العلمیة بیروت لبنان-الطبعة الاولیٰ-١٤١٠ھ/١٩٩٠م

کشف الخفاء: إسماعیل بن محمد العجلوني الجراحي (متوفی ١١٦٢ھ)
مؤسسة الرسالة بیروت- الطبعة الرابعة- ١٤٠٥ھ

کتب لشرح الحدیث وعلوم الحدیث

فتح الباری : احمد بن علی بن حجر العسقلانی - (المتوفی ٨٥٢ھ)
مطبوعه دارالسلام الریاض، الطبعة الاولیٰ -٢٠٠٠ء

عمدة القاری: بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی - (المتوفی ٨٥٥ھ)
داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان

التمهید لابن عبد البر: أبو عمر یوسف بن عبد اللّٰہ بن عبد البر النمری (متوفی ٤٦٣ھ)
وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامیة المغرب۔ ١٣٨٧ھ

أسد الغابة في معرفة الصحابة: عز الدین ابی الحسن علی بن محمد الشیبانی ابن الأثیر
دار إحیاء التراث العربی - بیروت لبنان۔

التاریخ الکبیر: محمد بن اسماعیل ابو عبد اللّٰہ البخاری الجعفی -(المتوفی ٢٥٦ھ)
دار الفکر۔

الکامل فی ضعفاء الرجال: عبد اللّٰہ بن عدي ابو احمد الجرجانی - (المتوفی ٣٦٥ھ)
دار الفکر بیروت - الطبعة الثالثة - ١٤٠٩ھ/١٩٨٨م

حلیة الأولیاء: ابو نعیم احمد بن عبد اللّٰہ الأصبهانی - (المتوفی ٤٣٠ھ)
دارالکتاب العربی بیروت - الطبعة الرابعة - ١٤٠٥ھ

کتب وملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اسلامی اصول کی فلاسفی: **روحانی خزائن-جلد١٠**
کشتی نوح: **روحانی خزائن-جلد١٩**
چشمہ معرفت: **روحانی خزائن-جلد٢٣**
سراج منیر: **روحانی خزائن-جلد١٢**
حقیقۃ الوحی: **روحانی خزائن-جلد٢٢**

تذکرہ (مجموعہ الہامات، کشوف ورؤیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام) مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ ایڈیشن چہارم ٢٠٠٤ء

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد ٥

کتب الفقه و التاریخ و اللغات

بدایة المجتهد و نهایة المقتصد: محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد۔
فاران اکیڈمی۔ اردو بازار لاہور۔
الهدایة شرح البدایة: علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل المرغیانی ابو الحسین۔ (متوفی ۵۹۳ھ)
المکتبة الإسلامیة، بیروت۔
کتاب الفقه علی المذاهب الأربعة: عبد الرحمان بن محمد عوض الجزیری
دار ابن حزم بیروت۔ الطبعة الاولیٰ۔ ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء
کشف الغمّة عن جمیع الامّة: ابو المواهب عبد الوهاب بن احمد بن علی الشعرانی
مطبعة مصطفی البابی الحلبی بمصر۔ الطبعة الأخیرة۔ ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء
المبسوط: شمس الدین السرخسی۔
مطبعة السعادة بجوار مصر۔ الطبعة الاولیٰ۔ ۱۳۲۴ھ
کفایة الأخیار فی حلّ غایة الإختصار: تقی الدین أبی بکر بن محمد۔ (متوفی ۸۲۹ھ)
دار قتیبة۔ دمشق۔

السیرة النبویة: عبد الملک بن ہشام۔ (متوفی ۲۱۳ھ)
دار الجیل بیروت۔ الطبعة الأولیٰ۔ ۱۴۱۱ھ
الطبقات الکبریٰ: محمد بن سعد بن منیع الزہری (۲۳۰ھ)
دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان۔ الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۷ھ/۱۹۹٦م
بلوغ الارب فی معرفة أحوال العرب: محمود شکری الالوسی البغدادی۔
دار الکتب العلمیة بیروت،لبنان۔
أخبار مکة: محمد بن اسحاق بن العباس الفاکہی ابو عبد اللّٰه۔(متوفی ۲۷۵ھ)
دار خضر بیروت۔ الطبعة الثانیة۔ ۱۴۱۴ھ
الأغانی: ابو الفرج الأصفهانی علی بن الحسین (متوفی ۳۵٦ھ)
داراحیاء التراث العربی بیروت،لبنان۔ الطبعة الثانیة، ۱۴۰۸ھ/۱۹۹۷م
فتوح البلدان بلاذری: مصدر الکتاب موقع یعسوب۔ المکتبة الشاملة CD
لسان العرب: محمد بن مکرم بن علی بن احمد جمال الدین ابو الفضل الشہیر بابن المنطور)
دار احیاء التراث العربی۔ الطبعة الاولیٰ ۔۱۹۸۸ء

أقرب الموارد فی فصح العربية والشوارد: سعید الخوری الشرتوتی اللبنانی۔
منشورات مکتبة آیة اللّٰہ العظمی المرعشی النجفی۔ایران۔١۴٠٣ھ
النهاية فی غریب الحدیث والأثر:
مجد الدین ابو السعادات المبارك بن محمد الشیبانی الجزری ابن الأثیر(المتوفی٦٠٦ھ)
دار إحياء التراث العربی بیروت لبنان– الطبعة الاولی–١۴٢٢ھ
المنجد فی اللغة: الاب لویس معلوف اليسوعي۔
المطبعة الکاثولیکیة بیروت۔ الطبعة الخامسة عشرة–١٩٥٦ء
اردولغت: اردولغت بورڈ۔ترقی اردو بورڈ کراچی۔ایڈیشن اوّل۔١٩٩٢ء۔

الکتب الأخریٰ

فصل الخطاب: حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ۔
دیباچہ تفسیر القرآن: حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔
اسلام کا اقتصادی نظام: حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔لیکچر ٢٦ فروری ١٩۴٥ء۔
دنیا کا محسن ﷺ (انوار العلوم جلد ١٠) حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ۔
سیرت خاتم النبیین ﷺ: حضرت مرزا بشیر احمد صاحب۔ایم اے۔
حیاتِ نور: مصنفہ عبدالقادر سابق سوداگرمل
الحکم: ایڈیٹر یعقوب علی تراب احمدی۔مطبع انوار احمدیہ قادیان۔جلد ٨ نمبر ٢۔مورخہ ١٧ جنوری ١٩٠۴ء
بائبیل: کتاب مقدس (یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ) پاکستان بائبل سوسائٹی۔انارکلی لاہور۔ ١٩٩٣ء

History of the Decline and the fall of the Roman Empire
Author:Edward Gibbon, Esq. With notes by the Rev. H. H. Milman
1845 (RevisedEdition)

۞۞۞۞۞۞